



ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری

DR. ZAKIR HUSAIN LIBRARY

JAMIA MILLIA ISLAMIA
JAMIA NAGAR

NEW DELHI

Please examine the book before
taking it out. You will be res-
ponsible for damages to the book
discovered while returning it



خوب پردہ ہے کہ چلوں سے لکے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

✓

Biswin Sadi Lahore

April 1941



سادی سادی

۲

دلبریت دج

۱۲۹۵۵
۵۷۹۵

اپریل ۱۹۴۱ء قیمت ۲۰ — اسٹندہ پرچہ عورت نمبر ہوگا

ہندوستان بھر کے ادبی رسائل میں سب سے زیادہ چھپنے والا رسالہ

سالانہ چندہ
خاص نمبر سمیت
تین روپے
ششماہی چندہ
دو روپے
قیمت فی پرچہ
چار آنے (۴)

پرچہ عورت

جلد ۹

نمبر ۴

ممالک غیر سے
سالانہ چندہ
۱۰ روپے
قیمت فی پرچہ
چار آنے
رنگون دیر سے
سالانہ چندہ چار روپے

دلفریب
مصابین

دلکاز
افسانے

اشعار
ادبی سرکاز

ادبی سرکاز

ادارہ	نمبر	قیمت
۱۔ تیونسٹر	۱۰	۵
۲۔ دوغریس	۱۰	۵
۳۔ سوز عشق	۱۰	۵
۴۔ جہالیات	۱۰	۵
۵۔ گوداوری کے کنارے	۱۰	۵
۶۔ ستلج کے کنارے	۱۰	۵
۷۔ غزل	۱۰	۵
۸۔ جذبِ محبت	۱۰	۵
۹۔ تم کثرتِ اداسی ہو	۱۰	۵
۱۰۔ اعتراض	۱۰	۵
۱۱۔ تیلی	۱۰	۵
۱۲۔ ملاقات	۱۰	۵

نئی لکھنؤ کی پالیہ چھاپری میں سال بھر کے تمام نمبروں کے علاوہ تین سالوں کے تمام نمبر اور افسانہ نمبر بھی دیکھتے ہیں

دکھش غزلیں بلند پایہ مضامین جواہر پارے حفظانِ صحت

۱۳۳۔	جناب سرشار کسمندوی	۱۳۳۔	سازر سرشار
۱۳۴۔	جناب شش مظفر پوری	۱۳۴۔	گنا و شباب
۱۳۵۔	نخترہ رفیعہ رعنا (اردو)	۱۳۵۔	کیف انتظار
۱۳۶۔	جناب رفیعہ الفاری لکھنوی	۱۳۶۔	مرحہ عشق
۱۳۷۔	ڈاکٹر آر ایل فرزند سیز	۱۳۷۔	پھل کیوں کھانے چاہئیں؟
۱۳۸۔	ایک مفید معلوماتی مقالہ	۱۳۸۔	بیماری سے پیشتر کیا کیا علامتیں ظاہر ہوتی ہیں؟
۱۳۹۔	پرنس ملن راج ننگی اور خزانچی پر بے لاگ تنقید	۱۳۹۔	دُنیا ئے فلم
۱۴۰۔	جناب آسہی رام نگری	۱۴۰۔	حسین عباسوسہ
۱۴۱۔	جناب اشوک کمار ایم۔ اے	۱۴۱۔	ادب لطیف
۱۴۲۔	جناب نفیہ الحسن رفیعہ ایم۔ اے	۱۴۲۔	پان کے فوائد
۱۴۳۔	کیس کیس کی مرافعہ میں کس طرح استعمال ہو سکتا ہے؟	۱۴۳۔	کیسیم (چونہ) کے معجزے
۱۴۴۔	لٹن کے چند جدید واقعات و مشاہدات	۱۴۴۔	محبوبوں کے حیرت انگیز کارنامے
۱۴۵۔	سکیم ڈاکٹر علی کوثر صاحب چاند پوری	۱۴۵۔	غذا کے ذریعہ مختلف بیماریوں کا علاج
۱۴۶۔	ڈاکٹر آر۔ ایم گپتی نموس	۱۴۶۔	کیا خوشبودار پتوں کا استعمال صحت کے لئے مفید ہے؟
۱۴۷۔	ایک مفید مقالہ	۱۴۷۔	آنکھوں کا علاج غذا سے

رسالہ بیسویں صدی کثرتِ اشاعت کے لحاظ سے ہندوستان کے تمام مہتممہ دار اخبارات اور ادبی رسائل میں سب سے زیادہ چھپتا ہے۔ اگر آپ اپنی تجارت کو بڑھانا چاہتے ہیں تو بیسویں صدی میں اشتہار دیکھ کر یقیناً بیسویں صدی آپ کی تجارت کو فروغ دینے کا بہترین ذریعہ ثابت ہو گا۔ بیشتر بین حضرات درخواست ہے کہ اپنے اشتہار مع اہمیت ہر ماہ کی پانچ تاریخ تک بھیج دیا کریں۔ اس کے بعد آئندہ پرچے کا انتظار کرنا پڑتا ہے جو اشتہارات پانچ تاریخ سے پہلے وصول ہوتے ہیں وہ لازمی طور پر اچھی جگہ حاصل کرتے ہیں۔

بیسویں صدی ہندوستان بھر کے اخبارات کے علاوہ ہندوستان کے تمام ہریانویوں کے رسائل پر ہم رنی کا بی کے حساب سے مل سکتا ہے۔ رسالہ بیسویں صدی تمام ہندوستان پر چھاپا ہوا ہے۔ اس کی اشاعت ہندوستان کے چوتھے سال سے جاری ہو رہی ہے۔

۱۰۰



ہے کہ تو یہی پہلی، چونکہ ہندوستان جنت انسان میں ناسنگ، ملازمین اور دیگر حقوق
حسب وطن، تو یہی خدمت، قابلیت اور علمیت کی پناہ پر نہیں بلکہ مذہب کی پناہ پر
لگے ہیں۔ اس لئے ہر ایک مذہب کے پیروان نے بے دریغ مجھٹ بولا ہے لیکن
بددیانتی کی اور بے لکھٹ شیطان کی پیروی کی۔ ذرا چند نمونے ملاحظہ ہوں :-

ہمارے خیاب میں ہر شخص اپنے گھر میں خیابی بولتا ہے۔ اس کے کماں باپ خیابی
بولتے ہیں اور کزنڈ اس کے بچے بھی خیابی بولیں گے۔ لیکن ان مشاغل اور اخبارات میں نے
کلمہ کلمہ ہندوؤں کی اپنی زبان ہندی اندر سلاموں کو اردو کھیلنے کی تلقین کی حالانکہ
یہ تلقین کرنے والے ہندو خود ہندی یا اردو سے اتنے ہی دور ہیں جتنے مذہب،
اخلاق اور حق گوئی سے :

ایک اور مسئلہ کی بات یہ ہے کہ ہندو مسلمان، کچھ غرض ہر مذہب کے لوگوں کو
یہی شکایت ہے کہ ان کے بہت سے مڑوں، عورتوں اور بچوں کے نام درج نہیں
کئے گئے لیکن اس کے باوجود ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ مردم شماری کے اعداد و شمار
ہونے پر ہندوستان کی آبادی دیکھیں تو سو فی صد ہندو مسلمان اور اگر
شکایت کنندگان کی بتائی ہوئی تعداد کو سمجھ کر لی جائے تو یقیناً آبادی ۱۹۳۱ء کے مردم
شماری سے دس گنی ہو جائیگی :

اس سب سے اگر غرض کر لیا جائے کہ ہندوستان میں کئی آدمی آبادی عورتوں کی
ہے تو باندھ پٹ لگا کر ہر ایک عورت خواہ وہ تین، راہ کی کچھتی یا چار سے سال کی بڑھیا

مرد و ماں سمجھ کے نام تمام صند ڈاکٹر شام پر شاہ و کرجی نے لاہور میں ایک
تقریر کے دوران میں فرمایا کہ اگر گورنمنٹ نے ہمارے مطالبات کا تسلی بخش جواب
دیا تو ہم براہ راست کارروائی کریں گے۔ "جی ہندو پریزبر اور راست کارروائی
کے لئے سستے سستے کان بھر گئے لیکن ہندو ماں سمجھ کے دو دھچکنے والے جنوں اب
نیکس سے سس نہیں جوتے خدا جانے وہ ان کے کیا جواب آپ لوگ بھی کچھ کر
دیکھنے کے قابل نہ ہوں گے۔ یا تو کچھ کیجئے ورنہ اپنی دفنی بند کر کے کانگرس کے کارناموں
کی تعریف شروع کر دیجیے۔ جی ہاں میں تو مرد و ماں پر اس جاتی مرتبہ سمجھے :

دوسری جانب قائد اعظم صاحب نے بھی اسی لاہور شریف میں مزدمل اجلاس
فرما رکھا تھا۔ آپ کے مطلع موصیٰ ہے کہ مسلمان اقلیت نہیں بلکہ ایک قوم ہیں اور
قوم کو ملاؤ کہ یہ مذمت ہوتی ہے۔ "لیکن حضرت علامہ اقبال کو فرماتے ہیں کہ یہ

مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا
پھر آپ کو ملاؤ کہ کیا مذمت ہے۔ سارے جہاں میں شریف رکھئے

اس تقریر میں مسٹر سبیل نے یہ بھی فرمایا کہ ہندوؤں کے پاس پاکستان کے
مضام کوئی دلیل نہیں ہے۔ شاید یہی بات ہو لیکن سوال یہ ہے کہ اگر کوئی معقول
لوہل پیش کر جائے تو کیا آپ سے مان لیں گے؟ یہ سپینہ پونچھے اپنی جہیں سے

مردم شماری کے سلسلے میں لکے اہل ہند نے اس قدر اخلاقی بجا کا ثبوت دیا

اسی فٹنٹ کرل بنا دیا گیا اور خواہ بے چارے کی محض برائے نام رہ گئی یہی فٹنٹ
۱۲۰۴ء پر ماحولہ اُسید جم الہ آباد سے اس آپ فٹنٹ مارشل ہو جائیں گے اور
خواہ کے سلسلہ میں حکومت ہند اور حکومت پنجاب کے خزانہ کے پرکار دیئے جائیں گے

اس پر ہمیں ایک فائدہ یاد آگیا، ایک لکچر انٹرنسٹی ریاست میں بطور وزیر
کام کر رہا تھا۔ وہ ریٹائر ہو کر چلا گیا کچھ عرصہ کے بعد میرے کٹے پھر اس ریاست
میں جا رہا تھا تو ایک سرسبز صاحب ملاقات ہوئی جو افسر بدکر کے دور میں ریاست
کے چیف انجینئر تھے۔ انہوں نے سرسبز صاحب سے ان کے کھجور کے متعلق بات چیت
شرعی کی تو سرسبز صاحب نے زبانی کہا کہ میں چیف انجینئر نہیں ہوں اس کے محلے سے کچھ
عرصہ بعد ان کے محل پر جلسہ بنادیا گیا تھا اور ان وزارت کے افسان میں اس وقت
سیکرٹری ہوں۔ صاحب کو اس پر فکر بہت تھے اور فرمایا: ویل سرسبز صاحب
جو کہ امید نہ کر جب کبھی اسے ملاقات ہو جائے تو آپ شفا خانہ کو: اس کے کٹے ہوئے

ضعیف و مجبوران میں ایک شخص کو ناجائز شراب کی ایک بوتل اپنے قبضہ میں رکھنے کا پورا امن و چھانڈہ فیک کی سزا دی گئی تھی۔ سہارے خیال میں اس کو پانچ سات سال کی سزا ملنی چاہیے تھی۔ ناجائز شراب کی موٹ ایک بوتل پر لگتا کہ کرنا انتہائی بد ذوقی بلکہ حرافت کی دلیل ہے :

الطباع ہے کہ لاہور کے ایک طوائف کہیں کام پر گئیں جو فی حق کلاس کا لڑکھڑکھ
زیور اور نقد ہیکے فرو گویا ہر گویا مال حرام بود بجائے حرام رفت

ایک بھانے تجویز پیش کیا ہے کہ ہندوستان کا مردم شماری دوبارہ کی جائے کیونکہ موجودہ مردم شماری درست طریق پر نہیں ہوئی لیکن ہند پر ورس امر کی کیا ضمانت ہے کہ دوبارہ مردم شماری کرنے پر کوئی شخص جبراً نہیں دے گا کیا اس پر یہ مطلب سمجھا کہ دوبارہ مردم شماری کا اعلان ہوتے ہی اہل ہند کی غفلت بدل جائیگی فرقہ وارانہ فحش سے پیدا ہونے والے جھگڑے ختم ہو جائیں گے اور وہ ہند کی تماشہ نہ ہوگا اور اپنے اپنے مذہب کو مندا کی ذمہ داری نہ لے کر ملک کی عزت کیسے ہونگے جس سے

راجہ زہر ناناہ صاحب نے گوشت سے دھلا کر کہا کہ تیرا چہرہ خوب ہے، دو بارہ
 دھو کر شامی کے مٹائے کی طرح یہاں ہندوؤں سے سخت بے اعتنائی ہوئی ہے۔
 آپ بھی بولے بہت اچھا اب پھر سجاوے۔ دو بارہ سال کے لئے لیڈر ہی پھر
 غلط ہو گئے ہیں :

اطلاع ہے کہ ایک صوبہ میں تین سو پانچ سو تری صد سو فیصد بھوک ہڑتال کر رہی ہے۔
لیکن ہمارے خیال میں اس خبر سے بے لاشیانہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پراکٹری
مدارسوں کی خواہاں تہ کہ ہوتی ہے کہ ان بے چاروں کی عمریں ہی فائدہ کشی میں کٹ جاتی
ہیں۔ ایسا انہیں بھوک ہڑتال کی کافی مشق چھو چکی ہوگی اور اس لئے کسی کی زندگی کے
متعلق کسی کی خط کا ارکان نہیں۔

ایک سال کا مادی جگات دیلوت مشین سے لار موئی کی طرف جاری تھی کہ راستے میں گاڑوں کی بریک لڑیں ڈرتے ڈرتے کڑکڑا کر سچھے ہو گئے اور گاڑی اسی طرح کئی شیش اگے نکل گئی تب بہ نسبت ہنگامہ گاڑیاں گاڑوں کے تجربہ بھی رہا سکتی ہیں۔ اس لئے حکام ریلوے کو چاہئے کہ تمام گاڑوں کو نہیں تو کم از کم ہندوستانی گاڑوں کو ملازمت سے ہر طرف ڈالیں۔ یوں تو یورپی اور انگریزوں کا انڈین گاڑوں کی کسی ضرورت نہیں لیکن ان کے ہمارے ہیں کچھ جن کو اس لئے اسٹیمپنگ کے رو سے ناجائز اس وقت قابلِ ملاحظہ ہے جس کی اسماں کی کتاب نام ڈیفنس آف انڈیا رکھی ہے :

حکومت ہند کے حکمرانوں میں پنجاب پر نڈل نڈل کرنے کے ایک شخص کو نوٹس کیا گیا
 کے ڈائریکٹر نے انہیں یہ یاد دلایا کہ آپ کو تین مئی ۱۹۵۵ء کو نوٹس دیا گیا تھا اور آپ نے اس پر کوئی جواب
 دیا ہے۔ بعد ازاں مئی ۱۹۵۳ء کو نوٹس دیا گیا تھا اور آپ نے اس پر کوئی جواب نہیں دیا۔

شیطان بھی شراٹے ؟

۱۶

اخباری عنوان ہے ناہر کے تے ہمارا راجہ پرتاپ سنگھ کو حکومت کے اختیارات دیدیئے گئے۔ لیکن گزارش یہ ہے کہ ناہر کے تے ہمارا راجہ پرتاپ سنگھ سے کیا مراد ہے؟ کیا ناہر کے کوئی پرنس ہمارا راجہ پرتاپ سنگھ بھی موجود ہیں اور دوسری بات یہ کہ اختیارات آخر ہمارا راجہ ہی کو ملے تھے کیا آپ چاہتے ہیں کہ یہ اختیارات ان کے بھتیجی کو دیدیئے جاتے ؟

۱۷

ہٹلر نے ٹکی کے صدر جبریلہ عصمت انونو کو تعین دلا دیا ہے کہ ہم ٹکی یا در وانیال پر حملہ کر کے ناگہن ارادہ نہیں رکھتے۔ شکریہ بہت بہت شکریہ۔ اسی ہزار لاکھ کروڑا شکریہ لیکن فاروسے، ڈنکارک، بیجم، المینہ، بلخاریہ وغیرہ کو بھی اپنے ہی یقین دلا دیا تھا۔ وہ تو احمق بن گئے کیا آپ ان کو کو بھی بے وقوف سمجھتے ہیں ؟

۱۸

سندھ کے جناحی وزیر اعظم میر بندے علی خاں، خان بہادر اللہ بخش کے کاہن میر بھی وزیر تے۔ گراٹھان بہادر کا ساتھ چھوڑ کر مسلم لیگ کی مدد سے وزیر اعظم بن بیٹھے۔ اب یہ خان بہادر اللہ بخش جو میر بندے علی خاں کے وزیر ہوا نواز تے پرویز پیغمبر بن گئے ہیں۔ کلنگ نہیں کر جب ہے یہ اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے

۱۹

جب میر بندے علی خاں کے خلاف عدم اعتماد کا تحریک کاؤٹس دیا گیا تو مسلم لیگ کو فتح ملی۔ دیکھ کر یہ روز میر صاحب کے مخالف مسلم لیگ

کے کانوں کے ساتھ ظاہر ہو گئے لیکن خان بہادر اللہ بخش اور دوسرے وزراء نے اس تاریخ سے پہلے ہی متعین ہو کر میر صاحب کی وزارت کا تختہ الٹ دیا۔ میر بندہ اللہ باؤں سے ہمدردی ہے کہ ان کے پھوٹوں کو اپنی بٹی فطرت اور نرسری کا مظاہرہ کرنے کا موقع نہ مل سکا ؟

۲۰

اس مسئلے میں میر بندے علی خاں نے ایک بیان کے دوران میں فرمایا کہ یہی بیٹھیں چھ لاکھ روپے لگاتے ہیں۔ سبحان اللہ کیا معقول شکوہ ہے۔ لیکن خود اپنے خان بہادر اللہ بخش سے کیا سلوک فرمایا تھا؟ اور پھر اگر آپ کے بارے میں کس اخلاق کا ثبوت دیا تھا؟ سیدھی طرح کیوں نہیں کہہ دیتے کہ اس کے بارے میں کیا ہوا ؟

۲۱

اسٹری سماج سماج کال والی ٹاپنے ایک اجلاس میں ایک قرارداد منظور کی کہ کوئی عورت اپنی کنواری لڑکی کی شادی کسی رنڈے سے نہ کرے۔ یہ تو صریح فحش ہے۔ بعد ازاں کوئی سترواٹھ سال کا ندرست، شریفیادہ برسرِ رنڈاگر عضلانی بیوی کے حوالے کی وجہ سے نندہ اسو جاتا ہے۔ آپ چاہتی ہیں کہ بیوی کے اس تصور (دعوت) کی سزا اس کے خلاف کو دی جائے۔ بہت اچھا، ہم بھی ایک کانفرنس کر کے مرنوں سے صحت پس گئے کوئی مرد کسی کنواری لڑکی سے شادی نہ کرے۔ سمجھی تو اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ نہ کوئی مرد کسی کنواری لڑکی سے شادی کرے گا اور نہ وہ رنڈا ہو کر کسی شریف آدمی سے کانفرنس کی قرارداد کے مطابق شادی کر سکے گی ؟

لڑائی لڑا

لاہور — ۱۰ مارچ ۱۹۴۱ء

ہمیں یہ لکھتے چھڑے مستحکم ہوتی ہے کہ مخصوص مزانہ امراض کے لئے ڈاکٹر کمپیکل وکس پوسٹ بکس نمبر ۱۲۱ لاہور اور زنانہ امراض کے لئے زنانہ دواخانہ پوسٹ بکس نمبر ۳۴۳ ملی کی زبرد اشترا اور مفید وائیں مایوس اور علاجل مرلینوں کیلئے اکیس ثابت ہو چکی ہیں ہم نے فانی طور پر جن مرلینوں کو ان کی سفارش کی وہ جھنجھٹا ہو کر ان اداروں کے مالکان کو دعائیں دے رہے ہیں۔ دراصل ان اداروں میں تمام وائیں مزانہ امراض کی زیر نگرانی قیمتی اور خالص اجڑے تیار کیا جاتی ہیں تاکہ مرلینوں کو جلد فائدہ حاصل ہو۔ یہی مرلین

اپریل نمبر کے متعلق

اس شاعت میں جو کاغذ لکھا گیا ایک دو ہفتی تک یہ حال ہوا ہے اور
 دوسری زیادہ قیمت دیکھ کر کاغذ کی گزشتہ تین گزشتہ تمام ریکارڈز مٹ کر گئے
 ہیں کاغذ کا ایک ہی جو جنگ سے قبل اڑھا تھا وہ یہی تھا تھا۔ اب چھوڑ دیا ہے
 بھی دستیاب نہیں ہوتا اور پھر اعلیٰ کوئی کاغذ دستیاب ہے۔ اس میں سے تبدیل پانے
 معیار کے مطابق اعلیٰ کاغذ کا استعمال کرنے میں بہت دشواری ہوئی۔ پریس کو
 تین دن تاخیر سے کاغذ پہلا گیا کیا اسے لاگو کرالے اسے فوراً مٹا کر پریس لاہور
 کے قلمدان خوش نصیب تھے کہ انہیں نے ایبرل بڑے لڑکے نہیں ہونے دیا۔

بیسویں صدی کا عورت نمبر

میں یقین ہے کہ کافکی جو شہر بلگاریا گیا جو دم عورت نمبر گزشتہ عورت نمبر سے بھی بہتر صورت میں پیش کر سکیں گے۔ ہم نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ بیوی صدی کا نقش ثانی، نقش اول سے بہتر ہو۔ خواہ اس کے لئے ہمیں زیادہ سے زیادہ قربانی کیوں نہ کرنی پڑے۔ اس کے اعتراف نہ صرف ناظرین بلکہ ہلکے مستند ادبا کو بھی ہے کہ بیوی صدی کا نمبر گزشتہ نمبر سے کہیں بہتر و برتر ہو گا۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر سلیمان خیر حسین اختر ایم کے کانوار ششماہ ملاحظہ ہو: ”آپ ہر اہل نظر اور اہل ذوق کی طرف سے مبارکباد کے مستحق ہیں..... بیوی صدی کے خاص نمبر کو چاہیے جس کا ہتمام سے شائع ہوتے ہیں کہ بیوی صدی کا پہلا ریڈیو مات ہو جاتا ہے۔“ حضرت آسمی رائےگری تحریر فرماتے ہیں: ”آپ نمبر گزشتہ نمبروں پر بیعت کے ہاں ہے۔ اسی کے قیمت پر اٹا شاندار مجموعہ مضامین پیش کرنا صاف ہی کہ امت ہے۔ امید ہے کہ آپ عورت نمبر میں بھی ایسی ہی حیات افزا عالی جو مسلک کا ثبوت دینگے۔“

ہر اپنی طرف سے عزت و تہنیتی کیلئے کہ عورت نے مرد و ادب میں ایک
خاص چیز سمجھا اور ہر لحاظ سے حسین و جمیل اور عابدیہ و تہذیبیہ۔ اعلیٰ پایہ
کے مصنفین نے نظم و نثر کو جو رنگ ہے اس مرتبہ عورت نے ہر انداز و نقطہ نظر سے بھی نمایاں
نقص و عیوب کا حامل ہو گا۔

کاغذ کی گرائی اور حکومت کا فرض

لا فہم اگر انی انتہائی صورت اختیار کر چکی ہے۔ اخباری کاغذوں کی اورنگی

قیامت پر بھی دستِ باغیں ہوتا آرٹ پیپ کی گرائی تو سمجھ میں آسکتی ہے کہ کیا فخر
جزیہ، اور ٹیکس آتا تھا اندیہ ممالک ہر سر پر کار میں گود لے کر کاغذ کے متعلق کیا
کہا جائے۔ ہندوستان میں کاغذ تیار کرنے والے متعدد کارخانے موجود ہیں جو اخبارات
کے لئے بیسی کاغذ تیار کرتے ہیں اور وہ موجودہ جنگ کا تابعا بن جائے اُٹھتے ہوئے
لاکھوں روپیہ منافع کما رہے ہیں مگر حکومت کا وہ قانون جو اشتیاعی گرائی کے سلسلہ
میں منع کیا گیا تھا کارخانوں کے مالکوں کے خلاف تحریک میں نہیں آتا۔ یہ کاغذ کی
گرائی ہی کا اثر ہے کہ ملک کے نامور اخبارات بھی بغضات کم کرنے پر مجبور ہو گئے
ہیں اور بعض اخبارات کا تو نام ہی دم اچھلے ہے۔ کیا حکومت کا فرض نہیں کہ وہ کاغذ
کی قیمت پر کنٹرول رکھے؟

حکومت پنجاب کی سختی

ستیر گرو کا تحریک کے سلسلہ میں گرفتار شدگان کے ساتھ حکومت پنجاب کا سلوک انتہائی وحشیانہ ہے جس کے خلاف ضرورت ہے کہ شدید مددائے احتجاج بلذکر جلائے میاں افتخار الدین صدر پنجاب پراڈنشل کانگریس کمیٹی، رٹائرڈ پاپنگ ایم۔ ایل۔ اے اور دلایہ راج سیمٹی ایم۔ ایل۔ اے کو لاہور جیل سے بھرت جیل میں منتقل کرتے وقت ہنگریاں لگا دی گئیں لاکھ لاکھ تھیں سابق فنانسٹیاں گروٹی ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی لاہور کو شاید زیادہ خطرناک ملزم سمجھے ہوئے لاہور سے فیروز پور منتقل کرتے وقت ہاتھوں میں ہنگریاں اور پاؤں میں بیٹیاں لگا دی گئیں۔ گورنمنٹ کو معلوم نہیں کہ اس قسم کے بے جا سختیوں کا جو حربہ عوام تک پہنچتی ہے تو ان کے جذبات حکومت کے خلاف مشتعل ہوتے ہیں اور جنگ کے اس نازک زمانہ میں یہ بات گورنمنٹ کے لئے بہت مغز ثابت ہو سکتی ہے۔

جی سے سی کلاس

لاؤ اور اتنے صاحبِ نیر کے لیے اعلانِ نذر کے کین، اسباقِ فنا فناء شکرِ شری

ڈسٹرٹ کا گنگوٹھی لاجپور محلِ جنرل کی پکڑی ہر مہر پورہ کا گنگوٹھی کی طرف

مگر مرقوم کی کارکن ہی میں بلکہ اپنے معلقہ میں کافی عزت و شہرت رکھتے ہیں۔ سستی گڑ کی

خمر کی کے سلسلہ میں حال ہی میں آپ کے دو سال قید بدست کی سزا سنائی ہے

مبجھٹ ٹیٹا نہیں بلکہ اس کا مستحق قرار دیا گیا کہ اس نے باوجود حکامِ عدلیہ نے انہیں

سی کلاس میں رکھا۔ اربابِ فیروز پور میں قید بند کے معاش کا جمل سے ہے

یہ اس واقعہ کے کہ نذیر صاحب کی کلاس کے لئے درخواست نہیں کر سکیے اور نہ ہی
اس کے روز و منہ ہو گئے۔ تو یہ خدمات انجام دینے والے حکومت کے رقم و کرم سے
بے نیاز تھے۔ یہی اسی طور پر معلوم ہے کہ نذیر صاحب جہڑوئے علیہ کے جرم
میں ہر قسم کے مصائب و خدویشانی سے بلاشت رکھتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود
ہم سمجھتے ہیں کہ ذیل سے منومہر لال وزیریل خان بکات کو مجیٹر ٹیٹ کی سفارش
کو مد نظر رکھتے ہیں ان سے بہتر ملوگ کے احکام جاری کرنے چاہئیں۔ اس سے پیشتر
کئی بار منومہر لال مجیٹر ٹیٹ کے غلط فیصلوں کو رد کرتے ہوئے ہی کلاس کے
قیدیوں کو بھی اسی کلاس میں رکھے ہیں۔ کیا اب وہ افسانے سے کام نہیں لیں گے ؟
حکومت بریٹین نے تو اسے اسی کلاس کا امتیازی املا دیا ہے کہ جہاب میں نہ لے
قسم کا افسانہ ہے۔ جیٹر ٹیٹ جس کے لئے ہی کلاس کی سفارش کرے نہ کام چل
اسے ہی کلاس میں رکھتے ہیں۔

رسالہ بیسویں لاہور کے منی آرڈر

[illegible]

بالکل مفت حاصل کیجئے

اگر آپ نسیویں صدی کے مستقل خریداریں تو آج ہی تین روپیہ سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیج کر یاد دہانی کی اجازت دیکر رسالہ کی مستقل خریداری قبول فرمائیے۔ اس طرح عورت نمبر ۱۹۴۱ء آپ کی خدمت میں بلا قیمت حاضر ہوگا۔

اور اس کے بعد شائع ہوئیوالے دو خاص نمبر افسانہ نمبر ۱۹۴۱ء اور سالنامہ ۱۹۴۶ء بھی اسی جلد میں بھیجے جائینگے

آج ہی اس رعایت سے فائدہ اٹھائیے

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تیسویں صدی میں پانچ پانچ اور چھ چھ سو بیس سالانہ چند والے رسائل سے زیادہ مضامین شائع ہوئے ہیں۔

ملینجر بیسویں صدی۔ بیرون شاہ عالمی دروازہ لاہور

دردِ عشق

از جناب سید منیر جعفری بی۔ آ۔

اُن میں گو خوشیئے التفات نہ تھی
ہم میں بھی کوئی خاص بات نہ تھی

دردِ سینے میں حب نہ تھا پیدا
میرے جینے میں کوئی بات نہ تھی

تیرے کافرِ شباب پہلے
دل فریب اتنی کائنات نہ تھی

آرزوئے حیات، کیا خود ہی
آرزوئے غمِ حیات نہ تھی؟

تیری زلفوں سے ہونہار تھی
زندگی، وہ طویل رات نہ تھی

دل میں سو سو خیال تھے لیکن
میرے ہونٹوں پہ کوئی بات نہ تھی

تیری نظریں تھیں مہرباں جب تک
زلیبت اتنی توبہ ثبات نہ تھی؟

زندگی کیا، تیری نظر کے طفیل
اک مرتبہ عداوت نہ تھی؟

اگلے وقتوں کی شاعری میں منیر
گو سبھی کچھ تھا، وارِ دل نہ تھی

از قلم محمد تقی بی۔ آ۔ بی۔ ٹی

رُبابِ جوانی پہ گاتا چلا جا
مجھے مست و بے خود بناتا چلا جا

رہے سلسلہ یوں محبت کا قائم
میں روٹھوں مجھے تو منانا چلا جا

مجھے دوسے کے ملاستہا دردِ الفت
مرے حال پر مسکراتا چلا جا

حوادث سے بچنا تو اک بزدلی ہے
زمانے کا ہر غم اُٹھاتا چلا جا

چھلکتے ہوئے ساعزوں کی گھنٹے
فضاؤں کو رنگیں بناتا چلا جا

یہ دُنیا ہے شاید محبت کی پیاسی
محبت کے دریا بہاتا چلا جا

مرا ذوقِ مختلف ساعر نہیں ہے
انگاہوں سے مجھ کو پلاتا چلا جا

شعور و غور کے اندر میرا فرق ہے
ویشیے جیو دی کے جلاتا چلا جا

تو مجھ کی اس مہکی مہکی غزل کو
ذرا جھوم کر گنگنا تا چلا جا



نصرا چھلے ہوئے کالے کالے بادل تھار رہے تھے۔ پہلے کے پر شباب سینے سے بیک مچھلے بیک بیک کر رہے تھیں۔ شیرازی شراب کا سی کیٹ ورا در قد صاف انار کا سی سرخ رنگت غیر شبنم بھیڑیے نے خوش خرابی کرتی اندگیت گاتی شام بڑھنا طرین چلی جا رہی تھی شاید جوان کی بیخودی میں اسے گھر سے ہونے گھر سے باہر کی خبر ہی نہ تھی برنگالی ہوا کے مرد اور نشاط انگیز جھونک اس کے نیم شگفتہ فخر شباب کو شگفتہ کئے دے رہے تھے جنگلی پھولوں پر پڑتے ہوئے پانی کے قطرے شہری نہ مٹوان کہ اس کو کچھ دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔

جنگلی پھولوں کا سنا فزا اور شام تو از خوشبود سے بے ہوئے ساحل پہلے پروردگار شبنم زود سی لہجوں کی بارش کر رہی تھی۔

استغبر کیسی نے آواز دی۔ اورٹکا؟

شبنم نے چونک کر دیکھا مایہ کی جوان کوٹ پتلون پہنے، سر پر بیٹھ کر رکھے اس کی جانب بڑھا بھاڑا رہا ہے۔

”کیا ہے؟“ شبنم جواب میں لہجے میں بولی۔

”سہری نگر کو کولسا راستہ بتاتا ہے؟“ نوجوان نے پوچھا

شبنم نے دیکھا نوجوان کا رنگ لونا اور بدل چھریا ہے شبنم نے بروت کے ٹکڑوں اور سنسنی میوں کے سے بہت سے سرخ و سپید حسین خوشنود نوجوان دیکھے تھے لیکن اس نوجوان میں شبنم کو ایک عجیب شش و ذوق میں محسوس ہوئی ”سہری نگر، تم راستہ بھول گئے ہو، گل مرگ گئے تھے کیا؟“ شبنم کے گلجانی نبھوں پر ایک لطیف شبنم قصدا تھا۔

”ہاں“

”جی، سرنگریاں سے بندہ میل ہے، نہیں تو راستے ہی میں آدھی رات ہو جائے گی۔ اس آدھی اور بارش میں راستہ بھول گئے تو؟“

”تو پھر کیا کریں؟“ نوجوان شبنم کی طرف دیکھنے لگا

شبنم نے یکبار اور پر لگاہ اٹھا کر نصرا میں چھلے ہوئے بادلوں کو دیکھا پھر کیا؟ ”او“ یہ سے ساتھ چلو، بابا سے کہہ کر تباہ سے لئے رات بھر ٹھہرنے کا انتظام کر ادگی۔“

شبنم نوجوان کو اپنے ساتھ لے کر لگا اشارہ کر کے کچھ لنگھاتی ہوئی آگے بڑھی وہ گلاب کرتے اور انگریز اور میس میں دان کی کشمیر کی جو معلوم ہو رہی تھی وہ چلتے ہوئے اس طرح چلتی تھی جیسے چیل کی شاخ —

ایک ایک شبنم نے غم دیکھتے ہوئے نوجوان سے پوچھا۔ ”تمہارا کیا نام ہے؟“

نوجوان نے جواب دیا۔ ”بن پھیل“

”بن پھیل؟ کہاں کے رہنے والے ہو؟“

”پنجاب کا۔ نہیں نہیں بنگال کا“

”بنگال کہاں ہے، ولایت میں؟“ شبنم نے بھولے ہی سے پوچھا

”ولایت میں نہیں اور قریب میں، بن پھیل کو مہیسی اسم گئی“

”کیا اور قریب کے کشمیر سے زیادہ خوبصورت ہے؟“

”اور کیا، اور تباہ نام کیا ہے؟“

”شبنم! یہ تو میرا اسم گئی۔“

یہ کہہ کر شبنم آگے بڑھی اور اپنے بوڑھے باپ کے پاس جا کر بولی۔ ”بابا! یہ ایک سنا ہے بھیا راستہ بھول گیا ہے میں اسے رات بھر کے لئے جگہ دیتے کو

دھاکا کے آستان کے پاس بندھی۔ بن پھول بنگال کا محل رہانے لگا۔

چاندنی بادلوں کی ادٹ سے مزین نکال کر جہلم کے آئینے میں اپنا عکس دیکھنے لگی
شبنم کی ہر جین پلکی جھپکنے لگیں۔ وہ ایک بکری سی اٹھ اٹھانے کر بولی۔ اب
نیز رہی ہے۔

”اچھا جاؤ سو رہو“ بن پھول نے شبنم کو زحمت کرتے ہوئے کہا۔
شبنم چلا گئی بن پھول سوئے لیکن شبنم کے گئے لیکن اس کے کانوں میں
شبنم کی ترنم آواز گونج رہی تھی، اس کی آنکھوں میں اس کی حسین و دلفریب صورت
بسی ہوئی تھی۔

صبح کے کتاب کی زینیں شعاعیں چنار کی زمر و زار شاخوں سے ٹھکیاں
کر رہی تھیں۔ بن پھول ابھی تک سو رہا تھا۔ شبنم یہ سوچ کر آپ ہی اسپیکر کی
کہ بن پھول ابھی کیسا سوئے والا ہے۔ ابھی نکلے گی کہ بن پھول نے سو رہی نہیں ہوئی۔
وہ چوہاں میں گئی وہاں کال سکون سکوت طاری تھا، وہ بن پھول کے سانس
کی آواز سناتی دے رہی تھی۔

”بن پھول! شبنم نے وارڈی اس کی آواز میں ایسا، اگلے اور بے تکلفی
تھی جیسے وہ بن پھول کو برسوں سے جانتی ہو۔ دراصل روزانہ وہ سب جگہ
جو لیکن بن پھول نہیں جانتا شبنم نے بڑی بڑی آوازیں دیں۔ پھر ہی وہ نہ اٹھا، اس
نے گھر اگر مثال بنانا تو دیکھا بن پھول کاش واپس گھٹنہ پر ہر جھپکا ہوا ہے
پیشانی پر ہاتھ رکھا تو دھڑک مچ رہی تھی۔

”ارے مال! اسے تو بخار ہے!“ شبنم نے گھر اگر مال کو وارڈی پھر بھاگ
ہوئی باکس پکڑ گئی۔

* * * * *

شبنم کی دو مہینے کی خدمت و تیمارداری کے بعد بن پھول صحتیاب ہوا وہ
چھوٹے پر پیچھا دھوپ کھا رہا تھا اور شبنم پاس ہی بیٹھ کر ایک پچے سے کھیل
رہی تھی۔ سانسے چنار کا ایک کرسی پر دایمچ کی مکی کی چوڑے سے آہستہ آہستہ مل رہا تھا
شبنم نے زبانی کیا سوچا جو چنار کے اس پودے کو اکھاڑ کر بن پھول کو
آواز دی۔ ”بن پھول!“

”کیا ہے؟“

”کہہ کر لاؤ ہوں!“

”اچھا کیا بیٹی!“

پھر رہا بن پھول کی حالت ناخواب ہو کر پڑا، ڈوٹ چوہاں میں بیٹھیں
میں وقت بڑھ رہی ہے۔

بن پھول پر مہرے سا چوہاں میں کیا کھشیدہ کی شکل اور کھشیدہ کی
سیدھا سر پہن لگا، اس نے شبنم کا سا پیکر میں جہاں کبھی نہیں دیکھا تھا، اس نے
اپنے منہ میں سے تذکرے و غفلت پر مہرے کے ساتھ یہ پڑے تھے۔ اس کا دل
بے اختیار شبنم کی طرف گھبرا رہا تھا۔ وہ اسے سناٹے کے لئے اپنی کلاں کی زندگی
پر غور کرتے لگا شبنم سے زیادہ جڑے میس تو شبنم یا شبنم اور دشت ہیں لیکن
نہیں شبنم حسن جمال میں جو لطافت و نگینی ہے، وہ شبنم یا شبنم اور دشت کے
جمل میں کہاں۔ یہ وہ انسان تو نہیں جو زور و جہم ہو رہی ہے۔

بن پھول نے فکر خیال کا مومٹو بدل دیا، وہ آواز اس، ایس کے واقعات
بڑے۔ ”نہ کہہ سارے میں“ ”موتو ایسی میں“ اس نے بدن کے روکنے کو
جو کہے۔ بن پھول یونیورسٹی کا اسٹوڈنٹ، ہائی اور فٹ بال کا مشہور کھلاڑی، مقدر
یونین کا پریذیڈنٹ، فنانسنگ کارڈ، ایس کا امیدوار اس پرتل کا الزام
اس کے لئے کس ہارڈ پے کا انعام، وہ بن پھول بن کر چھپا پھر رہا ہے۔

وہ ابھی خیالات کی رو میں رہا تھا کہ ایک ایک سے لے سنا۔ ”بن پھول!“
فغانا تو آواز موسیقی تہذیب ہو گئی۔ ایک بار پھر وہی پر کیف اور طرح
ٹاز کیا رخصت لے لے بن پھول بنا موشش تھا، شبنم نے سر ہٹے آکر مثال کا ایک
گوشتہ کھینچنے نہ دیا کہ، ”بن پھول! تم ابھی سے سوتے کیا؟“
بن پھول ہنس کر لہہ مینا: شبنم کھانے کے گڑھی تھی
”کیا ہے؟ کھانا لائی جو؟“ بن پھول نے کھانا لے لیا
شبنم ہلے لگ

”جاری ہو؟“ بن پھول نے پوچھا

”اور کیا کروں؟ شبنم ٹھہری، اور صحنی سر سے کھسک کر مثال پر جا پڑی

”اچھا!“ بن پھول کچھ انسر دیا ہو گیا۔

”اچھا تم کچھ اپنے بنگال کا حال سناؤ“ شبنم شبنم ہی شبنم سے ہاتھ پاؤں

”میرے ساتھ چلو“

”کہاں؟“

”جستے تک“

”کیوں؟“

”سب ایک کام“

”چلو“

بن پھول شبنم کا ٹال دسکا اور مسکرا کر اس کے ساتھ چلایا۔
چستے کا نغمہ شبنم کا حسن کشیدگی، مسکرا دہی، بن پھول کے لئے کششیں
موجود تھیں۔

”اوسے گاڑو“ چستے کے کنارے پہنچ کر بن پھول کو چنار کا پودا دیتے
جو شبنم نے کہا
”نہ بھی کتنی پگھل چہ شبنم!“ یہ کہہ کر بن پھول چنار کے پودے کو چستے کے کنارے
لفب کرنے لگا۔

شبنم کہنے لگی ”تم نہیں سمجھتے بن پھول! تم جیسے جانفگ تو میں اسے چستے کے
پانی سے سیلاب کیا لڑیگی اور اس کے پاس بیٹھ کر سوچا کرو گی کہ زندگی میں ایک
اجنبی مراد سے ملاقات ہو گئی تھی جو بہار کے ایک موسم طح آیا اور چلا گیا۔ یہ
کہنے کہتے شبنم نے ٹھنڈے دشت و آب چہرے پر ایک غم آگیاں افسردگی طاری ہو گئی
”اور میں مر جاؤں تو اس کے شیشے میری قبر بنا دینا“ بن پھول نے سن کر
”چپ!“ یہ کہہ کر شبنم نے اپنی برف سی ٹھنڈی اور سفید ستیلی بن پھول
کے منہ پر رکھ دی۔



نہایت حسین اور نشاط انگیز رات تھی۔ چاندنی کوہ سلیمان کو فلک بوس
چوٹیوں سے رعبہ ان کا بکھڑ کیا۔ یوں میں جو اکے بدست جو کوئی تہم آغوش
جو رہی تھی پہلے پہلو میں مسکراتے ہوئے چاند کو سیر راجھائی داستان
محبت ستار باغ تھا بن پھول بھوٹوں سے لہرے اور مست کن حوٹوں میں
بے چنار کے درخت کے نیچے بیٹھا اونگھ رہا تھا۔

کبیں مٹو رات چاند کو طرہ تھے اور ساتھ ہی کوئی گیت گاتے جا رہے

تھے گیت میں بھی کیف اور نشہ ہوتا ہے بن پھول پر ایک سرور و نشاط طاری
ہو گیا اور اس کا دل کسی سے ملنے کے لئے بند میں پھٹنے لگا۔

وہ اپنی بگڑے، معاشرہ شبنم کی سہیلی سے جا کر پوچھا۔ ”شبنم کہاں شبنم؟“
”وہ ہے!“ گلاب نے ہنس کر جواب دیا۔ ”وہ روٹھ کر وہاں بھی ہے۔“

بن پھول چپکے چپکے شبنم کے پاس گیا اور جا کر اس کی آنکھیں بند کر دیں
شبنم ایک دھڑکن پڑی۔ ”پوچھنا بند کر دی۔“ تم۔

تم۔ بن پھول!

بکھری حوٹیں غریب زلفیں، سحر طراز بڑی بڑی منور آنکھیں، اس بکھرتے
گلابی حوٹ، بن پھول پیستی و بخیر سی طاری ہو گئی اس نے ایک اعلان انداز
میں سوال کیا۔ ”تم یہاں کیوں بیٹھی ہو شبنم؟“

”وہاں مجھے چار بھتیجے، شبنم نے ایک عجیب و غریب لہجہ میں جواب دیا
”کیا کہہ رہی تھیں؟“

”تمہارے اور میرے۔“

”شبنم تمہارا چپ ہو گئی، فوراً جیسا سے اس کا چہرہ اور غوا فی ہو گیا۔
بن پھول اپنے کو تو اب میں زندہ رکھا، اس نے شبنم کو آغوش میں لیکر کہا
”میں تمہیں پیار کرتا ہوں شبنم!“

شبنم غم کن چامچی تھی مگر اس کے حوٹ متحرک ہو کر رہ گئے وہ ایک
حالت سرخوشی میں اپنی بڑی بڑی فیسوں کا راز و خمار اود آنکھوں سے بن پھول
کی طرف دیکھنے لگی، جیسے اس کی آنکھوں میں کیف و سرور کا ایک سیلاب
اُٹھ آیا ہو۔

بن پھول نے اپنی گردن پر شبنم کے سر پر گلابی ہونٹوں پر رکھ
دیشے۔



بن پھول کو شبنم کے چھوٹے ست گاؤں میں رہتا تھا۔ اس نے یہاں ہرگز رچکا تھا
نہ شبنم اور اس کے ماں باپ کے ساتھ اس طرح گھل مل گیا تھا کہ اگر شبنم کو باہر
سے گھر واپس آنے میں تصور سی بھی دیر ہو جاتی تو سب سب پریشانی حوٹاتے
شبنم کو کتنی چاندنی راتیں بن پھول کے ساتھ عرفان زادوں میں گزریں؟ اسے

ان دونوں کے سوا کون جان سکتا ہے؟

موسم ہمارے کشمیر کو خلد زار بار کا تھا، بسنتی ہوا کے جو تھکے دشت کو مرنا
بیشمیرم بکھیتے پھر بہت تھے رنگ بوت وادیوں کے کہیں کھیتے تھے، بن پھول لعل
جہلم پر چھٹا شام کے خراب کی آدھی رات کے کہ وہ یلیمان سے اترنے کا منظر دیکھ رہا تھا
تاہل کی پریشان کی آڑ سے کل کر ایک نوجوان سناٹا کھڑا ہوا جسے دیکھتے ہی
بن پھول چیخ پڑا اور خود زہر لے لیا۔ کون ہے تجھی؟

”ہاں یہاں ہیں، اپنی توہین اور اپنے باپ خون کا انتقام لینے آیا ہوں، رات
بگل آ رہی اس، ایں کو تو تم رسید کر چکا ہوں، ہر تیرے سنگ، رتی، لکھیا فی اور
شیام سب بچا ہوا ہے، ایں کو تو ہاں ہی، اور تو ہاں ہی تھے، لیکن ڈاکٹر! رتی دی ڈیڑھ
سے تھوڑی بہت چٹک، رتی نے پھول کے کھٹکے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔
”غدار وطن! بن پھول نے نفرت کی گونج لے لی ہے۔

رتی نے زور سے بیٹھ کر سارے جہلم کے سکوت کو شکست کر دیا۔ ساتھ
ہی پانچ چھ انگریز سپاہی جھاریوں سے نکل پڑے، بن پھول لرز اٹھا، رتی
نے تہقیر لگایا۔

”بھگوان! یہ ہے میرا وطن ہے گداز کر دے۔“ یہ کہہ کر پھر رتی اسی طرح ہنسنا

”اماں! بن پھول کہاں ہے؟“ شام کو بھیڑ میں چکر شبنم گھر والے اپنی تو
بن پھول کو نہ دیکھ کر پوچھا

”معلوم نہیں کہیں یا رہی ہوگا“

”گھر پر نہیں ہے یا اس نے پریشان ہو کر پوچھا

”نہیں وہ پانچ ہی بجے سے گھر سے نکلا ہے“

”اچھا۔۔۔!“

شبنم گھر کو بن پھول کی تلاش میں لگی، لیکن اس کا کہیں بہتہ نہ چلا، شبنم آنسو
بہا کر گھر والے کی آغوش بیٹھے غم میں مل باپ کو بھی غزوہ بنا دیا، انہوں نے
بھی لنگ دو دروازے تلاش کیے تو جیسے کوئی کوئی ہی نہیں کی، لیکن بن پھول وہاں تھا کہا
ہوتا۔

شبنم تمام اعداء و راز کے بارے میں بن پھول کا انتظار کرتی رہی صبح ہو تو

ہوتے ذرا دیر کے لئے اس کا کھانکھ لگ گئی تو اس نے غصہ کیا۔ سونے کا رومبیب
صورت کے کچھ لوگ میں بن پھول کو کپڑے زبردستی کھینٹے لئے جا رہے شبنم ڈر کر
چیخ اٹھی۔ ماں نے دھڑکھینے کا سبب پوچھا، شبنم نے اپنا خواب بیان کیا۔

شبنم کو ایسا معلوم ہوتا تھا جس کی ہوا کر اپنی اور سرسکیاں بھرتی چلی ہی
ہے، اس کے دل میں درجہ کیا گیا کہ وہ چنانچہ اس پودے کو پانی دیتے گئی، شبنم
اس نے بن پھول سے نصیحت کیا تھا اور اسی کے پاس بچہ کرانہ سونہلے لگی

۴

رفتہ رفتہ دوسرے سال کا موسم بہا لگایا۔ چوہوں کی خطرناک فانیوں اور
شبنم بڑیوں سے وادیاں بھل گئیں، چکیف اور سردار کھیز چاندنی راتیں
دوشیزاؤں کی لغز باریوں سے شرالو ہو گئیں۔

”اے بھونرے! واقعی ڈر کر پھول تیرے انتظار میں مر رہا ہے۔۔۔۔۔“
شبنم کا دل بھڑک اٹھا، انھوں نے اسے انوجاری ہو گئے، وہ سسک سسک کر رونے لگی
ہوا کا موسیٰ گری کا موسیٰ آیا، آفتاب کی حرارت کو ہلیمان کی ریتانی
پوچھوں کو کچھلا کھل رہے تھے، سبزیں سست کرنے والوں کی آمد شروع ہو گئی
ایک دن شبنم شہر کے پاس ٹھہری تھی کہ سرخ رنگ کی ایک کڑی دھواں کر
کھڑی ہو گئی، چلنے والے نوجوان نے بیک کو بہت ادب اور کیا کر کے دے
بڑھنا تھی بڑھی، نوجوان کار سے اتر کر اسے درست کرتے لگا، دو دو شیرا میں
تھیں، وہ بار بار شبنم سے بیاں کرتے لگیں۔

”آپ کہاں کی رہتے ہیں؟“ شبنم نے پوچھا

”بھل کی“ ایک شیرم نے جواب دیا

”بھل کی! شبنم چونک اٹھی، اس نے پھر پوچھا، ”آپ بن پھول کو

جانتی ہیں؟“

کشمیر کی ایک پیاری دکان سے بگل کے مشہور انقلابی بن پھول عروت ٹکڑ
قائم ہیں۔۔۔ جی، ایس، ایس کا نام سن کر دوشیزا بہت تعجب ہوئی

”کیا تم بن پھول کو جانتی ہو؟“ دوشیزا نے استعجاب سے لہجے میں سوال کیا
”ہاں“

”کیسے؟“

”یوں ہی میرا دل چاہتا ہے۔“ شبنم نے بھرائی ہوئی آواز سے کہا۔

”اچھی بات ہے“

شبنم نے بھول لا کر شبنم کا بستر بھولوں سے آراستہ کر دیا، شبنم نے اٹھ کر کپڑے بدلے، بناؤ سنگھار کیا، چہرے چھوٹی کی سیج پر بیٹ کر بولی: ”شبنم! آج میری سہاگ رات ہے۔“

ساری رات ہی برف کی چاند لڑھکے پڑی سو رہی تھی، زعفران کی فصل کے شاہکار زمانہ تھا، چنار بھولوں سے لہرے کھڑے تھے، کس چاندنی ان کی عطریہ نشا خون کی ساتھ آنکھ پھولی کھیل رہی تھی، جہلم اکٹھ نوریل انداز سے بہا چلا جا رہا تھا، اس کے دونوں ساحل برف اور چاندنی کی دھیری سفید چمک رہے تھے، اڑھتے عشق و محبت کی ابدی کہانی کہہ رہے تھے، جس کے سننے کے لئے ہر یں بیتاب ہو کر ان کی جانب بار بار بڑھ رہی تھیں

شبنم خجیل دلا رہی بولی: ”زعفران کیسی بھولی ہے؟“

”ہاں بہن“ شبنم نے گھوٹا دلا رہی جواب دیا

”ذرا دیکھ تو شبنم، سری گری سرگ کی شریک کوئی آ رہا ہے۔“ شبنم نے کہا۔

شبنم کی نگاہ جہاں تلک کام کر رہی، اس نے آنکھیں پھل پھل کر دیکھا، لیکن شریک مگر نظر نہ لگا، مراد دل کی طرح سسنا رہی تھی۔ اس نے کہا: ”نہیں بہن کوئی نہیں آ رہا؟“

”تو محبت کہہ رہی ہے۔“

”سچ کہتی ہوں بہن۔“

”بھر سے اچھی طرح دیکھو، بن بھولی مڑو آ رہا ہوگا۔“ شبنم نے مضطربانہ انداز میں کہا

رات نصف سے زیادہ گزرتی، ہوا وادیوں میں لڑکھرائی ہوئی مسکیاں بھرے گل شبنم میں بھول کا انتظار کرتے تھے گئی۔ اس کا شوق اضطراب میں اور اضطراب یاس میں تبدیل ہو گیا، وہ گری ہوئی آواز میں کہنے لگی: ”بھول کو آخری بار دیکھنے کی حسرت رہی جاتی ہے، کاش وہ آجاتا، لیکن وہ کیوں آنے لگا اسے ایک میٹھی سی چرائے دلی پہاڑی لڑکی کی یاد ہی کب ہوگی؟“

اس کی آنکھوں آنسو بہ کر اس کے سینے کو جھکوت لگے، اس کے ماں باپ

”دو سال پہلے وہ یہاں رہتے تھے اور مجھے۔۔۔۔۔“ یہ کہہ کر شبنم چپ ہو گئی

اس کا کشمیری سیدھا سفید و شاداب چہرہ دھیر دھیر سے لالگوں ہو گیا، دوشیزہ سکڑا پٹی، ڈاکٹر تاحک ایک کشمیری لڑکی سے محبت، اس کی ہمدردانہ لہجے میں کہا: ”اچھا، ہوتی کچھ کمزور ہے؟ وہ ہمارے پڑوس میں رہتے ہیں۔“

”ہاں ان سے کہہ دینا شبنم، تمہارا انتظار کرتی ہے، اگر جلد نہ آوے تو اسے زبردہ دباؤ لگے۔“ شبنم کی آنکھیں آنسو لگ کر دھیر دھیر سے گریہ سے لڑنے لگی۔

”اچھا تم پریشان نہ ہو، میں جانتی ہی کہہ دوں گی۔“ دوشیزہ نے اسے تسکین دی۔

شبنم مطمئن ہو کر کھڑکی کی کھلی آنکھوں میں آنسو لگے، وہ سوچنے لگی تھی بھولی لڑکی ہے، بن بھول کو اتنی آرزوی کہاں لغویہ کہ وہ، انداز سے اس نے کشمیر بٹے گا

دوشیزہ کو یاد آیا، اس کے سوٹ کس میں بن بھول کی ایک تصویر تھی جو کئی ماہ سے یہیں شائع ہوئی تھی، دوشیزہ نے اس تصویر کو ایک پورا ہے کو دیکر کہا: ”اسے شبنم کو دے دینا۔“

شبنم، بن بھول کی تصویر کو جہاں سے بھی زیادہ عزیز رکھتی تھی۔

شبنم کی ساری گفتگو رشتہ دارانی اور شوخی دیکھا بن بھول کے ساتھ رخصت ہو چکی تھی، بن بھول کو گئے تین سال ہونے کو تھے، شبنم دق کے تیسرے درجے میں تھی، اکوڑ کا ہسپتال تھا، کھلا پیٹری پڑی تھی، زعفران کے کعبیت خوشبو سے محظور ہو رہے تھے، چار پانی پر پڑے شبنم نے سنا کوئی گھر تھا۔

گوشہ شبنم کے لئے پلٹ پلٹاں خواب خیال ہوئی تھیں۔ وہ دیر تک بیٹھی اپنی جہاں نصیبی پر آنسو بہاتی رہی، اس نے جیسے ہی اپنے آنسو پونچھے اس کا دم زاد بہن شبنم آگیا، اس نے پوچھا: ”یسی طبیعت ہے شبنم؟“

”اچھی تو ہے، ایک کام کہیں کر دوں گی؟“ شبنم نے کہا

”کوئی نہ سال کا کام ہے کیوں نہ کر دوں گی؟“

”میری چار پانی تو بھولوں سے بچا دو۔“

”کہوں کیا ہے آج؟“ شبنم نے توجہ سے پوچھا۔

اور شتم سب رو پڑے۔

”اماں میری تو اس شتم کے کنارے والے چنار کے رخت کے نیچے ہوتا تھا“
شتم اسی طرح آسنو بانے ہوئے بولی۔

”تو اسی باقیوں کیوں کہ تمہاری ماں نے چنے پھل سے شتم کے آسنو پونچتے ہوئے کہا۔

انتہیں ہوا کے ایک جھونک نے مگر چلنے کو رکھ دیا۔ ساتھ ہی شتم کی شتم حیات بھی بچھ گئی۔

۵

شتم کو دس ایک سال کا موسم گذر تھا، انڈمان کے بنگالی قیدیوں کی کچھ بڑیاں نے ملک میں بھلی ڈان دی، گاندھی، آزاد، نہرو، سبکدش تمام قیدیوں نے ان کی مدد کی، ان کے حکومت بند پڑے، وہ ڈالا آؤ حکومت نے بعض شرائط کے تحت قیدیوں کو رہا کر دیا جن میں بن بھول بھی تھا۔ قید کی سختیوں نے اس کی جوانی غارت کر دی تھی، بدن سوکھ کر کاٹا ہو گیا تھا اور ہاں سفید ہوئے تھے گلے کی بڑگڑ پر قدم رکھتے ہی ایک کھد پوٹ دو شیرہ لگے بڑھ کر بن بھول کے ہیں ملاؤں، بن بھول استواب کے دم لگے بڑھا جاتا تھا غدار و شیرہ لگا۔ ”واکے تھم ان شتم نے ملوایا تھا۔“

فاتحہ چونک پڑا، اس نے جیسے مڑا دیکھا اور گدگد کر کے بولا۔ ”آپ کیا کہہ رہی ہیں شتم نے کیا ملوایا تھا؟“ بن بھول کے جیسے منظر اب تھا اگرچہ بن بھول نے تو اسے زندہ نہ پائیں گے، ”ووشیرہ نے جملہ لود گیا“ فاتحہ کے جیسے بن بھول سے پوچھا۔ ”نہ شتم“ بن بھول کے ایک قیدی کو زاروشس نہ کر سکی، وہ نیت کی دیوینی اب تک، جب کہ کنارے شاہراہ پر بیٹھی اس کا انتظار کر رہی ہے، وہ انسانوں کے اس شہستان میں بھی شتم کے کاؤں میں شتم کا لہر کو بچھ لگا۔ اس کا جھکنا کہ سر میں پر تھا، لیکن اس کی روح زعفران زار شتم کے ایک ڈن میں جھک گئی تھی۔

اسے بولیں مٹوس شتم شتم چھٹے کے رے والے چنار تھکڑی مایوس آنکھوں سے ملک کو دیکھ رہی تھی، بن بھول کے منہ سے بے اختیار کھنڈی آگ لگا گئی۔

سنہری کرکٹ کی چادر اڑھے شام آسمان کے نیلے پڑے سے جھانک ہی تھی رات کی کرکٹ کے ساتھ ساتھ گاندھی، کافی مددست گھٹا میں بھی بڑھتی چلی آ رہی تھی بن بھول سمجھتے تھے کہ انڈمان شتم کے گاؤں کی۔ بن بھول داخل ہوا لیکن شتم بیٹھنے لگے جھل سے واپس آئی نظر پڑی کہ بن بھول اسے دیکھ کر پکارے۔ ”اسے لڑکی بن بھول کا دل دھڑکنے لگا، اس نے کچھ شتم کا جھونپڑا اڑا دیا۔ شتم کی لڑکیوں کو لٹ لٹ کر زمین پر لڑی میں پوچھے کہ پاس کی دیواری کی سیاہی بھی دھندلی پڑ چکی ہے۔ ہر طرف گور غریباں کا سا سکوت طاری تھا۔ اگر سے ہوئے چھپڑ کی ایک لڑکی میں سرخ رنگ کا ایک بھٹا ہوا کرنا لکھا ہوا میں لڑا کر جیسے بن بھول کا خیر مقدم کر رہا تھا بن بھول نے پچھان نہ شتم ہی کا کرنا تھا۔ ایک پانی جس کا ایک پایہ ٹوٹ گیا تھا پڑے ہی تھی۔

یہ قلب پاش اور بڑگڑا شمنظر دیکھ کر بن بھول کا منہ جھک لگا۔ وہ ایک چٹان پر بیٹھ گیا۔ حوالہ دے رہے تھے، بادل گر جتے لگے جلی جھپٹنے کی پاس سے ایک چڑھا گذرنا بن بھول نے اسے روک کر پوچھا۔ ”کیوں جی، یہاں بوشیر محمد رہتے تھے کہاں ہے؟“

”وہ اپنی لڑکی کے انتقال کے بعد اپنے مسرال چلا گیا“
”کیا شتم کا انتقال ہو گیا؟“ بن بھول کو جیسے یقین نہیں ہوا اس نے لڑکی کی موتی آواز میں سوال کیا۔

”ہاں وہ اپنے ایک پریشی عاشق کی حدائی میں گھل گئی۔ وہ دیکھو اس چنار کے درخت سے پاس کی قید۔“

”وہاں چلا گیا، آسنو شتم بن بھول نے لکھیں لیکن بن بھول اسی طرح سر پر ہاتھ دھرے بیٹھ رہا جیسے کوئی خواب دیکھ رہا ہو۔

کیا کہے کبھی ظہرت کا دروازہ نہ، ہنسنا تو مزور ہو گا، یہاں دیانت ہے کہ آسنو سمجھا۔ ہوا کا رخ اس قدر دروازہ انکیز لڑا شتم نہ ہوتا ہے کہ دنیا کی ہر شے پر تفت طاری ہو جاتی ہے، آج بھی اسی درد سے بھوٹ بھوٹ کر ظہرت رو رہی تھی۔

جب شدت اندر وہ وطن سے فطرت کا دم گھٹنے لگتا ہے تو لوگ کہتے

ہیں۔ آج بہت جیس ہے، بادل گھر گھر کر برسے گئے ہیں تو بچے اچھل اچھل کر

گاتے ہیں ”مینہ مارا آجا کھیر تلاتے کھا جا“

جوان گاتے ہیں۔ گھر گھر آتی بددیا ساون کی

پکوٹی بسیں سمجھنا کہ فطرت رورہی ہے، عیش و عشرت میں بھولا ہوا

انسان فطرت کے رونے کو کیا سمجھے؟

بن بھول نے شبنم کی نرپہ شمع جلائی، پڑا لے آ کر شمع پر زبان ہونے

لگے۔ رفتہ رفتہ آدھی رات گز گئی بن بھول در در سے سوز سے بھرے ہوئے گیت

گاتے گاتے، تمنا گئی کہن کی طرح جیسے بادل کو چھو کر سہ لاندنی شبنم کو تو دور

چشمے نے نواح کو روشن کر ڈالا، چنانکہ شبنم پر بھی ہوئی کسی طبل کو شاید جج

کا دھوکا ہوا وہ اپنے بازو پھڑ پھڑا کر جیتا باند انداز میں چپک لٹھی۔

بن بھول جیسے کوئی خواب کھیتے دیکھتے چونک پڑا، اسے البتہ معلوم ہوا

چنانکہ شبنم پر بھی شبنم اس نے پوچھ رہی تہ ”تم اگے بن بھول؟“

”ہاں مہر ہی شبنم“ وہ سحر زدہ سا بول

”متنا میرا دل نہیں گنا“

”میں بھی آ جا بھوں تمہارے پاس“ بن بھول نے امانہ انداز میں کہا

”تم لگا لگا کہاں غائب ہوئے تھے؟“ طبل نے یہ کہہ لیا تھا لیکن بن بھول

نے بچہ جواب نہیں دیا۔ شاید وہ شبنم کے پاس جا رہا تھا۔

صبح لوگوں نے دیکھا۔ شبنم کی قبر پر ایک صبح بھی چری تہ اور ایک

مرد کشمیری شمال سے شبنم آکر صبح کی آواز دے سوراہا ہے اور اس کا نام

بن چنار کے چوہوں سے دھکا ہوا ہے۔

کسی نے آواز دیا۔ ”سنا آتے سنا“

کچھ حوذب نہ ملا

ایک نے اس کا منہ کھول دیا، دیر بھی نہ کر کیا اسے یہ تو شبنم کا

عاشق بن بھول ہے، اتنے روز بعد کہاں سے آگیا؟

(ترجمہ)



جمالیات



ارحمنرت موج (علیگ) مدیریاننامہ ادب مشرقی غلگندھ

آپ کی نظریں بہت معصوم تھیں شرمائیں

خود بخود میری زبان پر انتخاب میں آگئیں

آپ کو کیوں شرم آئی آپ کیوں شرمائیں

عشق کی دانا ئیاں ہی عشق کو بہکا گئیں

عاشقی میں دید و دانستہ دھوکا کھا گئیں

جب مری بیتابیاں راز جنوں سمجھا گئیں

حسن نے جب بے طلبا وروں کو دی تاب نظر

میری چشم غمزدہ میں غم کے آئینہ دیکھ کر

حسن کے جلووں پر جب چھلنے لگیں سنا ئیاں

وہ لگا ہیں جن کو تھا اپنی شکلیاں پہ ناز

راہبر کوئی نہ تھا اے موج راہ عشق میں

دل کی آوازیں کسی کو راستہ بتلا گئیں



’میں نے دل لڑا یا تھا ہیند میں کہہ لیں میں نہ بول رہا یہ یہ کیلئے ہے جانتے ہو کیوں؟ مری رام چند جی کو بن باس ملا تھا، وہ میں آئے تھے۔ دیکھتے نہیں ہو، مہرن آج بھی منہ اٹھلے، انہیں کتنا دل میں چوڑیاں بھر رہی ہیں۔ کورٹوں کے ہاتھوں تباہ ہو کر پانڈا بھی ہیں آئے۔ یہاں دیکھی دلوں و شافقی مٹی ہے۔ ندی کی سیٹھی سیٹھی لہریں بے چینی ہر گھنٹہ کو لوریاں جتی ہیں۔ اس کا سنگیت کتنا پیارا ہے مسافر.... آہ مانا چنڈو“

بھکار نے مجھ پر ایک مٹی سی دیوان نکال ڈالی اور پھر مری بھری وادیوں کو بغور دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ’مانا چنڈو کی کہ پاس میرے صدکے دو انہی ادب سچ جی تو ہے بے بھگوان۔‘ سنبھالے اسے اس کے کون دے ہیں ابھا لگی مٹی، ابھا لگی ہی رہی میرے پیر سے میری جتنی دھنسی پڑی سی.... لیکن تم.... تم میری کہاں کیوں سن رہے ہو جہنم نے میری طرف تیرے نفوس سے کیوں نہیں دیکھا ہمارے مجھے دور نہ کہوں دلہا ہا میرا مذاں کیوں نہ اڑایا، مجھے پاگل کیوں نہ جاتا، سچ مانوں پاگل نہیں ہوں.... جی میں بھی جوان تھی۔ اکل کتنا تھا تو کیسے کا بھیل ہے۔ دم بہا ملک ایک صبح۔ وہ بنگاں سا کھی ہے۔ وہ ٹھیک کہتا تھا۔ میری کھمیاں بھی مجھ سے تلی تھیں۔ بڑی بوٹھیاں ولیم دھانی دیتی تھیں.... اچھا سا ذاب میں چلی“

بھکار نے ایک بھری اور زلزلہ ڈال دیا میں کان نہ شرمایا میں کا مطلب تھا۔ جگ جگ جھوٹے جگ لے بھی جھوٹے ہیں۔ یہ اپرا دھنسی پریم ہا زار میں بھی جھوٹ کے چلنے میں گھنٹا نام نہ نہ لڑن میں اس کا گڑا نکھیں کیوں چلی ہیں۔ اپنی راو تھکا کی سہارا نہ کر کے ہاں کتنی ترشاپا دینے والی تھی میں نے لاہور کے

پاگل خانے میں ایک پاگل دیکھ تھا ترنگ میں وہ بھی گانا مندا اس کا آواز میں بھی درد تھا لیکن اس کا گانا نہ کی کو چھوڑتے مگر نہ سکھانا تھا۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دفنا لڑنے بلانہم ہے۔ درخت کا پتہ ہے۔ پہاڑ کوڑے لے رہے ہیں اور گوداوری مانا ترپ کر کاروں سے باہر آ رہی ہے۔

بھکار نے میرے ذہن پر تائے ڈال دیے تھے۔ میں اس کا ہر ٹکڑا ٹکڑا لگائے بکھتا رہا۔ وہ عبود عبود کہہ رہی تھی.... میری میں ایک ٹانگ پر کھڑے ہوئے سادہ گوئی تپتیا جنگ ہو گئی۔ وہ بڑا تپتا تھا باہر نکل آیا۔ پہاڑوں میں سورج ڈوب رہا تھا تاریکی پھیل رہی تھی۔ میں چاروں طرف دیکھ کر کوئی بخاری کوئی ڈاکٹر بھی دکھائی نہ دیا لیکن میری تہمت پست نہ ہوئی میں بھکار نے پیچھے چھپ چکی دیا۔ وہ لگا لگا کر طرف جا رہی تھی میری آہٹ پا کر وہ گنڈنڈی کے موڑ پر رگڑ گئی اور کہنے لگی۔ ’اپنا راستہ کھوٹا نہ کر دیر سی“

لیکن میں نے کہا۔ ’تم کون ہو؟‘ کہنے لگی۔ ’تمہاں دیکھ کے احوال پوچھتے ہو۔ ایک بھکار اور کون؟‘ میں نے کہا۔ ’نہیں، تم بھکار نہیں ہو۔‘ تو میرے دلشیا۔ بے روگ لینے سے پہلے ایک لیشیا ہی تھی“

اس کی آنکھیں دم کو دو گئیں اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرا کچھ نہ کو ایک تہ میں نہ است سے پانی پانی ہو گیا۔ میرا ضمیر مجھے کوس رہا تھا۔ میں نے ایسا سوال کیوں کیا لیکن بھکار نے کہہ ہی تھی۔ ’اس میں تمہارا کوئی دوش نہیں۔ میرے جھیل کے کہانی ہی ایسی ہے میرے باپ مجھے بچپن سے جھوڑ کر پر شک سدا رہا گئے اپنا بگناہ کوئی دھوکا کیونکہ حب مجھے پوشش کیا تو میں ایک کوٹھے پر تھی اور میں

میری ملاقات اُتل سے ہوئی۔ اُتل شکر ایک ٹیس کاڑھا تھا وہنا بھی جانتا تھا اور
لوہا بھی گھر کی دولت اُس نے بازار میں شانی لیکن مجھے ٹوٹ کر گیا۔ میری اتاپلی
عورت تھی جس نے میری دل کی کیفیت کو ماننا تھا اس نے مجھے بہت سمجھایا یہاں
تک کہ اُس نے کئی دفعہ اپنے سفید بال بھی مجھے دکھائے۔ وہ کہتی تھی ”طاعتاً کر کے لائق نہیں
ہو تو مجھے بُرا سلیم نہ پڑتا تو کتنی تھی میرے شوگر کی کھائی تھی“ اور میں بھی تھی۔ اس کا
بھاگ..... ہمارے سیکڑے پر تھیں۔ میری اُٹھی جوانی۔ تب الیٹور میں کتنے نکاح
تھی بھلائی کی گھر میں بگ کی کر کا تھی تھی۔ اس کی تصویر سے باتیں کیا کرتی اور
حبیبہ سائے آجانا تو اسے ٹک ٹک ٹک ٹک کہہ کر تھی یہی میرا کام تھا اور یہی میرا دھندا
..... تم کبھی محبت کی ہے پر دلیس؟“

”میں نے..... میں نے محبت تو کیا ہے لیکن تمہارے کبھی نہیں گئے۔ کوئی نہیں
جھانکے۔ میں جھوٹ نہ بولی سکا۔“

”ٹھیک ہے تم پرشس جو نہ تھا کابھی فرق ہے لیکن اُتل میں بھر کرنا
تھا۔ یہ گلو میں ہم پہلے سنو بہانا اور کتنا تھا۔ میں دنیا تیاگ دینا سراج کو
سراج کے سنگین ہاتھوں میں چلو وہ کھسک گئے میں ان بندھنوں کو توڑ کر تھیل چلی
دوہرتی بناؤنگا۔“ پھر میں جھک کر اس کے چون چڑھتی.....

بولنے والا تصویر کا نہا آگیا شہر میں بول چل گیا۔ تیرے فراد۔ پہلے عجوبوں
نے غریبوں کے برتن تک بکھڑے۔ میرے عجوبوں نے کہا: ”ای تم پہلے ہاتھ
دے بھی کیا دن تھا خوشی سے میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے کہ کالا کالوں پر باندھ
رہی تھی۔ اُتل کے بڑے بڑے چھوٹا لیا اور پھر.....“ مچر کیا تاؤں میں بنیر ہم
سینہ گئے جو ہم پہنا تھا ہم کتنی میں بیٹھے تھے سر پہ گانے دے دے میرا سر
اُتل کے کندھوں پر جھکا ہوا تھا اُدھا کھیل ختم ہوا۔ لوگ بکٹے سر سے کوئی جان
سہجوا کر دیکھنے لگے۔ میں بھی دو آنکھیں بٹے فور سے دیکھ رہی تھیں۔ وہ ایک شیزہ
کی تھیں۔ دوشیزہ ایک ترک کیا ساتھ اگلی صفت میں بھی ہوئی تھی کچھ دیر
دوشیزہ نے اُتل کو دیکھا اور پھر مجھے۔ اتنے میں کھیل پورے شروع ہو گیا۔ لوگ کھیل
میں کھو گئے اور میں دجائے کہاں پہنچ گئی ہمارے گھر وین پر چارہ۔ اُتل سے عج
دو بار دیکھنے کے لگا پہنچا تو میری شام کو پھر تیار شد دیکھنے گئے نصف کھیل ختم ہو گیا
لوگ می بوش می نوکش سے اُدھر اُدھر دیکھ رہے تھے میں پھر وہی دوا سکھیں

دیکھیں وہی دوشیزہ لیکن آج وہ کسی دوسرے مرد کے ساتھ تیار شد دیکھنے لگی تھی۔ اُتل
اُتل کو گھر کے دیکھا اور پھر مجھے۔ میں نے سوچا یہ کون ہے اور پھر اُتل سے پوچھا اُتل نے
کہا یہ ہمارے بلا میں پڑ رہی ہے ایک ٹیس کی بیٹی ہے؟ ”دجائے مجھے کیوں بڑے بڑے
خواب نے تمام رات۔“ اتنے کہا۔ شاید میں حجت سو رہی تھی کھانا دیر سے کھایا
تھا اور نوجو تمہارے دل سے دیکھو۔ مگر تیار شد تو غلامو گیا تھا۔ محلے والیاں! وہ
بڑے بوڑھے جوانی۔ بچے بھی اسی کا کڑ کرتے۔ اسی کا گیت گاتے۔ میری آقا کو بھی
شوق چلا اور پھر اس میں بدلتی گئی تھی۔ میں اسے تیار شد کھانے لے گئی۔ وہی دوشیزہ
پہلے سے موجود تھی اس نے میری طرف اسج اشتیاق سے نہیں نورت سے دیکھا پھر
دل پر چھریاں تو بول گئیں لیکن پھر میں نے سوچا! اس کیوں ایسے دوسو اس پر دل
میں اُٹھیں۔ ہوگی کوئی جیاری۔ تیار شد ختم ہوا۔ دوشیزہ پہلے ہی سے جا چکی تھی پھر بھی
نیچے اترے۔ لیکر میری تانے مجھے چل گئی اور کہا وہ دیکھو۔ اُتل اسی دوشیزہ کو
گاری میں بٹھا رہا تھا شاید میری چیخ میں نکل گئی کیونکہ بہت سرسری ہلن کر گئے
اب ہم جہاں گئے ہو گئے سفر میں نے عمر میں پہلی بار محبت کی تھی۔ ایک عورت کے
چہرے سے دین بتائی کا ٹوٹو۔ دن کاٹا رو رو کر اُتل کو نہ مانغا نہ آیا۔ کراہ لاکر تو
اُتل کر پی چکا تھا میری اتنا تلاش لے لگی کہ تیار شد لیا۔ میں خود بخود کیرنے کے پاس
پہنچی لیکن اس نے مجھے لکھ سا جواب دیدیا کہنے لگی تو ویشیا ہے۔ تجھے پریم کر کے لکھا
ادھیار عمار اور پھر وہی اُتل جیسے ہونہار لڑکے سے جو قوم کی ناک بٹھنے والا ہے
میں نے کہا۔ ”تیرا تیرا کتنی تم ہو۔ میں ویشیا میں لیکن میں نے اُتل کے سولے
ادکسی پرش کی صورت میں کی تھی تم اسے مجھے دیدو میں اس کے بغیر زندہ نہ کوں گی“
اس پر وہ گر کر بولی۔ ”پہلے جا۔ ویشیا تو بنگ چاتی ہے کسی اور پرش
کا صورت نہیں دیکھی! اپنی باتوں سے تم بھٹکے لوگ کو بچا سنتی ہو۔ بر ماتی ہو اور پھر
انہیں دیکھ کر چاٹ جاتی ہو۔“

میں نے کہا نہ پڑ لیس میں جوانی میں کتنی نا جان تھی مجھے بھی غصہ آگیا چوٹا کہا۔
ویشیا تم مجھے کہو۔ ویشیا تم خود ہو میری کھنڈ نہیں تین مختلف دیکھنے کے ساتھ ساتھ
میں ہاتھ تیرے گوتے اور رنگ لیاں منانے دیکھو۔..... پڑا تا جانا اُدھکتے
جنگ تیرا ہی تہذیب ہے۔ تیرا ہی تہذیب ہے۔ تیرا ہی سوتلی ہے۔ تیرا ہے کہ تو توڑ کر
کوئی نہیں دیکھتا تیریں کوئی بھی پچا اُتل کے تختے سے نہیں باندھتا مرنے ہے تمہارے لئے

..... تمہارا دل نہیں دیکھتا..... تمہارا دل نہیں دیکھتا..... تمہارا دل نہیں دیکھتا.....

ستلج کے کنارے

از جناب سیم سیفی بی

پانی کے دھڑکتے ہوئے سینے کی صدا میں | میخانہ فردوس کی بدست ہوا میں
بھر لو پر محبت کے تقدس سے فضا نہیں | مہتاب کی ہلکے بھگچولی کی ادائیں
خوروں کی چلتی ہوئی سستی کا ساں ہے
اس آب رواں پر مجھے کوثر کا گماں ہے
اللہ سے بہتے ہوئے ستلج کی روانی | یاد آگئی مجھ کو مری اپنی ہی کہانی
نہ بہت سے اچھلتی ہوئی بیباک جوانی | لیکن مری دنیا میں ہر اک چیز سے فانی
کل جس پر مجھے ناز تھا وہ آج کہاں ہے
ماضی کا زمانہ مری آنکھوں سے نہاں ہے
اس دل کی دھکتی پہ نہ اب تیل گرائیں | اک بار جلا یا ہے تو اب پھر نہ جلا میں
آگ کے تصور میں نہ اب مجھ کو ستائیں | ایام گذشتہ مجھے پھر یاد نہ آئیں
رنگین مناظر میں کوئی اب بھی نہاں
نوں میری جوانی کا ہر اک شے سے عیاں

~~~~~ (۰) ~~~~~

## غزل

از جناب عالم ریوی

ساز کے پردے میں آکر پھر مجھے آواز دے | پھر دل خاموش کو پیغام سوز و ساز دے  
محو کر دے دل سے انجام محبت کا خیال | عشق بخشا ہے تو پھر آغوش آواز دے  
پھر حیات و موت کی اک کشمکش ہے سانے | پھر لب اعجاز کو کچھ زحمت اعجاز دے  
ضبطِ گریہ سے یکایک پھر امنڈ آیا ہے دل | چند اشکوں کی اجازت اے نگاہِ ناز دے  
پھر وہی خاموش راتیں ہیں، وہی خاموش دن | پھر کوئی رنگیں فریادے ناشناس راز دے  
شب کے سنائے میں دل کی دھڑکنیں بھی کھنیں | دے مجھے ان ڈوبتے تاروں سے پھر آواز دے  
داستانِ عشق اسے عالم سدا دل میں نہیں | سانس لینے کی اجازت گر دلِ ناساز دے

گرگوری روزم ایک غریب بھقان تھا اور اسی قسم کا ادب اس کا اور آوارہ مزاج و بھقان بننے کے انیسویں اور اٹھارویں صدی میں روسی و بھقان ہوا کرتے تھے۔ وہ روس کے مشہور و معروف مفکر اور قصہ نویس کونٹا ماسٹائی کی جاگیر پر کام کرتا تھا اس کا مکان دو تنگ تارکے اور غلیظ کوٹھڑیوں پر مشتمل تھا وہ اس زمانہ کے روسی کسانوں کی طرح کثرت سے شراب پینے کا عادی تھا اور اسی کو زندگی کا حاصل تصور کرتا تھا۔ وہ اکثر مقروض رہا کرتا تھا۔ یہی باعث تھا کہ وہ یہودی و زخواء کے متواتر مطالبات سے تنگ کر دینا تمام غصہ اپنی زنا شعار یہودی اور معصوم بچوں پر لگا کر کرتا

تکس میں بیویوں کو مارنے بیٹے کا راج عام تھا، زار روس اور اس کے درباریوں سے بیکرا دھتے دھتے آدمی تک اس دہشتناک عمل میں پورا پورا یقین رکھتے تھے۔

\*\*\*

ایلیکسٹر بھی بچہ تھا، مگر نہایت ذکی، ذہین اور بھگداز اس نے اب گھر واپس جانے کا خیال قطعی طور پر ترک کر دیا اور مقامی گریجا میں جاکر پناہ لی۔ نیک پادری نے اس کی پروردہ و دستاں اور اس کے باپ کے وصیت نامہ سلوک کو سیکر اس کو اپنے ہاں رکھنے کا فیصلہ کر لیا۔ ایلیکسٹر اس بزرگ کے ہمدردانہ اور شفقتانہ سلوک کو دیکھ کر سب کو کچھ بھول گیا۔ وہ

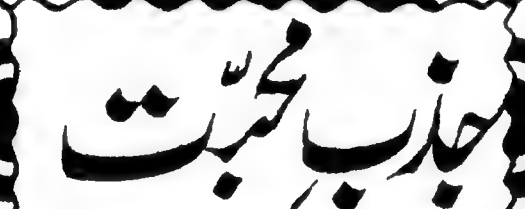
## ملکہ روس کی داستان عشق !

بچپن ہی سے اپنی شیریں آواز کے باعث گاؤں بھر میں مشہور تھا۔ پادری نے اس کو مناسبت نزدیک لے کر گریجا میں گانے والی جماعت کا گانہ بنادیا اور یہیں سے اس کی زندگی میں اُس کی حیرت ناک و حیران کن انقلاب گراماں بٹا جسے آج بھی اہل روس نہایت ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں۔ ایلیکسٹر کے اوزار میں جادو تھا، اور اس کا لغیا یکا لیا اٹھا رہتا ہوا سننے والوں کو دنیا دیا نہیں دے بے خبر کر دیتا تھا اور انہیں گڑ و نواج اور اپنے آپ کی کچھ مدد دے رہی تھی، چنانچہ ان کو گریجا و مینا سے کچھ بھر جانا تھا اور لوگ اس کی مقررہ آواز سننے کے اس قدر مشتاق بنے کہ کئی کئی گھنٹے پہلے ہی گریجا کی حدود میں آ موجود ہوتے، اگر یہ کہاجائے تو کچھ عجیب و غریب علوم اس کی پرستش کرنے لگے تھے، وہ شکل صورت کے لحاظ سے بہت شہرت مند تھا، اکثر آدمی اسے دیکھتے اور احترام سے سر جھکالیتے تھے۔ اس کی عزت، ناموری اور شہرت کی ابتدائی منازل انہیں رفتہ رفتہ اُس کی شہرت کے افسانے گاؤں کی چار دیواری سے نکل کر ماسکو تک جا پہنچے

موجودہ کالہ تھا۔ کسان خوشی سے ناچ رہے تھے، شراب میں بدست ہو کر آدھ گریجا کی کسی سے چھپے رہنے والا تھا، وہ بھی نشہ میں پڑ رہا تھا، من بدن کا ہوش نہ تھا لڑکھاتا ہوا گھومنا اور اپنے بیٹے ایلیکسٹر کو محو ملاحظہ دیکھ کر برس پڑا اور اس کے نازک بدن کو نہایت جلدی سے جھجھوڑتے ہوئے کہا: پڑا بھک شہیدان بننا چاہتے ہو، انہیں ہر روز بیکریچا ہول کر پڑھنے لکھنے سے نو بکرہ۔ اگر لب کے کبھی کچھ بلیا تو مار پی ڈالوں گا۔ وہ بچہ آخوند خدہ ہر فی کی طرح اس کی طرف کیے جارہا تھا اور اُس کا بدن تل میں کھانچ رہا تھا۔ اچانک وہ چیخا ہوا دروازہ سے باہر بھاگا، گرگوری ایک حشیدان ہنس رہا تھا۔ اس نے اپنا چادر اڑا کر پوری قوت سے اس کی طرف تان کر پھینکا۔ مگر قدرت نے اس کو ایک لمحہ تک کے لئے پریکھا تھا۔ وہ پھاڑا کی زد سے بچ نکلا۔

## از جناب گوہر رام گری بی۔

گرگوری پہلی بچہ بیوی کی طرف متوجہ ہوا اور اسے نہایت بیداری سے زد کو بکایا، اس کے لئے کوئی نئی بات نہ تھی۔ انیسویں صدی کے وسط



اور سینکڑوں شوقین مزاح و ہنر دانوں سے اپنے تئیں خوش ٹکی تسکین کے لئے وہاں آئے تھے۔  
 — ہاں اپنی بام کا ذکر کرتے کہ دوسری سپاہیوں کی ایک جمیٹ اسی گاؤں میں آکر  
 بھڑی، اتھلی کے لئے روز قرار تھا۔ سپاہی اداؤں کا انداز اعلیٰ کرنل وٹنسیک و غلط  
 سننے کے لئے گریباں جمع ہوئے۔ ایلکسٹر نے آواز لئے کرنل پر وجد کی حالت  
 طاری کر دی۔ وہ مزید اس خوب روئے کے سپرہ پر نظریں جمائے پتھر کے بت  
 کا مانند کھڑا رہا، دعا کے خاتمہ پر کرنل نے پادری اور لڑکے سے ملاقات کی اور  
 اُسے اپنے عہدے پر جانے کا ارادہ ظاہر کیا اور کہا۔

« ایلکسٹر تمہارا شاندار مستقبل تمہارا انتظار کر رہا ہے، یہ دنیا بہت وسیع  
 و عریض ہے۔ »

وہ بچہ مسکرایا

ایسا ایلکسٹر وہ بہت ایلکسٹر تھا بلکہ ماسکو کے شاہی گرجا کی گائے لائی  
 جماعت کا کرنل اعظم، اس کی آواز کے پھرنے تمام ایلکسٹر سلطنت اور خود ملک تھوڑے  
 اور اس کی حسین بیٹی الزبتھ کو سمجھ کر لیا تھا جس جس نے اس کو لائے سامر مٹا  
 اس کے مردانہ وجود، نفاست لباس اور آواز نے ملکر ایلکسٹر اہم تیار کیا  
 جس میں شہزادی ہی نہیں بلکہ ایلکسٹر کی شہزادہ و شہزادی بری طرح بھینس  
 گئیں۔ مگر شہزادی کی قسمت یاد رہی، اس کے سولے اس نے اور کسی کی  
 طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔

شہزادی الزبتھ حسین تھی اور نہایت حسین، وہ مغربی نزاکت اور شرقی  
 نفاست طبع کا مکمل نمونہ تھی، اس کا جسم اپنے بپ پیٹر اعظم کی طرح مضبوط  
 اور نکال تھا لیکن اس کے ساتھ بپ کی طرح ڈنشی اور مائیکسٹر کی مانند آواز  
 مزاج اور عیاشی بھی تھی۔ وہ اولین نگاہ ہی ایلکسٹر پر دلچسپی ہو گئی اور اسی  
 وقت سے وصل کی تالیب پر سوچنے لگی اس کی عمر اسی وقت سترو سال سے زیادہ نہ تھی  
 مگر اپنی ماں مراٹھا کی پیروی کرنے کی وجہ سے شہزادوں سے یکساں معمولات سپاہیوں  
 تک کئی ایک معاشقہ کر چکی تھی۔

بالآخر شہزادی کی مساعی باہر دور ہوئیں، اور ایلکسٹر شاہی گویا اور اس کے  
 ذاتی انتظامات کا تمام سبب خاص مقرر کر دیا گیا۔ اب کیا تھا، دن عید اور ملت  
 شہزادوں کی طرح گزرنے لگی چاروں طرف مسرت و بہتاج کا دور دورہ تھا

حسن و عشق کی ایک ٹھیک ٹھیک آباد ہو گئی، اور وہ طالب مطلوب اس رنگین دنیا پر  
 کھڑے تھے۔

اب کیراآن کی محبت کے بعد الزبتھ زارینہ روس تھی اور پورے  
 اختیار کی مالک، گو دونوں باقاعدہ طور پر شادی شدہ نہ تھے مگر ایلکسٹر  
 صحیح معنوں میں روس کا حکمران تھا، غیر ملکی سفیر اس کی عزت ایک شہنشاہ کا  
 کرتے تھے، اعلیٰ ترین خطابات اور پیش بہا گیری اس کو عطا ہوئیں اور اس نے  
 اپنے سارے خاندان پر شاہی نوازشات کی بارگش شروع کر دی، باوجود ان تمام  
 اختیارات و فائزات کے ایلکسٹر وہی پہلا سائرفیٹ اور رحمدل انسان  
 تھا۔ وہ اپنے خاندان اور تمام غریب مظلوم سپاہیوں کی خدمت کا ہر وقت  
 متمنی اور خواہاں رہتا تھا اور ان کو خوش رکھنے کی خاطر حتی الامکان پوری  
 پوری کوشش بھی کرتا، اس نے اپنی بیوی ماں اور بہنوں کو بھی اپنی خوش قسمتوں  
 میں شریک کرنا چاہا مگر ان کو ماسکو کی پُر تکلف اور عیاشی زندگی اس  
 ندائی اور وہ اپنے گاؤں میں جا کر اسودہ حالی سے دن کاٹنے لگیں۔

\*\*\*

ملکہ بیٹنہ اور ایلکسٹر سے تعلقات قائم کر لینے کی صورت میں بھی الزبتھ  
 اپنی عیاش طبعیت کو زیر کر رکھی، اس نے کئی دہائیوں اور فوجی افسروں سے  
 جھگڑا ہو کر دلو عشرت دی، لیکن اُس کا جذبہ الفت آخر وقت تک غیر متزلزل  
 رہا اور وہ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک ایک خدمت گزار بیوی اور زس کے  
 فرائض کو بخوشی سر انجام دیتی رہی اور کبھی خواب میں بھی کوتاہی کا خیال نہ کیا اور  
 ایلکسٹر بھی ان تمام عنایات کا احسان مند و محبتات سے جواب دے تیار رہا۔  
 زمانہ گذرتا گیا، ایک ملک کے دل میں اپنے محبوب کے ساتھ باقاعدہ شادی چلا  
 کا خیال پیدا ہوا۔ اس وقت ان کے تعلقات کو تقریباً پندرہ سال گزر چکے تھے  
 چنانچہ خیال نے عمل کی صورت اختیار کر لی اور چند روز بعد ہی ماسکو سے  
 سینڈیل کے نامیاد ایک چھوٹے سے گاؤں میں دونوں ایک ساتھ مگر گھر میں نہ  
 نشانہ کھڑے ہوئے پائے گئے جہاں ان کی شادی نہایت خاموشی کے ساتھ ہو گئی  
 بغاوت پر شعلہ پوشیدہ تھی، گمان کی زندگی اور اس کی روحانیت سے کوئی اقف  
 نہ تھا، لوگوں کی حاکمات کو خورد شوق سے دیکھ کر تھکتے تھے اور اسی رفتار کی

شادی کی خبر ماسکوں پر لکھی تھی، غیر ملکی سفیر نے دوسری صبح ایلیکٹر کے روبرو  
نذرانے گزارے اور مختلف ہمالیہ سے بیجا ملک میں ہمارا موصول ہونے لگے  
۱۹۶۷ء تک ان کے بقا اور ایلیکٹر کی زندگی انہی اسٹیشنوں سے  
بیکر کے تھے لیکن ملک کی موت بعد اس کے چند دنوں میں ٹوٹ گیا، عہد کی جوابی ایام  
گزشتہ کی حسین یاد اور درباری سازشوں سے اس کی طبیعت اچھٹ ہو گئی، وہ اپنے  
تمام سرکاری عہدوں اور وزارت سے مستعفی ہو کر خلوت و تنہائی پسند ہو گیا۔  
وہ اپنے محل سے بہت کم نکلتا تھا اور اگر کسی ایسے دیکھ بھی گیا تو شایہ قریب ان میں فرقہ  
کی خبر پر جان و خاموشی سے گھٹنے ٹیک کر کسی یادیں کھول دیا یا جانا۔ اس کی دل  
میں التوجہ کے لئے کس قدر محبت تھی اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے  
کہ وہ اکثر ان لوگوں کو حجب برفانی کے باعث چاروں طرف مکمل سناٹا چھایا ہوا  
ہونا اس کی تربت پر موجود ہوتا لیکن اس کی زندگی میں ایک مرتبہ پھر ایک  
انقلاب رونما ہوا اور وہ ماسکو کی نفرت انگیز فضا کو چھوڑ کر ایک نئے دور راز  
گاہ میں جہاں اس کی جاگیر تھی، آ گیا، اور نہایت گمنامی کی حالت میں اپنی  
زندگی کے آخری ایام گزارنے لگا

\*\*\*\*\*

دنیا ان کے بقا اور ایلیکٹر کو بھول گئی، گرائن کی قابل رشک زندگی اور محبت  
کے انسانی بھی نگاہوں کی زبان پر تھے کہ تیرا ٹھکانہ رنگ لیبوں نے ایک مرتبہ  
پھر وہی رنگین فضا پیدا کر دی جو التوجہ کے زمانہ میں پیدا ہو گئی تھی، کیتھرائٹ ایک  
معمولی آدمی، گریویری اور لاف سے والہاء محبت کرتی تھی اور اسے باقاعدہ  
خاندان بننے کی خواہش اس کے دل میں پیدا ہوئی مگر اعلان ختمیہ طور پر نہیں  
بلکہ کھلے بند ملک سے شادی کے شاہی اختیارات حاصل کرنا چاہتا تھا  
کیتھرائٹ اپنے عاشق زار کے اس مطالبہ اور اس کے سامنے زبان و کھول  
سکتی تھی چنانچہ وزیر اعظم سے مشورہ کیا گیا اس نے ان کے بقا اور ایلیکٹر کی شادی  
کی مثال پیش کرتے ہوئے ان کے اس ارادہ کی حمایت کی اور کہا کہ اس کی پیشرو  
ایلیکٹر اپنے بھولے خاندان کے وقت حال سے شادی کر سکتی تھی تو ان کی شادی  
بھی قانونی طور پر درست تسلیم کرنے میں کسی کو ذوق بھی ہو گا، چنانچہ اپنی حکیم  
کو عملی جامہ پہنانے کے لئے وزیر اعظم کو لکھا کہ ایلیکٹر کی یاد آئی۔ وہ اس وقتوں

کی شادی کے کاغذات حاصل کر کے انہیں ایلیکٹر کے دست مبارک میں رکھنا تھا

\*\*\*\*\*

شام کا وقت تھا، شہر کی غنیمت کی طرح تھی، جو اس غیر معمولی خوشی پر پہنچا  
تھی، کوئی ایلیکٹر آگ کی گھمبیر کے سامنے خود ملامت کا اچانک کسی کے تھوڑے کی  
چپ ستا دی، اس نے بیوت سے مرٹھا کر دیکھا تو وہ ————— روس کا  
وزیر اعظم اور وزیر تھا۔

ایلیکٹر نے کسی سے اس طرح کی تپاک سے معز نہیں ہاں کا استقبال کیا اور کہنا  
پیش کرتے ہوئے کہا ہے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟  
”ملکہ عالیہ نے مجھے آپ کی خدمت میں اس لئے بھیجا ہے کہ آپ اپنی شادی کی  
کاغذات انہیں عنایت فرمائیں اور وہ ان کاغذات کا کسٹے میں اس قیمت ڈال کر لے کر  
تیار ہیں۔“

ایلیکٹر کے چہرے پر ایک نکتہ تھا اور دوسرا جملہ تھا، شادی کا نام  
کر بھول بھری باتیں پھر تازہ ہو گئیں، اس کی آنکھیں ایک لمحہ کے لئے پر نور ہو گئیں  
اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”میں تمہاری درخواست پوری نہیں کر سکتا چنانچہ  
”مگر ملکہ عالیہ۔“

”میں کچھ نہیں سنا چاہتا سچا سنا کر کیا تم مجھے اتنی ہی کمینہ تصور کرتے ہو،  
تم مجھے غلامانہ ڈنڈاؤں کا لڑکھنڈا دیکھ کر ایمان کو تزلزل کرنا چاہتے ہو  
کیا تم مجھے اپنی عزیز مرمرہ کی عنایت کے صد میں جیونا کی تربیت دینا چاہتے  
ہو؟ اس وقت بوڑھا ایلیکٹر شخص سے کانپ رہا تھا۔ ”اچھا اور اچھا۔“  
اند کے کمرہ میں چلا گیا اور ایک غلطی سے دیوار کا ایک پلندہ ہاتھ میں لے کر  
آپنی وزیر اعظم کا چہرہ بوڑھے مسرت کھل اٹھا لیکن دوسرے لمحہ ہی اس کو پورے پریشانی  
چھا گئی، ایلیکٹر نے کاغذات کو ایک ٹوکھ کر دیکھا اور وزیر اعظم کے کیتھرائٹ کے کیتھرائٹ  
آگ کی چھینک یا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”اب جاؤ اور اپنی ملکہ عالیہ سے  
کہہ دو میری قیمت کبھی بھی اپنی ہوا میں ملکہ التوجہ کے کیا ظلم سے زیادہ دھمکی۔“  
معاذ میں پر ختم ہو گیا کیتھرائٹ نے اس کے بعد کبھی اس کا ذکر نہ کیا اور اپنی  
شادی کا اور ہمیشہ کیلئے بلایا، اس کے کچھ روز بعد ہی ایلیکٹر نے دیہاتی مکان میں  
فوت ہو گیا اور دس دن بعد ہی اس کی زبان پر ملکہ التوجہ کا نام ہی تھا۔“

# تم اکثر یاد آتی ہو!

از جناب بکھر ویشی لہریا نوی

نصویر میں مرے آکر مجھے جو درد بناتی ہو  
مرے ظلمت کے میں چاند بکھر چمکتی ہو  
اشاروں ہی اشاروں میں ہنسنا ہی ہو رلاتی ہو  
مجموع نور بکھر میری آنکھوں میں سمائی ہو  
تم اکثر یاد آتی ہو، تم اکثر یاد آتی ہو  
کبھی رنگینی فطرت میں تم کو ڈھونڈتا ہوں میں  
کبھی غم خانہ خلوت میں تم کو ڈھونڈتا ہوں میں  
کبھی جلوہ گہ معشرت میں تم کو ڈھونڈتا ہوں میں  
منزل کی رگوں میں کیفیت بن کر سمائی ہو  
تم اکثر یاد آتی ہو، تم اکثر یاد آتی ہو

وہ جب تم نے کہا تھا میں تجھے کبیر بھلا دوں گی  
وفا داری کے جتنے نقش ہیں دل میں مٹا دوں گی  
بجھا دوں گی، نری شمع محبت کو بجھا دوں گی  
ابھی تک روح میں تم نور بن کر سرسرا رہی ہو  
تم اکثر یاد آتی ہو، تم اکثر یاد آتی ہو  
جیلہ کیانہ پھر آئیں گے ایسا وفات الفت کے  
سنائے جب تمہیں غم کی بجائے نعمت الفت کے  
مست کی طرح کیا اڑ گئے لمحات الفت کے  
محبت کی قسم میری جوانی کو رلاتی ہو  
تم اکثر یاد آتی ہو، تم اکثر یاد آتی ہو

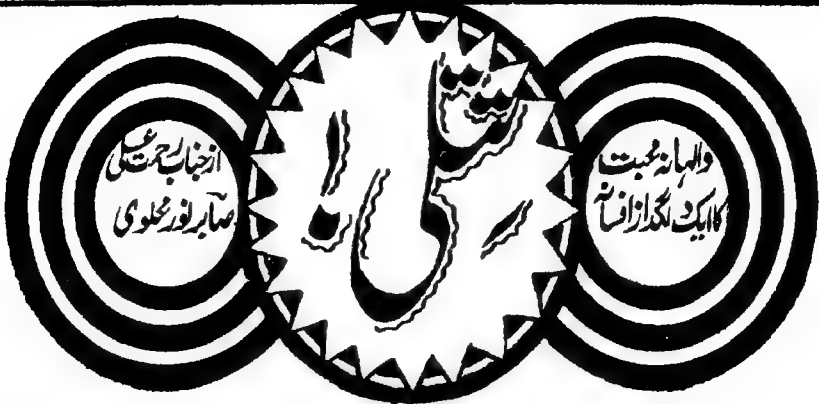
(بج)

## اعتراف !

از مخدوم خویا نور دہلوی

بڑے شوق سے تیر کھاتی رہی ہوں  
تعبین کے پردے اکٹھا کرتی رہی ہوں  
غم بے ہنایت کو دل میں چھپا کر  
میں آسانی عشق سے تنگ نہ ہو کر  
مجھے اور بھی یاد آتے رہے ہو  
مہتاب سے لئے زحمت جو ر مشکل  
میں پابندی غیر و شر سے نکل کر  
تمہیں حق کو باطل بنانے کی عادت  
دل خور کا غمہ کیف الفت

بڑی شان سے مسکراتی رہی ہوں  
میں ذوق نظر آزمائی رہی ہوں  
نیا کیف ہر روز پاتی رہی ہوں  
ہر آساں کو مشکل بناتی رہی ہوں  
تمہیں جس قدر میں بھلاتی رہی ہوں  
فلک کو مگر یاد آتی رہی ہوں  
نئی ایک دنیا بناتی رہی ہوں  
میں ہر نقش باطل مٹاتی رہی ہوں  
میں سارے تیریا پہ گاتی رہی ہوں



جہاں کوئی معمولی سارہ نہ تھا گو اس کا دل کھپ رہی تھی کہ دوسرے ساروں سے کسی طرح مختلف نظر آتا تھا۔ مگر جہاں تک ایک رشتہ تھا، ایک ماہر فن جوہری آتے اپنے منہ میں سالک کی حد تک لہجہ سمیٹ لیا تھا۔ کادریوں کے باوجود وہ حد درجہ متلون مزاج اور عمدی طبیعت کا مالک تھا۔ اسی وجہ سے شہر کی معزز سوسائٹی کی ہر گھنٹہ قانون اس کی دکان سے زیورات خریدنے میں کامیاب ہو سکتی تھی۔ وہ جوہر رسک کی خرید و فروخت کے لئے خریداروں کا بھی خود ہی انتخاب کرتا تھا۔ شہر کے متمول گھرانوں کی مستورات اس کی اس عجیب غریب طبیعت کی وجہ سے سخت ناگوار تھیں اور تعجب تھا کہ اس نفرت و بیزاری کے باوجود انہیں اسی کے تیار کردہ جواہرات خریدنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ وہ ایک جوتہ پسند جوہری تھا اس لئے وہ رات دن انتہائی تیار کر رہا تھا۔ اس کی اختراع و جدت نے باقی جوہریوں کے کاروبار کو خاک میں ملادیا تھا اور جہاں تک مہر مند کی طرف بستی ہی میں نہیں بلکہ کلکتہ، دہلی، شملہ اور ہندوستان کے دوسرے شہروں میں بھی دھوم مچ گئی۔ اسے منافع کی پروا نہ تھی۔ وہ جانتا تھا کہ جو اہرات کا پسند والا اس کی قدر و قیمت سے گاہ بگاہ اس کے نو جوہر سازی کی داد دینے کی اہلیت رکھتا ہو اس لئے وہ بعض اوقات بہت ہی سستے داموں پر بہترین چیزیں فروخت کر دیا کرتا تھا۔ بہت ہی حسین و جمیل عورتیں جہاں تک تیار کردہ چیزوں کو مسرے کھول پر چڑھ دیتی تھیں اور دگنے ٹنگے دام دیکھ کر اس سے ملے مزدور خریدتی تھیں اور اپنی بچوں میں فرو کرنے یا بغیر کہ جہاں تک بچے زیادہ اس کی اہل سمجھ کر رہا ہے۔

موصوم پریشان شباب پر تھا۔ ایک دن دیر پہلے وقت وہ دکان بند کر کے تیار کیا گیا تھا اور اندام میں قریب جواہرات ایک چھوٹی سی تجویزی میں پناہ

کی مدد سے رکھ رہا تھا کہ اتنے میں ایک خریدار اندر داخل ہوا۔ وضع قطع اور لباس سے وہ کوئی بہت ہی امیر آدمی معلوم ہوتا تھا۔ اس کی عمر عیس کے لگ بھگ تھی اور اس کے ہمراہ ایک نوجوان بیوتہ جو عورتوں بھی تھی۔ اس کی سیاہ بڑی بڑی رنگی آنکھوں سے شباب جھلک رہی تھی۔ اس کے بہت ہی چہرے پر مصباحت و ملاحت کی بارش سما جی رہی تھی۔ گندم کوں رنگ اور قد مثالی انتخابی طور پر دلکش تھے اور عقدہ کا تناسب و تناسب کی حوز و نسبت اتنی جانب نظر اور دل فریب تھی کہ شاید ہی انسانی آنکھوں نے شباب رعنائی کا اتنا مکمل نمونہ دیکھا ہو گا۔ اس کا عقدہ و نمونہ کے سانچے میں ملا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اس نے حارث کی قیروزی ساری اور راز وانی رنگ کا چست چیر زیب تن کر رکھا تھا جو شباب کی رعنائیوں کو ایک دلکش انداز میں نمایاں کر رہا تھا۔ سیاہ گنگھریلے بال بڑی ترتیب سے اس کے ہانڈھے ہوئے تھے۔ کانوں میں نیلم کے آویزے لگا دیے تھے۔ اس میں منقش چوڑیاں اور پاؤں میں اونچی ایڑھی کا جوتا، وہ شباب رعنائی کی گونا گوں ہلاکت آفرینیوں کا دلکش ترین نمونہ تھی۔ جوہری کا اس سسٹم جو رسم شناسی میں بدلتی رہتا تھا۔ اسے دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ یہ طرار خاتون کسی اور بچے کے لئے سے متعلق معلوم نہیں ہوتی۔ اس لئے نہ تو وہ اس امیر طرہ پوش شخص کی بیوی ہی ہو سکتی تھی اور نہ ہی اس پرستی ہونے کا گمان ہو سکتا تھا۔ ان دونوں کا سہا جیکے حلقہ خدیراں میں ہی شمار ہوتا تھا۔ اس لئے ایسے خدیروں کے لئے کسی معاملہ میں تمام کی ضرورت نہ تھی اور اس قسم کے لوگوں کو وہ ایسے خدیروں سے منسوب کرتا تھا۔ جنہیں یکدل لاس کی تمام چیزوں پر ہی ٹالاجا سکتا تھا اس لئے وہ انہیں غصن معمولی قسم کے جواہرات دکھانے لگا

تھیں۔ اس وقت تک کہ ان کا وہ تجویز پرست آئیں اور اس نے اس حسین





آئی تو پناہ منی مشکل تھی۔

آئے ہی اُس کی نفیس قلی پر پڑیں۔ اُس نے جلدی سے اُسے ہاتھ میں لٹھایا  
حیرت بھری نگاہوں سے اُس کی دیدہ زیبی اور دلغری کو دیکھتی رہی اور پھر پریچ  
کے بنوائے کا خیال بھونڈ کر بولی۔ اس کی کیا قیمت ہے؟

”یہ زونٹ جو مجھے ہے خاتون، بھاگتے بے پروائی سے جواب دیا  
”کس نے خرید لیا ہے؟“

اب بھاگتے بہت بڑی طرح گھر گئی تھی کیونکہ سڑک دوسری شہر کے متوال  
گھر لڑکی کی تقریباً تمام خاتون سے واقف تھی۔ اگر بھاگتے کسی ایک لکھی نام نہ تھا  
تو وہ ضرور پہلی فرصت میں اس کے یہاں پچھلے حقیقت حال دریافت کرتی۔  
اس لئے اس نے ملنے کی غرض سے کہا: ابھی پگسل نہیں ہوئی اس میں ابھی اصلاح  
کی ضرورت ہے۔“

اس عجیب غریب جواب سے اُس کی تسلی نہ ہوئی۔ بلکہ اس کی آتش شوق کو اور  
بھی تیز کر دیا اور بولی: ”مجھے ایسی حال میں پسند ہے کہ کوئی قیمت ہے اس کا؟“  
کہتے ہی اس نے اپنے بیگ سے چپ بنگالی بھاگتے کے صف دیاری سے باز رکھنے  
کی نیت سے ایک بہت بڑی رقم بتائی جو اُس رقم سے کئی گنا زیادہ تھی جو وہ کل  
ہی دوپہر کو اس معترف دیار کو بنا چکا تھا۔ رقم لاؤ میں چیک لکھوں! ”سنو کاؤس  
جی نے قیمت میں کمی بیشی کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

بھاگتے نے انتہائی سنجیدگی سے یہ کہا: ”میرا آپ کو ذیبت دیگی خاتون! کیونکہ یہ بہت بڑی رقم ہے۔“

سنو کاؤس جی غصے سے ہل چلی ہو گئی: ”کیا تمہارے کہنے کا یہ مطلب ہے  
کہ میں اتنی مہنگی ہوئی کہ اس قسم کے بیڑے جو بہت پیسے کے قابل نہیں ہیں؟“  
”میں اس قسم کی رائے نہ لی کہ جو بات کیونکہ کر سکتا ہوں۔ بلکہ میرے کہنے کا مقصد  
صرف یہ تھا کہ میں یہ بھی لپکے ہاتھ زونٹ کرنے کے لئے تیار نہیں۔ چاہے آپ  
اس کی کوئی قیمت کیوں دیں کیونکہ میں نے اسے ایک شانوں کے لئے مخصوصیت  
سے تیار کیا ہے اور اسے پیش کرنا لگا۔“ بھاگتے نے روکے ہی سے جواب دیا۔  
”نہیں اس کے لئے پچھتاوا پڑ گیا“ سنو کاؤس جی نے غصے سے جج کر کہا۔  
اور کچھ جھگڑا دکان سے باہر نکل گئی۔

”جو کئی تحریم خاتون۔ میں چاہتا تھا کوئی دوسرا نہیں ملے گا آپ ہی اس زلیوہ کو  
زیب ترین وراثت کیونکہ میری نظروں میں اس قلی کے پہننے کی جتنی صلاحیت اور  
اہلیت آپ کی ذات میں ہے۔ وہ کتنی ویرے میں نہیں۔ اس لئے بڑا گرم قیمت  
کے لئے آپ نہ گھبراہٹیں۔“

اور جب اُس نے غیورانہ کے چہرے پر بے چینی اور گھبراہٹ کے تاثرات کیے  
تو رکتے رکتے دوبارہ بولا: خدا کے لئے میرے بارے میں کسی بڑے خیال کو اپنے دل میں  
مجھ نہ بیچتے ہیں دلی خلوص کے ساتھ یہ بتائی آپ کی خدمت میں بیٹھ کر تاہوں اور بعض  
میل دل ہی رکھنے کے لئے آپ سے شرف قبولیت بخشیں۔ ممکن ہے کہ میں آپ اس  
قابل ہونامہ میں اس کی قیمت اور اس کی قیمت تو اُس وقت مجھے اس کی قیمت لینے میں عذر  
نہ ہوگا اور اگر فیض حال.... البتہ نہ تو میں طالع نہ کر دوں گا۔ کیوں منظور؟“

اُس کے لئے اس بڑی قیمت زلیوہ کا قبول کرنا بالکل غیر ممکن تھا۔ خدا جانے  
اُس کا متوال سرپرست جو آج کل اُس کے تمام خواہشات کا کفیل تھا۔ اس کے پاس  
کب خیال کرے۔ یہ سوچتے ہی اُس نے قلی کو بڑا سا ہلکے سے کاٹنے پر لکھ دیا اور  
بولی: ”میں متوال ہوں کہ آپ اس طرز اخلاق اور خلوص نیت کا ثبوت دیا اور آپ کی  
اس بے پایاں عنایت کو میں مرتے دم تک بھول نہ گئی۔“ پھر رخصت ہو کر بولی: ”مجھے  
افسوس ہے کہ میں اسے پاس رکھنے سے معذرتوں۔“ یہ کہتے ہوئے اُس کی  
آنکھیں ٹپٹپٹیں۔ وہ جلدی سے مڑی اور دکان سے باہر نکل گئی

یہ شخص اتفاقاً ہی تھا کہ اُس وقت سنو کاؤس جی بلائے نگاہاں کی طرح  
دکان میں داخل ہوئی۔ اُس کا نام کوئی خاص مقصد نہ تھا۔ صرف ایک پریچ  
کو ٹھیک کرنے کا خیال اسے اُس طرف سے جانے لگا تھا۔ وہ بڑی ہی باتنی  
عادت تھی۔ جب کبھی بھی وہ دکان میں آتی تو قیامت ہی برپا کرتی تھی

سنو کاؤس جی ایک متوال بیوہ تھی جسے اپنے شوہر کی وفات کے بعد میر  
کمپنی اور بیکٹ کافی دولت دے دی تھی مگر اُس کی عمر دھل گئی تھی مگر بے سنو کا  
رہنے کے اسے عادت تھی۔ چہرے پر گئے گئے زمانے کی کچھ دلکش یادیں رہی باقی  
تھیں جو اسے اس غلط فہمی میں مبتلا کئے ہوئے تھیں کہ وہ جوان و خوبصورت ہے  
اور ساتھ ہی ساتھ اس کے ذہن میں انتہائی زہریلی زبان تھی جس کی وجہ سے اعلیٰ  
سوسائٹی کے افراد جو اُس کی عزت کو کیم کرتے تھے۔ دہندہ اگر کسی کی بڑا تر

سزاؤں جس نے جو بھی دہی یا آخر پوری بھی کر دی۔ جہاں گھر کو شہر  
بھر میں بدنام کر دیا اور اپنی ہڈیاں کی وجہ سے کوئی دقیقہ اس کو تباہ و برباد کرنے کا  
اُٹھا نہ رکھا۔ اُس شخص اس واقعے کو اس طرح تک مرج لگا کر عوام میں پھیلایا کہ  
خواہ خواہ سب لوگ اس کی طرف سے بڑھ جائیں یہ سب ہی کے قصیدے ہیں اور مخالفت  
کا نتیجہ نہ تھا کہ جہاں گھر کے علاوہ اور کھانا پڑا نقصان لگتا پڑا بلکہ اس میں شہر کے اُن  
مستورات کی شرکت بھی شامل تھی جنہیں کبھی جہاں گھر نے اپنی اختراعات کا  
اہل نہ پا کر جو اہر ات فروخت کرنے سے انکار کر دیا تھا اور وہ جوہری بھی اُس  
قسم کی اے یعنی راستا میں عوام میں شب و روز پھیلانے میں مصروف تھے جن  
کے کاروبار جہاں گھر کی وجہ سے عرصہ سے بند پڑے تھے

اُس دن سے جہاں گھر پہلے سے بھی زیادہ تنگ آئے اور زور چڑھ گیا۔ وہ  
کس کس کی بات بدانت ہی ذکر کرتے تھے کہ اُس کے پرلے خرید بھی اُس سے  
مستقر ہوئے اور جہاں گھر کے صنعت کار اور ماہرین جوہری کے ارتقاء فن کے  
عوامانہ طور پر اہر ات خریدنے کی طرح چشم خریدار سے بے نیاز نہ ہو گئے ہیں ہند  
پڑے رہ گئے۔ کوئی ان میں قیمت جو اہر ات کو خریدنے کے عمل خریدنے کے لئے تیار نہ تھا  
اب اس کے لئے جدت و اختراع اُسے سنگ نہ صفت ہو چکی تھی طبیعت پر مشتمل  
افسردگی کی طاری رہتی۔ اُسے اپنے فن سے کوئی دلچسپی نہ رہی تھی۔ اس سے پہلے  
عورت اُس کی نفوس میں ایک لطیف پیکر ایک چھوٹا نغمہ تھا جس کا تعلق دل  
دماغ سے نہیں بلکہ روح کے ساز سے تھا۔ اس کے عقیدے کے مطابق اس پیکر  
طبیعت کا تخیل غلط نے بعض پرستش و عبودیت کے مہی کی تھی اور اسے ہی وہ  
منہ پر فن سمجھتا تھا۔ اس جذبہ بے اختیار اس کا ہاند شیفنگ کی وجہ سے  
اسے جو اہر ات کی ایجاد و اختراع میں کافی مدد ملی تھی۔ مگر اب اس کے دل و  
دماغ میں بس ایک پیکر جمیل کا تصور تھا وہ بس ایک ہی کو اپنی روح کی انتہائی  
شیفنگ کیساتھ چاہ رہا تھا۔ وہ گھنٹوں اپنے دست و پا میں بیٹھا ہوا اسانے  
خدا نے سبیل میں لگا ہی جہاں بیٹھا رہتا۔ اس نے کارگروں کو ان کے حال  
پر چھوڑ دیا تھا کہ جیسے وہ چاہیں زیورات تیار کریں۔

ایک سال کے اندر اس کے تمام معمولی خریداروں نے دوسری جگہ خرید  
فروخت شروع کر دی۔ اس نے بھی تمام دوسرے جوہریوں کی طرح معمولی قسم

کے زیورات تیار کرنے کی کوشش کی۔ مگر کامیاب ہو سکا۔ آخر کار تنگ کر لیا  
اپنی دکان کو بیچ تمام پیش قیمت ساز و سامان کے نیکم کر دیا۔ مگر بدقسمتی سے اسے  
سب سے پہلے رقم ہاتھ لگی۔ تین سال بعد اس کی حالت ایک گدا سے بھی بدتر تھی  
اس تنگی کو اس نے آج تک سینے سے لگا کر رکھ چھوڑا تھا اور بار بار وہ تھا کہ اس  
دلخوار خاتون کو اپنے ہاتھوں سے پیش کر لیا۔ مگر تقدیر کو یہ منکر نہ تھا۔ وہ ہم  
فرغ ہواؤں کے قبضے میں چلی گئی اور اسے جلد ہی معلوم ہو گیا کہ وہ مسٹر کاؤس؟  
کی نذر نگار سا بھی کی زینت بنی ہوئی ہے۔

اب اس نئے سرے سے پھر کاؤس ہاڈ شروع کیا اور زیورات فروخت کرنے  
لگا شہر میں نہیں بلکہ شہر کے اچھوٹے آبادی سے دور ایک سسط درجے کے  
شراب خانے کے آس پاس جو سمندر کے کنارے گھاٹ کے قریب واقع تھا۔ اُس  
کی دکان پھیری کرنے والوں کی طرح ایک چھوٹا سا ٹین کا بس تھا جسے وہ  
ہر وقت گلی میں لٹکائے پھرا کرتا تھا۔ اس کے خریدار جہاز کے ملاح تھے جو اعر  
کے بنائے ہوئے زیورات اپنی عجیب عورتوں کو تحفہ پیش کیا کرتے تھے تمام  
زیورات آتش پیل اندر لکھن کا پچ کے بنے ہوئے ہوتے تھے جن کی سخت  
میں اس کی قوی قابلیت اور پکا ہستی کی نمایاں جھلک ہوتی تھی۔

جہاں گھر اس حال میں بہت خوش تھا۔ اسے وہ قدرہ دوبارہ لگائی تھی۔ وہ بھی  
اس کا طرح اپنی انسانی مثال سے گنگا کا سطح پر پہنچ تھی جس پر کہ وہ ان  
دنوں گنگا کی کراہ تھا۔ وہ ملاحوں کے شراب خانے میں ناچتی اور گایا کرتی تھی جسے  
ملک شراب خانہ نے ایک لڑکی شراٹھ کی طرح حسب حیثیت آراستہ کر رکھا تھا اور  
اُس میں ایک کمرہ قفس بنا رکھا تھا۔ وہ اس وقت تنہا تھی اور ملکیت و افلاس کا شکار  
اور اس کے دوستوں میں صرف ایک جہاں گھر تھا۔

وہ گھنٹوں اپنے سر سے کپاس بچھنے کی بھولی لہری باتیں کر کے غم غلہ  
کرتے کہ کوشش کر لیتے تھے اور جہاں گھر اسے ہر دوسرے چوتھے کوئی نہ کوئی پیل یا  
کالج کا بچہ لڑکی یا لڑکھن پیش کیا کرتا تھا جسے پاکر وہ پہلی نہ مانتی تھی اور کبھی کبھی  
جہاں گھر اس کے کھانے کے پیسے بھی اپنی ہی گرو سے ادا کر دیا کرتا تھا۔ کیونکہ اُس کی کوئی  
مستقل آمدنی نہیں تھی اصلاح شکل ہی سے اُسے کچھ انعام دیتے تھے۔ تقدیر کے چکر

نے انہیں گرفتار لاس کر کے ایک دوسرے کے قریب کر دیا تھا کہ اپنی پہلی حالت میں وہ شاید قیامت مکمل تہ تیغ نہ ہو سکتے تھے۔ وہ ایک دوسرے کے بچے ہوتے تھے ایک لٹ اس گھٹیا سے شراب خانے کی تقدیر جیکڑھی اور اس میں سر کاٹوس جی اپنے بعض غم پر ملکی اسباب کے ساتھ وار و موٹی اویسہ اور جودر پر تعجب تیز تھا کہ انہوں نے شام کھانا بھی وہیں کھایا اور چھ گڑا دہرا دہرا کر باقی کرنے لگے۔ یہاں تک کہ سر کاٹوس ہی کو دیکھا اور جلدی سے باورچی خانے میں گھس گیا۔ وہ اس حالت میں اس کے سامنے ہانے سے شرفا تھا حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ وہ اتنا بدل چکا تھا کہ شاید سر کاٹوس جی اسے دیکھتی بھی تو پہچان نہ سکتی۔ تھوڑی دیر بعد لگنائی ہوئی ہارچی خانے کی طرف گئی۔ اس نے پانی مانگا اور ہاتھ دھو کر واپس چلی گئی جہاں جودر واز سکھ اڈ میں بکھا ہوا تھا۔ وہ اس سے اتنا قریب ہو کر گذری کہ اسے گمان ہونے لگا کہ شاید اس نے اسے دیکھ لیا ہے۔ گڑا دوسری طرف دیکھتی ہوئی ایک پڑھتا رانڈاز میں اس کے پاس سے گزر گئی۔ اس کے ہاتھ ہی جہاں گھیرنے اطمینان کا سانس بیا اور پھر دیکھا کہ اس کی نظروں پر پڑی۔ اس کے پاس ہی وہ جڑاؤ تکی پڑی تھی۔ شاید سر کاٹوس جی کی بے خبری ہی میں وہ گر پڑی تھی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر جلدی سے اٹھا کہ اسے جیب میں ڈال لیا اور پارٹی نے رخصت ہونے لگتے ہیں وہ بلا سہا۔ ان کے ہاتھ ہی وہ بھاگتا ہوا فیروزہ کے پاس پہنچاؤ۔ تکی اس کی تھیلی پر رکھی۔

”اوہ!“ وہ ایک ٹنگی کا بھئی کے ساتھ بولی ”تکی!“ وہاں مجلس اس کے کمرے میں کھڑی تھی۔ اسی کی وجہ سے تو مجھے اس وجہ تک پہنچنا پڑا۔ میں بہت خوش ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نقل میرے لئے تیار کی ہے۔ جہاں ایہ دیکھنے میں تو حقیقتاً ویسی ہی خوبصورت معلوم ہوتی ہے جیسے کہ وہ تھی۔ میں تیار سے اسے پہنچنے کو کہاں سے بھی عزیمت رکھو گا جس کھم کھم کر کے میرے دل میں ایک زلزلہ تھی۔ ایک پوری چورے والی تمنا۔ اس منشا ہمیری اس کی آنکھوں میں آنسو چھلک اٹھے۔ مگر اس کا جیرو ویرستہ کن کن کی طرح دھکے ہاتھ اور وہ تکی کو پوری طاقت سے سینے سے لگانے لگی تھی۔ جہاں تک خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔

اس کے بعد وہ زور و خیزدہ انداز میں شروع ہوئے جنہیں ہمیں کی اطلاع ہوئی

کے بڑے بوڑھے صاحب نکٹ بھولے ہوئے بیک وقت ہوا رست کی چمکی کا ایک لٹنا ہی سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ چور کوئی بہت ہی صباغ اور خوشی راوی معلوم ہوتا تھا کیونکہ وہ چوری کرتے وقت بھی اپنی غفارت طبع کا اظہار کئے بغیر نہ ہوتا تھا اور ہمیشہ ہی جواب دہت جاتا جو ہر نامی جہری کی دکان کے تہہ پہنچے تھے۔ ان کے علاوہ چور کے کبھی کوئی دوسری چیز نہ چوری۔

اور حقیقت یہ ہے کہ جہاں تک خودی پسینے بنائے ہوئے زیورات کا چور تھا اس پر لکنا معلوم جذبہ ایک عجیب غریب قسم کا جنوں شب روز طاری رہتا تھا جوئی سے اس نے پیچا بکھو اور دیدہ دیر کی کے بے نش ہونے تکی کو فیروزہ کو تھہہ پیش کیا تھا۔ اس دن سے یہ ہوا اس کے باغ پر سوار ہو گئی تھی اپنی ساخت کو ہر ایک شے فیروزہ کے تہہ میں لاکر لٹا دے۔ وہ جو کچھ بھی چور لٹا فیروزہ کو لے دیتا۔ وہ لاکھوں کی مالیت کے طہر لٹا پس کبھی بھی کبھی کبھی سب جمع ہونے اور نقل میں جوئی کی قیمت چند گانوں سے زیادہ نہیں ہے۔ مگر ایک جب بھوکے ہاتھوں تک ہو کر اس نے ایک پورے کمرے کا نظارہ کے ہاتھ زور و خست کرنا چاہا تو اس پر اصل حقیقت کھل گئی۔ وہاں زورے پڑی یہ پڑاؤ سے وہ پورے ایک منٹ رکھ دیا اور پھر شوق لگا چلا سے اس کی ساری میں لگی ہوئی تکی کی طرف دیکھتے ہوئے بولا ”ذرا دے تکی تو دکھا جو ہتھاری ساری میں لگی ہوئی ہے۔ پڑی تو خوبصورت معلوم ہوتی ہے“

فیروزہ نے بڑی بے پروائی سے تکی کو ساری سے علیحدہ کیا اور دکا دکا کر کے ہاتھ میں دیدیا اور وہ آتش شیشے کی دے اسے کھینچنے لگا۔ ایک ایک کی آنکھیں میرے دست سے چمک اٹھیں۔ مگر اس نے اس کا نظارہ فیروزہ پر مناسب سمجھ کر اسے پوچھا ”کاؤنٹر پر رکھ دیا اور تیرے نظروں سے اس کی طرف گھورتے ہوئے بولا ”گو یہ بالکل نئی ادنیٰ کارہ شے ہے۔ تیار میں نہیں مایوس کرتا نہیں چاہتا اور اس کے لئے ایک سو روپے تو میں تمہیں اسی وقت دے سکتا ہوں اور باقی کے سو روپے دوسرے مہینے میں دیدیو لگا۔“ یہاں چور ہر ات کا قیمت کا پچاسوں صدر بھی نہ تھا۔ جو اس میں گئے ہوتے تھے۔

فیروزہ نے جوت تھری لگا لیں سے اس کی طرف دیکھا۔ اس کا غصا دل سینے میں زور زور سے دھڑکنے لگا۔ وہ بڑبڑائی اور جھپٹ کر اس کے ہاتھ سے تکی چھین لیا اور مگر تکی دکھی سے نکل گئی۔ اس پر جنوں کی کیفیت طاری تھی۔ وہ جلد اندر اس مہذب ملک سے دھڑلے لٹا جاتا تھا۔ وہ کھانگ جہاں ہی تھی اور اسے

وہ ایک شرمیلی غلامیوں رک رک کر بولی: کیونکہ میں ایک ایسے شخص سے محبت کرتا  
 نہ جاہتی تھی جو عام کی نظر میں میں چودہ سو۔“

وہ چونک پڑا اور جلد سے اٹھ کر بولا: ”میں ابھی بھلتے ہیں جانا میں“  
 ”میں بھی تمہارے ساتھ ہی چلوں گی“ وہ بھی اٹھتے ہوئے بولی۔ اس کے بعد

سے عزم پکڑا تھا اور دونوں ایک ساتھ کمرے سے باہر نکلے  
 ”میں نے بھلتے ہیں پوچھا تھا کہ تمہیں اس کا کیا منہ لگتا؟“ فریڈہ راستے میں  
 جہانگیر سے کہنے لگی: ”تو تمہارا منہ سرنگر بولا۔ اس پر میں اس سے پچاسی دھوکا کیونکہ کلہا  
 نہاست کرتے ہوئے اس نے قدم ہال مشرق الپس کر دیا۔ تو وہ خواتین جن کا زیور  
 چوسہ ہوا ہے یقیناً زیور والپس مل جاتے کسی قسم کا تعویذ پسند نہ کریں گی۔“

اب کو تو اگلے کے سامنے کھڑے تھے فریڈہ حسرت سے بھی بولی تھیں  
 تمہارا یہاں انتظار کروں گی۔“

• گردہ مجھے اب باہر نہ آنے دیجئے جہانگیر نے جواب دیا۔

”میں تمہارا انتظار کروں گی چاہے“ وہ مطمئن بھی نہیں بولی: ایک سال، دو سال،  
 تین سال، جتنی کہم واپس نہ آ جاؤ۔“

جہانگیر سرور و شادان کو تو اگلے کے اندر داخل ہو گیا۔

(ترجمہ)

اس صبح میں ہوا تھا جسے کوئی اس کو چھین کر سہا جے حبیبہ کتنی ہی گلیوں کا چکر  
 لاکھ کر ایک ملک بانی تو کچھ سوچ کر اس کے چہرے پر مدنی چھا گئی۔ شہر کے دوسرے کونڈیل  
 کی طرح اسے بھی جو اہل سنت کے چہرے کا طعنا رنڈی دھا اس قسم کی اواہیں شہر لگاتے  
 ہیں مگر تھی آج سیر نہ جاکو جاہر زہی افشا ہو گیا

اس دوپہر بھلائی تو بقیہ فریڈہ، جہانگیر کے چھوٹے حکمران میں داخل ہوئی  
 اور اس کے پاس ہی فرش پر بیٹھ گئی: اس کے چہرے پر دست سب سے برسر رہی تھی  
 ”کیا تم تجویز دتہ، تم آج بہت غمگین نظر آتی ہو؟“ جہانگیر نے اس کے  
 اترے ہوئے بہت کا ہنرہ لیتے ہوئے سوال کیا۔

وہ دو ایک ٹھٹھٹھ نڈوں انقدر کی تلاش میں گزرتی رہی اور پھر انتہائی  
 طاقت سے بولی: ”جہانگیر! میں ابھی کو تو اگلے سے آ رہی ہوں۔ مجھے سب کچھ معلوم  
 ہو گیا تھا اس میں نے تمام سرفہ نہایت پولیس کے والے کر رہے ہیں۔ انہوں نے  
 مال سرنگر نہایت طاقتور کیا تو ایک بیوی، اس میں کم تھی۔ میں نے انہیں  
 بتا دیا کہ تم نے غلامی بھی بھیجی ہے کیونکہ تم نے اس میں سے کوئی کڑیے کا فیصلہ  
 کر لیا ہے۔ یہاں بہت سے سو سو دھندری ہو رہی تھیں تو اس کی طرف دیکھنے لگی۔

”مگر تم نے ایسا کیوں کیا فریڈہ؟ اس نے سنجیدگی سے پوچھا  
 وہ کتنی ہی خوشنکھ خاموش رہی اور اس کی نگاہیں فرش پر جم گئیں پھر

۱۔ میوہ صدی پابندی وقت کے ساتھ شروع ہوئی تھی اور دو بار پتوں کا مقابلہ کر کے یہاں کی پندرہ تاریخ کو ٹاک کے سپرد کیا جاتا ہے۔ اس پر بھی ہمیں  
 سہرا خیر لکھا تھا تیس موموں ہوتی ہیں کہ پرچہ نہیں ملا اگر ۲۰ تاریخ تک آپ کو پرچہ نہ ملے تو سمجھ لیجئے کہ کسی ڈاک کے ڈاکو نے پرچہ غم کر لیا ہے۔ اس  
 کی شکایت لکھ کر ڈاکہ دین کی بجائے اور ایک خط ہمیں بھی لکھا جائے۔ صرف ان خریداروں کو دوبارہ پرچہ روانہ کیا جاتا ہے جو ۲۰ تاریخ تک  
 خط لکھ دیں اس کے بعد پرچہ عام طور پر ختم ہو جاتا ہے۔

۲۔ ذلکو کتابت کرتے وقت خریداریہ یا کوال ضروری دین کے کچھ حکم کی تعمیل نہ ہوگی۔ جواب طلب مور کے لئے جوابی کارڈ لازماً ضروری ہے۔  
 ۳۔ یہ بات نوٹ کریں کہ پرچہ بلا قیمت روانہ نہیں کیا جاتا نہ تو طلب کریں تو ان کو غلامی میں چارائے کے ٹکٹ بھیجنے چاہئیں۔  
 ۴۔ سالانہ چندہ خاص بزم سمیت تین روپے اکثر کا ہی چندہ دو روپے قدر ہے۔ چندہ بذریعہ پتے آرڈر بھیجتے وقت کو پتے پر اپنا نام و پتہ صحت اور نوخط لکھیں  
 ۵۔ ہندوستان میں رسالہ کی قیمت چار آنے اور سالانہ چندہ تین روپے ہے اور ممالک غیر میں فی پرچہ چھ آنے اور سالانہ چندہ آٹھ شلنگ  
 (پانچ روپے پانچ آنے) ہے۔ لیکن دیر سے سالانہ چندہ چار روپے وصول کیا جاتا ہے۔

میوہ صدی - بیرون شاہ عالمی دروازہ - لاہور

# روز مرہ کا ایک ضروری واقعہ



جس وقت آپ کا شوہر اپنے کام سے اور آپ کے لڑکے اسکول سے واپس آئیں۔ اس لمحہ میں آپ کو چائے بنانے میں مصروف ہو جانا چاہئے۔ کیونکہ اس طرح آپ اپنے گھر میں روزانہ چائے کی مجلس قائم کرتے ہیں۔ جو کہ گھر کو خوشی کی انتہا ہے۔ آپ یقین کیجئے کہ یہ خوش کن واقعہ جس طرح آپ کے گھر میں ہوتا ہے۔ اسی طرح دوسرے گھروں میں بھی ہوتا ہے۔

## آوہم ہندوستانی چائے پیئیں



چائے کس طرح تیار کرنی چاہئے۔۔۔ نازہ پانی اُبال بیٹے۔ اور پھر ایک صاف برتن کو ذرا گرم کر کے اس میں ہر شخص کے لئے ایک ایک چم ہندوستانی چائے کا ڈال دیجئے اور ایک چم فالتو ڈال لیٹے۔۔۔ وہیں پانی اُبلنے لگے اس کو چائے والے برتن میں ڈال دیجئے۔ اور پانچ منٹ تک ڈھکا رہنے دیجئے۔ بعد ازاں دودھ اور کھانڈ کا کرہ پالیوں میں ڈال کر استعمال کیجئے۔

# خوش قسمت گھروں ہے جسم خوش و خرم بچے ہیں

اور



بچوں کے لئے آب حیات کا کام دیتا ہے اور سب و افروش جیتے ہیں

بچوں کے دانت جب نکلنے شروع ہو جاتے ہیں تو ان کو زیادہ تکلیف ہوتی ہے اور ان کی اتنی قوت صرف ہوتی ہے جتنی بچوں کی معمولی غذا پیدا نہیں کر سکتی۔ بچوں کو ہر پہلے دست آتے ہیں۔ ان تکبیر دکھتی ہیں اور کبھی میٹھا بھار آتا ہے۔ بچے کا مزاج پریٹ پڑا ہو جاتا ہے۔ ان تمام تکلیفوں سے وہ کمزور اور نحیف ہو جاتا ہے۔ اس لئے تمام ڈاکٹر بچوں کے لئے گرائپ حل کے استعمال کی سفارش کرتے ہیں کیونکہ بچوں کی غذائیت بڑھ چھپانے اور تمام تکلیفوں سے نجات دلا کر تندرست توانا اور مضبوط بنانے کے لئے اس سے بہتر اور کوئی غذا نہیں بچے کی صحت پر

## گرائپ حل جادو کی مانند اثر رکھتا ہے

یسی رام برادر سس مو اگر ان انگریزی دویات پوہ یا اتار کلی لاہور طلب کریں

## ملاقات

انہ  
جناب مخمور  
جانندہ ری

## سرا سرشار

از جناب سرشار  
کسمندوی

شدتِ غم کے دن عذاب کے دن  
انہیں مدت کے بعد دیکھائے  
سلجھے سلجھے ہوئے سے بال اُن کے  
یاد بھتی یا کوئی قیامت بھتی  
جسم اپنا پرانے مٹے بیٹھے ہیں  
طور و اطوار میں جھجک سی ہے  
بیدھڑک اُن کو چھو نہیں سکتا  
جیسے محرومِ اختیار ہیں ہم  
منظر وہ ہم اپنے لب کھولیں  
آج تو خاموشی بھی گویا ہے  
شرم کے یہ غبار سے وصل جاییں  
سیلے پر لہر سی ابھرائی  
دامنِ انتظار چھوٹ گیا  
کھول دیں اختلاط کی راہیں  
سیدپ کے منہ میں جس طرح گوہر

کٹ گئے کرب و اضطراب کے دن  
سامنے حسنِ جملہ آرا ہے  
نکھرے نکھرے سے خط وخال اُن کے  
سوچتا ہوں یہی ہیں وہ جن کی  
ٹکٹکی سی لگائے بیٹھے ہیں  
روئے معصوم پر جھجک سی ہے  
کیا اثر ہے طویلِ فرقت کا  
اجنبیت سے یوں دوچار ہیں ہم  
مضطرب ہم کہ پہلے وہ بولیں  
سانہ دل سے سرور پیدا ہے  
مسکراتا ہوں میں کہ وہ کھل جائیں  
دفعۃً آلی انہوں نے انگڑائی  
سبر کا دم الجھ کے ٹوٹ گیا  
میں نے پھیلا ہی دیں جواں بائیں  
یوں گرے میری گود میں آکر

فریب دے نہ سکا یا فریب کھانہ سکا  
اُسی لحاظ سے دُنیا کو میں بھلا نہ سکا  
تمام عمر میں اُس کے قریب جانہ سکا  
طلسمِ عمر دور و زہ سمجھ میں آ نہ سکا  
مگر میں اس کی محبت سے ہاتھ اٹھا نہ سکا  
خود ہی کی آغوش سے دامن کو جو بچا نہ سکا  
مری نظر میں معافی نہ بھتی میں جانہ سکا  
چمن میں بھیج کے لطفِ چمن اُٹھا نہ سکا  
ہوئی یہ خیر کہ قصداً وہ مسکرا نہ سکا

عجیب شے تھا محبت کا مادہ سرشار  
میں چاہتا تھا اگر مجھ کو ہوش آ نہ سکا

افسانہ:-

از جناب شش منظر لوری

[illegible]

میں دیکھتا ہوں کہ میرے خاتمِ عالم کے متعلق جو ادبیں لکھتا جا رہا ہے۔  
 جس طرح سنکر دودھ میری گھٹلی ہے اسی طرح سینے میں دوزخ بھرا ہوا عیسوی جو رہا  
 ہے۔ ایک دن بھی متحاب ہیں، چہ کو نہ بنا کامر سرور ترین انسان سمجھتا تھا کہ  
 ایک جاکا دن کہ کعبہ پر غصہ جرات تنگ ہو چکا ہے جیسے میراجم۔  
 ہر دن کا ایک نئے سانچے پر زمین کا سینہ پر ایک بہت بھاری پوچھ ہے۔  
 گر حق تو یہ ہے کہ میں اس سے بھی زیادہ سنگین سزا کا مستوجب ہوں، میں فرم ہوا  
 میں سنگنا ہوں، میرا حرمِ اقبال معانی نہیں میں بے بسفٹ بڑا گناہ کیا ہے میں نے کسی  
 کی ابر و پاؤں ڈال دیا ہے، ایک عجوبہ رو دیکھیں عورت کے بے سطر سادافی اور کبھی ہے اپنے  
 نفس کی اس کو دلکش اور عیش کا سامان فراہم کیا ہے، میں نے نہ سنا کہ تو زمین کے  
 کسی کی جیسے دلکش میں جس جو میرے خدیجہ حیات پر جلیاں لگا رہی ہیں۔

شباب کی زندگی کے ساتھ ہی عورت اپنے دل میں ایک مرد اور عجیب خواہش کی ذریعہ ہمیش اور معنی بیچ کر کسک کسک محسوس کی اپنے لطیف ترین حیدرات اور نازک ترین خیالات سے سنبھل کر اپنی اس خواہش کو پورا کرنے پر طربا یا اور دھڑکنے لگی۔

میرزا دل کے ساتھ اس کی نگین کا انظار کیا۔

میں نے لے لیا ہے فارغ ہوئے ہی ایک حکمرانی دفتر میں لوگوں کی جھینٹ سے  
ملزومت کر لی میرا شباب اپنے انتہائی عروج پر پہنچ گیا۔ ساتھ ہی میری خواہش  
زیادہ بخشاؤں، انعام اور معزز کاموں کی گئی۔ میری خواہش کیا تھی؟ میں اس چیز کی  
طلب میں اتنا بے قرار و مطمئن تھا؟ — نہیں داسہاں کی ایک بہتر عورت  
لذت — دینا کاسبت زیادہ حسین، انداز اور نازک بھولی، سچی کی ہر  
چمکھٹی میں محبت، انہدوس کی خوشبو گھل گئی ہوئی ہو۔ — ایک عداوت، ایک  
شیرینی! — شعور و دان کا سر حشمہ، اخروں کا گیت، انرشوق کا لقمہ!  
— ایک انسان وہی ہو بہنے والے اکابر کا زترم! — ستاروں کا  
تبسم اور چاند کی روشنی! — تعین فطرت کا شاعر کا ایک مہتی — ایک  
عورت! — ”وہ عورت“ جس کی گرم خوشی میں میرے ذوق شباب کی رور  
وشتاؤں اگلے ایساں لے رہا تھا جس کی جوانی کا دس مہینے اراٹوں کو اپنے اندر  
سحبہ لینے کے لئے پھیلا ہوا ہو۔

آخر بالکل غیر متوقع طور پر وہ دن بھی آ پہنچا جب میرے شباب کی انگلی  
کو سیر کرنے کے لئے نکلنا تھا۔ خیر، یہ سب بڑا —

آدمی دلت گذر چکی اتھی اور شیریں پر اسے اس سکوت مسلط تھا میں اپنے  
 راضی ہو کر مٹا میں بیٹا ایک فسانہ مکمل کر رہا تھا گرجا گھر کے گھڑیاں نے ایک





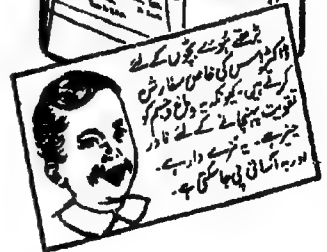
## مسترتوں کی بہشت

تندرست والدین .... اور تندرست بچہ! بس  
 وائر بری کی بدولت گھر میں خوشیوں کی گنگا بہتی ہے!  
 وائر بری کمپونڈ میں مالٹ اور جگر کا عرق۔ فولاد اور ٹائٹانیاں ہیں جو براہ راست صحت بڑھاتے اور انسان کو ہٹا کٹا بناتے ہیں۔ یہ ایک نہایت  
 اعلیٰ درجے کی ٹانک غذا ہے جو بڑھتے ہوئے بچوں کو تندرست و جوان  
 بنانے میں امداد کرتی ہے۔ اس سے والدین کی صحت برقرار رہتی ہے۔  
 ماں کو۔ ننھے کی پیدائش سے پیشتر اور بعد بھی وائر بری کمپونڈ  
 باقاعدہ استعمال کرنا چاہیئے!

آج ہی وائر بری کمپونڈ کی ایک بوتل خریدیں۔ یہ خوش ذائقہ ہے اور آسانی سے پیاجا سکتا ہے  
 دوساٹروں میں دستیاب ہے  
 ۸۔ اولس بوتل قیمت ۱/۸ - ۱۶۔ اولس بوتل قیمت ۲/۸۔ ۲۰۔ حوت بند گاہوں پر

## وائر بری کمپونڈ

آپ کو تندرست رکھنے کیلئے



جوانی - صحت اور

# طاقت کا خزانہ

بڑھوں کو جوان بچوں کو جوانی

# بہترین غذا

جوانی، صحت، طاقت اور ویرج کا خزانہ حاصل کرنے کے لئے "بہترین غذا" نامی دوا استعمال کریں جو اپنی خوبیوں کی وجہ سے ہندوستان کے کونے کونے میں مشہور ہو چکی ہے۔ "بہترین غذا" نامی دوا کے استعمال سے نیا خون، نئی طاقت اور نئی جوانی پیدا ہوتی ہے۔ یہ پانی کی گندیلی مٹی (دیرج) کو شہد کی طرح ڈھاکے کے جمادیتی ہے۔ اس کے استعمال سے دیرج بڑھتا اور گاڑھا ہوتا ہے اور لاساک میں اضافہ ہوتا ہے۔ "بہترین غذا" بیش قیمت اجزاء کا مرکب ہے۔ اگر تین ہفتے پرہیز کے ساتھ اس کا استعمال کر لیا جائے تو عمر بھر کسی مفقودی دعا کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور انسان بڑھاپے میں بھی جوانی کے مزے حاصل کر سکتا ہے۔ چونکہ "بہترین غذا" میں کیلیم، فاسفورس اور ٹامین ڈی بہت زیادہ مقدار میں موجود ہے اس لئے اس کے استعمال سے ہڈیاں بھی مضبوط ہوتی ہیں اور دل و دماغ کبھی طاقت حاصل ہوتی ہے۔ اس مقوی دوا سے لاکھوں انسان فائدہ اٹھا چکے ہیں۔

قیمت فی شیشی تین ہفتہ خوراک صرف تین روپیہ محصول لاکھ قیمت دو شیشی اکٹھی منگو لے کر صرف پانچ روپیہ محصول لاکھ

جلی (مشت زنی) بچپن کی غلط کاریوں اور کمزورت عیاشی کی وجہ سے جو جوان کمزوری، ہستی اور نامردی میں مبتلا ہیں۔ ان کے لئے بہترین غذا ایک بیش بہا نعمت ہے۔ صرف چند روپے کے استعمال ہی سے حیرت انگیز قوت پیدا ہو جاتی ہے اور گئے گئے انسان کی بھی کایا بلیٹ جاتی ہے۔ یہ وہ غذا ہے جسے بہت سے شہید، حکیم اور ڈاکٹر ملے ہاں سے حاصل کر کے ادنام بدل کر فروخت کرتے ہیں۔ نامردی، ہستی، ایڑھیاں، جھوٹا پن اور ڈھیللا پن دور کرنے کے لئے اس سے بہتر غذا آج تک تیار نہیں ہوئی۔ یہ بظاہر وہ ادنا کاہہ رنگوں میں بجلی کی سی طاقت پیدا کر کے انسان کو مکمل مرد بنا دیتا ہے۔ ہر موسم میں استعمال ہو سکتا ہے۔ اگر وہ غیبی کا کوئی خدشہ نہیں قیمت فی شیشی صرف دو روپیہ محصول لاکھ جس کی خریدوں کے مفت بلہ میں بہت معمولی ہے قیمت دو شیشی اکٹھی منگو لے کر صرف تین روپیہ محصول لاکھ، فائدہ ایک شیشی سے ہو جاتا ہے۔ مگر دو شیشیوں کے استعمال سے پھر عمر بھر کمزوری کی شکایت نہیں ہوتی۔

"بہترین غذا" نامی دوا کے ساتھ بہترین طیارہ استعمال کرنے پر سہاگہ کام دیتا ہے۔

یکین ملے زمرہ محصول لاکھ ہر مردار آرڈر دیتے وقت اپنا نام و پتہ صاف اور خوش خط لکھیں

ماڈرن کیمیکل ورکس - پوسٹ بکس نمبر ۱۱۲ - لاہور

بجایا۔ گھنٹے کی آواز سنا کر تار کی آخری سرپا زرخش کی مانند سکوت کا سینہ  
چکر دیر تک غما میں گونجنے لگی۔ ایک ایک چمکی نے مجھے اپنی طرف منسوب  
کر لیا۔ مگر یہ آواز دوبارہ میرے کانوں میں نہیں آئی اور میں اسے فریب سماعت  
سمجھ کر اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ اُنٹ اپڑوس کے کتے نے ناک میں دم  
کر لیا تھا۔ اپنی علامت مطابق آج بھی وہ خواہ مخواہ بھونکے ہاتھ مگر میں نے  
کشتہ بھول بھول میں لڑائی ہوئی مسلسل چمکیوں کی گئی آوازیں بھی سنیں مگر

اس مرتبہ مجھے اپنی سماعت پر اعتبار نہ آیا۔

اس کے بعد بھی میں نے چند سطریں ہی لکھی تھیں کہ پیر چونک پڑا اور اس  
مرتبہ تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ خود میرے قتل سے چمکی اٹھی ہو۔ میں بہت دیر تک  
کان لٹکے بیٹھا رہا اور جب میں نے کوئی ایک چمکیوں کی صاف آواز سنی تو مجھے  
اندازہ ہوا کہ پیر چمکیاں کسی کے سسک سسک کر رونے لگی تھیں۔ میں جلدی  
سے ننگے پاؤں ہی باہر نکلا پڑا اور کمرے کے دونوں طرف نظر دوڑائی۔ نہ معلوم  
آسمان پر گھسبے بالوں کی قنوت چہلے گئے تھے۔ مجھے کہیں کچھ نظر نہ آیا۔ چمکیاں  
بھی بند ہو چکی تھیں۔

ایک نوہر جس میں گلیں رہتا تھا وہ میرے کمرے سے بھی زیادہ تنگ و تاریک  
تھی اس پر گیس نیتوں کا بھی معقول انتظام نہ تھا۔ ایک جی ٹی کے ایک کونے  
پر یعنی تو دوسری اگلی کو غریب کمرے سے قریب میں گزرنے کا فیصلہ پر سچلٹی  
کے خاکہ لولہ کا بے توجہی سے کورسے کرکٹ کا بنا رہا ہوا تھا اور کبھی کبھی  
ہوا کے جھوکوں کے ساتھ مڑی ہوئی بدلتا رہتی تھی۔ اس مقام پر گیس پٹی کی بڑی  
دھبی شعلہ میں پھیلی ہوئی تھیں۔ گھڑی کی مانند سٹی سرٹائی ہوئی کوئی زندہ  
وہاں متحرک ہوئی اور ساتھ ہی ایک لہر چمکی۔

میں جبران رہ گیا کہ آخر یہ معاملہ کیا تھا۔ میں کافی دیر تک پی جگہ پر  
خاموش و رکنت اس عجیب غریب واقعہ پر غور کرتا رہا۔ مگر میری سمجھ میں  
کچھ نہ آیا اور آج بھی کیسے بیک اس باب میں مجھے کوئی بہت بھی معلوم نہ تھی۔ چمکیوں  
کا درد میں ڈوبی ہوئی پیہم آوازیں میکرل میں غنیمت کی اکا ہٹ پیدا کر رہی  
تھیں۔ پہلے تو میں چمکیاں یا مختلف خیالات میکرل میں پیدا ہوتے۔ مگر کچھ  
سوچ مکر میں وہاں پہنچ رہی تھی۔ میں کئی منٹ تک خاموش گھڑا رہا۔

گودہ عورت جوابت سینکلی کھیلے بدستور روئی تھی۔  
"کیوں رو رہی ہو؟ کون ہو تم؟ اتنی رات گئے یہاں اس کوڑے کے کرکٹ میں  
کیا کر رہی ہو؟" میں نے پوچھا۔

پیر بھی اس نے کوئی جواب دیا۔ میری حیثیت پر لمحہ دو چند ہوئی جلدی  
تھی کہ آخر یہ معاملہ کیا تھا یہ عورت تو گویا سستی ہی نہیں۔ میں ہی کچھ سوچ رہا تھا  
کہ عورت نے نہایت آہستگی سے اپنا منہ اوپر اٹھایا۔

"تم کون ہو؟ کہاں رہتی ہو؟" میں نے نرم لہجہ میں سوال کیا۔

اس نے پلٹ کر میری طرف دیکھا۔ اُنٹ اس کی بڑی بڑی  
آنکھیں سوچ کر لال پڑی تھیں اور گیس پٹی کی دھند روشنی میں آنسوؤں سے بھیگے  
ہوئے گل چمک رہے تھے۔ میں ٹکی باز سے اس کے میناویں چہرے کو دیکھ رہا تھا  
اس کا پیر حسین تھا اور اس میں خوشبوئی کی استغنی بھی موجود تھی۔ لیکن آہ! درد  
و کرب کی شدید آفتوں سے اس کا چہرہ اڑا ہوا تھا جس میں تلخ اور رنجوا  
کھلائی ہوئی، سوکھے ہوئے ہونٹ و ظہیر سے لرز رہے تھے۔ معامیری نظر  
اس کی گود پر پڑی۔ دیکھ کر میرے دماغ میں خلا ہو گئے کہ اس کی گود میں ایک شہر خول  
بچ رہا تھا۔ چمکیاں گھٹیں بند تھیں اور ہونٹ نیلے پڑ گئے تھے۔ اور چہرے کی جلد  
سکڑی ہوئی تھی جب مجھے اس جسم کے جیان ہونے کا علم ہوا تو ایک نامعلوم  
خوف کے اس سس سے یہ لور اجم کیا رنگ کی گونداٹھا۔

"تم کون ہو اور کہاں کیا رہا ہو؟" میں نے سہمی ہوئی آوازیں اوجھڑا  
وہ کچھ کہنا چاہی تھی مگر شدت گریہ نے اس کی آواز سلب کر رکھی تھی  
اور میرا دماغ کے ہونٹ کا پیسہ کہ روحا رہے تھے۔ اس کی آنکھوں میں ایک  
فریاد تڑپ ہی تھی وہ عجیب سی الہامی کی انداز میں میرے تنکے ہی تھی۔  
اس کی کیفیت دیکھ کر میرا دل دوڑ گیا اور میں اس کے درد و الم کی داستان  
سننے کے لئے مضطرب ہو گیا۔

"تم کچھ کہنا چاہتی ہو؟ صاف صاف کہو ہو کہ تو میں قنباری مادہ

رفیق! الکبر و منی: "میں نے اس کٹھن و صبر سے بندھ جاتی

”باوجودی میں کہیں کہیں ناگفتگی محسوس: وہ کھڑی ہوئی اور میں بولی: ”اور یہ —  
یہ... اس کے ہوش بھوکہ نہ چنے لگے مگر اس نے غصہ طبع سے ایسے ہوش میٹ  
لئے اور بولی: ”یہ میرا کہہ سکتا ہے، مگر میں اسے کیا کروں؟“ یہ کہتے ہی وہ پھوٹ  
پھوٹ کر روئے لگا۔

ہر لاکھ میں تھانہ برابر دلوں کے سمجھ گیا میں نے جی دل میں اس کے الغد  
دھڑکتے ہیں پراختوت کے گلیت میں اسے کیا کروں؟ یہ اداغ سخن ہو گیا کوئی  
بات یہ یہ سمجھ میں نہ تھی اسی آئنا میں ایک انشیل سانس سے آتا دکھائی  
دیا۔ میں نے نوٹ لیا کہ کوپور سے طور پر عکس کس کیا کیونکہ قبل اس کے کہ میں  
دور سے چل رہا تھا انشیل آدھ یہ بچ گیا۔

”رام رام کشور باجو، یہاں کیا کوسے ہیں سب؟“ یانسنس پولا  
 یہ دیکھ کر بھیجے تدرے نکلےں جوئی کہ یانسنس جانا ہی نہیں ہے، مجھے اس  
 کے متعلق تو کچھ معلوم تھا میں ان کی زبان نہ کر دیا۔

”تم کہاں رہتی ہو؟ یہ کیسے مر گیا؟“ کا شعل نے پوچھا  
 ”سرکاری فوکلن جیل میں وہاں گھر یہ چھپا ہوا اور بخار سے  
 مر گیا ہے، یہاں کو اسپتال سے بارہائی گزراستہ ہی میں وہاں لنگر لگا ہے۔“  
 ”بتاؤ ان کا نام؟“

”سہ کار وہ تو پہلے ہی چل رہا ہیں کیلی جہاں“  
 کاغذیں مافوقِ محرکہ کو دیکھ سوتے لگا۔ میں نے کہا: ”اسے تھکنے لے جا کر ریڈ  
 کلب“ دیکھتے اور اس کا کوئی انتہام نہ کر دیجیے“

”البتہ کہ پورے چین میں جو کہ خلیج چین کے ساتھ“  
 کائنات اس کو اپنے ساتھ لے گیا۔ وہ رات کو زمین پر ہنسنے لگی۔ گڑبڑ  
 لہنے لہنے واقعہ میرے ذہن پر چھایا رہا۔

اس واقعہ کے شاید تین روزہ بعد میں رات کو نو بجے سینما دکھ کر کہ آپس بڑھا  
ابھی میں اپنا کو کھولنے کے لئے حسیب میں کئی مٹولیں ہمارا تھا کہ میں ایک خوروت  
کو دیکھ کر پھر کھڑے ہو کر اُسے قریب ہی کھڑی سٹاٹاں چھوٹی جھیلی مٹی  
”کون ہو تم؟“ میں نے ڈیڑھا کر دیکھا۔

”میں ہوں“ وہ ادیب کی طرف سر اٹھا کر بولی

”کون تو ہی جو اس بات اس نامد کے پاس بھیجی ہوئی تھی؟“

”ہاں بابو جی“ وہ اٹھ کھڑی ہوئی آواز میں بولی

”یہاں کیا کرنے آئے ہو؟“

کیا آپ راضی ہو گئے باپ جی؟ آپ جی نے تو وعدہ کیا تھا کہ آپ میری مدد

یہی اس لیکر آئی ہوں: اس نے رو رو کر کہا

”اوہ ایہ مات ہے اچھا“۔ یہ کہہ کر کسی سوچ سے بڑگی

آر سوخته ناله گشته مالوم، آس که دکه در انهم هوامته ۱۱

سہ ہفت روزہ شنبہ ۱۲ جون ۱۹۲۲ء

گیا اور پھر یہاں سے پھر یہاں سے پھر یہاں سے

کہا کہ جو خدا گزشتہ روز کے طور پر تمہارے لئے ہے

کھڑی ہو کر دیکھو کہ کون سے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔

تہ بابو بی۔ وہ سارے چوٹ پر لڑھکی چلی

پیشہ بہادری میں اسے سارے ملک کے چمکے کہا۔ ”اٹھ ری ایوں ہو؟“

میرے ہوتے وہ بھیجی اور میرا وقت نکال کر میں کو بھور دیکھتا رہا

میری انگلیوں میں سلکا پٹوا کر تھم رہی تھی۔ کیا یہ سچی بات ہے؟

میری اس سوال کے جواب میں اس کے ترجمہ کیا گیا اور خاموش بیٹھا رہی۔ میری

سائے تہ تیغ شایاں ایک مجسمہ تھا۔۔۔ لفین معطر جسدہ جس کو گندے

میں لپیٹ دیا گیا تھا۔ انا اس اونٹنی کی تیراکی کو چیرتی ہوئی اس کے حق

تائشیں پھوٹ پھوٹ کر میری نگاہوں کو متور کر رہی تھیں میری پیاسی

بہ طرح کا نہیں، اور آسودگی محسوس کر رہی تھیں۔ — جانے وہ تسکین

کس نوعیت کی تہوار، مگر مجھے یاد ہے کہ یہ اول و بزرگ ہفتا۔ شاید میری

صحتاً ترقی کر اس نے میری طرف دیکھا۔ قطعی غمِ آزادی طور پر میرے دل

مستقیم کی نوکیل گئی۔ مگر آواز اس کا یہ لگتا تھا کہ وہ کسی سے ملنے کے لیے آتا ہے۔

تہذیب و تمدن کے لیے جو کچھ ضروری ہے اس کی طرف توجہ دینا چاہیے۔

یہ سچا پاپیہ ہے۔

وہ کہتا ہے کہ میں نے اس کو دیکھا ہے کہ اس نے اس کو دیکھا ہے

بسم الله الرحمن الرحيم  
الحمد لله رب العالمين

# سپاری پاک

## مستورائے حسن و شباب و صحت کا حقیقی خدائن

### جریان الرحم کی سو فیصدی اکسیر

عورتوں کے پوشیدہ امراض جریان الرحم، لیکوریا، سفیدیابی، لائٹا، حیض دروسے آنا، حیض کی بے قاعدگی وغیرہ کے لئے اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ ان امراض کی وجہ سے حمل قرار نہیں پاسکتا اگر حمل قرار پایا بھی جائے تو عموماً رُجبا آتا ہے یا بہت ہی کمزور میل باپج پیدا ہوتا ہے۔ سپاری پاک کے چند روزہ استعمال سے نہ صرف ان امراض سے صحت حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ یہ جلد نفاض کو دور کر کے رحم کو تازہ حمل کے قابل بناتی ہے۔ جریان الرحم کے لئے سو فیصدی اکسیر دوائے۔ رطوبت کا اخراج بند ہو کر جسم کے رطوبت بحال ہو جاتی ہے۔ رحم کی جلد زخا بیاں ہو رہی جاتی ہیں۔ سر جو کپانے اور مرد کنے کی شکایت دور ہو جاتی ہے اگر ایامِ حمل میں اس کا استعمال کیا جائے تو حمل نہیں گرتا اور خوبصورت اور تندرست اولاد پیدا ہوتی ہے۔ ہزار ہا مایوس عورتیں ہماری شہرہ آفاق سپاری پاک سے فیض حاصل کر چکی ہیں۔ ہندوستان بھر میں ہماری تیار کردہ سپاری پاک شہرہ ہے۔ کارخانہ کو اس کی تیاری پر خزانہ نامہ قیمت فی شیشی ڈیڑھ روپے محصول لڈاک، ر قیمت دوشیشی اکھی منگولنے پراٹھائی روپیہ محصول لڈاک اگر اسے

### مانع حمل

اس کے استعمال سے اولاد کی پیدائش آپ کے اختیار میں ہو جائیگی اور آپ جب چاہیں گے اولاد ہوگی اور جب چاہیں گے اولاد نہ ہوگی۔ بوقتِ ضرورت .... چند روزیں لگائی جاتی ہیں۔ جب حمل ٹھہرنے کا مادہ ہو تو اس کا استعمال ترک کر دیا جاتا ہے نہایت ہیر اور مفید دوائی ہے کسی قسم کے نقصان کا خدشہ نہیں ہزار ہا معززین اسے روزانہ استعمال کرتے ہیں۔ قیمت فی شیشی صرف دو روپے محصول لڈاک، ر جم منول کیئے کافی ہے

### اکسیر حمل

جریانِ حمل کی مشہور اور یقینی دوائ ہے جو امراضِ علاج سے بالکل مایوس ہو چکے ہیں وہ اس کا ضرر تجربہ کریں۔ یہ دوائی گردل اور مثانہ کو قوت پہنچاتی ہے پیشاب کے ساتھ یا بعد میں راج خارج ہونے اور دھات کے بگڑے مٹھے توام کو درست کرتی ہے جریان الحمل اور رعت ازال کو ہمیشہ کیئے آرام آجاتا ہے۔ کثرتِ حمل کی اس سے ہزاروں دوا شروع آج تک نہیں کی۔ عورتوں کی شکایت چند روزہ میں جاتی رہتی ہے قیمت دوشیشی چالیس روپے محصول لڈاک

### باکرہ

نہایت مفید سائٹفک علاج ہے مصل ایک ہی بار کے لگانے سے شادی کی پہلی رات الی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے دس بچے پیدا ہونے کے بعد بھی اس کا استعمال کرائیں تو عورت دوستیزہ کی مانند ہو جائیگی۔ زیادہ تعریف خلاف تہذیب ہے قیمت فی شیشی صرف دو روپے محصول لڈاک، ر جو اس کی خریدوں کے مقابلہ میں بچ ہے۔

پاکستان ہمارے دلوں کو محصول لڈاک بزدل بنادے گا۔ آج کے وقت اپنا نام و ہرمان اور غرض خط لکھیں

ماڈرن کیمیکل ورکس۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۲۱ لاہور

کستوری اور مشک وغیرہ قیمتی ادویہ تیار شدہ

## امساک کی گولیاں

عورت کی خوشی نہ بزرگی دکان پر بچتی ہے اور نہ صراف کی دکان سے خریدی جاسکتی ہے۔ عورت کی خوشی مرد کی طاقت (امساک) میں پوشیدہ ہے۔ امساک سے کمزور سے کمزور دلہی زبردست زبردست عورت کو بھی اپنا مطیع اور فرمانبردار بنالیتا ہے۔ جن لوگوں کو عرض جائز کے لئے مسک دوا کی ضرورت ہو وہ ہماری تیار کردہ امساک کی گولیاں کا کوئمہ دیکھیں۔ کستوری اور مشک وغیرہ قیمتی ادویہ ان گولیوں کے قیمتی اجزاء کے ضروری جزو ہیں خواہ کتنا ہی گیا گدڑا انسان کیوں نہ ہو ایک گولی کے استعمال کر لینے سے کبھی ندامت کا سامنا نہیں ہوتا۔ فوائد کے لحاظ سے یہ گولیاں اپنا ثانی نہیں رکھتیں۔ بچہ مضیاد و بیش قیمت جسم کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے ہر عمر میں استعمال ہو سکتی ہیں۔ قیمت فی شیشی ۲۰ گولی صرف دو روپے محض لڈاک ۷۰

غلط ثابت کر کے کو مبلغ دس ہزار روپیہ نقد انعام اقرار نامہ شیشی کے ہمراہ بھیجا جاتا ہے

## روغن امساک

روغن امساک کمزور گلوں میں خون پہنچا کر حیرت انگیز قوت بخشتا ہے۔ محض لگانے ہی سے اس قدر قوت اور امساک پیدا ہوتا ہے کہ انسانی عقل و فک رہ جاتی ہے جو لوگ دوائی کھانا پسند نہیں کرتے وہ روغن امساک لگائیں۔ بوقت ضرورت اس کے لگانے ہی کمزوری اور ڈھیلا پن دور ہوگا۔ استعداد طاقت اور قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ تہذیب لکھنے کی اجازت نہیں دیتی۔ روغن امساک بیش قیمت ادویہ سے سائنٹیفک اصولوں پر بہت موثر و بڑی مدت میں تیار ہوتا ہے اس کے قیمتی اجزاء میں کشتہ چاندی، کشتہ برق اور کستوری شامل ہیں۔ روزانہ ڈاک میں بیشمار نفعی خطوط موصول ہوتے ہیں۔ روغن امساک جس نے بھی ایک بار استعمال کیا علم بھر کیسے اس کا ملاح ہو گیا۔ امساک کی گولیوں کے ساتھ روغن امساک کا استعمال سونے پر بہاگہ کا کام دیتا ہے قیمت فی شیشی صرف تین روپیہ محض لڈاک ۷۰

دونوں دوائیں اکٹھی منگوانے پر محض لڈاک صرف ۷۰ آنے

اس کے بیرونی استعمال سے فریقین کو وہ لذت حاصل ہوتی ہے کہ لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتی۔ طر فین پر یکساں اثر کرتی ہے جس سے باہمی محبت مضبوط ہوتی ہے۔ قیمت فی شیشی صرف دو روپے محض لڈاک ۷۰ جو اس کی خریدیوں کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔

## شامی ملدز

پکٹنگ ہمارے ذمہ محض لڈاک ہر خریدار آرڈر دیتے وقت اپنا کوہرہ صاف اور خوشحال لکھیں

ماڈرن کمپیکل ورکس۔ پوسٹ بکس نمبر ۲۱ لاہور

دکھانا پانی سناری ہیئتیں جس کے ہر لفظ سے اسنوٹوں کی دھاریں اور خون کے  
فوارے جاری ہوں۔

”کیوں جی تم تار تار کیلے؟“ میں نے پوچھا 124066  
”میرا نام پڑھنا ہے باپو“ 50795  
”کہو اس رات کیا گذری؟“

”باپو اس رات تھانہ والوں نے مجھے بند رکھا۔ دوسرے دن میرے بچے کی  
لاش کو سپتالی لے جا کر نہ جانے کیا کیا اور یہ انام لکھ کر مجھے چھوڑ دیا۔“

”مجھے تمہارے حال پر افسوس آتا ہے لیکن یہ بھی ایشور کی دہائے“

”ماں باپو آپ ٹھیک کہتے ہیں۔“ یہ کہتی ہی اس کی آنکھیں ڈبڑا پائیں  
”اب کیا کر دگی تم؟“

”بھیک مانگوں گی اور کیا کر دگی؟“

”اور اگر میں تمہارے لئے کوئی دوسری صورت پیدا کر دوں؟“

”نہیں کب چاہتی ہوں کہ بھیک مانگیں پھر وہ آپ کی بڑی کراہوگی“

میں پھر کچھ سوچنے لگ گیا۔ وہ میری طرف ہلکی ماند سے دیکھ رہی تھی۔ میرے

اسوی الفاظ میں نہ جانے اس کی کونسی امید بھر تھی کہ اس کے اداس چہرے میں مسرت  
کی ہلکی سی جھلک پیدا ہو گئی تھی۔ جیسے دھوپ کی حدت کھلائے ہوئے پھولوں  
پیشہ نم کی بوند پڑ گئی ہو۔

”دیکھو بدھیا تم بھیک مانگا چھوڑ دو۔ تم جوان ہو اور نو بصورت بھی  
تم عیسوی عورت کے لئے رو پڑ جاتی زندگی کا عذاب ہی ہے۔ ایسی نازک درانوں  
چہرہ کو اس لاپرواہی سے باز روں میں لیکر پھرنا سطرے سے خالی نہیں عزت و  
آبرو کے نام پر وقت گھات میں لگے رہتے ہیں گرم گھبرائیں میں تمہارے لئے  
کوئی اچھا اختتام کر دینگا“

اگر بدھیا شاعر یا ادیب ہوتی تو نہ جانے بلور یا زمندی کیا کچھ کہہ جاتی  
مگر اس کی آنکھوں نے زبان خاموشی جو کچھ کہا، وہ ایک شاعر یا ادیب بھی اس لئے  
تقریر میں نہیں لاسکتا۔ وہ میری طرف بھی پھٹا ہوا تھا۔ اس طرح دیکھ رہی تھی جیسے  
اس کو اپنی زندگی کی کرکٹ پلٹتے نہ رہا ہو۔ میں نے اپنی جیب سے پانچ روپیہ کا ایک  
نوٹ نکال کر بدھیا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”میں کچھتا ہوں کہ تمہارے کپڑے بالکل چٹے پڑنے میں اس روپیہ سے  
اپنے لئے کپڑے خرید لیتا اور کل اسی وقت مجھ سے ملنا۔ خیر اب تم جا سکتی ہو اور  
ماں تمہارے پاس کھانا لے گئے ہیں؟“

”ماں باپو! آپ تو ماں دیوتا! ایشور آپ کا بھلا کر لگا۔ یہ کہتی ہوئی وہ میرے  
تقریباً بی اور نو فٹ سے ہاتھ سے لیکر جلدی سے چوکھٹ پر جا کھڑی ہوئی۔

ایک کثیف اور تعفن آمیز رُوس کے جسم سے لگی کسیر سے کمرے میں پھیل گئی۔ وہ چلی  
گئی تو یہ زبان سے نکلا رخسار کہ بے آبروئی ہاتھ ہائے

جون سیڑھا صاحب کو لکھی میں میرا کڑا تھا وہ میرے پڑوسی تھے۔ ادنیٰ مال

منزل میں ان کی قیام گاہ تھی۔ سیڑھا صاحب فطرتاً زین میں واقع ہونے لگے اور وہ

میری بہت عزت کرتے تھے۔ جیسے میں نے بدھیا کی دروہری کہانی گوش گذار کی

تو وہ متاثر ہوئے بغیر درہ کے ادیب پر زور در خواست پر سیڑھا صاحب نے

بدھیا کو میوں کو کھلانے کے لئے ٹوکرا فی رکھنا منظور کر لیا۔ اس روز میں بہت

مسرور و شادمان تھا۔ گو ماں زندگی کی کئی عظیم الشان کامیابی سے ہمہ دوش ہو گیا

تھا۔ میں نے بدھیا کا بڑی میسر کے ساتھ انتظار کیا۔ رات کے تقریباً ساڑھے

فوجی وہ میری چوکھٹ پر آجوا ہوئی۔ لیکن راجہ وہ سکیپل بدھیا بدھیا بلکہ

میرے سامنے ایک صاف ستھری جوان عورت کھڑی تھی جس کے جسم سے کثیف اور

تعفن آمیز بدبو کی بجائے شہ پلوں کی خصوصی خوشبو نکل رہی تھی۔ اُنہاں اسبابہ

پاڑھ کی ایسی ساڑھی نے اس کے جوانی سے بھرے جسم کو کتنا دیدہ زیب

بنادیا تھا۔ اس کے گارڈ سینوں کا دلور اُبھار رہا۔ وہ شکیب کو پیغام شکست دے

رہا تھا۔ بھپاش آنکھوں میں کاجلی کی ہار کی تحریر تو ادھ بھی غصہ تھا۔ ہمارے

مغنی ہل بھی بڑی خوش بیٹگی کے ساتھ سنوارے ہوئے تھے۔ گویا چاندی کی ایک

پتیلی میں لکیر اس کے سر کے عین وسط میں کھینچ دی گئی تھی۔ جس کے دونوں طرف سیاہ

گھنیری زلفوں کی لٹیں چٹکی ہوئی تھیں۔ آج مجھے معلوم ہوا کہ بھکاریوں کو

بھی سڑکار کا سلیقہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس کا نام بدھیا تھا اور اس طرح وہ نام ہی

میں اس کی زندگی اور زندگی کی معاشرت موجود تھی۔ اگر اس حال میں کوئی

اس کو دیکھتا تو یقیناً اس کا نام روپ کاری رکھ دیتا۔

”تم آگئیں بدھیا؟“ میں نے سسکے ہوئے اس کا خیر مقدم کیا

”کیوں نہ آئی؟“ اسی کی گنگو کا انداز بدلا ہوا تھا

”چند بدھیا تم درجہ سنا جانتی ہو گی کہ میں نے متیں کیوں بلایا ہے تو میں نے متیں اپنے سیدھے صاحب کے گھر کو لائی رکھوا دیا ہے۔ سیدھے صاحب بڑے شریف آدمی ہیں۔“

”اور اُس سے زیادہ شریف کپ خود میں گروہ رہتے کہاں ہیں؟“ یہ کہتی ہوئی بدھیا میرے بالکل قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔

”اسی کو متی ہی اور پرہتے ہی۔“

”اور کہاں آپ جتے ہیں؟“

”ہاں۔“

”ہم دونوں بیک وقت مسکرا پڑے۔۔۔ دہانے کیوں اس کے بعد میں بدھیا کو سیدھے صاحب کے پاس لے گیا اور وہ کچھ ٹھیک کر لیا۔ بدھیا بہت زیادہ خوش تھی اور اس سے زیادہ میں خوش تھا۔

ایک مہینہ گزر جانے کے بعد میں نے عکس کیا کہ بدھیا مجھ سے اتنی مانوس دینے لکھ ہو چکی تھی کہ ہمارے درمیان کوئی حجاب باقی نہ رہا تھا۔

ہر بار جب ہماری نگاہیں چار ہوئیں بدھیا نہایت بے ہوشی سے مسکراتی، اب بدھیا کا مٹی شاپ سفائی اور آسائش کی وجہ سے اور بھی نکھر گیا تھا اس کی صحت میں جیت کی تیز رفتاری ہو گیا تھا۔ گورے تجربے میں گلابی خون کی جھلک محدود جاکش نظر آتی تھی اس کی چال میں قیامت کی شونجی پیدا ہو چکی تھی نہ معلوم ہر رنگین ستارے میری نگاہیں دیکھ سکتی تھیں یا دوشروں کی بھی جبر و زور سے میں نے بدھیا کی تیرنیوں کا بغور مطالعہ کیا تھا۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئی تھیں۔ دریں سے نکھو بیسی آنکھوں میں کستاب لذت کینے کا عادی ہو گیا تھا۔ میرے جذبات و عسوسات میں جو بے چین کر نیوالی شنگی پیدا ہو چکی تھی۔ اس کو بدھیا اور مرث بدھیا کر سکتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ میں بدھیا کی طرف پہلے سے کہیں زیادہ متوجہ ہو گیا تھا۔ ہاتھوں ہی ہاتھوں میں کبھی کبھی ملنا ملاز اس پر ظاہر کرنے کی کوشش کرتا جس کو وہ دانستہ یا نا دانستہ پر نظر انداز کر جاتی۔ میں جو کچھ اس کو سمجھانا چاہتا تھا اس کو سمجھنے کے لئے وہ تیار نہیں معلوم ہوتی تھی۔ میری تیریاؤں میں ہوس و نفس کی چٹکاریاں گوند گوند

تھیں اور میرے دل کی پٹھانوں میں دہمی دہمی لگ سگئی تھی، جذبات جوتی کی ہنگامہ خیزوں نے میرے ایمان میں لغزش پیدا کر دی

ایک روز بدھیا محل سے زیادہ بن کر سیدھے صاحب کے نقشہ کو گز میں لے کر میرے کمرے میں پہنچی اس وقت میں پانگ پر لیٹا ہوا کسی نازہ

رسلے کی اور لائی گرائی کر رہا تھا۔ بدھیا پر جو نظر پڑی تو مجھ کو گرہ لگی۔ اس کے سر پر چرس کی باتھ رومی تھی اور اس کی رنگ گل میں جوتی سالن سے دی

تھی جھلک شگبک دامن دیر سے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

اس اس نے کڑوٹی جذبات لے انگریزائی

”بدھیا میرے قریب آؤ، میں نے معنی خیز انداز سے دیکھ کر کہا۔

کیا تم کنویر بالو؟ وہ مسکراتی ہوئی۔۔۔ میرے خرمین جذبات پر کھلی گرائی ہوئی میرے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔

”تم مجھے اتنی اچھی کیوں لگتی ہو؟“

”چونکہ میں بہت بُری ہوں۔“ بدھیا نے کہا

”میں جو کچھ کہتا ہوں تم سمجھ کر بھی نہیں سمجھتیں۔“ یہ کہہ کر میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر زور سے دبایا۔

”میں ایسی ہی کنویر بالو،“ یہ کہہ کر اس نے ہاتھ چھڑا لیا اور چلی گئی

میری نگاہیں اس کا دوشک تعاقب کرتی رہیں۔ جب میں نے اپنی اڑ خود رنگی پر غور کیا تو مارے شرم کے میں اب ہو گیا۔ نہ جانے بدھیا نے اپنے دل میں کیا کیا جوگا۔

اس واقعہ کے بعد میں کئی روز کلاس سے نگاہیں پار کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔ جب بھی بدھیا میرے سامنے آتی میں نہ منہ دوسری طرف پھیر لیا کرتا

بارود میرے کمرے میں بھی آئی لیکن میں نے اس کا طرف دیکھنا تک نہیں اور وہ حجب چاہ چلا گئی، ایک دن میں دفتر سے شام کو واپس ہوا تو دیکھا کہ بدھیا بہت اداس بیٹھ جوتی تھی۔ وہ کسی گہری سوچ میں پڑی تھی، جوں ہی اس کی نظر

مجھ پر پڑی، میں نے نظر ہٹا لی اور سیدھا اپنے کمرے میں چلا گیا، مجھے اپنا دل جو جھل سا محسوس ہوتا تھا اور کسی نا معلوم گر پریشان کن الجھن میں مبتلا تھا

ابھی یہ کہہ کر سے تین دن کے بیچا ہی تھا کہ بدھیا میری چوکھٹ پر آ کر کھڑی ہو گئی



لوگ سمجھتے تھے کہ وہ ماں کے پیٹ ہی ایسا پیدا ہوا ہے  
وہ خود بھی بہت دین لینے آپ کو لا علاج مریض سمجھتا تھا  
ہر دیکھنے والا اُس کو جوانی کی خفیہ طاقت محروم جانتا تھا  
خود اُس کی بیوی کو یقین تھا کہ وہ ہمیشہ اولاد محروم رہیگی  
ڈاکٹروں نے اُسکی بیماری کو بُرائی بیماری سمجھ کر جواب دیا تھا  
اس کے دوست اس کا کہنا کرتے تھے کہ تو کبھی مرد نہیں ہو سکتا

## اُسے صرف جریان کی بیماری تھی

وہ عورت سے دور بھاگ گیا تھا اور جوانی کی لذتوں سے قطعی مایوس ہو چکا تھا۔ مردانہ طاقت اُسے جواب دے چکی تھی۔ جوانی کی اُننگیں اور خفیہ قوتیں اس کا ساتھ چھوڑ چکی تھیں۔ وہ اولاد سے محروم تھا۔ دوستوں کی پر لطف صحبتوں سے بچتا تھا۔ مگر نہیں جانتا تھا کہ اسے جریان کی بیماری ہے۔ دوسرا مرض نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ سر کے درد اور جگر کی کمزوری اور دل و دماغ کی کمزوریوں کو نزلہ اور معدہ کا فساد سمجھتا رہا۔ اس نے شرم کے مارے کبھی کسی ڈاکٹر سے نہیں کہا کہ اُسے جريان کی بیماری ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا مرض ترقی کر گیا۔ اور پیشاب کرتے وقت یا پیشاب کے بعد یا خاص وقت پر اُسے محسوس ہوتا تھا کہ اس کی خفیہ قوت پانی کی شکل میں بہہ رہی ہے۔ آخر کار جب وہ موت کی دعائیں مانگا کرتا تھا تو ایک روز اُسے ایک اعلان نظر آیا۔ چنانچہ اُس نے جوہر اعظم دوا منگا کر استعمال کی۔ اس کی حیرت کی کوئی انتہاء نہ رہی۔ جب اُس نے دیکھا کہ جس بیماری کا علاج بڑے بڑے حکیم ڈاکٹر نہ کر سکے اُسے جوہر اعظم کی صرف ایک شیشی نے اچھا کر دیا۔ اور پیشاب سے پہلے یا پیشاب کے بعد یا بوقت..... سفید قطرہ گرنا بند ہو گیا۔ اس کے اگلے سال ہی وہ ایک خوبصورت بچہ کا باپ تھا۔ لوگ اس کی حیرت انگیز تبدیلی پر تعجب کر رہے تھے۔ اور وہ اپنے دوستوں میں بیٹھا ہوا "جوہر اعظم" کے اثر کی تعریف کر رہا تھا۔

جوہر اعظم وہ دوا ہے جسے ۱۸۳۵ء کے مقابلہ ادویہ میں ملک کی ایک معتد رانجن نے جريان کی سب سے زیادہ اچھی اور جلد اثر کرنے والی دوا تسلیم کیا ہے اور ملک سے پُر زور الفاظ میں اس کے استعمال کی سفارش کی ہے۔ اس دوا کے استعمال سے جريان کی بیماری فوراً دور ہو جاتی ہے۔ جو لوگ اس مرض میں مبتلا ہوں اور شادی کے بعد..... ناقابل ہوں یا شادی ہو چکی ہو اور اپنے اندر کمی محسوس کرتے ہوں یا پیشاب کے وقت سفید قطرہ گرتا ہو۔ انہیں یہ دوا استعمال کرنی چاہیئے تاکہ وہ خوشی کی زندگی سے محروم نہ رہیں۔

مینجر زمانہ دوا خانہ بی۔ ایس۔ دہلی کے پتہ پر خط لکھ کر جوہر اعظم دوا منگائی جاسکتی ہے۔ ایک شیشی کی قیمت تین روپے۔ مینجر زمانہ دوا خانہ بی۔ ایس۔ دہلی کے پتے پر۔ دوا منگوانے والے اس دوا پر عام فائدے کے خیال سے معافی۔

# جَبّات کی تاریکی میں پرشرمندگی کا پہاڑ ٹو پٹے

جَبّ کوئی جوان آدمی اپنے کو جوان نہ سمجھے  
جَبّ کوئی مرد عورت سے ڈرنے لگے

## سارے چاروں کی دوا معجون

آپ کو یہ سنکر تعجب ہوگا کہ کشمیر کی پہاڑیوں میں ایک خاص قسم کی بوٹی دریافت ہوئی ہے جسے ماہرین نے قوت مردگی کے لئے حیرت انگیز پایا ہے۔ اور تجربہ میں یہ پہاڑی بوٹی عجیب و غریب ثابت ہوئی ہے۔ کمزوروں اور نامردوں کے لئے تو یقیناً جا دو کی طرح کام کرتی ہے۔ اور پندرہ دن میں دوبارہ مرد بنا دیتی ہے۔ اب یہ بوٹی دوا کی شکل میں تیار کر لی گئی ہے۔ اور اس کا نام معجون کا کشمیری رکھا گیا ہے۔ اسے اکثر بے بدولت و دھڑا دھڑا فرخت ہو رہی ہے۔

صرف ایک پیسہ خرچ ہوگا پس جب کسی مرد کی مردانہ طاقت کمزور ہو جائے۔ جب عین وقت پرشرمندگی ہونے لگے اور قوت باہ کی کمی کو پھر پورا کرنا چاہے۔ جب کوئی مرد اپنی شرمندگی کی وجہ سے خود کچن کا خیال کرنے لگے۔ جب کوئی مرد اپنی خاص کمزوری جس کے بعد پھر کا یا پلٹ ہو جائے گی۔ پھر نو جوانی کام کرنے لگے گی۔ پھر وہی مایوس مرد اپنے بدن میں بجلی کی سی تڑپ اور امنگ محسوس کرنے لگے گا۔ پھر اس کا جی چاہے گا کہ کوئی اس سے محبت کرے۔ اس کی طرف دیکھے۔ اور اس کی نوجوان سناؤں کی آغوش میں آجائے، اور وہ... یہ علاقہ ہے ہندوستان کی سب سے بڑی دوا "معجون کا کشمیری" کا استعمال جس نے ہر مقوی دوا کے مقابلہ پر اسنا سکھ جالیا ہے اور جس کی ایک ایک خوراک مریض کے جسم میں جوانی اور شباب کا سرچ اور اصل جوش پیدا کرتی ہے۔ ہر خوراک سے مریض خود محسوس کرنے لگتا ہے کہ وہ کیا تھا اور اب جوانی کتنی تیزی سے اس کے جسم میں واپس آرہی ہے۔ دوا "معجون کا کشمیری" کی تیاری میں کشمیر کی ایک پہاڑی بوٹی شامل ہے۔ اور یہ کام کشمیر اسی کی بدولت ہے۔ ناکارہ مرد اور وقت پرشرمندہ ہو جانے والے انسان کے لئے یہ دوا سب سے بڑی دولت ہے اور کئی سال سے ہندوستانی مارکیٹ میں اپنا سکہ جا رہی ہے۔ اگرچہ ایک شیشی کی قیمت چار روپے سات آنے ہے۔ لیکن اس کو ملک کے گوشہ گوشہ تک پہنچا دینے کے لئے ایک مختصر عرصہ تک صرف ایک روپیہ قیمت لی جا رہی ہے۔ اور یہ قیمت قطعی مفت برابر ہے۔

بہذا اعلان کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی مرد یا عورت جو چکا ہو کثرت جماع یا بچپن کی بے احتیاطی یا کسی مرض کے باعث جوانی کی خاص طاقت کمزور ہو گئی ہو یا وقت پرشرمندگی ہوئی ہو یا عمر کی زیادتی کے سبب کمزوری محسوس ہوتی ہو تو ایسے ہی لوگوں کے لئے دوا معجون کا کشمیری بہترین علاج ہے اسے چاہئے کہ وہ

منجھرنانہ دوا حسنہ بی ایس دلی کے پتہ پر خط لکھ کر ایک شیشی دوا "معجون کا کشمیری" بذریعہ دی۔ پی پارس میں "معجون کا کشمیری" کی پوری شیشی اُسے دیدی جائے گی۔ ایک مریض کو اس رعایتی قیمت میں صرف ایک ہی شیشی دی جائے گی زیادہ نہیں، ہاں! اس کی اجازت ہے کہ کئی مریض مل کر ایک ہی پارسل میں کی شیشیاں منگالیں۔ کیونکہ اس طرح محصول بھی کم خرچ ہوگا۔

میں اس قدر شکست دل اندر شرمزدہ ہو چکا تھا کہ مجھ سے اس کا حال پوچھا دیا۔ اس کی آنکھ کے کٹورہ میں گرم گرم آنسو جھپکے ٹپکتے۔ دوسری بار جب میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ جہاں پہنچی تھی۔ اہ امیر الہیو کٹ گیا۔ آخر بدھیا کے نازک درختوں کو لیا کہ پہنچا تھا کہ وہ اپنی حسین آنکھوں میں آنسو بھر کر کافی اور بکائی۔ میں نے کہوں نہ اس کا دکھ معلوم کیا۔ اس نے اپنے دل میں مجھے کہنا کٹھن اور خود غرض سمجھا ہوا۔ وہ رہ رہ میرے دل میں کسک سی پیدا ہو رہی تھی اور میں خود کو کوس رہا تھا۔

اسی رات کسی نے بارہ بجے میرے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے پوچھا "کون ہو تم؟" اونٹانی میں ہیں۔ اسی دروازہ بدھیا کی تھی۔ میں نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا

وہ اندر آئی اور اندر سے خود ہی دروازہ بند کر لیا۔ وہ نہایت بے تکلفی کے ساتھ میرے پیڑ میں بیٹھ گئی اور بھڑائی ہوئی آواز میں بولی "کشتور ہا لو آپ مجھ سے ناراض کیوں ہو گئے؟"

"میں ناراض تو نہیں ہوا"

"پھر آپ مجھ سے بڑے کیوں نہیں میری طرف دیکھتے کیوں نہیں؟ یہ کہتے ہوئے اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور میرا ہاتھ کو دنگا۔

"میں نے سمجھا کہ میں اس روز کی بات نہیں بری ہو گئی ہو۔ میں نے آپ کی سے کہا وہ تو میں بولتی چلی گئی تھی اور آپ بڑا مان گئے کشتور ہا لو آپ کو کس طرح سمجھاں کہ مجھے آپ کتنا پریم ہے۔ میں تو آپ کی داسی ہوں۔ میرا پریم، میرا تمام اور میرا ایمان سب کچھ آپ کے چروں میں حاضر ہے۔ آپ تو کہتے آجے ہیں ہر حال میں میرے لئے کچھ نہ کچھ اچھا ہی کریں گے"

میں نے پٹ کر دیکھا تو بدھیا کی آنکھوں سے آنسوؤں کے کنارے بندھ گئے تھے میں نے اپنے رومال میں اس کے آنسوؤں کو جذب کیا۔ اس کیس چار بڑی ہیں اور دو دلوں نے ایک دوسرے کی دھڑکنیں سی لیں اس نے پیار مجھے انداز میں اپنا سر میرے شانے پر رکھا یا اور میں نے اس کو اپنے آنسوؤں میں سمجھا لیا اور تے اس کے گلہ بڑھو توں کو چوم لیا اس وقت میں نے دیکھا کہ اس کے نبوں پر ایک شہابیہ لنگر تھم چلا رہا تھا اس کو غلامی میں دنگا دے گئے تھے۔ جیسے کوئی نازک سی کالی چمک کر پھول ہو گئی ہو۔

مثل مشہور ہے کہ عشق اور شگ جھپٹے نہیں جھپٹا میرے اور بدھیا کے باہمی تعلقات کا سارے محلے میں چرچا ہو گیا اور یہ بات سیدھا صاحب کے کانوں میں بھی پہنچ گئی۔ سیدھا صاحب نے بدھیا کو نوکری سے درخواست کو لیا اور ایک بہادر و صبور لڑکے کو مقرر کر دیا۔

مجھے معلوم تھا کہ بدھیا کے اندر فطرت کی ایک عظیم امانت انشور و ناپا رہی تھی، گرمی اس کے لئے کچھ نہ کر سکا۔ اسی قدر نہیں بلکہ معذور سے عورت کے بعد بدھیا اور اس کی محبت زندگی کی ایک بھولی مہری کہانی ہو کر رہ گئی۔

جوانی کی بدلتا ہوئی کال شہر تو میں ہو رہی تھی اکیلا ایک باش طبیعت دست کی باتوں میں اگر اس کے ساتھ بازاری جی کی طرف سے نکلا۔ بدھیا بیٹے شان اہتمام کے ساتھ ان موجود تھی۔ عقد و نفرت سے ہونٹا لیکر اس نے میرے من پر ہتھوڑک دیا۔

میں اکیلے فساد نگار ہوں اور فساد نگار بھی وہ جس کا احساس عورت کی عظمت سے ہمہ زیادہ نازک ہو۔

\* \* \* \* \*

ہندوستان بھر میں بیوس صدی کے پانچا کیسی ادبی رسالوں اور سنسکرت میں سالانہ چند اشاعتیں جواور مستقل فریڈرل کو تھیں ویسویا و چند پریساں بھیر کام لائبریری کے علاوہ تین خاص پریساں ملوث تھیں اور انسانی نمبر بھی دیتا ہو بیوس صدی کے عالم ہند میں بھی پانچ پانچ اور چھ چھ ویسویا لاند چندہ واحد رسائل سے زیادہ معنائیں ہوتے ہیں۔ ایک تہ تحقیقت یہ تمام موجودہ اردو رسائل سے صفحات کی تعداد میں، دلکش تصویروں کی خصوصیت میں، اعلیٰ اور مفید مضامین کی حیثیت میں رسالوں بیوس صدی کے زیادہ شاندار اور سب سے زیادہ مفید ہے۔ آپ کی ذات سے توقع ہے کہ آپ صرف خود بیوس صدی کی سرپرستی قبول فرمائیں گے۔ بلکہ اپنے حلقہ احباب ان میں بھی اس کی توسیع اشاعت کریں گے۔ بیوس بیوس صدی بیرون شاہ عالمی دروازہ لاہور

## کیف انتظار

از مختصر صفیہ عنتا دارول،

موسم گل کہ خواب فردوسیں! | چاند تاروں سے بھی کہیں فریں!  
 راگ فطرت نے کیا الایا سے! | نغمہ آہ بشارت سے شیریں!  
 آہ بھی جاؤ کہ موسم گل ہے! | گلن جاگا ہے گلستانوں کا!  
 جلوہ، نازاں ہے دستانوں کا! | گل و بلبل کی داستانوں کا!  
 آہ بھی جاؤ کہ موسم گل ہے! | ایک دنیائی بنائیں گے۔  
 رنگ و بو سے اُسے سجائیں گے! | چھید دینگے رباب دل اپنا  
 نغمہ نو بہار گائیں گے۔! | آہ بھی جاؤ کہ موسم گل ہے!  
 ان لگا ہوں کو اب قرار نہیں! | شوق پیہم پہ اختیار نہیں!  
 کاش! تم آہ! تم چلے آتے! | ورنہ کچھ لذت بہار نہیں!  
 آہ بھی جاؤ کہ موسم گل ہے!

## مرج عشق

از جناب مرزا نصاری گنوری

اُسی دیار میں پھر آج جا رہا ہوں میں

جہاں ہواؤں سے مسرتیاں برستی ہیں | جہاں ہواؤں سے موسیقیاں برستی ہیں  
 ہر ایک ذرہ جہاں کا ہے طور در آغوش | مئے جمال سے ہر ذی شعور ہے مدہوش  
 جہاں کی خاک سے پیدا ہوں سینکڑوں منھوں | جہاں سجود میں آئے نظر سر مغرور  
 جہاں کی خاک ہنسنے سر مٹھ صفحاں پر | جہاں کی خاک سے روشن ہو دیدہ اختر  
 شراب عشق کے ساغر لڈھائے جا میں جہاں | جناب زلزلہ و اعظم بناٹے جا میں جہاں  
 جہاں مریض محبت سکون پاتا ہے | جہاں فراق زدہ دل بھی مسکراتا ہے  
 جہاں یہ روز تماشے دکھائے جاتے ہیں | بیگ کہ شمع جہاں دل بولے جاتے ہیں  
 جہاں کی خاک محبت کا درس دیتی ہے | ہر اک کا دامن دل بڑھکے تھام لیتی ہے

اُسی دیار میں پھر آج جا رہا ہوں میں

# بال کالا کرنے کی کھانے کی دوا

## ایک نہایت ہی کامیاب علاج

سفید بالوں کو ہمیشہ کے لئے کالا کر دینا اور آئندہ کالا بال رکھنا بہت آسان ہو گیا۔ لنگانے کا خضاب سفید بالوں کو صرف ایک ہفتہ کے لئے کالا کر سکتا ہے اور پھر سفیدی آجاتی ہے لیکن تحقیقات کے بعد اب ایک ایسی عجیب و غریب دوا ایجاد ہو گئی ہے جس کے کھانے سے سفید بال کالے ہو جاتے ہیں اور پھر کالے ہی رہتے ہیں۔ کیونکہ بالوں کی جڑیں تک سیاہ ہو جاتی ہیں۔ اس دوا کا نام کیشول ہے۔ تجربہ سے یہ ثابت ہوا ہے کہ دوا کیشول کے صرف ایک ہفتہ استعمال کر لینے سے ہی سفید بالوں پر سیاہی پھیلنے لگتی ہے اور پورے شیشی کیشول کی استعمال کرنے کا مطلب ہے کہ بال کالے بھی ہو جائیں گے۔ اور آئندہ کالے ہی بھکیں گے۔

چار روپے میں تمام بال سیاہ ہو جائیں گے (دوا کیشول قطعی بیضر ہے۔ عام طور پر لوگ اسے کھانے کا خضاب کہنے لگے ہیں۔ اور یہ کسی حال میں استعمال کرتے ہوئے کو نقصان نہیں کرتا۔ دنیا میں اس سے بہتر خضاب شاید آپ حاصل نہ کر سکیں گے۔ ایک شیشی کیشول جو ایک ضرورت مند کے لئے قطعی کافی ہے کی قیمت چار روپے دو آتے ہیں۔) منجہ زمانہ دوا خانہ بی۔ ایس۔ دہلی اس معمولی رقم میں آپ اپنی ضرورت کا ایک لاکھ لاکھ حاصل کر لیں گے۔ کیونکہ اس دوا کے استعمال کے بعد لنگانے کے خضاب کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ بال از خود کالے بچھنے لگتے ہیں۔

## دمہ کا ایک ہی علاج ہے

اور وہ آسان کامیاب ہے کہ آج تک اس کی شکایت سننے میں نہیں آئی۔ ضرور ہے کہ دمہ کا مرض بہت مشکل سے جلتا ہے۔ لیکن اس مرض کو علاج قرار دینے میں بعض اطباء نے غیر ضروری سے کام لیا ہے۔ ہندوستان میں جو لوگ دمہ کے مریض ہیں وہ صرف ایک شیشی دوا سانسول استعمال کر کے دیکھ لیں۔ انہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ دوا سانسول دمہ کے مرض کو کسی آسانی کے ساتھ دور کر دیتی ہے۔ اس دوا سے بٹھے بٹھے پرانے مریضوں کو صحت حاصل ہو گئی۔ پس جس مریض کو دمہ کی تکلیف ہو اسے فوراً دوا سانسول استعمال کر لینی چاہئے۔ دوا مرض بالکل جاتا رہیگا۔ اور پھر کبھی سانس کا دورہ نہ پڑے گا۔ سانسول کی ایک شیشی ایک روپیہ چھ آتے ہیں

منجہ زمانہ دوا خانہ بی۔ ایس۔ دہلی ۳ روپے دہلی منگا لیجئے ایک شیشی پر محصول سات آئے۔ تین شیشیاں ایک ساتھ منگائے پر محصول سٹا نوٹ۔ یہ سانسول سچی عجیب دوا پر غور ہے کہ اس کی ہر خوراک اثر کرتی ہے۔

## ادھر دودھ پلایا اور ادھر....

جن عورتوں کے ہاں ہر سال بچہ پیدا ہوتا ہے وہ ایک عجیب مصیبت میں پھنس جاتی ہیں یعنی بچوں کو مسلسل دودھ پلانے سے عورت کا سینہ بڑی عورتوں کا سا ہو جاتا ہے۔ اور شرباب (یعنی پستان) بچے کو ڈھک جاتے ہیں۔ اور ان میں نرمی پیدا ہو جاتی ہے اس حالت سے مرد کو بہت نفرت ہوتی ہے۔ جو ان عورت کو اس خطرہ کی طرف خاص توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس خرابی سے اس کی ظاہری نمائش میں بھی بہت کمی ہو جاتی ہے۔ ہر عورت کو اپنی تندرستی اور جوانی کی حفاظت ضروری ہے۔ ایسے مرض کی بیاہ عورتوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ دوا بریسٹین کو اگر ایسے نرم ہو جائے اور بچے کو ڈھک جائے دے شرباب (یعنی پستان) پر لگا جائے تو پھر ادھر نو ان کی رگوں میں تازگی آجاتی ہے۔ اور پھر وہ گول اور سخت ہو جاتے ہیں۔ ایک شیشی بریسٹین کی قیمت چار روپے پندرہ آئے محصول ڈاک ستائے لگتا ہے۔ سینکڑوں عورتوں نے اس دوا سے فائدہ اٹھایا ہے۔

منگائے کا پتہ۔ لیڈی ڈاکٹر زمانہ دوا خانہ بی۔ ایس۔ دہلی ۳ روپے دہلی

# عورت ہرقت سفید پانی

جب عورت سیلان الرحم کے مرض میں مبتلا ہو جاتی ہے تو اس کے خفیہ جسم سے ہر وقت یا کبھی کبھی سفید پانی (سیدار سفید رطوبت) خارج ہونے لگتی ہے۔ یہ مرض عورت کی جوانی کے لئے زہر ہے۔ اور اس کا فوراً علاج کرنا ضروری ہے۔ ورنہ رفتہ رفتہ عورت کی جوانی ختم ہو جاتی ہے۔ وہ سفید پانی دراصل جوانی کا جوہر ہوتا ہے۔ پس اگر کسی عورت کے خفیہ جسم سے سفید رطوبت وقت بے وقت خارج ہوتی ہو اور ہر وقت جسم میں ایک تکلیف اور بے چینی محسوس کرتی ہو تو اسے چاہیئے کہ سب کام چھوڑ کر اس کا فوراً علاج کرے۔ اس کی ترکیب یہ ہے کہ

لیڈی ڈاکٹر زمانہ دوا خانہ بی۔ ایس دہلی کے پتہ پر خط لکھ کر ایک شیشی اس دوا کے استعمال شروع کرنیکے تیسرے ہی دن اگر سفید رطوبت بکلی بند نہ ہو جائے تو ہمارا ذمہ۔ پوری شیشی استعمال کرنے کے بعد عورت کا اندرونی جسم (رحم) بالکل بند ہو جاتا ہے۔ سفید رطوبت کا اخراج بھی بند ہو جاتا ہے۔ اور عورت اپنے اندر جو جوانی اور جوانی کی انگ محسوس کرتی ہے۔ آرمودہ مجرب دوا ہے۔ اور ہزار ہا عورتوں کو تندرست کر چکی ہے۔ ایک شیشی دوا "روک" کی قیمت تین روپے ہے اور بذریعہ دی پی پائل منگالیجئے۔ سات آنے محصول لگتا ہے



مختلف غذاؤں میں سے پختہ تازہ پھل بہترین غذا ہیں انکی غذائیت نہایت آسانی سے اور بہت جلد جذب ہونے کی جاتی ہے۔ ان کے دوسرے حصے میں پھوپھو کی بہت جلد خون میں تبدیل اور جسمانی طاقت و قوت کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ اس بارے میں دوسری غذائیں پھلوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ یہی وجہ ہے کہ روزمرہ کھانے میں کوئی نہ کوئی پھل شامل کرنا بہتر سمجھا جاتا ہے۔

پھلوں میں اجڑے لٹائے سبجیوں کی، نباتاتی تیزاب (معدنی نمکیات، خام نباتاتی ریشہ، مرکب پھیر و زائی، روغن اور حیاتیاتین و ملائم) پائے جاتے ہیں۔ غذائیت نوان میں سے یہ کہیں ان کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ قدرتی طبعیت میں بعض دوسرے تازہ اور بیماریوں کے حملہ کو روکنے میں جسم نمائی کی وید میں کئے ہوئے غذائیت پھل ہم پہنچاتے ہیں۔ اس کی نظیر قدرتی کسی دوسری شے میں دکھائی نہیں دیتی باطنانی تحقیق مختلف موٹوں میں مختلف پھل دیکھا کرتا ہے۔ جن کی تعداد

بہت بڑی ہے۔ ان پھلوں میں سے مختلف عرول اور صحت و مرض کی مختلف حالتوں کے لئے مناسب روزانہ پھلوں کا انتخاب ہو سکتا ہے، بچے، بڑے، بوڑھے، بیماریاں کو روکنے اور بخور دینے کے لئے، سب ہی پھلوں کو منتخب کھاتے ہیں اور اگر کوئی محتاج کسی کھانے کھانے کی ہدایت کرتا ہے تو ایسا شخص رضا و رغبت سے اس کی تعمیل پر تیار ہو جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ پھلوں کی شکل و صورت اور خوشبو اور کھانے والی کو اچھا لگتی، دماغ و طبیعت کو خوش و خشنی اور اشتہا پیدا کرتی ہے کوئی آدمی دکھائیے جو خوشگوار تازہ پھلوں سے متفر ہو۔ اگر کوئی قسمت کا مارا ایسا نکل آئے تو سمجھ لیجئے وہ پیش از وقت کچھ بعد میں سونے کی فکر کر رہا ہے وہ ایک ایسی اعلیٰ نعمت محروم ہے جو قدرتی نعمت بخشنے اور غذائیت دینا کرنے کے لئے مقرر

پیدا کر رکھی ہے۔

قدرت کے کارخانے بھی کیا عجب ہیں۔ پھلوں میں جو غذائیت پائی جاتی ہے، وہ جو شکل کے عمل سے ایک حزنک پسے ہی مضہم شدہ ہوتی ہے یعنی نشا سہ کے اجڑا سٹھاس میں تبدیل ہو جاتے ہیں جنہیں کثرتی اصطلاح میں (LEVULOSE) یوزیو کہتے ہیں۔ یہ شکل ایسی تھمے جسے مضہم کرنے میں مدد پر بہت کم ہار پڑتا ہے۔ انکو میں ۱۴ سے ۲۰ فیصدی (ایم پیس) کیس میں تقریباً ۲۰ فیصدی اور بچہ کھچوٹ میں ۲۰ فیصدی ایویو یوس پائی جاتی ہیں۔

پھل مضہم کے معاملے میں گوشت، اناج، انڈوں وغیرہ کی طرح محد بہ بار نہیں جوتے۔ یہ سب غذاؤں سے زیادہ زود مضہم ہوتے ہیں اور جو لوگ سو مزہم وغیرہ میں مبتلا ہیں، ان کے لئے مضہمیت مفید ہیں۔ اگر آپ قبض کے شکی ہیں تو صبح و شام تازہ پھل کھائے دیکھئے مثلاً آم، ناشپاتی، انگور، انجیر و سیب، سنگرتے، مالٹ وغیرہ۔ یاد رکھئے ان پھلوں میں کئی سا پھل رفع قبض میں انا مضہم ہے کہ کسی دھماکے کی سا۔ یہ محبوب لذت اور جلد سیالی مرکبات مسہل بھی مفید نہیں ہو سکتے جب جلاہی خارش، احموتے، پھنسیاں، کینا، مہاسے اور سوزش وغیرہ ہو تو پھل بہترین مصفی خون کا کام دیتے ہیں۔

پھلوں میں زیادہ تر تین قسم کے تیزاب پائے جاتے ہیں۔ ایک سلیبک لیٹ (CITRIC ACID) جسے حاملہ میوئی کہہ سکتے ہیں۔ دوسرا مالک ایٹڈ (MALIC ACID) یعنی تیزاب سیبی یا حامض تفاحی تیسرا طارنک لیٹڈ (TAR TARICACID) یعنی حامض طاری جو اہل پائیا جاتا ہے۔ ان تیزابوں میں غلظت ایک جہ کی ملتی ہے تو ایسی موجود ہیں۔ استعمال اور غلظت میں

ایک بلاناٹھ یہ سچہ کہ بعض دوسری خدائیں کما کما ملان کو دیکھتے ہیں جس کو  
 کہے کہ ہم میں تیرا نسبت یا بعض مضر معانی مانے تیرے جو جانتے ہیں، لوگوں کو کام  
 عقیدہ ہے کہ میں خودی میں تیرا کیا نسبت پیدا کرتے ہیں لیکن یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ تیرے  
 شادیت پہل پہل ہم میں ہے نیز امانی مادے خارج کرتے ہیں منافع الاصلہ کا نیز  
 کہ کہ جب پہلوں کے تیرا یہ ہم میں پہنچتے ہیں تو ان سے بعض کھاری مرکبات پیدا  
 ہوتے ہیں جن سے خون میں کھاری ہی بڑھ جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ مناسب  
 پہلوں کے کمانے سے ہم میں تیرا نسبت یا کھاری ہی کا صحیح توازن قائم رہ سکتا  
 ہے۔ اسی بنا پہل بہترین بعضی خون سمجھ سکتے ہیں۔

پہلے ہی جنگیں کیا یا بعد فی الجہات کیا ہے۔ ان میں اچھے ہیں  
نولاد، پورن، پشمالی، اصفہان، سفورک، لیلہ، حفریہ، جہا، اجہ، سوہان، بدنی  
کی تقریر اور انہیں یہ حالت صحت میں رکھنے کیلئے خود مرضی ہو۔ یہ جب تک  
موجود ہیں، اسی وقت بدنی انہیں پاس رکھتے۔ زردی، سفیدی، دھما،  
وقت پیدا ہوتی ہے، بہت خون یا نالہ کی کٹھی مقدّم ہو جاتی ہے، یہ محققوں کا  
اظہار ہے کہ سترہ سو شخص کثرت میں یا وسطاً عالم گریں نولاد موجود ہوتا ہے  
اگر ہماری دوزخ ہو کہ خدا کی عجز انہوں میں سے دوزخ و زندگی کی  
کمی لہجہ نہ ہو کہ تو ایک سرہا ہی میں نولاد کا تناسب نصف گھٹ مبالغہ کیا۔  
جس کے یہ معنی ہیں کہ ہمارا نصف خون کم ہو جائیگا۔

بھیلوں میں فولاد کا ہر سا چھانچا عامہ موجود ہوتا ہے۔ پھر یہ فولاد جس سمت  
میں پایا جاتا ہے وہ بہتر یہ طریق سے جزو بدن میں ہوتا ہے۔ ذوالی فولاد وادات کی  
صورت میں ہو تو فولاد ہوتا ہے۔ اس میں جزو بدن بننے یا جسمانی فرہصیت کا کفیل  
ہر ننگ الہی و عمو صلاحیت موجود نہیں۔ اس اعتبار سے زردلو اشخاص اور  
حامد یا دودھ پلانے والی عورتوں کو پھل و غذا استعمال کرانے چاہئیں۔ حاملہ  
عورت کے پھل ایسے چینیسے قوی چینیسے ننگ ہے جو مفید ہیں۔ اسے اکثر قبض  
کی شکایت رہتی ہے اور پھل تمض کو دور کرتے ہیں۔ اگر غذا اتنی ہی زیادہ  
جمع رہے اور اس کا رزق اخراج نہ ہو تو اس کے سبب ماہ سے اندر ہر ماہ جذب  
ہو کر بہت سی مرضیں بیمار یاں پیدا کرتی ہیں لیکن بھیلوں میں یہ خاصیت موجود  
ہے کہ وہ اتنی قوت نہیں اور مولد امراض وادوں سے پاک صاف کرتی ہے۔  
بیماری کے کوثر یا بھیلوں کے رسمیں زندہ نہیں رہ سکتے و جدید ہے کہ بھیلوں کی  
تیزابیت یا آتش کی عفویت کی حالت ہے۔ تب ہو کر اسباب کی تمام حالتوں میں ٹھہر  
یا سنگتر سے لاکر اس پلانہ مفید ہے۔ یہ بھیل کا تازہ کھجور کا ترسم کے بخار میں تشنگی اور  
کٹی ہے اور بار بار کھاس بھاتی ہے۔

انگریزی میں ایک سن شہسہ ہے کہ ایک سینہ ترہ کھلیے اور دلوں کے پاس کبھی نہ جائے اس میں بھی پوری پوری حکمت بھری ہے۔ اگر ہندوستانی بھی کچھ نہ کچھ پھل روزانہ کھا کر اس کو دواؤں کے مصارف گھٹ جائیں :

پیماری سے پیشتر کیا کیا علامتیں ظاہر ہوتی ہیں؟

کالائندہ انسان کی ہوجاے حالت اور محنت بہانہ ہی ہے لیکن حضرت انسان کی کثیر تعداد ادا تو ان اشخاص کی طرف نہ رہا ان ہی نہیں دیتی جو توجہ دیتے ہیں یہ تم کرتے ہیں کہ ان اشخاص خیر اور اطلاع دہندہ کو نیست دنیا دور کر کے دے دے ہر جانے ہی ان کی برکات کو ایک مثال سے واضح کیا جاتا ہے۔ خدا میں سے ہر شخص کو سروس سے واسطہ پڑا ہوگا لیکن اس امر سے واقف نہ ہونگے کہ یہ بھی کسی جیسا کہ کالائندہ ہے تبھی کے باعث انسانی جسم میں ایک قسم کی خاص پیداوار ہوتی ہے

انسان حید میاں سزا ہے تو بیتِ عرصہ پہلے میرا ہی کا مولدِ رحم میں داخل ہو چکا ہوتا ہے۔ میرا کی علامتیں دیکھنا ہر وقت تو وقتِ ممانعت اور بیماری میں جنگ ہو رہی ہوتی ہے۔ نہ تندرستی کے انتظام کا پہلہ ہے کہ میرا ہی کے براہِ حجب بمانی قلندر میں کسی طرح داخل ہو سکے گا گوشِ شکر ہے ہوتے ہیں نواسِ وقتِ غمِ خاص اشارت کے ذریعے انسان کو اطلاع دیتی اور تدارک کی تلقین کرتی ہے۔ اگر اسی وقت حقیقۃً تقدیر کی تدابیر اختیار کی جائیں تو بیماری



# اگر میں عورت نہ ہوتی!

## ایک ہندوستانی عورت کی دردناک کہانی

وہ رو رہی تھی اور اپنی سہیلی سے کہہ رہی تھی کہ بہن اگر میں عورت نہ ہوتی تو اچھا تھا۔ یا اگر ہوتی تھی تو پھر مجھ میں مشہم کرنے کی عادت نہ ہوتی۔ آج سات سال ہو گئے۔ میری زندگی تمام ہوئی جاتی ہے۔ اور تمہارے بھائی کو کچھ خبر نہیں کہ میں رہی ہوں۔ بس وہ دریافت کر کے چُپ ہو رہتے ہیں کہ آپ زیادہ تر لٹنی کیوں رہتی ہیں۔ پیاری بہن! تم ہی بتاؤ میں کس منہ سے کہوں کہ میں کیا بیمار ہوں۔ مجھے تو اپنی زبان سے کہتے ہوئے بڑی مشہم آتی ہے۔ کہ میں ماہواری ایام کی بیماری میں مبتلا ہوں۔ اور مجھے اس زمانے میں سخت تکلیف ہوتی ہے۔ ذرا تم کسی کے ذریعہ ان تک یہ بات پہنچا دو۔ شاید وہ میرا علاج کرادیں۔

سہیلی نے جواب دیا۔ پیاری بہن! اب ہم اپنے مردوں تک ایسی بات پہنچانے کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ میں نے بہت سے اخباروں میں پڑھا ہے کہ عورتوں کی تمام خفییہ بیماریوں کی بہترین دوا لیاں دہلی کے "زمانہ دواخانہ" میں ملتی ہیں۔ اور مجھے خود بھی تجربہ ہے کہ اس دواخانہ کی ہر دوا نہایت عجیب اثر رکھتی ہو۔ بات یہ ہے کہ عورتوں کی بیماریوں کو عورتیں ہی بہتر سمجھ سکتی ہیں مجھے معلوم ہے کہ اس دواخانہ کی دوا "کورس" ماہواری ایام کی بے قاعدگی کے لئے بہت عجیب چیز ہے۔ اگر کوئی عورت ماہواری ایام کی بیماریوں میں مبتلا ہو۔ ایام کم آتے ہوں یا اگر گزرتے

اور تکلیف کے ساتھ آتے ہوں یا زیادہ آتے ہوں یا مہینہ میں دو تین دفعہ آجاتے ہوں یا بالکل نہ آتے ہوں یا ایام کی اور کوئی خرابی ہو بہر صورت یہ دوا اپنا اثر کرتی ہے۔ اور خواہ کسی ہی کمی زیادتی ہو اس دوا کو استعمال کرنے کے بعد عورت کو ہر مہینہ بالکل صحیح وقت پر اپنی مقررہ تعداد میں بغیر کسی درد اور تکلیف کے ایام ماہواری آئے لگتے ہیں۔ بڑی عجیب دوائی ہے میں جانتی ہوں کہ اس دوا کو سینکڑوں بہنوں نے استعمال کر کے اپنی صحت ٹھیک کر لی ہے۔ اسی طرح تم بھی — لیڈی ڈاکٹر زمانہ دوا خانہ بی۔ ایس ۳۲ دہلی کو خط لکھ کر کورس کی ایک شیشی منگا کر استعمال کرو۔ تندرست ہو جاؤ گی اور ہاں! دوا کی قیمت بھی زیادہ نہیں ہے۔ ایک شیشی کورس دو روپے آٹھ آنے کو ملتی ہے۔ اور سات آنے محصول کے خرچ ہوں گے۔ چنانچہ اس بیماری نے کورس کی شیشی منگا کر استعمال کر لی۔ اب بالکل تندرست ہو رہا وہ اپنے مقررہ وقت پر وہ ایام سے فارغ ہو جاتی ہے۔ پس جو عورتیں اس بیماری میں مبتلا ہوں وہ بھی کورس دوا استعمال کر لیں۔ ایک شیشی دوا کورس استعمال کر لینے کے بعد ماہواری کی تمام خرابیاں اور بے قاعدگی دور ہو جاتی ہے۔ اور اس کے بعد ہر مہینہ بغیر کسی درد کے صحیح مقدار میں صحیح وقت پر آنے لگتے ہیں۔ اور عادت ہر مہینہ ہنستے کھیلتے ماہواری سے فارغ ہو جاتی ہے۔

# میں ایک بچہ چاہتی ہوں

ہر عورت کی فطری خواہش ہوتی ہے کہ وہ ماں کہلائے

## لیکن جس عورت کو حمل نہ ٹھہرتا ہو

جب ہی عورت مرد کی شادی کوئی برس گزر جائیں۔ اور پھر بھی ان کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو یا کسی اندرونی اور نامعلوم خرابی کے باعث عورت کو حمل نہ ٹھہرتا ہو یا وہ لوگ جو بچہ کیلئے ترستے ہوں۔ اور ان کے ہاں بچہ پیدا نہ ہوتا ہو۔ تو ایسی حالت میں صرف ایک ہی ترکیب ہے، جس کے بعد عورت کو حمل ٹھہر جائے گا۔ برسوں کی مٹا پوری ہو جائے گی۔ یعنی اس ترکیب پر عمل کرنے کے بعد اولاد پیدا ہونے لگے گی۔

**عورت کو حمل ٹھہرانے کی ترکیب** { ایسی عجیب و غریب دوا تیار ہوئی ہے جسے اگر روزانہ سات دن تک مسلسل ایک ایک خوراک عورت کو کھلائی جائے۔ اور ان سات دن میں وہ مرد سے بالکل علیحدہ رہے۔ اور ٹھیک آٹھویں رات یہ عورت اپنے مرد کے پاس جائے (یعنی عورت مرد ایک جگہ ہو جائیں) تو اسی آٹھویں رات عورت کو حمل ٹھہر جائیگا۔ اس دوا کا نام "محافظ اولاد" ہے۔ اور تجربے سے یہ ثابت ہوا ہے کہ مسلسل سات دن تک اس دوا کے استعمال سے عورت کا اندرونی جسم (یعنی بچہ دانی) بالکل قدرتی اور پھل حال میں آجاتی ہے۔ اور جب آٹھویں رات یہ عورت .... تو اس کو اسی رات حمل ٹھہر جاتا ہے۔ اور پھر نو مہینے بعد وہ اپنی گود میں بچہ دیکھ لیتی ہے۔ ایک شیشی دوا "محافظ اولاد" میں ایک عورت کے لئے پوری سات خوراک دوا ہوتی ہے۔ اور اس کی قیمت دو روپے آٹھ آنے ہے۔ جس کو ضرورت ہو وہ

لیڈی ڈاکٹر زمانہ دوا خانہ بی۔ ایس۔ دہلی کے پتہ پر خط لکھ کر یہ دوا بذریعہ وی۔ پی۔ پارسل منگالینی چاہیے دو لکشی شیشی پہنچ جائے گی۔ (نوٹ) اس کی بدولت آج سینکڑوں عورتوں کی گود میں بچے موجود ہیں۔

حسب اس سے بعض کو فز رنجیتا ہے تو سر کو دیکھو ہونڈ پر ہونڈ ہے گویا سر کا درد  
اس بات کا ظہر ہے کہ قبض اور احتباس ثقل کا مرض پیدا ہو چکا ہے۔ قبض کو  
امراض اور ان کا علاج ہے۔ اس بہت ہی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ مناسب فزیوٹھا  
کر کے کو دیکھو طر مرنے ہی قبض کش ادویات استعمال کی جاتی ہیں۔ مرض کے دوا  
کو خارج کر دیا جاتا مگر کیا یہ جلتا ہے کہ سر درد کے دفعیہ کے اینٹی پائزین۔ اور سر پر  
کا استعمال کیا جاتا ہے۔ بیکنگ سون دواؤں کے استعمال سے سر درد کا ازالہ  
ہو جاتا ہے لیکن اس سے اصل بیماری کا موازنا ہر نہیں ہوتا۔ اس لئے دوبارہ  
درد سر شروع ہو جاتا ہے وہ دوبارہ سمبارا ہوا ادویات استعمال  
کرنے اور درد سر نہ کرنے میں کوشاں رہتے ہیں اور اس طرح تصفیٰ خیر  
رہاں کو خاموش بلکہ نابینا کر کے ہیں مفرط رہتے ہیں۔ انہیں معلوم نہیں کہ  
ان ادویات حسی اعصاب کے اختتامی سر کو کیسے کیسے جیسا ہے نہ صوت سر  
میں اس سلسلہ میں گویا ایک نظام عصبی میں ثقل پیدا ہو جانے کے باعث  
حرکت قلب کو روک دیا ہو گی۔ معدہ اور اس کے اعصاب پرستی چھانگی اور اس  
طرح افعال مغز میں خلل پڑ گیا۔ اعلیٰ کی حرکت ددی جو فصلت کے خارج  
میں محدود و مقرر کی گئی اور اس فائدہ نے نہایت مغربوں سے اپنے قدم  
جملتے اور وہ اس عیال پر توجہ کا اہلک مرض خود ہو گیا یہی حال اسہال کا  
ہے۔ وہ بد معنی کا اظہار کرتے ہیں لیکن حضرت انسان بد معنی دکر کرنے کی  
بجائے اسہال بند کرنے میں کوشاں ہوتا ہے اور قوت مدبرہ کے کام میں مدد  
اٹھاتا ہے۔

حکیم کما کی اور کونہ گھوس چور نہ کہ گھسنے کی ہنوز ہے اور وہ چوکتا ہو نہ کی  
بجائے اٹھنا اور کھولنا میں منہ سے یا سے سر سے سے قتل ہی کرے تو اس کا کمال مرنے  
کیسے محفوظ رہ سکتا ہے یہی حال اہل حضرت کا ہے جو قدرتی رموز اور اوقات پر  
کام نہیں دہرتے یا ان تجربہ سازوں کو نابلد کر کے کھینچے بیٹھ جاتے ہیں۔ ان کا تسلیم  
صحت و قدرتی کبھی نہیں سچ سکا اور وہ کبھی اپنی غلطی کو حاصل کر کے نہیں  
چم خنچنے پاؤں بلکہ ہمارے ہی اوقات و کمزور طبع انسان ہی سے

کیا ہنسی آتی ہے، مجھ کو حضرت انسان پر

کار بد تو خود کرے لعنت کرے شیطان میرے

قدت اپنا مرض نہایت لمگ سے ادا کیے جا رہی ہے۔ وہ مرض گیارہ  
کاپہ دیتا ہے اور کافی عرصہ پہلے آگاہ کرتی ہے۔ متحدہ امراض میں دیکھا گیا چوگا  
کامراض کے ظاہر ہونے سے بہت عرصہ پہلے سستی، کابل، رے چینی، اسپتانتی  
اور اعضا شکنی وغیرہ طاری ہوا کرتی ہے۔ الزاں سے بے اعتنائی بُنی جائے تو  
بیماری غالب ہو کر ہلک کر ڈالتی ہے۔ اگر توازن قدرت پر عمل کیا جائے اور  
کسی علامت کے ظاہر ہونے پر اصل مرض تحقیق کر کے اس خاص بیماری کے متعلق  
تدابیر کو کام میں لایا جائے تو آسانی اس بیماری کا سدباب ہو سکتا ہے چونکہ  
ہر بیماری کے متعلق قدرت نے مختلف اثرات سے مقرر کر رکھے ہیں اور مختلف  
وسائل کا استعمال، تاک، ہنسی، زبان وغیرہ اجزاء جسم کی بدولت ہی  
اشارات دیتے جاتے ہیں۔ اس سے ہمیں ان کو غور و بخیر سے رہنمائی پہنچتی  
کے معذور اور انہیں کے درجہ ذیل کی تنبیہات کو درج ذیل کیا جاتا ہے تاکہ وہ  
ان سے آگاہ رہ کر حسب ضرورت استفادہ کر سکیں اور اپنی صحت قائم کر رکھ سکیں  
۱۔ اکثر امصاب جبالہ، انکو معمولی تصور کرنے میں حالانکہ یہ بہت اہمیت  
رکھتی ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ کبھی پولیو یا کسی اور بیماری طاری  
اور وہ اپنا کام تکلیف میں انجام دے رہی ہے۔ اس حالت میں فوراً تازہ ہوا کا  
استعمال کریں۔ ورنہ خون میں خوراک پر پایو کو گولہ امراض پھیلنے لگا کبھی کبھی  
بہت دیر تک جلتے رہنے یا بخون خف و شفت کے بعد صبر الہامیاتی  
ہیں جو اس بات کا اعلان کرتی ہیں کہ کم اعتدال سے زیادہ کام کرتا کرنا تمہارے  
ہے، اب اس سے مزید کام لینا مضر ہے۔ اسے فوراً آرام دہ آبی یا سینی  
ماسا، یا جلی کی بوتل سے نہ ہنسی۔

۱۰۔ حقیقتوں کا آنا منظر کرتا ہے کہ سائنس کی راہ میں ناک سے لیکر کھچھڑے

تنگ کی جگہ کو غرا رہا ہے اسے دور کرو۔ جب پائن کے راستے میں کسی جگہ کھجور سے نوحہ بخند ہو جاتا ہے تو وہاں سوزناں سید اپنی اور خون جم جانے سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اگرچہ جھپٹکے لئے اس تکلیف کو بھی رنج کرتی ہے کیونکہ جھپٹکے لئے کچھ موانع مل جاتا ہے اور ٹھٹھ سے ہوتی ہے لیکن دراصل وہ متنبہ کرتی ہے کہ باہر کا معاملہ حق ہونے والا ہے

۳۔ گھانا زیادہ کھائے جانے والا اس میں کسی نقد، ہونے کی اطلاع زیان

۱۔ وہابی خون کے درد پچاس میں کسی قسم کی کڑواہٹ پر جانے سے باز رہنا اور ان کے  
خارجیے پر جانے پر ایسا عالمی کو کھینچنے کے بعد کھجور کو کھل کر کھجور کا کام نہیں کر رہا۔ دلدل میں  
میں کی انھیں لائق ہو گیا ہے۔ اس میں دس دن کے بعد ان کے مختلف محنت اور دس دن کے لئے  
پر میری کیا چاہئے۔

۲۔ سر کے بالوں کا رنگ بھی مرض کا ظہار کرتا ہے اور کئی بڑوں اور سر کی جلد  
بالوں کا رنگ اور خولیک بیماری ہے۔

۳۔ کئی ایسے پر کئی رنگ پیکھا اور سوہنا بھی کئی نئی دلدل کے خون کی خرابی کا ظہار ہے۔  
چہرے کا چمکنا اور لال ہونا سر کے طرف دلدل خون کے درد سے ہونے کا ظہار کرتا ہے۔

۴۔ ناخنوں کی بڑوں میں سفید لالی نشان کا ہونا دلدل خون کے نیچے خون مکھ ہونا  
کے درد کا ظہار کرتا ہے۔ یہ علامات نشہ نمونہ اور خرابے بیان کی گئی ہیں

اسی طرح تمام امراض کے متعلق دلدل قیامات مقرر ہیں جو کئی علم حکمت بخوبی  
جانتے ہیں۔ اس کے ظاہری علامات رونما ہونے پر کسی نئی ڈاکٹر اور عاقل طبیعت مشورہ

کر لیا جائے۔ رتبہ افضل اور بہتر یہ کہ محض انھوں پر عمل کیجئے یا دیکھئے کہ حفظا و تقاضا  
علاج سے بہتر ہے۔ جیسا کہ علاج معالجہ میں وقت اور دیر کیوں انا اچھا نہیں

دیجئے۔ پھر یہ اس کے ناقص ہونے کی صورت میں زبان ایسا ملائم یا زرد ہو جاتی  
ہے اگر معدہ صواب ہو تو زبان بھی سوچ جاتی ہے اور چھوٹی ہو جاتی ہے اس کی  
حالت کے مطابق مرض جان کر انداز کیا جائے۔

۵۔ اگر کسی کے زہار نازک ہو تو مسوڑھوں پر نیکو لکیریں پر جاتی ہیں۔ اگر  
مسوڑھوں پر سرخ لکیریں نظر آئیں تو وہ منہ میں مبتلا ہونے کا اشارہ دیتا  
اور کئی سو اسی چہرے یا پھر پر جانے کی تلقین کرتی ہیں

۶۔ بعض نفع دہانے آیتوں کی بڑوں کی گرین سخت اور چمکدار ہو جاتی اور  
اچھائی میں پانچ گنا لالہ ہو جاتی ہیں ایسا ظہار قیام کرنے سے کئی مہینے پہلے ظاہر ہوتا

کرتی ہیں ایسا حالت میں نامی کلام کرنا بہت خطرناک ہے۔ ایسا کہ نہ بھی اور ایک  
رگین شکستہ ہو جاتی ہیں اور ان سے سخت لکیر چمکدار ہونا یا زرد والی کڑواہٹ

جبر کو تو اس لیے ہونے کا علاج یہ مفلوج کر دیتا ہے۔ کھجور کی ہار لکیریں بھی  
اسی طرح چونک کر رہتی ہیں۔ بھندری راتوں میں دیکھ میندہ لہانے سے بھی ایسا چمکدار ہے

ان حالات میں حتی الامکان طبیعت بظاہر رکھنا چاہئے اور خوش اور غصہ پریز کرنا چاہئے  
بہت دیر نہ سخت محنت کرنا اور غم و غریب اس حالت میں نقصان دہ ہے۔

# سکھ سنجار کمپنی لمیٹڈ

قسم کی آئیوریڈک ورسٹنٹ ادویات بنانے کا کارخانہ

بال سدھا دُبلے اور کمزور بچوں کو  
موٹا تازہ اور طاقت ور  
بنانے والی میٹھی اور خوش ذائقہ دوا۔  
قیمت فی شبیشی بارہ آنہ (۱۲)

سُدھا سندھو کف، کھانسی، مہینہ،  
درد، دردِ شکم،  
سنگرمی، بھیش، قے، دست وغیرہ ایسے امراض کی بغیر  
الوپان کی گھر لیو دوا۔ قیمت فی شبیشی آٹھ آنہ (۸)

کوئی دوا نہ خریدے جب تک سکھ سنجار کمپنی مستحضر کا نام نہ ہو  
قواعد ایجنسی اور فہرست مفت طلب فرمائیے

اچھی بات یہ کہ اگر کسی کو کئی دن سے بیمار ہو جائے تو اس سے زیادہ ضرر ہے

# ..... جلدی ختم

## عورت اسے خود غرضی سمجھتی ہے

مرد کو اس کا علاج کرنا چاہیئے { ہندوستان کے بعض مرد عین وقت پر اپنی .... کے فارغ ہو کر شرمندگی کے ساتھ الگ ہو جاتے ہیں حالانکہ وقت پر مردانہ قوت کا کچھ دیر قائم رہنا ضروری ہے مگر بعض مرد اپنی خاص کمزوری کے باعث وقت پر .... بہت جلد .... ختم ایسے لوگوں کو چاہیئے کہ ایک مشہور دوا "فارلانگ" منگا کر اپنے پاس رکھ لیں۔ یہ نہایت عجیب اور کارگر دوائی ہے۔ اس کا اثر یہ ہے کہ جو مرد خاص وقت پر بہت جلد .... اسے چاہیئے کہ وقت ضرورت سے دس منٹ پہلے اس دوا کے چند قطرے اپنی ناک کے نیچے مونچھوں کی جگہ پر لگالے۔ دس منٹ کے بعد یہ دوا سانس کے ذریعہ اس مرد کی قوت مردانگی میں مضبوطی پیدا کر دے گی۔ اور پھر وقت پر وہ بہت جلد علیحدہ نہ ہوگا۔ بلکہ ایک تندرست اور جوان آدمی کی طرح مناسب وقت تک .... قائم رہے گا۔ نہایت معقول اور بے ضرر دوا ہے۔ "فارلانگ" کی ایک شیشی عرصہ کے لئے کافی ہوگی۔ جسے ضرورت ہو وہ

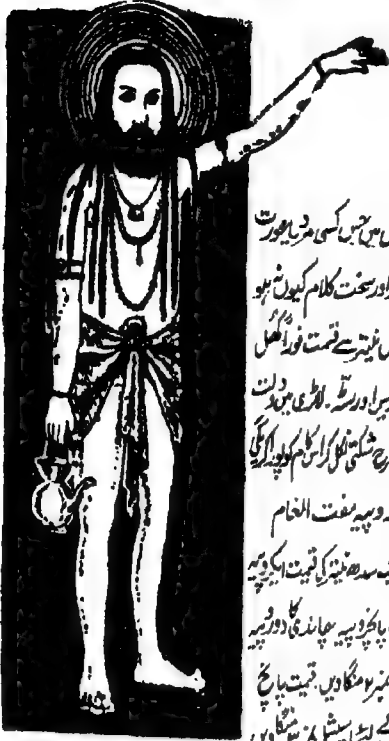
مینجر آل انڈیا میڈیکل اسٹور بنی۔ ایس دہلی کے پتہ پر خط لکھ کر ایک شیشی منگا لے

ہے۔ دی۔ پی۔ پارسل پر سات آنے محصول ڈاک خرچ ہوگا۔

نوٹ :- ایک شیشی سے کم ہرگز روانہ نہ ہوگی۔

Rs 1000/-

# اکبرار ویدیک انعام



سہ ہوشی کرن مہتر  
اس مہتر کو آپ نے پاس رکھ کر آپ اپنے دل میں جس کسی مہتر ہوت

جہاں کہیں بھی ہو ایک یا سب یا ایک اور مہتر آپ کے پاس پہنچ کر کوشش کرے گا علاوہ انہیں اس مہتر سے قیمت فوراً مکمل  
مہتر کی مہتری ہوگی۔ ملازمت فوراً ملے گی۔ نوکریں ملے گی۔ ہر ایک بیماری سے چھٹکارا ہوگا۔ ریس اور سڑ۔ لٹری ہر وقت  
ملے گی۔ مزہ و خوشی ہر وقت ملے گی۔ بل بڑے شادی ہوگا۔ سب کام خیر کرے گا۔ فوراً مہتر سے ہر ایک کی مرضی ملے گی۔ اس کام کو آپ کو  
غور سے دیکھ کر کام ہر دور ہوگی۔ (نوٹ) فائدہ مند ہوتو قیمت والیں۔ جو ضمانت کرنے والے کو ایک تار اور ویدیک مفت انعام

اولاد کے خواہشمند  
دوسرے مہتر سے کہیں کسی قسم کی پوجا یا پڑھنا نہیں کرنا ہوگا۔ ایک سہ ہوشی کی قیمت ایک پونے

بارہ آنہ (2/12/0) سونے کا ٹھٹھہ پانچ آنہ (8/8/0) ایک تار یا دھواں لکڑی کے پتیل مہتر یا مکاویں قیمت پانچ

روپے پانچ آنہ (8/8/0) سونے کا دس ٹپے فائدہ (10/9/0) ڈاکٹر چ الگ۔ جب سے زیادہ کاموں کے لئے اپیشل مہتر ہنگوئیں  
قیمت نو روپے پانچ آنہ (9/5/0) سونے کا 19/4/0۔ مہتر ایک ساتھ ہنگوئیں سے محمود لاک معاف۔

لکشمی سہ کونچ  
جن کو زیادہ دولت کا خواہش ہو کہ شادی ہو کر چھ مہتر ماس کو گھر یا دکان یا زمین یا کسے سے چھ ماہ کے اندر لکھائی دولت باقی  
رہے۔ فائدہ مند ہوتو قیمت پانچ قیمت ایک پونے پانچ آنہ۔ سہ ماہ کا دھواں پانچ آنہ۔ دی۔ پی۔ طلب کر لیا۔  
12/12/0

منگانیہ پانچ آنہ۔ آئندہ سوامی۔ آئندہ کٹی۔ پوسٹ بکس نمبر ۲۷ (B.S.L) امرتسر (پنجاب)

فینسی سٹوایج مفت انعام  
ہمارا مشہور عطر سینٹ فلاور نہایت عمدہ ہوتا ہے تیار کیا جاتا ہے جو پوٹاک اور تمام گھر کو

معمول کرتا ہے۔ لطف دیکھ کر پانچ منٹ کے بعد ہی خوشبو دیتا ہے۔ قیمت فی مہتر ایک دسیر بارہ آنہ  
دھواں ۱۱ مہتر کو گھر میں پھیلانے کے لئے مہتر ہوت۔ پانچ مفت دینے کا فیصلہ کیلئے۔ پھر کیا کہینے خوشبو ہوت تو ختم ہے۔ اس کی چمک مکمل اور خوشبو تو غضب  
دھاتی ہے۔ مضبوطی اور خوشبو کی گارنٹی دے رہا ہے۔ جو گھر یا دکان کے اندر گھڑی کی خوشبو کی غراب ہو جائے تو کمپنی دوسری ایسی گھڑی مفت دیگی۔ دو یا ایک مہتر  
کے خریدنے کو معمول لاک ڈپلیکٹ خراج ۱۱ علاوہ دینے پر گھر یا دکان کی خوشبو کے خریدنے کو معمول لاک معاف اور گھڑیاں مفت انعام

دریا حسن عشق  
اس المہر میں چھوٹے سائز کی ۱۲۰ نما ویریں اگر آپ شوق و معنویت کی انتہائی کمالات و حسن و جمال کے صاف من  
لگا رہے لیکن جانتے ہیں تو فوراً ہنگوئیں قیمت مکمل چھ روپے سہ ماہی دور و سپر کم نہیں مل سکتیں۔

پتھر :- جنرل سپلائی کمپنی۔ پوسٹ بکس نمبر ۳۹ (B.S.L) امرتسر (پنجاب)

## پینر ملن

۱۔ میں میں بے چارے ہوں جو جانتا ہے۔ جہاں گائے والی ادرا اس کا باپ  
رجتے میں۔

۲۔ گائے والی (سینہ پر پہلا کو لگاتے کی طرز میں درکار  
ہیں اور اتفاق سے کشور سا جو کو بھی موسیقی سے لگا رہا ہے۔ وہ اسے  
تختے گائے سکھاتا ہے

۳۔ سینہ پر بھگاتی ہوئی اس کو ٹھکی کے قریب پہل جاتی  
ہے۔ جہاں اتفاق سے کشور سا جو کا باپ ادرا اس کا بھی رہتے ہیں  
ادرا سی اتفاق سے وہ باپ بیٹے کی مکرر ملاقات (پنر ملن)  
کا وسیلہ بن جاتی ہے

۴۔ جب گائے والی ڈرامہ میں پارت کرتی ہے اور کشور سا جو  
کو ایک ٹکس کبس میں بٹھاتی ہے تو اتفاق سے ملاحظہ ہو کہ کشور سا جو  
کے ساتھ وہ کبس میں خود اس کی بہن بھی ساتھ دیکھ رہی ہے  
ایکے انکو کو کسی دوسرے واقعہ میں تبدیل کر کے مستقل کرنے  
کے لئے اگر عین اتفاق کا سہارا لیا جاتا تو یہ افسانہ لگا کر  
کے افسانہ میں تبدیل کا ثبوت ہے۔ واقعات کے تسلسل کو قائم رکھنے  
کے لئے منطق کی ضرورت ہے۔ اور اگر ان کی بنیاد اہل سے ساز  
نیک اتفاقات پر استوار ہو تو کہانی کا قدرتی پیر تقطعات میں جو چھٹکا  
کہاں میں سبب ناقابل اقلین بنتی ہے کہ پولیس کے سامنے  
اصل مجرم ہو جو وہ ہے اور وہ مجرم کے اڑکے کی تلاش میں گر گئی  
ہے۔ کہے میں شراب کی بوتلیں پڑی ہیں۔ ایک شخص کی لاش  
ہے جس پر گہرے زخموں کے نشان ہیں۔ پاس ہی ایک لاش شخص  
مدد کو شس پڑا ہے۔ پولیس ڈاکٹر کی معائنہ کے ذریعہ فوراً  
اس صاف اور واضح نتیجہ پر پہنچ سکتی تھی کہ لاش کے زخم پر  
شراب سے اس شخص پر پانی گرا ہے۔ جس شخص کے ذہن میں رقی تھر  
فاستورس ہو وہ کہے کے کچھ سے بچے نہ مانا اور

’دور اندیشی کا تقاضا ہے کہ ہم عوام کو ایسی چیز دیں  
جسے وہ چاہتے ہیں اور ساتھ ہی یہ کوشش کریں کہ جس شے  
کو ہم پیش کر دیا وہ اسے مل سے پسند کریں فلم بنانے جانتے ہیں  
علم جنوں اور غور و خوض کی تفریح و تفریح کے لئے انہیں چند  
شے اقلیتی سمیٹا یا اعلیٰ تعلیم یافتہ اشخاص کی خاطر تیار نہیں کیا  
جاتا۔ جب تک سینما ایک روایتی صنعت ہے اور خیر اشیائیں  
ٹیوشن نہیں لازمی امر ہے کہ ہم عوام کی تائید حاصل کریں کہ  
اگر ہم مستقبل جو تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ فلم میانہ انداز کا ہے  
بلکہ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لئے  
موجز ہے۔ اور یہی امر روڈیو سر کے لئے باعث فخر ہونا  
چاہئے‘

میں نے ٹائیکز بڑی میجر رٹے بہادر چوٹی لال کی طرف  
سے تذکرہ بالا الفاظ دراصل پینر ملن کے متعلق بطور معذرت  
پیش کئے گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پینر ملن کا تعلق بمبئی ٹائیکز کی  
گزشتہ شاندار روایت سے نہ ہوتا تو اسے بہت کم مقبولیت  
س حاصل ہوتی۔ بمبئی ٹائیکز نے ایک بار اپنی سادہ کا ناچار فائدہ  
اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ کہاں کے اعتبار سے اس فلم کا معیار  
بدرجہ غارت گشت ہے۔ ناظرین چوبیس صدی گویمہ امر ہمیشہ  
مجھے بڑی شین کر دینا چاہئے کہ جس کہانی کا انحصار محض اتفاقات پر  
ہو اس کی حیثیت دو گڑبگڑ کی رہ جاتی ہے۔ ذرا اتفاقات ہی نہ ہوتے تو  
ا۔ کشور سا جو اپنے پیو پر باپ کو بچانے کی خاطر سینیما کی راہ  
لے جاتا ہے اور وہاں دیکھتا ہے کہ وہاں کے فلمی اسٹار اپنی انگلیوں سے  
اس کے حوالے کو دیتے ہیں۔ رات کو وہ اسی فلم میں سوتا ہے۔ جبکہ  
اتفاق سے گائے والی کا مکان ہے اور نہ یہ کہ گائے والی کا مکان  
سہا جو کی باہر لگا ہوا ہے۔ تو وہ اتفاق سے گزرتا ہے اس کا مکان کے



لگتے ہوتوں نظر ڈالتے ہیں کہ اس شخص کی موت پہنچے والوں کے ہاں ہم  
راہی جھگڑے کے باعث ہوئی۔ نیز گھر کے دوسرے افراد کو کوڑوں اور مقل کے  
رشتہ داروں کی معرفت اصل واقعہ پر روشنی ڈالی جا سکتی تھی۔

دیوکارانی کی ذہنی برتری کو مد نظر رکھ کر یہ لانی ہوتی ہے کہ انہوں نے اپنے  
پہلے ظلم کے لیے ایسا کیف اور غیر مربوط انداز چننا۔ پتہ چلے ان کے میرا مغز  
روشن خیال اور تجربہ کار مرحوم شوہر ہاں نورائے کلی ہستم با نشان روایات کے  
کے شہدایں نہیں۔ تو ایسا کا یہ مطلب کہ تصویریں کوئی دلچسپی نہیں یقیناً اس میں  
دلکشی کا کافی سامان ہے۔ سب سے پہلے اعلیٰ درجے کا میوزک ہے۔ کیف آفرین پنج  
ہیں۔ سینہ پر تھیں تصویر کی جگہ ہے۔ دراب اس کا شمار ملک بہترین اداکاروں  
میں ہوگا اور اگر اس کی تاملیت پورا نائدہ اٹھایا گیا تو وہ موسیقی، رقص اور  
اداکاری کے گانہ اداکار کو انتہا تک پہنچا سکتی ہے۔

جوئے کے مقابل میں خاوند ناگہم رہا۔ مطلب یہ کہ سینہ پر تھیں فلم کو  
چہا چاند لگا دیئے لیکن اس کے خاوند کشور ساہو کا پارٹ بے کیف رہا۔  
سہو راہی میں وہ خوب چمکا تھا۔ اب کی بار تو اس پر اس پر گئی۔ اچھا ابوی  
نے کشور ساہو کی ہمیشہ کا باڈ اس خوبی سے ادا کیا ہے کہ ہم اس کے روشنی  
مستقبل کے متعلق آسانی سے پیشہ گوئی کر سکتے ہیں۔ ممتاز علی کا ناچ حسب  
محمول دلکش رہا۔ نتیجہ یہ کہ اگر آپ پرنس کی کہانی کو نظر انداز کر دیں تو  
آپ کو اس میں پُر لطافت لہجے، خوشگوار ناچ اور اداکاری کے شگفتہ  
نمودے ملیں گے۔

سینہ پر تھیں ان اہم اداکاروں میں بیشتر طلباء ہیں شکر یہ ادا کیا ہے  
جنہوں نے پرنس میں ماس کی اداکاری کے متعلق اسے مبارکباد کے  
پیغام بھیجے۔

## راج نرنگی

نودارانی نظر کرتی ہے۔ بس اس افراتیش حسن و جمال کا مطلب کیا ہے بلکہ  
وہ بن سونہر راج کمار کا سواگت باخیر مقدم کرے۔ وہ دونوں ابدی محبت کا  
حلقہ اٹھاتے ہیں۔ راج کو سنت حمد مدہ پہنچتا ہے آخر راج پر وسعت شاہی  
رقاصہ کو اس بات پر رضامند کر لیتے ہیں کہ وہ راج پاٹ کی رکھشہ کے لئے راج  
کمار کو خیال چھوڑے کہنا آسان تھا لیکن کر کے دکھانا آسان نہیں تھا۔ مترادف  
تھا۔ انتہائی اندر دلی کے عالم میں راج نرنگی کو شاہی فرمان کے مطابق دوبار  
میں ناچنا ہے۔ پس کاچو تھا ناچ ہے۔ نشر عام میں پھر اس کی نیم باز اکھوں  
کو یہ دیباہ دھو شالہ دیخانا، تلوار ہے اور وہ بادۂ اطمینان سرشار ہو کر  
مستانہ دارنا چتی ہے اور آخر کو لکھرائی ہوئی گر پڑتی ہے۔ مئی پور سکول آف  
ڈانسنگ کی امتیازی خصوصیت یہ کہ اس میں پاؤں کی حرکت کو نسبت کم  
احمیت دی جاتی ہے اور جذبات کا ترجمانی کا کام ہڈیوں یعنی ہاتھ کے  
بوتلموں اشاروں سے لیا جاتا ہے۔ بہرین فن کا بیان ہے کہ یہ درانی پندرہ  
ہزار سے کم نہیں دوسرے الفاظ میں اظہار جذبات کے پندرہ ہزار وسیلے ہیں۔  
اس سے ظاہر ہے کہ مئی پور کا فن رقص اپنی نوعیت کے اعتبار سے کس درجہ

سادہ تھا بلکہ مئی پوری ناچ کا بلز نرین معیار دیکھنا ہو تو راج  
نرنگی ملاحظہ فرمائیں۔  
معاصر ڈی مریڈ کے تقوید نگار نے یہ لکھ کر انتہائی جہالت کا ثبوت دیا  
ہے کہ سادہ صابوس نے شاہی رقص کے بھیس میں فن رقص کا نوادہ پیش کیا  
تہ۔ وہ مغرب و مشرق کے بہترین فنکاروں کا مجموعہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مادہ  
بوسس کے ہاں رقص خاص مئی پوری معیار پر پورے اترتے ہیں۔ پہلے ناچ  
کے متعلق یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اس کا پس نظر مشرقی راہکار کی اس میلہ  
ہے۔ دوسرے ناچ کو اصطلاحی طور پر پڑھیں گے۔ ہمیں یہ سمجھنا ہو گا کہ  
لاگ سر پڑھنا ہے جو ان کے اندر سے کھیلنے یا فیہی میں پیشہ رقص کا فن  
مضمون کا یہ نہیں ہے جس میں مغربیت کا شائبہ تک نہیں۔ سادہ صابوس  
کا نیز ناچ سب سے دلکش ہے۔ اسے کہتے ہیں سولہ سنگار سوامی۔ اس ناچ میں  
سنگار کس کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اداکاروں ایک خیالی آئینہ کے  
مسلے اپنے مروجہ ہم کو اسباب حسن سے مزین کرتی ہے وہ مختلف تدابیر یعنی  
بازو، کلائی اور ہاتھوں کی مختلف حرکات کے ذریعہ دیکھنے والوں کو خوب



## A black and white illustration of a woman in a sari wearing a necklace, surrounded by various pieces of Indian jewelry including earrings, necklaces, bangles, and rings. The jewelry is displayed in a collection around her, with some items enclosed in a decorative frame on the right.

انسان کو جسے کوئی مرض یا عیب نہ ہو۔  
جناب اللہ راہِ کاش صاحبِ سامنہ دلی سے ۵۵ روز کو تحریر فرمے ہیں آپ کا امر مکن نہ ہو گا کہ باطل ملا دیکر کڑی خوشی ہوئی چیز واقعی کمال کی ہے آپ کے امر مکن نہ ہو گا کہ اصل  
مومن میں کوئی فرق نہیں آپ نے اس چیز کو تیار کر کے دنیا کی سب سے بڑی خدمت کو تو کر دیا ہے یہ پندرہ روز سا فوراً میرے دوست کیلئے ارسال کر دیں یہ اس کے بعد آپ  
کو دیکر بخیر دیا جاوے گا یہ سونا کسائی پر پائی کرنے کا رنگ دینا ہے ملی سونے کی طرح کو ڈاؤر ہو گیا ہے۔ باطل مہلی سونے کے برابر ہے جیسا کہ جیسا کہ جیسا کہ  
پہچان کر سکتا ہے اس کے منہ سے زہر آت ہے جو اپنے کدے جادو میں ہیں اس سے جہنم کے زیورات، سبھل کے سفین کے مطابق تیار ہو سکتے ہیں بندہ بلا فرشتوں کو غلط  
ثابت کرنے والے کو جس ہزار روپہ نقد انعام دیا جائے قیمت صرف شہرہ کی خاطر ایک قلم درود پیر (ع) تین تو لہر یا پھر کچھ آکر تھوڑے دل سے پڑھے پندرہ تو لہر میں ”رَبِّهِ  
جَالِیْسُ تَوْبِیْطِشْ رُبِّیْہِ (مختصری نوٹ) تہن کو لے کر خریدار کو پکیگ مفتح تھوڑا دیا اس سے زیادہ شگونے والا خریدار کو کھسکا لاک کر پکیگ دونوں باطل صحاف  
پندرہ تو لہر خریدار کو ایک عدد اولی گھڑی باطل ٹھیک وقت دینے والی جانی ہم آگھنہ کار شیشی سال مفتح بطور انعام کسی جادو سے لگی۔  
گالوشی یا اگر پندرہ روز قیمت فوراً دیا پس ہوگی جلدی ہو گئی اس حد ختم ہونے پر ایسے ہونا پڑے گا۔

میں نے کہا کہ یہ ہے۔ مہیروز امین پتی - چمنی پتی - اوجیس  $\frac{27}{2}$  - بی ایس ایل - امرت سمر سنگھ







حالت میں چھوڑا ہوں۔! مغرور بادشاہ میرے سرکل کی تعمیل کے لئے چشم براہ ہو گیا۔ میرے لئے پہلے صبحی بیدارم اور سنگدل درہ گئی ہوگی۔ ہاں مجھ اپاسے ذرا دیکھتے۔ خدا کرے وہ تمہیں جلد سے جلد بھول جائے۔  
”کہنے جناب! کیا آپ مجھ سے گفتگو کر رہے ہیں.....؟“

میرے ایک لمحہ خاموش رہا۔ پوچھنے والے کی طرف دیکھا اسے سنانے ایک طویل خاموشی نظر آیا، بول گیا لب پختہ اوڑھے ہوئے تھا اور اس کا چہرہ مہیٹ کے سائے میں جھنکے باعث صاف نظر نہ آتا تھا۔  
”کیا آپ مجھ سے گفتگو کر رہے ہیں؟“

”نہیں.....! میرے جلدی سے بھیجے سرک کر دھکی دیتے ہوئے کہا۔“ اپنا سر اٹھاؤ اور مجھے اپنی صورت دیکھئے دو“  
اس شخص نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور اپنا چہرہ پاٹھا اور چہرہ دکھا دیا۔

”اُن تم اسکاٹ ہو۔“ میرے لئے نفرت کہا۔ اور دیکھا تمہارا ایک بھائی وہاں لٹک رہا ہے۔ یہ مقام تم لوگوں کے لئے محفوظ نہیں ہے۔ اس لئے میری بات نافذ اور جلد سے جلد کہیں چل دو۔ ورنہ کون جانے تمہاری بھی وہی حالت ہو۔ چو میری راہ سے.....!“

وہ شخص ایک طرف سرک گیا۔ پچاس ستر آہستہ ٹھپل مار کر طرف چلا گیا۔ میرے قریب کمرے کی طرف بڑھا لیکن تھوڑی دیر جانے کے بعد مڑ دیکھا تو اسے معلوم ہوا کہ وہ شخص خاموشی سے اگلا نقاب کر رہے ہیں۔ اس لئے اس نے اپنا رتھار بڑھادی اور دروازے کے دروازے پر پہنچ کر زور سے دروازہ

دھمک کر برقی زلزلہ مچا۔ بلای مڑی پڑی تھی۔ چو وہیں کا چاند لائٹ پر غمگین چاند تانی رہا تھا۔ اندن کے گرجا ہوں کے گھنٹے ٹپ ٹپ کر کے بارہ بج رہے تھے۔ ساری کائنات نیند کی آغوش میں خوار تھی۔ کھنڈروں کے دروازے پر بھونکے مڑے تھے۔ دروازہ کھٹکھٹانے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا لیکن نہ جانے کیوں اپنا ہاتھ ہوا تھا۔ جون کا توں روک لیا اور زمین کی طرف نگاہ ڈالی سپاہیوں کی پہلی کڑا اس کے سر پر پڑی تھی۔ اسے زمین پر اپنا گول عکس نظر آیا جسے دیکھ کر انداز برہمی سے اس نے نگاہ پھیر لی اور اندر دھڑکنے لگا۔ پھر چل بائیں طرف بڑھا جہاں دیکھنے میں سترائے موت پائے ہوئے چرموں کے سر لٹکائے جلتے تھے۔

وہ بار پٹکتے ہوئے درجہ تھے۔ سترے اور خونخوار مڑوں کو بغور دیکھنے لگا۔ ایک ایک کی لگاؤں ایک سر پر لگائیں۔ ہوا درمیان سے نیا دروازہ کھلا۔ اسے دیکھ کر میرے چہرے پر خوش ہوا۔ وہ مسکرایا اور فرط مسرت کہنے لگا۔ ”ادھر

تمہاری حالت۔۔۔ اسی انجام کو پہنچے کہ تم نے اُسے پیار کیا تھا۔“  
کیا اب بھی ادھر تمہارے ان رخساروں کو بچو سگ۔۔۔؟ اب تو تمہاری جڑیں بہتیں دیکھ کر خون کھائی گئی۔ اسے تمہارے سر کو اپنی آغوش میں لینے کی ہمت نہ ہوئی۔ آہ بار بار مغرور بادشاہ! کیا تو اب بھی اسی کے ساتھ سیر کر رہی.....؟

بیٹھے میرے ساتھ ایک پلہ تھنہ جیسے شکل میں روکتے اور دھیر دھیر کیا۔۔۔؟  
جیسا کہ اس جہنم اور فساد کے صورت پر ہوا پانی اور سورج کی تیز کرنٹوں کا یکساں ہو گیا تو یہ اور بھی خونخوار مڑوں کی جگہ میں نے نہیں دیکھی۔  
بکس میں بایا تھا۔ لیکن اب گلے جگر خاک میں ملنے کے لئے اس زبوں

جب کبھی ہم بھی جوان تھے ~~~~~ اب اب اب پھر جوان ہو سکتے ہیں  
جب ہم بھی خون میں بوش رکھتے تھے ~~~~~ اب ~~~~~ خون اب بھی بن سکتا ہے  
جب ہماری جوانی برباد ہو گئی ~~~~~ اب ~~~~~ پھر واپس آ سکتی ہے  
جب بچپن میں ہم نے اپنے ہاتھوں میں تینا س کیا ~~~~~ اب ~~~~~ بربادی کا بدل مل سکتا ہے  
جب جوانی کے عیش نے زندگی تباہ کی ~~~~~ اب ~~~~~ بڑھاپے کے عیش کا زمانہ ہو سکتا ہے

## جوانی پھر آرہی ہے

وہ پُر شباب جوانی جس کو مریا ذکر کے نوجوان اور جوان ہاتھوں میں رہے ہیں جنہوں نے اپنی جوانی کو بد معاشی بد چلنی کے ہاتھوں کھو دیا جو جن کو بحیران۔ اختلام برصت انزال اور سستی۔ کمزوری اور پھر حیات کو برباد کر دینے کے بعد عام کمزوری ہو گئی ہو۔ وہ سات دن میں ہی سب کھوٹی ہوئی قوت کو واپس لا سکتے ہیں۔ اب تعجب کی بات نہیں رہی۔ دنیا تسلیم کر رہی ہے کہ سات دن میں جوانی کو واپس لانے کا علاج بہت عجیب طریقہ سے ہو رہا ہے۔ جو لوگ عورت کے نام سے بچنے کی کوشش کرتے تھے جن کو پاپس جاتے ہوئے شرم آتی تھی جو نہ امت اور شرمندگی سے گردن اونچی کرنے کے قابل نہیں تھے۔ ان کے دلوں سے پوچھو۔ ان کے جسم سے پوچھو اور ان کی رگ رگ سے جواب لو۔ یہی آواز آئے گی کہ جوانی آگئی۔ شرمندگی دور ہو گئی۔ جھوٹ بولنا برا ہے۔ بچائی کا اعلان ہے قیمت کی والی سی کی شرط ہے کہ آرام نہ ہو دوام واپس لے لو۔ مشورہ چار سو مفت ملیگا۔ دوبارہ دوا چار سو بغیر کسی خرچ کے بھیجی جائے گی۔ اس علاج کے لئے یونانی اور ویدک علاج کے ماہروں نے دو دواؤں کا ایک عجیب کورس تیار کر لیا ہے۔ کھانے کی دوا سات دن کی ٹیبلٹ ہے۔ لگانے کی دوا اٹلا سفورس ہے۔ ہر روز جسم میں ایک العقلانی کیفیت نظر آئے گی۔ جسم مردہ میں جان ڈال دینا گویا مردہ روح کو زندہ کر دینا اس رسی جو دین، کورس کا معیت انگیز کرشمہ ہے۔ آج اس علاج کو دنیائے آسمانیوں نے بھڑ بھڑا کر دیکھ رہی ہے اور لاکھوں انسان یقین کرتے چلے جا رہے ہیں آپ بھی ہا یو کس زندگی بسر نہ کریں۔ جھوٹے اشتہاروں سے بچئے اور اپنی زندگی کی راحتوں کو ڈھونڈھئے جو صرف سات دن کے کورس میں ملیں گی۔ پورے سات دن کے کورس کی قیمت پانچ روپے ہے (صر) ڈاک خرچ آٹھ آنے (۸) علاوہ

مینجر اکسیری و اخانہ کللال محل بنی الیسیلی

دولتِ مُنقذِ ملتِ ہر کام پورا ہو گا

نافذ ہیں، میں کوئی روپیہ پیسے کا لالچ نہیں اور نہ میرا ذریعہ معاش کہ میں جھوٹ بول کر آپ سے چند پیسے لے کر اپنا ایمان خراب کر دوں۔ مگر جب ذیل نقش و تعویذ میرے خود آئے مودہ ہیں، جب مجھے ضرورت تھی۔ میں نے ان کے حاصل کرنے میں ہزاروں روپیہ ہیرا بردار کر دیا تھا۔ اب حجاز حاصل کر کے عام خلق خدا کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے قلیل ہدیہ ہیراں کا اعلان کر رہا ہوں۔ یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ان تعویذ و نقش کو اپنے ایمان کے ساتھ صحیح طور پر پیش کر رہا ہوں اور آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ ان کو آنا کر اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہونگے۔

رات کو سوئے وقت اپنے نہر مانے رکھنے سے خواب میں بشارت ہو جاتی ہے کہ اس کام میں کامیابی ہوگی یا نہیں اور یہ کہ اس کا طریق کیا ہے اور کیونکر کامیابی ہوگی۔ بالکل سچا خواب مل جاتا ہے۔ اس کے حامل نے سورج کے

قسمت کا موتی

عکس میں رہ کر اس عمل کو تیار کیا ہے۔ ہدیہ ایک روپیہ دس آنہ (عشر) محصول ڈاک علاوہ

یہ ایک تعویذ ہے جس کو روپیہ پیسہ میں رکھ لینے سے اس قدر ترقی ہوتی ہے کہ خدا کی شان دکھائی دیتی ہے۔ غیب سے مفلسی دور ہونے کے سامان ہوجاتے ہیں اور قحب ہوتا ہے کہ کون نکالتی احمدی دولت مانگے۔ انوکری، اکو، صومرت

## دولت کی گنجی

ہے اور اس کے دل میں خود بخود اپنے ماحکت کی ترقی کا خیال دانگنیر ہو جاتا ہے۔ ہدیہ سوار و سیم (عہ)

فقیروں نے بڑی بڑی محنتیں کر کے ایسی چیزیں حاصل کی ہیں۔ یہ بھی عاملِ شہادہ صاحب کا عطیہ ہے جس کی محبت ہو یا کسی کو اپنے دام میں پھینسانا اور بے دام غلام بنانا وغیرہ۔ اس سے شادی کی گنتا

## محبت کی ڈوری

و تو محبت کی دُوری کو اپنے گلے میں ڈال لیجئے اور جس جگہ آپ کا مطلوب ہو وہاں سے گزر جائیے اگر وہاں نہ ملے سائی ہو کہ تو اس دُوری کو اپنے محبوب کے در پر اس کے ہاتھوں تک پہنچا دیجئے کہ جس گھر بیٹھے اس کی ترطب کا تماشا دیکھئے۔ وہ ماہی بے آب کی طرح بے چین ہو کر آپ تک پہنچے گا۔ یہ دیر دھائی روپے (علا)

مندرجہ بالا سچے عملیات ہیں۔ ان کی ناکامی کی صورت میں ہم قیمت اسی کروڑ تک بھجولیں گے کہ ایک بار ضرور کام آئے گا۔

مینجر گڈ لک ٹیڈ بکٹسی۔ دریا گنج۔ بی۔ ایس۔ دھلی

نرم و نازک و معمولی صورت و غریب بالکل بے تصور معلوم ہوتا ہے۔  
 ”اچھا تمہیں بے تصور معلوم ہوتا ہے؟ کون تھا وہ؟“  
 ”باغی اسکاٹ ٹیس میں سے کل ایک نرٹھ میت ملی ہے، پبلک کا  
 خیال ہے کہ وہ نوجوان حکومت کا باغی نہیں تھا۔“  
 ”اچھا؟ اور کیا کہنا سنتے ہیں؟“  
 ”سنا جاتا ہے کہ اسے جھوٹی گواہی کے الزام پر نرٹھ میت دیا گیا ہے  
 ورنہ دارحکام اس شخص کی تھکاش میں ہیں جس نے سازش کر کے اس بے  
 گناہ کو جان لی ہے۔“

”میرا خیال ہے شاید یہی حکام اس شخص کا پتہ لگا سکیں گے۔“  
 ”میرا بھی یہی خیال ہے۔“  
 ”لیکن تو بے ایسا شاعر کون؟“  
 ”سٹرگرےس ہم نمبر والے بنگلہ کے وکیل نے مجھے بتایا ہے کہ اس سازش  
 کا روح رولڈ بد نصیب نوجوان کا چچا زاد بھائی ہے۔“

کھٹکھٹایا۔ سرٹھ کا غلط جیب چونک کر باہر نکلا  
 ”اس سٹرگرےس؟“ اس نے تعجب سے کہا۔  
 ”جیب میرے باہر جانے کے بعد میرے ہاتھ میں کسی نے کچھ پوچھا ہے؟“  
 ”کسی نے نہیں جناب۔ اندر تشریف لائیے۔ ذرا بیٹھ جائیے۔“  
 ”شکریہ شکریہ۔ اوہ۔ ہاں کیا تمہارا انگریزی میں آگ ہے؟ اُن  
 غضب کی سرور ہے۔“  
 ”ہاں جناب سب کے رات ہے۔ سرور کا کیا کہنا ہے۔ آئیے میرے کمرے  
 میں انگریزی میں رہی ہے۔“

دونوں کمرے میں داخل ہوئے  
 ”بڑے آرام کے جگہ ہے جیسا۔“  
 ”جی ہاں۔۔۔۔۔ بار پراج ایک نیا سر ہے۔ آپ کے اوپر کتے چوٹے دیں آگے۔“  
 ”ہاں سرور ہی نکاتہ دیکھ لے۔“  
 ”وہ آج سویت ہی دکھایا گیا ہے۔ میں نے اسے دیکھا ہے۔ آؤ کیا حسین سرور

جے۔ بی منگھارام کمپنی سکٹر کے نئے کارخانہ میں بنے ہوئے

# انرجی فوڈ

کے استعمال سے بچہ اور کمزور لوگ طاقتور بنتے ہیں



ان میں کنڈینسڈ ملک بٹر، گلوکوز اور کئی  
 طاقت بخش چیزیں استعمال کی جاتی ہیں  
 ڈاکٹر لوگ ان کی سفارش کرتے ہیں

آج ہی ایک رٹون خرید کر آزمائش کریں  
 مل سکتے ہیں ہر ایک شہر میں کمپنی

کے دوکانوں سے







”ہرگز نہیں، دونوں عابدیاری میں بدل رہے ہیں“

”اُن تم کتنی بدل گئی ہو.....!“

”ہاں اب میں جوان ہو گئی ہوں!“

”اور پلٹ کر کئی گنا حسین و دایاں! تمہاری تم مجھے اعتبار نہیں دیتا کہ

تم ہی بار بار جو جس نے ایک برس پہلے مجھے پائے بے انتفاقی سے ٹھکرایا تھا“

”وہ بتل! اب میں وہ بار بار نہیں رہ گئی ہوں“

”اور ہاں یہ تو کہو تم یہاں کیسے آ گئیں۔؟ میرے پاس۔؟“

”اس لئے کہ اب میں تمہارہ گئی ہوں اور مجھے یاد ہے کہ تم نے مجھے کبھی پیار

کیا تھا!“

”اوہ کبھی۔؟ ہمیشہ پیار لا پیار ہی بار بار! تمہارے لئے میری محبت کئی

وقت اور مقام تک محدود نہیں ہے۔ میری محبت زمان و مکان کی حدود سے

بالا اترے۔!“

بیرہم نے ہوش میں آکر کہا: میں اس وقت کا نہایت شوق و اضطراب

سے استغفار کر رہا تھا اور ہاں تمہارے ملائکہ فریب جس کی رعنائیوں اور

دلربائیوں میں اس کا کسین رات نے اور بھی چار چاند لگا دیئے ہیں۔ اور جو تم

کانٹ ہی ہو؟ ہمیں سروی لگت ہی ہے؟“

”ہاں نی! آج خوفناک مری ہے اور اتنی خوفناک جتنی خوفناک موت

ہوتی ہے“

”چلو میرے اس کمرے میں آ بیٹھی جہاں رہ رہی ہے“

دونوں اٹھ کر کمرے کی طرف بڑھے۔ میرہم نے جیسے کبھی نکالی اور تالے

میں ڈال کر گھماتے ہی دیکھا کہ لکڑی کا ایک چونک پڑا اس نے بار بار کی طرف مڑ کر

کہا: ”تم نے کچھ سنا بار بار۔۔۔۔۔؟“

”کچھ نہیں تو تم نے بڑا لکڑی سر سر اسٹ مٹی ہوگا“

”لیکن اس وقت ہوا تو نہیں چل رہی ہے“

”تو پتہ یاد رکھو کوئی چیز کھڑکی ہوگا“

”بہت ممکن ہے یہ مجھ میں بہت بری عادت ہے کہ میں یونہی ڈر جاتا ہوں“

# بناسیتی

بنولہ  
اگر آپ واقعی اپنی صحت اور مسیکل حفاظت کرنا چاہتے ہیں

تو

ہمیشہ بنولہ بناسیتی استعمال کریں جو کہ تازہ اور خالص بنولہ کی تیل سے بنی کریم ہے اور ہمیں جسمانی نشوونما کے لئے ضروری وٹامن شامل ہیں  
سچ چم غذائیت کا ایک خزانہ ہے اور یہ کھانے میں نہایت خوش ذائقہ ہے

ہر لحاظ سے دوسری کسی کا پورا انعام البدل ہے  
ایک دفعہ کے استعمال سے آپ اس کی خوبیوں کے قائل ہو جائیں گے

ہر جگہ ہمارے ایجنٹوں سے ۲۰-۳۵-۱۰ پونڈ کے ٹینوں میں دستیاب ہو سکتے ہیں براہ راست ہم سے طلب کریں

جنرل منجروی گنیش فلور ملز کمپنی لمیٹڈ لائل پور  
لاہور ایجنٹ میسرز گلڈ کاٹن گریڈری لعل پور بریمن شاہ عالمی گنیش

میر تپن دے دواہ کو لا اور اندر داخل ہونے کے بعد پھر بند کر دیا فوراً  
کمرے میں جیٹا ملائی اس لئے کچا کر بار بار دروازے کے سہارے کھڑی ہے اور  
اس کا سارا جسم بڑے زور سے کانپ رہا ہے  
”بادر! کیا سچے چغتیس اتنی زیادہ مری لگتے ہی ہے؟“ میر تپن نے  
آہستہ سے پوچھا۔

”ہاں تیل!“ بادر نے کمال اندازہ دلربائی سے کہا۔  
میر تپن نے فوراً کمرے میں سامنے رکھی ایک کونڈلیٹر کیا اور ایک گلاس میں  
اس کے لئے برائڈی بھروی  
”میر علی کل! تمام اتنی سوکھ گئی ہو۔“ میر تپن نے اپنی پیاسی آنکھوں  
کو بادر کے حسین چہرے پر گراڑتے ہوئے کہا۔ اتنے میں وہ برائڈی پی گئی۔  
”کیا کھن پیارے۔۔۔۔۔۔!“  
”لیکن پیلے سے کہیں زیادہ حسین و دلربا ہو گئی ہو پلیرا۔۔۔۔۔۔!“ کہتے ہوئے  
میر تپن اس کا ہاتھ اپنے ماتھے میں لیکر دیکھنے لگا۔

”کل! اسے پچاسی دی گئی ہے۔۔۔۔۔۔“ بادر نے میر تپن کے چہرے پر  
آنکھیں گاڑتے ہوئے کہا۔  
”ہاں میں نے بھی ہی سنا ہے۔“ اس کا ہاتھ چومتے ہوئے میر تپن نے کہا  
”نیلی! میں نے اسے مرتے دیکھ لیا ہے۔“ بادر نے آہستہ سے اس کا ہاتھ  
لے مجھے تلاش کر دیا۔ وہ مجھ کو کچھ کر سکا رہا تھا۔  
”جائے بھی نہ۔“ بوجھا بوجھا۔ ایک لڑکی باؤں کا ایک تذکرہ۔ بد نصیب  
میر تپن اس دنیا میں نہیں رہا۔ اسے بھول جاؤ گندہ سے ہوئے زمانے کی  
آزار دہ یاد لوح دل سے مٹا دو اور آگے والے لحات کی طرف دیکھو میں کل  
سویرے ہی اس کاٹ لینڈ روانہ ہونے والا تھا اور کہیں پیاری بادر!۔۔۔۔۔۔“  
”اب نہ سارا ریڈنگ۔۔۔۔۔۔ کتنا دردناک نظر تھا۔۔۔۔۔۔ بے ہوا  
ہونے کے باوجود اس کے ہاتھ پاؤں کیسے کانپے ہوئے تھے۔۔۔۔۔۔“  
”اور مجھے اب حیرت چاکم فاسی کے کٹے کاٹ لینڈ سے منانے لگے کی  
تلفیق داشتت کہ ہے“

## وِیرس کرن گولیاں

تمام مردانہ کمزوریوں کو ہٹا کر طاقت مٹھی بھر کر نوالی  
بے نظیر دوا ہے۔ بدن میں خون و جگر مردی کو کمال دیر بڑھاتی ہیں۔  
دل و باغ و جسم میں نئی طاقت بخشی ہیں جریاں۔ اختتامِ برکت  
و کم طاقتی کو ہٹا کر اصلی قوت عوامی پیدا کرتی ہیں۔ ختم کہ وہ لوگ  
و بھی جو بے سببی کی غلط کاریوں سے اپنی طاقت مڑی کو نہایت  
کمزور یا بالکل ضائع کر چکے ہوں ان گولیوں کے استعمال سے  
دوبارہ پوری قوت مردی و لطف جوانی حاصل کر سکتے ہیں۔  
قیمت فی شیشی ایک تو گولیاں تین روپے [علاوہ محصول ڈاک  
نمونہ کی شیشی پچیس گولیاں ایک روپے]

## وِاجی وِلاس تیل (رجسٹرڈ)

مردی کمزوری کے خاص نبیرونی تقاضا کی جھکاؤ چھوٹا  
نیز حلیں۔ رنگوں کا پھولنا۔ سستی۔ کمزوری کو ہٹانے کے  
لئے جادو نما اثر دکھانے والا طلا ہے وِیرس کرن  
گولیوں کے استعمال کے ساتھ ہی وِاجی وِلاس تیل کے  
نبیرونی استعمال سے تمام خرابی و کمزوری و سستی کا نام و نشان  
تک دور ہو جاتا ہے اوکھل و زبردست طاقت مٹھی حاصل ہوتی  
ہے استعمال کرنے کے بعد ہی اسکی قدر آپ کو معلوم ہوگی۔ ابلہ  
و غیر ہرگز نہیں پڑتا۔ بالکل بے ضرر ہے۔  
قیمت فی شیشی دو روپے آٹھ آنے [علاوہ محصول ڈاک]

راج وید ہتھ حکم چند روید بھوشن مالک امرت پرکاش اوشدھالیہ مال بازار امرت سر

” اس کے لئے نہیں تھی! میں تمہاری مخالفت کے لئے تھی ہوں“

” اس میں میری مخالفت کرنے —؟؟؟ مجھے کیا تھا —؟“

” تاکہ تم میرے لئے قاتل قرار دینے پر ہرگز میرے لئے گناہ نہ لگائے جیسا کہ میرے لئے ہو چکا تھا۔“

” ہے —؟؟“

بار بار ایک مبالغہ منس لیتے ہوئے کہا: ” تانیا! مجھے نہیں معلوم اور قاتل کہنے میں ہلک نہیں مجھے معلوم ہے کہ تمہیں نے فرانس سے آئے ہوئے مسکوری خط کو دیکھتے ہو میں غائب کر دیا اور تمہیں نے ریڈارک کے خلاف شہادت دی اور تمہیں نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم نے یہ سب کچھ میری محنت حاصل کرنے کے لئے، یعنی میرے لئے کیا۔“

” تمہیں یقین ہے کہ میں نے یہ سب کچھ کیا ہے۔“

” ہاں مجھے یقین ہے اور کامل یقین ہے۔“ لیکن تم نے یہ جاننے کی کوشش

میں کی میرے لوج کل پر تمہاری محبت کی مہریت سے ہو چکا تھی۔ یہ تمہارا ہی ہو چکا تھا۔“

میرے لئے کچھ کہتے نہ تھے۔ وہ چپ چاپ ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ ” اس لئے میں“ بار بار نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا: ” تمہیں حقیقت

معلوم ہے کہ تم نے اسے یہاں تک ڈھکیا لیکن بد قسمتی سے مجھے راستے میں تانیا سے ہو گئی تھی۔ اس لئے وقت پر پہنچی۔ جب اس عالم کو فریٹ رخصت ہو رہا تھا اور تم اس کے قاتل بن رہے تھے۔“

” یا خدا! اگر یہ سچ..... بار بار اگر یہ واقعی سچ ہے.....“

نہیں نہیں ریڈارک ہی ہمیشہ تمہارا دوست رہا۔ تم نے مجھے کبھی الگ سے نہیں دیکھا تھا۔ اس کو یاد کرتی تھیں۔“

” سوچو یہ سچ“ بار بار نے یروش افلاز میں کہا: ” خدا مجھے معاف فرما“

میں نے نہیں اس وقت بھی یاد کیا۔ اور اب بھی دل و جان سے قربان ہوں۔“

## پلیکان

ہر قسم کی بواسیر یعنی خونی و بادی وغیرہ کے لئے یکساں طور پر مفید ہے۔ یہ پہلی ہی دفعہ لگانے سے اپنا اثر دکھاتی ہے اور قہور سے نا باقاعدہ استعمال کرنے سے مستقل طور پر فائدہ پہنچاتی ہے یہ اندرونی و بیرونی بواسیر دونوں پر استعمال کی جا سکتی ہے۔ یہ بالکل بے ضرر ہے اور بہت تجربات کے بعد ایجاد کی گئی ہے۔



ساختہ انگلستان  
ہر ایک دوا فروش  
مستعمل کر سکتی ہے!

یکسٹریکٹ پیلیکان جینی۔ کراچی۔

## پیرین ٹکیاں جسم کے لئے

سر درد، دانت اور کان درد، زکام، بخوروں اور مرکار درد، انفلو انزا بخار عورتوں کا ماہواری درد سے آنا اور جسم کے تمام درد



پیرین کی ٹکیاں کھانے سے دس منٹ میں کا فور ہو جاتا ہے

ہر ایک دوائی فروش اور

پناری سے مل سکتی ہیں

آج ہی اس کو آزمائیں

At the first sign of pain, take **Quickest PAIN-KILLER**

پانچ ہزار روپیہ کی گھڑیاں مفت

ہمارے واقعات نے اپنی تین مشورہ دہانوں کی مشہوری کے لئے شہریشہ کے خرمیدار کو ایک تولد سونہ پیرس کی نگرانی کے لئے مفت دینے کا فیصلہ کیا ہے جلدی کریں اور فائدہ حاصل کریں۔



!اے عمر بنی اے

ہماری مشہور دوائی اسی اس حیرت انگیز استعمال سے جو کہ کمال انجیر کی تکلیف کے عیشہ کیلئے دودھ و جلاتے ہیں اور پھر زندگی بھر وہ اس جگہ کبھی پیدا نہیں ہوتے جگہ رشیم کی طرح کالام، نرم اور نوسہ صحت نقل آتی ہے قیمت فی نشی ایک روپیہ پندرہ آنہ ۱۵ روپیہ، محصول ڈاک علاوہ، تین نشی کی رعایت قیمت صحت یا پھر چار روپیہ دوائی کو مشہور کرنے کیلئے ہر نشی کے برابر ایک تولہ اسونا پیرس نیو گولڈ باکل مفت بطور انعام دیا جاتا ہے یہ سونا دیکھنے میں بالکل اصلی سونے کا مانند معلوم ہوتا ہے اور کسوٹی پر اصلی سونے کا رنگ دیتا ہے۔ اس سے ہر قسم کے زیورات تیار ہو سکتے ہیں۔

خاصوری نوٹ: بال ناہت مجھے یہ قیمت فورا واپس کر دینی چاہیے تین نشی دوائی کے خریدار کو محصول ڈاک معاف اور تین تو سونا بالکل مفت انعام د

بال کلاسیل

اس بال کا اتیل کے استعمال سے بال ہمیشہ کیسے سیاہ ہو جاتے ہیں اور پھر تمام عمر کا لے پڑا ہوتے ہیں۔ بے نظیر سیریا محض ہے فائدہ دینے پر قیمت واپس ہوگی قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ مندر آتا ہے اور ہر محصول ایک علاوہ تین شیشی کی رعائی قیمت صرف پانچ روپے ہے، اس دوائی کو مشہور کئے گئے ہر شیشی کے ہر ایک کو ایک کلوگرام تا پیریر نیو گولڈ بال مفت بطور انعام دیا جاتا ہے یہ سونا دیکھنے میں بالکل اصلی سونے کے مانند معلوم ہوتا ہے اور کسی پُر اصلی سونے کا رنگ دیتا ہے اسے ہر قسم زیور یا ہر کچھ میں بنوادی ٹوٹا۔ بل پانچ بجنے پر قیمت فروزا پس کر دی جائیگی تین شیشی کے خریدار کو محصول ایک عاف اور تین کو تو لے سنا بالکل مفت انعام

کالے گورے ہو گئے

[illegible]

صلیٰ بنیاسی دواخانہ یکمشن بی کس ۱۲ (بی ایس ایل) - امرت سرین

پیشانی کا پتہ: اعلیٰ سیاسی و خانہ سیکشن پی ٹی ۱۲۔ (بی۔ ایس۔ ایل)۔ امرتسر (پنجاب)



# فولادی



مرستم کو رستم زماں بنانے والی اکسیر  
 مسیح الملک حکیم اجل غلام کی ریاض کا نانا نانا علیہ السلام مسیح الملک حکیم اجل غلام صاحب رئیس اعظم نے  
 سہید سائیفک درغیہ پڑھ کر کہ جس استعمال اور پڑھنا دیا ہے مسیح الملک حکیم اجل غلام صاحب عظم نے سیاحت کے دوران ایک عجیب و غریب بخار کا پتہ لگایا

رستم و سہراب کی طاقت کا ضامن ہے  
 اور سلطان اعظم کی لاثانی قوت کا موجب تھا۔ اجل غلام نے اس نسخہ کے نادار اجزاء سے ایک معجون تیار کر کے

نواب صاحب رام پور اور مہاراجہ پریال کی اپنی یہ معجون تھی، جو اکثر و ایان ریاست کے استعمال میں ہی  
 مسیح الملک حکیم اجل غلام صاحب رئیس اعظم نے

اس معجون کو جو صورت و وسائے استعمال کے لئے خاص طور پر تیار ہوئی تھی، جدید اصول پر پرنٹنگ پیکر زیادہ پڑا کر  
 قروں کی شکل میں تبدیل کر دیا اور رفاہ عام کے لئے ہندوستانی دواخانہ کو مرحمت فرمادی

فولادی قوت پیدا کرنے والی اکسیر  
 جو قوت باہ کی لاثانی دوا ہے۔ اعصاب کے رئیسہ میں حیرت انگیز قوت پیدا کرتی ہے، اعصاب کے طاقتور  
 بناتی ہے۔ بدن میں قوت، دل میں جوش، جسم میں پستی اور چہرہ پر رونق پیدا کرتی ہے  
 سال نومبر کا لاثانی تحفہ

فولادی ہے جو زندگی، طاقت، ولولہ اور جوش سب ہی کچھ پیدا کرتی ہے۔ اس معجون کی انگلیں انہیں نو پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس کے چند روزہ استعمال سے

بوترے بھی جوان ہو جاتے ہیں

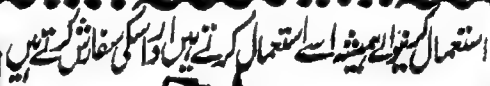
قیمت فی قرص دو گنے (۲) پندرہ یوم کی مکمل خوراک ۳۰ قرص کی سرب شدنی (ہے)  
 صبح دو قرص دو دو گھنٹہ کھانے کے بعد

پرنٹنگ نمبر ۵۵۶۶

پرنٹنگ نمبر ۵۵۶۶  
 مینجر ہندوستانی دواخانہ پوسٹ بکس نمبر ۲۲ دہلی

آؤ خوش رہیں! اس کی تمہیں حسیب رنگ کفارہ نہ ادا کیا جائے۔ گناہ کیوں نہ کر معاف ہو جاتا؟

”خود ابراہیم کا بچہ چھوٹے میں پوری امتیاد سے اپنا فرض انجام دے گا۔ آپ باہر کا بچہ ہیں۔“

[illegible]

گر گاؤں بھیتی بنیں

|                                                                                                                                                                                                                   |                                                                                                                                                                                                                                                             |                                                                                                                                                                                                                                                                                  |                                                                                                                                                                                                                      |
|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| <p>دلہا بختیوس :- بیل رام ایڈر اوس<br/>         راج جو بختیوس<br/>         ڈاکٹر صلہ رام ایڈر مندر<br/>         شکر دیہ لکھن ہال<br/>         اوس بختیوس :- میسر زری رام کھارام<br/>         اچھ دیہ لکھن ہال</p> | <p>راؤ نند بختیوس :- گوہن نارن رام ایڈر بختیوس<br/>         انڈر پٹن میڈن لکھن<br/>         ہنار جھانڈی :- سیو رام سہو جانیہ مندر<br/>         لکھن بختیوس :- کرانن میڈن لکھن ہال<br/>         منگت لکھن ہال<br/>         لکھن بختیوس :- ڈاکٹر تھسی رام</p> | <p>لکھن بختیوس :- گوہن تاکہ میڈن ہال<br/>         میا لالہ<br/>         گوبال میڈن ہال<br/>         راجندر میڈن ہال<br/>         نیشل میڈن ہال<br/>         لکھن بختیوس :- گوہن لکھن ہال<br/>         لکھن بختیوس :- گوہن لکھن ہال<br/>         لکھن بختیوس :- گوہن لکھن ہال</p> | <p>دلہا بختیوس :- جہنا واس ایڈر بختیوس<br/>         راجی :- جہتر رام ایڈر بختیوس<br/>         جوں :- سٹیکٹیشن نار میسی<br/>         سیالکٹ :- دیوان چند ایڈر اوس<br/>         لکھن بختیوس :- ڈاکٹر الیس کے اتھری</p> |
|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|

# ادب لطیف

اُس پار

میری محبوبہ

اب ہم اُس پار پہنچ گئے ہیں  
خود غرض دنیا اور دنیا والوں سے دُور۔۔۔ بہت دُور  
جہاں سب پہنچے ہیں!۔۔۔ جہاں خواب بھی دکش ہیں!  
جہاں چاندی کے گڑبڑ پر محبت نہیں بھی جاتی!  
اب ہم اُس پار پہنچ گئے ہیں!۔۔۔ جہاں حس ہی حس ہے!۔۔۔  
جہاں سب محبت کرتے دلتے جا رہے ہیں!۔۔۔ اب ہم اُس پار پہنچ گئے ہیں!  
آدب سے محبوب! مجھے آغوش میں سے نوا، میت یوں پر اپنے لیتے  
ہوئے ہوش رکھ دو!۔۔۔ اب ہم اُس پار پہنچ گئے ہیں!!

میری محبوبہ میری متناؤں کا مرکز۔۔۔ دنیا کے شجرت کی ملک ہے۔  
جس پر حس و شہاب بھی نرغیہ ہیں!  
اُس کے چہرے پر اس کی حس کے شعلے رقصاں اُس کی کنول ہی محو راگنیں  
۔۔۔ شہاب محبت کے میخانے! اس کے رخسار دکش حسین۔۔۔ کاشمیری  
سبب کی طرح سرخ ہو رہا  
نرم و نازک ناگہ کسے کاٹ گیسو! جو بڑے حس ہی بی پا کر موعود ہے  
جہاں ادیبوں کی سیاق و سباق کا رخسار اُس کے رخساروں کو چوم رہے ہیں!  
میری محبوبہ! دنیا کے حسن و محبت کی ملک ہے +

## سنٹرل بینک آف انڈیا لمیٹڈ

جاری شدہ  
۱۹۱۱ء

میںڈ آف  
بیس

منظور شدہ سرمایہ 3,50,00,000  
جاری شدہ سرمایہ 3,36,26,400  
ادا شدہ سرمایہ 1,68,13,200  
ریزرو فنڈ 87,00,000

سب سے بڑے ہندوستانی بینک سے لین دین کیجئے  
ہر قسم کا بینکنگ اور ایکسچینج کا کام سستے نرخوں پر کیا جاتا ہے  
مزید تفصیلات بینک کا کسی برانچ سے دریافت کریں

ایس آر جی ایل ایم سی ایل ایل بی۔ ایف۔ آئی۔ بی (لنڈن) ایجنٹ لاہور برانچ





پاسنگ شوین  
کہتا ہے

ایک مٹھالیجے  
سلگائیے  
اور پرسکون اور عمدہ  
صحت حاصل کیجئے

**PASSING  
SHOW  
CIGARETTES**



ہماری دھڑلے پاسنگ شو کی آواز سن کر آپ کو فوراً کوئی کام یاد آئے گا۔  
ہماری دھڑلے پاسنگ شو کی آواز سن کر آپ کو فوراً کوئی کام یاد آئے گا۔  
ہماری دھڑلے پاسنگ شو کی آواز سن کر آپ کو فوراً کوئی کام یاد آئے گا۔  
ہماری دھڑلے پاسنگ شو کی آواز سن کر آپ کو فوراً کوئی کام یاد آئے گا۔

GOLDEN IN COLOUR • GOLDEN IN QUALITY

## امرت دھارا فارمیسی کا رعایتی اعلان

امرت دھارا فارمیسی لاہور کی جانب سے ہر سال مارچ کے مہینے میں خاص رعایت کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اس سال بھی فارمیسی مندرجہ کی طرف سے چالیسویں سالانہ جلسہ کی خوشی میں اس رعایت کا اعلان کیا گیا ہے۔ یعنی جو حضرت مارچ کے مہینے میں فارمیسی ہڈا سے ادویات خریدیں گے انہیں امرت دھارا اور اس کے ۲۳ مرکبات نیز امرت کا یا کلپ ۲ قیمت پر اور فارمیسی کی باقی ادویات اور کتابیں نصف قیمت پر دی جائیں گی۔ ہم تارین تیسویں صدی سے پُر زور سفارش کریں گے کہ وہ اس رعایتی اعلان سے فائدہ اٹھائیں۔ بلاشبہ امرت دھارا فارمیسی کی ادویات مفید اور کتب قابل قدر ہیں۔

نہایت مفید اور قیمتی

میسورین صدی کے کلام نرس میں بھی پانچ پانچ اور چھ سو پینچ والے رسائل

## میں گیت

سکمی! محبت کے مینے گیت گایا۔ تو کافی جواب میں سنتی رہوں  
تو مسکرائی جا۔ اور میں بھی بھر کے روؤں  
میں اپنے ماضی کو۔ محبت کے ان ترے دلوں کو کیونکر بھول سکتی ہوں؟  
سکمی! محبت کے مینے گیت گایا۔ فضا تیرے غور سے محو رہ جائے!  
محبت کے شیشے چاروں طرف بے نگلیں!  
دل میں پھر امید کھینچے سکریا! نکلیں!  
سکمی! محبت کے مینے گیت گایا!  
پانچ کا ایک گوشہ ہوا۔ بھولوں کی مسکرائی ہوئی جوانی ہوا  
بھونکنے لگا تو اشتیاق شباب ہوا!  
اور میں ان میں کھو جاؤں!  
سکمی! محبت کے مینے گیت گایا!



بی بی آ اور ایم کے آسانی سے کرنے کے لئے

منشی فاضل ۱۹۲۲ء کا مکمل نیا کورس مع کتب ایمل دی

مرتبہ روپیہ سات ملینسپل لکچر میں طلب کریں مجموعی ٹو اک علاوہ

مرتبہ کورس کی کتابیں ۲۵ روپے کتب مدد جی ۱۵ روپے

میسرک اور ایف کے آسانی سے کرنے کے لئے

ادی عالم ۱۹۲۲ء کا مکمل نیا کورس مع کتب مدد جی ۱۵ روپے

مبلغ ۲۰ روپے میں طلب فرمائیں علاوہ معمول

مرتبہ کورس کی کتابیں ۱۵ روپے کتب مدد جی ۱۵ روپے علاوہ معمول

مکمل فہرست کتب ۱۹۲۲ء مفت منگوائیں

ملنے کا پتہ  
ملنے کا پتہ  
ملنے کا پتہ

# پان

از جناب سید نصیر الحسن منوی ایم کے

لیکن ہیٹ سیکونڈ ہندو مالک جائزہ اس طرح سے سگار جائز، سگریٹ جائز، لیکن پان حرام، یہ کیوں؟ موت اس لئے کہ سگار اور سگریٹ پر یورپین ممالک کے باشندے والد شفیقتہ نظر آتے ہیں۔ لیکن بے جا وہ پان موت ہندوستان ہی کی پیداوار ہے اور ہندوستان میں اس کی طبقہ میں سرخروٹی حاصل کئے ہوئے ہے جو یورپین بنا ہندوستان نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ آج بعض ہندوستانی جس طرح مغرب پرستی کی رو میں پہنچے جا رہے ہیں وہ بہت ہی جیت انگیز اور سافٹ سافٹ قابل افسوس بھی ہے۔ وہ لوگ روز بروز اپنی تمام ملک خصوصیات کو خیر باد کہتے نظر آتے ہیں۔ جن لوگوں کے خیالات بدیشی، اطوار بدیشی، لباس اور طرز معاشرت غیر ملکی ہو انہیں ہندوستانی کے پاک لفظ سے کیونکر لکھا جا سکتا ہے؟ یہی لوگ ہیں

پان کے متعلق پان حضرت کی طرف سے

جو حقیقت آپ نے متعلق ہندوستانی لکھا با باعث تو یہی سمجھتے ہیں۔ یورپین ممالک کی ہر چیز ان کی نظروں میں عجیب نظر آتی ہے لیکن ہر ایک ہندوستانی چیز انہیں قابل نفرت دکھائی دیتی ہے۔ اسی لئے کوٹ مقبول اور پاکیزہ مردود۔ پانچیا بداد جو قیامتنا جائز ہے۔

جس بے جا مخالفت کا اظہار کیا جاتا ہے اس کے کچھ سے عقل تھوڑا آتی ہے۔ ظاہر ہے کہ پان دیکھ کر فائدہ کے علاوہ کچھ حاصل نہ لگا دینے میں بڑی ہنڈل مارا کرتا ہے۔ ہندوستانی اس کو آرائش کی چیزوں

## اعلان

ہم بخوبی اعلان کرتے ہیں کہ جو انفل کی حالت دور و پیر کی بریادی کو دیکھ کر بچاؤ کے مشہور وید کو باریج خزانہ چیز صاحب بی۔ اے۔ گولڈ میڈلٹ ماہر علاج پوشیدہ امراض کئی سالوں سے نامری بربان اختلاس آشک سوزاک وغیرہ پوشیدہ امراض کی عباد و اثر و دیات کا زائش کے لئے مفیت دیتے ہیں تاکہ خرچ کرنے سے پہلے ہاؤس مضمون کی پوری تسلی ہو جاوے اور دوسری جگہوں کی طرح دھوکہ کھانے کی خواہش دیر سے فروغ شدہ اصحاب باریج جی کے وجہ فارمیسی جیمز لیس کے وڈو گولڈ میڈلٹ لاہور میں خود ملک باریج کے لئے کٹ پیچیدہ دوائی حاصل کر سکتے ہیں

## دولت ایکوٹلاش کر رہی ہے

ڈھائی سو روپیہ ماہوار کمیشن

منرو گولڈ اور اس کے زیورات

منرو گولڈ کی ایجنسی ایک آپ ڈھائی سو روپیہ ماہوار کمیشن ہے۔ یہ نقلی سونا کو سٹی پر اصل سونے کا رنگ دیتا ہے اور بالکل اصلی سونے کی مانند گولڈ اور پگھلا کر ماہوار کمیشن کے مطابق ہر قسم کے زیورات تیار میں آپ اپنے شہر کی ایجنسی کیلئے فوراً درخواست کریں۔ تیار شدہ زیورات کی مکمل لیٹ تین ٹونڈ منرو گولڈ ایک جوڑی فینسی جوڑی، ایک جوڑی کمانے نیوڈیراشن، ایک انگوٹھی سبھی فینش نمونہ کے طور پر بھیجے جاتے ہیں۔ ہوشیار اور تجربہ کار ایجنٹوں کو ہر قسم کی سہولت دی جائیگی۔

منرو گولڈ اور اس کے زیورات طلب کریں

منرو گولڈ ورس پوسٹ بک نمبر ۴۲۲ منی ملی

میں سے ایک ضروری چیز سمجھتے ہیں، اول اس کو اس قدر مقبولیت حاصل ہے کہ ہر قسم کے محفل میں پسندیدگی کا لگا ہوا ہے، لیکن ہمارے مغرب زدہ دوستوں کی اخروں میں جہن پر مغرب پرستی کا جتن بری طرح سے سوار ہے۔ پان ہر برائی کا حامل نظر آتا ہے۔ اگر پاؤں ڈھچک کر چہرہ پر پناؤ کی حسن اور خوبصورتی پیدا کی جائے یا سر پر رنگ لگا کر مونوں کو لال سمجھو کا بنایا جائے تو کوئی مصنفہ نہیں، لیکن اگر کوئی غریب سبز دستاوی وضع کا پاسبان چپا کر اپنے ہونٹ رنگ لے تو وہ ان عزرائیل کے نظروں میں سختی، کشتی اور گریں زوئی طہیرے سگریوں اور نگاروں کو کثرت کے ساتھ استعمال کرنے سے انگلیاں کٹنی ہادی زیب جعاشی وہ قابل اعتراض نہیں اگر کچھ یا چونے کا ذرا سا بھی رنگ کسی پان کے استعمال کرنے والے کی انگلیاں یا ہاتھ پر نظر آجائے تو وہ سخت محبوب اور خلعت تہذیب ہے۔

پتھرت جب پان کے نقصانات گنوں میں شاعرانہ لہر سے کام لیتے ہیں تو اس کے نقصانات کا سلسلہ زلف ہمارے سلسلے کی طرح بڑھتا چلا

جاتا ہے جو کسی طرح ختم ہی ہونے میں نہیں آتا۔ دانتوں کے جہلمراض اسی پان کے سرشت سے جاتے ہیں۔ اسی پرکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ بعض بعض حضرات معدہ جگر، قلب اور گڑھ کے امراض کا سبب بھی پان کو بتاتے ہیں۔ عورتوں کے مرض اختناق الرحم کو بھی اسی پان کا سبب بتایا جاتا ہے۔ اگر یہ امر قہم کے امراض کے مریضوں سے غیر محال کے شفا خانے ہی پر نظر آئے ہیں، جہاں یہ بے چارے پان نظر نہیں کرتا بلکہ پیدا ہی نہیں ہوتا اور ان لوگوں نے کبھی اس کی صورت بھی نہیں دیکھی۔ لیکن ہندوستان میں ان جہلمراض کا سبب پان ہی کو بتایا جاتا ہے۔

اگر تعصب پر مغرب پرستی کی علیحدگی اٹا کر دیکھا جائے تو پان میں ایسی کوئی ذرائی نظر نہیں آتا جس کی وجہ سے اس سے نفرت برقی پہلے اور زائد درگاہ قرار دیا جائے۔ وہ ایک سنت کا پتہ ہے اور درخت کے پتے ہر ملک میں عام طور پر کھاتے جاتے ہیں۔ امریکہ اور یورپ کے ممالک میں سلا کے پتوں کا چھانا تہذیب یافتہ ممالک میں محض میں محبوب خیال نہیں کیا جاتا۔ ایسی صورت میں پان کے درخت کا پتہ کھانا جس کا اندر گونا گوں فوائد مضمر ہیں کیوں محبوب خیال



بچوں کی صحت کیلئے عنکبوت کی ضرورت نہیں ڈونگرے بال امرت کے استعمال سے بچے طاقت ور اور چنگے بنتے ہیں یہ مشہور دوا ہے

لندن سے مس کے ٹاسٹ

فیسیرین  
کی تحقیق تفریق ہے۔ بین فیسیرین استعمال کیا ہے اور کس جہانوں کیلئے بھی مفید پایا ہے۔ (مزید از انگریزی)  
فیسیرین ایک کم طاقتور دوا ہے۔ بلکہ دواؤں کے مضامین پر ہر دوا کا نام ہمارے کتبے کی کتابت نوٹ ہوتا ہے۔ خوشی اور ہے قیمت فی شیشی ایک روپیہ  
فیسیرین نوڈل کی استعمال فیسیرین ایک کم طاقتور دوا ہے۔ بلکہ دواؤں کے مضامین پر ہر دوا کا نام ہمارے کتبے کی کتابت نوٹ ہوتا ہے۔ خوشی اور ہے قیمت فی شیشی ایک روپیہ  
فیسیرین نوڈل کی استعمال فیسیرین ایک کم طاقتور دوا ہے۔ بلکہ دواؤں کے مضامین پر ہر دوا کا نام ہمارے کتبے کی کتابت نوٹ ہوتا ہے۔ خوشی اور ہے قیمت فی شیشی ایک روپیہ

مخصوص دوا کے مریضوں میں بذریعہ دوا ہوگا

دوا کی دکان مکتسر (پنجاب)

سلاہوتانی دہراز عمری مہن کی طاقت حفظانِ صحت و ورزش و خوراک کی سیکھو!

[illegible]

اسلام راجح السلامہ تمک یا قیمت لی جائے گی

[illegible][illegible][illegible]

دن ہے یہ (بدایت الیوم) اس سے پہلے کہ ان  
 کو پہنچے پہنچتے ہیخ ان کے کہہ کر کے جہاں میں گئے  
 خوراک کا بیان ہے کہ ان کو کھانا پہنچا دیا گیا قیمت ۱۲  
 رس الخوراک اس میں کوئی ذکر نہیں ہے یہاں افسوس ہے کہ  
 اندر فرما ہے عید بدایت اندر فرمائی دینی اور علی بن ابی طالب  
 قیت اردو ۱۲۰۰ ہندی سوار پیہ  
 دودھ واسکی اشیا۔ ہر ان کو دھنچھا جائے ہر  
 دودھ غسل لائے اور دھوئے بخالی تمام خوراک اشیا کھائیں ان کو  
 قیمت اردو سوار و ہندی دودھ رو پیہ

خط و کتابت و تارکاپست :- امرت دھارا عمارت لاہور

کیا جانتے ہیں کہ مرضیہ ازہمت میں سے چونکہ کچھ جھالیہ اور لالچی ہیں لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو ان چیزوں میں سے ہر چیز فائدہ رساں اور مفید صحت ہے چونکہ ہماری ہڈیوں اور پیچھے ٹھوس کو مضبوط بنانے میں بہت اچھا اثر رکھتا ہے جب یہ چونکہ گریٹ سیرپ کی شکل میں یورپ کے آئندہ تو پھول کی کروری اور سیل روئی کے امراض کے دفعیہ کے واسطے ایک بے نظیر چیز سمجھا جاتا ہے لیکن جب یہ چونکہ پان پر لگا کر استعمال کیا جاتا ہے تو دانتوں کے لئے مضر اور سخت نقصان دہ خیال جاتا ہے۔ اگر تمام ارض میں چلنے کا پانی دودھ کے ساتھ دینے کے لئے ہر ڈاکٹر مرآت کرتا ہے لیکن جب یہ چونکہ پان پر لگا کر کھایا جائے تو ہر ملاں بہ جانتا ہے!

پان کے لوازمات میں سے دوسری چیز کتہہ ہے۔ یہ بھی ڈاکٹری اور یونانی حوالوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ زخموں پر بھی اس کا استعمال عام طور سے رائج ہے۔ ہر سال یہ بھی کوئی نقصان دہ چیز نہیں لیکن پان کے ساتھ اس کا استعمال بھی سخت معیوب خیال کیا جاتا ہے۔

پان کا تیسرا مرضیہ جزو جھالیہ ہے یہ خفیف مقدار میں قابض ضروری ہے لیکن کمزور و غیر مکی قسم کے کیرڈ کو ہلاک کرتی ہے باوجود ان خوبیوں کے پان کے ساتھ اس کا استعمال مغرب پرستی کے نقطہ نظر سے سخت معیوب اور جرم خیال کیا جاتا ہے۔ ٹونگ، الائیچی، جادوئی بھی پان کے ساتھ استعمال کی جاتی ہیں طبی نقطہ نظر سے یہ سب کی سب چیزیں با فائدہ ہیں کافی انداز و دینی ہیں ان کے استعمال سے بھوک خوب کھل کر لگتی ہے اور قوت ہائیمہ قوی ہو جاتی ہے لیکن انیسوس ہے کہ ایسی فائدہ بخش چیزوں کا استعمال بھی پان کے ساتھ گناہ سمجھا جاتا ہے۔

جو طبقہ پان کے متعلق آئے ہیں ان اراض پر اعتراض کرتا ہے۔ وہ بڑے زور و شور سے تباہ کو خوشی کے متعلق جن کو کچھ لوگ پان کے ساتھ کرٹے استعمال کرتے ہیں بغیر صحت بتاتا ہے۔ ہم بھی اسے تسلیم کرتے ہیں لیکن اگر متب کو میں کوئی خرابی ہے تو اس میں پان کا کیا قصور ہے۔ صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ پان کے ساتھ تباہ کو استعمال نہیں کرنا چاہئے اور ایسے نزاکے دفع کرنے میں تباہ کو اچھا نظیر آپ ہے۔

پان ایک ایسی چیز ہے جس کے تمام لوازمات مفید صحت ہیں۔ کھانا کھانے کے بعد لیک پان کھانے سے بھی منہ کی صفائی ہو جاتی ہے ایسی شاید کسی چیز سے نہیں ہوتی۔ پان کے اندر جو مصالحے بڑے ہوتے ہیں۔ وہ ہر وقت منہ کو خوشبو دینے سے بہت ہیں اور سونٹوں میں غذا کے ٹپنے سے نفخ اور بدبو پیدا ہونے نہیں پاتی۔ پان اور اس کے مصالحے سب سب مہر ق تلخ و مفرح و داغ بھی ہیں یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ پان کھانے کے بعد دل و دماغ کو انتہائی ذہن حاصل ہوتی ہے ہاں اگر یہ اعتدال کا استعمال کیا جائے تو نفسیاض مزیت ہوگی لیکن ایسی صحت میں بذات خود پان کا کوئی نقص نہیں بلکہ اگر نفس ہے تو اس کا طریقہ استعمال پان کو کثرت استعمال پان یا بھی ہو سکتا ہے۔ اختلاج قلبی و عتقانہ الرحم کے دورے پڑنے بھی ممکن ہیں۔ دیگر ہلکا دماغ میں بھی لائن پرکتے ہیں لیکن اگر ڈاکٹر سے کچھ جائے تو کثرت ایسا مرض ہے جو اعتدال کا پان بڑی دقت کھانے کھل کھانے، دودھ پینے سے نہیں ہو سکتا۔ اعتدال سے بڑھ کر کسی چیز کا بھی استعمال کیا جائیگا خواہ یہ کسی ہی اچھی سے اچھی چیز کیوں نہ ہو نقصان دہ ثابت ہوگی اور طرح طرح کے امراض پیدا کرے گی

## دی پنجاب نیشنل بینک لمیٹڈ

منظور شدہ رقم 50,00,000/- روپے باری شریاویہ = 50,00,000/-

اور منظور شدہ رقم 15,13,368/- روپے باری شریاویہ = 15,13,368/-

کاروباری شریاویہ 1996ء کو 95,14,000/-

مفت دفتر ۴۷ مال روڈ لاہور

چیئر مین۔ رائے بہادر دیوان بدیری واس

پنجاب میں ہر جگہ لائبریریوں کے تمام بڑے بڑے شریوں میں شائع نام ہیں

یو پی کی نئی شاخیں: سیتا پور، ملو، لکھنؤ، پٹنہ، بھوپال، مظفر گڑھ، ممبئی، دہلی، راولپنڈی

ایکسپریس (ایکسپریس) (ایکسپریس) (ایکسپریس) (ایکسپریس) (ایکسپریس) (ایکسپریس) (ایکسپریس) (ایکسپریس) (ایکسپریس) (ایکسپریس)

ہر قسم کا سامان اور دیگر چیزیں کی تباہی

واجبی زرخیز پر کیا جاتا ہے

قرارداد دیگر تمام میل کے لئے غیر سیدائش یا شناخت سے خط و کتابت کریں

یو و مہراج سیکرٹری

گلیسیم (پوٹاش) کے مجزے

ملک کا لاکھوں نہیں کروڑوں روپیہ باہر جا رہا ہے۔  
 پوچھا کتنی سستی چینی ہے۔ اگر ہم اس سے کام لیں تو اس ایک ہی  
 دولے بہت سے مرض دور ہو سکتے ہیں۔ گوانگری کی علاج میں چونکہ استعمال  
 ہوتا ہے اور لوگ اس سے کچھ نہ کچھ فائدہ بھی اٹھا رہے ہیں تب تک ہمارے  
 بھائیوں نے بھی اس صاف توجہ نہیں کی۔ چوہہ جس قدر مستلیم ہے۔ اتنا  
 ہی زیادہ مفید ہے۔ یہاں چوہہ کا کافی تیار کرنے اور سپرد وصال کو خیر میں وہ  
 مفید ہے استعمال کرنے کا طریقہ بتایا جاتا ہے۔

ہندوستان میں مشیرانِ حیزہ ایسی باغی تھیں جو کسی قیادت کے یا بہت  
 بڑی قیمت پر حاصل ہو سکتی ہیں اور اگر انہیں بطور دولت کے استعمال کیا جائے تو  
 بہت جیسے امراض کو دور کر سکتی ہیں جن کے متعلق عام طور پر مشہور ہے کہ یہ دور  
 نہیں ہو سکتے، یا قیمتی دواؤں کو مدت تک استعمال کرنے سے دور ہوتے ہیں  
 جن ملکوں نے اس راز کو سمجھ لیا ہے کہ دنیا میں کوئی ایسا راز بھی تاثیر سے  
 خالی نہیں، وہ ملک کسی چیز کو بھی جہاں نکلنے کی عقل اور طاقت کام کرتی  
 ہے منافع نہیں جانتے اور باغیہ معمولی سے معمولی چیز سے بھی غیر معمولی

کام کی زندگی کو حیران کر رہے ہیں اور  
 خوشحال املاں پورے ہیں۔ دواؤں  
 پر نظر ڈالئے ہیں۔ یہ سب کو ہم یہاں کوٹریں میں تیار کر سکتے ہیں، انہی کے لئے  
 پاؤں جو نہ کیا پنج سیریاں ہیں  
 جس کے برقیوں میں گھولیں اور چم طرح  
 ہلار کہ چھوڑیں۔ دوا چار گھنٹہ کے بعد جب چوہ نہ نشین ہو جائے اور پانی

ابتدائی زندگی ہی سے کفایت شعاری کی عادت ڈالئے اور اپنے بچے کے لئے سرمایہ حاصل کیجئے

اور اس سے جو کہ ایک مضبوط ترین اور منہستان کی سب سے مشہور  
 بیمہ زندگی کمپنی ہے  
 بچوں کے مخصوص بیمے کی پالیسی حاصل کریں

بچوں کا مخصوص سہاویں اس لیے جو بڑے کی گائیڈ ہے کہ والدین بہت ادنیٰ شرح پر اپنے بچے کیلئے محدود اختیار پر تناسل عمر کی پالیسی یا اگر اعلیٰ سہاویہ کی پالیسی حاصل کر سکے۔ ان پالیسیوں کی ممانعت کمپنی کی ذمہ داری کی متوجہ عمر سے شروع ہوگی جو بچہ کی کارپس سال کی عمر سے پہلے نہیں ہوگی

مندی تفصیلات کیلئے  
 الف ایس ای ایڈیٹر  
 الف ایس ای ایڈیٹر (ایڈیٹر)

اور نیل گورنمنٹ سیکریٹری لائف انشورنس کمپنی لمیٹڈ، ممبئی۔ دی مال لاہور  
سے خط و کتابت کریں

صاف نظر آئے تو باقی لوگ ان کے کپڑے میں سے تھکان کے پوتوں میں بھر کر رکھیں  
اس ہینک کے روضے کو دو دو تولوہ چوڑے کاپانی پندہ پندہ منٹ کے لہجہ  
پلائیں، تا وقتیکہ فائدہ نہ دے جو ہٹے۔ یہ وہ ایسے وقت میں جبکہ روضے دم تولوہ ہا  
ہو، اس کا دل گرہا ہو اور سر دسپینہ آ رہا ہو، اکثر مفید پائی گئی ہے۔  
۲۔ تپ دق میں بھی چوڑے کاپانی بہت مفید ہے خصوصاً ابتدائی حالت میں  
کیکہ ایک لکھن پوز کاپانی دن میں باغ یا سات بار گرم دودھ میں ملا کر پلانا  
چاہئے۔ اس روضے کے لئے چرنکے کئی مرکبات دوسرے ملکوں سے تیار ہو کر آتے  
ہیں لیکن معمولی چرنے سے جس قدر فائدہ ہوتا ہے۔ اتنا بواؤں سے نہیں ہوتا  
۳۔ بچوں کا سیکھنا۔ اس روضے کی بہت سی وجوہات ہیں۔ لیکن سب سے  
مٹی کی وجہ سے بچے کے والدین کا کمزور ہونا ہے۔

چونکہ پانی میں دو چاند ملا کر حسب دستور شربت تیار کریں۔ شیر خوار بچوں کو اس شربت کی چھ پونڈ سے دس پونڈ تک دن میں دو تین بار دو دھروں میں ملا کر پلائیں۔ اس سے بچہ کو ٹنڈے نہ ہونے دے گا۔ اور بہت سی تکلیفوں سے محفوظ رہے گا۔ اسی شربت کو لوگ مختلف ناموں اور دھڑی نعرہ بھوں کے ساتھ شری قیمت پر فروخت کرتے ہیں۔

۱۔ توحید کے قائل ہو چو مذکابانی طائر کلمہ کی سے ولادت میں یہاں تک کہ گاڑ دلائے غفید مرم سائیاں رہو مہاشے، اسے جلع ہوئے زخموں پر لگانا تہا۔ مفید ہے۔

۵۔ ایک اندر چوڑ کا پانی دن میں چار بار کسی تندرست سادہ پانی میں ملا کر پلانا اور اسیر کے خون کو بند کرتا ہے۔

۶۔ دل کی حرکت کروڑوں گھنٹوں یا بیسویں سو سو سالوں کی جہتی ہو تو ایک اولس  
چوڑے کا پانی تصور ہی تصور ہی دیر کے بعد پلانا اور ایک اولس چوڑے کے پانی  
سے انگشت نما نہایت مفید ہے۔

۷۔ دستِ بچش اس سنگِ سخی میں چاہے خونِ اولاد اُڑا لے آتے ہوں  
ماتہ آتے ہوں، اک ایک دلس جوئے کافیاں دن میں چار پانچ بار پلانا  
چاہئے۔

۸۔ بچوں کے دست خواہ دانت نکلنے کا وجہ سے ہوں یا کسی اور وجہ سے

جسراء کی عمر تک پانچ ہند، اسی سال کی عمر تک میں ہوندا چوٹے کا پانی چھار  
پانچ بار پانی میں ملکر بلائیں۔

۹۔ بڈیوں کی کمرہوں میں جبکہ بڈی کا جینٹل یا بڑھنابند ہو گیا جو  
بڈی میں ایک لنگ گیا ہو یا بڈی گھٹی شرع ہو گئی ہو یا سر سے ہال جھوٹنے  
لگے ہوں۔ ایک ایک دولس چوڑے کا پانی دل میں تین چار بار پلانا سچا ہے۔  
۱۰۔ دانت کڑدے ہوں، پتے ہوں، بھر بھر ہے ہو گئے ہوں، تھوٹے  
تھوٹے ٹوٹ کر گئے ہوں، بوڑوں میں پیپ پڑ گیا ہو یا کثیر لنگ گیا  
ہو تو ایک دولس چوڑے کا پانی پلانا اور چوڑے کے پانی سے غرارے کرنا  
بڑے مفید ہے۔

رسالہ میں صدمہ کا سالانہ پیچیدہ مبلغ تین روپیہ بذریعہ پینے آؤں اور  
بھیجے وقت کو بن برائیا نام و سترہ صاف اور خوش خط لکھیں

ماہنامہ تن و دوستی پڑھائیے

تق درستی میں ہر ماہ حضرت محمدؐ کی سب سے زیادہ سیر میں بیان کئے جاتے ہیں  
تق درستی میں بڑی بلٹیوں کا مکمل تخمینہ اور نوٹ لکھ کر رکھ لئے جاتے ہیں

نن دستی میں ریشم کے لہق تصویروں کے ذریعے دیکھے جاتے ہیں

تقن درستى ميں دلچسپا دى سق آموزانسانى پيش كى سجاتى هي

تنہا رستی میں چیدہ چیدہ مغزلیات اور نظمیں شائع کی جاتی ہیں

تنہا دستی میں عورتوں کے لئے مفید معنائیں بھی لکھی جاتے ہیں۔

تنہا درستی میں کتبہ بہت پر مغفل روشنی ڈالی جاتی ہے

ان دوستی میں نفع و فائدہ تجارت پر مفید عام مضامین چھاپے جاتے ہیں۔

نہ دستی میں آلات و جہازات کا سلسلہ بھی قائم ہے۔

تق دہستی اگر انگریزی ماہ کا تاریخ کو اعلیٰ کاغذ پر خوشنما لکھاں چھپائی جائے تو

تن درستی کا خونہ نظریہ بیسویں صدی کو مفت روانہ ہوگا  
 پیچھے رسالہ تن درستی کے ریویو کے ڈیجانڈا سترہ



## مہجوتوں کے حیرت انگیز کارنامے

لندن کے کشمیدی واقعات و مشاہدات

جو تہی شیشے کے ٹروٹا، دو لاکھ رات کو ڈاکٹر نے یہ جواب دے کر کہا میں بھی  
گرفتار دکھاؤ دیتی تھیں، لیکن انکے تئیں جو برقی رو سے منقطع ہو چکا تھیں، وہ غیر متحمل  
نہوایا کہ میں یہ ایک کیمیائی سٹائی میں تھیں، مکان کی کچن میں دو لاکھ کوئی نادیہ رات  
دور سے کھینچتی تھیں، تاکہ میں بھی یہ پراسرار طریقے سے گتھی کھینچوں کہ کہ خیر  
معمولی آہٹ سٹائی کو تھیں، نہ وہ ان کے کھٹکھٹانے والے، کبھی عجیب عجیب خوشنویسی  
آگے لگتیں، کبھی خوشنویسی کا گارڈ دیواروں سے گتھی کو کبھی دیوار پر کچھ لکھا نظر آتا  
یہاں تک ایک پادری، یہ دیوار پر ڈائل فورڈ پر اپنے ہونڈے میں لکھا ہے  
کہ ایک شام کو یہی ایک کچھ پر پڑے زور لگا کر، انکا بیج کو دکھاؤ، تو کچھ کے  
غلطی سے میں انکے غصے کا رنگ سیاہ تھا، یہ حملہ اس وقت ہو چکا ہے وہ  
نہوایا کہ کہہ کر سے لاکر ڈالوں میں آ رہی تھیں، ہاتھ میں شیشہ تھی، اس کا داؤدو  
حملہ آور کر دیکھ کر کہہ۔

وہ منجہ بعد مراکت کے مختلف حصوں میں بڑے زور کے سنگبارا ہی ہوئی اور میں ایک چوٹا سا سرخ دھبہ جو پہلے کسی بڑے دیکھا تھا، خود بخود مطلع میں ظاہر ہوا۔ یہ دیکھ کر میں اس وقت پریشان ہوا۔ جب گھر کے لوگ رات کا کھانا کھا رہے تھے کہ منی مندرجہ ذیل خود بخود غائب ہو گیا۔ پانچ گھنٹہ کے بعد دوبارہ رات کا کھانا کھا رہے تھے کہ منی مندرجہ ذیل خود بخود غائب ہو گیا۔ پانچ گھنٹہ کے بعد دوبارہ رات کا کھانا کھا رہے تھے کہ منی مندرجہ ذیل خود بخود غائب ہو گیا۔ پانچ گھنٹہ کے بعد دوبارہ رات کا کھانا کھا رہے تھے کہ منی مندرجہ ذیل خود بخود غائب ہو گیا۔

در تہذیب و تمدن

کچھ عرصہ بعد ایک تری گریڈ کی جماعت اولیاد: ایٹ بورڈ کے گرجے  
کی اہمیت کو کم کر دیا۔ چنانچہ اسے شعلق راہب خانہ بھی کر کے پر لگانا گیا اور  
۱۹۲۷ء کی گیم میں مسٹر رائے نے اسے کر کے لے لیا۔ انجمن نے متواتر ایک سال  
مکمل نہ اسے رہا۔ لگاتار کچھ عرصے میں فوجیوں کا واقعہ تھا۔ پاکستان میں مختار رہا۔

بہت پریت کے قصوں کو عام طور پر دیکھا جاتا ہے، بعض محققین  
میں دو چار آدمیوں کے سوا کوئی پڑا سر اور تھکی شہادت نہیں دے سکتا، لیکن  
ہوئے (انگلستان) کا مشہور رابرٹا دصوت پریت کے واقعات کے باعث عجیب  
شہرت حاصل کر چکا ہے، بیسویں صدیوں نے اس کے واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا  
اور کانوں سے سنا ہے اور اب بھی جبکہ یہ عمارت آتشزدگی سے لاکھ پورے گئی  
ہے، ہوا کے لئے باعثِ تحیر بنی ہوئی ہے اور ان مافوق الفطرت واقعات کو سب  
راہب خاندان میں روئنا مانتے رہے ہیں، نوائے سال کے فطیم ترین روحانی تقریرات  
پر پھول کھاتا ہے، گزشتہ دنوں انگلستان کے مشہور اخبار ریزورڈ نے لکھا تھا کہ  
انگلستان کا مشہور قانون میں یہ سب سے زیادہ آسینہ ہے، لندن یونیورسٹی کے شعبہ  
روحانی انکشافات کے اعزازی مہتمم ٹریسٹری پرالس دس سال تک اس کے روحانی  
تقریرات کے شاہد ہے، کابجہ انتہائی پیچھے ہیں، کیلن کس قانون الفطرت باشندے  
تمام آسینہ مقامات کے باشندوں سے مختلف ہیں۔

آئینہ نگار ہے ایک لیل پیل نہیں ہے بزرگ سے خاص ناز نگار کو لایہ لعلی  
 کہ کو ایسے بچپن کی اہم و اجاب بورے میں پناہ ٹیٹا علی عمل کرتے تھے تاکہ مذکور  
 بہرہ منبر خیر ہو گا کہ بورے پر آں کا حلقہ مرگ اسی کے آں سے ڈھنگی بعد میں یہ  
 خیر و اہل صحیح ثابت ہوئی۔

ہوتے سنگ کی سرحد پر ایک چھوٹا سا رہنشاہ ہے۔ اس سے خلق ایک نیت  
 وسیع عمارت جو کہ کٹھن کی زبان کا یادگار ہے۔ یہ عمارت تیرہ سو سال کی پرانی بنیاد  
 پر تہاں پہلے بھی ایک رہنشاہ واقع تھا تھیں گی اس قسم کے کہ جہاں کے قریب  
 ایک باغ تھا۔ شہر سنگ اس باغ پر ایک کھوکھلی سڑک کا سا بیج اڑا رہا ہوا تھا  
 دیکھ رہی تھی، اس کے علاوہ عمارت کے اندر کیسا نیا پادری کی طرح بھی پرانے

# رسالہ بیسویں صدی لاہور مکمل فائل بابت ۱۹۳۹ء

جس میں تین خاص نمبر سالانہ، عورت نمبر اور  
افسانہ نمبر بھی شامل ہیں

اصل قیمت تین روپیہ

رعایتی قیمت مخصوص ایک صرف ڈیڑھ روپیہ

رسالہ بیسویں صدی لاہور کا مکمل فائل ۱۹۳۹ء بہترین  
علمی و ادبی مضامین کا بے نظیر مجموعہ ہے تین روپیہ بدلیع  
میں آرڈر بھیج کر آپ اسے حاصل کر سکتے ہیں اگر آپ تین روپیہ  
سالانہ چندہ بھیج کر رسالہ کی مستقل خریداری قبول فرمائیں  
تو یہ فائل نصف قیمت یعنی صرف ڈیڑھ روپیہ میں بھیجا  
جائے گا۔ واضح رہے یہ رعایت صرف اُن خریداروں  
کے لئے ہے جن کا سالانہ چندہ (تین روپیہ) اوقیت فائل  
۱۹۳۹ء ڈیڑھ روپیہ کل ساڑھے چار روپیہ بدلیع  
میں آرڈر موصول ہو گا۔ وی۔ پی۔ نہیں کیا جائے گا۔  
وی۔ پی۔ کے لئے لکھنا بیسویں صدی ہے

مینجر بیسویں صدی ویرن عالمی وارہ لاہور

کرائے کی بجائی تھوڑی رات کو شادی کی ایک ملائی انگشتی انہیں ایک خیال کیسے  
کے فرش پر پڑی ملی خواب ٹکڑن کے پاس موجود تہ۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ اُس  
روز کوئی باراسی کوسے کے ذریعہ بعض دور ہی چہ نہ کو تلاش نہیں کیا جا چکا تھا  
لیکن تلاش کے دوران میں اس انگشتی کی کسی کا نظریہ پڑی تھی  
کچھ دن کے بعد کچھ ڈیڑھ ایک گرجے کے پاس مکان کو خرید لیا اور اس کے  
قریب ہی ایک کھجے میں اپنے دونوں جوانوں کے ساتھ عارضی طور پر چلے گئے  
کیونکہ گرجے کے اندر مسکن میں یہاں چند غیر معمولی واقعات پیش آئے  
مقتل نہ مرنے کے لئے میں کا بھاری آہنی سہارے کے بیچ میں پڑا یا گیا۔  
اول تو مجھے منتقل اور پھر اس کے روزنی پیر اٹھا کر اتنی دور اور پلانا کیے گا ویرن  
کے کمر کا کام نہ تھا۔ رامہاٹ کے کمرے میں رہنا تھا کہ سوئی چمکیلی پر پانی سے بھرا  
جوا ایک گلاس رہ گیا تھا۔ اگلی صبح کو اس کے چار پانچ گلاسے پائے گئے۔ طغیان کے  
شیشے کے ٹکڑے بالکل خشک تھے۔ آہوں کی پیمائش اور کمرے کے چوبی فرش پر بھی  
نہی کاٹن نکلتا تھا۔

ایک فکریاتی گیم کے روکنے غائب ہو گئے۔ پورے میں آنے کے کچھ دن بعد  
آہنگی کے کپ کے طرف پانی لینے کے کچھ نا صبر پر تدریس کا سب سنا دی جیسے  
گڑھ کے ذریعہ روز روز سے پر جس کے متعلق تہہ غلغلہ کا وہ ذرا تھا۔ کھل پل رہا  
اس وقت آگ چڑھ گیا تھا بھی تھا۔ آہٹ سنتے ہی وہ باؤلا سا جگہ اور پیچ مار کر  
وہاں سے ایسا کوئی مہا گار پھراس کا کوئی سرخ دملا۔ اس کے بعد کئے کا ایک  
سلاطین اس مکان میں داخل ہوا اور پیچ مار کر باہر بھاگا۔ پھر اسے کسی نے  
نہیں دیکھا۔

فروری کی ۲۴ تاریخ تھی۔ رات کو ساڑھے گیارہ بجے کے قریب رامہاٹ کے  
ایک بڑے کمرے میں جیسے وہ مکان میں ہوا ہے تھے۔ یہ مکان کاسٹل پلانڈ حصہ تھا اس  
وقت یہاں ایک چھوٹے سے سکول پیر تھوڑی لمبے چل سکتا تھا۔ جو وہاں نے  
ایک بڑی کتاب اٹھائی تھی جس کے لیے پانچ لاکھ اسٹول ان تمام زمین پر پھیل  
کر پیرانے میں شعلے بھڑکے تھے۔ ہزاروں تدریس کی گئیں مگر کچھ جاتے کہ انہیں نکل گئے  
گئے لیکن آگ پڑنا ہوا پاناں کی دسترس سے باہر تھا۔ آگ کا دھبہ ہاں کی چھت پر  
گرا دھبہ ہو گیا اور پورے کمرے میں بھڑک اٹھا۔

# حسن و صحت

مصنفہ پرنسپل صاحبہ دیال ایم۔ اے  
مفت حاصل کیجئے

اس مفید کتاب میں جن شباب قائم رکھنے کی قیمتی راز صحت قائم رکھنے کے لئے  
اور اس سے محفوظ رہنے کی نالی اور دیگر مفید کارآمد طبی مضامین درج ہیں  
جن کو کل کوئی صحت مند نہ دیکھے اس مفید کتاب میں فراہم کیا گیا ہے  
اس مفید کتاب میں اس قسم کے پانچ مضامین درج ہیں

- ۱۔ تندرست رہنے کے لئے کونسی چیزیں کی ضرورت ہے؟ ۲۔ کونسی غذاؤں  
کو کھانے پر مانتے ہیں؟ ۳۔ کونسی غذا کھانی چاہئے اور کیا نہیں کھانی چاہئے؟  
۴۔ ان تمام چیزیں، پہلوؤں اور غذاؤں کے فوائد، نقصان اور خواص جو ہم روزانہ  
کھاتے ہیں۔ ۵۔ جسمانی اور ذہنی کمزوریوں کے لئے دوائی غذاؤں۔ ۶۔ وہ غذاؤں جو ایک  
سائنسدان کھاتی ہیں۔ ۷۔ کونسی غذا کتنی دیر تک کھانی چاہئے؟ ۸۔ مختلف غذاؤں میں  
کس کس قسم کی کتنی قوت ہے؟ ۹۔ اپنی جسم کے برتنوں میں کھانا کھانا کیوں مضر  
صحت ہے؟ ۱۰۔ پیشہ اور کھانے اور کاروائی کے لئے کس قسم کی غذا چاہئے؟ اس کتاب پر یو یو  
کریٹھوٹے ایڈیٹر صاحب نے زائد ملاحظہ فرمائی ہے۔ اس مفید و جامع کتاب کی تائید  
عزت کاوش سے لکھا گیا ہے جو لوگ چاہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ تندرست رہیں اور  
بیماری ان کے نزدیک بچکنے پائے۔ وہ اس مفید کتاب کو بغیر خرید پر بھیجیں۔ اسے پشتر  
کا ایشیا کھانا چاہئے کہ بنی نوع انسان کو خدمت خیال سے یہ مفید کتاب بلا  
قیمت تقسیم ہو رہی ہے۔ ڈاک فرج کے لئے موزی دوا کے لئے کٹ بھیکہ وغیرہ  
اسے مفت حاصل کر سکتے ہیں۔ اہل بلا پور کسٹ بھیجیں کہ بجائے کتب خانہ میں  
تشریف لکھائے مفت حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ کتاب فہرست نہیں بلکہ شروع  
سے آخر تک کارآمد طبی مضامین  
کا مفید مجموعہ ہے۔

پریم شاستر کی پولا پولا

بورہ میں آتشزدگی کی خبر سنا کر دھڑکنے لگا۔ اس مرتبہ  
انہیں چند اور عجیب غریب باتوں کا علم ہوا۔

ایک سہا ہی کابیلاں ہے کہ آتشزدگی کے موقع پر میں نے اپنی آنکھوں سے چند  
انسانوں کو شعلوں کے درمیان جلتے پھرتے دیکھا جس کا کسی ذہنی نفس کی خیال نہ تھی  
کہ ان میں اتنے جوڑے ہی تھے۔ اسی سہا ہی نے ایک مرد کو پورے  
ہیٹ اور ایک خاتون کو بعد اس پہنے شعلوں سے نکل کر مکان کو بھاگتا ہوا دیکھا  
کہ وہ کچھا۔ اس وقت کچھ لڑکیوں کے سوا ماہان اور کوئی نہ تھا۔

آتشزدگی کے بعد ان کے دماغ میں انہوں نے بار بار سے چشم خود دیکھا کہ ایک  
عورت جلتے ہوئے سفید لباس میں "لیو کے" کے درخت سے نیلے سے بیٹھی ہے  
اور باہر صحت ہے۔ درخت کا سرت جو کھٹا باقی رہ گیا تھا وہ بھی جل کر بالکل  
خاکستر ہو چکا تھا اور کسی بھی صحت میں۔ جو آگ لگنے کا قاتل نہ ہو سکتا تھا  
کوسے کی جھٹ بھی غائب تھی۔

## حبیب الہ بیویوں صدی پہنچے

نواب لغیہ کی بیوی کے آپ کا رسالہ کسی ڈاک کے ڈاکو نے منہ کر لیا ہے کیونکہ  
بیویوں صدی ہر ماہ ہندی وقت کے ساتھ شائع ہوتا ہے اور وہ بارہ پتوں کا  
مقابلہ کے ڈاک کے پرچہ بجاتا ہے۔ آج کل ایک دفعہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ  
رسالہ کسی مہینہ کا شائع نہ ہوا اور نہ ہی کسی ماہ کے پرچے کی اشاعت میں  
کبھی ایک دن کا تاخیر ہوئی ہے۔ اس کے باوجود بعض خریدار خیال کرتے ہیں  
کہ لکڑی کی طرح سے ان کے نام رسالہ نہیں بھیجا گیا حالانکہ رسالہ چھپو کر خریدائیں  
کو دیکھنا کاروباری نظریات سے خود کشی کے مترادف ہے۔ جب بھی خریدار کے پاس  
رسالہ پہنچے تو وہ ایک کتابی خط پر غور فرمائی ہیں کہ اس میں اور دوسرے مقامی پوسٹ  
ماسٹر کو لکھیں کہ جو پرچہ کے کاغذ پر لکھیں۔ پوسٹ ماسٹر کے نام کا خطی خط پر  
ڈیکٹ نہیں لکھا جاتا۔ مرنے والے خریدار کو دیا اور پورے روزانہ کیا جاتا ہے جو ۲۰  
تاریخ کے خط لکھیں۔ ۲۰ تاریخ کے بعد کتابت کھنے والوں کے خطوط پر غور نہیں کیا جاتا  
کیونکہ مہینہ کے خاتمہ پر عام طور پر خاتمہ ہوتا ہے۔ جو بیویوں کی بیویوں کی بیویوں کی بیویوں کی

# آپ کا چندہ ختم ہے

میںوں صدی کے حسبِ بلی خریدوں نے ستمبر ۱۹۰۳ء میں رسالہ کی خریداری قبول کی تھی جس پر پندرہ سو روپے کا قرضہ تھا کہ وہ نہ صرف خود اپنی خریداری کے لیے جاری کیا جائے بلکہ اپنے حلقہ کے انبیا، ایسے رسالہ میںوں کی توسیع و اشاعت کی ہر ممکن کوشش کرے۔ چندہ بذریعہ میںوں اور رسالہ کے کرنے میں صرف ہزار روپے خرچ آتا ہے اگر اس پر ایک سو تیس روپے وصول ہوا تو میںوں کا پرچہ ۲۰ اپریل ۱۹۰۳ء کو بذریعہ میںوں پی (رسالہ چندہ) میںوں کیلئے دی جائے۔ یہی خرچہ میںوں کے سنی اور فرنیس کو نہ ملنے کی وجہ سے پہلے آتا اور اس کی خدمت ہوگا۔ اگر میںوں کے رسالہ کی سرپرستی قبول نہ ہو تو ان کے ذریعہ میںوں کیلئے تا کا فروغ میںوں کے مصارف کا ناقص زیر بار نہ ہو۔

|      |                                        |     |                                          |     |                                            |
|------|----------------------------------------|-----|------------------------------------------|-----|--------------------------------------------|
| ۵۲۶  | جناب بی۔ ایل سنگھاری چٹا کوٹ           | ۵۲۷ | جناب بخش رام کپور منڈی چوہدری            | ۵۲۸ | آر۔ ایل احمد خاں صاحب پکبک بک              |
| ۲۰۴۱ | جناب ممتاز علی خان، صفور تحصیل         | ۵۲۹ | جناب مانی لال منڈی شاہجانی باور (بھوپال) | ۵۳۰ | جی۔ سی بانگا اسکوار بکبھی                  |
| ۲۰۸۲ | جناب ایم۔ کھنویا راج چیلپور جھاؤنی     | ۵۳۱ | جناب شام لال بھیل کھنویا                 | ۵۳۲ | مختار محمد سعید بک صاحب ایکہ               |
| ۲۰۸۵ | مختار محمد سعید بک صاحب ایکہ (سی۔ پی۔) | ۵۳۲ | جناب بی۔ آر۔ کھنویا چن (بھوپال)          | ۵۳۳ | جناب جی۔ سی بانگا اسکوار بکبھی             |
| ۲۰۹۰ | کلی خاں صاحب بکرات                     | ۵۳۳ | جناب سوم دت جھنگ شہر                     | ۵۳۴ | بک صاحب منڈی منڈی صاحب دھوپور              |
| ۲۰۹۱ | سیا صاحب علی صاحب پوٹا                 | ۵۳۴ | مختار محمد سعید بک صاحب ایکہ مرشد آباد   | ۵۳۵ | ایس۔ بی۔ سیٹ اسکوار فتح گڑھ                |
| ۲۰۱۰ | محمد علی الدین صاحب فروزی مواد کلاں    | ۵۳۵ | جناب شیخ عبدالحقین بک گشتی الاسورت       | ۵۳۶ | لالہ لال بک چندہ شاہ آباد مارکندہ          |
| ۵۱۳۱ | جناب لالہ منشی رام حسین نقابیسر        | ۵۳۶ | جناب احمد حسین سٹورہ                     | ۵۳۷ | بابو لدن گوبال صاحب ملوٹ منڈی              |
| ۵۲۱۱ | جناب عبدالنار اسماعیل شیل گودھرا       | ۵۳۷ | مختار محمد سعید بک صاحب ایکہ             | ۵۳۸ | جناب سید غلام شاہ ایکہ میںوں بی۔ سی۔ کراچی |
| ۵۲۱۲ | مختار محمد سعید بک صاحب ایکہ ناگپور    | ۵۳۸ | جناب محمد علی الدین صاحب ملوٹ منڈی       | ۵۳۹ | مختار محمد سعید بک صاحب ایکہ               |
| ۵۲۱۸ | جناب اے۔ بی۔ رحمت دہلی                 | ۵۳۹ | جناب محمد علی الدین صاحب ملوٹ منڈی       | ۵۴۰ | مختار محمد سعید بک صاحب ایکہ               |
| ۵۲۲۶ | جناب شانی اللہ خان فاضل احمد آباد      | ۵۴۰ | جناب محمد علی الدین صاحب ملوٹ منڈی       | ۵۴۱ | مختار محمد سعید بک صاحب ایکہ               |
| ۵۲۳۶ | جناب محمد حسین خاں اورنگ آباد          | ۵۴۱ | جناب محمد علی الدین صاحب ملوٹ منڈی       | ۵۴۲ | مختار محمد سعید بک صاحب ایکہ               |
| ۵۲۳۷ | جناب محمد حسین خاں اورنگ آباد          | ۵۴۲ | جناب محمد علی الدین صاحب ملوٹ منڈی       | ۵۴۳ | مختار محمد سعید بک صاحب ایکہ               |
| ۵۲۴۱ | جناب محمد حسین خاں اورنگ آباد          | ۵۴۳ | جناب محمد علی الدین صاحب ملوٹ منڈی       | ۵۴۴ | مختار محمد سعید بک صاحب ایکہ               |
| ۵۲۴۵ | جناب محمد حسین خاں اورنگ آباد          | ۵۴۴ | جناب محمد علی الدین صاحب ملوٹ منڈی       | ۵۴۵ | مختار محمد سعید بک صاحب ایکہ               |
| ۵۲۴۷ | جناب محمد حسین خاں اورنگ آباد          | ۵۴۵ | جناب محمد علی الدین صاحب ملوٹ منڈی       | ۵۴۶ | مختار محمد سعید بک صاحب ایکہ               |
| ۵۲۴۸ | جناب محمد حسین خاں اورنگ آباد          | ۵۴۶ | جناب محمد علی الدین صاحب ملوٹ منڈی       | ۵۴۷ | مختار محمد سعید بک صاحب ایکہ               |
| ۵۲۴۹ | جناب محمد حسین خاں اورنگ آباد          | ۵۴۷ | جناب محمد علی الدین صاحب ملوٹ منڈی       | ۵۴۸ | مختار محمد سعید بک صاحب ایکہ               |
| ۵۲۵۴ | جناب محمد حسین خاں اورنگ آباد          | ۵۴۸ | جناب محمد علی الدین صاحب ملوٹ منڈی       | ۵۴۹ | مختار محمد سعید بک صاحب ایکہ               |
| ۵۲۵۵ | جناب محمد حسین خاں اورنگ آباد          | ۵۴۹ | جناب محمد علی الدین صاحب ملوٹ منڈی       | ۵۵۰ | مختار محمد سعید بک صاحب ایکہ               |
| ۵۲۵۸ | جناب محمد حسین خاں اورنگ آباد          | ۵۵۰ | جناب محمد علی الدین صاحب ملوٹ منڈی       | ۵۵۱ | مختار محمد سعید بک صاحب ایکہ               |
| ۵۲۶۰ | جناب محمد حسین خاں اورنگ آباد          | ۵۵۱ | جناب محمد علی الدین صاحب ملوٹ منڈی       | ۵۵۲ | مختار محمد سعید بک صاحب ایکہ               |
| ۵۲۶۱ | جناب محمد حسین خاں اورنگ آباد          | ۵۵۲ | جناب محمد علی الدین صاحب ملوٹ منڈی       | ۵۵۳ | مختار محمد سعید بک صاحب ایکہ               |
| ۵۲۶۵ | جناب محمد حسین خاں اورنگ آباد          | ۵۵۳ | جناب محمد علی الدین صاحب ملوٹ منڈی       | ۵۵۴ | مختار محمد سعید بک صاحب ایکہ               |
| ۵۲۶۷ | جناب محمد حسین خاں اورنگ آباد          | ۵۵۴ | جناب محمد علی الدین صاحب ملوٹ منڈی       | ۵۵۵ | مختار محمد سعید بک صاحب ایکہ               |

# ہذا کے ذریعہ مختلف بیماریوں کا علاج

از جناب حکیم ڈاکٹر علی گوڑو صاحب چاند پوری

ہے اور ان کی اینٹھن کو دور کرتی ہے۔

قبض میں خربوزہ اور انڈا گڑھی یعنی پیٹیا، انجیر یا دام مفید ہے  
سبز زکریاں بھی دفع قبض کے لئے نہایت سودمند ہیں۔ سبز زکریوں میں چوبی  
ریش زیادہ ہوتا ہے جو معدے کا ہضم رطوبت کے لئے روک بن جاتا ہے۔ جب  
نانا کی تمام حصہ تئوں میں پیچتا ہے تو اپنے حجم کے دباؤ سے آنتوں کی حرکت دودھ کو تیز  
کرتا ہے، جس قبض دور ہو جاتا ہے۔ دائمی قبض میں جہاں مسئلہ سے فائدہ نہیں  
ہوتا۔ سبز زکریوں کا استعمال نہایت مفید ہے۔

ترمیمی امی، آلو غار، لیمو، نارنگی مفید ہے۔  
چھچھک میں بیر فائدہ مند ہیں۔

کھانسی اور سہینہ کی بیماریاں۔ مٹر اور کریم مکہ کھانسی اور  
سہینہ کی بیماریوں میں مفید ہیں۔

ضعف قلب و دلغ۔ بادام دل و دماغ کی مکروری رفع کرتا ہے  
قبض کو بھی رفع کرتا ہے۔

بیشاب کی کمی اور سوزش میں کھیرا، گڑھی اور خربوزہ سے بہت  
فائدہ ہوتا ہے۔ جلاٹھو اسمی سواد بند ذریعہ پیشاب خارج ہو جاتا ہے۔ پتھر کی  
مواد نکل جاتا ہے۔

گھبراہٹ اور بے حسینی میں نارنگی، انار اور انگوڑ بہت مفید ہے  
چھچھک میں باہل سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ یہ آنتوں کو بھی توی کرتی

# مبلی میں سونا کی بیڑا

دیکھئے ناظرین دنیا اس سونے کی کہتی ہے۔ ہزاروں لوگوں کے علاوہ ہندستان کے چوبیسویں اخبارات بھی تعریف کی ہے جس گھر میں ایک بار نقل ہوتا  
گیا وہاں دوسرا دس بار وراثت کی جنت کا دروازہ کھلتا ہے۔ گواہ (اسٹیٹ) سے تحریر فرماتے ہیں۔ آپ کا تین تولہ سونے کا پارسل ملا۔ آپ کے سونے کو اُسے  
زیادہ اچھا پایا جیڑا واقعی کمال کا ہے۔ جسے اپنے دوستوں کو دکھایا انہوں نے بھی سے پسند فرمایا۔ امی کے آپ پندرہ تولہ سونا اور بھیج کر مشکور فرما دیجئے۔ یہ سونا کس  
پر اصلی سونے کا رنگ تیلہ ہے اور ہوشیار سے جو شیار و ترقیم شکل سے پہچان کر سکتا ہے۔ اصل سونے کا طرح کھلایا اور گوتا جا سکتا ہے۔ ہر قسم کے فنیسی کی ولت  
آجکل کے فنیس کے مطابق تیار ہوئے ہیں نہ پسند ہونے کی محکومت میں ایسی کہ شرط قیمت مشہوری کے ساتھ ایک تولہ تین ڈیہرہ۔ تین تولہ آٹھ ڈیہرہ۔ چھ تولہ = ۱۵ ڈیہرہ  
چاہیں تولہ = ۵۰ ڈیہرہ۔ چھ تولہ ایک ڈیہرہ کے علاوہ پہلے ایک تولہ یا تین تولہ کر ڈیکر نمونہ طلب کریں۔ پھر بعد میں اکٹھا کر ڈیہرے۔

ہر قسم کے زیورات تیار کر کے ارسال کئے جاتے ہیں غرض کہ ۱۸/۲۰ پرہ توکم یا کسی دیگر چیز کے لئے چاہے کس طرح گھٹیا مال مت خریدیں۔ نقائص سے بچیں  
نفرط۔ اس کے بے ہوشی زیورات اس قسم کی قیمت پر سالہا سال کے بعد بھی پس نہ جاسکتے ہیں۔ انجنوں کی ہر جگہ فروخت ہے۔ ہر قسم کی سہولیت کی حیثیت  
اصلی پتہ یہ ہے۔ امریکن گولڈ ایجنسی پوسٹ بکس ۵۵۴۳ (بی۔ ایس) ممبئی نمبر ۱۲

خناق میں شہوت بہت مفید ہے۔

سنگری میں سیٹھا خربوزہ سود مند ہے۔

نفت الدم اور بول الدم میں خربوزہ کا ساگ کبیر کا کام کرتا ہے۔

فیابہریس میں جاس کا پکا اناج مانع ہے۔

جریان میں کھرنی اور گولت فائدہ دیتا ہے۔

خشک کھانسی میں کبیر اور کھجور کو مکھن میں پیس کر کھانا مفید

ہے۔ بادام میں نافع ہے۔

یواسیر میں ایندھ خربوزہ، مولیٰ، خربوزہ، بکری کا دودھ مفید ہے۔

سنگ گردہ میں میو لا پائیس دن تک کھانا مفید ہے۔ پتھر چٹے

کے ساگ، مولیٰ اور خربوزہ سے بھی نفع ہوتا ہے۔

بلڈ پریشر میں آملہ کا مربہ بہت ہے۔

استسقا میں اونیٹھی کا دودھ، کربلا، چولائی فائدہ مند ہے۔

قلتِ خول میں سہم پیچند اور جاس کے عرق سے نفع ہوتا ہے۔

کلیجی کا پانی بھی بہت مفید ہے۔

دق میں عدت اور گدھی کا دودھ بہت مفید ہے۔

اختلاج میں سنترہ، سیب، آگاہ بہت فائدہ مند ہے۔

پیٹ کے کیڑے۔ سفنا اور ادرثر لکھنے کے کھلنے سے مر جاتے ہیں۔

لاغری میں ایندھ اور گوشت کھانا مفید ہے۔

ضعفِ باہ میں ایندھ، آگاہ اور بچے کا حلوہ بہت مفید ہے۔

اسکروٹی میں تازہ سبز ترکیا یاں مفید ہیں۔ ان میں مانع اسکروٹ

حیاتین یعنی وٹامن سی ہوتا ہے۔

یہ بات نوٹ کر لیں کہ پرچہ بلا قیمت روانہ نہیں کیا جاتا۔ نمونہ طلب

کرنے والوں کو لکھا میں چار آنے کے ٹکٹ بھیجے جا رہے ہیں۔ رسالہ سیویں

صدی کا سالانہ چند معائنہ نمبر سمیت تین روپے اور ششماہی چندہ

دو روپہ پر مقرر ہے۔ چندہ بذریعہ پستی آرڈر بھیجتے وقت کوپن پر اپنا نام پتہ مسٹا اور نوٹ لکھیں

## باعزت روزگار

درکار ہے تو فرم لکھی کر دو تعلیم ہندو خط و کتابت حاصل کر کے بعد امتحان ٹیپو

ایکریاضا لکھ کر پیش کر کے عزت اور دولت پیدا کریں۔ نیشنل میڈیکل کالج کلکتہ دیر سے

طبابت، ویدک ہومیو پیتھک نڈل سازی کی سند ملتی ہیں اور امریکہ کی

یونیورسٹی سے فرم ڈاکٹری بی۔ ایچ۔ ایم۔ کے قانونی انجیئرنگ فیلو کی سند ملتی ہیں

جو انی خط و کتابت کریں برتم اطباء دہلی

ہر قسم کے ادویہ سوتی و ریشمی کپڑوں کی وصالائی کے لئے

## چدہ واشنگ فیکٹری

گوئلنڈی منقل گندہ انجن لاہور

کی خدمات حاصل کیجئے جو عمدہ کام کی وجہ سے لاہور بھر میں مشہور اور

ہر عزیز کو چاہیے ہے اور جس کی متعدد برائچیں لاہور میں نہایت کامیابی سے چل رہی ہیں

ہرید آفس پچھڑہ واشنگ فیکٹری گوئلنڈی منقل گندہ انجن لاہور

بچوں کی اکیلا

اصلی میٹھی گھوٹ

بچوں کو روزانہ ذرا سی چاؤ دینے سے

بچے کبھی مریض نہیں ہونگے۔ دانت بڑی آسانی سے نکل سکیں گے۔

بچوں کی ہر ایک بیماری اور ہر کمزور بچہ تندرست و طاقتور بن جائیگا۔

سب جگہ فروخت ہوتی ہیں لیکن نقلی گھوٹوں سے بچیں۔

قیمت فی پیسہ چار پیسے ملے۔ دیکھیں چار سو ڈاکروں کو سہل گیشن

کے سوداگر نمونہ و فراہم کنندہ بچیں ہفت روزہ میں

مفت نو۔ دیکھیں ہفت روزہ میں دیکھیں ہفت روزہ میں دیکھیں

الٹ۔ منجہ بال جیون کار یا لیم علی گڑھ (دی۔ پی۔ اے)

حُسن و عشق کی سترہ رومانی داستانیں

# گناہ کا افسانہ

مخاطبات  
۲۷۵  
صفحات

بے پناہ  
ادب و  
رومان

ملک کے سترہ مایہ ناز ادیبوں کے رنگین افسانوں کا بمشکل مجموعہ

ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ اتنے رنگین افسانے آپ نے کبھی نہیں پڑھے ہونگے۔ کوئی افسانہ فرضی نہیں بلکہ سو فیصدی سچے واقعات، نام و مقام تبدیل کر کے بعد افسانوں کی حدت میں پیش کئے گئے ہیں جنہیں پڑھ کر آپ یقیناً دلگ رہ جائینگے۔ ۲۷۵ صفحے کی یہ دلکش کتاب شروع سے آخر تک اس قدر دلچسپ ہے کہ ختم کئے بغیر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا بلکہ دوبارہ سے بارہ پڑھنے کی خواہش ہوتی ہے۔ قیمت فی جلد صرف ایک روپیہ

مختصر فہرست مضامین ملاحظہ فرمائیے

|              |                                                    |
|--------------|----------------------------------------------------|
| افسانہ محبت  | جناب میرزا ادیب بی۔ اے (آنر) ایڈیٹر مفتہ وارہ صورت |
| کالج گرل     | جناب حاجی لق لق ایڈیٹر روزنامہ شہباز لاہور         |
| بازارِ حُسن  | جناب حاجی لق لق ایڈیٹر روزنامہ شہباز لاہور         |
| بھساورج      | جناب باہر سابق ایڈیٹر مفتہ وارہ پارس و پیمانہ      |
| گناہ شباب    | جناب فضل حق قریشی بی۔ اے دہلی                      |
| افزار گناہ   | جناب رصنا نقوی ایم۔ اے                             |
| نیرنگی عشق   | حضرت یزدانی جالندھری سابق ایڈیٹر شاہکار            |
| عورت کی آرزو | محترمہ خورشید اختر منشی فاضل بی۔ اے                |
| محبت کا گیت  | جناب کرشن کمار ایم۔ اے                             |
| مس ماہووری   | جناب جمیل مظہر ایم۔ اے                             |
| بیوہ         | محترمہ راجکمار بی۔ اے                              |
| سیلمہ        | جناب عزیز احمد غلش صدیقی بی۔ اے (آنر)              |
| فریبِ حسن    | پروفیسر ابنائش چندر ایم۔ اے                        |

ملنے کا پتہ: رسالہ بیسویں صدی پیر شاہ عالمی دروازہ لاہور





# پوشیدہ تعلقات اردو ہندی میں بہترین کتابیں

مختصر سے عرصہ میں ان کتابوں کی تین لاکھ سے زائد جلدیں فروخت ہو چکی ہیں یہ حقیقت ہے کہ کوئی چیز کسی خاص خوبی کے بغیر اتنی بھاری تعداد میں فروخت نہیں ہو سکتی

## کریم شاستر (بڑھ کر بطور)

حمل روکنے اور بچہ لانے کے تمام طریقے اور نادر سے جو آج تک سائنس نے دریافت کئے ہیں اس کتاب میں مفصل اور بالتصویر درج ہیں اس کے علاوہ دوران حمل کی تمام احتیاطیں، دوائیں اور غذاؤں۔ زچہ اور بچہ کے متعلق کارآمد اور مفید معلومات درج ہیں یہ کتاب یورپ کی بہترین کتابوں کا پچوڑ ہے اس میں بچوں کی تربیت اور پرورش کے طریقے بھی مفصل بیان کئے گئے ہیں یہ صاحب اولاد کے گھر میں اس کتاب کی ہونا بہت ضروری ہے مختصر سے عرصہ میں پانچ ایڈیشن چھپ چکے ہیں ہندوستان میں اپنے مضمون پر پہلی کتاب ہے۔

قیمت اردو۔ ایک روپیہ  
ہندی سوار و پیہ۔ محصول ڈاک ۵

## پریم شاستر بالتصویر

اس مشہور بالتصویر کتاب میں نوجوانوں کے لئے وہ پوشیدہ باتیں درج ہیں جن پر عمل کرنے سے وہ صحیح معنوں میں شوہر بن سکتے ہیں طلبہ رسائیں کرنے سے ایسا ایسے خفیہ راز درج ہیں جو اکثر خیر کار خاوندوں کو بھی معلوم نہیں اور جنہیں جاننے کے بعد آپ کو شادی کی اصلی مسرتیں اور جوانی کی حقیقی لذتیں حاصل ہوگی اس کے علاوہ قوت مرمی بڑھانے کی تدبیریں۔ جربان، احتلام اور مرعشہ انزال سے ہمیشہ کے لئے نجات پانے کی ترکیبیں اور دوائیں درج ہیں اس کتاب کی خوبوں کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ غور سے عرصہ میں گیارہ ایڈیشن چھپ چکے ہیں آج تک کسی کتاب کی اتنی زیادہ مانگ نہیں ہوئی بالتصویر جلد اردو ایک روپیہ ہندی سوار و پیہ محصول ڈاک ۵

کام شاستر اس مشہور کتاب کے مقصود سے عرصہ میں نو ایڈیشن چھپ چکے ہیں کام شاستر میں پوشیدہ تعلقات متعلق سب کچھ کھول کر اور تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اس بالتصویر کتاب میں خفیہ اسن۔ قیمتی کتب کے امداد میں درج ہیں اس کتاب ایک نئے خرید کر آپ مزید جاننا گوارا نہیں کریں گے قیمت اردو بار آئے (۱۲) ہندی ایک روپیہ محصول ڈاک ۵

تینوں کتابیں اکٹھی منگوائے محصول ڈاک ۵ رچا کر کیا جاتا ہے

پریم شاستر ایک ڈیو۔ بالمقابل ادہ شاہ عالمی دروازہ لاہور  
آرڈر بھیجیے وقت اپنا نام و پتہ تو خط لکھیں

## یہ کتابیں ہر شادی شدہ نوجوان کو پڑھنی چاہئیں

# پریم شاستر کام شاستر گرہ شاستر

اردو ایکڑ پیہ - ہندی سوار پیہ . اردو ۱۲ ارا ہندی ایکڑ پیہ . اردو ایکڑ پیہ ہندی سوار پیہ

ان کتابوں کے درجنوں ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ اس سے آپ ان کتابوں کی خوبیوں کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ یہ کتابیں عام بازاری کتابوں کی طرح دل خوش کرنے اور اخلاق خراب کرنے کے لئے نہیں لکھی گئیں بلکہ ان کتابوں میں طب و سائنس کی روش سے میاں بیوی کے پوشیدہ تعلقات پر پوری پوری روشنی ڈالی گئی ہے اور تمام وہ باتیں تفصیل کے ساتھ لکھ دی گئی ہیں جن کا جاننا نوجوان جوڑوں کے لئے بہت ضروری ہے۔ شادی سے کچھ دن پہلے اور شادی کے بعد آپ تینوں کتابیں ضرور پڑھیں ان کتابوں میں ایسے ایسے خفیہ راز درج ہیں جو اکثر تجربہ کار سے تجربہ کار خاندانوں کو بھی معلوم نہیں۔ پوشیدہ تعلقات پر ان سے بہتر کتابیں ہندوستان کی کسی زبان میں اب تک شائع نہیں ہوئیں۔

## چید چید اخبارات کے ریویو ملاحظہ فرمائیے

مفید مضامین کا مجموعہ - پریم شاستر ایسے مفید مضامین کا مجموعہ ہے جن کی ہمارے نوجوانوں کو اشد ضرورت ہے۔ یہ کتاب صبح معنوں میں خاوند بیوی کی رہنمائی ہے (روزانہ انقلاب) بہشت کا نمونہ - نوجوان اس کتاب (پریم شاستر) کی ہدایتوں پر عمل کر کے اپنے گھر کو بہشت کا نمونہ بنا سکتے ہیں۔ ہم اس کی خریداری کی پُر زور سفارش کرتے ہیں (روزانہ پرتاپ) عورت مر کے تعلقات - ان کتابوں میں عورت مر کے تعلقات پر نہایت روشنی ڈالی گئی ہے اور کوئی بات ایسی باقی نہیں رہی جس کا ذکر نہ کیا گیا ہو (پاربس)

قابقدر کتاب - معلوم ہوتا ہے کہ قابقدر کتاب لکھنے سے پہلے مصنف نے مشرق اور مغرب کی بہت سی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے (ڈیلی میریٹر)

قیمتی باتیں - مصنف نے یہ کتابیں محنت اور قابلیت سے لکھی ہیں۔ نوجوانوں کے لئے ان کتابوں میں بہت قیمتی اور مفید باتیں درج ہیں (لیڈر الکاباد)

مفید کتاب - پریم شاستر علم جنس (مزعورت کے پوشیدہ تعلقات) پر ایک مفید کتاب ہے۔ یہ کتاب ہر ایک مرد و پرہے لکھے آدمی کو مطالعہ کرنی چاہئے (روزانہ زمیں خوار)

زمانہ کے نشیب و فراز - یہ کتاب خاوند بیوی کو زمانہ کے نشیب و فراز سے کماحقہ آگاہ کرتی ہے۔ اس کے مطالعہ سے نوجوان نا سمجھی سے پیدا ہونے والے متعدد مصائب سے بچ سکتے ہیں (روزانہ طلب)

مفید ہدایات - پریم شاستر میں مردوں و عورتوں کیلئے بہت سی مفید ہدایات درج ہیں۔ ہر نوجوان کو یہ کتاب پڑھنی چاہئے (تیج دہلی)

# پریم شاستر کے مضامین کی مختصر فہرست

پریم شاستر میں اس قسم کے ۷۰ مضامین درج ہیں یہاں صرف چند عنوان درج کئے گئے ہیں

۱۳۔ اپنی مرضی سے لڑکی یا لڑکا پیدا کرنے کے طریقے  
۳۱۔ حمل میں لڑکا ہے یا لڑکی؟ مکمل شناخت  
۳۶۔ حاملہ کو کون کونسی احتیاطیں کرنی چاہئیں؟  
۳۲۔ زچہ خاندان اور اس کا انتظام  
۳۷۔ نطفہ میں ماں باپ کی مشابہت  
۳۵۔ دن کے کتنے جماع کر فیو الجائی کی اولاد  
۳۶۔ نشہ بازوں کی اولاد  
۳۷۔ نولہ صورت اور تندرست اولاد  
پیدا کرنے کے طریقے۔  
۳۸۔ بچوں کی تعلیم و تربیت  
۳۹۔ بچے کی خوراک  
۴۰۔ بچے کے طبیعہ و چار پائی  
۴۱۔ بچے کو دودھ پلانے کے متعلق فزری باتیں  
۴۲۔ بچے کے نقصانات  
۴۳۔ بچوں کی پرورش میں کن باتوں کا خیال رکھنا چاہئے؟

۱۵۔ عورت کے منزل و منزلت کی شناخت  
۱۶۔ مرد کیوں پہلے منزلت مانتا ہے؟  
۱۷۔ عورت کیوں دیر سے منزلت ہوتی ہے؟  
۱۸۔ ایک ساتھ منزلت ہونے کے طریقے  
۱۹۔ کثرت جماع کے نقصانات  
۲۰۔ ایک چار پائی پر سونے کے نقصانات  
۲۱۔ شہوت عورت میں زیادہ نہ۔ یا کم؟  
۲۲۔ عورتیں آوارہ کیوں ہوتی ہیں؟  
۲۳۔ بغیر دوا کے اختتام کا قدرتی علاج  
۲۴۔ اساک بڑھانے کی دوائیاں اور غذائیں  
۲۵۔ اساک بڑھانے کے لئے کون کون سی غذائیں کھانی چاہئیں؟  
۲۶۔ ضعف باہ کی شکایت کیوں ہوتی ہے؟  
۲۷۔ نامزدی، سستی اور ضعف یا کمزور علاج  
۲۸۔ آیام حیض میں کون کون سی احتیاطیں کرنی چاہئیں؟  
۲۹۔ حمل نمہر لانے کے طریقے

۱۔ پوشیدہ الفاظ بغیر اور کارآمد باتیں  
۲۔ شادی کہاں کرنی چاہئے؟  
۳۔ شادیاں ناکام کیوں ہوتی ہیں؟  
۴۔ شادی کا مایکس طرح ہو سکتی ہے؟  
۵۔ خاندان کے فرائض کیا ہیں؟  
۶۔ بیوی کے فرائض کیا ہیں؟  
۷۔ پہلی رات کس طرح گزارنی چاہئے؟  
۸۔ طلب و رسالت کس رُو سے جماع کس وقت کرنا چاہئے اور کس طرح کرنا چاہئے؟  
۹۔ کس کس حالت میں جماع کی ممانعت ہے؟  
۱۰۔ طلب کی رُو سے جماع سے پہلے کیا کیا احتیاطیں کرنی چاہئیں؟  
۱۱۔ طلب کی رُو سے جماع کے بعد کیا کیا احتیاطیں کرنی چاہئیں؟  
۱۲۔ عورت کو آمادہ کرنے کے طریقے  
۱۳۔ عورت کے آمادہ ہونے کے علامتیں  
۱۴۔ عورت خود بخود کب آمادہ ہوتی ہے؟

قیمت اُردو ایک روپیہ — سنہ ۱۹۴۱ء سواروپہ  
اس کتاب کی خوبیوں کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ تھوڑے سے عرصہ میں  
مبارہ ایڈیشن چھپ چکے ہیں  
ملنے کا پتہ: پریم شاستر بک ڈپو۔ بالمقابل اڈہ شاہ عالمی دروازہ لاہور  
اُردو پڑھتے وقت اپنا نام و پتہ صاف درج فرمادیں

## کام شاستر کے مضامین کی مختصر فہرست

کثرت جماع کی تباہ کاریاں۔ جماع کی زیادتی کا انسانی دل و دماغ پر کیا اثر پڑتا ہے؟ زیادہ لذت کیوں؟ کس طرح اور کب حاصل ہوتی ہے؟ کثرت جماع سے کون کون سے امراض پیدا ہوتے ہیں؟

جبریاں و اختلام۔ جبریاں کیا ہے؟ کیوں ہوتا ہے؟ جبریاں کا مکمل تشریح اور اس کی علامتیں۔ انسانی جسم پر جبریاں و اختلام کا کیا اثر پڑتا ہے؟ بیماری کے دنوں میں کون کون سی احتیاطیں کرنی چاہئیں؟ جبریاں و اختلام کا مکمل علاج جبریاں و اختلام میں کیا فرق ہے؟ حیض۔ حیض کیا ہے؟ کیوں اور کہاں سے آتا ہے؟ کب آتا ہے؟ حیض کے ناندے اور نقصان۔ عورت کے جسم پر حیض کا اثر کیا حیض میں کون کون سی احتیاطیں کرنی چاہئیں؟ غذائیں اور پرہیز۔

ہسٹیریا۔ جبریاں کیا ہے؟ کیوں ہوتا ہے؟ اور کب آتا ہے؟ عورت کے جسم پر ہسٹیریا کا کیا اثر پڑتا ہے؟ ہسٹیریا کی تشریح اور علاج۔

متفرق۔ شیدہ اعضا کی صفائی کیوں ضروری ہے؟

جماع کس وقت کرنا چاہئے؟

فرج لیٹر کا استعمال کیوں مفید ہے؟

پوسٹ مشیدہ لفافہ۔ خفیہ آسن اور قیمتی نکتے  
مباشرتہ۔ مرد و عورت کے ملاپ کے متعلق یورپین و لموں اور ڈاکٹروں کے خیالات۔

کس ملک کی عورتیں کس قسم کا مٹریپنڈ کرتی ہیں؟  
یونانی۔ ہمارا شہر بمبئی۔ ماہ بہار پٹنہ۔ سندھ۔ پنجاب۔ بنگال۔ جنوبی ہند۔ ولایت کی عورتیں کس قسم کا مٹریپنڈ کرتی ہیں؟  
کون عورتوں سے پرہیز لازم ہے؟ طلبہ و نس کی روشنی میں کن عورتوں سے پرہیز ضروری ہے؟

عورت میں شہوت کی لہر۔ عورت میں شہوت کی لہر کی تیز رفتاری ہے۔ شہوت تیز ہونے کی علامتیں ہیں بخاوند و بیوہ کے پاس ایک جانا پائے؟ مباشرت پہلے بخاوند کو کیا کرنا چاہئے؟ ہلیدی ڈاکٹر میری سٹوڈنٹس اور یورپ کے بہترین ڈاکٹروں کے خیالات۔

اسماک۔ عورت کی خوشی مر کی اس طافت میں پونڈ ہے عورتوں کی اولاد کے اسباب۔ بیوی کو اپنے خاوند سے کیوں نفرت ہو جاتی ہے؟ عورت کس طرح خوش رہ سکتی ہے؟ اسماک بڑھانے کے طریقے۔ اسماک بڑھانے کی دوائیں اور غذائیں۔

آسن۔ مباشرت کے مختلف طریقے قیمتی نکتے اور مفید باتیں  
طب اور سائنس کی روش سے مختلف آسنوں کے نقصان اور فوائد۔

قیمت اُردو بازار آئے (۱۲) مہینہ دی ایک سو و پیم  
اس مشہور کتاب کے نو ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ اس سے آپ اس کتاب کی خوبیاں کا اندازہ لگا سکتے ہیں  
ملنے کا پتہ

پریم شاستر بک ڈپو۔ بالمتقابل اڈہ شاہ عالمی دروازہ لاہور

اڈہ بھٹے دتتا پنام۔ نو شغل لکھیں

## گرہجہ شاستر کے مضامین کی مختصر فہرست

پوشیدہ لفافہ - حمل رکھنے اور ٹھہرانے کے آسن

بروزہ کنٹرول - حمل رکھنے کے بے شمار مصنوعی اور غیر مصنوعی

مغید اور غیر مغید طریقے صالح حمل آلات - دواؤں اور غذائیں - حمل رکھنے کے سو فیصدی کامیاب طریقے - یورپ کی بہترین کتابوں کا پتہ -

حمل - آپ جب چاہیں اولاد پیدا کر لیں اور جب چاہیں روک لیں حمل ٹھہرانے کے طریقے اور اصول حمل کیوں اور کس طرح ٹھہرتا ہے؟

ایسے طریقے جن پر عمل کرنے سے لسان جب چاہے حمل ٹھہرے اور جب چاہے روک لے بعض سے پہلے اور بعض کے بعد عموماً کیوں اور کس طرح حمل ٹھہرتا ہے؟ جماع سے پہلے اور بعد کون کونسی احتیاطیں کرنی چاہئیں؟

باغجہ پن - باغجہ پن کیا ہے؟ اور کیوں ہوتا ہے؟ باغجہ پن کی علامتیں مکمل تشریح اور باغجہ پن کا علاج کیا یہ نقص مرنے والوں میں ہی ہوتا ہے؟ کون مرنے والے ٹھہرا سکتا ہے اور کون نہیں؟ یہ کس طرح معلوم کیا جائے کہ مرنے والے نقص سے یا عورت میں؟

والدین کی بے اعتدالیوں - عورت کی شہوت تیز ہونے کی علامتیں - اُس وقت عورت کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ متراب پوس صہنگ - انجیم کاغز اور کثرت متبا کو نوشی کا انسانی ویج (منی) پر کیا اثر پڑتا ہے؟ نشہ کرنے والے والدین کے ہاں کبھی اولاد پیدا ہوتی ہے؟

دن کے وقت جماع کیوں منع ہے؟ مضبوطی مندست اور خوبصورت اولاد پیدا کرنے کے اصول اور طریقے؟

استقامت حمل - حمل کیوں گر جائیگا؟ حمل کرنے سے پہلے عورت کو عموماً کیا تکالیف ہوتی ہیں؟ استقامت حمل سے بچنے کے لئے کیا کرنا چاہئے؟ غذائیں پر مبنی اور علاج؟

حاملہ کے لئے ہدایتیں - حاملہ کو کیا کھانا چاہئے اور کیا نہیں کھانا چاہئے؟ حاملہ کی خوراک کا حاملہ پر اور بچہ پر کیا اثر

پڑتا ہے؟ حاملہ کے لئے نافذ روزہ یا ریت کیوں نقصان دہ ہے؟ پیت میں بچہ پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے؟ حمل کی حالت میں جماع کیوں منع ہے؟ جماع سے حاملہ کو کیوں اور کیا نقصان پہنچتا ہے؟ قبض

دور کرنے کے لئے حاملہ کو کونسی دواؤں اور غذائیں کھانی چاہئیں؟ حاملہ کے لئے جلاب کیوں منع ہے؟ فکر - ڈر - غم اور غصہ کا حاملہ پر اور میٹ میں بچہ پر کیا اثر پڑتا ہے؟ یورپ کے مشہور زنانہ ڈاکٹروں کی قیمتی ہدایتیں؟

درد روزہ - بچہ کی پیدائش سے پہلے حاملہ میں کیا کیا علامتیں ظاہر ہوتی ہیں؟ درد کیوں اور کہاں ہوتا ہے؟ درد کے وقت حاملہ کو کیا کرنا چاہئے؟ درد شروع ہونے ہی چار پارٹی پلٹنا کیوں مفہر ہے؟ ولادت سے پہلے ایسا کیوں ضروری ہے؟

پستان - حاملہ کے لئے پستانوں کی حفاظت کیوں ضروری ہے اور حفاظت کے کون کون سے طریقے ہیں؟ دودھ پلانا

ماں اور بچہ دونوں کے لئے کیونکر مفید ہے؟ بچہ کو دودھ کس وقت اور کس طرح پلانا چاہئے؟ بیچ کر لیٹ کر کھڑے ہو کر دودھ پلانے کے فائدے اور نقصان - ڈر - غصہ - خون - رنج اور غم آگ کے پاس فوراً اٹھ کر اور جماع کے بعد دودھ کیوں نہیں پلانا چاہئے؟ کیا

ایسا ممکن ہے؟ اور دوران حمل میں بچے کو دودھ پلانا چاہئے؟ آئول گرنا - وضع حمل کے بعد آئول کا گرنا کیوں ضروری اور مفید ہے؟ آئول گرنے کے لئے کیا کیا تدابیر کرنی چاہئیں؟ آئول

گرنے کے بعد کیا کرنا چاہئے؟ زچہ کو اٹھنے بیٹھنے کیوں ممانعت ہے؟ اٹھنے بیٹھنے کے نقصانات - گندے اور غلیظ حقیقت استعمال کرنے کے مہلک نتائج مختلف امراض اور اُن کا علاج - زچہ کو پہلی مرتبہ غسل کب

کرنا چاہئے؟ زچہ کو کیا کھانا اور کیا نہیں کھانا چاہئے؟

پستان کا درم - عورت کے پستان میں درم کیوں

آتا ہے؟ درم کی تشریح اور علاج -

تربیت اولاد

بچوں کی جسمانی، اخلاقی، ذہنی پرورش کے اصول اور

طریقہ پر عمل کرنے سے ہم اپنے بچوں میں اعلیٰ صفات پیدا کر سکتے

ہیں۔ یہ کتاب بچوں کی تعلیم و تربیت کے طریقے پر

پرستوت کا بخار - پرستوت کا بچہ کیا ہے؟ کیوں ہوتا ہے؟

پرستوت کے بخار کی مکمل تشریح اور علامتیں اس جگہ بخار سے

بچنے کے لئے کیا کیا تدابیر کرنی چاہئیں؟ وضع حمل کے بعد کون کونسی

احتیاطیں لینی چاہئیں؟

دودھ کا بخار - دودھ کا بخار کیا ہے؟ اور کیوں ہوتا ہے؟

علامتیں، غذائیں پرہیز اور علاج -

قیمت اورو ایکٹ پیہ ہندی سوانہ پیہ  
اس مشہور کتاب کے ایک سال میں پانچ ایڈیشن چھپ چکے ہیں

لفٹ کرنل ڈاکٹر محمد اشرف الحق صاحب ایم۔ بی۔ سی۔ ایچ۔ پی۔ ایڈنبرا ایم ٹی بیو این آئرلین لکھتے ہیں

”ہمارے ملک کے عام فوہاں اس غلطی میں مبتلا ہیں کہ مباحث اور اس سے متعلق جتنے امور میں سب شرمناک ہیں اور فوہاںوں کو  
حق الامکان ان سے لاعلم رکھنا چاہئے۔ حالانکہ جو چیز ہماری صحت اور آئندہ نسلوں کی بہتری سے انکار غلطی رکھتی ہے۔ اس  
کے اصول و قواعد سے ناواقف ہونا بہت بُرے نتائج کا حامل ہے اور ہو رہا ہے۔ ہماری فوہاں نسلیں اسی ناواقفیت کی  
وجہ سے غلط کاریوں میں مبتلا ہوتی ہیں، اپنی صحت کو برباد کرتی ہیں، امراض کا شکار ہوتی ہیں اور اپنی خاندانی زندگی کو تباہ  
کر لیتی ہیں۔ ناواقفیت ہر سونے تک بلکہ ساری عمر ہم سے تباہ کن غلطیاں کرتی رہتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک فطری  
چیز کو چھپانا اور اس سے اپنے فوہاںوں کو لاعلم رکھنا اتنا درجہ کی ناواقفیت ہے۔“

پوشیدہ تعلقات پر

پریم شاستر، کام شاستر، گریج شاستر

سے بہتر کتابیں  
ہندوستان کی کسی زبان میں جو کتاب شائع نہیں ہوئی  
ملنے کا پتہ

پریم شاستر بک ڈپو - بالمقابل اڈہ شاہ عالمی دروازہ - لاہور

اگر ڈیجیٹل وقت اپنا نام و پولو راتہ خوشخط لکھیں

# فلمیں کی تاریخ

## مجلد اول

### خوبصورت جوان فلم اکیٹر سول کی زندگی کے پوشیدہ رازوں کا انکشاف

اس کتاب میں مس سلوچینا، رتن بائی، مادھوری، اما، گوہر، بیتیا دیوی، دیوکارانی، ہنسہ کھوٹے، شاننا آپٹے، بکتن، سیدتن، بائی، اختر، ریکیم، سلطانہ، سر، راجندر، جوتاشا، کمری، انوری، آن، لکھنؤ اور دیگر فلم مشہور خوبصورت اور جوان فلم اکیٹر سول کی حالات زندگی اور رازہائے سرسبز کا انکشاف کیا گیا ہے۔ یہ کتاب سچے واقعات اور سچے حالات پر مبنی ہے۔ اس میں فلمی بریوں اور فلمی مسول کی پر اسرار زندگی کو اس لیری سے بے نقاب کیا گیا ہے کہ آپ پڑھ کر دنگ رہ جائیں گے اور ساتھ ہی ان محبوبہ اکیٹر سول کی دلکش تصاویر بھی آرٹ پیپر پر پیکرنگی دھڑکی چھاپ کر شامل کی گئی ہیں۔ پبلشر نے اس کتاب بدل کھول کر دیکھ کر یہ سوچا ہے جس نے بھی اس کتاب کو پڑھا بہت پسند کیا۔ پہلا ایڈیشن تین ماہ میں ختم ہو گیا۔ اب چھٹا ایڈیشن چھپ کر ہاتھوں ہاتھ بک رہا ہے۔ کاغذ اعلیٰ اکتات عمدہ چھپائی دیو زیب، مجلد بڑا سا، قیمت صرف ایک روپیہ، محصول ڈاک چھپے آنے۔

## بڑے آدمیوں کا عشق

اس میں بتایا گیا ہے کہ شاہ علی محمد خان عشق کبھی کبھار میں بھنکے کیا کچھ کیا بجا بگل سچے اور صحیح واقعات نگین ہاں میں درج ہیں۔ اس میں ٹلی اور برمنی کے وجود و کٹھن سلیوٹی اور ڈیڑا راجکمار کی کوج بہار، مکارنس، بلکہ برمنی، ملا سہین اور دیگر فلم ڈیڑا گل کے عشق کی سچ کہانیاں درج ہیں۔ پہلا ایڈیشن دو ماہ میں ختم ہو گیا۔ اب تیسرا ایڈیشن چھپ کر ہاتھوں ہاتھ بک رہا ہے۔ قیمت صرف بارہ آنے، محصول ڈاک ۵۔

## جوانی کی راتیں

اس کتاب میں ہندوستان کے بہترین نصابی نصاب نگاروں کے بہترین، نگین اور دلکش افسانے درج ہیں۔ اڈو ادب میں بالکل نئی چیز ہے۔ اس وقت تک کہانیوں کے جس قدر مجموعے شائع ہو چکے ہیں، بیان سب سے عمدہ اور الگ ہے۔ یہ کتاب ہے جس نے شائع ہونے ہی اڑ دو دنیا میں تھلک مچا دیا۔ مختصر سے عرصہ میں چار ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ قیمت صرف بارہ آنے، محصول ڈاک ۵۔

فیصل کتابیں اکٹھی منگوانے پر محصول ڈاک ۱۰ رچا جاتا ہے!

## پریم شاستر کی ڈیو۔ بالمقابل اڈہ شاہ عالمی دروازہ۔ لاہور

آرڈر دینے وقت اپنا نام و پتہ صاف اور خوشخط لکھیں

ہر کینگ ہمارے ذمہ محصول ڈاک بندہ خریدار





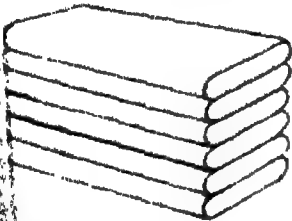
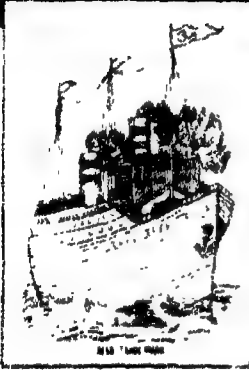


پنڈت چترپال صاحب خوما  
بانی سکھ سٹیجوارک کمیٹی لٹھیہ ستورا  
جنوں نے 64 ہزار روپیہ کی گرانقدر رقم  
ہسپتال کو دان دی ہے

# جہاز مارکہ لٹھانبرہ

SHIP BRAND  
FABRICS

اپنی خوبیوں کی وجہ سے ہندوستان  
بحر میں مشہور ہو چکا ہے



کیونکہ

- یہ ہندوستان میں تیار کیا جاتا ہے
- کوالٹی میں نہایت عمدہ ہے
- برف کی مانند سفید ہے
- ریشم کی طرح طاہم ہے
- چٹان کی طرح مضبوط و دیر پا ہے
- گھر میں بہت فرویات میں استعمال ہو سکتا ہے
- قیمت میں بہت ارزاں ہے

ہیشہ منان  
جہاز مارکہ لٹھانبرہ  
خرید فرمادیں

باوا پیر دمن سنگھ اینڈ سنز - امریت

دہلی - لاہور - کوئٹہ

بہاولپور - بمبئی - کلکتہ

ہندستان میں مسلمانوں کی زیادتی کے بارے میں ایک زیادہ پختہ اور ارسا

مکتبہ افسانہ، لاہور، پاکستان

# BISWIN SATD

# LAHORE

# 1942

## ANNUAL

# ریڈیم آئی ڈرپس کی ششہ جیل میں نعمت ثابت ہوئی

”گروں سے نجات مل گئی۔ بیشتر سیاسی قیدیوں نے فائدہ اٹھایا“

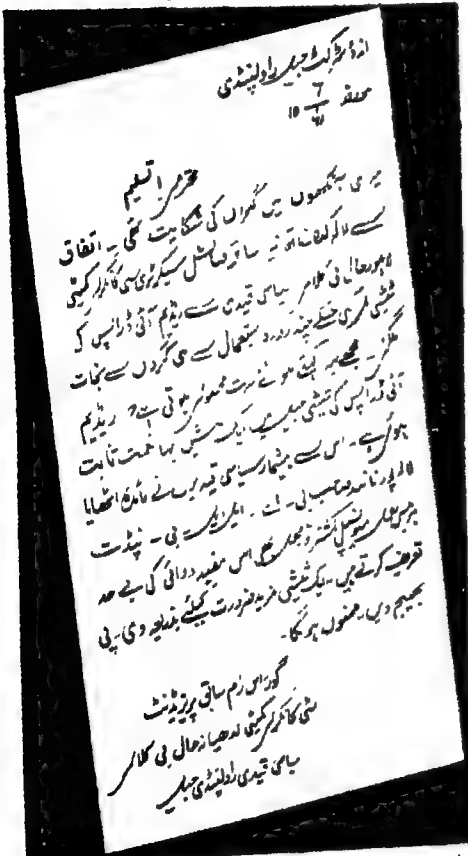
ڈسٹرکٹ جیل ولونڈی سے پریزیڈنٹ کانگریس کمیٹی لڈھیہ کی چٹھی

## ریڈیم آئی ڈرپس

کے استعمال سے میں میں سال کے پانچ لکڑے نظر کی کمزوری آنکھوں میں پانی اتر آتا چھپک کی وجہ سے آنکھوں میں نقص مرتب ہوتا ہے اندھرتا شب کو روری ہوتا یعنی آنکھ کا پھولا دور ہو جاتا ہے سرخی و خند غبار جالا۔ اسوب چشم اور سوزش وغیرہ بیماریاں چند ہی یوم میں دور ہو جاتی ہیں۔ تندرست آنکھوں والے اگر اسے استعمال کریں تو بینائی بڑھانے میں بھی فایم رہتی ہے دنیا مان کی ہے کہ ریڈیم آئی ڈرپس استعمال کرنے والوں کی نگاہ بھی خراب نہیں ہو سکتی۔ اسے ہر گھر میں موجود رہنا چاہیے۔ قیمت کی بیشی خریدیں۔ یہیہ محصولہ اک۔ نمونہ ایک روپے

سول انجینئرس  
میسرز فرائز داس جگوان اس کمیشن  
انارکلی لاہور۔ چاندنی چوک دھلی  
لوکل انجینئرس

میسر علی سام بھارتی سوداگران انگریزی دیتا انارکلی لاہور  
ڈاکٹر کشن چندا پٹنہ پٹنہ پٹنہ چوکس۔ انارکلی لاہور



ٹیلیفون لاہور ۴۱۵۴  
ٹیلیفون دہلی ۵۳۸۴  
ٹیلیفون لاہور ۳۶۷۴

بذریعہ دفتری منگوانے کا پتہ۔  
ماڈرن کمیکل ورکس۔ پوسٹ بکس نمبر ۲۱۱ لاہور

شعبان ۱۳۵۲ھ

۱۱۵

۹  
قیمت

سالک

۱۹۴۲ء  
جنوری

سب سے زیادہ چھپنے والا رسالہ

ہندوستان بھر کے ادبی رسائل میں

جلد ۱۱  
سالک

سالک غیر سے سالانہ چندہ  
۱۰ روپے  
قیمت فی پرچہ آٹھ آنے  
رنگوں ہل سے سالانہ چندہ  
چار روپے

۱۰ روپے  
شعبان گرامی

سالانہ چندہ تمام ہر سمیت  
تین روپے  
شعبان ہی چندہ  
دو روپے  
قیمت فی پرچہ چھ آنے

دلگاز  
افسانے

بلند پایہ  
مضامین

فہرست

|     |                                          |                     |
|-----|------------------------------------------|---------------------|
| ۶۔  | ادارہ                                    | ۱۔ تیر و نشتر       |
| ۹۔  | جناب میرزا ادیب بیگ (کراچی) ایڈیٹر مجیدی | ۲۔ گونگی محبت       |
| ۱۶۔ | جناب پٹنٹ ہری چند اختر ایم۔ اے۔          | ۳۔ دیکھا کئے        |
| ۱۷۔ | جناب شتی بیگم مدینہ بیگم و عالمگیر       | ۴۔ یہوشلم کی کنواری |
| ۲۱۔ | جناب سید سکندر اعجاز شرف و جتہادی لکھنوی | ۵۔ خدا نیکو کرے     |
| ۲۲۔ | جناب منظور بیگ اے۔ ایل۔ بی۔              | ۶۔ وہ رات           |
| ۲۳۔ | جناب کوثر چاند پوری                      | ۷۔ ایڈیٹر کاروان    |
| ۲۸۔ | جناب خان اصغر حسین خاں ظہیر لدھیانوی     | ۸۔ سہیل نشاط        |
| ۲۹۔ | جناب آسی رام نگری                        | ۹۔ جیون ستا         |
| ۳۱۔ | جناب منیا فتح آبادی ایم۔ اے۔             | ۱۰۔ حسن گریزاں      |
| ۳۱۔ | جناب فاطمہ دہ مادید قمری ایم۔ اے۔        | ۱۱۔ کیف عبادید      |
| ۳۲۔ | جناب فاطمہ القادسی                       | ۱۲۔ سانگہ کی رات کو |
| ۳۴۔ | جناب امین چکوالی بی۔ اے۔                 | ۱۳۔ آج کل           |
| ۳۵۔ | ڈاکٹر سید اختر حسین اختر ایم۔ اے۔        | ۱۴۔ داستان محبت     |
| ۴۲۔ | محترم مس کاشن ایم۔ اے۔ (کراچی)           | ۱۵۔ جوش شباب        |
| ۴۲۔ | آکٹو مجاہد قمری ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی۔         | ۱۶۔ دو منزلیں       |
| ۴۳۔ | جناب محمد اسحاق مجروح رام نگری           | ۱۷۔ ڈاکٹر کی ڈاکٹری |
| ۵۰۔ | جناب کوکت جتہ چاند پوری                  | ۱۸۔ کیفیات          |
| ۵۳۔ | جناب مرزا علی محمد لکھنوی                | ۱۹۔ عشق و فرغ       |

ولکس  
غزلین

رومانی  
داستانیں



# میسور

۱۔ فرات و دیات مل مٹاں صاحب زمانہ میں کہ اگر کوئی مٹے  
مسلمان دینی مسلم لگے مکہ مشورہ کے بغیر لاگوں سے کھجور  
کہا تو اس کے تباہی بے حد خراب ہو گئے۔ واقعی بے حد خراب  
ہو گئے مثلاً سپا ایسے شہزادے تالین کی بجائے مسلمانوں  
کو اسمیت حاصل ہو جائیگی جو قوم اور وطن کی خاطر قربانیوں  
کی کھان لا کر آپ لوگوں کے ہونے کے لیے ہیں۔ پھر سب  
بڑی تباہی یہ ہوگی کہ ہندو مسلمانوں میں اتحاد ہو جائے گا  
اور ہندوستان کا کراڈی یقینی ہو جائے گی۔ ذرا سوچئے تو  
اس سے زیادہ خراب تباہی اٹھایا جاسکتے ہیں۔

۲۔ بنگال میں جو فری پارٹی پر فکرمند کو لیشن پارٹی کے نام سے جانی  
ہے اس نے مولوی اس کے فضل الحق صاحب کو اپنا لیڈر  
منتخب کیا ہے مولوی صاحب کی صحت اگر تیرا چھیڑتی لیکن  
آپ بھی اس جاس میں موجود تھے آپ نے فرمایا کہ اس طرح مجھے  
کی بہت سی امیدیں تھیں مولوی صاحب قبلہ ایسا ہوتا تو آپ  
اچا پانی پانی کے متعلق کہا کرتے تھے اللہ آپ کو بہت سی جہانی  
اور اس کے ساتھ ہی تعویذ کی دافعی صحت و عافیت سے تو  
ہیں ہرگز نہ گزرتی اعتراض نہ ہوگا۔

۳۔ سنا ہے کہوں کا ایک ذرا حضور وائسٹریٹ بہادری کی خدمت  
میں حاضر ہو کر درخواست کر لیا کہ  
میں بھی ایک ہی اندول کا لڑتے بلکہ مٹھری  
اسے غازیہ لڈاز میں کچھ تو اور بھی

میں ایک مذہب دار بھی اچا کوئل میں نے بھیجے ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں  
ہندوؤں اور مسلمانوں کے مٹھری نے ہم کو ہرگز نہ تیر  
مار لیا جو آپ اس خدمت مٹھری کے لئے اس قدر تڑپے ہیں۔  
اس سے بھائی بچپ چاہتے ہیں جو اس قدر تڑپے ہیں کہ تاننا شا  
و جیوں انشا اللہ یہ سہرا اور مسلمان بھی ان سے لیتے ہیں



ہر کوئی لکھیں گے آپ کو اچا ہندو اور مسلمانوں کی جگہ

۴۔ معلوم ہوتا ہے کہ حکومت ہند اس تجویز پر غور کر رہی ہے  
کہ عربوں کے لئے مسلمانوں کو تیار کیا جائے کوئی اچھے اس  
تجویز میں غور کرنے کی کوشش ہے۔ کیا حکومت اس لئے  
جہاں ہیں کہ تیار ہوتی ہے کہ کھس فرمیں گے مسلمانوں کو اپنے  
سے نکال دے کہ وہ اس حکومت میں تجویز عربوں میں بلکہ عمل کرنے کے  
قابل ہے آپ بلکہ ہرگز مسلمانوں کو تیار کر لیں۔ کوئی اور  
پہلے تو ہم فرمائیں ہیں کیا کریں گے اور خدا کے مقابلے میں  
ہوئے صحت میں اخبار اور سلسلے میں اچا لیا کریں گے

۵۔ ایک اطلاع ہے کہ بہار گورنمنٹ ہندو دھماکہ کے خلاف  
اجلاس کے نام سے میں ہندی اٹھانے کو تیار نہیں اور دوسری  
اطلاع ہے کہ ہندو دھماکہ بھی ہر گز میں اجلاس منعقد کرنے سے  
باز کرنے کو تیار نہیں مطلب یہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ دونوں میں سے  
کسی کو بھی حق فرمادے کہ ہم لینے کی تو نہیں عطا فرمائے کہ تیار نہیں

۶۔ پنجاب سوشلسٹ لیفرٹس نے بہار کا مذہبی سے مطالب کیا  
ہے کہ انفرادی امتیاز کی بجائے عام سول نا زانی کی تحریک جاری  
کیا جائے۔ دوسری طرف ہندوستان کے بڑے سوشلسٹوں میں  
ایم ایم ایس صاحب نے فرماتے ہیں کہ پاکستان کے خلاف شور و غوغا  
بند کر دیں مطالبہ کو تسلیم کرو بخدا ہوائے اس سوشلسٹ ڈریس  
سے ابھی کیسے کیسے مٹھری کی لکڑیوں کوئل سننے میں آئے گی

۷۔ آزاد مولانا فرانس کھنڈی ملک ایک پڑشائے پڑا ہے جس  
میں شریاچ پدم اٹھا دکھا کر کہہ رہے تھے کہ اس کے روگروں  
ہر تھیں کھنڈی ہیں اور ایسی ہو سکتی ہے کہ ہر ہندوستان کو  
مسلم قوم کے مفاد کے منافی ہیں کاش پڑشائے کوئی اور نے  
سوشلسٹ کو کھنڈی دکھا دیا اور وہ تو شریاچ پدم کے لئے



ہم یہ احسان جو نہ کرتے تو یہ احسان ہوتا

اللہ تعالیٰ ہر شریفی آدمی کو اس عجیب و غریب نیکی سے محفوظ رکھے جس میں یہ ایک طریق ہماری تمدنی زندگی کو ڈھال رہی ہیں :

~~~~~9~~~~~

مفسر فضل الحق نے ایک بیان میں فرمایا ہے کہ میرے مسلم لگی رفیق انتہا کے فرقہ پرست تھے۔ انہی کی وجہ سے بدینِ وقتہ دارانہ فسادات ہوئے، کمکی ہے یہاں ہر یکین کو ایک خوشی نکال تمام فسادات کی جو حیرت کا نگہ سیدوں اہل ہندوؤں کو قرار دیتے تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ

ناؤں کے بغیر صید چھوڑا دینے میں

تزیلچہ مرغ تہہ نما اشیائے میں

الطالع چمکا بکھری پولیس نے لاہور ڈسٹرکٹ بورڈ کے ایک کانگریسی رکن کی خانہ نشینی کی پولیس کو شبہ تھا کہ اس کے گھر میں ناہارائے شراب کشید ہوتی ہے یا موجود ہے۔ مگر کوئی قابل اعتراض چیز یاد نہ ہوئی۔ بھان اللہ کانگریس کے کارکن اور ناہارائے شراب کشیدہ کے۔ غالباً پولیس کا خیال یہ ہو گا کہ یہ کانگریس والے ناہارائے شراب پر اسی نے کچنگ کیا کرتے ہیں کہ انہیں ناہارائے شراب کشیدہ کے کہے امیر خیمہ کا موقع مل جائے اگر یہ بات ہے تو جسے پہلے ہم نہانا گناہی کے خلاف اس الزام میں مقدمہ چلانا چاہیے کہ کانگریسی حکومتوں سے عوارض شراب کی فروخت پر پابندیاں عائد کر لینے کے بعد ناہارائے شراب کشیدہ کے ساتھ سرٹریفیکیشن اور حلالہ اور الکلام آزاد اور ریڈیٹ بھار لال خیر کی معرفت فروخت کیے ہیں اور کانگریس کا سارا کام اس کے ذریعہ متعلق ہے اور لا حول ولا قوۃ ۴۰

چنانکہ سیاہ پوش جوئیل لالہ کو لانا تھا ہی محض اسل کی مبری کے ٹھیکہ کھڑے
 ہوتے بڑے سب سے چاندی کا انگریں کے گرمیں مفتانہ پر گھر کہا جاتا ہے کہ
 کانگرس میں صرف قریبوں اور خدمات کی قدر ہے۔ لیکن انکھیا گیا کہ لالہ کو لانا تھا
 صاحب کن تمام قریبوں کو جو چاہے کہ ہر کانگرس کے مقابلے میں بہت زیادہ ہیں
 اور کسی سے بھی انہیں کانگرس ہائی گمانہ ان کے چننا پی سٹیوں نے بعض اس
 ستان کی خواہشیں اختیار کیا کہ لالہ صاحب موصوف میاں ان اختیار الدین جیسے فوئیر
 کانگریسوں میں محض کیوں پر کام نہ کر لے سٹوٹوں نیز ان کی ہریان ہائی گمانہ
 کی جوتیاں چاہنے کے لئے تیار نہ تھے۔ اللہ اللہ کہاں لالہ کو لانا تھا اور کمال میاں
 اختیار الدین جیسے دو دو چیز دے محض۔ لیکن کانگرس ہائی گمانہ کی سیاہ پوش جیسا
 توہین جن کے باعث کانگرس حوالہ ان اس کی نفلوں میں ذلیل ہو رہی ہے۔

پنجاب اسمبلی کے مخالفین شیل پاڑی نے شرار بہادر راجل سنگھ سابق پادھینٹری
سیکرٹری حکومت پنجاب کا اپنے عہدے سے مستعفی ہو جانے کے بارے میں بیان سن کر
ان کی اصول پرستی کی داد دی ہے اور ساتھ ہی اس امر پر اظہارِ افسوس کیا ہے کہ
کر پاڑی ابلان کی خوبات سے مستعفی نہیں ہو سکی بھی یہ مخالفین شیل پاڑی اعلیٰ عہدہ پر پہنچ
واقعہ چون ہے پہلے تو شرار بہادر راجل سنگھ کو پاڑی سے نکال کر غازی اعلیٰ کو خوش
کر لیا پھر حسبِ سکھوں کی طرف تحفہ ملاست ہوئی تو توجہ ان کی اصول پرستی
کی داد دے گی۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ ظالم شخص نے موغنیوں کو شیل پاڑی
ہیں۔ وہ بولا۔ تم کجنت سے جھکنا رہی۔ چند روز کے بعد یہ شخص نے اطلاع دی کہ
شخص مذکور نے پیر ریجنس رکھ لی ہیں۔ دوسرا بولا۔ یہ ایسی بھی جھکنا رہی اس کے ساتھ دیا!



روسی افغان نے روسوں کے مقام پر جو منحل ہو جانی حملہ کر کے یہ مقام فتح کر لیا۔ اس نے لیا تو برلن سے اعلان کیا گیا کہ روسوں کی یہ فتح کوئی اہمیت نہیں رکھتی، لیکن گذارش یہ ہے کہ جب خود برمنوں نے اس مقام پر قبضہ کیا تھا تو وہ اسے مدینہ بعلین کہیں جہاں سے تھے اللہ اللہ کہ گویا یہ مذہب لوگ جو ہیں کس قدر میاں کس قدر عزیز ہوتے ہیں نہ راہ کمال کو لے کر تھے حسیوں کو اس قدر یہ صغیر ہو کر رہے :-

لاہور کے ایک مسلم لڑکی! اٹھارہ سالہ ایک خیر کے یہ عنوان تیار کئے :-

• بنگال وزارت کے مسلم لیگ ارکان کے خلاف تحریک عدم اعتماد پیش نہیں ہوگی

کا نگریں اور ہندوستان کا سماجی انداز پر ہے

لیکن ہندی گھنٹے بعد ہندو گھنٹے کی مثال کی مسلم کی وزارت مستغنی ہو گئی ہے۔
اس پر کانگریسی اخباروں کو یہ عنوان قائم کرنا چاہتے تھے:-

پنج کابل بالا جھوٹے کامنڈ کالا!

۱۵

مذاہب کہ بن الاقوامی کانگریس میں تقریر کرتے ہوئے مرزا انیس بیگ
ہندوستان کے فریاد کیا کہ ہماری قومیں ہندوستان سے وابستہ ہیں جو ذرا ہنگامہ گزرتا ہے
اس تواریخ کا شکر یہ قبول فرمائیے لیکن ذرا یہ تو بتا دیجئے کہ ان امیدوں سے آپ کی
مراد کیا ہے کہیں اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ اللہ ہندوستان کے مختلف مذاہب کو
سلامت رکھے جو بیکار کے پیر آپس میں جو قوم پرست جاری رکھیں گے ہمارا
تسلط قائم رہے گا؟

۱۶

پنجاب اسبل میں ایک قزاق دہیش ہونے لگا حکومت کو چاہئے کہ جو لوگ اپنے قابل
نفرت مفاد کے پیش نظر غلام انسان میں خوف و دہشت پھیلائیں یا فرقہ دارانہ

فسادت کی آگ بھڑکائیں ان کے خلاف بین الاقوامی صورت حال کے پیش نظر سخت
کارروائی کی جائے اور اگر حکومت مناسب سمجھے تو اس مقصد کے لئے مزید
اختیارات حاصل کر لے لی عرض سے نئے قانون بنوائے۔ اس پر تقریر کرتے
ہوئے ملک بکرت علی صاحب نے فرمایا کہ فرقہ دارانہ فسادات کی آگ بھڑکائے والے
لوگ تو سکاری پنوں پر بیٹھے ہیں، زلفہ باد ملک صاحب! کیا انہی سے کیا بات کہی ہے
لیکن آپ خود بھی تو اس سلسلے میں کسی سے کم نہیں، مان لیجئے نہ، آخر اس نقد کسر
نفی کی کیا ضرورت ہے! :

۱۷

بعض فوجی مقبضین کا خیال ہے کہ شکر آئندہ موسم بہار میں شکر پر حملہ
کر دیا جائے، شکر کی دوست لڑائی کے پیش نظر ریات خلاف قیاس تو معلوم
ہیں ہوتی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر شکر شکر کی کسی دشمن بنایا تو ہم شکرست
کھانے کے بعد صلح کی گفت و شنید کس کی معرفت کر لیا؟

۱۸

لاہور ۱۰ دسمبر ۱۹۲۱ء

میسویں صدی کا سالنامہ ۱۹۲۲ء

نہایت ہمت شکن اور حوصلہ فرساحات میں شائع کیا گیا ہے کتابت کاغذ کی ٹکٹ
باعث ہم سالنامہ کی خدمات محدود کرنے پر مجبور ہو گئے۔ بہت سے کتابت شدہ مضامین
سالانہ میں شائع ہونے سے روکے گئے ہیں، ان میں ان تمام خطرات کے شکار گزار
ہوئے جنہوں نے سالنامہ کے لئے بڑی شجاعت گرائی اور سال فرمائے۔

اس میں شک نہیں کہ ذیل نظر خدمات میں گذشتہ سالنامہ سے کہہ کر اس کے
مضامین کی اہمیت کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کی جاسکتی، ہم نے ان قیمت میں زیادہ سے
زیادہ علمی، ادبی، فنی اور سماجی شکر پر مبنی کیا ہے، خیال فرمائیے۔ سالنامہ کی قیمت
چھ روپے تھی، اگر کوئی ہے جو ادبی رسائل کے حامل ہوں سے کہہ رہا ہے، یہیں یقین ہے کہ
موجودہ حالات کے پیش نظر ذیلین کلام سالنامہ میسویں صدی کو بے اختیار خریدیں دیکھیں گے۔

کامنڈ کی گرائی اور حکومت کا فرض

کامنڈ کی گرائی تشویشناک صورت اختیار کر چکی ہے، وہاں کے پورے والا کاغذ باؤگٹنے
فی ہفتہ کے حساب سے فروخت ہو رہا ہے۔ باغلوں دیگر گرائی فروخت کھنڈی دن و رات سے ڈاکے
ڈال رہے ہیں اور اخبارات اور ہنگامہ کو بہت بڑی طرح لوٹ رہے ہیں، مگر اس قدر تعجب
کا مقام ہے کہ اخبارات کی بیچ لیا کر کے باوجود گورنمنٹ نے اس لوٹ کھسوٹ کو روکنے
کے لئے کافی نوٹ قدم نہیں اٹھایا، تاہم نفع بان کو روکنے کے لئے حکومت کے ایک روٹینس
پاس کر رکھا ہے، مگر وہ اس وقت تک بیکار ثابت ہو رہا ہے۔ لاہور کے بعض کاغذ فروش لاکھوں
روپے کا فاسد امیدیاں ہے کہ وہاں میں بند کئے بیٹھیں کہ ابھی کاغذ کے فروغ میں مزید فتنہ
کی گھنٹا ہے۔ اللہ یہ حالات حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس لوٹ کھسوٹ کے ستر
بائے بے شک کوئی موثر قدم اٹھائے۔

سالنامہ ۱۹۲۲ء مفت حاصل کیجئے

اگر آپ میسویں صدی کے مستقل خبردار نہیں تو آج ہی قریب و پریر سالانہ چندہ بذریعہ میسویں صدی کی احانت کر
رہا کہ مستقل خریداری قبول فرمائیے۔ اس طرح سالنامہ ۱۹۲۲ء آپ کی خدمت میں بلا قیمت حاضر ہوگا اور اس کے بعد
ہوئیوئے خاص بزمیاسی ہونے میں بھی باہمی گے۔ میسویں صدی بیرون شاہ عالمی اردو لاہور



اس انسان کا موضوع اردو کے انسانی ادب میں بالکل نئی چیز ہے جسے ملک کے نامور افسانہ نویس حضرت میرزا ادیب بی۔ آ نے آرزو میں پیش کیا ہے۔ میرزا صاحب کی شخصیت دنیا کے ادب میں محتاج تعارف نہیں۔ ہم آپ کے مکتوب میں لکھے عظیم القریٰ کسا بدو و ہماری درخواست کو مشرف قبولیت بخشا اور اردو ادب میں ایک نئی چیز کا اگر انقدر اعناؤ کیا۔ (اردو اسٹار)

کون کی محبت بھی خاص طور پر اپنی خادہ کے خاندانی حالات معلوم کرنے کے لئے زیادہ نگاہوں سے ملاحظہ کیا گیا ہے۔ کون کی محبت بھی کہ وہ اپنی گونگی خادہ کے حالات دریافت کرتا، اس کے لئے بھی کافی متحرک اس کے گھر میں ایک گونگی لڑکی زندگی کے دل گرفتہ ہے جو اس کی خادہ بھی ہے اور دلچیز تفریح بھی!

دونوں کی پہلی ملاقات عجیب غریب ہوئی تھی۔ ایک دن اندر کا بیٹے سے واپس آتی تو اس نے دیکھا کہ گل کے ایک حصے میں سبز عورتیں اونچے کمر سے بیٹھ رہی ہیں۔ وہ ہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ ایک گونگی بھکاریاں جو ہم میں کھڑی گھبراہٹ ہے۔ جب اندر لے گئی کے متعلق کچھ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس کے والدین بچپن میں فوت ہو گئے تھے اور اب اپنے دور کے ایک شہر دار کے ساتھ بیکٹنگ مانگ کر اپنا پیٹ پالنی ہے۔ یہ دور کا رشتہ دار ایک بڑا صاحب تھا جو اس کے ساتھ ہی کھڑا تھا!

اندرون کے بڑے سے کہہ دے کہ شمع گونگی کو اس کے مکان پر لائے وہ گونگی سے باخبر نہ رہا تھا کہ ہے! بڑے صاحب کی تجا سے خدیں مرقعے سے فائدہ اٹھاتا، وہ دوسرے جوان گونگی کو سیدھے ہی شہر کے کالی شان مکان میں لے آیا۔

بچوں کے بعد گھر کے لوگوں کے ارادے کھڑے تھے! اب گونگی کے گھر کے ہر بچہ کو بڑی سیریت دیکھ رہی ہے اور لوگ ہیں کہ اس کی حرکت لطف اندوز ہر ہے۔ اندر تو اس کی حرکت اس قدر

دو دونوں نے جوان بھائی اور غلاماں سے کہہ دیا کہ بہار آفرینی پر سنو! بیک کے خدو خال میں ایک خاص شکستگی اور ایک خاص دکاویری پیدا کر رہی ہے۔ بچا بچہ وہ دونوں حسین بھی ہیں۔ دونوں کے ذہنی قریب قریب کیاں تھے۔ دونوں کی عورتوں میں بھی کوئی خاص فرق نہ تھا۔ ایک کی عمر سولہ سال کے قریب پہلے اور دوسری کی سترہ سال کا تھوڑے کچھ بگڑا۔ مگر ان چیزوں کے باوجود دونوں میں بہت بڑا فرق تھا۔ ایک کو غلاموں سے معاملہ تھا کہ وہ جو تھیں وہ وقت ہنسنے رہے اور دوسری دنیا میں صرف اس مرض سے پیدا ہوئی تھی کہ وہ خواہ تھیں یا نہ تھیں لیکن دوسروں کو ضرور ہنسائے۔ ایک اشاروں میں احکام صادر کرتی تھی اور دوسری ای احکام کی بے چون و چرا تعمیل کرتی تھی۔ اس کے سب سے بڑے گھر کے ایک لڑکا ان اس کے من میں تھی اور دوسری کی زبان اس کے ماتحت کھاتا تھا!

ایک کا نام تھا اندرا۔ لافنگ ایک شہر فرم کے دامد مالک سید بڑا پرشاد لاکھو لٹی۔ دوسرا کا نام تھا بیوی۔ لیکن یہ نام معمولی شخص بھی نہ جانتا تھا۔ ایک گونگی لڑکی کا نام معلوم کرنے کے لئے ضرورت بھی کیا ہے؟ جس طرح ہر شخص گونگی سے تمام سے متاثر تھا اس طرح وہ ہمیشہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کس خاندان سے تعلق رکھتی ہے اس کے والدین کون تھے۔ اندر نے وہ ایک بار اس کے خاندانی حالات معلوم کرنے کے لئے معمولی سا کوشش کی مگر جب دیکھا کہ اس سے بھی ہر کوشش فاش ہے تو اس نے ہانپ کر پڑاں مارنے لگا۔

کھادہ چھوٹ سے نکال دیا۔

مخلوقوں کو اس نے پورے سے کہہ دیا۔

”اگر تمہیں کوئی اعتراض نہ ہو تو کوئی کہیں رہتے دو۔ اس کے تمام اعتراضات کی ذمہ داری ہم پر عاید ہوگی۔ تمہارے گنہگار کے لئے بھی کچھ نہ کچھ مہارند سے دیکر یں گے“

پڑھنے سے یہ بات خوشی مان لی اور کوئی اندازہ کر کے یہاں رہنے لگی!

اسے دل رہتے ابھرمیں ہی رہا مگر اسے ہونے کے وہ گھر کا نغصا سے پورا طرح مانوس ہو گئی اب اسے اشاروں کے ذریعے اپنا مافی الضمیر بتانے میں کوئی دقت محسوس ہوتی تھی اور نہ گھروالوں کو اس کے اشاروں کا مفہوم سمجھنے میں کسی تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

گوئی میں جہاں اور خوبیاں تھیں وہاں یہ خوبی بھی تھی کہ وہ گھر کے ہر فرد کا دل دھماکے سے اترام کرتی تھی۔ یہ خوبی کسی انداز میں ہوتی تو گھر کے لوگ اس کا بہت قدر کرتے مگر نہ معلوم کیا بات تھی کہ ان تمام خوبیوں کے باوجود گوئی کو موت ہو گئی یہ سمجھا جاتا تھا اور گوئی سمجھتے وقت سمجھنے والوں کا لگا ہوں کے سامنے اس کا ٹھکانہ نیز حرکات ”جوئی“ تھیں خوبیاں نہیں!

انداز اس کی خوبیاں سے کافی متاثر تھی مگر جب وہ اس سے باتیں کرتی تو سب کچھ بھول کر اسے محض ایک لڑکھائی سمجھتے تھے۔ تاہم گوئی کو اس بات کا کوئی شکایت نہ تھی۔ کوئی شکوہ نہ تھا!



عام تعلیم یافتہ اور دشمن خیالی امیر زادوں کی طرح انداز کو بھی نفوس البغیہ سے دلچسپی تھی۔ بالخصوص مذہبیوں میں تو اس کی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ کسی اعلیٰ پایہ کا تصویر کے حصول میں اگر اسے بڑی سے بڑی رقم بھی مرنے کو نا پڑتی تھی تو وہ بے دریغ مرنے کو بھی تھی۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ سبیل سے لے انبیا رات میں ایک شاندار نمائش کا اعلان پڑھا تو اس کی خوشی کا کوئی انتہا نہ رہی۔

انبیا رات میں جو اعلان شائع پڑھا تھا اس میں درج تھا کہ نمائش گاہ میں جہاں مرحوم مصوروں کی تصویریں رکھائی جائیں گی، وہاں پبلک موجودہ مخلوق کے خاص کارناموں پر بھی روشناس کرایا جائیگا!

اس اعلان نے انداز کے دل و دماغ میں ایک بھیاں بپا کر دیا! اور وہ بڑی جینائی سے دھمکے آنکھیں پھٹنے کا انتظار کرتے لگی!

اپنی چند سہیلیوں اور گوئی کو ساتھ لے کر ان گاہ میں پہنچ گئی اور سب سے پہلے اس نے کٹ گیلی کی برکیا طرف قدم بڑھا دیا۔ اس کی سہیلیاں تو پینٹ میں تصویریں کھانڈ رہی تھیں۔ بعد کے سہیلیوں میں بیٹھ گئیں مگر انداز پر تصویریں اس دلچسپی اور اس خوبصورت دیکھنے کی تھی کہ معلوم ہوتا تھا شاید اس کی طرف تو جہی نہیں کرے گی! ایک ایک سے غصے سے ہٹا کر وہ ان تمام تصویریں کو دیکھ چکی ہے بھارٹ گیلی میں موجود ہیں۔ ایک خاص محسوس کے انداز میں اس نے آخری تصویر سے نگاہیں پٹائی اور اپنی سہیلیوں کے پاس آہٹھی!

ابھی اسے بیٹھ ایک منٹ ہی گزرا تھا کہ اس کی ایک سہیلی بولی۔
”تم تو آخر آرٹ کی سہری بیٹی دلدادہ لیکن تمہاری گوئی آرٹ پرستی میں تم سے بھی دو قدم آگے نکل گئی ہے“

انداز بولت ہی تھی اس کو دیکھنے کی سہیلی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے ایک کونے میں لے گئی! اب انداز نے دیکھا کہ خدا کی وہ عجیب مخلوق۔ گوئی بیٹھنے سے ایک تصویر دیکھ رہی ہے!

”کیوں نہ ہو آخر طائر کہ کس کی ہے؟“ اس کی سہیلی بولی
انداز نے آگے بڑھ کر اپنا ہاتھ گوئی کے کندھے پر رکھ دیا۔ گوئی بٹھا اور جس طرح جھجھکتے ہوئے چہرے کی روشنی دہم پڑتی جاتی ہے، اسی طرح اس کی آنکھوں کی روشنی غائب ہوئے لگی۔

انداز نے گوئی کے چہرے سے غریب شہکار تصویر کو دیکھا۔ اور یہ دیکھ کر سنبھل گیا۔ جوئی اندر مسرت بھی کی یہ تصویر گیلی کی بہترین تصویر ہے اسی تصویر اس نے اپنی تمام سہیلیوں کو دیکھی تھی۔ وہ دل ہی دل میں گوئی کا شکر ادا کرتے لگا کہ اس کی وجہ سے وہ ایسا کامیاب تصویر دیکھ رہی تھی۔ ورنہ وہ تو نہ ہم خوشی تمام تصویریں دیکھ کر دلہا پس جا رہی تھی!

اس تصویر میں رنگوں کے نہایت دلکش و تیز مزاج سے دکھایا گیا تھا کہ ایک اندھی لڑکی ایک نوجوان کے چاند پر اس طرح گر پڑی ہے کہ اس کی بائیں پاں پنے محبوب کی ٹانگوں کے گرد لپکتی ہوئی ہیں!

تصویر کے نیچے لکھا تھا ایک رزلا کشان“

اس تصویر نے انداز کو بہت متاثر کیا تھا اور وہ چاہتی تھی کہ مصوری کے اس لیے لے لے کر نہ لے کر ہر وقت دیکھتے رہے۔ مگر گھڑی دیکھتی رہے آخر اس نے ان گاہ کے منتظم سے معصومانہ اپنی نوچھا اور گھڑی واپس مانگ لی!

کہ اب سے اپنی بے باکی کا شدید احساس ہو گیا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ سرگرمی بن گئی دکھائی دیتی ہے!

لیکن جیونق اندکے دل انگیز قسم میں ہمارے دیکھ کے تصویر دیکھ رہی تھی لایک لایک ہاتھ اس کے شانے پر لگا اس نے دیکھا اور بے اختیار ہنسنے لگا دیکھ کے ہاتھ زور سے پکڑ لیا۔

دیکھ نے غصہ کر لیا کہ کہا: "ڈرگن ہے بے چاری"

"دیکھ کر رہی تھی۔" "اندرا نے پوچھا: "تمہاری تصویر۔" بگل ہر وقت

کھوئی کھوئی رہتی ہے۔ کل اپنی تصویر دیکھ رہی تھی؟"

"آؤ اس کی پریشانی کو دیکھا ہے۔۔۔"

"میں خود ہی نہیں جانتی۔" اندرا نے جواب دیا۔ جیونق چل گئی

"اندرا! اس کے باوجود صندھ۔ ممکن ہے اس کا جلدی میں مخم ہو"

دھن کرے سے اتر آئے جیونق دیوار سے لگ کر کھڑی تھی اور انگوٹھے

کے ماتھے سے پونا کھرچ رہی تھی!



گوگنی نے کاکہ کوشش کی کہ چند منٹ اس خوفناک جذبے کو نکال دے

جس کا اثر لہر لہر ہو کر پھیلتا تھا لیکن ایسا نہ ہو سکا اس کا معصوم دل اور اس کا دل

جھوٹوں میں جا کر دیا گیا تھا۔ ان زنجیریں کو توڑنا اس کے بس کی بات نہ تھی۔ وہ

رات کو لیٹر پر لٹتی تو دل میں وہ کہہ کر کتاب صبح گزرتی تھی کہ اس کے بس کی بات نہ تھی۔ وہ

سب ہرگز دیکھ کے صورت نہیں دیکھ سکتی، مگر جب صبح ہوئی تو ایک جذبہ بے اختیار

اسے کشاں کشاں اس جگہ لے جاتا جہاں چھٹی ہوئی وہ بڑی بڑی آنکھیں اسے اس

طرح سے دیکھ رہی تھیں جس طرح سانپ کی آنکھیں پرندے کو سمجھ کر لیتی ہیں۔ اس کا ہر لڑوہ

دم توڑ دیتا۔ اس وقت اس کی حالت اس پرندے کی سی ہو جاتی تھی کہ پرندے کی

پہلو اور جو استہرائی بے جا اس کے حلق میں دھند دھند کی ایک شاخ پر اپنے آشیانے کو

دیکھتا ہوا!

اس کی زبان کو بھی تھوڑی گول تو لگا نہیں تھا اور اس کے دل کی زبان اس کی

گوگنی زبان سے دھمک لیا کہ کچھ کہہ رہی تھی لیکن جیسے ہی وہ اپنے خوبصورت جاوید

کے سامنے آئی آئیں بائیں کے سوا اس کی زبان سے کچھ بھی نہ نکلتا۔

دیکھ ہنس پڑتا تھا کہ گوگنی کے سپنے کا شعلہ اور بھی بڑھ چکا تھا۔

گوگنی بایں سے تھرائی میں اپنے محبوب کے سامنے اپنی زندگی کے سب سے

اہم بات پر غماز ہو گئی ہے، دیکھ نے ہنس کر کہا اور دوسرے دن

جوتے پہنا کر جیونق کا ہاتھ پکڑ کر اسے سٹول کی طرف لے گیا۔ جیونق سمجھ گئی۔ اس کی

"آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔ ایسی ہی چمک جو جیونق کی چٹکاری کے ایک دم بدوش

ہو جانے سے پیدا ہو جاتی ہے لیکن دوسرے ہی لمحے یہ چمک دور ہو گئی۔ دیکھ نے دیکھا

کہ گوگنی لہجہ میں انکا زبان بول رہی ہے۔ دیکھ نے بہتیرے کوشش کی کہ وہ سٹول پر

بیٹھ رہے لیکن گوگنی اٹھ کر چلی گئی! اندرا نے بھی اسے سمجھانے کی کوشش کی مگر گوگنی

اپنی غصہ بدستور قائم رہی!

اندرا کہنے لگی: "بے چاری کا کمر بڑھ کر رہی تھی میری خوبصورت تصویر بنا دو

گوگنی نے تو یہی گویا اس کا مطالبہ اپنے اندر کوئی طاقت ہی نہیں رکھتا بھاری

خفا نہ ہو جاتی تو اور کیا کرتی؟"

اندرا نے یہ الفاظ بڑی عمدہ دی سکے۔ دیکھ بولا: "اس کی خوبصورت تصویر

کا کیا ذکر۔ یہ خود ہی خوبصورت ہے اگر حیران ہو گئی تو نہ معلوم کتنی لگائوں گا

مرکز بنی چکی ہوئی"

اندرا اس کا کوئی جواب دیا

دوسرے دن جیونق خاص طور پر اندر تھی۔ اندرا نے اسے خود سٹول پر بٹھایا

— ایک کھٹ کو گئی کا ہر وہ کھٹ ہو گیا اور وہ مرحلہ کار ہو گئی۔

جیونق کی تصویر بننے لگی۔

سب تک وہ سٹول پر بیٹھ رہی تھی، ایسی حرکتیں کرتی رہی تھی گویا بہت پریشانی

ہے۔ وہ تین دن کے بعد اس کی طبیعت میں سکون پیدا ہو گیا اور اب وہ دیکھ

کے منہ کرنے کے باوجود اس کے چہرے کو ٹھٹھکی باز نہ دیکھ کر رہی تھی!

تصویر مکمل ہو گئی۔ اپنی تصویر دیکھ کر اس کی باجھیں کھل گئیں!

پہنہ ہفتے گزر گئے۔ اندرا محنتیاب ہو کر دیکھ کی زیر ہدایت کوئی نئی تصویر

بنانے لگی۔

جیونق کی طبیعت میں پھر تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔ اب وہ پھر ہر وقت پریشانی

نظر آتی تھی۔ پہلے اس سے غصہ کیڑے حرکتیں ہوتی تھیں تو وہ دوسروں کے ساتھ خود بھی

ہنس پڑتی تھی۔ اب بھی وہ اس قسم کی حرکتیں کرتی تھی، مگر اس کی حرکتوں سے معلوم

ہوتا تھا کہ وہ کھوئی ہوئی سی ہے!

مگر میں اس کی اندر گوگنی کے متعلق وہ جو پیش کشے جاتے تھے۔ دیکھ لگتا تھا

تھا کہ اسے اپنے والدین اور شہر داروں کی یاد ستا رہی ہے اس انداز کا خیال تھا

راکھ کر کشف کرنا چاہا۔ اور جب کسی اس کی کوشش کی اس کے لیے بھی آواز دینے کے قہقروں سے مل کر کہہ لگا کہ وہ میں دنی ہو گئی!

زندگی کی کتنی بڑی عروسی!

دیکھ کر اس کی بات کو اس کی لیے معنی آواز کو کیا سمجھتا ہے دے سکتا تھا وہ کھبت تھا گوئی کہ یہ ہے اور بیماری ہی کی وجہ سے ایسی سوئیں کر رہی ہے! انداز کو اپنی خاص خیال تھا چنانچہ اس نے ڈاکٹر کو بلا کر گوئی کے علاج کا ارادہ کر لیا۔

ڈاکٹر نے گوئی کی زندگی کی کیفیت سنی اور اس کا علاج کرنے لگا گوئی نے یہ سمجھ کر اس کا راز کھول دیا وہ سب کشف نہ ہو چکے سننے کے کوشش شروع کر دی۔ اس کا کوشش کامیاب ہو گئی اب ہر شخص کی نگاہوں میں گوئی محبت کیاب ہو گئی تھی!

گوئی سچے سچے ہنس رہی تھی، جھجھکا جھجکا کہ پھر سوچے گی وہ اپنے دل کا راز کھول کر اپنے محبوب پر ظاہر کرے؟ یہ بات اس کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔ اس کی سب سے بڑی انتہا یہ تھی کہ اسے ایک لمحے بس ایک لمحے کے لیے زبان مل جائے اور اس ایک لمحے میں اپنے محبوب کو سب کچھ بتا دے لیکن اس کی آواز دیکھ کر گوئی کا آواز سنی۔ ایک قوت کو دیا تھی وہ عروم عورت کا آواز دیتی۔ اس نے سمجھ لیا، ہاتھ کے اشاروں سے اپنے دل کی بات بتانے کے کوشش کی لیکن کون سمجھ سکتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ کون جان سکتا تھا کہ وہ کیا بتا رہی ہے۔

چند دن سے اس کی بیماری میں اضافہ ہو گیا تھا۔ وہ پہلے سے بھی بڑھ کر مضطرب ہو گئی تھی!

آخیک تجویز اس کے ذہن میں آئی اور اس تجویز کے ذہن میں آئے ہی وہ ایک عجیب جنون میں گرفتار ہو گئی۔

انداز نے سوچ دیکھا کہ وہ برش سے کاغذ پر ٹیڑھی لکھ کر یہ لکھ کر دے گا کہ وہ دیکھ کر تعجب دیکھا کہ وہ بڑی سنجیدگی سے اپنے جنون کا ساتھ دے رہی ہے۔

کئی دن گزر گئے، کئی ہفتے گزر گئے۔ اب گوئی کا برش انسان کی گل بنانے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ وہ دیکھ کر تصویر کو اپنی خواب گاہ میں لے گئی

جہاں اس کی اپنی تصویر لٹک رہی تھی! یہ وہ تصویر تھی جسے دیکھ کر بنایا تھا اور جو جیوتی کو بے حد عزیز تھی!

گوئی کا جنون گزر گئے۔ اب گوئی کا جنون ایک تصویر میں منتقل ہو چکا تھا! تصویر میں دیکھ کر انداز جیوتی اس کے پاؤں پر اس طرح کھنکھاتی تھی کہ اس کی دھڑکن باہر دیکھ کر ناگہان گھر کے حائل ہوئی تھیں گوئی نے اپنے کانٹے پر نگاہیں ڈالیں اور خود بخود شرمندہ ہو گئی گوئی کا کاغذ ختم ہو چکا تھا لیکن ابھی اس کا مقصد پورا نہیں ہو سکا تھا۔ دیکھ کر اپنے دل میں تھا اور جیوتی اس کی آواز کا انتظار کرنے لگی۔

دیکھ کر اس نے سمجھ لیا کہ گوئی کا دل بڑھ کر ہے لگا۔ وہ اپنی خواب گاہ میں ہی گئی! پھر اس نے تصویر اٹھا لی اور نگاہ سے نکل کر باغیچے میں جا کھڑی ہو گئی۔ کافی وقت گزر گیا اور ابھی دیکھ کر سے ہی میں تھا جیوتی نے تصویر کو روکے کے سامنے رکھ دیا اور خود انداز کے کمرے کی طرف آہستہ آہستہ قدم اٹھانے لگی۔

ایک دن دنش کے بعد وہ انداز کے کمرے کی دیوار کے ساتھ کھڑی تھی۔ اس نے کمرے کے اندر جھانک کر دیکھا۔ اور دیکھ کر اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگا۔ انداز اور دیکھ۔ دیکھ اور انداز۔ دیکھ کے بازو انداز کا گردن میں حائل اور انداز کے ہاتھ دیکھ کے سینے پر!

گوئی ایک لمحے کے لیے بھی دہل کھڑی نہ رہی۔ باغیچے کی طرف جانے لگا اور پورے کے قریب پہنچ کر کھڑی ہو گئی۔ پھر نشتر کی طرح ایک خیال اس کے دل میں جمے۔ اس تصویر کو لایا اور اسے پرزے پرزے کر کے ہوا کی لہروں کے سپرد کر دیا۔

دیکھ کر اس کا چہرہ چمک رہا تھا گوئی نے اسے دیکھا اور اس طرح کھڑی ہو گئی جیسے پتھر کی بے جان مورتی ہو! دیکھ کر کھانڈ کے پرندوں پر قدم ہوا چلا گیا!!

چلتے چلتے چلتے چلتے سے ایک قد قلی لگا دینے سے چلتے چلتے کی کیفیت ہوئی ہے وہی کیفیت جیوتی کی ہوئی۔ اس کی تمام امیدیں تمام آرزوئیں خاک میں مل گئی تھیں۔ اس کے دل کا دیکھ کر جھجکا تھا تاہم اس نے اپنی تمام تر توجہ ہاتھ کے کاموں پر مرکوز کر دی۔ وہ صبح سے لیکر شام تک ایک شین کی طرح کام کرتی

نہی اور چاہتی تھی کہ ہر وقت کام کرتی رہے۔

آہستہ آہستہ اس کی طبیعت میں کچھ تبدیلی ہی پیدا ہونے لگی!

انڈیا کی سنگتی دیکھ سے ہو گئی اور چند روز کے بعد شادی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ جیوتی اکیسے ناوار خدا و مسک طرح شادی کی تیاریوں میں حصہ لینے لگی

ایک دن انڈیا دیکھتا ہی رشتے میں منسلک ہو گئے جس رشتے کو دنیا شادی کہتی ہے جو کچھ دیکھ ایک غریب مہر تھا۔ اس لئے سب بدمرہ پر شادی

لے لیا بیٹی امداد کو اپنے بنگلے میں رہنے کی اجازت دیدی

انڈیا کو لگی کو اپنے لئے بہت بڑا ذریعہ تعریف کھینچتی تھی اس لئے وہ کو لگی کو بھی اپنے ساتھ لے جانے لگی

گو لگی نے اس کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ مگر انڈیا کے سامنے

اس کے انکار کی کیا حقیقت تھی!

تینوں بہنیاں شہر کے باہر ایک شاندار بنگلے میں زندگی گزارنے لگیں!

کچھ دیر کے لئے کو لگی کی طبیعت میں سکون پیدا ہو گیا تھا مگر سکون سنہ

کے اس سکون کا مانند تھا جو ایک قیامت خیز اور خوفناک طوفان کا پیش

خیمہ ثابت ہوتا ہے۔ اس کا دل ہر وقت بے چین رہتا تھا اور اس کا دماغ ہر لمحہ ایک کشمکش میں گرفتار!

وہ کوشش کرتی کہ یہ بے چینی دور ہو جائے۔ اس کے دماغ کو اس کشمکش

سے نجات مل جائے۔ لیکن تو بے چینی دور ہوتی اور کشمکش سے نجات ملتی! کام کرتے وقت یا دل کو سمجھانے وقت وہ سمجھاتی کہ اس کے دل کا زخم

ہمیشہ کے لئے مندمل ہو گیا ہے۔ مگر جیسے ہی اس زخم میں ایک ٹپس سی اٹھتی

وہ پریشان ہو جاتی اور یہ پریشانی اس کے زخم میں آتش برپا ہو کر زخم کو اور گہرا کرتی!

ایک دن اس نے گھر سے بھاگ جانے کا ارادہ کر لیا۔ وہ یہ ارادہ لے کر

دو دن تک گئی۔ اپنا ایک بیک کپڑا لے کر چلا گیا۔ وہ اس طرح لوٹ آئی جس طرح صبا کو ہر سال ہر پڑی ہوئی کسی کاپڑ پر ہار لے جاتی ہے!

اس کے دل میں ہر وقت جذبہ محبت اور جذبہ خوف کے درمیان ایک کشمکش

سی جاری رہتی تھی کبھی خوف کا کیف مائل محبت کی آگ پر اس طرح چھا جاتا کہ جیتنی اپنے چہرے پر ہاتھ رکھ لیتی اور بھاگ جانے کا ارادہ کرتی اور کبھی

یہاں اس طرح بھاگتی تھی کہ خوفناک اہل اس کے شعلوں پر ہر دھڑکی ہار دیتا تھا!

آخوندک تک غلط فہمی کا منظر اس کے دماغ میں کی چند لمہیں اٹھیں اور اس کے سکون و منظر کو ٹکڑیوں کی طرح بھاگنے لگیں!

جب کسی دھڑکے میں تنہا ہوتی اور سمجھ کر دھڑکے سے اس کا منہ بند ہو

تو وہ دیکھ کر کہیں کو سینے سے لگا کر زور دے سے بھینچنے لگتی۔

ایک دن وہ کمرے میں گیا بیٹی تھی۔ اس کے سامنے دیکھ کر تقدیر پڑی تھی جسے وہ نہ سمجھ سکتی تھی اس کے دیکھ کر تھی۔ اس نے نہ لے کر ہوش ہاتھوں کو ٹوٹ

کو اٹھایا اور اسے آنکھوں کے بہت قریب لے آئی!

آنکھوں نے اس کی آنکھوں پر اس طرح نقاب ڈال دی تھی کہ وہ اپنی مالک کو بھی

دیکھ کر ہوا اس کی دلیس جانب کھڑی اس منظر کو سخت حیرت کے عالم میں پکڑی تھی!

انڈیا سچ کمال اس قدر حیران نہیں ہوتی تھی!۔

وہ چپ چاپ کمرے سے نکل گئی۔ اس کے دل میں ایک نیا سا جیسے لگا تھا میرے شوہر کے نوکڑ کو اس عالم میں کیجئے۔ آخوندک کیا مقرر ہے؟ کو لگی کو کیا گیا

چھ سراج، پاگل ہو گئی ہے۔ پاگل!۔ اس نے میرے نوکڑ کو کیوں نہیں دیکھا؟

خاص طور پر دیکھ کے نوکڑ کو کیوں دیکھ رہی ہے؟

انڈیا اس دن شام تک نئی خیالات میں غرق رہی!

ایک دن باشا چھوٹی تھی۔ جیوتی کسی کام کی طرف سے صحن میں سے گزرتی تھی

لو اس کا پاؤں پھسل گیا اور وہ دم سے زمین پر گر پڑی۔ دیکھ جاگ کر اس کی طرف گیا اور اسے بے ہوشی کی حالت میں اٹھا کر کے کمرے کے باہر لے گیا۔

”بیجاری بے ہوش ہو گئی ہے۔ عورت دیکھنے اپنی بیوی سے مخاطب ہو کر کہا بیوی نے کچھ لگا لگا کر کہا کہ شوہر کی گردن میں جامل ہیں۔

”اسے چارپائی پر لٹا کر لیجئے۔ انڈیا نے صحن میں بیٹھ کر کہا

”ناراض کیسے دیکھو تو بھلا کر کہا کیا سہل ہے؟“

انڈیا نے کو لگی کے ہاتھوں کو زور سے جھٹکا دیا۔ کو لگی نے ایک لمبی سی سچ کے ساتھ

آنکھیں کھولیں

دیکھ کر نہ تو ہلائی نہ ہلائی اور اپنی بیوی پر غصہ کرنے لگا اس نے جیوتی کی

باہنوں کو جھٹکا دیکر اسے ڈھکیا دیا تھا۔ اس وقت کو لگی کی حالت ایک خوفزدہ مرنے کی تھی!

اس کے بعد جیوتی کا طعنہ سے اندر جاگیاں ہو گئیں۔ اس کا رویہ کیسے بدل گیا وہ بات بات پر جیوتی کو برا بھلا کہنے لگا جس کو بس اوقات ذرا غم ضرور ہی اسے دھرتے بھی لگاتے لگے۔

ایک دن اُس نے گوگنی کو اس پر زور سے لات ماری گوگنی درد سے دبلا اٹھی پھر پچھاپا پچھکے میں چلی گئی اور پھر پانی پر گر پڑی۔

صبح اندر اور دیکھنے لگا کہ گوگنی بنگلے میں نہیں۔

دیکھتے ہی ان کا دل تھکا وہ کہاں چلی گئی ہے۔ اور اندر اعلان بھی کہ بلا سے غائب ہو گئی!

گھر سے نکال کر گوگنی کی سیانی بھی کہ کر معر جاتے کہاں جاتے۔ اس نے چاہا کہ اگر گری کے کٹارہ کے لیے لیکن اب یہ اس کے بس کا وقت تھا۔ اس نے چاہا کہ اپنی زندگی گھناؤنے نہ لے لیکن ابھی وہ دیکھتا ہے کہ وہ بھی جیوتی کی ہسکول و پراس کی شدت سے بہرہ بخش ہو کر گر پڑی جس وقت ان سے گاؤں کے زمیندار کی دونوں لڑکیاں لڑکیاں میں جھگڑا رہے گندری تھیں۔ انہوں نے ایک عورت کو بے چارے دیکھا تو اندر راہ رحم اس کے پاس گئیں اور اسے ملانے لگیں گوگنی نے انہیں کھول دیں دیکھو ان سے اسے بہتر طریقہ لیکن وہ انہیں لٹکا بندھ دیکھتے رہی! لڑکیاں اسے گاؤں میں لے گئیں۔ شام کے وقت کہیں جا کر گوگنی نے اشارے کئے۔ گھر والوں نے سمجھا کہ بے چارہ گوگنی ہے گوگنی اب ہیں رہنے لگی!

دیکھ کر ایک خوفناک بیماری کا شدید حملہ ہوا جس نے اس کے پیرت کی تمام خوبصورتی چھین لی۔ اب وہ چند دن بھی چلتا تھا تو اس کی ٹانگیں لٹکھڑکھڑانے لگی تھیں اندر کو کبھی خیال بھی نہ ہو سکتا تھا کہ اس کا حسین شوہر اس قدر بد صورت۔ اس درجہ کہ برائے نظر ہو جائیگا۔

شوہر کا بد صورتی نے اس پر خاص اثر کیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب اس کے دل میں شوہر کو وہ محبت و مروت نہ رہی جو پہلے تھی۔

شدید بیماری نے دیکھ کے مزاج میں چڑچڑاہٹ پیدا کر دی تھا اور یہ چڑچڑاہٹ بہن اندر کے لئے ناقابل برداشت ہو رہی تھی۔ چنانچہ ہر روز ان دونوں میں جھگڑا ہوتا تھا اس طرح دن گزرتے جاتے۔

ایک بار اتنی ہی اندر کو کھولنے کے لئے منہ لگے۔ اندر دیکھ

دونوں بچے کو ساتھ دیکھ کر بنگلے سے نکلا ہے۔ زمیندار کی لڑکیاں بھی گوگنی کو ساتھ لے کر باڑوں میں گھوم رہی تھیں گوگنی ان کے پیچھے پیچھے چلی جا رہی تھی کہ اس کی نظر اندر پر پڑی۔ پھر اندر کے پیرت سے ہٹ کر دیکھ کے پیرت پر۔

جیوتی سے اس کا آنکھوں کا پتلیاں پھیل گئیں!

اس نے اپنی آنکھوں کو دوتوں بار ملا کر اس کے سامنے دیکھ ہی کھڑا تھا گوگنی لٹکے میں میسوں نشتر جھگڑے۔ زمیندار کی لڑکیاں تو ہنسی مونی آگے نکل گئیں انہیں گوگنی کی اس وقت غور و جذبہ سے دیکھنے کی اہمیت میں تا کر رہی ہو چکی تھی!

گوگنی پہلے سے بھی بد کردہ کر رہی ہو گئی! اس کے دل کا زخم جس کی خوفناکی بند ہو گئی تھی اب پھر کھل گیا تھا۔ اس کا محبوب شدید بیمار ہے، یہ خیال ایک لمحے کے لئے بھی اُس سے نہیں بھولتا تھا۔ ایک لمحے کے لئے بھی اس کا پیواری کم نہ ہوتی تھی! وہ کوٹھے سے دیواروں پر دیکھ کر تصویر بناتی تھی اور پھر اسے شادی تھی۔

اس کا سب سے بڑی۔ سب سے آخری آرزو یہ تھی کہ ایک بار اپنے محبوب کو دیکھے۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ وہ عنقریب مر جائیگا!

ایک خوفناک رات تھی۔ ٹھنڈی ہوا کے تھمر خاش جو کھٹے شہر پیدا کرتے ہوئے پل رہے تھے۔ اس وقت جہالت و فضا کی سختی وہی گوگنی لٹکے کی جیوتی تھی۔ وہ پیواری سے مغلوب ہو گئی۔ اسے خود بھی معلوم نہ تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے۔ اس وقت اسے ہوش آیا جب وہ لائین اٹھائے تیزی کے ساتھ چلی جا رہی تھی!

بادش۔ چھتے ہوئے تیز، تندہ ٹھنڈی میں شگاف کٹے ہوئے چھتے چھتے کے جھونکے۔ اور گوگنی تیز چلی جا رہی تھی!

ایک ایک پر ہلکے دم سے گر پڑی۔ اس کی ٹانگیں پر کئی زخم آئے اب اس کی خون کو دوڑنے لگے کہ وہ ایک کراہ کے ساتھ پھراٹھی اور زیادہ تیزی سے چلنے لگی۔ آؤنگے بنگلے کے قریب پہنچ گئی۔

دیکھ کر پچھلے میں تنہا لٹا ہوا تھا وہ تنہا تھا اور شدید بیمار بیوی کا راض ہو کر کیسے چلی گئی تھی!

ایکایک سے غمزدگیوں کا چھاپ پڑا۔ وہ کبھی لاشیں جانے کے لئے اٹھا۔ ابھی اس کا ہاتھ بن تک نہیں پہنچا تھا کہ غمزدگی سے گر پڑا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے

اس کی ہڈیاں پیرو گئی ہیں۔

نغمہیں آں واں کی سہ آوازیں آنے لگیں۔ دیکھنے سے سراسیمہ ہو گیا

روشنی — اور پھر گونجی لہیرو — !

”جیتے۔ ایک لڑکھٹا کہا: تم یہاں جیو“

جیسا کہ پہلے شروع میں اس نے لائین کھنکری کے قریب رکھ دی۔ دوقین لے
 غلام کھس۔ ساکت کھنکری اور پھر رانڈیا پر پوکا اس نے نیک پت کے تھوکر
 چو کے تہہ جھونکوں سے کھنکری اکل گئی۔ وٹین دھری لطف جاگ رہی۔ کہہ
 میں اندھیرا سمجھا گیا۔

بھلائی ہوگی۔ چوتھے نمائندے نے پوچھا کہ پیر کو دیکھا۔ اس کے ہونٹ ہلے

اور فضا میں ایک وز پید ا ہوٹا۔ ”دی۔ پک“

دوسرے لمحے میں گونگی کا ٹانگیں لڑکھڑائی اور وہ دم سے گر پڑی۔

میں نے انہیں اس لئے لکھا کہ ان کا تعلق ہے بلکہ میں داخل ہوئی۔

اور جلدی جلدی قدم اسٹاتی دیک کے کہے ہیں اگلی۔!

وہاں پہنچتے ہی وہ حیرت سے ایک قدم پیچھے ہٹ گئی

دیکھ کر فریاد کیا کہ پانچا جیتے سب کو گری پڑے تھے اس کے دونوں ہاتھیں یکے
 کے لٹگے گدگداتی ہوئی تھیں!

دینوں کے جسم ہوتے!

دیکھا ہے!

زندگی بھر دھڑکی نیلگیاں دیکھا کئے | گردشِ ایام و دورِ آسمان دیکھا کئے

بے خودی میں مغربِ سیرِ لامکاں دیکھا کئے | بے نشان ہو کر نشانِ بے نشان دیکھا کئے

جہاں بھی آخر مرض کے ساتھ ہی شخصت ہوئی ہم تیزی رہا اے مسیحائے نماں دیکھا کہ

آشیاں باندھا کر آستوگی کا ذکر کیا، کس طرح گرتی ہیں اس پر بھلیاں دیکھا کئے

منزلِ مقصود پر پہنچے عدم کے قافلے ہم بسانِ نقشِ پایے رہ ہواں دیکھا کئے

ہم اسیرانِ قفس کی ہلے سے عجوبیاں | سامنے آنے والوں کے جلتا آستان نہ بھلائے

آشیاں باندھا کے فضل گل میں ہم صغیر

اور ہم اپنے نفوس کی تیلیاں دیکھا کئے



تو لپے نہیں سے میرے لبہاں پر بوسہ دے
کیونکہ تیرا عشق سے بہتر ہے
تیرے حلق کی خوشبو لطیف ہے
تیرا نام طرزِ سخن ہے
اسی لئے کنوا بیاں تجھ پر جان دیجی ہیں
مجھے اپنے آغوش میں کھینچ لے
جس تجھ شاندار و زرخاں رکھو گنگ

اسے پردہ شلم کی بیٹیو!
میں سیاہ فام بھی، لیکن دلکش ہوں
دھوپ میرا رنگ سیاہ پر گلیا ہے
میرے ماں کے بیٹے مجھ سے عاشق تھے
انہوں نے مجھے گھر کے کھیتوں کی نگہبانی پر

مقرر کیا

لیکن میں نے نگہبانی نہیں کی

اسے میری جان، میرے پیارے!
مجھے بتا کہ تو اپنے گھر کہاں چلا گیا ہے؟
اللہ دیکھ کرے وقت کہاں آرا کہ تاج ہے؟
میں تیرے لئے ماری ماری پھر رہی ہوں
لیکن آنوکہ تک؟

اے حسین ترین لڑکی
اگر تو نہیں جانتی
تو میرے نقش قدم پر چلی آ
اور اپنی بکریاں
پر وازوں کے نیوں کے پاس لے آ
اے میری پیاری
میں نے تجھے زخموں کی ایک گھوڑی سے

تشبیہ دی ہے

تیرے گال

سیاہ زلفوں میں یوں چمکے ہیں
جیسے کالے بادلوں میں چاند

میرا محبوب میرے لئے ایک گلدستہ ہے
بوسہ دے رات میری چپائیوں کے دریاں
پر رات بھر رہتا ہے۔

میرا محبوب میرے لئے
حسین ہنڈی کے انگور تان سے
ہنڈی کے پھولوں کا ایک گچھا ہے

دیکھ! اے میری پیاری
تو تو لب و لہجہ ہے

تیرا آغوش کچھ بڑوں کی طرح بھلا معلوم
ہوتا ہے

دیکھ! تو تو لب و لہجہ ہے
اے میرے محبوب
بلکہ تو مرغوب خاطر بھی ہے

میرا محبوب شادمان کی طرح
دلہلوں کی سون کی طرح
سیب کے رخت کی طرح
تمام کنواروں میں
حسین ترین ہے

میرا محبوب نوجوان ہے
میں اُس کے سایہ میں بیٹھی
مجھے اُس کا پھل میٹھا لگا
وہ مجھے میٹھے میں لے آیا
اُس کی محبت کا جھنڈا مجھ پر سا پگھل گیا

مجھے کشش کھلاؤ
مجھے سیب کھلاؤ
میں عشق کی بیار ہوں
اُس کا ہاں ہاتھ میرے سر کے نیچے ہے

اور اس کا ادراک نام نہانہ مجھے سینہ سے چسپاں ہے

اسے شرم کی بیٹی

میں بہتیں ہر غیب کی قسم دیتی ہوں

کہ تم میرے پیار سے کو نہ بگاؤ، نہ اٹھاؤ

حبیب تک کہ وہ خود بیدار نہ ہونا چاہے

میرے محبوب کی آواز آ رہی ہے

دیکھو وہ آ رہا ہے

پہاڑیوں پر سے کوٹنا

اور ٹپکیوں پر سے پھاندا ہوا

وہ چلا آ رہا ہے

میرا محبوب جوان ہر ن کی مانند ہے

دیکھو وہ ہماری دیوار کے چھچھے کھڑا ہے

وہ کھر کھریوں سے جھانک رہا ہے

میرے محبوب نے مجھ سے باتیں کیں

اور کہا: "اٹھ میری نازنین! میری پیاری!"

میرے ساتھ چلا آ

کیونکہ سہارا گزریا

اور سینہ بھی کھل کر برس چکا

زمین پر پھول اپنی بہار دکھا رہے ہیں

پرندوں کے چہچہانے کا وقت آ پہنچا

انجیر کے درختوں میں چلنے لگنے لگا

انگور پکنے لگے

اس لئے میری جلیب، میری پیاری،

میرے ساتھ چلا آ

اسے میری کیورتی!

جو پٹائی کی دھڑوں کا ڈھیر چسپاں ہے

مجھے اپنا چہرہ دکھا

مجھے اپنی آواز سنا

کیونکہ تو میری ہے

اور تیرا آواز میری ہے

میرا محبوب میرے پاس آ رہا ہے

وہ سونوں کے درمیان اپنی جھڑیوں میں چڑتا

اسے میرے محبوب!

تو میری بن کے میرے پاس آ

میں نے رات کو

اُسے اپنے ٹپک پر ڈھونڈا

اُسے، جو میری جان کا سہارا ہے

لیکن میں نے اُسے نہ پایا

اب میں اٹھوٹکی

اور اُسے ڈھونڈوٹکی

شہروں میں، بازاروں میں اٹھوٹکی

میں نے اُسے ڈھونڈا

مگر وہ نہ ملا

شہر میں مجھے پھر سے مارے

میں نے اُن سے پوچھا

"کیا تم نے میری جان کے سہارے کو

دیکھا ہے؟"

ابھی میں اُن سے کچھ ہی کہنے لگی تھی

کہ میری جان کا سہارا مجھے مل گیا

میں نے اُسے پکڑ لیا

اور اسے اپنے غم کو کہہ میں نے لے لیا

اسے شرم کی بیٹی!

میں بہتیں ہر غیب کی قسم دیتی ہوں

کہ تم میرے پیار سے کو نہ بگاؤ، نہ اٹھاؤ

حبیب تک کہ وہ خود بیدار نہ ہونا چاہے

یہ کون ہے؟

جو مراہدہ لوہان سے

اور سو اڑن کے تمام عطروں سے

مسطح ہو کر میری طرف آ رہا ہے

بیابان کے دیوئیں کی طرح

میرے طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے

وہ دیکھو!

یہ سلیمان کی پالکی ہے

جس کے ہمراہ امرائیلیوں کی ایک جماعت ہے

وہ سب سب شمشیر زن اور جنگجو ہیں

رات کے غلو کے پیش نظر

ہر ایک کی تلوار اس کی ران پر لٹک چکی ہے

اسے صبیحوں کی بیٹی!

باہر نکل کر سلیمان باد شاہ کو دیکھو

اُس نے تاج پہننا ہوا ہے

اُس کی پالکی کے ڈنڈے سے چاندی کے ہیں

اُس کا نشست سونے کا ہے

اور اس کی ارفعانی رنگ کی لکڑی کا

یہ شرم کی بیٹی ہے

اپنے عشق سے متوجہ کیا ہے

اسے میری پیاری! دیکھ
تو خوبصورت ہے، تو خوب ہے

تیری آنکھیں

تیری نقاب کے نیچے

دو کپڑوں کی طرح نظر آتی ہیں

تیرے ہال اُن کچیلوں کی طرح ہیں

جو کہ جلتا دیر پہنچتی ہیں

اور تیرے دانت

اُن بھیڑوں کی طرح

جس کے بال تراش دیے گئے ہوں

اور جہاں سے ہر ایک نے دوپٹے چُپے ہوں

اور اُن جہاں سے ایک بھی ہاتھ نہ ہو

تیرے ہونٹ قرمز کی ڈور سے ہیں

تیرا منہ مغرب ہے

تیری کپٹیاں اُنار کے ٹکڑوں کی مانند ہیں

تیری گالوں کا ڈھکاج بوج ہے

تیری چھاتیوں دھواں آجھوچے ہیں

جو موسموں کے درمیان چرتے ہیں

اسے میری پیاری!

تو سراپا جمال ہے

اسے میری جان!

میری پیاری!

تو نے میرا دل بوٹ لیا

اپنی ایک ہی نظر سے

اپنی گزروں کی ایک ہی جنبش سے

تو نے میرے دل کو مات کر دیا

اسے میری محبوبہ

تیرا عشق کیا خوب ہے!

تیری محبت

میرا کب زیادہ لذت ہے

تیری زلفت کی دھبک

سبھطوں سے زیادہ خوشبو دار ہے

تیرے چوٹوں سے شہد پگھلتا ہے

تیری زبان سے

دودھ بہتا ہے

میرا پیاری!

تو ایک مقلد باغیچہ ہے

تو ایک سرسبز شہر ہے

تیرے باغ کے گل لہذا دریلے ہیں

تو آب حیات کا چشمہ ہے

تو لبنان کا جھنڈا ہے

اسے باد شمال پیارا ہو

اسے باد جنوب چلی آ

میرے باغ پر سے گزرتی

تو اگر اس کی خوشبو پھیلے

میرا محبوب اپنے بلبل میں آئے

اور اپنے لذت میوے کھائے

میں سودھی ہوں

مگر میرا دل جاگ رہا ہے

میں اپنے محبوب کی آواز سے رہی ہوں

وہ دروازہ کشکشا گریہ رہا ہے

وہ دروازہ کھول میری محبوب، میری پیاری

میرا کبوتری، میری پاکیزہ!

کیونکہ میرا سر شہنشاہ سے تر ہے

اور میری زلفیں رات کی بوندوں سے

سجیگ چلی ہیں

لیکن میرا سوچتی ہوں

کہ میں تو کپڑے اتار چکی

اب کیسے پہنوں؟

میں تو اپنے پائی دھوپ کی

ابلیں کو نیلا کس طرح کروں؟

لیکن میرا دل دہر گئے لگا

آسمان پر اپنے محبوب کے لئے دروازہ کھولنے

اُٹھو۔

میں نے اپنے محبوب کے لئے دروازہ کھولا

لیکن وہ جا چکا تھا

میں نے اسے ڈھونڈا

گر وہ ذلیل سا

میں نے اسے لپکا

لیکن اُس نے کوئی جواب دیا

میں شہر میں اسے ڈھونڈنے لگی

لیکن پرہیزگاروں نے مجھے مارا

اور مجھے گھٹائی کر دیا

شہر بڑا کھانڈوں نے

میری ہوا اور مجھ سے چھین لی

اسے دھوکا بیٹھو!

میں تم کو قسم دیتی ہوں

کہ اگر میرا محبوب تمہیں مل جائے

تو اُسے کہنا کہ میں عشق کی پیار ہوں

اسے ہر شے کی جانیو!

میرا محبوب سب سے دیرینہ ہے

وہ دس ہزار میں ممتاز ہے

اُس کا ہر خالص سونا ہے

اُس کی زبانیں بچ بچ پر بچ انگوٹے کی طرح کلن ہیں۔

اُس کی آنکھیں کچھڑوں کی مانند ہیں

جو وہ میں نہ کر سکتا یا نکلتا پیچھے ہوں

اُس کے منہ سے کچھ بول کر چھڑا ہوں

اُس کی لب سوں میں ہیں سب تین مڑ گیتا ہے

اُس کے ہاتھ بند بند سے ریت ریت کے حلقے

ہیں۔

اُس کا پیشہ واقعی دانت کی طرح ہے جس پر شمع کے پھول بنے ہیں۔

اُس کی نا انگلیں منگ مر مر کے تھکتی ہیں!

اُس کا منہ از بس شیریں ہے

الغرض!

اسے ہر شے کی جانیو!

میرا سب سے بڑا عشق انگیز ہے!

اسے میری پیارو!

تو دوسرے کی مانند خوب عزت ہے

برہنہ کی مانند خوش منظر

اور علمدار کی طرح حبیب

تو اپنی آنکھیں میری طرف سے پھیرے

کیونکہ وہ میرے لئے گھبراہٹ کا باعث

بن جاتی ہیں

تیرے ہالان کچھ لوں کی مانند ہیں

جو کہ وہ چھوڑ دے پھینچیں

اور تیرے دانت

اُن کی ہیرے کی طرح

جن کی بال تراش دینے لگے ہوں

اور جن میں سے ہر ایک نے دلا بچے نیٹے

ہوں۔

اور اُن میں سے ایک بھی با بھند ہو

تیرے کپڑوں کی اندر کے ٹکڑوں کی مانند ہیں

~~~~~

کیون ہے؟

جس کا نام ہو صبیح کی مانند ہے

جو جس میں مہتاب

اور نور میں آفتاب

اور علمدار کی طرح کی مانند صبیح ہے

میں چلیوڑوں کی طرح بن گیا

کہ وہ دیکھ کر نباتات پر نگر کر دیں

لیکن مجھے معلوم نہ تھا

کہ میرے دل نے مجھے

اُمراء کے ریتوں پر بیٹھا دیا ہے

~~~~~

اسے امیر زادی!

جو تینوں میں تیرے پاؤں کیسے خوب صورت

نظر آتے ہیں۔

تیرے رانوں کی گولائی

اُن کی زبردوں کی مانند ہے

جن کو کسی استاد کا ریکر نے بنایا ہو

تیرے دانت ایک گلی پیارے

جس میں شراب برباب چھلکے ہی ہو

تیرا پیٹ گیتوں کا ایکل بنا ہے

جس کے اندر گلوں کی آواز آتی ہے

تیری دانتوں چھائیاں

وہاں ہر بچے میں جو تو ام پیدا ہوئے ہوں

تیری گولوں ہاتھی دانت کا بڑے ہے

تیری آنکھیں

ہریت پریم کے پھل کی طرح تیرے پیشے ہیں

تیری ناگ

لبان کے بچے کی طرح ہے جو دھرتی

کے رخ بنا چکا ہے۔

تیرے سر کے بال ارغوانی ہیں

بادشاہ بھی تیری زلف کا امیر ہے

اسے میری محبوبہ!

تو عیش و عشرت کے لئے کتنی اچھی

کتنی جانفزا اور کتنی جمیل ہے

~~~~~

اسے میری محبوبہ!

تیرے دانت کچھوں کی مانند ہے

اور تیری چھائیاں

انگور کے گچھے ہیں

میں چاہتا ہوں

کہ اس کچھور پر پڑوں

اور اس کی شانوں کو بکڑوں

تیرے چھائیاں انگور کے گچھے ہیں

تیرے سانس کی خوشبو صبیح کی سی ہے

تیرا منہ بہترین شراب کا سا ہے

جو آہستہ آہستہ سونے والوں کے ہونٹوں

پر پڑ جاتی ہے

~~~~~

میں اپنے محبوب کی ہوں

وہ میرا چاہنے والا ہے

| | | |
|---|--|---|
| <p>کیونکہ عشق موت کے مارے زبردست ہے
 اُس کے شعلے آگ کے شعلے ہیں
 اھ خداوندِ خدا کے شعلے کا طرح
 کوئی سیلاب سے مجھ یا نہیں سکتا</p> <p>~~~~~</p> <p>ہمدرد ایک چھوٹی بات ہے
 ابھی اس کا چھپا تیاں نہیں اٹھیں
 ہم سب ہی نہیں کے لکھ لکھ کر ہیں؟
 گردہ دیوار ہو</p> <p>نورِ ماس پر چاندی کا برج بنائیں گے
 اگر وہ دیوار ہو</p> <p>نورِ ماس پڑھو دار کے تختے لکائیں گے
 میں دیوار بول اھ میری چھپا تیاں اُتر چکی ہیں</p> <p>اے میرے محبوب — جلد ہمارے
 اور اس آہنچے کا طرح ہو جا
 جو ہوا تیلوں پر کلیں کر رہا ہو</p> | <p>سب میں تجھے باہر پاتی تو تیرے پائل بانی
 اور کوئی مجھے حقیر نہ جانتا
 میں تجھے اپنے گھر لے آتی
 اور لاد رکھیں کہ تجھے شراب پلائی</p> <p>تیرا باباں ہاتھ میرے سر کے نیچے پڑتا
 اور دامن اچھا پنے سینے سے لگالتا</p> <p>~~~~~</p> <p>اے میرے قلم کا بیٹیا
 میں تم کو قلم دیتی ہوں
 کو قلم میرے پیار سے کو نہ جگاؤ، نہ اٹھاؤ
 سب تک وہ خود ہی بیدار نہ جونا چاہے</p> <p>~~~~~</p> <p>میں نے تجھے بیک درخت نیچے سے میرا کیا
 اے محبوب! اب نو گینے کا مانند مجھے
 اپنے دل کا انگوٹھی میں لگائے
 اور تو دنیا کا مانند اپنے بازو پر باندھ لے</p> | <p>اے میرے محبوب!
 میں ہم عصمتوں کی سیر کریں
 اور گاؤں میں رات کاٹیں
 پھر محلِ اصبح انکورستان میں چلیں
 اور دیکھیں</p> <p>کر لیا انگوٹھی کی پل میں پھول لگ چکے ہیں یا نہیں
 اور انار کی کلیاں کھلی ہیں یا نہیں
 وہاں میں اپنی محبت کا تختہ تجھے پیش کر دوں گی
 سبز و زردوں کی خوشبو پھیل رہی ہے</p> <p>اور ہمارے دروازے پر قلم کے پتے ہیں
 جو میں نے تیرے لئے جمع کر رکھے ہیں
 اے کاش تو اُٹھ جائے!</p> <p>~~~~~</p> <p>اے میرے محبوب!
 کاش تو میرے بھائی کی مانند ہوتا
 جو میں میری ملک کا چھانڈوں سے دو دھپا ہے</p> |
|---|--|---|

خدا خیر کرے

اُس نے دیکھا ہے بعد ناز خدا خیر کرے
قہر دل ابھی چھپڑا تھا کہ اسنو لکے
حشر برپا کئے دیتی ہیں ہماری آہیں
جس اول سے بھی وہ آئیں گے قیامت لگ
نظروں نظروں میں مل جل مے ہاتھوں گیا
استش عشق مرے دل میں بھگ اٹھی ہے

اے شرف آج مسئل پڑ ہی نظریں ہیں
جن پر اُن کو ہے بڑا ناز خدا خیر کرے

رنگ لائے نہ یہ انداز خدا خیر کرے
بھیٹتی جاتی ہے آواز خدا خیر کرے
کیسے چھپ سکتا ہے اب ناز خدا خیر کرے
سجان لیو ہے ہر انداز خدا خیر کرے
یوں ہوا عشق کا آغاز خدا خیر کرے
آج کل سوز سے ہے ساز خدا خیر کرے

جناب یکمند آقا شرف بہار

۱۰۰

وہ رات بھی تھی کیا راتوں میں!

ایں۔ ایل۔ بی۔ لائپور

ادھر چاندی کے نواریے بھی
دلکش تھے سب نظارے بھی
روشن اور پورے چاند کی تھی
تبدیل نلک کے ہاتوں میں
وہ رات بھی تھی کیا راتوں میں

جوبیت گئی تھی باتوں میں
وہ رات بھی تھی کیا راتوں میں
مہتاب نلک پر کمر کی اک چادر بٹنا جاتا تھا
منظور کسی کی باتوں کو

کس شوق سے سننا جاتا تھا
اور سر کو دھننا جاتا تھا
اک کیف کی دنیا مضمحل تھی

اُن بھولی بھالی باتوں میں
وہ رات بھی تھی کیا راتوں میں

جوبیت گئی تھی باتوں میں
وہ رات بھی تھی کیا راتوں میں
اس رات کچھ ایسی پی لی تھی
خاف بھی تھے ہشیار بھی تھے
وہ عالم بھی کیا عالم تھا

سوئے بھی تھے بیدار بھی تھے
کچھ ہوش بھی تھا سرشار بھی تھے
وہ دل کی ترپ سے بے پروا

اور دل تھا اُن کی گھباتوں میں
وہ رات بھی تھی کیا راتوں میں

از جناب منظور لی۔ اے

جوبیت گئی تھی باتوں میں
وہ رات بھی تھی کیا راتوں میں
اس رات جو گزری مت پوچھو
دل لے گئے باتوں باتوں میں
وہ نیند سے بوجھل نہیں اُن کے

جو کیف تھا اُن مدھاتوں میں
وہ کیف کہاں برساتوں میں
آغوش کی جھبہ زینت تھے
وہ رات بھی تھی کیا راتوں میں
وہ رات بھی تھی کیا راتوں میں

جوبیت گئی تھی باتوں میں
وہ رات بھی تھی کیا راتوں میں
اُس رات کے افسوں میں کھو کر
تنویر نے جس کو ریل پر

دبھی سی لے میں نکالیا تھا
گایا تھا اور ترپ پایا تھا
کیا سجاد و تھا اس گلے میں
کیا شیرینی تھی باتوں میں
وہ رات بھی تھی کیا راتوں میں

جوبیت گئی تھی باتوں میں
وہ رات بھی تھی کیا راتوں میں
ہر سمت خوشی کی مچھلی تھیں
سنہتے تھے ننھے تارے بھی
انوار کے سوتے جاری تھے

کیا آپ کو مزہ ملے گا، ابھی وہ مجھ سے گفتگو کر رہی تھیں

”جی نہیں آپ کا سر پیگیا ہے“

سعدیہ گھٹنی بٹاتا ہے — ”ہیلو“

”میں ہوں سعید کا پوری راہ کو مزہ ۵۵ سے ملا دیجئے“ — ”ہیلو“

”میں ہوں سعید کا پوری آپ تو بڑی جلدی چل رہی“

”کیا کہا آپ نے؟ آپ کا خطاب محمد امین خاں کو تو ال ہے“

”افو بڑی غلطی ہوئی..... میں.....“

”کیا کسی بالا خانے سے ملنا چاہتے تھے آپ؟“

”نہیں، بالکل نہیں معاف فرمائیے“

”آپ کو معاف نہیں کیا جاسکتا اس قسم کے بے ہودہ گویوں کے متعلق، مجھے

اس مفت میں بہت سی شکایات موصول ہوئی ہیں ٹیلیفون کو ایسی شرارتوں

کی تکمیل میں استعمال نہیں کیا جاسکتا، پورا سہ بتائیے آپ اپنا، جلدی پورے

دور میں قریب کے پولیس اسٹیشن کو ٹیلیفون دیتا ہوں“

”اس وقت تو تعاف ہی فرمائیے، ایک گھنٹہ بعد میں خود کو تو ال میں کال کرتا ہوں

ہوں، والا کراہتا ہے، تو نہایت شریفانہ نوازشاں ہیں“

سلسلہ ٹوٹ جانے کے بعد سعید نے پھر گھٹنی بٹائی

”ہیلو“

”معاف فرمائیے ۳۵ سے ملا دیجئے“

”حضرت کیا کہہ رہے ہیں آپ، ساری لائیں آپ کے کمر بچا دیا ہے“

”میں اس وقت سخت چلیاں ہوں، کتاب میز پر نہیں ہے ہر مرتبہ

غلطی ہو جاتی ہے“

”ہیلو“

”کہاں سے مل رہے ہیں آپ؟“

”میں نمبر ۳۵ سے بلل سام جوں، کیجئے؟“

”غوب سکیا آپ بھی محبت نہیں ہیں؟“

”بالکل نہیں، اپنا مقصد بیان کیجئے“

”ذرا سہ.....“

”کیا کہا؟“

”میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ مجھ کی میری ٹیلیفون لگا ہوا ہے ان کو ذرا

ٹیلیفون پر بھی دیجئے“

”وہ اب نہیں آئیگی“

”کیوں؟“

”انہوں نے مجھ پر ایٹ کر دی ہے کہ صبح تک جو شخص فون پر آئے اسے پگال سمجھو“

”پگال؟ پگال کسی اور کے لئے کہا ہو گا، میں تو سعید کا پوری ایڈیٹر رسالہ آئیڈین ہوں

سمجھ گئے تم؟“

”سمجھ گیا“

”پھر اطلاع کرو دیجئے انہیں“

”اطلاع اب نہیں کی جاسکتی“

سعید نہایت خفیہ انداز میں پتہ لگا رہا تھا، حسین اور تندرست بھی۔ اس کی

رگ رنگیں بھیلیاں بھری ہوئی تھیں، وہ سیراب کی طرح بیوقوف اور آشکر وادے کی

طرح شخص پر تھا، البتہ ان کے رانے سختی کو وہ منعطف و معصا کا درجہ ہے، کوئی کہتا تھا

اسے مایوس کیا ہے لیکن بظاہر اس کا تندرستی سے انکار کرنا مشکل تھا۔ وہ نہایت سنجیدہ

تقریر کرتا، برعکس اور پڑ زور دے کر کہتا، البتہ واقعات بہت جھلکا پڑ رہے تھے

کہتا تھا، خصوصاً صحت و شمس کے واقعات، عورتوں کے خطوط، پیاموں اور ان کی گفتگو

سے سعید کو بڑی دلچسپی تھی، اس کا سبب نہایت کمزوروں کے غفلت تھا اور اس کے نزدیک

یہی سب بڑی عروسی اور نامور تھی، اس کے بہادر فرس شباب کی امید کو جو روح اور

قلب کو تو کھلنے کے لئے تمام وقت سے تیار تھی، وہ جہم و جاننا و شہدہ کو جو کا منتظر

رہتا کہ کوئی دن تھا جو اس پر تازہ لگتی کہتا، آج اتفاق سے وہ دفتر میں بیٹھا ایک لکھنؤ

کو کھل کر نہیں مسمون تھا ٹیلیفون کی گھنٹی بجی اور اس نے اپنا ایک تلخ اور ناگوار فرض

ادارنے کی فرض سے رسیور ڈیٹا بلنے کے لئے کل ڈائری میں پوچھا اور پھر میں ملاوٹ،

اس کا اشتیاق آگ کی طرح بھڑک گیا اور جب سلسلہ گفتگو میں غلبہ کی تائید ثابت

ہو گئی تو اس نے قطعاً یقین کر لیا کہ میں جو جگہ پر ہوں، جو گھر میں ہوں، کے ذریعہ سے مل پر

لگا ہوا ہے، معاہدہ کا ان کے پوں کو جو چھوڑ دے گا، اضطراب شوق میں وہ نمبر بھی بھول

گیا اور پانچ گھنٹہ سنے ایک عجیب قسم کے ذہن میں مبتلا کر دیا، بالآخر صبح نمبر یاد

آگیا اور اس نے اپنی منزل مقصد کو تلاش کر لیا تھی جس عداوت سے اس پر محبت کی مبادی

کی گھنٹی اُسے ٹھنڈا دیا لیکن اس مرتبہ اس کا خطاب ایک مرد تھا جو اسے بار بار

پگال کہہ کر ٹیلیفون سے بھگتا تھا، اس میں شک نہیں کہ سعید مران کی اس حد پر تھا

وہ جنوں سے ملتی تھی، سببات کی کثرت اور احساس کی زیادتی نے اُسے پاگلوں جیسی خصوصیات بخش دی تھیں، اور اسی بات میں وہ اس قدر آپے سے باہر ہو جانے کا حاوی تھا کہ بڑے سے بڑے خطرے کی اس کی نگاہ میں کوئی اہمیت نہ رہتی تھی جتنی کہ خود کشی کیلئے تیار ہو جاتا تھا۔ ایسے خطرہ کو واقع پر لگ کر ماحول بھی اس کا ساتھ دے دیا کہ تا قوت وہ اب تک کبھی کامر کا پرتوا نمبر ۳۰ سے جو شخص اس بات کو نہ سمجھتا اس کو قتل کر دینا تھا کہ اس کی تازہ اور اولین خبر ہو کر پہنچ رہی ہے، جسے ہرگز یہ نہیں کہ وہ ایک معزز رسالہ کے ایڈیٹر کو اس کے بارے سے باز رکھ سکے۔ لیکن سنجیدگی و یکجہلی چرچا پر کچھ اثر نہ پڑا تو اس نے بہت تناسل سے پوچھا۔ ”اچھا تو بتا دو نمبر ۲۵ کس محلہ میں ہے؟“

”ایکے والے اور بے ملتی آدمی کو اپنا گھر بنا دینا محنت سے بھرنا سہاؤ گھنٹہ نہ بھانا ورنہ میں ابھی دفتر میں پہنچ کر تمہاری خبر لوں گا!“

سنجیدگی سے ریسور کر لیا اور بتائی کہ ساتھ دفتر کے کمرے میں ٹہلنے لگا وہ سوچ رہا تھا کیا واقعی میں زخمی ہو گیا، کیا مجھے محبت کا مرض لاحق ہو گیا۔ لیکن میری توہین جو کئی نہایت سخت توہینیں۔ پاگل بنا دیا مجھے اس کم بخت چرچا سے، گرچہ تو وہ جنوں تو محبت ہی کا ایک جزو ہے، دنیا میں جتنے بڑے بڑے، بھولنے والے نہ رہیں، سب باتیں ہی تھیں، بہر حال توہین اور بیہوشی اور یہ معلومت اور چرچا مجھے ایسے الفاظوں کے حادث ڈالنے پڑ گئے،

سنجیدگی سے پہلے دفتر آیا اور آتے ہی اس نے نمبر ۳۰ سے گفتگو شروع کر دی۔

”ہیلو! کہاں سے بولتے ہیں آپ آئینہ کے دفتر سے؟“

”جی ہاں، واللہ اپنے خوب پہچانا“

”نہ پہچاننے کی کوئی وجہ نہیں، اب سے یہاں پہنچانے سے فیصلہ ہی ٹیلی فون آپ ہی کے دفتر سے حاصل ہوتے ہیں“

”کیا کہیں گستاخی میں ہی لیکرے تاجوں اگر کوئی ہرج نہ ہو تو اس وقت ایک نظم لکھیے“

”نظم! صاف فزائیجیہ میرے یہاں میڈیو موجود ہے اور میں نہایت مدافعی سے کہتا ہوں کہ گانے کے ہر دگر م سے مجھے قطعاً کوئی ڈیپرسی نہیں“

”میں گارنٹی نہیں سناؤں گا“

”جب میں گانے کو لپک رہا تھا تو غائبانہ دنیا میں سب اچھی چیزیں تو ظاہر ہے کہ سچ پڑھنے کے بعد میں بھی کوئی نظم نہ ہی لکھ سکتا“

”لیکن میری تمنا تھی!“

”کچھ ضروری نہیں کہ آپ کی سرشتا پوری ہی ہو جائے! اچھا اب چائے منیر پیراگٹ ہے!“

”کاشش میں بھی شریک ہو سکتا!“

”نہیں صرف ایک چائے ہے“

”کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ کھڑے کھڑے چائے نوش فرمائیں اور میں نظم عرض کرتا رہوں۔“

”چائے بدرجہ ہوجائیگا۔ اچھا آپ اور کچھ تو نہیں کہنا چاہتے“

”میں تو بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں کاش آپ سن لیں!“

”جہاں یہ تو بے شدہ ہے کہ میں آپ کی سب باتیں نہیں سن سکتی، بالخصوص نظم کا تو ایک شعر بھی نہ سن سکتا، میں جانتی ہوں آپ کو قسم کے آدمی ہیں اور اس نظم میں آپ نے کیا لکھا ہوگا۔ البتہ آپ مناسب سمجھیں تو میرے چرچا کو سنا دیں اپنی نظم۔ میں اسے فون پر بھیج دیتی ہوں۔“

”نہیں میں ایسا نہیں کرے گا، معزز مخلوق آپ چرچا کی نہایت گستاخ ہے میں تو آپ سے استعاذ کرنا لاکھوں ڈالر اسے ڈانٹ دیجئے کل اس نے مجھے پاگل ٹک کہہ دیا“

”یہ توہین ہے یا بے بنیاد ٹک آپ پاگل ہیں!“

”اپنے بنیاد تھا؟“

”جی ہاں!“

”آپ کو کیوں کہ معلوم ہو کہ یہ ادعا غلط ہے؟“

”آپ کی باتوں سے!“

”نہیں میں اس غلطی کو بڑی خوشی سے قبول کرتا ہوں مگر آپ میری ایک التجا منظر کر لیں“

”وہ کیا؟“

”کل فریب نما دہرے جلے نوش فرمائیں“

”یہ نہیں ہو سکتا“

”اچھا تو مجھے صدمہ منورنے کی اجازت دیجیے“

”یہ بھی نامعلوم!“

”یہ کیا صورت ہو ملاقات کی؟“

”کوئی صورت ممکن نہیں“

”ہیں زندہ کیونکر ہو گا؟“

”یہ بات کسی طبابت پیشہ سے پوچھیے!“

”کسی پاکب میں شام کے وقت ایسے کیا حاصل نہیں ہو سکتا؟“

”یہ بھی ناممکن ہے؟“

”کیا پڑے کی وجہ سے ایسا نہیں ہو سکتا مگر یہ کہاں کا پڑہ ہے کہ باتیں ہوتی

ہیں اور ملاقات سے انکار کیا جاتا ہے

صاف چھپتے ہیں، نہیں سامنے آتے بھی نہیں“

”دیکھیے میں نظم نہیں سنو گی“

”یہ نظم نہیں ہے“

”میں جانتی ہوں چلتے ٹھنڈی ہو رہی ہے“

”سجائیے خدا حافظ!“

~~~~~

ستید کی بے بیانیوں میں اصفاء ہوتا تھا، وہ ایک جگہ ٹھہرنے والا انسان تھا

اس کی فطرت میں بیابانیت تھی جو اس قدر اس پر دیر کو زندہ کی گزروں بنا دیتی ہے،

مگر جس مقام پر اسے روک دیا گیا تھا وہ اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا تھا، ناہم یہ کہ

اسے ناگوار تھا، وہ صبر کرنے اور ضبط کی خور لسنے کے لئے پیدا نہ ہوا تھا بلکہ اپنا مقصد

نہایت تعجب کے ساتھ حاصل کرنے یا سمجھنے میں جان لٹا دینا اس کی عادت

میں داخل تھا مگر اس میں شک نہیں کہ وہ نہ بڑھ سکا، دلچسپ اور بے نیازانہ گفتگو سے

مغلوب ہو چکا تھا۔ اسی لئے آگے بڑھنے کی کوشش نہ ہوئی تھی۔ اس کے قلب کی

گراں نشیں میں محبت کا نہر برسات کر چکا تھا۔ اگرچہ اسے معلوم نہ تھا کہ اس کی محبوب کی

شکل و صورت اور حسن وصال کی صورت ہے۔ تاہم وہ اس کے صورت چہلے پر پورا

یقین رکھتا تھا وہ محبت کے لئے اتنی کلمات ہی اس کے فطرت فطرت کا کافی تھی

اس کے خیال میں ہر چیز اپنی جگہ کی طرف مائل ہوتی ہے اور یہ جذبہ اس کی مرشد

میں پہلے ہی سے گھومتا تھا، میلان طبع کے لئے تشناہ جنسی کافی ہے، شکل و صورت

یا حسن وصال کی قید فصول ہے، محبت کو پابند قیود بنانا انسانیت نہیں، ستید کو

اب کھل چکی فطرت کی انتقام کا ثبوت نہ ملا تھا مگر بار بار ٹیلیفون پر گرتے سے یہ

گمان ضرور ہوتا تھا کہ کچھ انڈیا نہیں ہے، ستید فلسفی قسم کا آدمی ہی نہیں بلکہ حقیقتاً

فلسفی تھا وہ ایک نظریہ بنا لیتا اور سمجھتا کہ عمل دنیا میں بھی حقیقت کی صورت

اختیار کر دے گا، اس نے شمع و پروانہ کی مثال کو سامنے رکھ کر طے کر لیا تھا کہ عشق و

عفت کا یہ فلسفہ بالکل سچا ہے کہ

عشق اول در دل معشوق پیدا میشود

تاسنوزہ شمع کے پروانہ شہید امیشود

یہ حقیقت کیلئے شمع روشن ہوتی ہے پھر پروانہ کو اپنی حقیقت جان کی قربانی

پیش کرنے کا موقع ملتا ہے کسی ذیلی کی عیناج نہیں سالانہ سر سے سے اصول ہی

غلط ہے، شاعر نے اس شعر میں کوئی فلسفہ ہی بیان نہیں کیا، شمع کا روشن ہونا انسانی

ضرورت پر مبنی ہے اور پروانہ کی قربانی انسانی ضرورت سے تعلق نہیں رکھتی، اگر

آدمی اپنی ضرورت سے پورا غرض ملانا تو پروانہ کو یہ موقع بھی حاصل نہ دیتا،

کون کہہ سکتا ہے کہ شمع اس لئے جلتی ہے کہ پروانہ اس پر اپنی جان نثار کرے گا،

مگر ستید کس طرح سمجھتا کہ اس کا نظریہ غلط ہے۔ اسے اپنی جگہ یقین تھا مگر بار بار

سنا کہ کبرہ کا اس سے اتنی ہی گریہ دینگی ہے جتنی خود اسے، سہ ملاقات کا مسئلہ

تو یہ جو کچھ ہوتا ہے وہ فطرت حسن کے صحن مطابق ہے حسن کو جب تک عشق کی لگاؤ

سے منہ نہیں دے جاتا، بہت ہے اور حجاب نکھوں میں اشتیاق کی سرخی اور لگاؤ

کا خار پیدا ہو جاتا ہے تو حسن بے حجاب حسن متورن جاتا ہے، وہ ان نظریات کو بنیاد

قرار دے کر مستعد اصرار سے لکھ چکا تھا اور دنیا کو زبردستی مجبور کر رہا تھا کہ انہیں

صبح ۷ بجے، ۳۰ مئی ۳۰ سے اس کو روایت کر دی گئی تھی کہ صرف دو مرتبہ یعنی صبح اور

شام بات کی جائے، بار بار ٹیلیفون نہ بلایا جائے۔ بڑی شکل سے ستید نے

رات گزار دی، صبح ہوتے ہی ٹیلیفون پر پہنچا۔

”کچھ آپ کیا کر رہی ہیں؟“

”آپ ہی کی منتظر تھی!“

”زہرے قسمت!“

”کتنے کسی گزرتے ہے؟“

”بہت اچھے صبح کے انتظار میں شام اور شام کے انتظار میں صبح نہایت

سہانی ہو جاتی ہے اگرچہ واقعات کے اعتبار سے غالب کا یہ مصرعہ

صبح کن شام کا لانا ہے جوئے شیر کا

میرے بالکل حسب حال ہے، پھر صبح آپ کے گفتگو کرتے وقت بالکل بھول جاتا ہوں

”کراچی ابھی میں پریشان تھا“  
”آؤ آپ آسہ آسہ اپنی نظم سنا ہی دی!“  
”نہیں نظم کہاں سنا دی میں نے، یہ تو۔ ایک مصرعہ تھا“  
”ہاں تو۔ آپ کی حالت بہت قابلِ رحم ہے“  
”خدا کرے آپ کی یہ دعا سے مستقل ہو“  
”فرض کیجئے مستقل ہی ہو؟“  
”تو ملاقات کی کوئی نہ کوئی شکل نکلیں گی“  
”یہ عقلمندی نہیں کہ معالج، مرعیں کے متعلق کہہ دے کہ تباہی حالت  
خواب ہے تو وہ سمجھنے لگے کہ میں اچھا ہوجاؤں گا“  
”مرعیں یہ تو سمجھ ہی سکتا ہے کہ علاج آپ سے پرزورہ تو جو کرے گا،  
کیا میں پھر ایک بار تباہ کر دوں کہ مجھے جلد ہی شرفِ ملاقات بخش دیا جائے“  
”ممکن ہے ملاقات کے بعد میرا آپ کا خیال بدل جائے اور اب جو  
لطیف آ رہا ہے وہ باقی نہ رہے“  
”مجھے اپنی ذات پر کافی اعتماد ہے!“  
”اور مجھے اپنے اوپر ذرا بھروسہ نہیں!“  
”اس صورت میں زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ میں ہمیشہ کے لئے  
سرت سے محروم ہوجاؤں گا“  
”پھر خود کسی سے فائدہ؟“  
”اس کا بھی تو امکان ہے کہ آپ زیادہ سے زیادہ میری طرف متوجہ  
ہو جائیں“  
”کیا آپ کی رائے میں ایسے امکانات موجود ہیں؟“  
”کیوں نہیں!“  
”یعنی آپ بہت حسین ہیں آپ کے چہرے میں بہت زیادہ مقناطیسیت  
ہے یا آپ کو شب کا کوئی عمل یاد ہے“  
”اس موقع پر شاعرانہ انگہ اس سے غلط فہمی کا اندیشہ ہے، اس لئے  
بلورِ نظم اور واقعہ کہ میں یہ عرض کرتے ہیں تاں نہیں کہ لگا کہ لوگ مجھے حسین  
سمجھتے ہیں، شب کا کوئی عمل میرے پاس نہیں ورنہ آپ کیونکر بچتیں“  
”یہ بات ہے تو ملاقات کا انتظام خود ہی مانا جا سکتا ہے“  
”ہاں ضرور ہوجانا چاہئے“

”پھر شام کو فریڈا نے پڑا کیے اور چائے نوش فرمائیے، لیکن نہیں اس  
صورت میں تو آپ میرے لئے خواب جان جو سائیں گے۔ میں آپ کو بٹول میں  
دھوکا کھوں؟“  
”کون سے بٹول میں؟“  
”تبرج بٹول میں آئیے چار بجے۔ سنا آپ نے؟“  
”بہت اچھا!“

”ٹھیک سو اتھن بجے سجدہ تاج بٹول میں پہنچ کر اپنے میزبان کا انتظار  
کرنے لگا۔ وہ عجیب قسم کی کشمکش میں مبتلا تھا۔ بار بار اس کا دل دھڑکتا تھا، ہاتھ پیر  
میں جھنجھکی سی محسوس ہوتی تھی، پیشانی کا پسینہ پونچھنے پونچھنے اس کی ریشمی دستی تڑپ  
ہوئی۔ وہ سوچ رہا تھا۔ آج مجھ پرانی ہوجاؤں کا جواب دینا ہوگا۔ چار بجے ہی اُسے  
الطاف علی کہ بٹول کی بالائی منزل کے دوسرے کمرے میں تشریف لائیے، وہ  
دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اٹھا اور جلدی جلدی زینہ چڑھ کر اوپر پہنچا۔ دو  
منٹ کے بعد اسے اندر بلا لیا گیا، ایک خوبصورت نوجوان اداس ایک حسین و جمیل  
مسکراتی ہوئی عورت کو اس نے اپنے استقبالیہ کے لئے موبو دیا۔ عورت نے  
سجدہ سے ہاتھ ملاتے ہوئے قہقہے لگے کہ میں کہا۔ ”میں اپنے معزز دوست  
نبرہ سے مل کر بہت خوش ہوئی“  
”اور میں....“ وہ کچھ کہتے کہتے نوجوان کی طرف دیکھ کر رک گیا۔ اس  
کے چہرے پر لکھی تھی اسی اہمیتوں میں لرزہ!  
”خالیا آپ کو میرے متعلق تو کامل یقین ہو گیا ہوگا کہ میں نبرہ ۳۷ ہوں“  
”بالکل!“ عقید لے لیا  
”اچھا“ وہ ہنس کر بولی۔ ”اب میں آپ کو اپنے چہرے پر اسی سے ملائی ہوں“  
نوجوان قہقہہ لگاتے ہوئے اپنا گورا چٹا ہاتھ عقید کے ہاتھ میں دیدیا  
سجدہ حیرت و استعجاب نوجوان کو دیکھ رہا تھا اور اسے یقین ہوتا جا رہا تھا  
کہ نوجوان چہرے پر اسی نہیں بلکہ نبرہ کا شہر ہے، ابھی وہ قلعی دیندہ نہ کر سکا تھا  
کہ نوجوان نے جو بہت ہی بے تکلف ثابت ہو رہا تھا کہا۔ ”جناب میں اس فریڈا  
کو جلد ہی ختم کو نیا چاہتا ہوں، یہ سوشلزم میں اور میں ان کا نہایت چہیتا اور محبوب  
ہوں۔ آپ کی باتوں سے مجھے اور انہیں شروع ہی سے دلچسپی ہو گئی تھی، اصل میں پہلے  
وہ مجھ سے ٹیلیفون پر کچھ پوچھنے آئی تھیں مگر کسی پُر لطف غلطی کی بنا پر آپ

گفتگو ہو گئی۔ تمام کو انہوں نے مجھ سے پورا تفصیل بیان کی، میں نے کہا پلاٹ اچھا ہے، افسانہ بن جانے دو اس کے بعد میری ہدایت کے مطابق آپسے باتیں کرتی رہیں۔ آج کل ملاقات بھی میری ہی تجویز کا نتیجہ ہے، امید ہے آپ اپنے حقوق محبت سے بری خاطر دست بردار ہو جائیں گے۔

سعید کی عجیب کیفیت تھی۔ وہ سمجھتا تھا مجھے گھر سے سمندر میں غوطے دینے جارہے ہیں اور دوب جانے سے پہلے پہر اوپر کبھی لیا جاتا ہے۔ قریب تھا کہ وہ بے پوش ہر جگہ لیکن سوئٹلا نے جلدی سے پتہ کھاکھل دیا اور نوجوان نے سعید کے کوٹ کا لارڈ مصلک کر دیا۔ اتنی ہی دیر میں سعید ایک عجیب نیامیں پھر پڑ کر جلدی والی لپٹا گیا اور اس نے نہایت وثوق کے ساتھ

کہا: "مجان فرمائیے میں اپنے حقوق محبت سے دست بردار نہیں ہو سکتا"۔  
"کیوں؟" نوجوان نے ذراستین انداز میں پوچھا  
"سوئٹلا آج سے میری بہن ہو گئی اب میری محبت کم نہ ہوگی بلکہ بڑھتی جا رہی گی"۔ نوجوان نے سعید کا ہاتھ چوم لیا اور سوئٹلا معصومانہ انداز سے اُسے دیکھنے لگی۔

"سوئٹلا اب عورت میری طرف سے ہوئی؟"

"بہن آپ میری دعوت منظور کر چکے ہیں"

"آپ صاحبان مجھے کیسے پڑھیں؟" پڑھ لکھ میں ایک نوجوان سعید کے ساتھ کھڑی ہوئی پائی میں چائے کی ٹیبلٹ چوسنے بولا سعید سکرانے لگا۔

## سینا

ازخواب خان اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی

ازراہِ کرم وہ مرا مہماں ہے ابھی تک  
تا تیرا اُسی لئے سے غزلِ نول ہے ابھی تک  
ہر جوئے چمن چشمہ عرفاں ہے ابھی تک  
لعلوں سے بھر داشتِ داماں ہے ابھی تک  
سحرِ چشمہ راحت ہے ابھی دیدہ میگوں  
ہر بات پہ جھمکتی ہیں وہ شوخ لگا ہیں  
متنا پہلے پہل دل میں نہاں جس کا تلامم  
کر شکرِ نظیر اُس کی عنایات کا ہر دم

اغیار کا عشرت کدہ دیراں ہے ابھی تک

# جیون لکھا

درہر برس پہلے آتا تھا ایک نیا سال تو لڑکی بچی تھی لیکن اب ایک عین زچیل و عشرت و تنہی اس کے ہر طرف صاف سے حسن و شباب چھوٹا تھا۔ ہر سو رنگ و بو مغرب سے آتا ہے وہیر سے تنہی پھر بھی مشتاقی تہہ سے تہہ ڈال دینے سے تنہی بڑی تلاش و جستجو کے بعد اس کے ہاتھ اپنے اکر تہہ کے ایک تھمیل سیٹھ کے بیٹھے شام کا کھنہ کے افاقہ اس کا نسبت مل گیا۔ چار عینہ کے بعد ہی دیکھی ہو گئی شام کا کھنہ نے اسی سال خواب کو نور سٹی سے ملے اسے اس کا تھا۔

ماتنی جو ایک گھر کا زینت تھی سسرال کو رفت  
 بخشتے جا رہی تھی، اس کی ماں نے اسے تسلی و تسخیریتے ہوئے  
 کہا: "بیٹی! وہ بھی بہتر رہی ہوگی۔ سراسر سسرال سے  
 ماں باپ ہیں، ہمیشہ ان کے کمرے کا قہیل کو اپنا فرض سمجھنا کام  
 کا ج میں ہرگز کو تباہی نہ کرنا، اس کے علاوہ یہ بھی کہہ کر تو یہاں  
 جس طرح سسرال سے دل چاہی کہتے پڑتی ہے۔ وہاں بھی یہی  
 گنہ دکھانا، یہ سسرال کو تعجب ماں کا منہ دیکھنے  
 لگی، اس کی کچھ میں نہ آیا کہ وہ اسے پڑھنے لکھنے سے کیوں  
 منع کر دی ہے۔ تو کوئی بری بات نہیں، بہت سوچ بچار  
 کے بعد اس نے سمجھا کہ وہ جہاں جا رہی ہے، وہاں شاید لکھنا  
 پڑھنا پسند نہ کیا جاتا ہو۔

ماتنی نے سسرال پہنچ کر ماں کی ہدایتوں کا پورا  
 خیال رکھا، اسے پڑھنے کا یہ حلیہ شوق تھا۔ وہ بغیر  
 پڑھے لکھے ایک دن بھی گزار سکتی تھی، یہ بھی اس نے  
 جہاں توں کہ کچھ دن یوں ہی نہال دیکھے اور لکھنے پڑھنے کے  
 مزہ دیکھنے اور اس سے ذلت بھی کر لیتی تھی۔

اسی دوران میں شام کشمیر کے بادشاہ کے دربار میں  
 باغی اسکول میں ہمارے ماہر اور برقی کی جگہ لگتا شام کشمیر  
 کا وزارت کی خوشخبری سنا کر تمام کنبہ خوش ہوئے اب لوگ  
 کہنے لگے بہوشی خوش انصیب ہے اس کے لئے شام  
 کا جی بوسٹ لگتا اب گھر میں بھی ک خوب قدر دولت

ہوتے تھے۔

شاید کمزور کی تکلیف کے خیال سے اس کی ماں نے ماتھی  
کو بھی شایام کے ساتھ لپٹا اور صبح دیا۔

مالتی پشاور پہنچ کر شوہر کے ساتھ رہنے لگی۔

شیام سویر سے بڑھ چکا۔ اس کی چلا مانا اور شام کے چار بجے  
والیں آنا۔ اتنی سویر سے اٹھ کر گھر کا کام کاج کرتی، کھانا  
تیار کرتی۔ اسی طرح شام کو بھی جب شیام گھر آتا تو  
یہ کھانا تیار کرتے ہیں لگ جاتی۔ دوسرا کچھ جو وقت ملتا  
اس میں ہندی گانا تیار اور کچھ ادبی پرچے جو شیام  
دیکھنے کے لئے لانا پڑھتی اور خود بھی دھیرے دھیرے  
انسان دیکھنے کے کوشش کرتی۔ رفتہ رفتہ اتنی کا انسان  
دیکھنے کا شوق بڑھتا گیا۔ اس نے غور سے ہی غور سے  
”عجب ک دو بیلو“ ”مہوپ چھاؤں“ ”محبت ال اگ“ وغیرہ کو  
انسان دیکھ ڈالے۔ جب شیام کے گھر کے اوقات پہنچا تو  
لکھنے پر غصے کا غناٹ چسکا رکھ دیتی

✱                      ✱                      ✱

شیام کشو کو بھی ادبیات سے فطری لگاؤ تھا۔ وہ مزید کا مورق ماہنامہ "مرسوقی" بالانترام سنگھ کا تھا۔ "ہنس" کا بھی مستقل خریدار تھا۔ تاہم آنکھ بچا کر یہ بچے برابر دیکھتی تھیں کہ کیا نیا نیکھ کر اس نے بھی اپنی ایک نئی کہانی "غریب کا دل" "ہنس" بنارس کو بھیج دی لیکن اس نے کہانی کے آخر میں اپنے اعلان کے بجائے ازراہ مصلحت لٹا لکھا "ہنس" کے آئندہ شمارہ میں دم کر۔ ہوتی اور بے دست لمبے نے اسے بڑی تند و زور لکھ دیا اور اس کے اندر خوریا اور اسلوب بیان کی بے حد تعریف کی۔ شیام نے بھی اسے کوٹھار پر دھاوا کر کے دے دیا۔ اس کے نام کی جگہ پر سن لٹا دیکھ کر سوچنے لگا یہ لٹاکون ہے؟ نام تو بالکل نیا ہے لیکن خوریا کی لٹا کی جگہ کہ کوئی کہہ دیتا ہے۔ ہونہوہ کوئی معشوق ہے اس پر وہ زنگاریں ہیں۔"

ایک  
پر لطف  
افسانہ

سفر فرس  
بناب اسمی  
رام نگر می

ماتنی نے اپنی کہانی جیسی چوٹی دیکھی تو اس کا موصد بڑھ گیا اور اس نے تنہا  
کے دوسرے کمرے کے لئے ایک رافسانہ سجدہ کی حیثیت پر بھیج دیا۔

دوسرے صبحینے شام تک تھک کر صبحینے کے عنوان سے ایک رافسانہ اسی  
تاکا لکھا تھا اور دیکھا۔ یہ انسان پہلے فلسفے سے کہیں زیادہ مایوس تھا۔ اس نے فریج  
تحتین کے طور پر فوراً ایک تنقید لکھ ڈالی اور دوسرے دن کی رات کا نام نہ تنہا  
کو بھیج دی۔ اور ناک کا چمکانے نام کی بجائے صبحین لکھا۔ اس نے اپنے اصل نام کا بجائے  
صبحین اس خیال سے لکھا کہ وہ جس فلسفے پر تنقید کر رہا ہے وہ کسی عورت کا لکھا ہوا  
ہے۔ اس لئے غصے ناکہ کہیں گے کہ تنقید بھی کرتے بیٹھے تو ایک عورت کے فلسفے پر  
ماتنی بیکاری کا دل کے عنوان سے ایک نسا دیکھ رہی تھی۔ اسے ایک بیکاری  
کے الفاظ کی ضرورت لاحق ہوئی۔ اس نے ایک وزر وار سے پر ایک بیکار کو  
بولتے جوئے مناسقات سے فوراً اندر بلا لیا اور خود ایک فوٹ لکڑی پر بیٹھ گئی اور  
بڑھیا سے کہنے لگی کہ تو اب جس طرح بل رہی تھی اسی طرح پھر بل۔ بڑھیا نے  
کھجایا اس کا مذاق اڑا رہا ہے۔ اس لئے وہ چپ چاپ کھسکا جا رہی تھی لیکن  
ماتنی نے اسے روک کر ایک پریس کیا۔ بڑھیا بولنے لگی۔ رانی پر جگ جگ جئے۔

رانی کا سہاگ بنا رہے رہناں کچھ کھلنے کو دوا ہے دو۔ ملک کا گویا باہر ہے۔۔۔  
اب ہر سیا انشا ہی کہنے پانی کی کہ کاٹوں میں کسی کے پر وں کی آواز آتی۔ ماتنی کی  
پنسل بے محابا دوڑ رہی تھی۔ شام نے اند لکھی تھی ماتنی کو کچھ کہتے دیکھا اور ہنسنے لگا  
پوچھا۔ آج کیا لکھ رہی ہو؟

شوہر کا آواز سن کر ماتنی کچھ شپا گئی اور کچھ نہیں کہہ کر اٹھ کھڑی چھٹی فوٹ بک  
کو ایک طرف چھپ کر پڑھ لیا اور ایک پریس کیا۔ بڑھیا چلا دی۔

اسی طرح ماتنی نے کئی فلسفے نہیں اس شام کے لئے بھیجے اور ان پر تنقید  
بھی دیکھی۔ اس کے فلسفے اور ان پر تنقید دیکھتے دیکھتے ادبی حلقوں میں ہر طرف  
سگوشیاں مچنے لگیں۔ اس دلچسپ سلسلے کی بدولت تنہا کی اشاعت میں نمایاں اضافہ  
ہو گیا۔

یہ سب کچھ ہوا تھا کہ ماتنی کو اب تک علم نہ ہو سکا کہ اس کے فلسفوں پر تنقیدیں  
کھینے والا جین کون ہے؟ اور نہ شام ہی کو معلوم ہو سکا کہ یہ فلسفے ماتنی ہی  
کے زہر تلخ کا نتیجہ ہیں۔ دونوں کے لوگوں میں ایک دوسرے کو سب سے لاشعور روزانہ  
تنقید پر تھا۔

\*\*\* (\*\*) \*\*\*

دوسرے کے موقع پر اس کو ہر اور کالجوں میں تعینال ہو چکا ہے۔ اس نے دوسرے  
کی تعلیمات میں شام نے بناوٹ پر تنہا کے مدیر سے آکا اعلیٰ نام اور پتہ پوچھنے  
اور اس کے بارے میں مفصل معلومات حاصل کرنے کا ہمت کیا اور ماتنی سے کہا جلد تمہیں  
بناوٹ کا سیر کر آئیں۔ بناوٹ کا نام سن کر ماتنی کھل میں بھی ایک گنگھی سی پیدا ہوئی اور  
اس نے سوچا تنہا بناوٹ ہی سے تو لگتا ہے، دونوں شوقیہ بے پایاں لئے چوکے  
رات کی گڑبگ سے عازم بناوٹ ہوئے۔

بناوٹ پہنچ کر پہلے شام نے تنہا کے دفتر میں جہان کے خواہش ظاہر کی۔ ماتنی  
بھی پیٹھی سے صدر بننے سے شک کا شاق تھی۔ اتفاقاً رائے سے دونوں ایک ننگے  
پیر تھے کہ تنہا کے دفتر پہنچ گئے۔ دونوں نے اپنی اپنی جیبوں سے گلفز اور ڈاؤنٹین میں نکال  
کر گلفز شروع کیا۔ شام نے لکھا شام کھوڑا جیون (اس ماتنی لکھا۔ ماتنی دیوی  
رکتا)۔ چپ اس کا۔ دونوں نے اپنا اپنا کارڈ سے دیدیا لیکن آپس میں دونوں ایک  
دوسرے کا کارڈ نہ دیکھ سکے۔

تنقید دیر بعد تنہا کے ٹیڈر صاحب خود انہیں اندر لے جانے کے لئے باہر گئے  
اور پوچھ کر شام کو کشادہ کیا کہ پھر وہ ماتنی دوسری پر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر کی رسی  
خاموشی کے بعد شام کھوڑا نے ہر سکوت توڑی اور اوپر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد ٹیڈر  
صاحب سے آکا اعلیٰ نام اور پتہ پوچھنے کے خواہش ظاہر کی۔ اس وقت ماتنی کے منہ کل  
پڑا اور جیون کون صاحب میں ایڈیٹر صاحب؟ آنا کہہ کر شام اور ماتنی نے ایک دوسرے  
کو لڑتے دیکھا اور پھر ایڈیٹر صاحب پر سٹغفراؤ لگا ڈالی۔ مدیر تنہا نے کچھ نیک  
مضمون لکھا جس سے دونوں کی طرف دیکھا پھر کچھ سوچ کر سگڑتے ہوئے شام کو  
کی طرف دیکھ کر بولے۔ آپ جیون دار ماتنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے (آپ آتا  
ہے۔)

آپ جیون۔۔۔؟

اور تم آتا۔۔۔؟ ایک شام اور ماتنی کے منہ سے نکلا اور دونوں ایک  
دوسرے کی طرف تیز لگا ہوئے دیکھنے لگے۔ دونوں کے لبیل پر ایک لڑائی جھگڑا  
دور لگا۔ شام نے سن میں اس روز کی تصدیق کچھ کی جس میں راف ماتنی سمجھتی تھی اپنی نوٹ  
بک پر کچھ لکھ رہی تھی۔ دونوں کو آج معلوم ہوا کہ دونوں جین لٹا ہیں!

تنقید سے کھنکھارادی حلقوں میں سندرجہ ڈالی علان بڑی بڑی ہے پڑھ گیا  
ملک تنقید لایہ بڑ شام کھوڑا نے جیون اور کھوڑا را دیہ شام تنقید ماتنی دیوی نے آکا لکھا۔  
منہ پڑھ کر باہر اور لکھا کہ لڑائی جھگڑا میں ادب و مست حلقوں میں ہر

ماتنی نے اپنی کہانی جیسی چوٹی دیکھی تو اس کا موصد بڑھ گیا اور اس نے تنہا کے دوسرے کمرے کے لئے ایک رافسانہ سجدہ کی حیثیت پر بھیج دیا۔ اور ناک کا چمکانے نام کی بجائے صبحین لکھا۔ اس نے اپنے اصل نام کا بجائے صبحین اس خیال سے لکھا کہ وہ جس فلسفے پر تنقید کر رہا ہے وہ کسی عورت کا لکھا ہوا ہے۔ اس لئے غصے ناکہ کہیں گے کہ تنقید بھی کرتے بیٹھے تو ایک عورت کے فلسفے پر ماتنی بیکاری کا دل کے عنوان سے ایک نسا دیکھ رہی تھی۔ اسے ایک بیکاری کے الفاظ کی ضرورت لاحق ہوئی۔ اس نے ایک وزر وار سے پر ایک بیکار کو بولتے جوئے مناسقات سے فوراً اندر بلا لیا اور خود ایک فوٹ لکڑی پر بیٹھ گئی اور بڑھیا سے کہنے لگی کہ تو اب جس طرح بل رہی تھی اسی طرح پھر بل۔ بڑھیا نے کھجایا اس کا مذاق اڑا رہا ہے۔ اس لئے وہ چپ چاپ کھسکا جا رہی تھی لیکن ماتنی نے اسے روک کر ایک پریس کیا۔ بڑھیا بولنے لگی۔ رانی پر جگ جگ جئے۔ رانی کا سہاگ بنا رہے رہناں کچھ کھلنے کو دوا ہے دو۔ ملک کا گویا باہر ہے۔۔۔ اب ہر سیا انشا ہی کہنے پانی کی کہ کاٹوں میں کسی کے پر وں کی آواز آتی۔ ماتنی کی پنسل بے محابا دوڑ رہی تھی۔ شام نے اند لکھی تھی ماتنی کو کچھ کہتے دیکھا اور ہنسنے لگا پوچھا۔ آج کیا لکھ رہی ہو؟ شوہر کا آواز سن کر ماتنی کچھ شپا گئی اور کچھ نہیں کہہ کر اٹھ کھڑی چھٹی فوٹ بک کو ایک طرف چھپ کر پڑھ لیا اور ایک پریس کیا۔ بڑھیا چلا دی۔ اسی طرح ماتنی نے کئی فلسفے نہیں اس شام کے لئے بھیجے اور ان پر تنقید بھی دیکھی۔ اس کے فلسفے اور ان پر تنقید دیکھتے دیکھتے ادبی حلقوں میں ہر طرف سگوشیاں مچنے لگیں۔ اس دلچسپ سلسلے کی بدولت تنہا کی اشاعت میں نمایاں اضافہ ہو گیا۔ یہ سب کچھ ہوا تھا کہ ماتنی کو اب تک علم نہ ہو سکا کہ اس کے فلسفوں پر تنقیدیں کھینے والا جین کون ہے؟ اور نہ شام ہی کو معلوم ہو سکا کہ یہ فلسفے ماتنی ہی کے زہر تلخ کا نتیجہ ہیں۔ دونوں کے لوگوں میں ایک دوسرے کو سب سے لاشعور روزانہ تنقید پر تھا۔



# حُسنِ گمِ سرائیں

پردہِ فلاسارُخ سے اٹھا کر چلی گئی  
شوق و جنوں کے گیت سنا کر چلی گئی  
جامِ شرابِ عشق پلا کر چلی گئی  
مستِ خرامِ ناز تھی آ کر چلی گئی  
وہ بخودِ شباب، وہ مستِ شرابِ ناز  
وہ شمعِ محوِ حزن، جہاں سوز و دل گداز  
وہ بے نیازِ عشق، وہ بیگانہِ وفا  
ابُل پر سانپ لوٹ رہے ہیں شبِ سحر  
آپ شمعِ جمال کا ہو کون چارہ ساز  
جرات کہے ہے اب کہ تلاشِ سکون کرے  
دل کی ہر اک امید و تمنا کو دفعتاً  
ممکن نہیں ہے اب سرِ دل کو قرار کئے  
نارِ یکیاں سی چھا گئیں غفل میں ہوش کی  
وہ اپنے ساتھ لے گئی سب میری عشق تیں  
آئی تھی اک تبسمِ صدرِ رنگِ یسرب

بجلی سی میرے دل پہ گر آ کر چلی گئی  
بیتاب و بیقرار بسا کر چلی گئی  
دونوں جہاں کی یاد بھلا کر چلی گئی  
فنتے قدم قدم پہ اٹھ کر چلی گئی  
نظروں میں میکدے سے بنا کر چلی گئی  
جان و جگر میں آگ لگا کر چلی گئی  
عشق و وفا کا درس سکھا کر چلی گئی  
وہ کیوں شمیمِ زلفِ سنگھا کر چلی گئی  
وہ تو مرینِ عشق بنا کر چلی گئی  
وہ دل کا اضطراب بڑھا کر چلی گئی  
نا کامیوں کی بصیٹ پڑھا کر چلی گئی  
دولت سکون کی لوٹ، لٹا کر چلی گئی  
وحشتِ کدے میں شمعِ جلا کر چلی گئی  
راہیں غم و الم کی دکھا کر چلی گئی  
لیکن مجھے وہ خونِ رُلا کر چلی گئی

جنابِ صنایعِ آبادی ایم

# کیفِ جاوید

پرتو جو پڑ گیا ہے کسی ماہِ تاب کا  
تسکینِ شوق کے لئے ہم نے بھی بابا  
اک تحفہِ حقیقہ کے رنگیں جواب میں  
تیرا خیال کر کے اُسے چومتے رہے

دل ہو گیا ہے سنس کے شکوہِ گلاب کا  
چومے پھولِ رات کو پھولِ گلاب کا  
لوٹا دیا ہے پھولِ مسل کر گلاب کا  
ورنہ یہ ہونٹا درِ شکوہِ گلاب کا

اب ان سے کہہ دے کوئی نہ انہیں وہ شوق ہے  
اک پھول رکھ لیا ہے سرِ لے گلاب کا

(بقید یک قافیہ)  
از جنابِ بزرگوارِ جاویدِ قسری ایم



محقق ہانچوں کے عین وسط میں بارہ دوری کے طرز پر ایک شاندار شامیانہ نصب کیا گیا تھا جس کے ستونوں پر سونے کے پتھر بٹے ہوئے تھے اور تختوں سے تختوں سے نامد سے ہر پتھر پر بیٹھا ہوا ہر انسان کی مینا کاری تھی۔ شاہی تخت چار فوٹوں کے مجرٹ میں بچھا ہوا تھا، فواروں کا پانی تخت پر ٹپکنا لگتا تھا، تخت کی قیمت اور لگت کے متعلق یہ بات مشہور تھی کہ تین اقلیموں کی قیمت کے برابر تخت میں آویزاں ہیں اور اس کے پاس اُس آسمانی دیوی کی پٹر لیں کی ٹڈی سے بنے چھٹے ہیں، جس کے متعلق اہل بابل کی کتابوں میں لکھا تھا کہ عدن کی دیوی ازمیر کو اس کی ایک لڑکھنوی کا بنا پر اسل سے زمین پر پھینک دیا گیا اور بابل کے قریب اگر دھڑکی اچھڑم ہو گئی۔

شامیانہ کے نیچے پب لوگ شہنشاہ کے اغیار میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں انھیں نے لگا کر کہا۔ ”شہنشاہ تشریف لاتے ہیں، خبردار!“ تمام لوگ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے، تفرخاص کے دروازے سے زلفیت کا پردہ اٹھا اور شہنشاہ اس طرح برآمد ہوئے کہ ان کا عبا کو سونے کے مشتق میں توڑتے چھو کر یاں اور زمین چھو کرے اٹھائے ہوئے تھے۔ چھوڑوں نے خود بخود کمر کی لیاں اور ہنری پھیل شہنشاہ پر بچھا کر کے، شہنشاہ و تار کے ساتھ آہستہ آہستہ بڑھ رہے تھے، قصر کا لوکار انھیں کے ہاتھوں میں چلنے کا طہ تریاں تھیں جن میں ہر پتھر سنگ کا تھا۔

شہنشاہ شامیانہ میں پہنچے، حاضریں نے جبکہ جھک کر آداب کیا اور شہنشاہ نے دستور کے موافق ان کے اٹھنے کو اٹ کر چھوڑ دیا، شہنشاہ کا آئینہ ان کے آداب سلام کا جواب تھا، لوگ بہت خوش ہوئے کہ شہنشاہ و فی جاہ نے سکران کا سلام قبول کر لیا۔

شہنشاہ نے تخت پر نہ زلی اہل فرمایا، سید سے ہاتھ ملکہ بیٹھیں اور

بالی کے حق ہانچوں (HANGING GARDENS) کی ڈال ڈالی پر چڑھاں ہو رہا تھا۔ منبر کی گئی شاخوں کے مجرٹ میں رنگ، رنگ کے خانوں عجیب ہارے رہے تھے، خانوں کی گری سوخ روشنی، پودوں کی سبز رنگت کے ساتھ، اگلیاں مرکب رنگ پیدا کر رہی تھی، جن کا تفسیر ذہنی اور پاکدست معصوم بھی شگلی سے کر سکتا تھا۔ پھولوں کا گیار، دیا میں غار سے ابل رہے تھے، جن کی روپنی پتھروں، کافور شمعوں کی روشنی میں جذب ہوئی جا رہی تھیں، دریا سے جھیل کی سمت تفریح والے ٹیگلوں بڑھ رہے تھے، چوٹی آتشا، اس صفت نگاہ کو دوسرے گوش بناری تھی۔

تقریر شاہ کے بام و داس سلیقہ سے سمجھائے تھے کہ ایک ایک خواب ”کرشہ دین دل می کشد کہ جاں جااست“

کہتر جانی کر رہی تھی، آج شہنشاہ بالی کا ساگرہ تھی، چتر لپٹے تیار کر چکے تھے، جن میں اس پتھر کو واضح کیا گیا تھا کہ زہرہ اور شری آج ایک ہی پتھر میں ہیں، ایسی مبارک ساعت آفتاب، آفتاب کی لالچہ لالچہ شوں کے جلوہ میں آتی ہے، جشن ملکہ کا حاکم اعلان کر دیا گیا تھا، سلطنت بابل کے ایک ایک قریب میں جشن منایا جا رہا تھا، حکومت کے خزانے کے دروازے کھلے ہوئے تھے، جشن شاہی کے انتظام کے لئے جدید فریح دولت و منک جا رہی تھی، عبادت گاہوں میں شہنشاہ کے عہدے پر زمین کا تیل، انگوٹھ کے خوشے اور حقوں کے پھیل چڑھائے جا رہے تھے، خمیدہ گزروں اور مجرٹ سے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ

سکوت کے تمام چھیل راہ با عزت شہر یا تقریر نامی میں صحت سببہ حاضری تھے ان کی فوجی مہاشیں زمین پر گھس رہی تھیں، گویا کہ شہنشاہ کے عقیدت کیش اور ان کے آستان بوس ہیں، علماء کی جماعت بھی فقر میں موجود تھی، جہاں کے سروں پر سہری کلغیاں جگ جگ ملکہ کر رہی تھیں۔

بائیں طرف اُن کا اکلے لٹکا ہوا ڈھیر بھر کی صورت تھی۔ گندھی رنگ مٹھی بکھیں گئے اور سیاہ چلیں، گلاب جسم، اُس کی مسکراہٹ میں دلکشی تھی، مگر جوانی گزرنے کے بعد صورت کی شوخی اور دلکشی میں فلسفیانہ تغیر شامل ہو جاتا ہے۔

شہزادہ حسن و شاداب حسین ترین بیکہ تھی، چاندنی سے زیادہ اکی رنگت جس میں گلاب کی سرخی کی آبرمیں تھی، سیاہ بالوں کی ڈھیریاں اُس کے دھڑوں رخساروں پر چھوٹی تھیں، منورہ کا بالیل کی طرح چمکیا یا نہیں اور

گروں میں اس کی فحش نکالیں بعد میں دھشت زدہ ہو آئیں، اس ہر کی طرح جو سبز زار میں چوڑی بھول گئی ہو اس پر قیامت یہ کہ

ترے شایک عالم ار سے خدا کی پناہ!

وہ جوش تھا کہ جسے تو بھی خود دبا نہ سکا

اُس کی اٹھان قیامت کی اٹھان تھی، وہ شاید وقت سے پہلے جوان ہو گئی تھی، مسکراتے ہوئے اُس کے سر سے رخسار میں گڑھا پڑا تھا اور عجیب لٹاق تھا کہ رخسار کے اس گٹھے کے سین و سطل میں گرسہ یا رنگ ایک تلی تھا، تلی کی بھینچ نہ پوچھے، دیکھنے والوں کے ہونٹوں میں کٹھن لکھیاں اور لرزشیں پیدا ہو کر رہ جاتی تھیں۔ شہزادی اس انجمن کی درجہ درجہ تمام ارٹس اور چمپاں کی ایک طرف اور وہ ایک طرف! وہ حسین کا فوہ اپنی جگہ خود ایک نگارہ محبت اور انجمن نشاۃ تھی، بغیر کچھ کے ہوئے بھی اس کے حسین ہونٹوں نے اُبلتے تھے۔

شہنشاہ نے تخت پر بیٹھ کر اشارہ کیا اور اس کے اشارہ کرتے ہی چمپاں سا زنجبانی ہوئی شاداب زمین گئیں، رقص ہونے لگا حسین رفا مائیں جبرہ کے سینے نیم عریان اور جن کی پندلیوں کے بال نمایاں طور پر نظر آ رہے تھے، ناچنے لگیں، انو بھوت چمپو کے ساتھی گری کر پڑے۔ رقص، انجمن، شاداب، حسن، شراب، باغ و بہار۔۔۔ یہاں اتنی بہت سی چیزیں موجود ہوں، اس کے بعد پھر انسان کو کیا چاہئے، تمام محفل شہرشت میں چھوڑ دی جاتی تھی اور وہ جو تصویر دیر پہلے شہنشاہ کے سامنے جھکے ہوئے بیٹھے تھے، شراب پکڑ لیا کرتے تھے۔ شہزادے آداب بار بار کی بے لگاتار دی تھی، مینوش، عالم سرخوشی میں کسی قید و مضابطہ کے پابند ہو کر نہیں رہ سکتے!

دستورِ اعظم کے عرض کرتے پھر شہزادہ کی بھاری کا نوجوان لڑکا بر لڑک

محفل میں حاضر تھا، شہنشاہ کو ادب کرنے کے بعد اُس نے گانا شروع کیا، بیگنی ہنسی میں لگی رنگت، بھرے شائے معصوم ادائیں اس پر قیامت آواز کا لہجہ تمام محفل پر کستہ طاری ہو گیا، شہزادی نوجوان کی صورت اور آواز سے بہت متاثر ہو رہی تھی۔ اس کے جذبات کا خوابیدہ ساز لکھا یک چمپو گیا۔

وہ محسوس کر رہی تھی کہ نوجوان اسے اپنی طرف کھینچ رہا ہے اور وہ کس مقاصد کے بغیر خوش خوشی کھینچ رہا ہے۔ جب نوجوان چمپو کی پوری فوٹ کے ساتھ تان لڑا تھا تو شہزادی کا سینہ اوپر نیچے ہونے لگا تھا۔ اس کے جذبات کی آگ لکھا یک سنگ لٹھی، وہ بے اختیار ہنسنے لگا دیکھنے لگی شہنشاہ نے بے انداز شاش اور وارنگ کی کا بھی طرح محسوس کیا، اور فوراً دربار کے بد رعاست کمنے کا حکم دیدیا، شہزادی اسے ہاتھ لگائی کہ نوجوان صبح تک اپنی حسن و فحش کی شراب برسانا نہ کرے مگر دنیا کا فائدہ اور سناں اس کی ریت ہے کہ شوق کے پیدا ہوتے ہی، رکاوٹیں شروع ہو جاتی ہیں کسی چیز کا چاہنا گویا ناکامیوں کو دعوت دینا ہے۔

نوجوان نے بھی کتے ہوئے شہزادی کا کٹھن دیکھا اور محبت کی بجلی کو دھڑلے کا لگا ہونے کی کر پڑا۔ دونوں ایک دوسرے کو ایک نگاہ میں سمجھ گئے، ہمینوں اور بیسوں ساتھ رہنے کے بعد بھی تعلقات میں اتنی قربت اور یکتہ تھی پیدا نہیں ہوتی جو یہاں چند لمحوں میں پیدا ہو گئی تھی۔

نوجوان بریلے ہوئے شہزادے کی طرف لڑکھا، شہنشاہ، ملکا اور شہزادی کے ساتھ اس کے قریب لگا رہ کر شہزادی کی ٹانگی سے انگشتیں لٹکی کر زمین پر گری پڑی۔ نوجوان نے نیزے کے ساتھ انگشتی اٹھائی اور شہزادی کو کچڑا دی

”اس مردو کی بیعت! شہنشاہ نے منکر ہوتی آواز میں کہا  
”جہاں پناہ کا ارشاد صحیح ہے، نہایت گستاخی کی اس چمپو کے لئے!“  
دستورِ اعظم نے اٹھ جھڑک کر عرض کیا، شہنشاہ نے اپنے عصا کو گھمایا اور آگے بڑھ گیا، نوجوان اب پاہیوں کے زرخے میں تھا، دستورِ اعظم شہنشاہ کے اشاروں کا مقبول بھی طرح مانتا تھا۔

قصر کے تمام آدمیوں نے شراب پی کھلی کر پی تھی۔ وہ نشہ میں دھرت تھے سب لوگ بنسوں پر لیٹے ہی غافل ہو گئے۔ شہزادی باس تبدیل کر کے دریاں پہنچی وہاں نوجوان بھاری حلاوت میں تھا۔ پیر دیر غافل سو رہے تھے، اس نے بھاری کی سب سے سہولت کی کچھ نکالی اور اندر پہنچ کر نوجوان کو اندر سے ہی منٹل کر کہا۔

”چلو، تیار ہو جاؤ“

سے اُٹھے۔ پتہ لگا کہ شہزادی اپنی خلعت گاہ میں نہیں ہے، قصر کا ایک ایک گوشہ دیکھا گیا، مگر پتہ نہ چلا، شام تک قریب چاروں تلاش ہوئی رہی، معلوم ہوا کہ پجاری لاٹھا بھی غائب ہے، اب حقیقت واضح ہو چکی تھی۔

بادشاہ نے مہراں دولت کو طلب کر کے شہر کیا، شہنشاہ کو بدنامی سے بچانے کے لئے اسباب سیاست سے حیلہ تراشا اور دوسرے دن حمام اعلان کر دیا گیا۔

”شہزادی کو سوچتے سے یہاں لٹھا کر گئیں“

کچھ لوگ حمام میں کھڑے کھڑے پکار بیٹھے گئے، جو تمہیں لٹھا کر کہتے تھے کہ ہم نے اپنی آنکھوں پر یوں لٹاؤں گا کہ ٹوٹے پر شہزادی کے لئے چلتے ہوئے دیکھ جائے

شہزادہ کے وسط میں شہزادی کا عہد بنایا گیا، جو بہت دن تک کنواری رہی کیوں کی زہارت گاہ رہا۔

وہ اسی قابل تھی۔ !

~~~~~ (✽) ~~~~~

سالانہ چندہ مبلغ تین روپیہ نہ دیے ہوئے اور ڈر بھیجتے وقت کو پیسہ پانچ

نام و پتہ صاف اور خوش خط لکھیں :

نوجوان نے گھبرا کر جواب دیا: میرے لئے شہنشاہ نے کیا سزا تجویز فرمائی؟
شہزادی نے کہا: تمہیں کوئی سزا نہیں دے سکتا، تمہارے قصور جو
شہزادی اور نوجوان کو یکے کے بعد دوسرے اور شاہی افسلیں کے مبارقاں رکھنے
پر مشیر کو دونوں ملک شام کا کھن دوانہ جو گئے۔ قصر ریل سے بہت دور پہنچ کر صبح
ہوئی، شہزادی کے خساروں پر سینیہ دھلا کر رکھا
”کیا میں ان پھولوں سے تمہارے موٹے چہرے کو نکال سکتا ہوں؟“ نوجوان پجاری نے شہزادی
کے حلقہ آلودہ رخساروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”تم شہزادی نہیں، پھولوں سے رس بھیج سکتے ہو۔“ لڑکی نے جواب دیا جو
گھوڑے کو اوڑھ لگائی اور دونوں گھوڑے سے جاے باقی کر گئے۔ محبت کی کاپی پنا
کام کی ہی تھی اور دونوں دن شوق کے سہارے بڑے چلے جا رہے تھے

اگرچہ حسن و نسواں پیشہ لشکر سے انجینٹ

تو دل گرفتہ بادشاہ کی عشق تہذیب نیست

اور یہاں تو خود بھی عشق کی رہبری کر رہا تھا۔

قصر ریل کے شراب نوشی اصدات کے چہرے صبح بہت دیر

سجکل

|||

ملز
جناب شہزادہ کو الی بی ہے

سچ کج کسی سے مجھ کو محبت ہے اسجکل
ساقی کی مست مست عنایت ہے اسجکل
مجھ کو یہ قسم کسی شکایت ہے اسجکل
سہام و شراب مجھے رغبت ہے اسجکل
اک بت رسم و راہ محبت ہے اسجکل
اُن کی نظر میں شرارت ہے اسجکل
گو خود کو بھول جانے کی عادت ہے اسجکل
جو وقت بیت جائے غنیمت ہے اسجکل

دل مضمحل ہے، روح کو وحشت ہے اسجکل
یہ جام، یہ شراب، یہ ساغر، یہ چاندنی
رہتے ہو کس لئے مری نظروں کے دور دور!
جیسے غم حیات گھبرا گیا ہوں میں
رہتا ہوں مست مست کسی کے خیال میں
دل کیوں دھڑک رہا ہے، خدا خیر ہی کرے
میں بھول جاؤں آپ کو یہ تو محال ہے
ہلکی سی چاندنی میں کسی ماہ و ش کے ساتھ

میں کر رہا ہوں شام و سحر تیرا تذکرہ!
کتنی حسین میری عبادت ہے اسجکل

جسم پر سچ کر کہ یہ پہلی سانس کے کمرے سے لگائی ہوئی تھی۔ ڈیک کی آغوش کے سپرد کر دیا۔

ڈیک نے شرح ہوا پر کی کوڑے سے سمجھ لیا اور سچوڑی کے ہانڈوں کی کشش پر غالب آکر اس کے قد میں بلیک اپنٹب ملائی۔ روزی کے منہ سے جھین لگی گئیں۔ وہ اپنا منہ اچھٹکے یاں میں چھپاتی رہی لیکن شکار صیاد کے چکل میں تھا۔ آہ روزی نے اپنی پہلی کی گھلا پنا بعل صحت گھولیا تھا۔

روزی کی چھیننی سکر فوراً دوازے کے پٹ زور سے کھول کر خواہاںوں کا دخل جوئی۔ اور گرج کر کہنے لگی۔ "کیا شیطنت ہے؟ کیا تمہاری پار سائی ہے؟" آج تم جو صحت ثابت ہو چکے ہو۔



ڈیک کا انتقال ہوئے کی سال کا عرصہ ہو چکا تھا۔ اسے ایک شہر تاجر نے جس کی بیوی کے ساتھ ڈیک نے زبردستی محبت کی ایک رات بسر کی تھی مار ڈالا تھا۔ اب فوراً تمام شوہر کے خجے سے ہمیشہ کے لئے رہائی پا چکی تھی۔ اس بے مروت کی نفرت ہو چکی تھی۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ مروت سے سخت انتقام لے گی جس طرح اس کے شوہر نے بیٹا اٹھ زون کی زندگیاں تباہ کر لیں۔ اس طرح وہ بھی ہمیشہ مروت کو تباہ کر کے رہے گی۔

چنانچہ شوہر کو وفات کے بعد وہ طرح طرح کی بھڑکیلی پوشاکوں کے ساتھ سڑکی کے پیرتین جلسوں میں داد ناز دلا دینے لگی۔ اس نے اپنی ہر رنگام سے سوسٹو بڑوں پر محبت کے دوسرے ڈالنے شروع کئے۔

وہ ہر لونچوں کے ساتھ چند دن تک بے پناہ محبت کرتی لیکن اس کے بعد جب اس کی محبت کا ٹانگ کسی خوب روٹو جوان کے دل کو پوری طرح ڈوبا، اور وہ میرا اور دلہانہ ہو جانا تو وہ اسے بڑا پتا چھوڑ کر اپنے باپ کی کسی دوسرے عاشق کے گھر کے لئے اور اپنے مروت کی تیسرے عاشق کے کتاب چوٹوں کے لئے وقف کر دی۔

میکلڈوں فوجیوں کے لڑوں کو یہ بے رحم ناگن ڈس مپا تھی۔ میسوں خود کشی کر چکے تھے اور متعدد اب بھی اس رشتہ شہر محبت استوار کرنے کی لگ رہے تھے۔ اب ایک مری شہزادہ سے بادی ہوئی شہزادہ سمجھی سے اس پر حملے کی خاطر فوراً پہلی روزی کے ایک شاندار ڈیزیا اور اس میں فوراً لا تعداد شہزادہ سمجھے کر لیا گیا۔ اس ڈیزیا بہت بڑے بڑے ڈیکلڈ شہر کے امراؤں و سامرک سچو لیکن ان سب میں ممتاز ترین شخصیت نوجوان شہزادہ کی تھی

نوجوان شہزادہ کے چہرے سے شجاعت چمکی تھی اور آنکھیں اس قدر خوبصورت تھیں کہ شہر میں ہوئی معلوم ہوئی تھیں۔ چوہنی اس کی آنکھیں غلور کی خواہش آنکھوں کو چار چوٹیں۔ اس کے دل میں کج الفت نور پاشیاں کرنے لگی اور اس کے ناخبرہ کاروں کی ناخبرہ بات کو صبح سمندر میں بھجولے کھلنے لگی

فوراً بہت جلد شہزادہ سے گئے دل لگی۔ بڑی بے تکلفی اور دلچسپی کے ساتھ اس سے باتیں کرنے لگی اور لگا رہی تھیں اس کی بہت بڑھاتی رہی۔ رخصت کے دن فوراً شہزادہ سمجھے سے نہایت تباہی کے ساتھ ساتھ تھاپا اور کہا۔ "مجھے امید ہے کہ آپ ہمیشہ سے ملے رہیں گے اور مجھے بھی نہیں سمجھیں گے آپ آج اپنی زندگی اور اپنے خوبصورت ملک کے حالات سنا کر مجھے اپنا اور اپنے ملک کا راز دینا چاہیے۔" تصور ہی تصور میں، میں آپ کے ساتھ آپ کے ملک میں جا رہی ہوں اور مجھ کو معلوم ہوتا ہے جیسے میرے کسی خوبصورت مرغزار میں ہم دونوں ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہیں۔

شہزادہ مزاح رکھنے والے شہزادہ نے بڑی گرم چوٹوں کے ساتھ اپنی محبوبہ کے ساتھ دعا فرمائی اور وہ وہاں پہلے گئی۔



شہزادہ سمجھے پہلے چوٹوں کے شاندار کمرے میں پہنچا تو اس کا دل اپنی محبوبہ کی یاد میں جا ہی بے سبک طرح تڑپ اٹھا۔ وہ رات بھر قدیم مصر کے عشقیہ گیت لاتی رہا۔

اب شہزادہ سمجھے نے موقع بے موقع فوراً سے ملنا شروع کیا محبت کی باتیں روز بروز بڑھنے لگیں۔ ایک دن ایک عظیم الشان فصل رقص منعقد کی گئی، اس فصل رقص کے تنظیمین نے ناچ ہال کے کمرے چھوٹے چھوٹے طبلہ گوتے بھی مہیا کر رکھے تھے تاکہ جوان نوجوان تھکنے کے بعد وہاں بیٹھ کر سہل سکیں۔ شہزادہ سمجھے اس ناچ میں مدعو تھا اور فوراً بھی!

ناچ شروع ہوا۔ رنگ برنگی پریوں کی بے جا بازو نکات، اصغر بہرہ جموں کی محبت طلب چمک کر میسوں کی آنکھوں نے ناخبرہ کار سمجھے کے جذبات کو یہی طرح براہ کھنڈہ کر دیا اور جب دوران رقص میں غلور کی چمکی آنکھوں نے شہزادہ کو دعوت محبت دی تو وہ اسے ایک گوشے میں لے گئے۔

غلور کے رقص کی چھت اور خوبصورت لباس نے اس کے جسم کے جس کو چار چاند لگا رکھے تھے۔ اس نے اپنے مری عاشق کو مغرور کرنے کے لئے ایک عجیب قسم کی

نوشہ اپنے پاس سے لے کر کھیتی جی کی لڑکیاں اسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھیں۔ بکھرے ہوئے خضار و محبت طلب جذبات کھڑاوانی سے متاثر ہے تھے عویاں پڑیاں نور نور شہیدہ کو شہر میں تھیں اور شہریت کے خاص جذبات اس کی ہنستی ہوئی آنکھوں میں رقص کر رہے تھے۔ صبحی نے فلور لک کر میں ہاتھ دلاس کی خوبصورت آنکھوں میں نگاہیں ڈال کر کہا تمہارا سرخ و سپید رنگ گلاب کے پھولوں کو مات کر رہا ہے۔ تم ایک آسمانی نور ہو میں تمہیں نہیں بتا سکتا کہ مجھے تم سے کس قدر محبت ہے۔ میں تمہیں اپنی شریک حیات بنانا چاہتا ہوں اور تمہاری غلامی میں جبریت مارنے کے لئے تیار ہوں تم میری ملکیت اور میں تمہیں اپنے حوالہ مصروف ساز گا۔

مجھے کمال خیال تھا کہ محبت کا جواب سے محبت سے دیا جائیگا اور کچھ اس کا مجھ پر اس سے شادی کر کے قطع فیصلہ کرے گی لیکن فلور دل میں سوچ رہی کہ کچھ میں آگ شعلوں سے کھیل رہی ہوں کہیں یہ آگ مجھے اور میرے منصوبے کو راکھ نہ بنادے۔ چنانچہ اس نے فوراً اپنے دل میں فیصلہ کر لیا کہ اب اس کھیل کو ختم کر دینا چاہیے۔

وہ اپنی آنکھیں منہ کے شعلے پر مار کر کہنے لگی: کیا تم ایک لمحے کے لئے خیال کر سکتے ہو کہ میں ایک لے دی سے شادی کر سکتی ہوں؟

صبحی کی مضبوط گرفت فوراً ڈھیل ہو گئی۔ اس کے دل کی عین ترس گہرائیوں سے ایک ہلکے اور ہونٹوں پر لگا ہوا پس پای لگی۔ اس نے اپنے بازو فلور کی کمر میں سے ہٹائے۔ وہ بے حس و حرکت کھڑا ہو کر کہنے لگا: تو کیا وہی تم مجھ سے شادی نہیں کر سکتیں؟ فلور میں نے اپنی عزت تمہارے تودوں پر بنا کر رکھی ہے۔ تم مجھ سے شادی کر کے صرف میری آنکھیں ہلکا کر دینا سب سے زیادہ سنگین کام ہے۔ میں تمہیں ایسے مجھے بے شمار نادار و نایاب جواہرات دے سکتا ہوں جو کسی انگریز حکومت نے خواب میں بھی نہیں دیکھے ہوں۔ یہ سب بچے پوشیدہ خزانوں میں جواہرات کے سینکڑوں ہزاروں ہونگے۔ وہ سب تمہارے ہو گئے۔

فلور اپنی کمر لپی پر کھڑک لگا لیا۔ اگر دنیا کے تمام مونیٹ تالار و جواہر اور تر بہیں ہائی راجا ہوں تب بھی میں تم سے شادی نہ کروں۔ گردوں کو کاٹنے سے کیا واسطہ؟ صبحی ایک لمحہ ہلکے سے ہلکے جھک کر بولا: کیا تم اتنی مدت تک مجھے محض بیوقوف بنانا چاہیں؟ کیا یہ سب مذاق تھا؟ کیا یہی تمہیں لڑکیاں اس قدر بونا اور فریاد دیتی ہیں؟

فلور بڑی روکھا سے بھلی۔ ہاں یہ سب مذاق تھا۔ سب لگتی تھی شہزادہ صاحب جوش کے اندر لیجئے۔ آؤ آپ کی عقل کہاں گئی؟ ہم گوری قوم کی لڑکیاں کا لاگو سے شادی نہیں کر سکتیں۔ یہ ہماری بے عزتی کے مترادف ہے۔ وہ اپنے منہ سے کچھ اور بھول بھی برساتی لیکن صبحی کمر سے باہر نکل گیا اور فلور میں بیٹھ گیا۔

آؤ ایک رشتہ کی قیاس دہاں پہنچا اور فلور اس کے ساتھ نہ چپے لگی۔ اور فلور نے وہ دن رقص میں محبت کا بانا مار کر رکھ رکھا تھا۔ اور صبحی اپنے ہونٹوں کا کھونڈنے فلور کے نام ایک خط لکھ رہا تھا۔ اس خط میں اس نے اپنی تمام محبت کا اس قدر دردانگہ زلفہ کھینچا تھا کہ صبحی سے فلور نے پڑھا تو اس کی ہر ہڈی آنکھوں میں بھی آنسو لگنے لگی۔

وہ صبر خط اس نشانی سے بچے نام لکھا جس میں اپنی محبت اور نادمہ داری کی داستان صاف صاف لکھی تھی۔ اس دنوں خطوں کو اس نے خود ڈاک میں ڈالا۔ اس کے بعد اپنے کمرے میں آیا اور پتھری لگا لگی اپنی کہیں سے سچا کر کہ ہمیشہ کی نیند سو گیا۔

شہزادہ صبحی کی خود کشی کے واقعہ کو ڈیڑھ سال گزر چکا تھا۔ سوسائٹی لوگ صبحی کے غنا کی تمام یادوں سے فراموش کر چکے تھے۔ فلور کے دل میں کبھی درد کی ٹیمیں نہ اٹھتی تھیں۔ صبحی کی یاد نے کسی اس کی دل کو خروج نہیں کیا تھا۔ اور فلور کے آسمان محبت پر ایک ترسارہ طالع پڑا۔ یعنی ہار لکھنے نامی ایک شخص اُسے محبت ہو گئی۔

ہار لکھنے ایک نہایت نیک دل لڑکھڑائی تھا۔ عورتوں کے غم سے اسے متاثر نہ کر سکتے تھے۔ وہ ایک با اصول اور خود راہ آدمی تھا۔ اس پہلی ملاقات کے بعد جب فلور گھر پہنچی تو اس کے معاملے میں اپنی خامیوں کو محسوس کرنے لگا۔ وہ حیران ہو رہی تھی کہ دنیا میں ایک ایسا آدمی بھی ہے جو اس کی اوڑھن پر دیوانہ وار رہا نہیں دیتا۔

فلور کی بعض خوبیاں وہ جسے ہار لکھنے جیسا خود راہ آدمی بھی متاثر ہوتا گیا۔ ہر حال جب فلور اس کے سامنے آتی تو اپنے آپ کو اس طرح گھجھتا ہوا محسوس کرتی جیسے آگ کی گرمی سے موسم بگھل جاتا ہے۔ وہ بار بار سوچنے پر مجبور ہو جاتی کہ اس نے اپنی زندگی کے کئی سال ضائع کر دیئے ہیں۔ وہ سوچتا کہ اگر اس کی زندگی کے گزرنے سے جوئے سال بھی ہار لکھنے کی ایک سسٹم میں بسر کرتے۔ وہ اپنی زندگی کے فائدہ مند حصے پر بار کھانسیوں کی لڑکیاں چوم جاتی

قلمرو کے ملک موصوفی آبادی کے ایک لاکھ نو اسی ہزار ہیں۔ پارکٹس اپنی بیوی کے ساتھ نو گلوں کا گروہ لے کر چلے گئے۔ چوتھے پہلوؤں کے خلاف سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ سرسبز وادی جنت کا سماں پیش کر رہی تھی۔ فلور کا گروہ میں ایک خوبصورت بچہ بھی تھا جو ستارے میں کھلے حسین و جمیل منہ فلور اپنی طرف کے کھینچنے میں اتنی خوش نہ ہوئی تھی جتنی آج کل تھی۔

پارکٹس نے فلور سے کہا کہ برطانیہ کے سیاسی وفد کا طرف سے میری طبی کا پروانہ وصول ہوا ہے۔ میں اور دو سرے ارکان وفد ایک ایسے جگہ جا رہے ہیں جہاں ابھی تہذیب جدید نے قدم نہیں رکھا۔

فلور ابلی: میں بھی تمہارے ساتھ جاؤنگی۔

پارکٹس نے کہا: پیارے فلور! یہ سرفرہبت خطرناک ہے۔ میں تمہیں اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا۔

فلور نے جواب دیا: اگر تم مجھے ساتھ نہ لے گئے تو میں زیر کھانوں گی۔

پارکٹس نے سکارو جواب دیا: لیکن بچہ کس کے پاس رہے گا؟

فلور نے جواب دیا: اپنی جان نثار ایک کے پاس۔ وہ خود دریا میں لگا کر بچے کو گولی گزند پہنچے دیگی۔

پارکٹس کچھ سوچ کر بولا: اچھا! میں تمہیں ساتھ لے جاتا ہوں لیکن تمہیں فلو کو کہہ دیا کہ تمہیں اتنی معینیاں اٹھانی ہیں تم میری محبت میں ثابت قدم رہو گی۔

فلور اس کا طرف دیکھ کر سکارو کی

دونوں سرفروں پر دانا ہو گئے۔ دو ماہ تک عرصے کے ریگستان اور جنگلات میں گھومتے

سے۔ اس کے شوہر کا سفر نہایت شان و شوکت سے طے ہوتا تھا۔ اگلے اس کی

سوار ہوئی تھی اور پیچھے پیچھے سارے راستے اور دو سرے نوکر۔ اور یہ سب اس لئے

تھا کہ وہ اپنی حکومت کا رعب و دبدبہ بھاری ہو جائے۔

فلور ابھی سفر میں نہایت پرشکوہ لباس زیب تن کرتی تھی جب بڑے بڑے

سرفروں اور شہسازوں سے دیکھتے تو حیرت و استعجاب ان کے منہ کھلنے کے لئے

رہ جاتے۔

ایک نئی میاں بیوی شام کے وقت اپنے دباہاری خیمے سے باہر بیویں پڑ بیٹھے

تھے کہ پارکٹس نے فلور سے کہا: تمہاری شان و شوکت مجھے سے زیادہ ہے۔ کیونکہ ان

قبیلوں کے لوگ باقی تو مجھ سے کہ تمہیں دیکھتے تمہاری طرف رہتے ہیں۔ ان کے

کان اس قدر متوجہ نہیں ہوتے جتنی ان کی آنکھیں ہوتی ہیں۔ میری محبت عملی ایتنا

ایکے غرضت کی بغیر اسی سے مجبور ہو کر فلور نے پارکٹس سے اپنا حال دل کا کہہ دیا اور اسے بتا دیا کہ ایک عرصے میں موت کو تنہا ہی زندگی میں کسی کیسے پہنچا کر اسے سنا کر بچا تھا۔ پارکٹس نے جواب میں کہ محبت کی بغیر اسی دیکھی تو اس نے سکارو اس سے شادی کا درخواست کر لی۔ فلور کو دیکھا کہ اسے سکارو کے وہ خطرناک من سے باخبر بن میں جا پہنچی ہے۔ آج اس کا مست کون کا کون سا شہزادہ تھی۔

پارکٹس نے دوبارہ کہا: فلور! مجھے دنیا میں بہت کام کرنے ہیں۔ میں جا رہا ہوں کہ کوئی مجھ سے زندگی کی روح پہونکت سے۔ مجھے یہیں محسوس ہوتا ہے جیسے تم مجھ میں مل کر روح پہونکتے کی طاقت رکھتی ہو۔

پارکٹس نے یہ الفاظ نہایت غلوں اور محبت کے ساتھ کہے اور فلور نے بھی محبت میں دفعتاً چوٹی آواز سے جواب دیا کہ سچاں و دل سے نیا دہ پیار سے محبوب اگر میری کوئی غرض نہیں ہے تو زندگی اور عمل کی روح پہونکت کہتا ہے تو میں اپنی جان اور دل دونوں تم پر ناکر نہ کے لئے تیار ہوں۔ میری روح، میرا دل اور میرا جسم تمہارا ہے۔ کاش میں تمہارے کام نہ کرے۔

جب فلور نے یہ فقرات کہے تو اس کے چہرے پر کیلیا سا آسمانی نور برس رہا تھا کہ پارکٹس جیسے سنجیدہ اور مغرور آدمی کا دل بھی لطیف جذبات پر زیر ہو گیا۔ آج کل اس کی

کسو محبت کا اظہار محبت کا کسر نشان سمجھا تھا مگر اب وہ فلور سے کہنے لگا: فلور! تم میرے شہساز کی مانند ہمارے ہو۔ تم نے مجھ جیسے سگدل انسان کے دل میں عشق کی روح پہونکت ڈال دی ہے۔ میں اپنے مستقبل کو درخشاں بنانے کے تعلق بہت ممنوعہ باندھ

رکھیں۔ اگر تم میرا ساتھ دو تو کچھ عجب نہیں کریں اپنے آپ کو تمہارے لائق ثابت کر سکو لیکن اگر تم نے مجھ سے جو فائدہ تو میرا نانا آئندہ ہمیشہ کے لئے مجھ پر کیا

فلور نے جواب دیا: پیارے پارکٹس! میں نے اپنا دل تمہارے مقدس قدوس پر رکھ دیا ہے۔ میں تمہاری بیوی بن کر نہیں بلکہ تمہاری بیوی بن کر رہوں گی۔

اس وقت فلور کے تار کیوں لگا کر شہساز سے اپنا پائے عشق کے نور سے نرانا ہو گیا۔ شوق و راضی، تعیش و بناؤں اور کچھ حس کے جذبات سے اس وقت اس کا دل

غلی تھا۔ اس وقت محبت کے نور کا ہوش سے اس کا دل ہلکا ہوا۔ وہ دم و دل کا کچھ جگہ تھا۔ اب وہ صبح معنوں میں محبت ہی محبت تھی۔ اس کے گال و پیشانی پر کھڑکیوں کے گالوں کی طرح شرم

سے سرخ ہو رہے تھے۔ اور اس کی آنکھیں اپنے پچھلے گناہوں کے احساس سے کم لگتی ہو رہی تھیں۔



ان لوگوں پر ہنسنا آج بھی، میں کم سے کم ٹاٹ بنا دیا جاؤنگا یا کوئی اور بڑا اعتراض کر دینگا۔

یہ سن کر فوراً کے خوبصورت جسم میں سنسنی دوڑ گئی اور اس نے اپنی نگاہیں آسمان پر بکھرے ہوئے ستاروں پر جمادیں لگا دیں۔ ایک پاکستنی چونک کر کہنے لگا۔ "اوپر مجھے بخوڑی دیر تک یہاں کھیل دینا ہے۔ ایک خطرناک جگہ، مانی میں جانے والا ہوں اس راجہ صافی کا حکمران، حکومت کا باغی ہو گیا ہے۔ اس کا یہ کہنا بہت مزیدار ہے، انکسوس ہے کہ مجھے دو تین دن قہر سے سوتا رہتا ہوں۔"

فوراً نے بھی بولنے کے لئے اور کیا لیکن پاکستان نے اسے سمجھا دیا کہ "پیاری باغیوں کے علاوہ یہ جہاننا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ میں بہتیں ہرگز گنہگار نہیں ہے جا سکتا۔ وہاں تمہاری عزت خطرے میں پڑ سکتی ہے۔" اس کے بعد پاکستان نے اپنی محبوبہ کے مونٹوں پر اودامی موسم ثبت کیا اور گھوڑے پر سوام کو رات کی تاریکی میں خا۔ ب چو گیا۔

رات گز گئی اور دوسری صبح، رات کے قریب پاکستان کا دانا دلور کو صبحی فوراً کے پاس آیا۔ اس وقت وہ بیسنے میں مشغول تھا اور سخت گھریا ہوا تھا۔ آتے ہی اس نے کہا کہ "محب گھوڑے سے گر پڑے ہیں اور ان کا اپنا ہاتھ زخمی ہو گیا ہے وہ تم پر نہیں سکتے تھے، انہیں زانیہ پیغام بھیجیے کہ آپ فوراً آئیں۔ میں صغیر کے لئے ایک منگوا بھی لے آیا ہوں تاکہ جلد سے جلد پہنچ سکوں۔"

فوراً اٹھ کر جلدی سے تھکے کے اندر گئی اور باس میں گر گئی وہیں جا بیٹھی۔ گھوڑے پوری رفتار سے بھاگنے لگے۔ کوئی دھمکنے کے سفر کے بعد گاڑی رک گئی ملازم نے پتھر سے تھکے تھکے تھکے لایا اور کہنے لگا۔ "میں صغیر کو صغیر پڑ رہی ہے۔ آپ بخوڑی ہی شراب پی لیجئے تاکہ مری کوئی اثر نہ کرے۔"

فوراً نے ملازم کے ہاتھ سے گلاس لیکر بلندی پر لی۔ بخوڑی دیر بعد اس پر غیظ طاری ہونے لگا۔ زیادہ دیر نہیں گندی تھی کہ وہ خفا مل گئی۔

جب فوراً بیدار ہوئی تو اس نے شکس کیا کہ گاڑی کے پیڑوں کا کھڑکھڑاہٹ اور گھوڑوں کی ٹانگوں کی آواز نہیں سنائی دے رہی۔ بلکہ طرفت خاموشی چھاری ہے۔ اس کا سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ وہ کہاں ہے۔ اسے اپنے چاروں طرف پر سے ٹکے چھٹے نظر آئے جن سے وہ صحنی دھندلی روشنی میں شاعری انداز پر تھیں۔ اس کے اس کے ایک کونے میں سبز روشنی والی ایک لمب پل سل تھا۔

ساتھ کے دروازے میں ایک سفید اور لمبی ڈالسی والا سبھی بڑھا کھڑا تھا اس کے چہرے سے شامزدہ بچکا تھا۔ فوراً اس کا رعب درد بدیدہ دیکھ کر گھبرا گیا اس کی زبان صوفیہ کی کہ "میرا شوہر کہاں ہے؟"

بڑھے نے جواب میں صوفیہ کہا کہ "مجھے تمہارے شوہر کے متعلق کچھ نہیں ہے۔ فوراً کمر سرنگا لیا اور وہ صوفیہ پر گئی۔

بخوڑی دیر بعد فوراً کچھ کچھ صوفیہ پر گئی۔ "تم کون ہو؟" یہ سوال پوچھ رہے تھے ایک قہقہہ لگایا اور نہایت مسخیدگی سے بولا۔ "میں یہاں کا حکمران ہوں۔"

یہ سنا فوراً کی سمجھ میں نہ آیا۔

بڑھا کہنے لگا۔ "گوری صوفیہ اس اُس نوجوان کا باپ ہیں جسے تیرے غمروں اور داؤدوں نے موت کے حادثہ آمار دیا جس کا ساتھ تو نے غیبت میں غدار کی کیا اب تک انتقام کے موقع کی تاک میں تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ مجھے میری زندگی ہی میں اپنے طغیان جگر کی تالہ سے بدلہ لینے کا موقع مل گیا۔"

فوراً کئی سال سے شہزادہ مہجی کی خودکشی کے واقعہ کو زاموش کر چکی تھی۔ حیل سے محرم ہو کر وہ اس کے باپ کے جنگل میں ہے تو اس کی روح فنا ہو گئی۔ دلچسپی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی لیکن اس کے قدم ڈنگارے تھے۔ اس نے اپنی جوتی اگل میں کہا۔ "تمہارا کیا مطلب ہے؟ تم مجھ سے مذاق کر رہے ہو یا کیا تم نہیں جانتے کہ یہ شوہر مشرپا پاکستانی گورنمنٹ کا....."

بڑھا حکمران اسے خاموش کر کے بولا "تو چھی طرح جانتی ہے کہ یہاں بیٹا بڑا نیک و شریف تھا لیکن اسے ظالم صوفیہ نے اسے بڑا اور بیوقوف بنا دیا۔ اسے وقت کی موت مار ڈالا۔"

فوراً نے کھڑکی پر ہونے والی زبان سے جواب دیا "مگر میں نے تو اسے نہیں مارا اس شخص کو کشتی کیا۔"

بڑھے حکمران نے اس کی کلائی کو مضبوطی سے پکڑ کر اسے صوفیہ پر اسٹا لیا اور کہنے لگا۔ "تو جھوٹ کہہ رہی ہے۔ جیسے اس کا کھٹا ہوا آخری خط موجود ہے میں اس کا ہاتھ پتھر لیتا ہوں کیونکہ اس نے عمر بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا۔ اس نے اپنا دل تیرے قدموں پر رکھ دیا۔ اس نے اپنی عزت تیرے خدایاں قدموں پر تار کر دی۔ لیکن تو نے اسے کالہ کی کہہ کر ٹھکرا دیا۔ تم کالے آدمی بھی دل دماغ کھتے ہیں، جب تو ولایت میں تھی تو میری طرف تیری ہر حرکت کی نگرانی جوتی تھی۔ ایک

دن مجھے اطلاع موصول ہوئی کہ تو نے لندن میں ایک شریف نگر یہ کہ اپنے بھتیجے
میں بھنسیا ہے۔ میں نے اس انگریز کا حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ عترت
فارہ اسے دلا ہے۔ میر خوشی کی انتہا نہ رہی۔ مجھے یقین ہو گیا کہ اب میر کا انتقام
لینے کا وقت آ گیا ہے۔ چنانچہ جو وہ میرا پوتا تو اس کے لوگ کو رشوت دی گئی اور وہ
تجے بند کاری میں جتا کر یہاں لے آیا۔ اب میر کا کام تکمیل کو پہنچنے والا ہے۔

فلور نے خود وہ ہو کر پوچھا: اب تم مجھ سے کیا سلوک کر گئے؟
بڑے حکمران بولا: جیسا سلوک جاہلوں کا کروں گا۔ اسے دیکھ کر پھر تو میر
ہاتھوں میں ہے، چاہے تجھے زندگی کی شہر کی ہٹنی پر رہنے، دل چاہے مل کیسٹیک
دوں۔ اسے گندل عورت سی، اچھا بیٹے سے اس قدر محبت تھی کہ تجھے
دنیا میں کسی سہی سے اتنی محبت نہ ہوئی ہوگی۔ اہ میرا پارلشیا!

بڑے حکمران کی آواز میں انتہائی سوز اور غم تھا۔ وہ ادھر ادھر رہتا ہی سے ٹپٹنے
لگا۔ کچھ دیر توقف کے بعد وہ بولا: ادباً کا عارف تھی، اسی محل کے ایک دوسرے
کمرے میں تیرا شوہر موجود ہے۔ وہ بہت نیک اور شریف معلوم ہو سکتا ہے۔ وہ
نہ جلتے کیونکہ تیرے پیچھے میں بھنسی گیا۔

فلور افسوس کا نام نہ کر سکتا تھا۔ جو کچھ اس نے کہا اسے اس کے پاس
لے چلا۔

بڑے حکمران کو کہہ کر بولا: اسے عورت ان دیواروں میں بند کر دیتا ہے۔
تیرا شوہر اس محل میں ہے، اسے ابھی موت کی نیند سلا دیا جائے گا۔ میر سے کچھ کی طرح
اسے بھی دوسرے جہان کا سفر کرنا پڑے گا۔

فلور ابلی: لیکن تیرا شوہر تو گزشت کا بہت بڑا...
بڑے حکمران نے جواب دیا: یہاں کی کسی نہیں سہا سٹی میں چاہتا ہوں تیری
جان نہایت خدا ناک طریقے سے آہستہ آہستہ لوں۔ میر سے مضبوط اور زبردست
ہاتھ تیرے سر میں لگاؤ گھونٹنا شروع کر دیں گے۔ تیری آنکھیں باہر لگیں گی۔ تیرا
چہرہ خون ناک ہوتا ملے گا۔ یہاں تک کہ تو مر جائے گی۔ میں تیری جان لینے کا یہ
خون ناک منظر اچھا لکھوں گے دیکھنا چاہتا ہوں۔ لیکن ممکن ہے کہ تجھ کو بھی کسی سے
بچی محبت ہو، اس لیے کسی کا تیرا شوہر تیرا تو فوڑ دیکھا جائیگا لیکن اگر تو اپنی جان
اس پر قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائے تو وہ بچ سکتا ہے۔ تو بہت خوبصورت
ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ تیری شکل صورت کو اس قدر بگاڑ دوں اور اس قدر
خون ناک بنا دوں کہ دنیا تیری طرف دیکھ کر ڈر جائے اور کوئی تیری طرف نگاہ نہ اٹھائے

بہاؤ شاہ کے ادھر آگیا کہ بڑے حکمران نے فلور کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے گھسیٹ کر دیوں
کے اندر لے گیا۔ کمرے کے ایک کونے میں ایک بڑی سی انگلیوں رکھی تھی جس میں کچھ
دبک رہے تھے۔ دو خون ناک سیاہ فام عورتیں اس کے دو طرف سے اسٹانڈنگ تھیں
تیار کر رہی تھیں۔ بڑے حکمران نے ان عورتوں سے کہہ کر کہا: اپنا کام
شروع کرو!

ایک عورتی نے فلور کو بائیں کچھکرا کر اس کے سر کو زور سے چھپکھپکھایا۔
دوسری نے گوتھی میں سے لہو کے دو کپڑے ہونے سے اسے سلاخیں لگائیں اور انہیں فلور
کے پھول سے متاثر کرانے کے لیے آیا۔ فلور کو جب ان سلاخیوں کی گڑھی محسوس
ہوئی تو وہ چلا چلا کر کہنے لگی: خدا کے لئے مجھے چھپو۔ خدا کے لئے چھپو۔
بڑے حکمران نے کہہ کر جواب دیا: کیا اس وقت خدا یا دہ خدا جو نے
میر سے اکلے پیچھے کرنا کیا تھا۔ معون عورت کیوں اتنا نہیں کر سکتی یا دیکھ
اگر تو یہاں سے چل کر اپنی گشتی تو تیرا شوہر زندہ نہ رہے گا۔

اس کے بعد جواب دہارہ نے اس کے سر سے اس کے سر سے لائی گئیں تو اس
نے کہا: میری جان، خون ناک طریقے پر لینا چاہتے ہو، لیکن میرے شوہر کو
چھوڑ دو۔

بڑے حکمران نے دوبارہ کہا: نا ادا عورت! اس پر میرے ہاتھوں میں
کوئی فیصلہ کرنا نہیں۔ چاہے تیرے بچے کی سلاخیں اس کے زخموں کے پاس
لائی گئیں لیکن ہر مرتبہ اس نے یہی کہا کہ میرے زخموں کو ان سلاخیوں سے داغ دو۔ میری
جان لے لو لیکن میرے شوہر کو چھوڑ دو۔

جب پوچھی مرتبہ فلور نے یہی فحشہ دوبارہ بڑے حکمران کے کہا۔ فلور اب
تیرا دل اہتیرا رو چہ پاک ہو چکی ہے۔ میں تیرا قصور معاف کرتا ہوں اور تجھے
آزاد کرتا ہوں۔

فلور نے جواب دیا: لیکن میں اپنے شوہر کی جان کا عرصہ اپنے لئے آزاد نہیں
خود نہ چاہتی۔

بڑے حکمران نے جواب دیا: تیرا شوہر آزاد ہو چکا ہے۔ اسے نہایت حفاظت
کے ساتھ اس کے کیمپ میں پہنچا دیا گیا ہے۔ تو اب خود یہاں چل جا اور اس کے تیرے پیچھے
دل کو لکھیں۔ لیکن یہاں ہمیشہ یاد رکھنا کہ جذبات انتقام کے کسے وجود ایک
"کالا دی" بھی کسی صورت ان کر سکتا ہے۔ فلور بڑے حکمران کے قدموں پر گر پڑی اور
رودہ کو اس کے اپنے قابل معافی بردہ کی معافی مانگنے لگی۔ بڑے حکمران نے اسے اٹھا کر

اپنے سینے سے لگا لیا اور اسے بڑے حکمران کے پاس لے گیا۔

جوشِ شباب

نہوں جگر کو زینتِ داماں بنائیے
جہانے بھی دیکھے کوئی مجبور ہے اگر
ابھائیے قربِ لبوں سے قریب تر
برکھائی رُت میں لطف بہاؤ شباب ہے
ایسے میں کاش ہی کو غم خواں بنائیے

قریب بتنادیے جارہے ہیں
یہ ہے حاصلِ دید دیکھے تو کوئی
تو فتح کتنی جن سے ستم کی جھنک کی
مرے گھر میں آئے کوئی گستاخ و گریاں
پچھے میں وہ بن کر ذرا دیکھنا تو
پسند آگئی ہم کو گوشہ نشینی
تصویریں ہے لگا ہوا ہیں
نکلے ہیں ہوا شک لکھوں سے ہم

وہ رنگیں اشارے کئے جارہے ہیں
تصویریں تجھ کو لئے جارہے ہیں
وہ کیوں رحم سجدے کئے جارہے ہیں
تجھے آج دھوکے دیئے جارہے ہیں
خدا کی کے جلوے لئے جارہے ہیں
تجھے یاد دل میں کئے جارہے ہیں
وہ خود تجھ سے مجھ کو لئے جارہے ہیں
تجھے کاش رسوا کئے جارہے ہیں

ترجہ
عزیز مس کاش ایم ہے (کاپوٹی)

عزیز مس

حسنِ فصول طراز کو تاباں کئے ہوئے
جی بھر کے آج رونے بھی دئے مجھ کو بخشش
یہ کون آ رہا ہے قیامت کے سبب میں
ظلمتِ غضیب گوشہ خلوت میں شامِ غم
نغمہ نہ پوچھ مجھ سے محبت کے واردات
بیٹھی ہوں خود کو بے رُس ساماں کئے ہوئے

دل کی بے اختیاریاں تو بہ!
وہ کھلے بال تیرے وقتِ خرام
چشمِ میگوں کی یاد میں ہمدم
عشقِ مجبور، حسنِ بے پروا
اک مسلسل سی آگ سینے میں
وہ تیری یاد کی مرے دل میں
مٹ گئے ہم سے خیال نہیں
کس کو دنیا میں مل سکے گی پناہ
دل کھنچا جا رہا ہے اسے نغمہ

حسن کی جلوہ ساریاں تو بہ!
وہ تری حشرِ خیزیاں تو بہ!
رات دن بادہِ خواریاں تو بہ!
وقت کی جبر کو شیاں تو بہ!
مستقل شعلہ باریاں تو بہ!
دولہ خیز چٹکیاں تو بہ!
حسن کی بے نیازیاں تو بہ!
یہ جوانی، یہ مستیاں تو بہ!
تیری جادو بیانیہاں تو بہ!

ترجہ
عزیز مس کاش ایم ہے (کاپوٹی)



یکم اپریل ۱۹۴۱ء

لیکن نہیں مکان تو وہاں ہے، پھر شاید ان کے بیوی بچے آگئے ہوں، لیکن ان کے
تو صرف بیوی ہے اور ایک بچہ پھر یہ دو شیرازہ ان کی کون چھوکتی ہے؟ ممکن ہے
اس مکان میں کوئی دوسرا گھسے دلا گیا ہو۔ مگر نہیں سامان تو سب ان کے
صاحب ہی کا ہے۔

”ان کے صاحب نہیں ہیں“ ایک پہاڑی لڑکے نے باہر آ کر کہا

”کہاں گئے ہیں؟“

”بہیڑ!“

”بہیڑ! اک تگ تگ ہیں گے؟“

”ٹھیک معلوم نہیں“

”کچھ کہہ نہیں گئے؟“

”نہیں“

وہاں سے لوگ گئے تھے پھر پوچھا یا بدماش کہ ان کا کہہ کر اس نے دواڑہ پھیر
دیا اور میں اپنا سامنہ لیکر رہ گیا۔

۵ اپریل ۱۹۴۱ء

یا تو اتنا کام تھا کہ ان کے صاحب کے بار بار بلا بھیجنے پر بھی شکل سے نہیں
ہیں اکٹہ و باران کے ہاں جاتے کی نسبت اتنی تھی یا آج کل یہ جاننے کے باوجود کہ

وہ باہر گئے ہوئے ہیں، محض یہ پوچھنے کے لیے سے کہ آیا وہ واپس آئے یا نہیں

میں شکیل کے دو چار چکر روزانہ لگ جاتا ہوں۔ دماغ نے سمجھا یا بھی کہ آؤ

یہ کیا دیوانگی ہے مگر ان کا بننے والا تھا۔ اس کا تو دستور ہے کہ وہ پہلے حیلہ جوڑی

سے کام لگا کر اپنا ہوتا ہے اور جب اس میں اس کو ناکامی ہوتی ہے تو بغاوت پر

آتا ہے۔

میرا ایک پیر کر کے کاندھ اور دوسرا ماہری تھا کہ کیا کیت ک جانا پڑا۔
کر سے کوئی لڑکا بیٹھتی ہوئی تھی، ہاں لڑکا ہی تھیں، اس لئے کہ اس کی باقیہ حاصل
کی مراد اس کا معصومانہ انداز تھیں اجازت نہیں تیا کہ میں اُسے محبت کہوں۔

اس مکان میں حال ہی میں ایک صاحب آ کر مقیم ہوئے ہیں۔ وہ ایک انٹرنس

کمپنی کے چیف انسپکٹر ہیں اور چونکہ بہت خوش مزاج اور شریف آدمی ہیں اس
لئے میرا ان سے گہرا دوستانہ ہو گیا ہے۔ جب میں میڈیکل کالج میں ہاؤس سرجن

ہوں فرصت بہت کم ہوتی ہے۔ اس لئے تقریباً ایک مہینہ ہو چکا ہے ان سے
طاقت نہیں ہوئی۔ آج متواتر وقت نکال کر میں نے سوچا پیر و حافیت معلوم

کرنا چاہوں۔ ان کے صاحب تنہا رہتے ہیں۔ ان کے بیوی بچے دہلی گئے ہوئے ہیں

یہی وجہ تھی کہ پرانی عادت کے مطابق میں آج بھی بے دھڑل اندر چلا گیا کہ اچانک

میری نگاہ میں ایک شگفتہ شخص پڑ پڑا اور منہ سے اچانک نکل گیا۔ ”ارے!“

خیریت ہوئی کہ لڑکے نے سامنے نہیں، بس کوئی کتاب پڑھتے پڑھتے چھپکی

اگلی تھی میری نظریں وہاں لگتی دیکھ کر اس فتنہ خواہ پر بھی رہیں کہ کیا ایک منہ

نے اس طرح ایک ٹھوکہ شربت دیدار سے چوری چوری آنکھوں کی پائیں بچا

پر غریب کے گچھے چڑکا دیا۔

میں نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر اندھا دھڑ سے پوچھا۔ ”انسپکٹر

صاحب ہیں؟“

لڑکا اس آواز پر چونک اٹھا، ایک لمحے کے لئے اس کا لہجہ پر پڑی،

دوسرے لمحے میں وہ اپنی ساری درست کرتی ہوئی تیزی سے اندر چلا گیا میرے

داخل میں طرح طرح کے خیالات آئے گئے ہیں کس اور کس مکان میں تو نہیں آ پڑا۔

ایک

مریدی

افسانہ

اردو

۵

نہاں

میں

۱۹۲۱ء

خانہ درہمکان منبر کے سامنے پہنچ کر خود بخود سائیکل کی رفتار مست چڑھتی
— میں انٹر کراس کے تھما سے ایک پاس کر کے اور ایک گرٹ دیکھتا ہوں اس وقت چار
ادھر ادھر کی باتیں کرتے کے بعد وہیں چلا آتا لیکن تقدیر سے کبھی نشانہ ہو سکا کہ ایک بار
تو میری محنت ٹھکانے لگا دی۔ پہلے تو اتنی ہی فکر تھی کہ وہ کون؟ اہاب تو یہ تیرہ بھی
دامیگ نے لے لگا ہے کہ وہ اب یہاں ہے بھی یا نہیں؟ شاید بتیوں کو کچھ معلوم ہو مگر
ایک چوڑی ڈاکٹر ایک صحابی انہوں سے کسی شریف گھر لے کر آئے کہ بے بسی میں کس طرح
پوچھ سکتا ہے۔

ایک کمرے کے طور پر ہاں تک کہ کوئی دیکھا کرتا تھا مگر اس کے پہلے دن کے انداز
نہجے یا کسی کر دیا تھا اور یہ معلوم نہیں کیا خیال کرے اور کیا جواب ہے جب
کاربر ہوں کو تو صورت نظر سے ڈی نہیں نظر کو کچھ ناشدہ دیکھا۔ اگر محبت ہی کر رہی ہے
تو یہ لکھ لکھ میں اتنی دس میں ان میں سے کسی معین سے محبت کی جا سکتی ہے
اجیوشن میں کوئی ایک مٹر کس کس کا پیشہ ہے؟ مگر کابری میں ایک بڑے کمرے ایک
صحی کا شاہکار دو شیشی دروازے کا عرصہ ہے لیکن وہ غفلت و معصومی، بھولان اور
سادگی کا ایک لڑائی ناچتی تیزیوں میں کہاں؟

میرے اس دشمن کو موت ایک مرتبہ دیکھا تھا لیکن معلوم ہوتا تھا کہ وہ میری
رنگ دے دیں یہ ساری ہے، مجھے ہر شیشی وہی نظر آتی تھی میں سوچنے لگا۔
فرض کرو۔ اگر وہ ایک کمرے کا کون ہے تو چند دن ٹھک بات نہیں، وہ اپنی ہی برادری
کے ہیں، اس لئے اس کا حاصل کر لینا ناممکن نہیں ہے۔

لیکن ایک خیال کہ لے لے سارے گھونڈاریت کی دیوار کی طرح بیٹھ گیا۔ اگر وہ
شادی شدہ ہوئی تو، لیکن فوراً ہی دل نے دھاکس بندھائی نہیں نہیں۔ یہ ناممکن
ہے ابھی اس کی عمر یہ کی ہے؟ جو وہ ریاضی جا چکی ہوگی۔ تو کیا وہ اچھوتنا بھلی بھی
میرے گھر کا باہر نہ سکتا ہے؟ ہاں میں ایسا خوش نصیب ہوتا۔

۱۹۲۱ء

پان میں رکھنے کے بعد گرٹ چوڑوں میں دبا کر میں نے ایک زندہ نظر اس
مکان پر ڈال لی تھی کہ مجھے سے کدھ چلک یہ بعد ہی ہاتھ پڑا۔ چوک کر دیکھ تو ایک کٹر
صاحب کھڑے کر رہے تھے۔

”کیسے؟“

میں جھینپ گیا ایک بڑے صاحب میں ایک کمرے کے سامنے گرٹ کو خوش آمد

ہاں کے اقتصادات پر گفتگوں لکھ چکا تھا اگرچہ انہیں کیسے کہاؤں کہ بتوں کی دکان
پر بیٹھ لکھتا تو میری چوکی اتنا اور اس کی دکان پر بیٹھنے کی جگہ حاصل کرنے کے لئے اس سے
پان مگرٹ لینے کی کس قدر فرصت تھی

”کہاں فرار ہو گئے تھے؟“ کہتے، ”میں نے سات کارخ بدل کر سوال کیا
انہوں نے کہا: ”جو کی حالت کا تار کیا تھا اس لئے بدل چلا جانا پڑا اور کچھ کام سے
میں ہنڈ چوکیا، کل رات کی گاڑی سے واپس آیا ہوں۔“

اس طرح باتیں کرتے ہوئے ہم ایک کمرے کے مکان پر پہنچ گئے
”میں ایک بار پہلے ہی آیا تھا؟“ میں نے کہا
”اچھا کوئی ملا تھا؟“

”ہاں یہی ہاں نگہ“
”کیوں نہیں بیٹھ گیا؟“
”بچے! انہیں تو؟“ میں جھوٹ بول گیا

دیر تک ادھر کی باتیں ہوتی رہیں، لیکن دشمن وہ لاپتہ نہ چلا۔ میں ہاں کھڑا ہوا
سے محرم باطل درخواست واپس چلا آیا۔

اگر وہ ایک کمرے کا کون ہے تو آج بھی وہاں موجود ہوتی کچھ نہیں تو چلتے
پہلے چوڑی کی آؤڑی سالی دیتی گروہاں تو بالکل سالی تھا کیا وہ کسی بھانجی کی تھی؟
اگر وہاں کوئی نہیں ہے تو میری بھی نہیں ہو سکتی یہ سوچ کر میرا دل ٹھہر گیا

۱۹۲۱ء

آج چھ سو ہو گئے، میں ان کے مکان کی طرف نہیں گیا اور پھر جاتا بھی تو کس
اُمید پر؟

شام کا سہانا وقت تھا سورج اپنی آخری کرنیں صیحت کر رہی تھیں میں صبح
جائے کے تیار کیا کر رہا تھا میں ندی کے کنارے والی درگ پر خیالات کے گرداب میں غفلے
لگا تھا چار چار تھا تنگ بنگے بولوں کی لڑکیاں مست و خام تھیں، ندی کے کماٹ پانی
پر ان کا مکس عجیب لطف سے رہا تھا سورج ٹھیک تھا مگر شمع کی مریخ کم نہ ہوئی تھی
میں سوچنے لگا۔ ایک جھنڈ کھڑکی میری زندگی کا سورج بھی ہمیشہ میرے لئے غروب
ہو گیا، لیکن اس کی مریخ ہمیشہ میرے اُن خیال پر چھائی ہوئی ہے، وہ وقت بھی
دور نہیں ہے جب کہ رات کا مہاجر میں بٹھ چوئی دنیا کا طرح پر بول بھی پاس نہ آیا

کہ گھر کی مریخ کو ہاتھ لکھنا رات کے سناٹے میں کھوئی ہوئی دنیا ایک ہمارے زندگی
کا ہماری سے جگہ لگے گی اور آنکھ کھلتے ہی سامنے اُنی مشرق کی اٹھ سے زندگی

بڑا عجیبہ اور نادر تھا کہ اس بات پر یقین آتا تھا کہ ان دنوں ذرا میری طبیعت بھی ٹھیک نہیں رہتی کہنے لگے "کچھ کیوں نہ ہو کہ تو ہمیں میرے ساتھ چلنا ہی چاہیگا اور کھانا بھی دینا کھانا پڑے گا۔"

پھر حال اس کے سنا کر صاحب مجھے ساتھ کھڑے گئے۔ ان کے اٹکے نند کو ابتر کچھ کر میں نے سوچا ان کی بیوی رحمت کی تیاریوں میں مصروف نہ ہونگی۔ سب مجھے جس کی تلاش تھی اُس کا پتہ نہ تھا میں مجھے ہوش مل سے اس کے سنا کر صاحب کی باتوں کے جواب میں "ہوں ہاں اگر تاربا۔ بخود ہی دیر بعد ملا آئی۔" کھانا تیار ہے۔

"چلو اب" اس کے سنا کر صاحب کہا

"کہاں چلنا ہوگا؟ یہیں کیوں دکھائیں؟"

"واہ کیا خوب، میں بھی کوئی تیار ہی طرح بے لفظ ہوں کہ کہاں چلنا ہے۔ کھانا۔ بال بچہ والا آئی ہوں۔ قاعدے سے گھر میں بال بچوں کے ساتھ کھانا ڈالنا۔" "اڑو، بھول گیا تھا۔" ہاں اب تو آپ کے گھر والے آگئے ہیں۔ خیر تو میری کوئی بات نہیں۔ میرے لئے یہ بھی یہ بھی دیکھتے نا؟"

"چلو جی غصہ نہ کرو اس کا۔" کہتے ہوئے وہ مجھے اندر گھسیٹ لے گئے۔ سامنے ادھر بیٹھ کر ایک رحمت کھڑی تھی میں سمجھ گیا یہی اس کے صاحب کی بیوی ہونگی میں نے ہاتھ جوڑ کر کہتے کیا۔

رحمت جوں جوں ادھر بیٹھ رہا رحمت ہوتی ہے۔ "ہوں نے سنتے کا کوئی جواب نہ دیا۔ صرف سکر اگر گزرتا جھکا لی۔ دم دنوں ہاتھ دھو کر کھانے بیٹھ گئے۔

"تمہارا مال ادھیکھو نا چاہتے؟" اس کے صاحب نے شرمیلے میں

"کیا کہا میں شرمیلیا ہوں؟ میں نے جینٹیل کو دباتے ہوئے تھا

تمہارا مال لے لیا۔" ان سے کہہ دو یہ ان کا گھر ہے یہاں شرا لے کر کوئی

بات ہے؟"

"سن لو اگر!"

"ارے بھئی تو شرا مانا کون ہے؟"

"ارے ڈاکٹر صاحب کو چھپ نہیں دیا ہوتا نہیں یہ چھپی کھٹے سے کھانے والے ہیں؟" اس کے سنا کر صاحب نے کہا

"نہیں نہیں لگے تلفظ کے آپ بھی، میں نے کہا

تعالیٰ پرچی ہوئی میری؟" کھانوں نے ایک حسین گوری گوری کھائی اور پتلہ نالنگا میں سوئے کی انگوٹھی دیکھی اور کچھ کی آواز کے ساتھ میری نظر

کے پیٹ پر سو رہا تھا چلتا تھا کھڑا نظر کرتے تھے۔ انہوں نے میری اس عجیبائی کے ساتھ کب ہوگی، یہ نہیں معلوم اور کون جانے کہ وہ کیسی باتیں ہیں انہیں خیالات میں کھو رہا تھا اور اس بار کھانا کھا کر اچھے خواب میں کہیں دوسرے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز آ رہی ہو اور کچھ گھنٹی کی آواز۔ ایک بار دوبار بار بار گئی مارا اور پھر جیسے کوئی کہیں چلا رہا ہو۔ "ٹھو۔" چلو کھانا ہے "اسے باؤ! پھر آواز آئی۔" پھر اسے کیا؟ "نہیں کنارے سے نکال لو نا جیسے خندیں میں میں نے یہ بھی سنا میں گئے تھے تھے بچا پہلے سے ایتنا ننگا نکل رہا تھا جگہ ہم تھی اور تانگہ اڑا تھا بالکل قریب، بچتے بچتے میرے دھکا لگ رہا گیا۔

"کیسا بے پروہ ہے گھنٹی نہیں بجاتا؟" جیسے نیند سے میں نے چونک کر کہا "بالکل ہی اہل ہے کیا؟" میں نے دھکا دے لے لیا۔

وہ بڑبڑاتا گیا قبل اس کے کہ میں اس کا جواب دے۔ یہ تو نظر نہ لگے پر سٹی ہوئی دو شیرازوں پر پڑی۔ "خوب ہی تو۔" میں نے سوچا نا لنگے والے ایسے ہی کچھ کم بد معاش نہیں ہوتے۔ پھر ان کے ساتھ اس وقت کیا کہنا چاہتا تھا ان کے تانگے پر بیٹھا ہو کوئی تھا نا یا کوئی نہیں ہے والی دو شیرازہ۔ ایک ٹھک کے لئے میرے ساتھ سیم میں ایک کالی دور گئی۔ ارے یہ تو وہی ہے۔ وہی۔ ہاں۔ بیٹنگ ہی تو ہے۔ وہ میری طرف ایسی نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے وہ یہ یاد کرنے کا کوشش کر رہی ہو کہ اس نے کچھ کو دیکھا ہے اور دیکھا ہے تو کہاں دیکھا ہے؟ دوسرے ہی لمحے میں جیسے اسے کچھ یاد آیا ہو، اس کی شراٹی ہوئی کٹاں بھی پوچھیں۔ پھر طبع پھر چپکلیں پھر طبع۔ تانگہ چلتا گیا۔ یہاں تک کہ موٹر پر پہنچ کر وہ چل ہو گیا۔ اس میں ہوتے ہوئے بھی وہ میرا طرف دیکھتی رہ گئی۔ میں ہٹا ہٹا سا کھڑا رہ گیا۔

۱۲ اپریل ۱۹۲۱ء

آج کل میں غامی ہو کر پڑھنے کو اپنے محل میں داخل کر لیا ہے۔ ساٹھ کل ہفتہ میں ہوتی ہے مگر پیدل ہوتا ہوں۔ سامنے سے تھے تانگے کو گڈر لے کر کھتا ہوں۔ اس پر سٹی ہوئی سوار یوں پر تخت سوار تیز تیز لڑا کر اپنا سامنا لیکر رہ جاتا ہوں۔

۲۹ اپریل ۱۹۲۱ء

آج میرے کوڑے کے سامنے ایک کڑا کر کا۔ اس پر اس کے سنا کر صاحب بیٹھے تھے انہوں نے دوسری سے صلہ عزتی شروع کر دی۔

"اب تو آپ بڑے آدمی ہو گئے، بھلا انہوں کو کب شیش دینے لگے؟"

وہ اس بات کا منہ کے لئے تیار ہی نہ تھے کہ آج کل میرے پاس کام بہت

بیان شدہ اور اچھی اور عجیب ایک بے غرضی ہی طاری ہو گئی لیکن میں نے اپنے کو بڑی مشکل سے منہ ہلا کر یہ بتا کر بے اختیار یہی میری زبان سے نکل جاتا کہ ”ارے یہ تو ہی ہے“

”یہ میری بھانجی ہے“ انکسٹر نے کہنا
میں افسوس زدہ سا سو رہا تھا کہ اور سے انکسٹر صاحب کا بیوی بولیں۔
”تک تو شک ہے نہ کاری میں؟“

”ہاں بالکل شک“
”کیا ناؤ مجھ وقت؟“ انہیں طے پندرا کو بھی آج اسکول سے دیر میں چھٹی
طی ابھی بھی اتنے ہی بے چاری.....“

”اچھا ہے اب اسے یہ سلام کیجنا ہی چاہئے، شاید وہی کوئی بچہ لگے
ہے۔“ انکسٹر صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

تقدیر یہ بھی ہوتی ہے تو شک نہیں بلکہ اساد اور حوالتی ہیں۔ بالوں میں اتنا
پریشان تھا کہ اتنی آسانی کے ساتھ تینوں سوال حل ہو گئے۔ یہ انکسٹر صاحب
کا بھانجی ہے۔ نام بھی معلوم ہو گیا۔ کتنا پیارا نام ہے پندرا جو اس کی صورت کے
میں مطابق ہے۔ بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ وہ منور و فیاضی شہ ہے۔ اب اگر
تقدیر بخیر ہو ہی اسے اور ملاقات کرنے کو تو میں آخری سرحدیں طے ہو جائے۔

یکم مئی ۱۹۴۱ء

دوسری شام کو میں پورا انکسٹر صاحب کے ماں گیا۔ انہوں نے مجھے دیکھتے ہی کہا
”ارے وہ کون ہے؟“۔ تو ہاں ہی تلاش ہو رہی تھی“

”خیریت تو ہے؟“ میں نے گھبرا کر پوچھا
”پندرا کو مبارکباد ہے، اب کچھ تو کیا بات ہے؟“
پندرا کو مبارکباد ہے..... مجھے دیکھنا ہے..... پندرا کو مبارکباد ہے.....

مجھ میں نہیں اتنا مت خوش فہمی کہوں یا نہیں۔ اندر سے بچا۔ میں تو میں ڈاکٹر میں
میں نے ٹپے ٹپے سے طنز کا لہجہ پیش ہے۔ وہ حرکت کرتے ہیں، اگر دیکھنا ہے کہ میں پندرا
کو دیکھنا چاہتا ہوں اسے اس قدر دل دہراؤں کہ وہ ایک پلنگ پر چپ
ہو جائے۔ اس کے چہرے سے کیا اچھا لگا کیفیت نکلیں گی، لیکن میں چرچ
کے ساتھ ساتھ ہی یہی سوچتا ہوں کہ اس کے چہرے پر میں نے نہیں دیکھا تھا۔ باقی اس کی
کھانسی یا دوسری چیزیں تو شک نہ تھا۔ وہاں کو مات کر رہا تھا۔
وہم لگتا کہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اس کا شک نہ لگے۔ انکسٹر صاحب نے کہا۔

”مجھے کہ کوئی غصہ نہیں ہوئی، لیٹی رہو“
”ابھی بتا کر ہے؟“ میں نے انکسٹر صاحب کی طرف رخ کر کے سوال کیا۔
”آج صبح ہی ہے۔ کہیں نہ پندرا؟“
”کل رات ہی سے طبیعت کچھ بھاری معلوم ہوئی تھی، پندرا نے آسمان سے
جواب دیا۔

”سر میں درد بھی ہے؟“ میں نے پوچھا
”ہاں! پندرا جو اب کو کچھ شرابی لگتا
”نظر میں ہے؟“ میں نے پوچھا
”کیا بغیر رام لکھنوی کے چکے کتے؟“ کیسے ڈاکٹر ہو؟“ انکسٹر صاحب
نہایت بے چارے ہیں۔

میں نے ہاتھ بڑھا کر پندرا کی نازک کلائی پر ٹکی لیکن یہ کہنا دشوار ہے کہ کس
کا بغیر یہ عمل ہی ہو سکتا ہے؟ پندرا کی پامیری؟ اگر آپ کے گھر محبت کا کھیل کھیلا ہے تو
میری اس وقت کی یہ کیفیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ دن چاہتا تھا کہ زندگی کے آخری
تک یہ ہاتھ میرے ساتھ ہی رہے۔ بلا اس کے بعد بھی! اگر کوئی بدلے مستقبل اپنے پاس
میں کیا چھپا ہے بیٹھا ہے
اور چہ تو یہ ہے کہ اگر انسان مستقبل کا مطالعہ کرنے پر تیار رہتا تو نہ کوئی خوشی
نوشی رہ جائے نہ کوئی غم

میں نے بہت سوالات کئے اس نے سب کا جواب دیا۔ البتہ پہلے اس کا جواب
دو حرفی اور سر ہر طرف ہوتے تھے، اب چھوٹے چھوٹے جملے بنے اور آخر میں تو وہ لگ
دھڑکتے سے بات کرتے ہیں۔ اطمینان دہانہ معمولی طریقہ ہے جلد ہی دور ہو جائیگا
نوشہ کھانا، گھر دو ایسے چلا گیا، انکسٹر نے کہا کھانا کھا کر جانا، میں
نے ان سے تو انکار کر دیا مگر ان کی بیوی سے پیش نہ لگی اور چرچے پوچھے تو دل بھی بہانہ
ہی دھوٹتا تھا، کسی طرح وہاں کچھ دیر رہا ہے کہ ہم لوگ اس کے سے میں یہ
تک اصرار کر کے باتیں کرتے رہے۔ دو آئی۔ ایک خوراک میں نے اپنے ہاتھ سے
اسے دی، بخیر ہی دیکھ پندرا کو جس کا لگتا ہے کہ ہم لوگ کھانا کھا رہے ہیں۔ انکسٹر صاحب
کی بیوی نے دیکھا کہ کہاں کہاں سے شے تلاش کر کے مجھے اپنا بھتیجا ثابت کر دیا کہ
وہ نکلیں میری جی، کھانے کے بعد میں گھر واپس آ گیا۔

یکم مئی ۱۹۴۱ء

کل رات کو کیا تو اوقات کے ساتھ پندرا کی صورت دماغ میں گردش

کرنے لگی۔ نیند آنکھوں کو سوں دوڑتی۔ اس کے گلے کی تو جیسے پتھر کی گولی مگر وہاں
 بھی کوئی اٹھا ہوگا۔ جوں توں کر کے اٹھ بچے نہا شے وغیرہ سے پہلے ہی فارغ ہو چکا
 تھا۔ کپڑے پہنے اور ہاتھ پیچ گیا۔ جیسا کہ میرا خیال تھا چندرا بالکل تندرست تھی
 وہی پان بنا کر لائی۔ اسپیکر صاحب تھے ہی نہیں، چچی کھانا بنا رہی تھیں، تندرستی ٹھہرا
 اس طرح مجھے چندرا سے باتیں کرنے کا موقع کافی لگیا، وہ اسپیکر صاحب کی بڑی
 بہن کی لڑکی ہے۔ اس کا باپ ایک بڑے سرکار کے عہدے پر ہے۔ وہ اسپیکر صاحب
 کی بیوی سے بچپن ہی سے بہت مانوس ہے۔ اس لئے وہ بھی اسے بہت پیار
 کرتی ہیں اور زیادہ تر اسے اپنے ہی پاس رکھتی ہیں۔

۸ مئی ۱۹۴۱ء

اب ہاں کی حاضری میری ایک قسم کی ڈیوٹی ہو گئی ہے، اگر ایک ورکسٹی ہو
 نہیں جا سکتا تو باز پرس ہوتی ہے۔ ہر دوسرے تیسرے دن وہیں کھانا بھی
 کھانا پڑتا ہے۔ میں بار بار اٹا کر تاجپوں اور چندرا طرح طرح سے اصرار کرتی ہے
 اور کھانا کھانے دیتی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میرے لئے کھانے کی تیاریوں میں چندرا
 کو زیادہ خوشی ہوتی ہے یا اس کے ہاتھ کے پتے ہونے کھانے کھانے کے مجھے، بہر حال
 وہ نزل چنے کو اپنے دوسرے سے زیادہ خوش نصیب محسوس کرنے لگی ہیں۔ کھانے پر بھی
 وہ کہتی ہے۔ ایک پھا میرے کہنے سے اور۔ اس میرے کہنے سے میں جو لطف سے
 اسے کچھ میرا چائے شکر کس کرتا ہے۔ وہ اکثر اپنے ہاتھوں سے میرے کارڈ پر لکھ
 لگا دیتا ہے۔ میرے دو ماہوں پر یہ لانا کام کاڑھ دیتی ہے۔ میں مجاہد کہہ جاتا ہوں تو
 اسے نہایت بے چینی سے انتظار کرتے ہوئے جاتا ہوں۔ مجھے دیکھتے ہی اس کے چہرے
 پر شگفتگی، بلاشت اور خوشی دھن کے لئے گنتی ہے۔ یہ سب کچھ تو ہے لیکن ہم لوگ
 ابھی تک ایک محدود دائرے کے اندر ہیں۔ ابھی ہماری زبان پر یہی لگتی ہے کہ جو عشق
 یا محبت جیسا کوئی لفظ نہیں آیا۔ وہ مجھے بھائی صاحب کہہ کر پکارا کرتی ہے۔

۹ مئی ۱۹۴۱ء

میں نے سوچا کہ آج خدا اسپیکر صاحب چندرا کی شادی وغیرہ کے بارے
 میں پتہ چلا نہ چلا ہے۔ چنانچہ میں نے جھینپے ہوئے چوچا۔ چندرا کی شادی بیاہ
 کی بات حقیقت کہیں جو رہی ہے یا نہیں؟
 اور قبل اس کے کہ اس چھوٹے سے جملے کا آخری لفظ ختم ہو میرے دل میں اُمید
 ہو کہ یہ جملہ کتنی لمبی اطمینان اور فخر ہو گئیں
 میرے منہ سے سوائے اسکا اسپیکر صاحب کچھ نہیں ہے۔ میں شرم سے گٹ گیا

بہتر تم کیا سنا چاہتے ہو، کہہ دوں ہاں اس کی شادی طے ہو چکی ہے؟
 "جی ہاں، بھوہ کہتے" میں اپنے پتا پر واصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں
 "بات تو کوئی ہوگئی ہے آئی مگر ابھی تک کوئی گھر اور لڑکا قابل اطمینان نہیں ملا"
 اسپیکر کے اس جواب کے بعد میں اگے بات کا آغاز نہ پا کر خاموش ہو گیا۔ پھر
 وہ خود ہی ایک عجیبہ مسکراہٹ کے ساتھ بولنے لگا۔ "ابھی صاحب! مگر تمہارے
 ساتھ اس کی"

میری آنکھیں شرم سے جھمک گئیں۔ مجھے خیال ہوا کہ میں اسپیکر صاحب کیلئے
 مذاق تو نہیں اڑا رہی تھی۔

"دیکھو میں مذاق نہیں کر رہا ہوں میں کئی دنوں سے اس مسئلے پر غور کر رہا ہوں
 "تمہارا اس کا بڑا بھی اچھا ہے اور ہم سب ایک سرے سے اچھے، طرح واقف بھی ہو
 چکے ہیں۔ بولو کیا کہتے ہو؟"

میں کیا کہتا۔ ایک قوی ذوق محو میں جھپٹتے ہوئے شدت تشنگی سے جہاں
 بساؤ کے سامنے امت کا پالہ رکھ کر پوچھا جاتے کہ اسے قبول کرتے ہو تو پھر جواب
 آپ خود جانتے ہیں کیا ہوگا؟

میں نے ہی خوشی کو دہلتے ہوئے کہا: "ایک شرط ہے"
 "وہ کیا؟"

"چچی یا چندرا سے اس بات کا بالکل ذکر نہ کر دے بلکہ
 "کیوں؟"

"اس لئے کہ اگر چچی کو معلوم ہو گیا تو وہ چندرا سے غرور کر دے گا کیونکہ یہ بات
 حقیقت تو کیا سنا ہے یا ابھی چھوڑ دیگی"

اسپیکر صاحب ہنسنے لگے "بس یہ اتنی سی شرط؟ اچھا تو مجھے منظور ہے"

۱۰ مئی ۱۹۴۱ء

والد صاحب کو اطلاع دینے کی ضرورت تھی مگر سوال یہ تھا کہ کس پہلے میں
 لکھا جائے اور کون لکھے، میں ڈاکٹر تو ہوں مگر کتابت تہذیب نہیں کرنا چاہتا ہوں
 کو لکھوں کہ میں نے اپنی انتظامیہ فلاں فلاں کے طے کر لی ہے تاکہ آپ جلد شادی کا بندوبست
 کریں، آخر طے پایا کہ اسپیکر صاحب ہی ان کو خط لکھیں، مجھے یقین تھا کہ وہ انکار نہ
 کریں گے، ان کو خط لکھا گیا۔ اب میں بڑی بے چینی اور اضطراب سے جواب کا انتظار کر رہا
 ہوں۔

۱۱ مئی ۱۹۴۱ء

آج والد صاحب کا جواب آیا جس نے کہتے ہاتھوں سے لغت کو جواب دیا۔
کرلیک مرتبہ میری آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ لکھا تھا :-

”جس نے تو زندگی شادی کے لئے مدت بڑی ایک شخص کو زبان دیدھا“

اس جواب نے مجھے بہت دکھ دیا میں نے ان کو لکھا :-

”اگر آپ میری زندگی چاہتے ہیں اور مجھے زندگی کی طرح زندہ دیکھنا پسند کرتے ہیں تو میرے سامنے میں چار نہ بنے“

اس کے بعد ایک خط اس کی طرف کے باپ کو بھی لکھا جس کے ہاتھ میری آنکھوں
اور تھکن کا علاج ہو کر ملا تھا۔ ”میں کسی اندک سے سافٹ شادی کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں
اس شادی پر زبردستی نہیں کروں گی کیونکہ زندگی پر باندھ کر کیجئے گا“۔ ان کے صاحب
کو خوش دیکھا تو وہ بھی بہت منتظر نہ رہے، ہم روزانہ دوسرے جواب کا انتظار کرنے
لگے۔

۱۹۴۱ء جون

آج شام کو اپنا والد صاحب کو دانت۔ میری جہاں سو گھنٹی۔ انہوں نے ان کے
صاحب کے لئے خوشخبری سن کر کہی۔ میں ان کو لکھ کر ان کے صاحب کے گھر گیا۔ وہاں والد صاحب کا
نہایت پریشانی کا خیال تھا کہ کیا خیر عاقبت کے بعد اہل گھر کا باقی ہوئے لگیں
کیونکہ اصل معاملہ پر کوئی گفتگو نہ چھڑی، مقبوضی دیر بعد میں تو دل سے صحت سنبھلا دیا
لیکن والد صاحب کو ان لوگوں نے روک لیا۔

۱۹۴۱ء جون

میرا صبح ہی اپنی قسمت کا فیصلہ سننے کے لئے ان کے ہاں پہنچا۔ والد صاحب
ابھی تک سو رہے تھے۔ ان کے ہاتھ دیکھتے ہی قریب آکر آہستہ سے کہا ”بارک
ہو“۔ معلوم ہوا کہ والد صاحب صحت پر معلوم کرنے کے لئے آئے ہیں کہ معاملہ کیا ہے
کہیں مجھے کسی اور معاش کوئی نئے فریٹ بیکر کے پاس تو نہیں دیا ہے۔ ان کو یہ خبر
تعب نہ لگا، ادا ہوا خود چند راکھوں یہ نہیں معلوم ہے کہ ہم لوگوں کی شادی کے
متعلق بات چیت ہو رہی ہے۔ چند دن کی تہذیب سلطنتی اور عقل و ذہانت
کو دیکھ کر وہ اتنے خوش ہوئے کہ ان کا سارا جذبہ اختلاف کا فوراً چھو گیا۔ انہوں
بڑی خوشی سے منور دی دیدی اچھلی چھلکا اب بھی معلوم نہیں ہے کہ کیا ہونے
والا ہے۔ وہ اب بھی مجھے اسی معصومانہ انداز سے بھینکا کہہ کر لپکارتی ہے۔

۱۹۴۱ء جون

آج صبح سے چند دن کے بھائی کا خط آیا ہے جس میں ان کے صاحب کو خوشخبری

دیکھی گئی ہے۔ ابھی میری بھی سال پورا ہونے کو ہے۔ معلوم ہو کہ کہاں تبادلہ
ہو جائے۔ اس لئے میں سوچ رہا ہوں اب تو کتنی کسی موقع سے چند دن کے سامنے
اپنا دل کھول کر پیش کر دینا چاہئے۔ آخر اسے اس خوشخبری سے زیادہ دنوں تک
کیوں غم کھا جائے۔

۱۹۴۱ء جون

آج اتفاقاً دوپہر کو میں چند دن کے ہاں چلا گیا۔ آج اس کی بھی بڑی خوشی
ہو رہی تھی اور اس کے ساتھ اس کی سرکاری آواز کانوں میں امرت گھونک رہی تھی معلوم ہوا
میں دلچسپ ڈانٹ آہستہ سے سکے میں داخل ہو گیا۔ وہ ایسے خوبیت کے عالم میں گاری تھی
گویا اس دنیا سے دور بہت دھندلے دوسری دنیا میں پہنچ گئی ہے۔ اسے یہ بھی غم
ہوئی کہ میں کب تک اسے کہہ سکے گا کہ یہ میری گاری ہے۔ اس کا فخر آہستہ آہستہ مدھم
پڑا۔ انگلیاں دھیمہ پڑیں، وہ آہستہ آہستہ غصے آسمانی سے اس دنیا میں واپس
آئی تو اسے معلوم ہوا کہ مجھے کون چیلے ہے۔ اس نے چھپکا طرف رخ پھیرا تو میری نگاہ
سے اس کی نگاہ ٹکرائی۔ وہ حیات پانی پانی ہو گئی۔

”آپ کب آئے؟“ اس نے اسی حیا اور دلچسپی میں پوچھا

”گھوٹا گھوڑا خوش کیوں ہو گئیں؟ بہت اچھا لگا رہی نہیں؟“ میں نے کہا

”بھائی صاحب آپ تو مجھے بتا رہے ہیں“

”سچ تو اب مجھے بھائی صاحب کا کہنا“

چند لمحے میرے اس خلاف معمول انداز گفتگو سے حیران رہ گئی۔ وہ بولی

”بھائی صاحب آج آپ کو کیا ہو گیا ہے“

”یہ تو میں بھی نہیں جانتا مگر تمہارے منہ سے اپنے لئے اس لفظ کا استعمال

پہلے نہیں کرتا“

”پھر آپ کیا یاد دہا کر رہے ہیں؟“

ایک لمحے کے خیم تو میں نے لگا ہی ایک لمحے کے طرف آنکھیں اس کا گہری
سیاہ آنکھوں میں ایک طرح کا انتظار واضطراب جھلک رہا تھا۔ اس نے میری آنکھوں
میں کیا دیکھا۔ میں نہیں کہہ سکتا، وہ فوراً آنکھوں کے دھار سے چلی گئی۔ جانتے وقت میں نے
دیکھا۔ اس کے گلے پر کمرے سے گھسے تھے۔ یہ دیکھ کر ہاں چھٹا ہوا۔ لیکن چند
دراپس سنائی میں آنکھوں کے کمرے میں چلا گیا۔ پھر میری وہ سنائی میں سائل کی آنکھوں
گھر چلا گیا۔ سوچنے لگا۔ آخر کیا ہو گیا ہے؟ اسے میری بات اتنی ڈاگہ کیوں گزری؟
وہ اس قدر غصا کیوں ہو گئی؟ میری خود داری کو ایک ٹھیس سی لگی۔

کیست

شوق پرورد ہر نگاہ ناز ہے
ہر توجہ میں نیا انداز ہے
جلوہ جلوہ چشمہ حسن و جمال
شرم پر ہیں شوخیاں چھائی ہوئی
اللہ اللہ کیا حسین آغا ناز ہے
غمزہ غمزہ سحر ہے اعجاز ہے
عشوہ عشوہ آبشار ناز ہے
مرحباے سوز و ساز حسن و عشق
شوخیوں میں شرم کا انداز ہے
محب کو ان پر، ان کو محب پر ناز ہے
لوثا ہوں لطف گلبانگ حیات
ہر نفس اب زمزمہ پر داز ہے
زندگی دل نشا ناز ہے
آرزو کیسی کہاں کا مدعا
پوچھتے بھی ہیں تو اس انداز سے
جیسے میرا حال کوئی راز ہے

کو کتب اپنی آرزو سے وہ ملم
جس کا ہر انتخاب ایک غاز ہے

سازِ دل کا اب تو یہ انداز ہے
مضطرب سی کچھ نگاہ ناز ہے
نغمہ ہو یا نالہ ایک آواز ہے
کیا یہ میرے صبط کا اعجاز ہے
میرا دل ہے آپ کا ہمارا ہے
میری آواز آپ کی آواز ہے
آپ ہی کا یہ حیدم ناز ہے
جو غلط ہے وہ غلط انداز ہے
رازِ دل کی ہر نظر غماز ہے
اب مرا ہر راز ان کا راز ہے

کو کتب بیتاب! اتنا اضطراب !!

وردِ اُلفت کا ابھی آغا ناز ہے

راز
جناب کو کتب شام جہان پوی

ہم ان کا ہمان نوازی



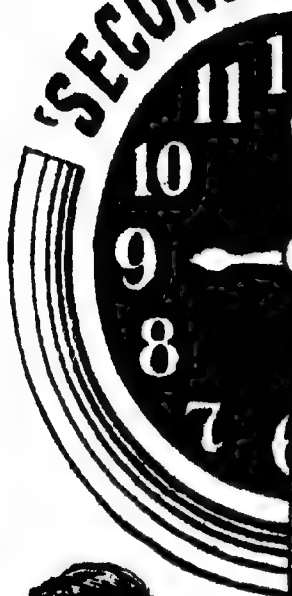
خاندان کے بچے کی بہتر
ہمد و ستائش کی جائے



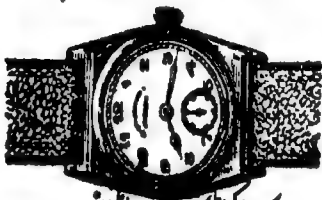
ہمان نوازی کا سب سے بڑا درجہ یہ ہے کہ آپ اپنے
ہمانوں کو جائے پلائے خواہ وہ دن کا کوئی حصہ بھی ہو۔ اسے
پینے کے بعد ایسا سماں پیدا ہوتا ہے کہ یہ ملاقات
ایک بہترین تفریح طبع ہو جاتی ہے۔ چلے دانی
ہر وقت مستعد رکھیے۔ تاکہ وہ اپنا فرض ادا
کر سکے اور آپ کے ہمان اپنا گھر سمجھیں۔

اس اشتہار کو کاٹ کے اپنا نام پتہ اور پینے لکھ کر کھنڈر ذرا بٹایا۔ انڈین ٹیلی مارکیٹ ایس پیس بورڈ بی۔ او۔ پیس نمبر ۲۱۶۲۔ کلکتہ
کے پاس بھیج دیں۔ تو آپ کو بغیر کسی خرچہ کے ایک ہاتھ سے انگریزی کتاب جس کا نام ”جب عورتیں ادا کہتی ہیں“۔
روانہ کی جائیگی۔ اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ خاندان کے بچے کے لئے جانے میں کتنی غریباں ہیں۔

'SECUNDUS' WATCHES

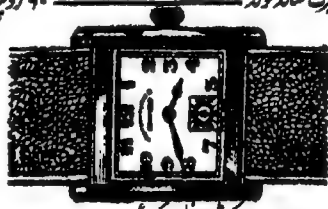


قابل اعتمادی اور مستقی
کفایت شعاری کیلئے مشہور ہے!



سیکنڈس ٹائم

پیشہ الہر برائٹ سٹیل ۴۳ روپیہ
روڈ کوڈس سالہ کوئی ۵۲ روپیہ
اکیٹ سالہ کوڈ ۹۰ روپیہ



سیکنڈس ٹائم سکور

نکل سلور ۳۶ روپیہ
روڈ کوڈس سالہ کوئی ۴۲ روپیہ
با تصویر فہرست مفت ملائکہ فرمائیں
ولیم ایسٹ واپر کمپنی - بمبئی اور کلکتہ



WEST END WATCH CO.
BOMBAY CALCUTTA

کچھ لے گئیں۔

زندگی کے پلے دوسری پرستان حسن و جمال میں خوش و خوش گزارنے کے بعد ہندوستان کے مقدس ساحل پر قدم اُتار تو معیت و تندرستی میں غیر معمولی انقلاب رونما ہوا۔ مہوہر شیبہ کھلائی ہوئی صورت پر کیف پر آب و ہوا کی شہابی گیس شادابیاں جلوہ دیتھیں، بہرہوت کی بندشیاں ایک طوق کا فائدہ ہوئی تھیں مگر ان پر نہ دھڑکی کا رنگ و دھن پہر تو اُٹھ سکتی ہوتا تھا۔ اندر وہ جذبات جوں کے تواریک گوشوں میں بے جھانک پڑے تھے ناز و رج کے فیض سے انگواشیاں لینے لگے تھے درد و جوان نہیں تو طوائف جو ان کی لافشیاں پھر نور معلوم ہونے لگا تھا۔

یہ زمانہ دیش کے غلامزادہ کا تھا۔ شیلارانی کے پہلے ہی رہا رہا تھا اس کے رنگ بھرے لکھنؤ کی آفت کا شہ کہ بنا دیا تھا۔ تشہ جہاں لکھنؤ ہر وقت لقمے محبوبے پیاس بھجھانے کو تھا ان تھیں اور وہ اپنی مجیدہ کی احساس کرتے ہوئے دھڑے سے تماشائے حسن کر لینے کو سب کچھ تصور کرتا تھا۔ جوتہ المقد کا مہ سے جلد تر فارغ ہو کر ایسے موقعوں کا جو بار رہتا تھا کہ ذریعہ یا دور سے بیکہ جیل کا سبوتاہ لکھنؤ میں تیرگی پیدا کرتا رہے اور اکثر و بیشتر ایسا ہی وقوع پذیر ہوتا تھا۔

(*)

یہ بار درگاہ کوئی معنی نہیں رکھتا کہ شیلارانی کی مثال زندگی و غم و ہم کا نام مطہر و مجموعہ تھا کیونکہ اس نے اس کے ذہن کے اندازہ دولت و ثناء لگا دیے تھے، ابھر کے ایک ذاتی اشارہ سے پیش و نشاط آرام و آسائش کے جملہ لوازمات فراہم ہوجاتے تھے۔ تاہم سن و سال کے غیر معمولی تعاون نے اس بے بوج و بے خبر کو ذریعہ تیرجی کے کیا وجود دھڑی دھڑکھاتا تھا۔

راجہ کے دلہا طرز عمل نے ظاہر شیلارانی کو شک و شکایت کا عمل نہیں دیا۔ وہ نیا کرکشی و رضا ہوئی کے کھلونوں میں الجھ کر ثقافت فطرت کی جانب متوجہ ہوئی، سنگاؤں و راجاؤں باعطر سیریلوٹوں میں چشت آبرو سے برسی ظاہر ہوئی، پھر بھی غیر محسوس عنوان سے خوش باش زندگی کے اسطے لکھی تھی شے کا اشتیاق دل کے عشق و تیرجی گوشتوں میں محفوظ تھا۔ گاہے مہرے راجہ کی مہر سے غالی بندہ سچیاں قلبی جذبات میں کیف انبساط کی شہرین لہریں کے عوض لذائذ طبیعت کا لکھی لکھی پر شہر طغیانیاں پیدا کرتی تھیں، لیکن ان طغیانوں میں استقلال

کمال دیکھ دیتا تھا۔ اگر حسن و کجیاں شعل نور کی پرمیہا جگہاں میں کائنات کا ایک ایک شہنشاہ کش کر ڈالتیں تو مصالح و مفاد کی سبیل ترین صنعت کا یہ کھنڈل دستیاب نہ ہوسکتا۔ مگر مذمت کی یہ تم طبعی بھی عورت اسے سبق سے غالی نہیں کر لیتی کمال و اکل مرقع جمال کو ایک ہی بے چارہ شخصیت کے اس خوش کی زینت قرار دیا جو شباب کی لطیف کیف و ذریعہ ان تلف کرکھنے کے بعد سلفا غلام سے غالی اندر و سبوتاہ اندر لکھی نوٹ کرکے پرجو تھا۔ مردانہ حسن کی جویہ حنائیاں، دوستی پیر کی پیرہ، دستبند سے اسے اسے تیریت پذیر ہو رہی تھیں جو غلامہ چوٹ و خوشی کی رنگینوں کی بیعتی کی اعتدال پسندیاں غلامہ لکھی کر رہی تھیں سر کے بالوں کے کوہ طور کی ایک نامی سے کنارہ کش ہو کر ہمال کی ہر پش پوٹیوں کی ماملت اختیار کر کے جا رہا ہو کر یا تھا اندر اس سنگام کا آغاز ہو چکا تھا۔ صاحب و خلق کی متابعت کرتے ہوئے اسے اپنے بھی شید کا مکروہ نقشہ پیش کر کے میں مہتا ہے صفائی سے کام لینا شروع کر دیا تھا

کم و بیش پانچ سال کا عرصہ گزر کر راجہ بیاہتا ہوئی یا ریاست کی پہل رانی، رفعت و مہر و علیسی کا پورا پورا حق دار کرنے کے بعد جنم سہتی سے خلوت کر کے نیستی کی طرف منتقل ہو گئی تھی اور اس کو کوئی نئی دہلی سے گھر لے لے اندر زندگی کی رنگ لیاں ملنے کا سہرا تو قہر حاصل ہو گیا تھا۔ دولت کا بے پناہ تیرشائے پر شیا۔ شیلارانی کے صاحب و مندو الہی نے پری و کشش میں کوئی زور و جہاں کے بدلے فروخت کر دیا وہ کوئی زور و جہاں کی ہوس کا ریں کا کھنڈن کر کے عالیشان محل میں داخل ہو گئی۔ بچپن کے رنگین خواب جو آغا جوانی سے و البتہ کٹے گئے تھے، بے لیاک تعبیر کے جلوہ جلوہ رہتی کرکے لگے۔

یہ حقیقت ہے کہ کیراتن راجہ نے نوخیز زلف کی دلجوئی اور دلہاری میں کوئی کسر نہ انہیں رکھی، شوخ و شنگ چوٹیوں کی دلچسپ چوٹی چھڑا اور شاد آفریں طعن طرف سے محفوظ رکھے کو بیاہ کے بعد ہی ہنر من کی دلپذیر و لاشی رسم لہر پیا کی عشق و تیرجی پر مہناٹ کیا اور عروس کے پہلے ہی ہفتے میں جیل دہلی کو جہاں لیکر وائس کا ارضی جنت سے لطف اندوز ہونے کو روانہ ہو گیا اس مفر سے محض سیر سیاحت ہی ملاوٹ تھی بلکہ وہاں کے مسرح و مہا کھڑوس رجوع کر کے رجعت شباب کی اندر و بھی واس کشاں تھی و لاشی اندر و نے شائق کاٹوں میں یہ سب کٹل دی تھی مگر تیرجی تلا سرفوں کی ٹونگائیوں نے جوانی کی ناپاٹا لیا کو پانڈا رہنے میں فطرہ پر فتح حاصل کر لیا ہے۔ یہ وہ تیرجی اس میں اسے کشاں کشاں

لاہور میں جہاں دین کے کا بہترین موقع

لالہ موتی رام بھلہ

پنجاب کے سرکردہ پریس ڈیلر
آپ کو بہترین مشورہ دینگے

لاہور شہر میں مندرجہ ذیل بہترین جگہں پر آپ اپنا روپیہ لگا کر زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں

(۱)

وائی۔ ڈبلیو۔ سی۔ اے پلاس ایبٹ روڈ پر

(۲)

نکلسن روڈ پر ریلوے اسٹیشن کے بالکل نزدیک

(۳)

میکلوڈ روڈ لاہور پر سابقہ پٹیا لہ وکالت خانہ

(۴)

نئے مشن کالج کے نزدیک فیروز پور روڈ پر بربہ نگر

دیگر ہر قسم کی جہاں اد خریدنے و فروخت کرنے سے پہلے
مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت کریں

آپ کو یقیناً فائدہ رہے گا

موتی رام بھلہ پریس ڈیلر

بیرون شاہ عالمی گیٹ لاہور

LUCKY تارکاپتہ

PHONE 4646

و ثابت کہ کدو کا افزا دہوتی یعنی بلکہ عیش و نشاط کا بے پناہ سیلاب پھیر غرض خوش حال
کا طے ہوا اگر کہیں سے کہیں پہنچا دیتا تھا

اب یہ بعض اتفاق سمجھا جائے یا عشق کے یونانی ستم لعلی کا نہیں طلب افزا
ایام میں اسے ریش کا طرہ داریوں پر خبر راوی نظر ڈالنا پڑی۔ اور نہ نگاہیں بڑیں
اُنہر کو پدک تھرا نہ انداز جنگی سے محبت میں باغی کی بارش جاری ہو گئی

حسن، لافہ لباس ہی میں چمکتا مک نہیں دکھاتا اب اوقات، نکتہ و انلاش
کے کیفیت چیتروں میں رہ رہ کر ہوا تاہی حیرت ڈال کر لفظ و مزون نہ ہے ہم سے کہ
مٹو مٹو میں مل کر سا اند نہیں پڑتی، جوہر میں نگاہیں گرد کی تھوں میں بھی وہی تابانیاں
غسوس کئی ہیں جو طلاء کے حلقوں میں وسیع ساز کی دست کاریوں سے شکار ہوئی ہیں
شیلا رانی کا اس شام نگاہوں نے حسین جوہر کو پرکھا پرس و پیش کئے
بغیر دل سا گراں بہا تھوہرا ایں نگاہ کی شکر گزاری میں پیش کر دیا، منعم اس خاکوش
نظارے میں کیا عہد و مواعید مل میں آئے مگر اتنا کہ لفظیں ایک دوسرے کے پیرا کہ
شدت سے جیسے رہتے گئے، ایک دوسرے پر جان نڈکے گئے اور ایسے مواقع کیجیہا
رہتے گئے نہ بہا دہ سے زیادہ نزدیک ہو کر آواز اواز دہ ہوازی سے لطف اندوزی
معمول کر سکیں۔

یہ واقعہ جو ظاہر کوئی اہمیت نہ رکھتا تھا ایک خاص وقت میں ظاہر ہو کر گز گیا
لیکن اُس کے چھوڑے ہوئے تاثرات حسب حال ذہن پاکر بھینکنے لگے، بیل و ہند
کے سیاہ و سفید سائے میں لٹک کر پرکھش کا کام ادا تھا قلمی ترنیلوں کے تار و خنجر
کی اس سحری چوٹی تک پہنچا نہیں جہاں راجہ انسانیت جسم و جسمانیات کا قید و بند
سے آزاد ہو کر فانی عشق کی سحر جہاں کھلتی تھی۔

ویشی کا مجبور یوں نے تو صرف اتنا ہی کیا کہ حاضر باشی کے اوقات میں مقدور
سہرا فدا کر کے زیادہ سے زیادہ شربت دیدار نوش کرنے کے ذرائع بہم پہنچائے مگر
شیلا رانی کا مقتدرانہ جہاد تو نے محبت کے لفظ زریں بدیا کا گڑ چینی کے اسباب
فراموش کیا نہ شریعت کی جیسے اب تک پیش کی متعلقہ خدمت اتنی ہی بھی کہ راہِ کار
سے جہاں خط و طرہ و احکام تحریر کرنے کے لیکن اب شیلا رانی نے اپنے مودود خلوص کے
بہاوات کیلئے خدمت بھی اُٹھی کو سو نہ پئی۔ وہ رفقاء نہ وہ میں کیا کئی کار و ریش
کو اپنی خدمت میں طلب کر کے خطوط کے جواب کی مضمون سمجھا دیا، پھر کدو جانے کے بعد
پاس بکسٹن آکر پوچھ کر رہ جاتی اُسے دوبارہ ٹاپ کرنے کا کوئی بھی نہیں
متعلق کسی بھی چیز پر ہی انداز دیکھنا سے اجتناب لیتے تھے یہی اس حال کی برائی ہوا کہ

جی جیلائی محبت کی نہ وہی کہنے لگی تھیں کہ خدمت انجام دیتے
ویشی ناظرین کے ساتھ جوہر کو نڈکرا سہم نہ سمجھتا شیلا رانی کے دلچسپ دہن سے
نکلے ہوئے ہونے کو مزید گوش جوہر سے اُس کا عشق تڑو درج کو ترش کر دیتے۔
دل کا راز چمکان پر کچھے ہوئے تیر کی طرح زبان تک جانا لیکن ادب کا پاس و لحاظ
قلب پر کہ اس کے لبوں کو قفل کر دیتا اگرچہ جبر و ضبط و قفل سے سینہ شکنانہ نہ ہونے
لگتا لیکن جہاں کیا تھی استعمال کے جامد سے قدم ڈال سکتا۔

(بجز)

دن گزرتے رہے اور محبت کا پورا اچھٹا رہا، نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ
چوبیس گھنٹوں کا کوئی ایسا باقی نہ رہا جب ایک دوسرے کے دل نشین نصیحت سے بیزار
ہو کر کیوٹی سے کسی وجہ معلوم ہو سکتا محبت کا ہجر زبانی نے دونوں کے دل کھال
آئینہ گرد یا تھوہراؤں ایک دوسرے کی کیفیت کا واقفیت رکھتے تھے لیکن سکوت کے
طاس کو تو گڑ گڑوب طلب بان پر لائے کہ بہت کسی میں تھی۔ دلفن اپنلے بنے نظام
پر پیش قدمی کی کہنے کے بڑے بڑے منصوبے باندھتے تھے تاہم لب کشائی کوئی نہ
کر سکتا تھا۔

شیلا رانی کے بڑے ہوتے ہوئے کاموں کی بدولت اتنا غرور و متواضعی کا رشتہ کو فو
بجے صبح سے دو بجے شب تک اس روم ہی میں قیام کرنا پڑتا تھا کبھی کبھی رات کو کچھ بلور
سکان ہزاران طلب کیے کہ نہیں جاتا تھا اس سے سوس گیارہ بجے رات کو شیلا رانی کے حضور
میں حاضر ہو کر احکام کی تعمیل کرنا پڑتی تھی مگر وہ ان محنتیں سے حل برداشت نہ تھا کیونکہ
اسی سبب کے سبب جہاں جہاں آئیں سیکندرا و مصلحت بل کو لکھیں دینا میسر
ہو سکتا تھا۔

ان حالات سے راجہ بھی ناخون و کچھ رہا تھا کہ ریش بے حد راجہ
متعلقہ خدمتوں میں نہ مل سکتا تھا۔ اس لئے اس کا محنت و جفا کشی کو کھٹانے اور
استراحت کے گھنٹوں میں اضافہ کرنے کے واسطے ریش کو شیلا رانی کی خدمتیں انجام
دینے پر آمور کر کے ہوتے شاپے لئے نیا کراٹک کھرایا۔ مزید نایب یہ کہ کھانہ شیان
مطلوبی میں ایک آدم رکھ کر مزدوری سازد سامان سے بھرا کر اس کی بود باش کے
واسطے مخصوص کر دیا۔

اب ریش کا آئین روم شیلا رانی کے روم سے قریب تر ہو گیا اسے شب
گداری کے لئے بھی دھرمائے کی حاجت باقی نہ رہی، دفتر سے نکل کر کدو خنہ پڑا اس کا
کہ تھا جہاں دھرمائے کی چوکن سامعین میں امن مندی کی دیوی کا گھڑی بہت

سامنے کہ کمال عقیدت دارانیت پرستاری کرتے ہوئے دولت کا بیسی تک
تاریکیوں کو سمجھ کر دلا دیر منور فضاؤں سے تبدیل کر دیتا تھا

ایک رات وہ اپنی محبوب ترین عبادت میں محو تھا۔ شبلا رانی کی نظر ناز و غصہ
نقراؤں پر پڑی اور وہ اس کے سامنے کھڑی ہوئی۔ شبلا نے اس کی طرف سے
رنگین نگاہ کی شمولیت حصہ دو لکشی پیدا کر دی تھی تصویر کے پوٹے پر ڈال دینا
بہار دل کے ساتھ نکتہ تیریاں کر کے اٹھا اور دیش عقیدت مند بچاری کے مانند
اس کے سامنے دوڑا اور کھجور کے پوٹے کے برابر کے حلال میں دنیا و مافیہا سے
غافل عنایت کا ادب میں گم تھا کہ شبلا نے انگریز اب محبت سے کھینچی ہوئی صوفی دعا
کا انداز پیش کرنے اس عجیب غریب معبد میں داخل ہوئی۔ سرج اس نے قطعاً نرم
کر لیا تھا کہ پیش کے رد و بدل کا سارا احوال کھول کر کہہ دیگی اور درمیان سے
تلافیات کو وہ حجاب شادابی جوڑوں کے شیر نگر ہر سولہ کے بعد بھی جن
عشق کے ماہرین خلیج بن کر محال ہیں۔

چاند کے کمرے پر ننگ فضا کے کیا منظر پیش کیا کہ بڑھتے ہوئے قدموں
گئے استعجاب کے غلبہ تصویر پر بیت بنا کر کھڑا کر دیا اور وہ طاقت لسانی کھوکھو گم
رہ گئی جس کے اندر نازات کا شہر خیر طوفان اٹھ رہا تھا۔ آرزو میں عجیب طبع
طبع کے گم گاہر میں جلتے پر مرتبیں اُسی طرح جیسے پیش نے اس کی تصویر پر
پھولوں کا جگر آواز کر رکھا تھا لیکن دشا رہا یہی تھی کہ جذبات کی فزائیاں نے
سامنے میں دھلے ہوئے اعضا و جوارح کو قوت عمل سے محفل کرتے ہوئے بیکار
کر دیا تھا اس میں اس کا تصویر میں کوئی وجہ امتیاز نہ تھی تھی تو یہ کہ اصل میں
جمال محبوب کے کتبہ ضیا کے لئے کیا عبادت باقی تھی اور نقل اس خوش نصیبی سے
مردم حق

(*)

دھول اپنے اپنے حلال میں غرق تھے۔ ایک ایک پیش کا منہ کھولی آکھیں گئیں
اس کے تحت استعجاب کا سد بان نہ رہی جن یوں کی کھنڈی بت کی پرستاری میں جو
مناور مجرور جنی جمال اور جبر و عنانی دنیا کے مجرور میں بڑھ گام کے فاصلے
پر کھلنا میخانہ پر شرم سے محبت مدینہ ساغر میں کھلے ہوئے اور دلی چمکے مانند تیرے
اٹھا ہر یک ناز کے قابل ٹھہرے جو کر غیلا دی طرح سے سوال کیا۔ تم تم تم
ہیں نہیں آپ۔ پہلا فی صاحبہ آپ یہاں کہاں؟
شبلا نے کہہ دی کہ اکلہم ٹوٹ گیا سامنے ہی وہ پردہ بھی دور ہو گیا جس نے

ہندو گلوکار کشن میں جکڑ کر رکھا تھا۔ وہ پیش کے لئے بیاباں تھی اور پیش اس
کے واسطے جہاں لب۔ پیر غریب کی تکلف۔ یہ بے خاندانہ تعلق کیسا بڑھتے ہوئے
موصول نے جبرائیل کی بے چین تنقاروں میں شاد شروع کیا اور اس سب کچھ کے طلسم کا
ازاد کرتے ہوئے زبان کو متحرک کیا لیکن اس زیادہ ذہن کا کہ مجھے تم سے محبت
معلوم اس شخص سے جلیقہ تھی حالات تھی کہ پیش کی رنگ رنگ میں شیرینی
سماجی جس جذبہ کو اب تک دولت مند کرنا آیا تھا چند لفظوں کے فقرے سے مجبور
نے بے قابو کر دیا۔ اضطراب کے غلط کی کیفیت سے دونوں ملامتیں پھیل گئے جیسے من
وجہال کے رنگین جبر کو ذوق و عشق کے دوسرے حلقوں میں اسیر کر لیں گے
یادیں تھے کیف و رنگ میں متزلزل رہتے جس حسین ساعت کے اشتباہ میں
فریقہ کی درمیان مضبوط تھیں اس کا ہوش بڑھ گیا۔ آہ بچا تھا۔ شبلا نے ان کی طرف
آنکھیں مار کر آپ آپ گہری نازوں کی لطیف دھڑکنوں میں اضافہ ہو گیا۔
اتنا اضافہ کہ اس کی بھٹی ہوئی دلا دیر صدمہ گلوں اندر ہوئے لگا۔

قریب تھا کہ روشنی حسی واصل ہو کر گیان و دودھ الگ ہو کر سواں پیش کرے
ایک ایک کی نیال کے سخت پیش کے پڑھتے ہوئے قدم رک گئے، جیسے زمین پر کھڑا
ہو۔ پھیلے ہوئے بازو آہستہ آہستہ سمٹنے لگے۔ معلوم ہوتا تھا محبت کا شہباز بلند
پڑا زمین شل ہو کر مائل کون ہے۔

شبلا نے جذبات کا سہاوی فضا میں گم تھی محبت کا سہاویہ پھرنے والی انکھیں
پرستور بدستور ایسی ہی دیکھیں پھیل سے زواروں پر دست بھرنے والی
طرح جھکا ہوئی شاہ کے رنگت دھڑپا پر ڈال رہی تھیں جیل جیسے کتا تانوں پر تندی
تاثرات کا گلابی جھوٹے احمری غار مگر کرتے ہوئے کہ پائی مانتوں سے
دھال مائل کر رہا تھا۔ اس سکوت و مجبور کلمات میں وہ بعینہ کسی کامل الغنی پر ساز کے
کمال مٹا ہی کا بے غیر عمل معلوم ہوتی تھی۔ منظر پر ناخوشیوں اور فضاؤں پر سکوت
کا بارشیں ہر ہر تھی اس گم گم کی دنیا میں اسے مطلق اس کا سر نہوا کر جہاں
الفت میں کھلنا تارہ انقلاب نہ ہو چکا ہے۔ وہ تو کس تک خوش میں اپنے کا گیل
تصویر کیجئے سے لگائے اس دلاؤں کو کی منتظر تھی جہاں اس کی حسین نواکتیں مغز
ہو کر کسی کوئی بازوؤں کے باؤں سے کراؤں تھی جس کو سب کے گیلی جیل کی لڑیوں کا
زمین کو محب کر دینے کی طبعی تھوڑی غنیمت کسی کے بھرے بھرے شادی پر شہر ہو کر
طرز پر یوں کشم دوز شہد جاری کر گئی اور جہاں اس کا منتظر گم گم کر کے
کنارہ شوق میں چلتا پڑا دکھائی دیا کہ عشت کو شش تانہ میں ہر پڑے لگے شوق

قائم شدہ ۱۸۸۷ء

گلوبل میگزین

الاف اشورنس سوسائٹی لمیٹڈ

کانیا بزنس

جنگ اور اشورنس ایکٹ کے باوجود گزشتہ سال کے بزنس بہت زیادہ ہے

اس بھاری کامیابی کی وجہ سے ایک بڑے اعتماد سے

پریمیم کم ناکارہ ہو جانے پر چند بند عہدہ کی صورت میں زیرِ مہم سے دو گنی یا تگنی رقم ادا کی جاتی ہے

مطالبات کی فوری ادائیگی کمپنی کی خاص خصوصیت ہے

اس کے علاوہ

ایجنٹوں اور رکنائزروں کے لئے معقول معاوضہ اور سہل شرائط

میں سے

بیمہ زندگی یا اکنسی لینس سے پیشتر

آپ ہمارے تجربہ کا ضرور فائدہ اٹھائیں

تفصیلات کیلئے

مٹھاکر اس سہل چیف ایجنٹ فرانٹیر چیف ایجنسی کجیری وڈرولینڈی

کاش میں بن جاتی پھول کرتے وہ دل سے قبول
 تہ نہ نہیں میری کچھ رہتی ہوں مسرد دم ملول
 ہاتھ لگاتے کر مجھے خوب لگاتے گلے
 ہو کے وہ مست بہار رُخ پہ مجھے پھیرتے
 دیکھتے گر وہ پڑا پیار سے لیتے اُٹھا
 کیف سے شوق میں سینے سے لیتے لگا
 عطردنشاں مشکبو ہوتی میں زیب گلو
 بستی میں اس طرح سے بھیسے بدن کا لہو
 لگتی تھی بار بار بن کے میں تنہا سا ہار
 دیکھتی کس طرح پھر کرتے وہ مجھ کو نہ پیدا
 سینے سے لیتے لگا کرتے محبت سوا
 ہوتے وہ سو جان سے ہر گھڑی مجھ پر فدا
 دیکھتے وہ بار بار کرتے وہ دل بھی نثار
 دیدہ پُر شوق کا ہوتا فزون اضطراب
 باغ میں امن کے لگی ہوتی میں پھولی کھڑی
 بادل پر آرزو مست سی معرور سی
 رہتی نہ میں پھر اُداس دل کو بھی ہوتی نہ پاس
 درست نگاہیں کی بھی ہوتی میں لذت شناس
 ہوتی نہ غمگین بھی پھر ہوتی میں رنگیں بھی پھر
 میرے چمن زار کے ہوتے وہ لچیں بھی پھر
 نکت باد صبا چھپرے جو دیتی ذرا
 نیسی فہمکتی فضا کرتے وہ دل بھی فدا
 بغض ہوتے نثار کرتے مجھے دل سے پیار
 شام و سحر پھر انہیں رہتا مرا منتظر
 سیف سے لہراتی میں اور انہیں بہکاتی میں
 بستر راحت پہ پھر راتوں کو مہکاتی میں
 کاش میں بن جاتی پھول کرتے وہ دل سے قبول
 کیوں نہ خدا سے کہا ہو گئی یہ مسیری مجھول

کاش میں بن جاتی پھول



سپاری پاک

مستورات کے حسن و شباب و صحت کا حقیقی ضامن جبریل الرحمن کی سفیدی کر دیو

دوروں کے پوشیدہ امراض جبران الرحم لیکر یہ سیدیاں یا کاناہیض ہوتے آنا حیض کی بے قاعدگی وغیرہ کیلئے آسیریا کا حکم کرتی ہے۔ ان امراض کی وجہ سے حمل قرار نہیں پاسکتا اور اگر حمل قرار پا بھی جائے تو عموماً گر بٹا جائے یا نہایت ہی کمزور و مریل مسابجہ پیدا ہوتا ہے۔ بیماری پاک کے چند روزہ استعمال سے نہ صرف ان امراض سے نجات حاصل ہوتی ہے بلکہ یہ عجلہ نقائص کو دور کر کے رحم کو قرار حمل کے قابل بناتی ہے جبران الرحم کے لئے یہ سرفیصدی ان کی نجات ہے۔ صحت کا نفاذ بن کر یہ ہے کہ روتی سال ہو جاتی ہے۔ ہم کی جملہ خرابیاں دور ہو جاتی ہیں۔ سر چکر لگنے، کمر اوبہ، کٹنے کی شکایت، زہر جاتی ہے۔ اگر زیادہ تھل میں، میں کہ استعمال کریں جانے تو حمل نہیں گرے گا اور خلع عورت اور تندرست اور ادھیہا ہوتی ہے۔ ہزاروں یوں بڑھتی ہیں۔ یہ خیر و آفاق بیماری پاک سے فیض حاصل کر چکی ہیں۔ ہندوستان بھر میں بھاری سیدیاں گروہ پاری پانچ شہور ہے۔ کارخانہ کو اس کی تیاری پر مشرورانہ سے ہیئت فی شیشی ڈیجیٹل جو محصول لگا کر ہیئت تیشی کسی سکوٹ پر اضافی روپیہ محصول لگاتے۔

اکسیرِ حَقْلَام
برایں اَقْلَام کی تہوڑاوتنی دوا
ہے جو بعض علانیہ سے باطنِ ناپوس
ہر یکے میں وہ اس کا ضرورت پر کرے۔ یہ دوائی نر و نر وں و شائے
کو قوت پہنچاتی ہے پریشاب کے ساتھ یا بعد ویزج نالاج کھنے
اور دھات کے گڑے کھئے تو ام نورست کرتی ہے۔ بیانِ حَقْلَام
اور زیتِ اِبرہیل کو ہمیشہ کھینے یا دھانسانا ہے جس سے ہتھوڑا
زوداثر دوا جب تیار میں ہوئی عذر رکھ کر کات چنڈر گول
میں چھائی رہتی ہے قیمت فی شمشیر صرف دو روپے محصول لاک

مانع حمل اس کے استعمال سے اولاد کی پیشانی
آپ کے اختیار میں ہو جائیگی اور آپ
جب چاہیں گے اولاد ہوگی اور جب چاہیں گے اولاد نہ
ہوگی۔ بوقت ضرورت..... چند یوندریں لگانی جاتی ہیں۔
جب کل خیر نے کاراوارہ ہو تو اس کا استعمال ترک کر دیا جاتا
ہے۔ نہایت مفید۔ یمنیڈ واٹنی ہے کسی قسم کے نقصان کا خدشہ
نہیں۔ ہزار ہا معززین سے مددگار استعمال کرتے ہیں نیت فی
شیشی صرف دو روپے۔ سو لاکھ۔ جو مدتوں کیلئے کافی ہے

حلیت میں نہ ہو، لیکن بلکہ ان پر مزید تیار رہے۔ اور دوسرے وقت ہر ماہ و پتہ صاف اور خوش خط لکھیں۔

مادران کیلئے کہیں بچہ سٹیکس نمبر ۲۱۱۔ بالمقابل اودہ شاہ عالمی لاہور

تاریخ: ۲۱۵۲

بمبئی کو اریٹرو

انشورنس سوسائٹی لمیٹڈ بمبئی

کی قابل رشک فائرتی

ایک تلمہ حقیقت کہ اس سوسائٹی نے مختصر عرصہ میں ہیر زندگی کے میدان میں حیرت انگیز ترقی کی ہے
موجودہ کساد بازاری کے باوجود گذشتہ سال سے ۵۵ فیصدی انڈر ورائس حاصل ہوا
آپ بھی تھوڑی سی محنت کر کے اپنے مستقبل کو شاندار بنا سکتے ہیں

اس سوسائٹی کی پیم کی آمدنی 31-1930 میں صرف =/ 1647 روپیہ تھی
1940 کے آخر میں =/ 5,62,362 روپیہ ہو گئی

پول شوہر پرائس =/ 42500 سے =/ 40,42,550

لائف فنڈ =/ 1297 سے =/ 889,552

ایسٹس =/ 29,924/7/2 سے =/ 10,12,514/9/1

فرنٹیر اور راولپنڈی ڈویژن کے لئے

کمیشن اور تنخواہ پیسہ بارسوخ اور عینتی ایجنٹوں، انسپکٹروں اور آرگنائزروں کی ضرورت ہے
مزید تفصیلات کے لئے

پتہ ذیل پر خط و کتابت کریں

ایم۔ جی۔ صوری اسکوائر برائچ ملینجر

بمبئی کو اریٹرو انشورنس سوسائٹی لمیٹڈ چیری وڈ راولپنڈی



رسم و رواج پر تھا

عورت کی طبیعت جھگڑا پسند کرتی ہے، اُسے غفلت کچھ اہل، شادی کی جہیز و عہد اور جہیزوں کا غلبہ میں خاص لطف آتا ہے، اگر ان بے چاری کی طبیعت کو غفلت اندھی دم کی پڑھیں عورتوں نے نہ رتی روایا دیا تھا، خاندان میں کوئی تقریب جو اُنہیں اپنے گھر کی چار دیواری میں قید تھائی سبکدوش پڑتی تھی، وہ عورتیں تو کیسے سرالی ہو جو گھر کے آہانے کا در نہ جانتا تھا، یہی نہیں بلکہ وہ خانی دلوں میں بھی، اگر غلے کے کسی عزیز کے یہاں آگئیں اور اتفاق سے کوئی یہاں کا بھی پہنچ گیا تو ان کو سر پہ پاؤں رکھ کر، سب کا نفس چاہے بھڑکے، اگر پڑیں، شہوت جالتے، کچھ ہو، چپکے چپکے جا ملے گی۔ تو یہ تہ کلام میں گئی۔

شاید عروں سے تو اس لئے ملے گی کہ چھپا یا جاتا ہے کہ ملے بھنے سے صورت و عادت کی بڑی معلوم ہو گئی تو شادی نہ ہوگی، اپنوں سے چھپانے کا فائدہ؟ وہ تو دیکھے سہلے ہوتے ہیں، اسی پر کتنا غصہ کی جاتی بلکہ اگر کسی کو اس کے ہونے والے شوہر کے خلاف بے رحمانہ خیالات خراب کئے جاتے ہیں، اگر اس چیز سے غیرت و دلالت ملتی ہے جس کو شوہر سے تنگ نہ ہو سکے، طلاق مات نہ منسا منو ہر کی ہے، طلاق چیز نہ کھنا شادی کی ہے، طلاق کے سامنے نہ ہونا سسرالی ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ دل کے دل میں شوہر کی طرف سے ایک ایسی کبیدگی پیدا ہو جاتی ہے جس کا خود سے بھی اس کا س نہیں جھٹا، وہ اپنی عادت کی بنا پر شادی کے بعد بھی شوہر سے غیر زرا دی مغایرت کا افسار کرتی ہے جس کی وجہ سے شوہر کو دل سرد پڑ جاتا ہے اور اس کی ترقی کرنے والی تو جو ترس کر رہے گئے تھے

میری بھینجیالی بیوی بھی عجیب غریب بیوی تھیں، بولکلاچ سے پہلے تو قوم اور نکاح کے بعد سے ناخوش، وہ بھی صرف میری نہیں بلکہ میرے گھر میں کی ناخوش تھیں جس میں عورتیں، بچے اور جانور تک شامل تھے

اس پردہ پر کوئی دلیل مذہبی تھی و عقلی، عرف، ایک سے بھی جو اس دوسرے ہماری ہنسی کی وضاحت سے پہلے سسرال والوں کے ساتھ نہ ہونے پڑتی ہے جس کے معنی یہ ہوتے کہ قانون مذہب کی مخالفت غیرت واری اور موافقت بیعتی ہے۔

یہ غیرت نسبت کے دن سے شروع ہوئی تھی اور نکاح تک تھی مضبوط ہو گئی کہ میرا نام، انیس بلکہ میرے نام کا ایک جز بھی اگر کسی کے نام میں ہو تو اس کا نام تک دینا بیعتی میں شامل تھا، میرے نام کو کسی کی زبان سے سن کے کالوں میں انگلیاں سے لینا غیرت اس سسرال سے آتی تھی کسی بچہ کو دیکھ کر بھی شکر لیتا اُس سے بڑی غیرت، وہاں لگسی، مادا کو جانور کو دیکھتے ہی بھاگ کے کوٹھری میں چھپ جاتا مناسب سے بڑی غیرت تھی۔

چلے ان حیا کی غیرت تک، ماری کو ان میں سے کسی ایک پر غیرت نہ آتی ہو رات دن بھر شادی کا خواب دیکھتے گزر جاتے، سارا رات دن شادی کے تصور سے آنکھوں میں سرور جھلکتا ہے، ہر پرہ سے لاشا شہید کرے، دل ہی دل میں شدم شد اہل مگر سسرال کی باتیں جہاں ہونے لگیں وہاں سے فوراً اٹھ جاتیں، جو کسی چیز کی کہہ نہ لگائیں، اعیہ یا شے بڑا پس ہیں سو یاں نہ عاتیں، شرفی آتے بڑا پس ہیں، آتش بازی چھٹتے رو دکھیں، وہ اپنی اماں جان کے مطابق حکم غیرت دکھانے پر مجبور تھیں کیونکہ جندہ و ستانی غیرت کا عیاں و فطرت کے بجائے

سلہ میں اپنی تحریر میں الفاظ کا اصلیت پر تلفظ کو ترجیح دیتا ہوں اور بنی لفظوں میں کتابت و لکھ کا اختلاف نہ ہوتا ہے، اُن میں تلفظ کے مطابق اظہار اختیار کرتا ہوں، یہ لفظ بھی اُس طرح کا ہے (ہفت اجتہادی)

عورت کی حالت اس کو بھی پرکھاؤ دکھاتی ہے جس سے مرد کا دل و
ہٹے نکلتے ہیں۔ اس لئے کہ شہر میں شادی پر لڑکتی ہے جس کے بعد شادی نہ ہوتی
سے دونوں کٹھن مل جاتے ہیں اور یہ عورت بھی نہیں آتا کہ شادی لڑکی کے لئے موت و

ان دنیاوی امور میں یہ سمجھ رہی ہیں کہ شادی لڑکی کے لئے موت و
حیات کا فیصلہ ہوتی ہے اور یہ سب سب میں لڑکی کے لئے نہ کہ اس کے لئے عورت و
پیدا کرتی ہیں جس کی ازدواجی دنیا میں نہ بہشت ہونا چاہئے اس کو اپنے ہاتھوں
جہنم بنا دینے کا ہاتھ ہے۔ یہ ہے لال کتاب پر چلنے والے والدین کی مصیبت
محبت کی ان تباہ کن رسوں کو جاری رکھ کر لڑکی کو زبردستی جانی ہے
اور اگر ان فضولیات کو چھوڑ دیا جائے، لڑکی کے سامنے اس کے ہونے والے
نوشہرہ کی تصویر کشی جائے، اس کی خوبیاں دکھائی جائیں، قصہ کہانی کے رعب سے
شوہر کی محبت کا سکھائی جائے، لڑکی کے دل میں اس پر پلوتا ہے گا، مسرور
و امین کی آمد و رفت رہے گی تو ان سے مل جائے گا وہ لڑکی کی اچھائیاں دیکھ
دیکھ کر خوش ہو جائے گی اور اپنے گھر میں اس کی تصویر کشی کر کے لڑکے کو مال کرتی
رہے گی اس کیلئے رنج و غم سے دونوں کٹھن میں جگہ ہوتی رہے گی جو شادی کے بعد
بہت جلد دونوں کا دل یک جہت ہو کر ملے جائیں گے غلوں سے بڑھتا جائے گا،
غلوں سے ہمدردی پیدا ہوگی اور ہمدردی سے محبت، یہ شادی حقیقی شادی
ہوگی اور یہ دن و شوہر سچ کے میاں ہوں گے۔

میں ملے گی کہ یہ فلسفہ بہت سمجھانا چاہا کہ وہ مار سے عزت کے اپنے
پانچوں کپڑوں سے باہر ہوتی جاتی تھیں، میں جب کوئی بات نہ کی کہ رسول کے خلاف
بولنا تھا تو وہ میرا گادابی تھیں، وہ شیطان سے اتنی ناراض نہ ہو گئی تھیں جب سے
منہ پر تھیں اور میری خطا عورت ہی تھی کہ میں نے ان کی رسموں سے اجازت

کر دی تھی، شاید میں لاد مذہب ہو جاتا اور ان کی رسموں پر راضی رہتا تو انہیں اپنی
لڑکی بیاہ دیتے ہیں یہ تکلف نہ ہوتا۔ مگر پابند مذہب رہ کر بغیر سمیں اور لکھتی پنی
بیوی کو رخصت کر دیتا کہ وہ نور کو مفت لے آتا تھا۔ میں ان کی مندر کو کوئی ایک سم
بھی کر کے کو تیار نہ تھا اور وہ میری مندر کو کوئی ایک سم بھی کر کے لے آتا کہ وہ
نہ تھیں، ایک کھینچا تان تھی جو سال بھر سے میرے اور گچی کے درمیان جلدی تھی
نکاح ہو چکا تھا مجھے اطمینان تھا کہ کہاں تک لڑکی کا اپنا پارہ الیکٹریک کھینچ
کبھی تو راز راست پر لنگی اور یہی ہٹا بھی پہنے تو انہوں نے سمجھا یا پھر خوشامد کی
پھر آگیا، گالیاں دینے کو سنے دیتے اور جب ان میں سے کسی ایک نے بھی اثر نہ کیا
تو چپٹے پیچ میں پڑے کچھ جھک دیا یا در کچھ پیچ واور نہ دیا اس پر بیوگیا کہ شادی کی
لڑنے لڑنے کے ایک مندر وار، مانجھا اور بند ہی موتوں سا بچ جی جی، ہارات چوگا،
پوتھی بند، خلعت سے زور سے میں گرفتار

میں نے چپ کا متوسط فیصد منہ پر لکھ کر میرا پیسہ سے ارادہ از مرگ
بگیرتا رہا راضی بشود کا تھا، میرے منہ پر کرتے ہی رخصتی کا تاریخ مقرر
ہو گیا، چچی اپنے دل میں خوش تھیں کہ سب سب کے عوض میں روت سا بچ آگے گی تو
بڑی دھوم دھام سے، ریت کا پور، راشنی ہوگا، جو تھی کا پور، زور و زور ہوگا
پڑھاؤ کے گتے بڑاؤ ہونگے اچانک کی ٹکلی ہوگی، میرے کے چوکھڑے ہوں گے
آرائش کفایت ہونگے، جھنڈیاں ہوگی، انگریزیاں باجے ہونگے، لوگے چھڑتے
آئیں گے، یہ ہر گاہ ہوگا نہ معلوم کیا ہوگا، انہوں نے اپنے رنگین خیالوں سے خوشی
میں بچوں کے تمام مہمانوں کو لڑکے کے گھر پہلے سے کوٹھے پر بٹھا دیا، یہاں
سب بچے جانے والے تھے چار بچے اور وہاں سب تین ہی بچے سے دھوپ میں سکر
رہے تھے۔

لے تو ہمت دم ہمت کا مجھ رہا۔ کہنے لگے کہ میں اس کی تصویق تھا جس کے پاس دل لگ گیا، ایک کتاب تھی جسے مقدس اس کے سامنے پیش ہوتے تھے وہ اس کی
کتاب فیصل کتاب تھا اور یہ فیصلے رکے سب مل جاتے تھے، اکیڈم اس کے سامنے دھوپ اور تیلی کا مقدس پیش ہوا، واقعہ یہ تھا کہ دھوپ اور تیلی کے جیلوں میں لڑائی، تیلی
کے جیل کے دھوپ کے کیا کارڈ لاء، دونوں تصانیف کے پاس لائے گئے، تقاضی نے مقدس کی اپنی لال کتاب منگوائی اور اس میں سے یہ فیصلہ سنایا۔

لال کتاب اٹھ بلیوں تیلی میں لڑائے کہیں
کہاں تھی کھل پڑا تھا ساندیل لال لیل اور سور لڑاؤ (سہلے مراد میں)

اس جو یہ غریب فیصلہ لال کتاب کو مشہور کیا اور اس میں سے ہر غیر منصفانہ فیصلہ کا نسبت لال کتاب دی جانے لگی، روز بروز ہر جیل و فیصلہ لال کتاب کے
منسوب ہونے لگی یہاں تک کہ توہمات و وصایا پرستی کو بھی لال کتاب کے احکام میں شامل کر دیا گیا (مدت اجتنابی)

یورپ
اور امریکہ کے
سائنسدان اس
بہتر اور مستقل فائدہ
دینے والا
ٹانک تیار نہیں
کر سکے

دنیا بھر کی مقوی ادویات کی مترجم ریڈیم ٹانک پیلز (رجسٹرڈ)

سونا
کو دھوج۔ شلاجیت
کشتہ فولاد
ڈمیانہ۔ پوہمین
اور دیگر بیش قیمت
ادویہ کا بے مثل
مرتب

ریڈیم ٹانک پیلز موجودہ سائنس کے سادہ سیال کے تجربات کا بہترین پتہ ہیں۔

سائنٹفک طریق پر بنائیت بیش قیمت ادویہ کو اس قسم کی مادیات گولیوں میں بدل دیا

گیا ہے جو صحت سے اترتے ہی خون صلیح پیدا کرتی ہیں۔ دل و دماغ کو طاقت بخشی ہیں اور محافظہ کو تیز
کرتی ہیں۔ یہ گولیاں جسم میں نئی طاقت و توانائی پیدا کرتی ہیں۔ ان کے استعمال سے قوت مری بے حد بڑھ جاتی ہے۔ یہ گولیاں صحت
مخزون میں پورے حصول کو جو ان کے گروٹ کو طاقتور بناتی ہیں تندرست اشخاص ان گولیوں کے استعمال کے اپنی طاقت کو کئی گنا بڑھا سکتے ہیں

دل نہ لے روپیہ نقد الغام

ریڈیم ٹانک پیلز کی شیشی پر اس کا مکمل نسخہ درج ہے جس پر ہر روپیہ نقد الغام سائنسدان ڈاکٹر ایس شخص کو دیا جائیگا جو یہ ثابت کر دے کہ
ریڈیم ٹانک پیلز میں سونا نہیں ڈالا جاتا۔

جوانی اور مستقل طاقت حاصل کیجئے

ریڈیم ٹانک پیلز کے استعمال سے شیرازہ زندگی اور گور اور کار و رفتہ نوجوان مستقل جوانی اور دائمی طاقت حاصل کر چکے ہیں۔ ریڈیم ٹانک پیلز
قوت مری کی کمزوری، سرعت انزال، ضعف بل و دماغ، جسمانی کمزوری اور چہرہ کی زردی کا یقینی اور مستقل علاج ہے۔ ان
گولیوں کے استعمال سے ناکارہ مڑا اور پورے انسان بھی تندرست اور خوبصورت اور لاوی پیدا کرنے کے
قابل ہو جاتے ہیں۔ یہ گولیاں جسم کے خدو و خد کو مستقل اور دائمی طاقت بخشی ہیں۔

قیمت فی شیشی ۲۵ گولی تین روپیہ۔ ۶۰ گولی چھ روپیہ۔ ۱۵۰ گولی پندرہ روپیہ۔
سول ایجنٹس میسرز انڈیا لیمیٹڈ، ۱۵۰ گولی چھ روپیہ۔ ۱۵۰ گولی پندرہ روپیہ۔
لاہور ایجنٹس۔ میسرز سی۔ ایم۔ برادر۔ سس سوداگران ادویات انارکلی۔ لاہور۔
بزرگ دی۔ پی۔ منگولائے کاپتہ۔

ٹیکسٹ
۳۶۷۴

ماڈرن کمیکل وکس۔ پوسٹ بکس نمبر ۲۱۱
بالمقابل ادھ شاہ علی لاہور

ٹیلیفون لاہور
۲۱۵۴

طکم نامہ کو سفیدی مکمل کرنے کا ریسہ بنانے والا

جسکی تمام ہڈیاں میں دھوم ہے اور جس سے ہر اور مریض صحتیاب ہو چکے ہیں

جو لوگ جوانی کی غلط کاریوں سے مراد نہ قوت پیدا کر چکے ہیں اور اپنی حالت کو موت سے بدتر سمجھ رہے ہیں ریڈیم طلہ ان کیلئے میخانہ ثابت ہو گا۔ اس کے استعمال سے ناکارہ انسان کی بھی پالٹ جاتی ہے۔ مراد قوت کی کمزوری خواہ بڑھاپے کا نتیجہ ہو یا بچہ کی غلط کاریوں کی وجہ سے کمزوری۔ سستی اور نامری ہو، ریڈیم طلہ کے استعمال سے جملہ قائلین دور ہو جاتے ہیں۔ ہر مریض اس سے فیض حاصل کر چکے ہیں۔ ریڈیم طلہ کے استعمال سے ہر ان خون بڑھ جاتا ہے اور مرہ رنگوں سے بھریاں میں غضب کی تیزی اور سختی پیدا ہو جاتی ہے۔ نامری سستی، پیڑھا پن، چھوٹا پن اور ڈھیلا پن دور کرنے کیلئے اس سے بہتر طلہ کونسا نہیں ہوا۔ اس کے استعمال سے جملہ قائلین دور ہو کر ناقابلِ برداشت طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ گیارہ گز باورِ حادی بھی اگر اسے استعمال کر لے تو اس میں جوانوں کی سی قوت آجاتی ہے۔

ریڈیم طلہ شیش قیمت دو سو ساٹھ روپے پر بہت محنت سے تیار کیا جاتا ہے۔ اسے بہت دیکھ کر اور ڈاکٹر ہمارے اس محال کر کے در نام بدل کر فروخت کرتے ہیں اور ایک دفعہ منگو آنے کے بعد بار بار منگو آتے ہیں اور اپنے منگو سے بڑی بڑی رقم وصول کرتے ہیں۔ نامری کا یہ شرطیہ علاج ہے۔ آج ہی منگو اگر اس سے فائدہ اٹھائیے پان اور کپڑا باندھنے کی ضرورت نہیں۔ آبلہ وغیرہ کا کوئی خدشہ نہیں۔

قیمت نشیشی صرف تین روپیہ محصول ملک ہر جو اس کی خرید کو کے مقابلہ میں بیچ ہے

ٹیلیفون نمبر ۴۱۵۴
ماڈرن کمیکل ورکس پوسٹ نمبر ۲۱۱۱ بالامقابل اڈہ شاہ علی لاہور

نفس الناسی الخاصہ ہے کہ جس پر کما زیادہ انتظار کرنا پڑے اس کی قدر بھی بڑھ جاتی ہے۔ بیرونی بھی خوشی میں بے حال ہو گئیں جب اپنے گونا گوں خیالات میں بے چارے انتظار کے بعد سہانچ میں صوفیت کا چھوڑا، ایک فقرہ، ایک لفظ بھی تانجہ کی شکل میں دہی بھلی اور ایک خوان میں نقل دیکھے، دناہذا التوبیریں، نہ باہوں کی دھو دھو، نہ گلوں کی داہلیں داہیں، نہ فسوں کی کھم کھم، کچھ بھی نہیں۔

سب مل کے سانچے پر تھڑی تھڑی کرتے لگیں، بوختی وہ نام دہرتی تھی، کسی کا جی تھلا یا جا رہا تھا کسی کو لگاٹیاں آ رہی تھیں کوئی دنگ ہی تھی، سانچے کیا تھی بڑی پوچھتی، اور چیخو تھوڑے جوش کے بجائے پائل کی تلی کی طرح مکان سے بھونک پٹپٹ پھرتی تھیں، انہوں نے جزد منٹ میں مجھے سیکڑوں خطابات سے ڈالے جتنے کہنے اور سنتی کا لیا، ان کا آواز آتی تھی وہ سب ایک یکساں میں میرے لئے صرف جوتی گئیں، انہیں پوچھتی کہ تھوڑے اور مدد تھوڑے کہنے پر رہ رہ کے اُبال آتا تھا، ان کے غصہ کا پارہ تیزی کے ساتھ دل و دماغ کے درمیان دوڑ رہا تھا، وہ تنک تنک کے چپ چوتی تھیں تو سوچ سوچ کے کہنے لگتی تھیں، یہ جزد و داس وقت تنک جاری رہا جب تنک انہوں نے سانچے والے کر کے تہیز دینے سے انکار نہ کر دیا۔

مجھے سانچے والے ہونے کی اتنی پروا نہ تھی جتنی جہیز نہ شعلی خوشی ہوئی، میری رائے میں جو شخص ہر پیشگی ادا نہ کرے وہ جہیز و سوی کا ہرگز متوخر نہیں اور یہ اشارہ انہیں ہر کسائی کی طرح شہر میں تھا جیسے کہ ہندوستان کے رہتے ہیں، اس لئے مجھے جہیز کی خواہش نہ تھی، میں بیوی کے سال پر فلوب بن کے حقیر دو لکھا کا خطاب لینا اپنی زلت سمجھتا تھا، میں نے جہیز نہ ملنے کی خوشخبری کو خندہ پیشانی سے سنا اور سانچے قبول ہو جانے کی کوشش کئے بغیر واپسی منظور کر لی۔

اب مجھے ملنے لگی تو بارات کی کوہک میں شب و سوئی لیریز نیا چاہتا تھا اور خاندان والے مجھ سے گڑھے پہرے تھے، ان کو بیرونی رسم کی خواہ مخواہ ناپسند تھی معاملہ میرے اور چچی کے درمیان تھا مگر ان سب کو مجھ سے بعض لاپہی اور چچی

سے ہمدردی ہو گئی تھی، ان خدائی فوجداروں نے پہلے تو ہڑی تو توئیں میں کی گریب میں نے کسی اس کی دوسری توڑنے انتقام لینے کے لئے بغیر بیوی کے موت قبل کرنے سے انکار کر دیا، میں اپنی رقم دیر کو بھی بچا لیتا اگر ان کے یہاں کی دھوئیں کھائے نہ ہوتا لیکن میں جانتا تھا کہ بعد کی آگ پڑا رہی جیسا دشتوار کرے گی اس لئے پہلے تو بہت کوشش کی کہ وہ بیوی نہ لینا پڑے اور جب کوئی تنگ پڑا نہ ملتا تو مجبوراً منظور کر لیا۔

میرا ذاتی مکان اتنا بڑا تھا جس میں جہانوں کے جھپٹے کا بھی اختتام ہو سکتا اور دعوت کا بھی اس نے سہارا دے واسطے تو اپنے مکان کو کجا سجا دیا اور موت کے لئے تخت ہٹا لے اس مکان کا انتخاب کیا جو سافول کے ٹھہرنے کے لئے خالی رہتا تھا یہ مکان چیل سے ملا تھا اور میرے مکان سے بھی قریب تھا، میں نے دعوت کا ٹیکہ لے کر چل کر دیکھا تھا

یہ تو میں پہلے ہی سے سمجھ رہے تھا کہ میں نے سوچا دینے کا اعلان کر دیا تو غافل طے مارے تھے کہ بے ہونے لگے لیکن نہ حقیقت کھا کے رقم دینے والے ان میں سے بہت کم لگیں گے، ماسی نے دعوت تو تین سو آدمیوں کو دی تھی مگر ٹیکہ دو سو کھانوں کا دیا تھا اور دیر ان خیال صحیح نکلا بھی، بارات میں شریک ہونے والے عزیز و احباب بے تکلف بالکلف سب ملا کے بھی پورے دو سو نہیں ہوئے کھانے کا وقت اسٹھر کے شیش تھا جن میں کانا تھا وہ نہ بچے کیجئے پہنچ گئے تو دس ترخان بچا اور سب ایک ہی دھڑ میں کھانے کے لئے بٹھا دیے گئے، عام طور سے شاید میں سو یا اسی آدمی تھا، او وسط درجہ کی دعوت زیادہ اہتمام کا امر نہ تھا، اس لئے صرف آٹھ سو بیس شریک لگے آگے چنی ہوئی تھیں اور نویں بیٹ ان کے سامنے اس وقت لگائی گئی جب کھانے کے بڑے بڑے نقول ملے گھار کی صورت اختیار کر لی اور اچھی خود کاندہ دھپسی سے کھانے والوں کی تیز رفتاری کے شکنجے کا انتظار ہونے لگا۔

یہ آخری بیٹ بالکل نئی شان کی تھی اس وجہ سے سب کی توجہ انظر میں اس پر جم گئی ہر ایک کے دل میں ایک نیا خیال آتا تھا نکل جاتا۔
”آخری بیٹ میں فلاں رو آئے کا مطلب؟“
”کیا کھانے کے بعد اس کو کھانا کھا کے سلق صاف کیا جائیگا“

لے دلوں دلوں کی رشتہ دار عورتیں ایک سرسکے کمر میں کھاتی ہیں اور ہمدردی اور گھڑنے کو سمدھیا نہ کہتے ہیں۔

لے نیتا بیٹی ملا و انتم اس رقم کو بھی کہتے ہیں جو شادی کے موقع پڑی جاتی ہے۔ (درتاجتہادی)

کلب ————— ۲ عدد ————— ۲

کبیر ————— ایک پیالہ ————— ۲

روٹے ————— ۲ عدد ————— ۱

بورانی ————— ایک پیالہ ————— ۱

میزان

قیمت کے پرچے ہاتھوں میں تھے، خیال جیوں کی طوت اور نگاہیں دروازہ پر
بہار ہٹیل کا مالک پہلے سے ریزکسی بچپائے قند کا مسند و تچور کھٹے بیٹھا تھا: خوش تھے
وہ لوگ جو نیولتیں علہ دیتے آئے تھے اور انک بھلا چڑھا رہے تھے وہ لوگ جو مرزا کا
روپیہ لے تھے اور بالکل خفا تھے وہ لوگ جو کھانکے کھسک جاتے تھے۔

~~~~~ (۲۰) ~~~~~

”کیا پانی کے عوض میں اس سے ہاتھ نہ پھیراؤ پھر پچھنے کے کوڑے جو ہمیں لگے“

”شناپلاس کے نیچے پان چوں ایسی بھی ایک عجیب حدت ہے“

بات زلالی تھی نہ تک کوئی نہ پہنچ سکا، غور کیا گیا تو بتیرب شادی بہر فن مولا“

لکھا دکھائی دیا ایک بھور گرے رہنے پرچے اٹھائے، ان کے دوسرے رخ پر جل

سرفوں میں نعت جوں لکھنؤ چھپا ہوا تھا اور قلم سے لکھنے کی تفصیل مع قیمت

لکھی ہوئی تھی۔

پلاؤ ————— ایک پلیٹ ————— ۸

مرغز ————— اسی پلیٹ ————— ۴

سارن ————— ایک پیالہ ————— ۴

بشیریل ————— ایک عدد ————— ۲

## محبوبہ سے!

از جناب ناشاد کا پیوری ایم۔ بی۔

کسی اہل دنیا کی بھی دعا لو  
جوانی میں جوانی کا مزا لو  
زمانہ جاتے کسی کب کب رہا ہے  
مری مانو مجھے اپنا بنا لو

محبت کی نئی دنیا بسا لو  
جسے چاہو اس سے اپنا بنا لو  
جوانی کی آسنگیں کبہ رہی ہیں  
امی بہتی ہے یہ گنگا نہا لو

جوانی میں جوانی کا مزا لو  
بہار جاودانی کا مزا لو  
جو آئی خود تقاضا کر رہی ہے  
مزا لو زندگانی کا مزا لو

## معراجِ مقربل

از جناب فقر موہانی ایڈیٹر حاکم جہاں نسا لکھنؤ

کس کے آنے کی میرے شہر خبر ہونے لگی

کائنات دو جہاں زیر و زبر ہونے لگی

اللہ اللہ ان کی تصویر خیالی کا فروغ

بارہا ایسا ہو ا شب میں سحر ہونے لگی

اٹھ گیا مہتی کا پردہ درمیاں جس گھر ٹھی

ہر طرف اپنی تجلی جہلو گر ہونے لگی

ہو گیا جو شش منوے فضل گل کا انکشاف

حب نفس میں آندوئے بال دہر ہونے لگی

اگلی جہد کسی کے گیسو درخ کا خیال

رات بھی کچھ چھری کچھ سحر ہونے لگی

کیوں نہ کہے اُس کو فقر کا میاں حب تجو

خود فنا ہو کر جسے اُس کی خبر ہونے لگی





اگر آپ واقعی اپنی صحت اور پیسہ کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں

تو ہمیشہ بولہ بنا سٹی استعمال کریں

جو کہ تازہ اور خالص بولہ کے تیل سے تیار کردہ ہے اور جس میں جسمانی نشوونما کے لئے ضروری ماسٹل ہیں

سچ مح غذا میت ایک خزانہ ہے اور سب کھانے میں نہایت خوش ذائقہ ہے

ہر لحاظ سے دلیسی کھانے کا پورا نعم البدل ہے

ایک دفعہ کے استعمال سے آپ اس کی خوبیوں کے قائل ہو جائیں گے

ہر جگہ ہمارے ایجنٹوں سے ۲۰-۳۵-۱۰-۵ پونڈ کے ٹینوں میں دستیاب ہو سکتا ہے یا براہ راست ہم طلب کریں

جنرل منجیری کمیشن فلور مارلہ کمپنی لمیٹڈ لاہور

لاہور ایجنٹ:- پیس زرنگاشن گرو معاری لال کپور بیرون شاہ عالمی گیٹ لاہور

فلمی دنیا برسوں تک ناز کرے گی!  
پنجابی زبان کا بہترین فلم



منگتی کے نغمے  
روح موسیقی  
ہیں!

روپ کے شہزادی

اداکار: ممتاز شانتی، مجنوں، منورا، پروین، گلریاں، غلام قادر، مالا، کملا، محمود، حفیظ  
ستیش پیمپیشاوری

پرمیختا ٹاکیر ہیں آ رہے

بنگ کے لئے تیار ہے "مسٹر مکمل ہنرستانی ڈرامہ"

ایضاً: چندن مل اندر کمار، لاہور



اور خاموشی و خاموشی ہے اور میر سے ساتھ کام کرنے والے میری موزا کے رخصتیت کے قائل تھے۔

اُس عین دو شیعہ کا نام اردو تھا۔ وہ انتہائی خوبصورت تھی۔ اگر میں یہ کہوں کہ میں نے اس سے زیادہ خوبصورت لڑکی آج تک نہیں دیکھی تو شاید بالغہ نہ ہو گا۔ وہ دلکش و مٹلی اور متناسق بے نقصان ایک مرقعات حیدر تھی۔ اُس کے سر کے انداز بہت ہی دلکش تھا۔ جب سہنسٹی تو باوقاف لہروں کے چھپتے سیرک تھی بجلی کی طرح لگا ہوں ہیں کہ کوئی نہ جانتی۔ وہ دیکھ کر میں کچھ گایا میری کرتی تھی۔ اُس وقت ایسا معلوم ہوتا جیسے کوئی فردوس سورنمہ راہو۔ اس کی آواز بڑی سربلی تھی بات بات پر سننا اُس کا سربلی تھا۔ جب وہ کھل کھلا کر سہنسٹی تو لگاں ہوتا جیسے کہ سجد میں نقری گھنٹیاں بج رہی ہوں۔ اس کے خیرم نازیں مبادو تھا۔ میں اپنے کمرے میں کواڑ کے پیچھے چھپا ہوا کھڑکی کی رام سے کبھی بھی اس کے ساتھ سنوڑ سے لطف اندوز ہوا کرتا تھا۔ وہ میری بیوہ ماں اور ایک چھوٹے بھائی کے درمیان اوپر کے کمرے میں رہتی تھی۔ اُس کا بڑا بھائی دلی میں کہیں ملازم تھا۔ اُس کی بیوی موٹی رقم سے اُن کا گزارہ بڑی شکل سے ہوتا کرتا تھا۔ اسی وجہ سے انہوں نے مکان کا پچھلا حصہ کریر پر لگا دیا تھا اور کھانا کھانے میں پڑتی تھی اور اچھی چھوٹیوں میں بہت ہر روز تھی۔ جب کہ لڑکی اُس میں سوار ہونے کے لئے کتابیں لعل میں دبائے نیچے اُترتی تو اُس کی تمام چھوٹیاں شہر میں لگا ہوتا اس کی طرف دیکھنے لگتیں۔ اُس کے علاوہ یہاں کی دیکھنے والی ہوتی تھیں اُس کے دونوں عین اور سٹول شاؤن پر پڑی ہوتی اس طرح لہرائی جیسے عین شاہک حفاظت پر ڈنگ ٹاور ہوں۔ اُس کے بس میں قدم رکھتے ہی سب سے اپنے پاس بٹلے کے لئے اور دیر کھسکا شروع کر دیتیں اور وہ دلکش انداز میں سکراتی ہوتی اپنی بچوں کی ان معصوم کوششوں کو دیکھتی اور ہر جتن سے ایک ایک جگہ جاتی۔

اُس کا چھوٹا بھائی ہریش میری لگا اسٹوڈنٹ تھا اور وہ نا اعداد اساتذہ میں اُس کی مدد کرتی تھی۔ گرومنی برزی نی روشنی کے اُس سرکش نوجوان کے دل میں بعض اوقات جذباتِ بغاوت پیدا کرتی۔ وہ صنفِ لطیف کی میری کو صنفِ قوی کی تو نہیں سمجھتا تھا۔

ہریش اچھے بچے بتاتی ہیں اُسے غور سے سنا۔ وہ زیادہ کچھ میری حال ہی رچو گئے!! وہ کہتی

اُس کا سرکش بھائی ہریش میر سے کچھ کہتا۔ یہ اپنی پرفیسر کی نوکری میں

مجھے اس مشورے کے فروغ میں نہیں سمجھیں! اس قابل رہنے کا سوال تو میں نہیں ہی مند سے حال کی پہلی طبیعت اُس بجا کہ کوئی بدبخت نہیں سمجھتا ہوں جو.....

جب اس قسم کی بحث کا بار گرم ہو جاتا تو مجھ کو بیوہ ماں کو دخل انداز ہونا پڑتا۔ ہریشی اُن باتوں کی طرف سے تھا جس کی زبان تصحہ دار ہوتے پر بھی نیچے کی طرح چلتی رہتی ہے۔

~~~~~ (خبر) ~~~~~

محبت میں گرفتار ہونے کے لئے دن بھر نہیں بلکہ لگتے ہیں۔ میں اُسے ایک سال سے دیکھ رہا تھا۔ بھلا بھلا خوبصورت لڑکی۔ میرا مال اور تفریح اور سرکش بھائی چاہتے تھے میں اپنی بہن سے اپنے آپ کو زیادہ قابل اور تعلیم یافتہ سمجھتا تھا۔ وہ اُن دنوں میں سے تھا جو ان نظروں میں عورت کی کچھ سمجھ اور قیادت قیادت تک قابل تھی۔ یہ تھے اس خاندان کے بارے میں میرے ذاتی خیالات اس سے زیادہ جاننے والے تو میں دیکھ کر کسٹش ہی کی اور نہ ہی مجھے اس کی ضرورت تھی۔ میں ہر شے لگا لگا کر اس کی ماں کے گھریں دیتا تھا۔ اور نہ ہی میری طرف سے کبھی کھانا کھا کر بھی دیکھا میں نے جب کبھی اُسے دیکھا تو کبھی کسی کام میں مصروف تھی۔ عام کلمہ زندہ لڑکیوں کی اس کی طرزِ معاشرت اور اور صلاح و اطوار کی سرگاز تھی۔ وہ گھر کے کام میں بڑی دلچسپی لیتی تھی۔ ریزہ سے لپکے گاؤں سے بہت شوق تھا جب اور میرے خدمت تھی تو لڑکیوں کی کتابیں دیکھ جاتی۔

یوں تو لوگ جو میری ذہنی شکرتی تھی۔ گوارا کی ان ہر شے میری طرح سرکش پر اُتر آیا۔ اُس نے لبر اور ایک سوال لگایا۔ اگر اس کا جواب انصاف کی کتاب میں چھپے ہوئے جواب نہ مل سکا تو سب سے حل میں کوئی غلطی نہ ہو تو دفعہ شک کے طور پر اُس نے اُسے اور اُن کے سامنے رکھ دیا۔ اور نہ ہی جلدی جلدی حل کو شروع سے سونٹ لکھا اور پھر بے پروائی سے بولی۔ ٹھیک تو ہے ہر شے سبیتا؟

ہوں تو یہ ٹھیک ہے! جہاں آپ کی حساباتی کا لڑکچہ روتی کو بھی قائل ہونا پڑے گا۔ وہ طنز میر سے بھی میں سننا نہ کر لیا۔

نہاں دلو تیرے من شرمناک ہی ہے۔ بلکہ قابل انصاف بھی ہے ہر شے! وہ مجھ سے لہجے میں بولی۔ اور نہ ہی یہ طور طریقے نہیں ہی نہیں بلکہ تمام خاندان کو بنام خود کو لگے گئے۔

اگر شریفی گھروں کی لڑکیاں غلط بیانی سے کام لیں تو شاید اس سے خاندان کی نام و دشمن ہو جائے گی! یہ اس معقول بات کا انتہائی تہذیب سوز اور دل کا کارِ بجا تھا۔ اگرچہ میں وہ دنوں کے چہرے سے دیکھ سکتا تھا۔ تاہم اُن کی ادائیگی سے میں سمجھ گیا۔

اپنی گھر بوی زندگی کو بر لطف بنائے میاں بوی کی محبت کو مضبوط کرنے والی دوائیں

صرف لگانے سے سما مساک

روغن امساک

روغن امساک کو محض لگانے ہی سے اس قدر قوت اور امساک پیدا ہوتا ہے کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ جو لوگ جوانی کی غلط کاریوں سے قوت امساک کھو چکے ہیں اور اپنی حالت کو موت سے بدتر سمجھ رہے ہیں وہ ایک بار روغن امساک استعمال کریں اور اس کا معجزہ دیکھیں۔ بوقت ضرورت اس کے لگاتے ہی اس قدر طاقت اور قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ تہذیب فکس کی اجازت نہیں دیتی۔

روغن امساک پیش قیمت ادویہ سے سائنٹیفک محلولوں پر بہت محنت سے بڑی مدت میں تیار ہوتا ہے۔ وزانہ ڈاک میں پیشہ طریقہ خطوط معمول ہوتے ہیں۔ روغن امساک کو جس نے بھی ایک بار استعمال کیا عمر بھر کیلئے اس کا علاج ہو گیا۔ امساک کی گولیوں کے ساتھ روغن امساک کا استعمال سونے پر ہر گاہ کا کام دیتا ہے قیمت فی شیشی صرف نین روپیہ محمولہ ڈاک ۷

کستوری اور مشک وغیرہ جیسی قیمتی ادویہ تیار شدہ

امساک کی گولیاں

عورت کی خوشی نہ بڑا دکان پر پکیتی ہے اور نہ صرف کی دکان سے خریدی جاسکتی ہے۔ عورت کی خوشی مرد کی طاقت (امساک) میں پوشیدہ ہے۔ امساک سے کمزور سے کمزور مرد بھی زبردست سے زبردست عورت کو بھی اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا لیتا ہے۔ جن لوگوں کو غرض جائز کے لئے مسک دوا کی ضرورت ہو وہ ہماری تیار کردہ امساک کی گولیاں کا کٹہر دیکھیں کستوری اور مشک وغیرہ جیسی قیمتی ادویہ ان گولیوں کے قیمتی اجزاء کے ضروری جزو ہیں۔ خواہ کتنا ہی گیا اندر انسان کیوں نہ ہو ایک گولی کے استعمال کیلئے سے کبھی نہ امت کا سامنا نہیں ہوتا۔ فوائد کے لحاظ سے یہ گولیاں اپنا ثانی نہیں رکھتیں۔ بیدار فیداد پیش قیمت اجزا کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے ہر عمر میں استعمال ہو سکتی ہیں۔ قیمت فی شیشی ۲۰ گولی صرف دو روپیہ محمولہ ڈاک ۷

یہ دونوں دوائیں بوی کی محبت کو مضبوط کرنے کا بہترین فریج ہیں
عورت محبور ہو جاتی ہے کہ وہ مرد سے ہمیشہ خوش رہے

دونوں ۱۰۰ امیں لکٹی منکولنے پر محمولہ ڈاک صرف سات روپے آنے

پیکنگ چالے ڈاک منکولنے پر محمولہ ڈاک ۷

ٹیلیفون نمبر ۲۱۵۲
ماڈرن میکل ورکس۔ پوسٹ بکس نمبر ۲۱۱۔ بالمقابل اڈہ شاہ عالمی لاہور

ایک منٹ تک ٹوشی رہی، عورت میری سہیلی تھی اُٹھتے تھے چادر لٹکی کا کٹہر
 اس خاموشی کو قطع کر دی تھی آج کل ارمی کا تیر کاڑھ نے ہر خاموشی کو توڑا۔ تنہا ہوا
 بھاب بھاب ہے، کتاب میں چھاپا ہوا جواب غلط ہے۔
 ”اچھا تو کتاب میں چھاپا ہوا جواب غلط ہے“ مرثیہ طنز پر لولا، تب ہی انہیں
 کہہ رہا تھا کہ کوئی بھی تہذیبی حساب ان کے قابل ہو کر رہے گی.....
 ماں جھک کر سلی تہذیب نام ہو کر دیکھ کر بولی۔ مرثیہ! تمہیں تو اپنی بہن سے
 معافی مانگ لینا چاہیے؟
 دھماکے دو سرکش مزاج لڑکا اس طرح فرماں برداری پر آمادہ ہو گیا۔ لولا بہت
 اچھا رہا..... مگر اس وقت تک نہیں، بھاب بھاب کریں، واپس آؤں۔
 ایک پروفیسر قریب ہی کے ایک کمان میں رہتے تھے۔ میں نے اسے تہذیب سے
 بیڑھیاں اُٹھنے دیکھ کر غصے سے کہہ کر مرنے پر آمادہ ہو کر اُٹھ کر کھڑا
 ہاں نے شور مچایا کہ انہی کے پاس چاہتے ہیں اور آپ کسی کے پاس جا رہے ہیں۔
 وہ محض اوقات بے گھر تھیں، مرثیہ کہتے ہوئے دیکھ کر گھڑی سازی میں
 دلچسپی کا اظہار کیا کہ تازہ تھا، وہ فی الحقیقت بہت ہوشیار اور فہیم لڑکا تھا، اگم از کم

کو معاملہ طے کر رہا ہے، میرے دل و دماغ میں ایک شرساں پانچویں برس کی لکھائی
 اور بد نظیری میری نظروں میں قابل معافی نہ تھی، اگر میرا بس جتنا تو اسے کات چکر
 کوئی سو دن تھا، تھا تا بھلا تا اس..... میں نے بھی اپنے ہونہار بیٹے کی عیادت کو شکر
 اُس غلطی سے مرثیہ اُٹھا کر..... کیا ایک ہے جو مرثیہ!
 مرثیہ اُٹھا کر کھینچنے والا تھا، ملا..... مجھے لازم زد وہاں، اب لڑکا ایک سوال تھا
 جس نے مجھ کو اس کھیل میں مددگار کر کے اسے غور سے دیکھنے کا بھی رجحان کر دیا
 تھا کہ اس طرح کے خوف سے ایک ہی نظر سر کر لیں، ٹھیک ہے، جیوٹی کہیں کہ.....
 چند منٹ بعد وہ فائنل انداز میں مسکرا کر بولا: دیکھو اب بچے آپ کو سچا
 ثابت کر کے لے کر دے گا، تیار ہو کر رہی ہے۔
 اسی دن کو لکھ کر اُڑاتے اس کے خیالات کی تصدیق کر دی
 ”کتنی شرمناک بات ہے، ماما، تیار سے بیٹے نے یہ بد نظیری اُڑا کر کہاں سے
 سیکھی؟“
 ”غلط سوال کہ ٹھیک کہنا چاہتے ہو، ٹھیک ہے مفید جواب..... آپ
 آسمان پر جھست جیت نہیں سکتیں“ مرثیہ فدا سنجیدہ ہو کر بولا۔

شانداز ترقی

| سال | لاٹ فٹ | شرح خرچ |
|------|----------------|---------|
| ۱۹۲۵ | ۶۴, ۴۲۹ | ۶۶, ۹۸ |
| ۱۹۲۹ | ۱۵, ۰۰, ۷۸۶ | ۳۷, ۷۸۷ |
| ۱۹۳۴ | ۵۹, ۱۲, ۸۹۹ | ۳۵, ۷۹۳ |
| ۱۹۳۹ | ۱, ۳۳, ۴۸, ۳۹۹ | ۳۱, ۷۵۷ |
| ۱۹۴۰ | ۱, ۵۵, ۲۲, ۱۹۷ | ۲۵, ۷۷۷ |

لکشمی انشورنس کمپنی لمیٹڈ
 میٹروپولیٹن لاہور

پوائنٹ نمبر ۱ کی پالیسیوں پر
 مبلغ مقررہ پینی ہزار فی سال

پوائنٹ نمبر ۱ کی پالیسیوں پر
 مبلغ مقررہ پینی ہزار فی سال

اس نے مختصر سے فرمایا: میں گھڑی کے تمام پڑیوں سے واقفیت حاصل کر لی تھی۔
اگرچہ پوچھتے تو وہ عموماً مجھ سے بڑی طاقت اور عظیم سے پیش آیا کرتا تھا
”آپ بعد میں طویل کا مسٹر یا بوا“ اس نے کہا۔ جب میں اس سے انداز کرنے کے
لئے کہا: ”میں پرہیزگار سے الجھ کر کے ایک سوال کے مسئلہ میں طے جاراہوں، وہ
سوال ماہ الفرائع بنا کر ہے اور یہ حد از حد اس کا فیصلہ کرنا چاہتا ہوں“ اس
کا مستعدی اور تندی سے ظاہر ہوتا تھا جیسے کوئی بڑا ہی اہم کام ہو۔ میں اس کا نظر
سے اچھی طرح واقف ہو چکا تھا۔ بہت اہم اور دھڑلے صوبہ محض اپنی بہن کو غلط
ثابت کر کے اسے شکست دینے کے لئے تھی

”آؤ اس سوال پر تکرار دہری ہے، میں نے تمام معاملے سے بے علمی کا اظہار
کرتے ہوئے کہا: ”اگر اس سے بھلا ہو رہی ہے۔“

”ایک الجھ کر کے سوال کے حل کے بارے میں مجھ میں اندازہ نہیں میں اختلاف رائے
ہے۔“ اس نے ذرا تیز ہو کر کہا۔

”کیا میں وہ سوال دیکھ سکتا ہوں؟“ میں نے دیکھ ہیجے میں کہا
وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگا۔ یہ الجھ کر سوال ہے اسے حل کرنا آسان نہیں
الجھ کر کے غلاموں سے مدد مانگنا چاہتے ہیں۔“ اس نے پری بے بس کا مذاق اڑاتے ہوئے
ازراؤ مستحکم کیا۔

”مجھے دیکھنے تو دواشا۔“ ”نرسوں“ میں نے دوبارہ کہا
وہ میری طرف سرسبز لگا ہوا دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے سے غلام ہوتا تھا۔
جیسے کہ ہر ماہ کو گھڑی کے پڑے نہیں کہ چٹے سے بکر کا سر ہار دو گے۔ مگر وہ مری
سے بولا: ”میں واپس آ کر دیکھا تو لگا کہ میں پوچھتا ہوں صاحب باہر نہ چلے جائیں“

”میں اپنے کام میں سہولت کی عرض سے کمزور بہت الجھ کر ایک مسئلہ ہے۔“ میں نے
اس کے لطیفانہ عرض سے کہا: ”مجھے دیکھنے دو گھڑی سازی میں حساب الجبرا کی
مختصر صورت ہوتی ہے کوئی اس کے پڑیوں کو اس وقت تک حل کرنے کے قابل
نہیں بنا سکتا، جب تک اسے حساب میں کافی دسترس نہ ہو!“

”بہت اچھا! اگر آپ بعد میں تو یہ ہے۔“ میں نے خوشی سے کہا کہ وہ سوال دکھانے
کے لئے تیار رہیں؟ اس نے سلام کر کے حساب کی کتاب میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا
سوال بہت ہی آسان تھا میں نے اسے چند منٹ میں حل کر لیا اور پھر اس
کا کتاب کے درجہ اولت کر جواب دیکھنے لگا۔ بینک میرا جواب طبعاً جواب کے ساتھ
دلتا تھا۔ میں گھبرا گیا۔ میں نے شاید بے بسی سے اسے غلط کر لیا ہے؟ میں اس کی



ویکسین

زکام کا بہت آسان
میضرا اور زود اثر علاج

ایک غلام و مال پر ڈال کر صبا کے سونگھے ہر طرح
میضرا ہے ویکسین سانس کے فعل کو تقویت بخشتی ہے اور
حیوانی تیز طور پر جلد اثر کرتی ہے کیونکہ اسکی بہت لطیف
دینے والے جراثیم کو بہت جلد ملک کر دیتی ہے۔ ویکسین

استعمال کیا اور زکام غائب!
حصہ اولی: ۱- ۲- ۳- ۴- ۵- ۶- ۷- ۸- ۹- ۱۰- ۱۱- ۱۲- ۱۳- ۱۴- ۱۵- ۱۶- ۱۷- ۱۸- ۱۹- ۲۰- ۲۱- ۲۲- ۲۳- ۲۴- ۲۵- ۲۶- ۲۷- ۲۸- ۲۹- ۳۰- ۳۱- ۳۲- ۳۳- ۳۴- ۳۵- ۳۶- ۳۷- ۳۸- ۳۹- ۴۰- ۴۱- ۴۲- ۴۳- ۴۴- ۴۵- ۴۶- ۴۷- ۴۸- ۴۹- ۵۰- ۵۱- ۵۲- ۵۳- ۵۴- ۵۵- ۵۶- ۵۷- ۵۸- ۵۹- ۶۰- ۶۱- ۶۲- ۶۳- ۶۴- ۶۵- ۶۶- ۶۷- ۶۸- ۶۹- ۷۰- ۷۱- ۷۲- ۷۳- ۷۴- ۷۵- ۷۶- ۷۷- ۷۸- ۷۹- ۸۰- ۸۱- ۸۲- ۸۳- ۸۴- ۸۵- ۸۶- ۸۷- ۸۸- ۸۹- ۹۰- ۹۱- ۹۲- ۹۳- ۹۴- ۹۵- ۹۶- ۹۷- ۹۸- ۹۹- ۱۰۰- ۱۰۱- ۱۰۲- ۱۰۳- ۱۰۴- ۱۰۵- ۱۰۶- ۱۰۷- ۱۰۸- ۱۰۹- ۱۱۰- ۱۱۱- ۱۱۲- ۱۱۳- ۱۱۴- ۱۱۵- ۱۱۶- ۱۱۷- ۱۱۸- ۱۱۹- ۱۲۰- ۱۲۱- ۱۲۲- ۱۲۳- ۱۲۴- ۱۲۵- ۱۲۶- ۱۲۷- ۱۲۸- ۱۲۹- ۱۳۰- ۱۳۱- ۱۳۲- ۱۳۳- ۱۳۴- ۱۳۵- ۱۳۶- ۱۳۷- ۱۳۸- ۱۳۹- ۱۴۰- ۱۴۱- ۱۴۲- ۱۴۳- ۱۴۴- ۱۴۵- ۱۴۶- ۱۴۷- ۱۴۸- ۱۴۹- ۱۵۰- ۱۵۱- ۱۵۲- ۱۵۳- ۱۵۴- ۱۵۵- ۱۵۶- ۱۵۷- ۱۵۸- ۱۵۹- ۱۶۰- ۱۶۱- ۱۶۲- ۱۶۳- ۱۶۴- ۱۶۵- ۱۶۶- ۱۶۷- ۱۶۸- ۱۶۹- ۱۷۰- ۱۷۱- ۱۷۲- ۱۷۳- ۱۷۴- ۱۷۵- ۱۷۶- ۱۷۷- ۱۷۸- ۱۷۹- ۱۸۰- ۱۸۱- ۱۸۲- ۱۸۳- ۱۸۴- ۱۸۵- ۱۸۶- ۱۸۷- ۱۸۸- ۱۸۹- ۱۹۰- ۱۹۱- ۱۹۲- ۱۹۳- ۱۹۴- ۱۹۵- ۱۹۶- ۱۹۷- ۱۹۸- ۱۹۹- ۲۰۰- ۲۰۱- ۲۰۲- ۲۰۳- ۲۰۴- ۲۰۵- ۲۰۶- ۲۰۷- ۲۰۸- ۲۰۹- ۲۱۰- ۲۱۱- ۲۱۲- ۲۱۳- ۲۱۴- ۲۱۵- ۲۱۶- ۲۱۷- ۲۱۸- ۲۱۹- ۲۲۰- ۲۲۱- ۲۲۲- ۲۲۳- ۲۲۴- ۲۲۵- ۲۲۶- ۲۲۷- ۲۲۸- ۲۲۹- ۲۳۰- ۲۳۱- ۲۳۲- ۲۳۳- ۲۳۴- ۲۳۵- ۲۳۶- ۲۳۷- ۲۳۸- ۲۳۹- ۲۴۰- ۲۴۱- ۲۴۲- ۲۴۳- ۲۴۴- ۲۴۵- ۲۴۶- ۲۴۷- ۲۴۸- ۲۴۹- ۲۵۰- ۲۵۱- ۲۵۲- ۲۵۳- ۲۵۴- ۲۵۵- ۲۵۶- ۲۵۷- ۲۵۸- ۲۵۹- ۲۶۰- ۲۶۱- ۲۶۲- ۲۶۳- ۲۶۴- ۲۶۵- ۲۶۶- ۲۶۷- ۲۶۸- ۲۶۹- ۲۷۰- ۲۷۱- ۲۷۲- ۲۷۳- ۲۷۴- ۲۷۵- ۲۷۶- ۲۷۷- ۲۷۸- ۲۷۹- ۲۸۰- ۲۸۱- ۲۸۲- ۲۸۳- ۲۸۴- ۲۸۵- ۲۸۶- ۲۸۷- ۲۸۸- ۲۸۹- ۲۹۰- ۲۹۱- ۲۹۲- ۲۹۳- ۲۹۴- ۲۹۵- ۲۹۶- ۲۹۷- ۲۹۸- ۲۹۹- ۳۰۰- ۳۰۱- ۳۰۲- ۳۰۳- ۳۰۴- ۳۰۵- ۳۰۶- ۳۰۷- ۳۰۸- ۳۰۹- ۳۱۰- ۳۱۱- ۳۱۲- ۳۱۳- ۳۱۴- ۳۱۵- ۳۱۶- ۳۱۷- ۳۱۸- ۳۱۹- ۳۲۰- ۳۲۱- ۳۲۲- ۳۲۳- ۳۲۴- ۳۲۵- ۳۲۶- ۳۲۷- ۳۲۸- ۳۲۹- ۳۳۰- ۳۳۱- ۳۳۲- ۳۳۳- ۳۳۴- ۳۳۵- ۳۳۶- ۳۳۷- ۳۳۸- ۳۳۹- ۳۴۰- ۳۴۱- ۳۴۲- ۳۴۳- ۳۴۴- ۳۴۵- ۳۴۶- ۳۴۷- ۳۴۸- ۳۴۹- ۳۵۰- ۳۵۱- ۳۵۲- ۳۵۳- ۳۵۴- ۳۵۵- ۳۵۶- ۳۵۷- ۳۵۸- ۳۵۹- ۳۶۰- ۳۶۱- ۳۶۲- ۳۶۳- ۳۶۴- ۳۶۵- ۳۶۶- ۳۶۷- ۳۶۸- ۳۶۹- ۳۷۰- ۳۷۱- ۳۷۲- ۳۷۳- ۳۷۴- ۳۷۵- ۳۷۶- ۳۷۷- ۳۷۸- ۳۷۹- ۳۸۰- ۳۸۱- ۳۸۲- ۳۸۳- ۳۸۴- ۳۸۵- ۳۸۶- ۳۸۷- ۳۸۸- ۳۸۹- ۳۹۰- ۳۹۱- ۳۹۲- ۳۹۳- ۳۹۴- ۳۹۵- ۳۹۶- ۳۹۷- ۳۹۸- ۳۹۹- ۴۰۰- ۴۰۱- ۴۰۲- ۴۰۳- ۴۰۴- ۴۰۵- ۴۰۶- ۴۰۷- ۴۰۸- ۴۰۹- ۴۱۰- ۴۱۱- ۴۱۲- ۴۱۳- ۴۱۴- ۴۱۵- ۴۱۶- ۴۱۷- ۴۱۸- ۴۱۹- ۴۲۰- ۴۲۱- ۴۲۲- ۴۲۳- ۴۲۴- ۴۲۵- ۴۲۶- ۴۲۷- ۴۲۸- ۴۲۹- ۴۳۰- ۴۳۱- ۴۳۲- ۴۳۳- ۴۳۴- ۴۳۵- ۴۳۶- ۴۳۷- ۴۳۸- ۴۳۹- ۴۴۰- ۴۴۱- ۴۴۲- ۴۴۳- ۴۴۴- ۴۴۵- ۴۴۶- ۴۴۷- ۴۴۸- ۴۴۹- ۴۵۰- ۴۵۱- ۴۵۲- ۴۵۳- ۴۵۴- ۴۵۵- ۴۵۶- ۴۵۷- ۴۵۸- ۴۵۹- ۴۶۰- ۴۶۱- ۴۶۲- ۴۶۳- ۴۶۴- ۴۶۵- ۴۶۶- ۴۶۷- ۴۶۸- ۴۶۹- ۴۷۰- ۴۷۱- ۴۷۲- ۴۷۳- ۴۷۴- ۴۷۵- ۴۷۶- ۴۷۷- ۴۷۸- ۴۷۹- ۴۸۰- ۴۸۱- ۴۸۲- ۴۸۳- ۴۸۴- ۴۸۵- ۴۸۶- ۴۸۷- ۴۸۸- ۴۸۹- ۴۹۰- ۴۹۱- ۴۹۲- ۴۹۳- ۴۹۴- ۴۹۵- ۴۹۶- ۴۹۷- ۴۹۸- ۴۹۹- ۵۰۰- ۵۰۱- ۵۰۲- ۵۰۳- ۵۰۴- ۵۰۵- ۵۰۶- ۵۰۷- ۵۰۸- ۵۰۹- ۵۱۰- ۵۱۱- ۵۱۲- ۵۱۳- ۵۱۴- ۵۱۵- ۵۱۶- ۵۱۷- ۵۱۸- ۵۱۹- ۵۲۰- ۵۲۱- ۵۲۲- ۵۲۳- ۵۲۴- ۵۲۵- ۵۲۶- ۵۲۷- ۵۲۸- ۵۲۹- ۵۳۰- ۵۳۱- ۵۳۲- ۵۳۳- ۵۳۴- ۵۳۵- ۵۳۶- ۵۳۷- ۵۳۸- ۵۳۹- ۵۴۰- ۵۴۱- ۵۴۲- ۵۴۳- ۵۴۴- ۵۴۵- ۵۴۶- ۵۴۷- ۵۴۸- ۵۴۹- ۵۵۰- ۵۵۱- ۵۵۲- ۵۵۳- ۵۵۴- ۵۵۵- ۵۵۶- ۵۵۷- ۵۵۸- ۵۵۹- ۵۶۰- ۵۶۱- ۵۶۲- ۵۶۳- ۵۶۴- ۵۶۵- ۵۶۶- ۵۶۷- ۵۶۸- ۵۶۹- ۵۷۰- ۵۷۱- ۵۷۲- ۵۷۳- ۵۷۴- ۵۷۵- ۵۷۶- ۵۷۷- ۵۷۸- ۵۷۹- ۵۸۰- ۵۸۱- ۵۸۲- ۵۸۳- ۵۸۴- ۵۸۵- ۵۸۶- ۵۸۷- ۵۸۸- ۵۸۹- ۵۹۰- ۵۹۱- ۵۹۲- ۵۹۳- ۵۹۴- ۵۹۵- ۵۹۶- ۵۹۷- ۵۹۸- ۵۹۹- ۶۰۰- ۶۰۱- ۶۰۲- ۶۰۳- ۶۰۴- ۶۰۵- ۶۰۶- ۶۰۷- ۶۰۸- ۶۰۹- ۶۱۰- ۶۱۱- ۶۱۲- ۶۱۳- ۶۱۴- ۶۱۵- ۶۱۶- ۶۱۷- ۶۱۸- ۶۱۹- ۶۲۰- ۶۲۱- ۶۲۲- ۶۲۳- ۶۲۴- ۶۲۵- ۶۲۶- ۶۲۷- ۶۲۸- ۶۲۹- ۶۳۰- ۶۳۱- ۶۳۲- ۶۳۳- ۶۳۴- ۶۳۵- ۶۳۶- ۶۳۷- ۶۳۸- ۶۳۹- ۶۴۰- ۶۴۱- ۶۴۲- ۶۴۳- ۶۴۴- ۶۴۵- ۶۴۶- ۶۴۷- ۶۴۸- ۶۴۹- ۶۵۰- ۶۵۱- ۶۵۲- ۶۵۳- ۶۵۴- ۶۵۵- ۶۵۶- ۶۵۷- ۶۵۸- ۶۵۹- ۶۶۰- ۶۶۱- ۶۶۲- ۶۶۳- ۶۶۴- ۶۶۵- ۶۶۶- ۶۶۷- ۶۶۸- ۶۶۹- ۶۷۰- ۶۷۱- ۶۷۲- ۶۷۳- ۶۷۴- ۶۷۵- ۶۷۶- ۶۷۷- ۶۷۸- ۶۷۹- ۶۸۰- ۶۸۱- ۶۸۲- ۶۸۳- ۶۸۴- ۶۸۵- ۶۸۶- ۶۸۷- ۶۸۸- ۶۸۹- ۶۹۰- ۶۹۱- ۶۹۲- ۶۹۳- ۶۹۴- ۶۹۵- ۶۹۶- ۶۹۷- ۶۹۸- ۶۹۹- ۷۰۰- ۷۰۱- ۷۰۲- ۷۰۳- ۷۰۴- ۷۰۵- ۷۰۶- ۷۰۷- ۷۰۸- ۷۰۹- ۷۱۰- ۷۱۱- ۷۱۲- ۷۱۳- ۷۱۴- ۷۱۵- ۷۱۶- ۷۱۷- ۷۱۸- ۷۱۹- ۷۲۰- ۷۲۱- ۷۲۲- ۷۲۳- ۷۲۴- ۷۲۵- ۷۲۶- ۷۲۷- ۷۲۸- ۷۲۹- ۷۳۰- ۷۳۱- ۷۳۲- ۷۳۳- ۷۳۴- ۷۳۵- ۷۳۶- ۷۳۷- ۷۳۸- ۷۳۹- ۷۴۰- ۷۴۱- ۷۴۲- ۷۴۳- ۷۴۴- ۷۴۵- ۷۴۶- ۷۴۷- ۷۴۸- ۷۴۹- ۷۵۰- ۷۵۱- ۷۵۲- ۷۵۳- ۷۵۴- ۷۵۵- ۷۵۶- ۷۵۷- ۷۵۸- ۷۵۹- ۷۶۰- ۷۶۱- ۷۶۲- ۷۶۳- ۷۶۴- ۷۶۵- ۷۶۶- ۷۶۷- ۷۶۸- ۷۶۹- ۷۷۰- ۷۷۱- ۷۷۲- ۷۷۳- ۷۷۴- ۷۷۵- ۷۷۶- ۷۷۷- ۷۷۸- ۷۷۹- ۷۸۰- ۷۸۱- ۷۸۲- ۷۸۳- ۷۸۴- ۷۸۵- ۷۸۶- ۷۸۷- ۷۸۸- ۷۸۹- ۷۹۰- ۷۹۱- ۷۹۲- ۷۹۳- ۷۹۴- ۷۹۵- ۷۹۶- ۷۹۷- ۷۹۸- ۷۹۹- ۸۰۰- ۸۰۱- ۸۰۲- ۸۰۳- ۸۰۴- ۸۰۵- ۸۰۶- ۸۰۷- ۸۰۸- ۸۰۹- ۸۱۰- ۸۱۱- ۸۱۲- ۸۱۳- ۸۱۴- ۸۱۵- ۸۱۶- ۸۱۷- ۸۱۸- ۸۱۹- ۸۲۰- ۸۲۱- ۸۲۲- ۸۲۳- ۸۲۴- ۸۲۵- ۸۲۶- ۸۲۷- ۸۲۸- ۸۲۹- ۸۳۰- ۸۳۱- ۸۳۲- ۸۳۳- ۸۳۴- ۸۳۵- ۸۳۶- ۸۳۷- ۸۳۸- ۸۳۹- ۸۴۰- ۸۴۱- ۸۴۲- ۸۴۳- ۸۴۴- ۸۴۵- ۸۴۶- ۸۴۷- ۸۴۸- ۸۴۹- ۸۵۰- ۸۵۱- ۸۵۲- ۸۵۳- ۸۵۴- ۸۵۵- ۸۵۶- ۸۵۷- ۸۵۸- ۸۵۹- ۸۶۰- ۸۶۱- ۸۶۲- ۸۶۳- ۸۶۴- ۸۶۵- ۸۶۶- ۸۶۷- ۸۶۸- ۸۶۹- ۸۷۰- ۸۷۱- ۸۷۲- ۸۷۳- ۸۷۴- ۸۷۵- ۸۷۶- ۸۷۷- ۸۷۸- ۸۷۹- ۸۸۰- ۸۸۱- ۸۸۲- ۸۸۳- ۸۸۴- ۸۸۵- ۸۸۶- ۸۸۷- ۸۸۸- ۸۸۹- ۸۹۰- ۸۹۱- ۸۹۲- ۸۹۳- ۸۹۴- ۸۹۵- ۸۹۶- ۸۹۷- ۸۹۸- ۸۹۹- ۹۰۰- ۹۰۱- ۹۰۲- ۹۰۳- ۹۰۴- ۹۰۵- ۹۰۶- ۹۰۷- ۹۰۸- ۹۰۹- ۹۱۰- ۹۱۱- ۹۱۲- ۹۱۳- ۹۱۴- ۹۱۵- ۹۱۶- ۹۱۷- ۹۱۸- ۹۱۹- ۹۲۰- ۹۲۱- ۹۲۲- ۹۲۳- ۹۲۴- ۹۲۵- ۹۲۶- ۹۲۷- ۹۲۸- ۹۲۹- ۹۳۰- ۹۳۱- ۹۳۲- ۹۳۳- ۹۳۴- ۹۳۵- ۹۳۶- ۹۳۷- ۹۳۸- ۹۳۹- ۹۴۰- ۹۴۱- ۹۴۲- ۹۴۳- ۹۴۴- ۹۴۵- ۹۴۶- ۹۴۷- ۹۴۸- ۹۴۹- ۹۵۰- ۹۵۱- ۹۵۲- ۹۵۳- ۹۵۴- ۹۵۵- ۹۵۶- ۹۵۷- ۹۵۸- ۹۵۹- ۹۶۰- ۹۶۱- ۹۶۲- ۹۶۳- ۹۶۴- ۹۶۵- ۹۶۶- ۹۶۷- ۹۶۸- ۹۶۹- ۹۷۰- ۹۷۱- ۹۷۲- ۹۷۳- ۹۷۴- ۹۷۵- ۹۷۶- ۹۷۷- ۹۷۸- ۹۷۹- ۹۸۰- ۹۸۱- ۹۸۲- ۹۸۳- ۹۸۴- ۹۸۵- ۹۸۶- ۹۸۷- ۹۸۸- ۹۸۹- ۹۹۰- ۹۹۱- ۹۹۲- ۹۹۳- ۹۹۴- ۹۹۵- ۹۹۶- ۹۹۷- ۹۹۸- ۹۹۹- ۱۰۰۰- ۱۰۰۱- ۱۰۰۲- ۱۰۰۳- ۱۰۰۴- ۱۰۰۵- ۱۰۰۶- ۱۰۰۷- ۱۰۰۸- ۱۰۰۹- ۱۰۱۰- ۱۰۱۱- ۱۰۱۲- ۱۰۱۳- ۱۰۱۴- ۱۰۱۵- ۱۰۱۶- ۱۰۱۷- ۱۰۱۸- ۱۰۱۹- ۱۰۲۰- ۱۰۲۱- ۱۰۲۲- ۱۰۲۳- ۱۰۲۴- ۱۰۲۵- ۱۰۲۶- ۱۰۲۷- ۱۰۲۸- ۱۰۲۹- ۱۰۳۰- ۱۰۳۱- ۱۰۳۲- ۱۰۳۳- ۱۰۳۴- ۱۰۳۵- ۱۰۳۶- ۱۰۳۷- ۱۰۳۸- ۱۰۳۹- ۱۰۴۰- ۱۰۴۱- ۱۰۴۲- ۱۰۴۳- ۱۰۴۴- ۱۰۴۵- ۱۰۴۶- ۱۰۴۷- ۱۰۴۸- ۱۰۴۹- ۱۰۵۰- ۱۰۵۱- ۱۰۵۲- ۱۰۵۳- ۱۰۵۴- ۱۰۵۵- ۱۰۵۶- ۱۰۵۷- ۱۰۵۸- ۱۰۵۹- ۱۰۶۰- ۱۰۶۱- ۱۰۶۲- ۱۰۶۳- ۱۰۶۴- ۱۰۶۵- ۱۰۶۶- ۱۰۶۷- ۱۰۶۸- ۱۰۶۹- ۱۰۷۰- ۱۰۷۱- ۱۰۷۲- ۱۰۷۳- ۱۰۷۴- ۱۰۷۵- ۱۰۷۶- ۱۰۷۷- ۱۰۷۸- ۱۰۷۹- ۱۰۸۰- ۱۰۸۱- ۱۰۸۲- ۱۰۸۳- ۱۰۸۴- ۱۰۸۵- ۱۰۸۶- ۱۰۸۷- ۱۰۸۸- ۱۰۸۹- ۱۰۹۰- ۱۰۹۱- ۱۰۹۲- ۱۰۹۳- ۱۰۹۴- ۱۰۹۵- ۱۰۹۶- ۱۰۹۷- ۱۰۹۸- ۱۰۹۹- ۱۱۰۰- ۱۱۰۱- ۱۱۰۲- ۱۱۰۳- ۱۱۰۴- ۱۱۰۵- ۱۱۰۶- ۱۱۰۷- ۱۱۰۸- ۱۱۰۹- ۱۱۱۰- ۱۱۱۱- ۱۱۱۲- ۱۱۱۳- ۱۱۱۴- ۱۱۱۵- ۱۱۱۶- ۱۱۱۷- ۱۱۱۸- ۱۱۱۹- ۱۱۲۰- ۱۱۲۱- ۱۱۲۲- ۱۱۲۳- ۱۱۲۴- ۱۱۲۵- ۱۱۲۶- ۱۱۲۷- ۱۱۲۸- ۱۱۲۹- ۱۱۳۰- ۱۱۳۱- ۱۱۳۲- ۱۱۳۳- ۱۱۳۴- ۱۱۳۵- ۱۱۳۶- ۱۱۳۷- ۱۱۳۸- ۱۱۳۹- ۱۱۴۰- ۱۱۴۱- ۱۱۴۲- ۱۱۴۳- ۱۱۴۴- ۱۱۴۵- ۱۱۴۶- ۱۱۴۷- ۱۱۴۸- ۱۱۴۹- ۱۱۵۰- ۱۱۵۱- ۱۱۵۲- ۱۱۵۳- ۱۱۵۴- ۱۱۵۵- ۱۱۵۶- ۱۱۵۷- ۱۱۵۸- ۱۱۵۹- ۱۱۶۰- ۱۱۶۱- ۱۱۶۲- ۱۱۶۳- ۱۱۶۴- ۱۱۶۵- ۱۱۶۶- ۱۱۶۷- ۱۱۶۸- ۱۱۶۹- ۱۱۷۰- ۱۱۷۱- ۱۱۷۲- ۱۱۷۳- ۱۱۷۴- ۱۱۷۵- ۱۱۷۶- ۱۱۷۷- ۱۱۷۸- ۱۱۷۹- ۱۱۸۰- ۱۱۸۱- ۱۱۸۲- ۱۱۸۳- ۱۱۸۴- ۱۱۸۵- ۱۱۸۶- ۱۱۸۷- ۱۱۸۸- ۱۱۸۹- ۱۱۹۰- ۱۱۹۱- ۱۱۹۲- ۱۱۹۳- ۱۱۹۴- ۱۱۹۵- ۱۱۹۶- ۱۱۹۷- ۱۱۹۸- ۱۱۹۹- ۱۲۰۰- ۱۲۰۱- ۱۲۰۲- ۱۲۰۳- ۱۲۰۴- ۱۲۰۵- ۱۲۰۶- ۱۲۰۷- ۱۲۰۸- ۱۲۰۹- ۱۲۱۰- ۱۲۱۱- ۱۲۱۲- ۱۲۱۳- ۱۲۱۴- ۱۲۱۵- ۱۲۱۶- ۱۲۱۷- ۱۲۱۸- ۱۲۱۹- ۱۲۲۰- ۱۲۲۱- ۱۲۲۲- ۱۲۲۳- ۱۲۲۴- ۱۲۲۵- ۱۲۲۶- ۱۲۲۷- ۱۲۲۸- ۱۲۲۹- ۱۲۳۰- ۱۲۳۱- ۱۲۳۲- ۱۲۳۳- ۱۲۳۴- ۱۲۳۵- ۱۲۳۶- ۱۲۳۷- ۱۲۳۸- ۱۲۳۹- ۱۲۴۰- ۱۲۴۱- ۱۲۴۲- ۱۲۴۳- ۱۲۴۴- ۱۲۴۵- ۱۲۴۶- ۱۲۴۷- ۱۲۴۸- ۱۲۴۹- ۱۲۵۰- ۱۲۵۱- ۱۲۵۲- ۱۲۵۳- ۱۲۵۴- ۱۲۵۵- ۱۲۵۶- ۱۲۵۷- ۱۲۵۸- ۱۲۵۹- ۱۲۶۰- ۱۲۶۱- ۱۲۶۲- ۱۲۶۳- ۱۲۶۴- ۱۲۶۵- ۱۲۶۶- ۱۲۶۷- ۱۲۶۸- ۱۲۶۹- ۱۲۷۰- ۱۲۷۱- ۱۲۷۲- ۱۲۷۳- ۱۲۷۴- ۱۲۷۵- ۱۲۷۶- ۱۲۷۷- ۱۲۷۸- ۱۲۷۹- ۱۲۸۰- ۱۲۸۱- ۱۲۸۲- ۱۲۸۳- ۱۲۸۴- ۱۲۸۵- ۱۲۸۶- ۱۲۸۷- ۱۲۸۸- ۱۲۸۹- ۱۲۹۰- ۱۲۹۱- ۱۲۹۲- ۱۲۹۳- ۱۲۹۴- ۱۲۹۵- ۱۲۹۶- ۱۲۹۷- ۱۲۹۸- ۱۲۹۹- ۱۳۰۰- ۱۳۰

میں چنانچہ اس دن کا بچہ کی بس میں سوار ہونے کی نیت جاتے ہوئے اڑنے لگے کیوں ارا دتا میری طرف نظریں اٹھا کر دیکھا۔ میں تو اسے اتفاقیہ امر ہی کہہ سکتا ہوں یا شاید میری ترقی نے گھر میں میرا ذکر کیا ہو۔ نیز تو شخص ایک لمحے کے لئے ہماری نگاہیں میں ملایا اور نگاہیں کا یہ تصادم میرے لئے بہت ہی تباہ کن ثابت ہوا۔ جہاں نے میں کوئی مہر نہیں تھا۔ جو دیکھتے ہی دیکھتے میرے دل و دماغ پر طاری ہو گیا یا کوئی بے آواز برق تھی جو دل کی استغنائی گہرائیوں تک لڑائی لڑ رہی تھی مجھے یہی سی حسرت لگی اور نہ تمام ہم میں ایک سنسنی سی دو گئی جانے کوئی چیز مجھ سے کھو گئی ہے۔ اس وقت تو مجھے ایسے ہی معلوم ہوا۔

مجھے یقین ہوتا ہے کہ یہ شاید پہلا موقع تھا کہ اڑنے میری طرف نظر بھر کر دیکھا۔ ان نگاہوں میں صرف معصومیت ہی نہ تھی۔ بلکہ انداز نگاہ بھی تھا اور میری تشدد کا مظہر بھی تھا۔ اس پر صرف اتنا سا انداز لگایا کہ اس نے شر مارا۔ انھیں جو کالیں۔ اس کے گندم گون رخصتا متاڑھے اور سچر وہ اسی متنازعہ روی سے چلتی جو تو اس کی طرف بڑھی اور چھپے پوٹ کر دیکھ بغیر اس میں سوار ہو گئی یہ صرف ایک محکم بات تھی مگر اس تجربہ نے میری دنیا بدل دی۔ کل

مستفاد اڑنے لگنا ہونے کا جواب میں کہا: "اچھا ایک دفعہ مجھے پھر کوشش کرنے دو" اس کی اس نگاہ میں جیسے کھو کی کھو کی گئی کہ ایک معمول گوی سا رکھو اور میرا پیر اتنی جانت ہے کہ کہ تاکہ ملے جو جواب کو غلط فہم نہ کر سکتا ہے۔ اس کا کتاب کی محنت پر ایمان تھا اس لئے ایسے سے متعلقہ کو سننا اس کا کام نہ تھا اس نے میرا جواب اپنے جواب کے ملایا اور جہاں ہو کر بولا: "یہ تو ٹھیک کیلئے ہی ہے۔ جیسے میں نظر کیا ہے؟"

"نہ تو فقیر یا غنی ہم دونوں نے شاید ایک ہی قسم کی غلطی کی ہے" میں نے کہا وہ اس جگہ سے بولا: "دونوں نہیں۔ بلکہ تینوں نے۔ میری بہن بھی اس غلطی میں ہمارے ساتھ ہے۔"

"نہ کتاب کا یہ جو جواب غلط ہے" میں نے فیصلہ کن جواب میں کہا۔ اسے چاہیہ خانے کے کاتبوں کی بے پڑائی کا نتیجہ بھی۔"

"آپ حساب جلتے ہیں۔ یہ تو مجھے معلوم ہی نہ تھا" جہاں میں ابھی جا کر اپنی بہن سے معافی مانگتا ہوں، یہ کہتے ہی وہ اس نیک کام کو انجام دینے سے لئے روا نہ ہو گیا۔

بہترین خدمات حاصل کیجئے

دھلی۔ یو پی اور راجپوتانہ کے ڈاکٹر صاحبان

دوا فروشاں و دیگر کم فرماؤں سے مؤدبانہ گزارش کی جاتی ہے کہ وہ اپنے آرڈر اور فرمائشیں پتہ ذیل پر ارسال فرمائیں جن کی فوراً تعمیل کی جائے گی،

نرائن داس مہلو ننداس متھوک دوا فروشاں

پشت اسپیریل بنک آف انڈیا

چاندنی چوک۔ دھلی

کیمک میں تنہا ہی پسند اور آزاد آدمی تھا مگر کبھی دل میں نہ جھلنے کی کسم پسی نہ خواہشیں کر دیش لینے لگا کتھیں۔ میری آزادی ختم ہو چکی تھی۔ میرا دل بڑی محبت کی دیوی پر اپنی آزادی کو بھینٹ دینا چاہتا تھا۔

پڑھنا میری روزمرہ کے فرائض میں شامل ہو گیا۔ میری لکھی ہوئی پہلی فرصت میں مجھ سے پیرا مٹاؤ و خاص کر سنا دل کے بارے میں بہت سوالات کئے گئے۔ میں نے اسے کچھ بتایا اور ساتھ ہی اسے تاکید کی کہ کسی دفعہ اگر ہرگز اس کے خاندان میں مرضا مکر یا مٹیوٹ معاملت متعلق کبھی سوالات نہ کرے۔ اس کے علاوہ اسے صنفیات رنگ و فونٹ کے بارے میں روزمرہ دہرایا کرتا رہتا کہ صنفی لطیف کا غنٹ کرنا اور اخلاقی اور مذہبی فرائض ہے۔ ہماری مذہبی کتابوں میں اس کے متعلق کچھ نہ لکھا ہے۔ ان صنفیات اور حقائق پر اپنا آئنا بڑھایا اور جو قوفی ہے بعض اوقات شیریں ہدایات سننے میں آتیں۔ یہاؤ ہر لکھنیاں اچھا دلاس وقت ہوا دیو باکو کو فرصت ہوگی اچھا کرنا تر اور حساب پڑھو گے۔

اب میری دو مختلف شخصیتیں تھیں۔ میرا دیو بھینٹ پر میری کہ اور میری لکھنیاں کے معاملے رات کی تھیں میں دل ہی دل میں طرح طرح کے سوالات کر کے کہنے پڑتا تھا۔ وہاں کا سامان ہم پہنچا ہوا نہ تھا۔ "عجیب دیو ہو رہی ہے۔ دل کے کسی کوٹ سے آواز آتی۔" جانتے ہو۔ ا۔ ما فانی و جہنم کا انجانہ کیا ہو گا۔ کسی دوسرے کوٹ سے جواب ملتا ہو گا کیا؟ زیادہ سے زیادہ کمان قلبت محروم ہو جاؤ گے۔

"نہ ابھی صرف ساٹھ سال کے ہو کیا اتنے عشق میں تڑپ تڑپ کر بھیجے گی کہ بہت رکھتے ہو۔ کہا کہ کبھی اس کشش کا سفاک کر سکو گے۔ سوچو اپنے ذہنی پر نظر دوڑاؤ۔"

"ہاں ہاں مجھے بلانا ہی ہو گا۔ آگ بھیک ملتی ہے۔ مگر یہ انسان کو موت کی سردی

سے بچاتی ہے۔ کون جانتا ہے کہ یہاں کی کسی مورت کے نیچے اگر مچاؤں یا پھانسی پڑھو گے؟

"بہت اچھا! یہی دل کے اسی معترض کوٹ سے آواز آتی۔" تو اپنے مرنے کے لئے ریشی ڈھیری کو شخصیتیں نظر رکھی تھیں۔ آخر اس زندگی میں رکھا ہی کیا ہے جو سارا دل اس کوئی آئینہ شیشے کا کیسا نکھر میں لگائے بیٹھا گھر کے ایک پرزدوں کو دیکھتا رہے،

اسی طرح ذہنی و روحانی کشمکش میں چھپنے لگا رہے

اور تاکا بڑا سہاؤی دل سے آیا وہ نہایت ہی شریف و سنجیدہ اور ذہک طبیعت فوٹوں تھا۔ مگر حالات اس کو پہلی ہی باتیں ایکٹن میں لے کر لگھو سہاؤی زندگی کی شادی کے بارے میں بھی پیستے ہی دل میں ہلکے ہو گئے۔ اگر وہیں میری قری سے پہلو بد لئے لگا اسی فکر میں تمام رات جاگتا رہا۔ اگلے دن میری لکھنیاں سے معلوم ہوا کہ اروانا کا ہونے والا شوہر ایک ڈیپٹی میسٹر ہے، اور اس کے تپا چلنے والے ٹکٹوں کے طو پر پانچ سترہ لاکھ روپے طلب کی گئی۔

ایک ہفتہ بعد میں نے کسی معاملے پر بحث ہو رہی ہے۔ میں دہرکتے ہوئے دل کے ساتھ ساتھ لگا کر لکھ رہا تھا۔ معلوم ہوا کہ ٹکٹوں کے لئے روپیہ حاصل کرنے کے لئے وہ مکان گذر رکھے کہ لکھنیاں ہیں۔ ایک لکھنیاں رہنما کی زندگی ہوئی اور وہ میرے کانوں میں لٹی وہ کہہ رہی تھی۔ کیا آپ مجھ سے اس قدر تنگ لگے ہیں کہ کسی قیمت پر بھی مجھے اس گھر سے نکال دینے پر مستعد ہیں؟

اس کا حال ہمدردانہ لہجے میں بولی۔ اسے بڑا سحر میری لکھنیاں، ایک مڑھیا اور سماجی فرائض ہے جسے ادا کرنے کی ہم کوشش کر رہے ہیں۔ ہمیں گھر سے کن نکال دینا ہے؟

دُنیا میں کیا ہو رہا ہے اور کیوں؟ ہندوستان کی سیاسی مشکلات پر تاریخی پہلو سے ایک نظر ہندوستان

کا مطالعہ کیجئے

حالات حاضرہ پر آکسفورڈ کے رسالے - فی سہ ماہی

لے باپتہ۔ ٹائیٹمز بک ڈپلہ موہن لال روڈ لاہور یا کسی کتب فروش سے طلب فرمائیں

آکسفورڈ یونیورسٹی پریس - بمبئی

• میں نے اس گھر کو گورنمنٹ کالونیڈر کر لیا تھا تاکہ ملک میں ایک مطلوبہ رقم آجائے۔
دس کھن، زمین نے اس کو کار کیا۔

۱۔ میں اس دخل انداز کی گئی تھی مگر بار محافی گناہتوں میں! انہیں نے رکتے ہوئے کہا: یہاں آپ کی کھیت کے نیچے کچے پتوں میں دو سال سے رہ رہا ہوں۔ اس اتنے مجھے بھی ہنستا ہے کہ میں آپ کو ماں کہہ کر پکاروں، میں نے مزید وضاحت کی غرض سے کہا۔

”اگر تمہارا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے چھوڑ دو، تو میں اس کے لئے تیار ہوں۔“

”ہاں کم از کم میرا مطلب یہی ہے، میں نے جواب دیا۔ ”ریشی بابو کو صرف اس کاغذ پر منتظر نہ رہیں گے۔“

۱۰ سماجی کام : آؤ دہلی : تنگ ٹان : طبعہ تنہاوں کی پیشانی پر ایک سیاہ داغ ہے۔ بسلا
اس سے بڑھ کر صنفِ لطیف کی اور کیا توہین ہو گی کہ وہ صنفِ قوی کو بطورِ مسرت کے
ایک کثیر رقم انکار سے یہوجہ جو جو سوسائٹی آتی گئی ہے اور اپنی منہ مناک واقف
اور بدترتیب اصولوں کی وجہ سے غیر دلکش نظریہ ملحوظ ہے اس کے تمام قوانین ٹھکرا
دیجئے کہ خال ہیں یہ موجودہ دور کی سب سے بڑی محنت ہے یہی اپنی شادی پر راتی
بڑی رقم کا بیجا مرن ہرگز لیند نہیں کر سکتے زمین کی معمولی سی مقدار ہی سے میرا قصہ
پاک چھوٹا گیا مجھے وہی کہیں سے ہستیاؤں والے میرا سوسائٹوں اور ملک
تنگ ٹان کی رقم سے بھائی کو اور مرقومین نہیں کرنا چاہتی !

پشتراس کے کہ اس کانقرہ پر لا ہوتا۔ اردو کی گلوگیراؤں نے سنائی دی۔ میری
 ذلت کو آپ پناہ فرمیں کیوں مجھے ہی بھیا! پھر آپ میرے مستقبل کے لڑکیوں
 پر لیٹیں ہیں۔ آپ مجھے خوش و غم دیکھنا چاہتے ہیں۔ گنتی بڑی قربانی کرتے
 ہیں۔ یہی آپ کو معلوم ہے۔ میں ہرمانی ہوں کہ میں تعلیم لینے کے لئے اپنے بچہ کو رہتے
 ہیں..... ج

۱۰ ماں اچھی دودھ دے کر مجھے اپنے مستقبل کے لئے ذرہ بھر فکر نہیں ہیں۔ سرور شاہاں رہ سکتی تھیں۔ اگر کھانا پینا اور اچھے چھے بیکوس پہننا ہی سچی خوشی ہے تو میں اسے ملانت کے کے حاصل کر سکتی ہوں۔ رہا شادی کا معاملہ تو یقیناً معاملے مجھے چھانکے نام سے نفرت ہے، ادنیٰ نفرت! جب کبھی میں نے اس کا خیال کیا ہے اسے اختیار نہ میرے دل میں مزہ نہ سناقت پیدا ہو گیا۔ میری نظروں میں وہ سرور شاہاں کا دشمن ہے انسانیت کے پیشانی پر ایک سیاہ داغ ہے اور مزہ دوستانی عورتوں کے وقار و پندار کو خاک میں ملا دینا ہے۔ اور کیا یہ کبھی فراموش ہو گا کہ اس نے میرے عزیز دل سے مجھے ایک بڑی ترسنگانہ باتیں کہنا نہیں ہاں اس کی یہ سنگدلی اور یہ جبری مجھے صرف نہ مکنت بھول سکیں..... محافظ کہنا ہاں! میں خوش میں بہت کچھ کہہ رہی ہوں



کے استعمال سے آپ کو نئی زندگی مکمل خوشی اور آزادی حاصل ہوگی



بہترین قبضہ کشا



لہذا تاخیر نہ کیجئے استعمال مندرجہ ذیل بیماریوں کا فوری علاج کرنا ہے
مرور قبضہ، گھبراہٹ، کھٹے ذائقے، سستی، جھڑپیں، دہریں، بھوک لگنی
صغیر، اونگھنا، کام کی طاقت رہنا، کھانسی، کھانسی بعد پیٹ میں
درد، کمزور، پیٹھ اور گردن درد، بخوروں اور گھٹیا کٹھنیت، بیانی کا کم
ہونا۔ وقت سے پہلے بال سفید ہونا۔

اپنے معدے کو
دلائی سالتوں کے استعمال سے نجات کریں

انہی صفا کے لئے صفا سے بہترین اور کوئی
دوا نہیں ہے۔ یہ پیٹ کی دوا اور دل کو صاف کرنے اور مضبوط بناتی ہے اور اس غلاظت کو جو
رہتے ہیں اس کو پسپا کر دیتی ہے اور کہہ سکتے ہیں کہ صفا کی بغیر کسی وقت کے معدے کو
اور سونے کو صاف کرنے کی ہے۔ تمام کالین ہونے کی نالی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں صفا کے
استعمال سے فوراً صاف ہوجاتی ہیں صفا کی بکری پانی ان ترساف صاف طور پر کرتی ہے۔ اس کے بعد
اچھی طرح آسانی سے بہہ لگا جاتا ہے اور ہاضمہ میں مدد ملتی ہے اور غلاب مادہ بلا کسی قسم کی
لکھت یا فائدہ خارج ہوجاتا ہے۔ قبضہ بہت ہی بیماریوں کا باعث ہے صفا کا استعمال
ہے۔ یہ صفا کے تمام ہماروں کے لئے اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔

۵۰ روپے نقد تمام اس شخص کو دیا جائیگا جو یہ ثابت کرے کہ صفا کی طبیعت کیا ہے۔ یہ ایک عام دوا ہے بلکہ صفا کی طبیعت مختلف قسم کے مالت یا کھانسی استعمال کرتے ہیں لیکن بہترین
تھک مالت بھی بخور پیٹ اور معدے میں بکری لکھنا یا عام براہ نام نہیں دے سکتے ہیں مگر یہ ثابت کرنا ہے کہ صفا میں کس قسم کا ایسا مالت نہیں۔ صفا کی ہمارے بہترین بھوک کے
سکون سے سائنٹفک طریقے سے تیار کیا جاتا ہے۔

بڑھتی ۲ روپیہ
تھرو ڈرافٹ سے مل سکتی ہے

ہریشا ہے اس صفا کی شیشی کے قیمت چھوٹی شیشی ۱۲

نیا دکن گان۔ انڈین ڈرگ اینڈ میڈیسن سلیمین سلیج انسی ٹیوٹ جیمیر لین وڈویا ٹرسٹ نمبر ۲ لاہور



دہکن کے کارنامے تاریخ کے اوراق

میں سنہری الفاظ میں رقم ہیں !
پروہ سیمیں پر اس طرح آئے ہیں !

کہ آپ انہیں برسوں تک فراموش نہ کر سکیں گے



سکندر کی الو العزنی اور پورس کی شجاعت کا اثر انگیز نقش
حاضر کٹر سہراب مودی

اداکاران: سہراب مودی - پریختوی راج - دمنالا - مینا - شیلہ - صادق علی

ہندوستان بھر کے بیسیوں شہروں میں بیک وقت دکھایا جا رہا ہے

منرواٹاکیر بمبئی ————— رٹرنز لاہور ————— منروا دہلی

ڈسٹریبیوٹرز - طلسمانی اینڈ کمپنیز - لاہور - دہلی

پولیس کو روکے سے تلاش تھا جس نے اٹھ کر سٹوں کے ساتھ لڑ کر ایک پولیس پرسنٹ کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ عورت وصال سے ہمارے مکان کے نیچے کے ایک کمرے میں ہمارے دوستری کے خزانہ نام سے رہتا ہے۔ میں اسے گرفتار کر دینے کے لئے تیار ہوں۔ امید ہے آپ جلد ہی کسی پولیس فیکو بیکٹر منوں فرمائیں گے اور شاید ایک نصف اندوہی ہوگا کہ آپ میں سزاواردہ کے انعام کا بھی انتظام دیکھیں گے اس کا گرفتاری کے لئے کچھ عرصہ قبل اخباروں میں سرکار کی طرف سے شائع ہوا تھا

آپ کا ایلواریہ

میں نے دیش کو ترمیم کیا وہ اس غیر متوقع صدمے سے شکل اپنے خواص میں اگر بولہ تیار دیکھا شادی کے لئے ہے، اسی کا اس پر دستخط کیا جائیگا۔ اور نا جلد ہی سے وہاں سے ہٹ گئی۔

تم شہر کلاس گنجان ملنے میں کیوں رہتے ہو یہ بے پناہ "ماں ہمدردانہ

مجھے غائب کرتے ہوئے بولی "جیکہ یہاں نہیں ہر وقت خطرہ ہے"

"شہر گنجان آبادی میں ہی چھپنے کے لئے ایک اچھی جگہ ہے ماں! میں ایک پولیس

ریش اس کام کو اتنی آسانی سے نظر انداز کرنے کے لئے تیار رہتا تھا اس لئے اس ہڈی کاغذ کو دیکھنا چاہا جیسے اس نے مضمون غم کیا۔ وہ لہذا اس نے میری طرف غور سے دیکھا۔ اور دیکھا اس کے ہاتھ سے ہڈی کاغذ لے لیا اور پڑھا۔ وہ چونکی اور مجھ سے ذرا ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کی آنکھیں بے چین سے میرے تمام جسم کا جائزہ لے رہی تھیں اور بات تو لی لب کا پتہ ہے تھے۔

"آپ!" اس نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اس کی نگاہیں میرے پیر سے چمکی ہوئی تھیں۔

ماں بے چین سی ہو گئی۔ تم لوگ کیا پڑھ رہے ہو؟ وہ مجھ سے بولتا ہے۔ اس نے پوچھا: "آپ اس کاغذ میں کیا لکھا ہے؟"

ایک سو شخص کی طرح اترتا ہے وہ پرنے کاغذ اپنی ماں کے ہاتھ میں دیکھتا۔ اس نے شبے کو اپنی آنکھوں پر لگا یا اور اونچی آواز میں پڑھنے لگی۔

جذرت جناب پولیس کسٹمر صاحب لکھتے

جناب ایلواریہ! جینو پیڈر کو قدرتی ایم ایس سی معزز جو جس کی فطرتی مقدور کے سلسلے میں



بچوں کی صحت کے لئے عمگین رہنے کی ضرورت نہیں ڈونگر سے بال امرت کے استعمال سے بچے طاقت ور اور چنگے بنتے ہیں یہ مشہور دوا ہے



واقعہ ہونے کے دو دن بعد ہی پھر اس پر زہ کا نذر کے جلنے کی وجہ سے تھک رہے
رہیں جلا رہا تھا۔ میں نے وہ دھوا کیا اور جلنے اٹھا لیا۔

میں ہی وہ آدمی ہوں جسے اپنی پہلی شخصیت بہادر پور ستریا کا موجودہ
نام اور پتہ معلوم ہے :

~~~~~ (ب) ~~~~~  
میسویں صدی ہجری کا ہندو تاریخ کو دو بار پرتوں کا مقابلہ کر کے ڈاکے

سپر کیا جاتا ہے۔ اگر آپ کو ہندو تاریخ تک پہنچنے والے تو ہمیں ایک شکا سٹی خط  
مختبر خریداری لکھے اور دو دفعہ خط اپنے حلقہ کے سپرنٹنڈنٹ پوسٹ آفس کے نام  
لکھے تاکہ رسائی پوری کرنے کا یہ کیمنڈ طریقہ بند ہو۔ سپرنٹنڈنٹ پوسٹ آفس کے نام  
شکا سٹی خط پر لکھ نہیں لگنا پڑتا۔ صرف ان خریداریوں کو دو بارہ پرچہ روانہ کیا  
جاتا ہے جو ہندو تاریخ تک خط لکھیں۔ بعض خریدار دو دو مہینے بعد چھپے رسائی نہ  
ملنے کی شکایت کرتے ہیں۔ ۲۰۰ تاریخ کے بعد شکایت لکھنے والوں کے خطوط پر غور نہیں  
کیا جاتا کیونکہ کہینہ کے خاتمہ پر عام طور پر رسالت ختم ہو جاتا ہے  
فیروز شاہ میسویں صدی ہجری کا شاہ عالمی دروازہ لاٹھ

فرم میں ملازم ہوں۔ مزید حقیقت کی عرض سے میں تو نہیں رکھ سکتا ہوں اور سر کے بال  
سبھی بڑھ چکے ہیں۔ اچھا میں دست بھول جانا چاہتا ہوں۔ میری ایسی زندگی والے  
السان کے لئے انڈمان اور یہاں رہنا اور دونوں برابر ہیں۔ البتہ اس رقم سے ایک  
شریف گھرانے کی عزت قائم ہو سکتی ہے۔ اسی لئے میں نے یہ تجویز پیش کی ہے۔  
ارونا نے واپس آکر اپنے بھائی کے ہاتھ میں دیا سلائی دیدی۔ اس نے اپنی ماں  
کی طرف دیکھا اور بولی۔ "ہاں ہاں جلا دو"

اس کے بعد اس نے محبت میرا ہاتھ پکڑ لیا اور بولی۔ "مجھے اچھی ماں کی طرح  
چھو کر تم کو ڈاک بٹک نہ رہو گے، اپنے اس راز کو کسی پر غماخ نہ کرو گے۔"  
میں پس و پیش میں پڑ گیا۔  
"بہادر پور میرا مطلب بتو جیسا!" ارونالنے اپنے مخصوص شیریں ایچے  
میں کہا۔ جلدی کر ڈاک بٹک نہ رہو گے، کسی ذی روح سے اس کا ذکر نہ کرو گے۔"  
میں نے اس کی طرف دیکھا مجھے یقین ہو گیا کہ اس پر میری راست گوئی کا  
بہت اثر ہوا ہے۔ اس کا خوبصورت چہرہ منتشر رہا تھا۔ آنکھیں بے سمجھی سے  
میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ میں بتا رہا تھا کہ یہ اصطلاح بے حسینی میرا راز ہے

## پلیکان

ہر قسم کی بواہیر یعنی فونی وادی وغیرہ کے لئے یکساں مل  
مفید ہے یہ پہلی ہی دفعہ لگانے سے اپنا اثر دکھاتی ہے۔  
اور بخوبی سے دن باقی عرصہ استعمال کرنے سے  
مستقل طور پر فائدہ پہنچاتی ہے۔ یہ اندرونی و بیرونی  
دونوں پر استعمال کی جاسکتی ہے۔ یہ بالکل بے ضرر۔  
اور بہت تجارت کے بعد ایجاد کی گئی ہے۔

ساختہ انگلستان  
ہر ایک دوا فروش  
مل سکتی  
ہے



کیسٹون میڈیکل کمپنی - کراچی

## پیرین ٹکیاں

سر درد، دانت اور کان درد۔ زکام۔ جوڑوں  
لمر کا درد۔ انفلو انڈنزا۔ بخار۔ عورتوں کا  
بری درد سے آنا اور جسم کے تمام درد  
پرین کی ٹکیاں کھانے سے  
منٹ میں کافور ہو جاتا ہے۔  
بیمے وائرش اور پنیاری سے  
تی ہیں۔ آج ہی اس کو آزمائیں



کیسٹون میڈیکل کمپنی - کراچی

At the first sign of pain, take **Quick**  
**CAPIRIN PAIN-KILL**

# تیس ہزار روپیہ معتبہ نقد الغام

|    |    |    |
|----|----|----|
|    |    | ۳۲ |
|    | ۳۱ |    |
| ۳۰ |    |    |

**ترکیب حل** سامنے نو خانے مربع ہیں انہیں ہندسوں سے اس طرح پُر کریں کہ ہر طرف تقاریر کا مجموعہ ۹۳ آئے۔ دئیے ہوئے ہندسوں کی جگہ تبدیل نہ ہوگی۔ بقیہ اور ضرب استعمال نہ ہوگی۔

**الغام** ہر درست حل والے کو کم از کم ایک ہزار روپیہ نقد الغام دیا جائیگا۔ ۱۰۰۰ روپیہ تک جس کے سب سے زیادہ حل دفتر میں موصول ہونگے ایک ہزار روپیہ کا خاص الغام دیا جائیگا جس کے کم سے کم پانچ حل دفتر میں موصول ہونگے ایک عمدہ فاؤنٹین پن الغام دیا جائیگا۔ تمام الغام گمارتی شدہ ہیں۔

**شرائط و قواعد** کسی سادہ کاغذ پر کسی تعداد میں حل معنیس داخلہ بحساب ایک روپیہ فی حل دفتر میں روانہ فرمائیں کریں تاکہ نتیجہ آپ کو براہ راست روانہ کیا جاسکے۔ مٹی اور لکڑی رسید محلوں کے ہمراہ روانہ کریں۔ جن محلوں کے ہمراہ رسید نہ ہوگی۔ وہ حل مقابلہ میں شامل نہ ہونگے۔ تاریخ مقررہ کے گزرنے کے بعد جو حل دفتر میں موصول ہونگے۔ مقابلہ میں شامل نہ کئے جائیں گے۔ تمام حل اور ۱۳ دسمبر تک دفتر میں موصول ہونے چاہئیں۔ درست حل اور قابل الغام حل دیی تصور ہوگا جو ہمارے سرپرست ہندسہ بہ ہندسہ اور خانہ بخانہ ملتا ہوگا۔ اس معممہ کی واضح شرط ہے کہ معممہ کا فیصلہ قطعی اور قانونی طور پر قابل قبول ہوگا۔ یکم جنوری کو سرپرست حل شرفا کی موجودگی میں کھولا جائیگا۔ ۲ جنوری کو الغامات روانہ ہونگے۔

حل اور مٹی اور روپیہ ذیل پر روانہ کریں

پتہ: منیجر انڈامیرکن ہائیڈکینی نمبر ۱۲۔ اکرم روڈ۔ بیٹ نمبر ۵۵ لاہور

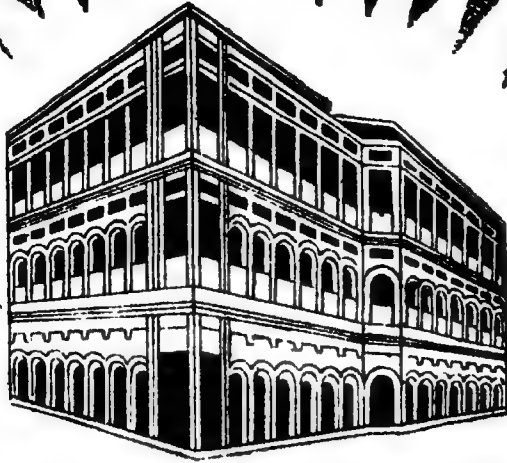
## نتیجہ معتبہ

درست حل ۶۰۰ سے زیادہ۔ ۶۰۰ عدد حل جناب محمد لطیف صاحب کو ۱۲ نمبر ۱۲۵ ریو کا لونی کوٹہ الغام ۲۰۰/-

درست حل ۲۰۰ سے پہلے درست حل جناب مے۔ آر۔ زینت صاحب چاہ میراں روڈ لاہور الغام ۲۰۰/-

درمیکر الغام پائینوالے اصحاب

سر دار میر دین سنگھ صاحب منہ دار منٹج جانندہر جوہری بشیر احمد صاحب ساندہ کلاں۔ روشن صاحب  
مہید کاٹھیل فی دلی سر دار دہرم سنگھ لاہور حیاؤنی۔ مسٹر ایچ سنگھ موگا مسٹر ایم۔ ایچ۔ بی کھوکھر بوٹر والا۔  
میرزا محمد علی صاحب ترمہ لہو کوٹہ مظفر گڑھ۔ میرزا محمد علی صاحب مظفر گڑھ۔ بالو لال صاحب شملہ۔ باٹر صاحب گڑھ۔ میرزا محمد علی صاحب مظفر گڑھ۔



# حفاظت اور خدمت

ہماری بیمہ پالیسیوں کی اولین اور امتیازی خصوصیات ہیں  
جو

۱۸۹۶ء سے برقرار ہیں۔

## بھارت انشورنس کمپنی لمیٹڈ

ہیڈ آفس بھارت بلڈنگس لاہور انجینئرنگ کالیم انڈیا برما سیلون اینڈ ایسٹ افریقہ

10/11/26



پیشین نامہ کی سسر (چباب)

وہ جس کا کھنکھار تھا انہوں نے بڑھاپے پر غمزدگی اور بہت زیادہ ہرماں پیکار کیا  
اس کے اگر مطالعے کی کاسم کے سب سے بڑے رنگ و دھن کے نایاب کمال کا ترجمہ  
عقلمند کی وجہ سے جو خون بڑھ گیا ہے پہلے کی روپس لوٹ جاتا ہے کیونکہ کہ تندر

نے سبزنگ میں فحول کو لٹکانے کی طاقت پیدا کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چند پھولوں کے علاوہ تمام درختوں کو قدرت نے سبزنگ تک پیدا کیا ہے

بیٹائی کی صفائیت آسان طریقہ یہ ہے کہ لٹاپ علی گندھ مانے میں پھل لپی کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے جس کے ثمرات ملتے ہیں۔ عمر کی زیادتی کے ساتھ باریک حروف کی کتابیں بھی سمجھیں۔ اخبارات اور خصوصاً انگریزی اخبارات بہت باریک ٹائپ کی ہوتی ہیں ان کا مطالعہ کرنے کے وقت بہت سہم۔ اگرچہ میں فحوت نہ ہو تو رات کے وقت متوسط (نہ بہت تیز نہ بہت دیر) روشنی میں مطالعہ کریں اور سامنے روشنی نہ رکھیں بلکہ چھو

ر روشنی کتاب پر پڑے یا اس میں طرف سے۔

تیز دھب میں گہرے آسمانی رنگ کی عینیت و نشان کی گریوں کے موسم میں از حد فروغی ہے کہ میوں میں ایسے گہروں میں جانا جہاں سبزنگ اس ہوا اور نہشت ہوں نہ صرف بیٹائی کے لٹخہ مفید ہے بلکہ عام جہانی صحت کے لیے بھی ضروری ہے۔ رات کو سوئے وقت روزانہ سرور لگایا سکھوں کی مشورہ دے کہ آپ کی ڈرائس کا استعمال بہت ہی مفویا بقدر اس طرح ہر روز دوشیا، دھوپ اور مطالعے کے معراثرات کا ازالہ ہو جاتا ہے اور بڑھاپے تک نظریہ تیزی ہے۔

# ایک وحلی قسم ضرور سائدہ اٹھائے

ناظرین! میں آپ کو خدا کو حاضر و ناظر جان کر خدا کی قسم کھا کر بتانا چاہتا ہوں کہ مندرجہ ذیل تعویذ و نقوش میں نے ہزاروں روپیہ خرچ کر کے اپنی ضرورت کے وقت حاصل کئے تھے ان کو آڑ مائے اور اپنی مولو پوری کھینچے۔ سبھی سمجھوں کہ میری گذارش پر بھی اعتبار نہ ہوا ان کے چند میوں یا روپوں کی خاطر اسباب انہیں برباد کر دیا جس کی گہم پر مطمئن ہو ضرور مندرجہ ذیل تعویذ و نقوش کو آڑ مائے ہزاروں کی پور کوڑ میں مل رہی ہے۔ تقدیر کا یہ پلٹ جاتا ہے۔ ہر سوک سینکے مارا کو آج ظاہر کر رہا ہوں۔

ان کی کامیابی دیکھ کر میں آپ کی خدمت میں بلائیں پیش کر رہا ہوں کہ کوئی کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ صرف خدا پر ایمان رکھنے والوں کی گزشتہ

رات کو سوئے وقت اپنے سر پائے رکھنے سے خواب میں بشارت ہو جاتی ہے کہ اس کام میں کامیابی ہوگی یا نہیں اور یہ کہ اس کا طریقہ کیا ہے اور کیونکہ کامیابی ہوگی۔ بالکل سچا جواب مل جاتا ہے۔ اس کے حامل نے سورج کے عکس میں رہ کر اس عمل کو یاد کیا ہے

~~~~~ ہدیہ صرف ایک و پیرس آنے سے معمول ڈاک علاوہ ~~~~~  
ایک تعویذ ہے جس کو روپیہ پیسہ میں رکھ دینے سے اس قدر ترقی ہوتی ہے کہ خدا کی شان دکھائی دیتی ہے۔ عینک مفلسی دور ہونے دولت کی کنجی کے سامان ہو جاتے ہیں اور تعجب ہر قسم کے کہیں دیگر احمق وحلی دولت مل گئی۔ لو کہری کی صورت میں اس کو افسر کے سامنے جیب میں رکھ کر رہائی تو وہ اس قدر مہربان ہو جاتا ہے کہ قدرت کا کرشمہ نہ کھائی دیتا ہے اور اس کے دل میں خود بخود دلچسپی کی ترقی کا خیال دانگیر ہو جاتا ہے

~~~~~ ہدیہ صرف ایک و پیرس آنے سے (عمر) ~~~~~  
فقیروں نے بڑی بڑی نعمتیں کسے الیسی پر میں یہی حال کی ہیں یہی عمل شاہ صاحب کا طریقہ ہے جس کی محبت ہو یا کسی کو اپنے نام مطلوب ہو وہاں اگر رجائے اور وہاں ایک سائی نہ ہو کہ تو اس ڈوری کو اپنے مجبور کے در پر یا اس کے ہاتھوں تک پہنچا دیجیے۔ پس گھر بیٹھے اس کی نیک نیت تلاش دیجیے۔ وہ ماسی بے آب کی طرح بے چین ہو گا آپ تک پہنچا۔ ہدیہ ڈھائی روپے (مطل)

مندرجہ بالا سچے علمیات ہیں ان کی ناکامی کی صورت میں ہم قیمت واپس دینگے۔ تمام نقوش و تعویذ لغات میں رجسٹری کر کے دی۔ پی کے ذریعہ بھی جاتے ہیں۔ معمول ڈاک ہر ایک بدمذہب خریدار

## سید نواب علی شاہ صاحب مال حصہ حکیم آغا جان (بی۔ ایس) دھلی

# ادب لطیف

از جناب بیروانی

سجالندہری

## خوابوں کی دنیا

## میٹھے سنے

میرے دلکش خوابوں کی ملک !  
میری دنیا سے تخیل تمہارے حسن سے مجھ کا قی ہے۔

تم میری بے نیاز ہو — جان آرزو ہو !

میں سوئے جاگتے تمہارے ہی خیال میں گویا رہتا ہوں، تمہاری ہی محبت  
کے خواب بیکتا ہوں۔

دنیا نے ہماری ملاقاتوں پر پابندیاں لگا دی ہیں، لیکن وہ ہمارے خوابوں پر  
تو پابندیاں عائد نہیں کر سکتی۔

خوابوں کی اس دنیا میں ہم رہتے ہیں، ہمارے گوشے میں میٹھے کر محبت  
کے گیت گاتے ہیں،

میں جذبہ بانٹنے کے لیے خود کو ہکڑے نہیں اپنے بازوؤں میں جکڑ لیتا ہوں، تمہارے  
صبر میں ہوں اگر بلا کے سے رخساروں پر غمخوار نگہوں پر پردہ چاندی پیشانی پر محبت  
کی سیکڑوں میں حیرت کر دیتا ہوں۔

تم شہزادہ رہ جاتی ہو !

خوابوں کی یہ دنیا ہماری ہے، اس میں اگر کسی کو دخل نہیں — اور ایک  
دل ہماری یہ خوابوں کی دنیا حقیقت میں بدل جائیگی (طبع زاد)

میرے میٹھے سنے کے دیوتا !

تم دن بھر میرے تصور میں بسے رہتے ہو !

اور راتوں کو میرے سنے میں جکڑ لگاتے ہو !

تم سرگائے ہوئے گئے ہو،

اور آنکھوں کے راستے میرے دل میں اتر جاتے ہو

میرے دل پر قبضہ کر کے تم کو دھکے دیتے ہو

میں مانتا ہوں

ما تھو جیٹا جیٹا، اسانی مانگتی جیٹا — !

تم لہجہ دھو جاتے ہو — شہزادہ بن کر جاتے ہو،

اور مجھ تمہارے سامنے جھکتے ہی جیتے ہو۔

تمہاری آنکھوں میں محبت دھو جاتی ہے اور میں اس میں جکڑ ہی جاتا ہوں

پھر تمہارے کھانچے تو تھے ہوٹ میرے لڑتے ہوئے لبوں سے مل

جاتے ہیں — ہم میں ملے ہو جاتی ہے — !

لیکن آج کل کھلتے ہی یہ نظر غائب ہو جاتا ہے

آہ، یہ میٹھے سنے ! (طبع زاد)

## گل و بلب

میری محبوبہ ایک خوشگفتہ بھیل ہے

اور میں بلب کی طرح اس کے حسن پر فدا ہوں — میں اُسے میٹھے نغے  
سناتا ہوں، جبکہ آہ لے لے ! اور وہ جھوٹے لگتی ہے — جس طرح باد صبا کے  
چلنے کے جبکہ جو کئی سے پہلے جھوٹے لگتا ہے،

میں زور و شوق سے اس کے گلابی رخسار سے اپنا رخسار ملا دیتا ہوں اور اس کا  
پھرہ کا شہرہ سبب کی طرح سرخ ہو جاتا ہے۔

پھر وہ میری آواز میں آواز لگا کر گانے لگتی ہے، ہم نیا دھنیا  
سے غنائی ہو کر جھکے نغے لاپٹے ہیں اندر مانے کو ان نغوں سے معیہ مکھڑیچے ہیں  
آہستہ آہستہ تمہارے نغے دہم دہم ہونے لگتے ہیں اگر کوئی لا منظر اب شوق میں میرے  
ہونٹ اس کے سینے کو چومنے میں جذب ہو جاتے ہیں اور میرے بازو اس کی کمر کے گرد  
صلہ کرنا لیتے ہیں — !

میری محبوبہ ایک خوشگفتہ بھیل ہے، اور میں دل باختہ بلب !! (طبع زاد)

# بھولی ہوئی محبت

میں یاد نہیں ہے پہلے کیا بات کہہ کر تھے ڈر کر تے تھے۔ اور اگر کبھی باتیں کرتے تھے تو بچے بچے، سسے سسے سے۔  
ہم چپ چپ کر لکھ دھرے کو دیکھ کر تے تھے اور آہستہ آہستہ آہیں بھر کر تے تھے۔

میرے محبوب! آؤ ہمیں بھولی ہوئی داستانِ محبت یاد دلاؤں

(\*)

کیا تم وہ باتیں بھول گئے ہو، جن میں تم نے مجھے محبت کا سنہرا باغ دکھایا تھا  
ہاں جن باتوں میں تم نے مجھ کو مجھ سے چھین لیا تھا  
جن میں رو رو کر مجھے رلا دیا تھا اور پھر سنسنہش کر مجھے ہنسا یا بھی تھا  
جن باتوں میں تم نے خوابوں میں آ کر مجھے بیدار رکھا تھا  
میرے محبوب! آؤ ہمیں بھولی ہوئی داستانِ محبت یاد دلاؤں!! (اخذ)

(\*)

## محبت کا گیت

میرے محبوب!

جین تو تمہارے دامن سے بندھ چکی ہوں  
اور دل کے محبوب پر دلیں میں رہتے ہیں اور وہ خط لکھ لکھ کر بھیجتے ہیں  
لیکن میرا محبوب میرے دل میں بسا ہے اور میں دن رات اسے آنکھ میچتی  
کھیلتی ہوں۔ دو ٹپوٹوں اور پھر میں جاتی ہوں  
سکھائی، اس ریشمی لباس پہن کر باغ کے گوشے میں بیٹھی، وہاں مجھے میرا محبوب  
ظاہر نے مجھے اپنے باندھوں میں کھینچ لیا۔ اور بوسوں سے میرے چہرے پر  
محبت کی گرمی ثبت کر دیں۔  
سکھائی! دنیا تو شراب پی کر مرست ہوئی ہے لیکن میں بسے پئے ہی  
مست و مخمور ہوں۔

میں نے اپنے محبوب کو آنکھوں سے اس کے ہونٹوں سے محبت کی شراب  
پی ہے۔ ایسی شراب جس کا نشہ تمام شرابوں سے تیز ہے اور کبھی نہیں اُترتا  
(منہدی سے اخذ)

میرے محبوب! آؤ ہمیں بھولی ہوئی داستانِ محبت سناؤں۔ رات کی دیوی  
نے تاروں کی چھاؤں میں درشت و گلزار کو ہکا دیا ہے۔

ہارنگھار کی سلیں جھک جھک کر دریا کے شفاف پانی کا منہ چوم رہی ہیں  
دنیا کے درے درے پر شہابِ ثمر کیلے

میرے محبوب! آؤ ہمیں بھولی ہوئی داستانِ محبت یاد دلاؤں

(\*)

میں یاد نہیں وہ دن جب ہم بچے بچے دریا کے  
وہاں نہ لگا کے کتبِ حیات ہمارے کنول کے دل کھل اُٹھتے تھے۔  
نہ لگتے تھے باتیں چھیڑ کر میرے دل کی آگ کو بھڑکا دیتے تھے۔ اور یہ سازوں  
سے نغمے اُبل پڑتے تھے۔

میرے محبوب! آؤ ہمیں بھولی ہوئی داستانِ محبت یاد دلاؤں

(\*)

## میری محبوبہ

میری محبوبہ!

تمہارا من میرے دل کی روشنی ہے  
تمہارے جسم کو چھو کر میں بہشت میں پہنچ جاتا ہوں  
تم حسن کی دیوی ہو!  
جہلی کی بے مثال مورتی ہو!  
تم چاند کی جھلکیں جھلکی کر فی کونی کی طرح دکش ہو  
تمہارے سر سے بال بلبلیاں ہیں  
تمہاری خواب آلود آنکھیں، دو مخمور کھڑے ہیں،  
سپانہ سورج اشارے، کنول اندھرت۔ اب نے تم ہی سے حسن  
مانگ لیا ہے۔

تمہارے گلے میں مٹھاس ہے، شیر نیا ہے۔  
تم تمام گلوں کو پھاندتی ہوئی، محبت سے نڈھی ہوئی مجھے خلوت میں  
آ کر گئی ہو تو میری زندگی کا راستہ روشن ہو جاتا (منہدی اخذ)

# ایک گیت

دوار کا داس شعلہ

از جناب لالہ

میری رانی! آؤ،  
اور اپنے پیٹے پہ ننوں سے پریم امت ٹپکاؤ!  
بہتیں اپنی مست جوانی کی قسم!  
ایسا گیت گاؤ کہ تمام دنیا جھوم اُٹھے۔  
مستوں کی طرح لہا اُٹھے  
گھاؤ، گھاؤ،  
اور مجھے خوابوں کی حسین دنیا میں اڑائے چلو  
تم میرے من مندر کی موت ہو  
اور پریم گنگا کی رانی!

تم میرے من مندر کی موت ہو، پریم گنگا کی رانی ہو، تمہاری آنکھیں فالتھڑ  
مست شہزادی صغیر سے ہیں، تمہارا تپہ گنڈن کا ساسین اور گلاب کی طرح سرخ  
اور دکھ ہے،

اگر چہ صوبوں کا چاند بھی بھٹیں کچھ لے تو شرم سے پانی پانی ہو جائے

(\*)

تمہاری آنکھوں میں بارخ رہنماں کے سائے متحرک ہیں  
ان میں میرے پیٹے بیٹے خواب، تیرے ہیں  
ہاں ان مدد بھری آنکھوں میں میرا پریم کہاں کی نقش ہے  
ان محمور کنوں گنڈوں میں تمہاری جوانی کی آرزوئیں لہناں ہیں  
(بچہ)

بیمیر زندگی کی چوٹی کی ہندوستانی کمپنی کی کامیابی کا باعث پبلک اعتماد ہے

۱۳ دسمبر ۱۹۴۰ء کو

جاری پالیسیوں کی مالیت زائد از ۳۴ کروڑ روپے  
سرما پیر زائد از ۲۶ کروڑ روپے  
سالانہ آمدنی تقریباً ۵ کروڑ روپے  
ہمارا پراسپیکٹس حاصل کرنے کے لئے جس میں ہماری دلکش تجاویز بھیہ متعلق تفصیلات مذکور ہیں  
براہ کرم ہر رانی مندرجہ ذیل پتہ پر لکھیں



لالہ گوپال داس سوئی ایف سی آئی (ایڈمنسٹرٹو) ایف آر ای ایس (لنڈن)

بوزانچ میسکٹری

انٹرنیشنل ٹریڈنگ کمپنی لاکھ پندرہ سو روپے مال لاہور  
صدر دفتر بمبئی

تاکہ شہزادہ ۱۸۷۱ء

# محم اور ہماری اولاد

کہ وہ بیوقوف ہیں۔ اس لئے وہ اس ذمہ داری کو نہیں سمجھتے۔ لیکن انہوں نے تو اس بات کا کہہ کر خود بخود ہنس دی اور عقلمندی کا دھوئے رکھتے ہیں، وہ بھی یانہ اپنی کاپی ہاؤس کفایت کی وجہ سے اس کی غافلت کرتے ہیں یا دانستہ لاپرواہی کرتے ہیں اور یہ کہ ہمارا فرض خاص کر اپنی اولاد کے واسطے۔

اگر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہو جائیگا کہ واقعی جب ہم گھر سے ہٹ کر زندگی میں داخل ہوتے ہیں تو ہم کو اس کے فرائض کا بھی ٹھیک پتہ نہیں ہوتا اور جب اس کا ہی ٹھیک طور سے خیال نہیں ہوتا تو اس کے بعد کی باتوں کا ذکر ہی کیا ہے۔ اہم ہماری اس بے سمجھی ہی یہ نتیجہ ہے کہ ہمارے سینکڑوں نہیں ہزاروں بچے ہر سال موت کا شکار ہو جاتے ہیں یا اہم دم دیکھتے رہ جاتے ہیں اس لئے بچے ہم آگے رہ کر دیکھا سچا باتوں کو پیش کرنا چاہتے ہیں، ان سے سبک یہ سمجھ سکیں کہ بچوں کو عمدہ طریقہ سے پرورش کرنے میں ہم کو کس کس بات کا زیادہ تر خیال رکھنا چاہئے جس سے وہ کسی مرض سے تکلیف نہ اٹھائیں بلکہ طاقتور اور موٹے تازے ہو کر ہر دراز حاصل کریں جس سے ہماری زندگی بھی آگے بڑھے۔ گزرتے بہار خیال تو یہ ہے کہ ہمارے اس معنوں کو پڑھ کر کہ فیروز بخورے سمجھ کر ناخبرہ کار اور ستوڑی عمر میں والدہ کہلانے کی حقہ دار عورتیں اپنے اور اپنی گود کے چلنے پھرنے کھلونے یعنی اپنے پیارے بچوں کے لئے بہت کچھ بھلائی کر سکیں گی۔

اپنی زندگی کے بارہ مہینوں میں بچہ پر بنیادی موسماں آب و ہوا کا بڑا اثر پڑتا ہے۔ ان دنوں میں بچے کے سر اور جسم میں بڑی بنیادیں پیدا ہوتی ہیں۔ سب سے زیادہ خاص بات یہ ہے کہ اس وقت بچہ کی آئندہ عادات بننے کا آغاز ہونے لگتا ہے۔ اس لئے بچہ کی آئندہ بہبود کے لئے اس وقت اس کی عمدہ دیکھ بھال کا بندوبست رکھنا نہایت ضروری ہے

بوقت پیدائش عام طور پر بچہ کا وزن سات پونڈ یعنی ساڑھے تین پیر

ڈونیا کے سزا اس بات کو ہمیشہ سے تسلیم کرتے چلے آ رہے ہیں کہ ہر انسان کے کسی کام کو ہاتھ میں لینے پر اس کام کے بارے میں اس کی ذمہ داری ہو جاتی ہے خواہ اپنی اس ذمہ داری کو نہیں سمجھتا، اس کو لوگ بیوقوف اور ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے بھی اس سے لاپرواہی کرنے والوں کو مجرم کہتے ہیں۔ نیز اس تصور کے لئے انصاف سزا بھی دی جاتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص تانگہ یا کھچا یا بیل گاڑی چلاتا ہے تو ان جانوروں کے پاس میں اس آدمی کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ان کو چارہ، دانہ، گھاس، پانی وغیرہ وقت پر دے دے جانے کا پورا خیال رکھے۔ ان جانوروں سے ان کی طاقت سے زیادہ محنت نہ لے۔ جس قدر وہ وزن نہیں اٹھا سکتے یا نہیں کھینچ سکتے۔ اس قدر وزن ان سے نہ کھولے اور اگر وہ نہیں کھینچ سکتے تو ان کو بے رحمی سے نہ پیٹے۔ یہ سب باتیں ایک پرورش کرنے والے یا ان جانوروں سے کام لینے والے کی ذمہ داری میں شمار ہوتی ہیں۔ اگر وہ شخص اس کو نہیں سمجھتا اور بیوقوفی سے ان باتوں سے بے پروائی برتتا ہے تو رحم دل اور عقلمند اشخاص کے ذریعے قائم کی ہوئی مجبور یا پر ساری سمجائیں جو اب ملک ملک قائم ہو گئی ہیں، اس آدمی کو اس کا فرض سمجھائی ہیں اور یہی نہیں بلکہ تھے پر بھی جو آدمی اپنے فرض کو پوری طرح ادا نہیں کرتا۔ اس کو قصور وار ٹھہرا کر مصفاۂ طریقہ سے اس کو سزا بھی دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر، اسکیم، وکیل، اسکول ماسٹر وغیرہ اس ذمہ داری کی رنجیر میں بندے ہوئے ہیں اور سب ہی کو اپنے اپنے کام کو شروع کرنے سے پہلے ان باتوں کو اچھی طرح سے معلوم کر لینا نہایت ضروری ہے جو ان کو اپنی آئندہ زندگی میں ذمہ داری کی شکل میں ادا کرنی ہونگی نہایت انہوں کا مقام ہے کہ ہمارے ملک بدست فرض کی طرف جس پر بد صورت ہماری بلکہ ہمارے ملک و ہمارے سماج کی ترقی کا انحصار ہے کئی کا دہائی ہی نہیں ہزار ہا بونا خود ذمہ دار، ان کے حقوق تو یہ بھی کہا جاسکتا ہے

دوں میں بچہ کو زود بہت پڑتا ہے جس کی تھکاوٹ اس قدر ہوتی ہے کہ اگر گریجہ پورا  
 طاقتور نہ ہو تو اس کو کئی قسم کے امراض اس حالت میں پیدا ہو جاتا کوئی تعجب کی بات  
 نہیں لیکن یہ بھی بڑی غفلت ہے کہ دانت نکلنے کے ایام میں کوئی بھی مرض ہو تو اس  
 کو دانتوں کی وجہ خیال کر کے اس کا علاج نہ کر لیا جائے۔ معمولاً بچوں کو دانت نکلنے کے  
 زمانے میں یا تو بعض ہی ہو کر دانت نکلنے لگتے ہیں یا بعض رہتے لگتا ہے اور یہ تکلیف کبھی  
 کبھی اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ بچہ کو بے چین بنائے رکھتی ہے۔ مگر دیر بچے جن کو  
 (ICKETS) سوکھے کار میں بچہ کبھی بے ہوش ہو کر یا ہتھ پاؤں ایسے لگتے  
 ہیں ان ایام میں بچہ کے سر اور سینہ کو ٹھنڈے لگنے سے خاص طور پر بچانا چاہیے۔ درد نہ  
 نمونہ ہو جائے کا خوف ہے اور اگر یہ بیماری ہوجاتی ہے تو بڑی ہوشیاری سے اس کا  
 علاج کرنا چاہیے۔ اس وقت والدین اگر مغربی اسپتالوں میں بچوں کو بڑی تکلیف سے  
 بچا سکتے ہیں۔ کوہ امت کڑی لکڑی یا بڑی کٹی لٹی لکڑی کو بچہ کو کچڑا دینے سے وہ اس کو  
 مزہ میں رکھ کر کھاتا ہے۔ اس دانتوں کے نکلنے میں آسانی ہوتی ہے۔ ہر وقت بچہ کو مکمل  
 جواہر رکھنا چاہیے اگر تین ہونے روز دانت کو ٹھنڈا (LIQUID PARAFFIN)

یکے پیر میں (دست نما انیولی، انگریزی دا) یا صاف کیا ہوا آرڈی کا تیل یا انگریز کا  
 شربت دینا چاہیے۔ اگر بچہ کو اس کے دودھ کی بجائے کٹا یا بکری کا دودھ دیا  
 جاتا ہو تو دودھ کا پانی ملا کر دینا چاہیے اور اگر گریجہ ماں ہی کا دودھ پیتا ہو تو اس دانت  
 نکلنے کے ایام میں کبھی نہیں چھوڑنا چاہیے

پیدا ہوتے ہی بچہ زیادہ ملنا جھلنا پس نہیں کرنا نہ دھنیز روشنی دیکھنا پسند  
 کرتا ہے۔ اس لئے انھیں بند کرنے پڑتا ہے۔ آہستہ آہستہ یہ باتیں کم ہوتے لگتی ہیں  
 قوت سماعت بھی بچہ میں پیدا ہونے والی ایک ٹھری بعد ہی سے آجاتی ہے کیونکہ اگر  
 اس کے پاس زور سے بات کی جائے تو وہ چونکتا ہے۔ تیسرے ماہ میں اس کو اپنے  
 قریب کی اشیاء دیکھنے کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ پانچویں مہینے بچہ اپنی ماں کو پہچاننے  
 لگتا ہے کبھی کبھی کلکاری مارنا اور ہنسنے سے مارتا تو یہ مہینے وہ کھلونے کو پکڑنے  
 لگتا ہے اور منہ سے پہلا لفظ نکالتا ہے۔ اس کا کوہ کوئی معنی سمجھ کر نہیں کہتا  
 بلکہ وہ اپنی آسانی کی وجہ سے خودی اس کے منہ سے نکلنے لگتا ہے۔ نویں مہینے میں بچہ  
 بیٹھنے لگتا ہے اور اس کے کچھ عرصہ بعد وہ کسی چیز کے سہارے کھڑے ہونے لگتا ہے  
 ایک قدم چلنے کا عرصہ مکمل کرنے لگتا ہے۔

اس وقت بچہ جو چیز کو بھی دیکھ لیتا ہے اس کیلئے تعجب خیز ہوتی ہے اس  
 کو پہچانتے اور سمجھنے کی خواہش اس کے ذہن میں پیدا ہونے لگتی ہے اور اس کے لئے اس کو

کے قریب ہوتا لیکن کبھی کبھی بعض بچے ڈھائی مہینے سیر کے اور بعض پانچ  
 چھ سیر تک کے ہوتے دیکھے جاتے ہیں۔ پیدائش کے بعد پہلے دس دن میں بچہ  
 کا وزن کچھ کم ہوتا ہے۔ لیکن دس یوم کے بعد ہی وہ کمی پوری ہونے لگتی ہے  
 اور اول تین ماہ تک وزن ڈھائی چھٹا تک ہر ہفتہ کے حساب سے بڑھتا  
 ہے۔ اسی طرح تین ماہ کے بچے میں چھ مہینے تک ان ہونے کو کسی قسم کے مرض  
 سے محفوظ اور زبردست خیال کرنا چاہیے۔ اس کے بعد چھ ماہ پورے ہونے  
 تک بچہ کے وزن میں سوا دو چھٹا تک فی ہفتہ اضافہ ہونا چاہیے۔ یہاں  
 تک کہ اگر بچہ کو کوئی مرض نہیں ہے تو چھ ماہ میں اس کا وزن پیدائش  
 کے وقت سے دو گنا اور ایک سال میں تین گنا ہونا چاہیے یعنی پہلے سال گھر  
 کے وقت بچہ کا وزن ساڑھے دس سیر ہونا چاہیے۔

اس لئے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ بچہ کی تندرستی میں اضافہ ہو رہا ہے  
 یا نہیں؟ شروع میں سال بھرنے کے بعد ہر ماہ بچہ کا وزن کرتے رہنا نہایت  
 ضروری ہے۔

اسی طرح عام طور پر بچہ پیدائش کے وقت ۱۰-۱۲ پونچ لبا ہوتا ہے یہ  
 لبا ہائی کھی آہستہ آہستہ بڑھ کر ۲۰-۳۰ پونچ ہوجاتی ہے۔ اسی پہلے سال  
 میں ہی بڑی خاص خاص تبدیلیاں بچے کے جسم کی بناوٹ اور رکتوں میں بھی ہوتی  
 ہیں۔ ان میں سے زیادہ تکلیف دینے والی اور ظاہر تبدیلی ہے دانت نکلنا  
 جو سالوں ماہ میں شروع ہوجاتا ہے۔ پہلے چھپکے طرف بچہ کے دودھ دانت نکلنے لگھائی  
 دیتے ہیں۔ ان کے نکلنے کے ایک ماہ کے ہی اندر انہیں دانتوں کے ٹھیک مقابلہ میں  
 اوپر کے دودھ دانت چھپتے ہیں۔ دانت نکلنے کا یہ وقت اکثر دیکھا جاتا ہے لیکن کسی  
 کسی بچہ کے تیسرے ماہ ہی سے دانت نکلنے شروع ہوجاتے ہیں اور کبھی کبھی ایسے  
 بچے دیکھنے میں آتے ہیں جن کے ایک دودھ دانت پیدائش کے وقت ہی نکلے ہوئے  
 ہوتے ہیں لیکن البتہ سبب کم ہوتا ہے۔ کسی بچے کے سال بھرنے تک دانت نہیں نکلنے  
 لیکن دانتوں کا بہت جلد نکلنا یا بہت دیر تک نکلنا یہ دونوں ہی صورتیں ایسی  
 ہیں جن میں بچہ کو کوئی نہ کوئی مرض ضرور ہوجاتا ہے۔ جن میں (RICKETS)

سوکھے کا مرض خاص ہے اور دانت تو گیارہ تک بڑھ جاتی ہیں  
 دانتوں کے نکلنے کے وقت بھی ماں کی صفائی سے بچہ کو  
 تکلیف پڑھ جاتی ہے۔ دانت نکلنا جسم کا قدرتی کام ہے اور اس لئے اس  
 میں جتنی الامکان کسی قسم کی دست اندازی نہیں ہونا چاہیے۔ یہ ضرور ہے کہ ان



اپنے نام پر زور دینا پڑتا ہے۔

بچے سے پہلے اپنی انگلیاں اور انگوٹھے خوب دیکھتے ہیں۔ پھر اپنی چار پائی ٹو اور پھر اپنے ہاتھ کے کمرے اور اس کی پینکٹوں کو اس لئے بہتر دریا شاہ ایک بچے کے نزدیک ملے زیادہ ہوگی۔ اسی قدر اس کو دماغ سے زیادہ کام لینا پڑیگا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بچے کے دماغ میں دوسرا دھواں لگا اور دماغ کمزور ہو جائے گی۔

لوگ بڑے غفلت کرتے ہیں جو تین یا چار ماہ کے بچوں کو میلے تماشے میں کود میں یا کمرے جاتے ہیں۔ وہاں ان کو کوئی لطف نہ آتا نہیں بلکہ ان کو تکلیف ہو جاتی ہے۔ اس لئے وہ اکثر رونے میں جس سے جاننے والے کا توجہ بھی غلٹ پڑتا ہے۔ وہاں تک کہ بچے کو مافکے بچہ کو ماں ہی کا دودھ پلانا چاہئے، کیونکہ ماں کا دودھ ایک مضبوط صحت دہی ہوتا ہے اور دوسرے سس میں کی طرح کے کثیر سے یا جرمس (GERMS) نہیں ہوتے اور اس وجہ سے بچہ کو کبھی کوئی مرض بھی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ بچہ پیدا ہونے کے دو دن بعد تک تو کبھی کبھار تک جھاتی سے دودھ نہیں اترتا اور بچہ کو ان دنوں میں بھوک بھی زیادہ نہیں سنانی۔ اس لئے ان دنوں میں دو تین مرتبہ بچہ کو دیا جاتا ہے۔ فوراً بعد لگے کے دو چار پونڈیں بچہ کو دینا کافی ہوتا ہے۔ تیس دن بچہ کی ماں کی چھاتیوں میں دودھ ٹھیک طور سے اترتا ہے۔ اس حالت میں بھی بچہ کو مقررہ وقت میں تین تین گھنٹے پر دودھ پلانا چاہئے۔ بچہ کے دودھ پینے کا وقت علی الصبح چار بجے، پھر صبح سات بجے، پھر س بجے، دوپہر کو ایک بجے، تیس بجے چار بجے، شام کو سات بجے اور رات کو دس بجے مقرر کرنا چاہئے۔ شربت اور مقررہ طریقے کے بغیر دودھ پلانا بھی نقصان پہنچاتا ہے چار مہینے کا ہونے پر دودھ پلانے کے وقت کا دو تین گھنٹے کے بجائے چار گھنٹے کو دینا چاہئے۔

ماں کو اپنی ایک چھاتی ایک نوجوان بچہ کو پلانا چاہئے اگر ایک چھاتی کوئی کر بچہ کا پیٹ نہ بھرے تو دوسری ہی چھاتی لیکن پہلی دی ہوئی چھاتی بالکل خالی ہو جانے پر دوسری چھاتی بچہ کو دینا چاہئے۔ چھاتی کو بڑے پونڈے سے پہلے خوب گرم پانی سے دھو کر صاف کپڑے سے خشک کر کے گھنٹی پر (GLYCERINE OF BORAX) لکھیں۔ اس کو دیکھ کر ہار کو گھس کر لکھیں۔ اس میں ملا کر ٹیڑھا دینا چاہئے۔ بچہ کی پیٹ کی حفاظت کس طرح کس قدر وزن بڑھانے کی ذمہ داری ہوتی ہے، یہ نیچے کے نقشہ سے سمجھیں۔

ایک گھنٹہ کے بچہ کے پیٹ میں دیکھیں۔ . . . . آدھا چھٹا تک دودھ

۶ ماہ پہنچتے . . . . . سو اچھا تک

۱۲ ماہ پہنچتے . . . . . ڈیڑھ چھٹا تک

۴ ماہ پہنچنے کے بچہ کے پیٹ میں ایک دفعہ میں آدھ پاؤ دودھ

۵ ماہ پہنچتے . . . . . سو اچھا تک

۶ ماہ پہنچتے . . . . . ڈیڑھ چھٹا تک

جہاں ماں کا دودھ بچہ کو کافی مقدار میں نہیں ملتا وہاں بچہ بھوکا رہتا ہے۔ اسی صورت میں وہ مقررہ وقت سے پہلے ہی بھوکے رونے لگتا ہے۔ درپزہ میں منٹ چھاتی سے لگا کر بھی اس کی میری نہیں ہوتی، وہ دودھ پینے پر دماغ میں کچھ خاموش سا ہو جاتا ہے۔ گویا سو گیا ہو لیکن چونکہ کھڑی درپزہ وہ پھر بچے لگ جاتا ہے۔ ان باتوں سے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ بچہ بھوکا ہے اور اس کو پیٹ بھر کے لئے دوسرے طریقے کی ضرورت ہے۔ علاوہ ماں کے دودھ پینے کی ضرورت ہو تو اسے اچھا کائے کا تازہ دودھ ہوتا ہے۔ درپزہ ماں کی ایک چھاتی پوری پینے کے بعد جو کبھی بچہ کی بھوک میں رہے، اسے پوری کرنا چاہئے اور دھچھے سے پلانا چاہئے۔ کیونکہ بعض بچے ایسے ہوتے ہیں جو دودھ کی قدر تو ان سے پینے کے بعد ماں کی چھاتی سے کھاتے ہیں۔ بچوں کو ماں کے دودھ کے علاوہ جو چیزیں عمدہ ہو سکتی ہیں۔ وہ یہ ہیں :-

۱۔ کائے کاغذ صاف دودھ (۲) بوتلوں میں آئینا سے صاف دودھ (۳) بوتلوں میں آئینا سے دودھ شربت میں اور دیگر بچوں کو مغیہ پیٹ فوڈ میں ان سب میں نمک نہ پڑے گا۔ دودھ ہی ہے۔ کیونکہ اس کے کھانے والے کے دودھ سے بہت کچھ ملے جاتے ہوتے ہیں۔ کائے کے دودھ میں ماں کے دودھ کے بنسبت چھٹین اور دھاس کم ہوتی ہے۔ لیکن چھاتی کا دودھ میں برابر ہوتا ہے۔ اس لئے بچوں کو دینے کے لئے کائے کے دودھ میں بچہ کے کھانے سے متوازی دھاس دینا چاہئے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے کھانے کی کمی اس سے اس کی چھاتی کا دودھ جو شربت سے صاف ہوتا ہے کم ہو جائیگا اور اس کی چھاتی کی کمی کو لاڈلہ (COD LIVER OIL) ملا کر پورے دینا چاہئے۔ بچہ کے پینے کے دودھ میں کاڈلیراؤل ملنا بہت مفید ہے۔ حال کے بچہ کے دودھ میں دو گنا پانی ملا دینا چاہئے۔ دو ماہ کے بچہ کو کوبڑا پانی درسی طرح پانی کو بار بار کم کرتے جانا چاہئے۔ جس کو دس مہینے کے بچہ کو دھاس دینا چاہئے۔ دودھ صاف پید ا ہو جانے اور اس میں پاؤں صاف کا ڈیڑھ آٹن تین مہینے تک بچہ کیلئے ہونا اور اس سے زیادہ کے واسطے اسی قدر اسے آٹن سے بڑھانے دینا چاہئے۔ کائے کے دودھ میں بہت سی خواہیاں ہیں۔ پیٹ میں جا کر اندک کھائی سے جو اس کا پیٹ بڑھتا ہے۔ وہ ماں کے دودھ سے بچے کو دے دیں۔ بنسبت باقی ہوتا ہے۔ اس لئے بچہ کے پینے کو بڑھانے چاہئے۔

آدھ چھٹا تک . . . . . ایک گھنٹہ میں آٹن (SODA OF CITRATE)

کلیں (TABLETS) جھاگڑی فی دافو دشوں سے ملتی ہیں ملاویہ جابائیں تو  
دودھ کی بیڑا لہانی ہستی ہے لیکن کٹائے کا کچا دودھ کسی نہیں دینا چاہئے۔ اس کو ایک  
بوش فرودینا چاہئے اور کبھی بقیہ اس کو تانکرہ اوپر سے صاف ملل کا کنگڑا  
ڈبک دینا چاہئے جس میں بھی یا مسٹریڈ ہے لیکن ہوا فرولگتی رہے۔ سفوف دودھ  
(DRIED MILK) استعمال کر پیوں کے دہن میں کرنا چاہئے یا اس وقت کچے  
کٹائے کا تازہ دودھ نہ ملے۔ یا ایک چھوٹے سفوف ڈونگے پانی میں ملا نا چاہئے لیکن  
CONDENSED MILK (کاٹھے دودھ) کو بڑی ہوشیاری سے کام  
میں لانا چاہئے کیونکہ اس میں جو کئی کامزہ کسی جس میں بہت ہی کم مینا ہے۔ ساتھ ہی  
ان کٹھن کو کھوٹتی ایکڑ خالی کر کے رشتہ دھسکی چینی کے بن میں ملل کے مٹا  
ٹھوس سے ڈھک کر کھانا چاہئے۔ اسی میں دودھ کا ڈھکن بند کر کے کھنے  
سے اس میں بڑا بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

موسم برسات میں بڑوں کا وقت ہاضمہ کا مزاج جو صاف ہے اور ایسا قدرتا  
ہوتا ہے تب بچوں کا تو کھانا کیسا ہے۔ اندھوں میں بچوں کو خشکی کو عموماً دو سال تک  
کا جھٹکا ہے۔ دسویں کی بیماری نیا دہ ترمو قی ہے اس کو انگریزی میں انفسا ٹل کو لرا  
Dr. FANT ILE CHOLARD (بچوں کا مہینہ) کہتے ہیں اور یہ مرض ہر سال  
سینکڑوں ہی بچوں کی جان ضائع کرتا ہے۔ اس مرض کی شروعات فوراً صبح جاتی  
ہی۔ پہلے بچوں کو تھم جاتی ہے اور اس کے بعد ہر سے تنگ گھسے دست شروع ہو جاتے  
ہیں کھال پل پل پڑ کر سر کھٹکاتی ہے اور وہ یوں کہ جھل جاتی ہے اور دو یا تین دن میں  
پاس سے بڑی کم وقت میں بچے کے جسم میں ایسا اشیاء ضائع ہو جاتے ہے موت واقع ہوتی  
ہے۔ اس بات کو ہم ادراپ سب ہی بخوبی جانتے ہیں کہ ہندوستان میں فی زمانہ غریبی  
اور بیماروں کے سبب ایک گھر میں کتنے بچے اور اپنے بچوں کی گزند اوقات کرنے میں کمر  
قد و قوتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جہاں دو دن وقت پیٹ بھر کر راج بھی جیتا نہ ہو  
ملاں بڑے بڑے ڈاکٹروں کا فیصلہ و افلاحت کی بل میان کرتے کہ روپہ کہاں سے پس انداز  
ہو سکتا ہے۔ امر اعلیٰ روک تمام پیسے سے تو کچھ جاتی تھیں اور یہ بھی کیسے ہوتی ہے۔

نوازہ شمس میں زیادہ تھکا رہا پس یہ جو کوئی پیشہ میں اور لوگوں میں ایک  
 سمجھے دوسری جگہ جانا یعنی تبدیلی کی پریشانی کرنا ہی نہ رہتی ہے۔ اس ایک تھکے سب کو  
 صورت ایک جگہ رہنا دینے والے جو ہر روز کے کام میں ملتا رہتا ہے جہاں پہنچے جو  
 جیسے ٹھیک رہا تھا ہے شہر کی جہاں پہنچی ہے کوئی ٹوٹا ہے دیان مقامات  
 میں پہنچے جہاں میں جہاں علاج کی سہولتیں اندر اور ولایت کا دستبند ہونا اور

معلما چہ زیو کھلے پیئے نکلے کہی کہیں ملتی ہیں بہت لوگوں کا قیام ہی ایسے مقامات پر ہے جہاں اچھی دیوارت نہیں ملتی ہیں انہیں سب بالوں کو دھڑلے کرتے ہوئے ہم خطا پیئے اور دلوں پر گزرتے ہوئے جہاں کہیں اچھی دیوار ملے گی اس پر ٹپے ٹپے کر کے لڑاؤ اور دھڑلے میں دیں اور لوگوں کو کشمکش اور صلح سے نہایت اچھی اور مفید اور نفع بخشہ کچوں کو فائدہ پہنچاتے ولا جی بڑی کوئی کوشل کہے اپنے بال و بدن کا نام کی مٹی میں ڈال کر کہ ہے جھکے اور صاف اور زلف اور دلوں ہی کو چھینے نہایت ہی مفید اور خوش ذہن ہیں اس کے استعمال میں نہانہ اور تندرست رہتے ہیں

بال سُدھاک

**بالِ سُدھا** کے سینے سے پیدا ہوا قنور جو کہ جسم سڈل اور نوکھوت بن جاتا ہے بچوں کے پیدائش سے پہلے ان کے جسم کی تیز سبب ہی اعضا کو بڑھت بڑی تیزی سے ہوتی ہے لیکن جو ان بچوں کی پختی خرابی سے پیدا شدہ جسمانی کمزوری کا سبب بن سکی ہو وہی ہوتی ہے بالِ سُدھا کے استعمال سے اس میں ایک عجیب فائدہ دکھلا گیا ہے ہال کے مدھ کے کوئی دوسری وجہ کہ کنس میں خجی اور جو صلیب کی انگوٹھی میں کیونکہ تازہ خون پیدا کر لینی اول درجہ کی چیز ہے اس کے استعمال سے بچوں میں جسمانی طاقت نو بہتر ہوتی ہے مگر روحانی طاقت بھی زیادہ ہوتی ہے کیونکہ بالِ سُدھا سینے کے پچھلے کونے پر نہیں ملتے۔ وہ کھل کود میں اپنے ساتھ اپنے جسم پر چونکے ہوئے پیش قدم کرتے ہیں۔ بالِ سُدھا ہاں کوئی صحت شام نہیں ہے۔ یہ ان اشیاء سے بنایا گیا ہے جو علم میں بڑے بڑے قابلِ درجہ کار و علاج کے ذریعہ خاصہ بچوں کو مصیبتات و بوجھ میں اس کے اپنے بچہ کو بالِ سُدھا مانا اور شرف و تکرار کیے بغیر کھینچ کر لیں یہی دلی شرف ہے۔ دانتوں کے لکھنے پر جو بچہ کی برکت ہوتی ہے وہ اس کے استعمال بالکل نہیں ہوتی کیونکہ دانتوں کے لکھنے کی وجہ سے بچہ کو تھک جاتا ہے جس سے بہت سی بیماریوں کا سبب بن جاتی ہے اس کے استعمال وقتِ صبح یا نام ٹھیک جو روک کر دیتی ہے جس سے مرض کی پیداوار نہیں ہوتی۔ دراصل کسی مرض کی خاصیت وہ نہیں ہے بلکہ بچوں کو جسمانی امراض کے حملہ سے بچانے کے واسطے ایک میڈیٹر اور روک تھام ہے ایامِ شری میں ان کٹر بچوں کو شری کے واسطے ان کے نام وغیرہ چاہیے لیکن جو والدین بچہ کو بالِ سُدھا کا استعمال کرتے ہیں اس سے بھی بے فکر رہتے ہیں

[illegible]

# نشانی

## کیلاش کی ڈائری

۱۰۔ اگست

پاراقتنا آج آگئی ہے۔ بڑی بخیر اور بکثرت نظر آتی ہے بہت کم پوچھتی ہے گویا منہ میں زبان نہیں۔ جہاں تک اس کے بکثرت کا تعلق ہے۔ اسے اس کا حق حاصل ہے۔ چاند سا گل اور خوبصورت چہرہ، موٹی موٹی پلویں، آنکھیں، سیاہ اور چمکدار گنگھریالے جیسے بال، جوانی کے جوہر سے چمکتا چٹانازک بدن، سرخ و سپید رنگ اور بڑا سادہ قدرت پر کسی کو غلط نہیں کرتی لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ اس قدر بخیر کیوں ہے۔ یہ جیسے ہی صدی کی لڑکیاں شوخ اور شرارت کا تجربہ کرتی ہیں لیکن پاراقتنا نہ معلوم کیوں اس اعتبار سے انیسویں صدی کی پیداوار نہیں لگتی ہے۔ بھلا جان کرتی ہیں ہماری پاراقتنا بڑی کھمدار اور سادہ مزاج لڑکی ہے گویا تحصیل تک سکول میں پڑھتی رہی مگر اس طرح بات کرتی ہے گویا سکول کی ہر اچھی چیز میں لیش کا نام نہیں جانتی۔ جی ہاں نہ دست پر کھتی ہو نگیں بھائی جان۔ پاراقتنا اچھا لکھن ہے۔ اگر کہیں کو بہن نہ سمجھتی تو اور کون سمجھے گا۔ پاراقتنا کی اس قدر خوشیاں بھائی جان اور بھائی صاحب میر کرنے بھی نہیں گئے ہیں۔ تمام دن گھر میں بیٹھے رہتے تھے بعد شام کو دو گھنٹہ کی سیر دل و دماغ تازہ کرتی تھی۔ لیکن آج تو دل و دماغ کو وہ تر دناڑگی بھی میر نہیں چھوٹی۔ ایکسیر میر کرنے کی لطف لگتا ہے۔ اسی خیال سے میں بھی میر کرنے لگتی ہوں۔ کایہ کھنے میں ابھی پورا ڈیڑھ ماہ ہے یہاں اس لئے کس طرح بیوقوفانہ گذر سکیں گے

۱۲۔ اگست

سبح صبح سے کتنی ہی بار ایک کہانی لکھنے کی کوشش کی لیکن ہر بار قلم اٹھاتا تو پتہ ہی نہ لگتا کہ کون سا حصہ لکھتا ہے۔ کچھ تو تو انسان کی مانند لکھتا تھا۔ صبح صبح درخت پر لگے ہیں کہ انگوڑی کو پھر لڑکائی ہوئی شراب اس قدر پر لطف نہیں ہوتی جس قدر ان میں سے کچھ کھاتے رہتے تھے تیار کردہ ہوتی ہے۔ پڑھنے کے لئے بیٹھا ہوں تو بھی صبر نہیں لگتی اور ان چیزوں کے بچوں نے لگا لگا میں ہم کو کھاتے۔ اگر دس منٹ کے لئے بھی باہر جاتا ہوں تو میری کتابیں اس لئے انبار آ

جو دو نو جوانوں کی ڈائریوں کے اقتباسات سے تیار کیا گیا ہے

جناب نند لال مظہر مکتوی

اور کہا نہیں کہ سوتے اس بے ترتیبی سے پھیلا دیتے ہیں کہ کیا کہوں اور لطف یہ کہ جب بھی کسی سے اس بے ترتیبی کی بابت بات کرتا تو حشرات انگار گویا کسی کو کچھ معلوم ہی نہیں۔ بھائی صاحب کو اردو کی کتاب کا شوق ہی نہیں۔ بھائی جان کو ہلکے بلکہ اردو کس جالور کا نام ہے۔ اب وہ گتے بچے۔ پانچویں دیکھنے کے لئے کاغذات اس بڑی طرح پھیلا دیتے ہیں کہ اگر گتے بھی ہوں بھائی تو تعجب نہیں۔ گرائی کی بلا سے۔ انہیں کیا معلوم کہ گتے تو قریبی کے بچہ سپید کاغذ سیاہ ہوتے ہیں۔

۱۵۔ اگست

گذشتہ تین چار دس میں جس کام کے لئے بچوں کو قتل و مار گزانا تھا آج اس کی حقیقت معلوم ہوئی۔ دوپہر کو جب مشین سے والپس کیا تو پتہ چلا کہ بھائی جان اور کاغذات کی مشین پر کرنے والے کو دیکھنے کے لئے بھی گھر کے کشتیوں میں سے جھانکا۔ دیکھتا کہ بھائی جان کہ اندر کمرہ میں الماری کھلی پڑی ہے اور اس کے آگے کتابیں اور سلاٹوں کا ایک ڈھیر پڑا ہے گویا کسی کڑی کی دکان ہو اور اس ڈھیر کے ایک کونے پر پاراقتنا بیٹھی ایک کتاب پڑھ رہی ہے۔ میں کچھ دواڑ پڑھنے کی مگر میں یکدم بھاگ کر چلی اور اس کے چند منٹ بعد کڑ کھل گئے۔ اندر جا کر دیکھنا کہ بھائی جان کی الماری کھلی ہے اور اس کے آگے کتابوں کا ڈھیر مگر پاراقتنا کھائیں پڑے نہیں ہیں۔ نے انہیں جی کر چلائے ہوئے کہا۔ بھائی! دیکھو آج میرے بچوں نے میری الماری میں سے کتابیں نکال پھینکی ہیں۔ بھائی اس وقت باہر چلے گئے۔ میں انہیں۔ وہیں سے لہیں۔ میں ان کو دیکھتی ہوں لیکن اس سے پیشتر کہ بھائی آتے ہیں۔ میری الماری کچھ دیر پر پڑی ہیں۔ نے اسے اٹھا کر دیکھا اور بھائی کو مخاطب کیا جو اس وقت باہر چلے گئے تھے۔ نکل کر میرے کمرہ کی طرف آ رہی تھیں اور یہ کہ کس کا ہے؟ کو لٹا۔ بھائی نے میری طرف بڑے ہوش پوچھا۔ یہ اور شاہد کہ میں نے کاپ بھائی کے ہاتھ پر کر لیا۔ بھائی نے سر میری طرف سے کاپ دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ میرا تو نہیں ہے۔ پاراقتنا کا ہو گا!

اور اسی وقت کو کہے۔ وازہ کے پاس سے آواز آئی۔ ”جی! ہر اسے“  
”تو مطلب ہے کہ آپ یہاں میری غیر حاضری میں تشریف لائی تھیں؟“ میں نے  
ذرا ترش سے بچھا۔

”جی!“ پڑھنے والے مشکل ہوئی تھیں سے میری طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا  
اور گواہ کا سہارا لیکر کھڑی ہو گئی۔  
”اور شاید یہ کتابیں بھی اپنے جی نکالی ہوں گیں“

”جی“  
”مگر کیوں؟“

پڑھنے والے نے کھڑی ہو کر میری طرف سے دیکھتی رہی۔ گورنر سے ایک نظر  
بھی نہ ہوا۔ اسے خاموش دیکھ کر بھابی بولیں۔ ”چلو جانے دو! جھیر تاج اس قصے  
کو کوئی کہانی پڑھنے کے لئے نکالی ہوگی“

بھابی کے یہ الفاظ پڑھنے والے نے دہرائے تو کتنے کا سہارا ہو گئے۔ چنانچہ میں  
کھڑی کھڑی آہستہ سے بولی۔ آپ کی کتابیں تیرے لئے نکالی تھیں۔ آپ کہانیاں  
بہت اچھی لکھتے ہیں نا۔“

اس کے یہ الفاظ سن کر میرے غصہ کے آگ بھال مڑ ہو گئی تو کسی نے کہتے ہوئے  
منہوں پر ہلکا سا ہنسی ڈالی دیا جو میں خاموش ہو کر اپنی کتابیں امداری میں نکالنے لگا۔  
بھابی مادہ چرخ خانہ کی طرف چل دیں اور پڑھنے والے بھی دروازہ کے پاس سے ہٹ گئی  
نہ کہ کتابیں امداری میں رکھنے کے بعد جو بے بند کمرے لگا تو کسی نے میرے  
پچھے ہٹ کر کہا۔ ”جی معافی چاہتی تھیں“ میں نے گون گھما کر دیکھا پڑھنے والا ایک جھوم  
کی طرح آنکھیں زمین میں گاڑے کھڑی تھی۔ میں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا جو اس  
وقت مصروف چمکے کی طرح بہت زیادہ دلکش ہو گیا تھا اور امداری میں سے اپنے تازہ  
نرس افسانوں کا مجموعہ نکال کر اس کی طرف بڑھتا ہوا چھوٹے ہوا۔ میں خود اپنی ترش مزاجی  
کے لئے شرمندہ ہوں۔ امید ہے آپ معاف کر دیں گی اور یہ بھیجئے ایک کتاب۔ جب یہ  
ختم ہو جائے تو دوسری بھیجئے“

پڑھنے والے جھجکتے ہوئے اپنا شاخ منسل سہا ہٹا کر بڑھ کر کتاب محل  
اور بولی۔ ”لیکن یہ آپ کی ہی کہانیاں ہیں نا۔“  
”جی“

”شکریہ“ اور اتنا کہنے کے بعد وہ آہستہ آہستہ کمرے سے باہر چلی گئی اور میری  
نگاہیں دروازے تک س کے ہاتھ کا تعاقب کرتی رہیں۔ پڑھنے والے کی آواز میں ہی نہیں

اس کی حال میں بھی ایک جادو ہے۔ ایک منہ۔ جیسی کہ شہنشاہ بھرے ہوئے  
سیون کی ڈالی میں ہوتی ہے۔

۱۶۔ اگست

آج صبح ہی پڑھنے والے سے ڈیوٹی ہو گئی۔ میں نہا کر غسل خانے سے واپس آ کر تھا  
بادی خانہ کے سامنے پڑھنے والے کو دیکھنے کے لئے ایک موٹر گاڑا درست کمرے میں مصروف  
تھی اور بھابی جان باہر چلی وغیرہ خبر دے رہی تھیں۔ جب میں پڑھنے والے کے پاس گھڑا  
تو اس نے مسرت سے کہا۔ آپ کہانیاں بہت اچھی لکھتے ہیں“ میں خاموش رہا مگر وہ  
کہتی ہی چلی گئی۔ ”بہت ہی زیادہ اچھی“ جی میں اتنا کہہ کر ایک ایک کہانی کو کئی کئی بار  
پڑھا جائے“

جب میں نے دیکھا کہ خاموش رہنے سے کلام نہ چلیا تو انکساری سے بولا۔ آپ  
تو زیادہ خواہ مخوہ مجھے نہ دیں یا۔“

”میں کچھ کہتی ہوں کیلئے بالو۔ آپ کی قسم اچھے آپ کی کہانیاں بہت ہی  
پسند ہیں“

”خوب“ میں نے کمرے کی آئینہ لہجہ میں کہا۔ ”لیکن آپ کو میری قسم کھانے  
کا کیا حق حاصل ہے؟“

پڑھنے والے میں کر ایک منٹ کے لئے بھونکی سی ہو گئی۔ مگر فوراً ہی جوتوں پر انگلی  
رکھ کر سکر لے کر چھوٹے ہوئے۔ ”اوہ، معاف کیجئے۔ مجھ سے غلطی ہوئی۔ زبردست غلطی۔“  
”معمولی بات ہے“ میں نے جواب دیا اور اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔ پڑھنے والے بھی  
میرے پیچھے چلی اور جب میں اپنے کمرے میں داخل ہوا تو پڑھنے والے نے پوچھا  
”کہانیوں کی دوسری کتاب آپ اب غایت کر سکیں گے؟“  
”یقیناً۔“

پڑھنے والے دروازہ میں سے گذر کر اندر آ گئی۔ میں نے امداری کھیل کر ایک دوسری  
کتاب نکال کر اسے دیدی۔ اس نے کتاب چنے نازک ہاتھوں میں سمجھتے ہوئے کہا۔  
”لیکن ایک بات پوچھوں اگر ناگوار نہ گذرے؟“

”پوچھیے“

”آپ اپنی کہانیاں ہندی میں کیوں نہیں چھپواتے؟“ اور یہ کہہ کر وہ مستفسرانہ  
نگاہوں سے میری طرف دیکھنے لگی۔

میں نے ایک لمحہ کر جواب دیا۔ ”کبھی کبھی ارادہ تو ہوتا ہے، لیکن کیا کروں یا کیم  
میری طاقت سے باہر ہے“

پاسنگ شو

اپ کو  
خبردار کرتا ہے

# SMOKE PASSING SHOW

& ENJOY GOOD HEALTH

یہ کوئی بے معنی نعرہ نہیں ہے جن ہائیجینک ٹیوٹوں  
کے ماتحت پاسنگ شو سگریٹ تیار کئے جاتے

ہیں۔ پاسنگ شو  
سگریٹ پینے  
والوں کی صحت  
کی  
حفاظت کرتے  
ہیں

۲۱/۲۲ کدوں



شہرت  
نقل کو پیدا کرتی ہے  
اگر آپ اپنی صحت کی قدر ہے، ہر شخص  
کے متعلق المیہ بیان کر لیجیے، غلام حیدر  
آپ سگریٹ خریدیں تو کم کم یہ سگریٹ لیں

پاسنگ شو

چسپا ہوا ہو  
گولڈن ورجینیا  
لمبائی کی طرف لکھا ہوا ہو  
اپنی صحت کی خاطر صرف  
پاسنگ شو طلب کریں  
اوردیکھیں  
کہ آپ کو پاسنگ شو ہی ملائے





جے بی منگھارم کمپنی سکھر  
نئے کارخانہ میں بنے ہوئے  
الترجی فوڈ  
بسکٹ

بچہ اور کمزور لوگ طاقتور بنتے ہیں  
کے استعمال سے

ان میں

آج ہی ایک کارٹون  
خرید کر آزمائش  
کریں

محکمہ صحت ملک بھر - گلو کوڑ  
اور عطاقت بخش چیزیں استعمال  
کی جاتی ہیں

ڈاکٹر لوگان کی  
سفارش  
کرتے ہیں

مل سکتے ہیں ہر ایک شہر میں کمپنی کے دوکانوں سے

”کیوں؟“

”مجھے ہندی نہیں آتی“

”مگر آپ مجازت دیں تو میں ہندو میں تزجہ کرنے کی کوشش کروں“ اچھا اس کے ساتھ ہی میں کچھ ایسی نظروں سے میری طرف دیکھا کہ مجھ سے اظہارِ ہوس کا اور خیال ہی نہ ہو سکتا تھا۔

۱۸-اگست

پاراقتلانی میری کہانی شکستیا کا سہمی ترجمہ مجھے دکھایا اور ترجمہ میری توقع سے زیادہ بہتر ہے معلوم ہوتا ہے پارہ مقتلانی طبری دماغ اولیٰ طبری کا مزاج پاپا ہے۔ کاش وہ خود بھی افسانے یں لکھیں کہ کتنی۔

بہارِ عشق کے اندر اگر ایک بہانہ ہے لیکن یہی دلی خواہش ہے مجھ کو کہ یہ ہے  
کہ پُر عشق کا قلم ہے پتے قیومانہ و زمیں افسانے ہندی میں ترجمہ کر لوں تاکہ دردِ صمد  
صفحات کا ایک مجموعہ ہندی میں بھی شائع ہو سکے اس سال کی تعطیلاتِ گرامر و ادب  
میں گزارنے کا یہی ارادہ ہے۔

۲۲- اگست

پاراغتھا اپن بدن اندر لہہ لہجہ میرے نزدیک ہوتی جا رہی ہے۔ اب اس  
کے لنگھو میں وہ جھجک نہیں۔ وہ قطع نہیں لیکن پاراغتھا جس قدر میرے نزدیک  
آ رہی ہے۔ بجائی جان اسے انتہائی دور و دریا ناپا جاتی ہیں۔ اب ہر پاراغتھا میرے سر کے  
میرائی اور دوسرے وہ بھی آ رہی ہیں۔ کبھی کبھی کہتی ہیں۔ پاراغتھا نورانی ہے۔ کوئی اس سے  
الٹا ہے۔ اس کے ساتھ کہتی ہیں۔ کبھی کہتی ہیں۔ پتہ دس کن کو کرکشی بار بار لٹے اچکا ہے  
اؤ خدا اس کے ہاں ہوا میں کبھی کبھی کچھ غرض مند ان کی حالت منگائی کی سی ہے  
خیر سے بھی اچھا ہے۔ زندگی کے کچھ جوئے چراغ کو روشن کرنے سے کیا فائدہ؟  
میرے پانچ اصلے ہندی میں تیرجہ پوچھ کے ہیں اور لوگر رنار سی رہی تو ایک  
منہ میں کتاب کل ہو جاوے گی۔ پاراغتھا میرے لئے جو بحث کر رہی ہے اس کا بدلہ  
میں اسے اس کے سوا اور کیا دے سکتا ہوں کہ کتاب ہی اس کے نام کر دیں لیکن  
ڈر ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ بجائی جان خواہ خواہ کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو جاوے گی  
پاراغتھا کی ڈائری

پیرایہ نقشت الی ڈائری

۴۰۔ اگست

شیدائیں کی تلاش بالکل بجا تعریف کیا کر کے تھیں۔ پہلے میں ان کی باتیں سن کر سوچا کہ یہ مسمیٰ کہیں اپنے دیور کی خوبیاں بیان کرنے میں مبالغہ سے کام لے رہا ہے

مجلد آج کل کے اچھے لکے کس طرح استخوانہ مزاج اور شریف ہونے میں یکساں گیش  
 بالکل اچھے انھوں سے دیکھ لیتے کہ بعد اب عسوس کرتی چوں کہ شیا بہن ان کا جس قدر  
 تعریف کرتی کہ کس کے گیش یا کتنی اچھی کیاں کہتے ہیں، مگر اپنے اس آرٹ پر انہیں  
 ذرا بھی غور نہیں اگر میں اتنا حمد کہہ کیاں کہہ سکتی تو کسی سے میرے منہ بات بھی  
 نہ کرتی معلوم ہوتا ہے کہ کیا شیا بہن لسانی لباس میں نشتر ہیں ہر لسانی کو درد تھا  
 میرا۔۔۔ دینا تو غلطی سے جلاتا ہے۔۔۔

۲۵ اگست

سوتھو پہلے کہ اگر گریلاش باپا جی کل ہمارے ماں شملہ میں ہوتے تو کس قدر  
 لطف دیتا۔ بھرتیاں مال روٹی کی سیر کرتے۔ ہر صبح گھوڑے کئے لے پہاڑوں کی طرف  
 نکل جاتے ہیں۔ انہیں تارا دیویؑ خواہو تم سب خوش ہو۔ اس بگڑے سیر کرنے کی اور وہ ان  
 پہاڑوں میں قدرت کو پہچانتے ہوئے دیکھ کر بہت سوچتے ہیں۔ چھوٹا سا تارہ پتھر قلعے سے  
 نکلنا، جھوٹا، آغوشنا، پہاڑ ناچنے، زمین کا گاراگ کا تاج ہمارا ہے۔ کبھی پہاڑوں میں بڑا دیل  
 سیوٹ آتی ہے۔ اس میں چھوٹے چھوٹے رنگ کے پھل نکل آتے ہیں۔ کبھی کسی دھواں پر  
 بنو رہا ہے۔ گھیسے کا جس قدر لطف پہاڑوں میں ہے اس قدر میدانوں میں نہیں  
 پہر لطف یہ کہ کتنی جادو لگا جائے۔ قدرت کے نگار نے تم پر ہنس دیا ہے۔ تم میں دینے والے

۴۸ اگست

سمجھ میں نہیں آتا کہ شیلاہن میرے پیچھے اس بری طرح غصے جھگڑا کیوں پڑی ہیں  
 میں کیلاش بالو کو کوئی پڑے معائنہ کر کے کہوں تو کتاب ہاتھ میں لیٹیں ہیں ترجمہ  
 کرنے لگی ہیں تو دولت جیسے سیاہی گرادی جاتی ہے۔ اُن کے کہوں کہ طرف حوائی ہوں تو سایہ  
 کی طرح میرے ساتھ ساتھ قدموں بھی سیاہ ہو چکی ہیں۔ جیلوں میں کہ اسنو لٹائی گئی تو لنگر کیوں؟  
 میں جو پینس میں لک تک تعلیم حاصل کی ہے۔ اچانک بڑا سہلا اچھی طرح سمجھ سکتی ہوں۔ اس کے  
 علاوہ ان غیرتور کا نام بھی کیا ہے۔ انسان کو جتنا زیادہ دے لے کہ کوشش کی جاتی  
 ہے۔ وہ اتنا بھی اُچھڑتا ہے چلے لے گی اتنی گرم کر دی ہو لے تو اس سے چراغ کی زندگی میں  
 اصاف ہو جاتا ہے لیکن شیلاہن کو یہ سب کچھ کون سمجھا لے۔

اسم - اگست

کچھ ہی خاموشی میں ایک مثل شمع درجہ کر عوب ملک شمع روشن نہیں جوتی  
پڑنے اس کو کہ نہیں مٹو گئے اور جو شمع اپنے سر کی زینا لٹن شمع کو دیتی ہے  
پاکس چلا اس کما گڑ و طواف کنا شمع کو کہتے ہیں لیکن میں تو اس کی جگہ نہ کر رہی ہوں





”کیا مطلب؟“ میں نے پوچھا

”کچھ نہیں“

”پھر یہی“

”یہی کٹہر میں اپنے سوا اور کوئی نہیں“

”ہاں“

”کیا کٹہر باہر پارخٹانے میں نہایت مہربانی لفظوں میں رکھتے رکھتے

کہا: ”ذرا میری طرف دیکھیے“

”کیا؟“

”دیکھنا“

اور جب میں غصے کے چہرے کا لطف دیکھا تو اس کی آنکھوں میں محبت کی تہی

ناچ رہی تھی، میں ایک لمحہ تک اس کی طرف خاموش اس کے چہرے کا لطف دیکھتا رہا۔

اس کے بعد پوچھ کر ایک کلمی سی جھجکا پیدا ہوئی اور اس کا دایاں ہاتھ میری گال پر

میں جھٹک کر گیا، میں نے یکدم گھبراتے ہوئے کہا: ”پارخٹنا!“

پارخٹانے تو ”ذرا میری گال پر“ سے باز نہ نکال دیا اور نظریں جھجکا کر باہر کی

میں سے باہر کا نظارہ تو دیکھنے“

میں آنکھیں ملاتا ہوا اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑکی میں جا بیٹھا اور باہر کی طرف دیکھنے

پرستہ دلانہ نظارہ تو بہت لطف ہے“

”ہاں!“ اور یہ کہتے ہوئے پارخٹا میرے اور نزدیک چوٹا

”کیا پھر اس میں ہمیشہ ہی ایسے نظارے رہتے ہیں؟“

”ہاں بلکہ بعض برسوں میں تو اسے زیادہ دلکش اور کن آنکھیں سے میری

طرف دیکھتے ہوئے کم ہی رہی، لیکن کسی نظارے سے محفوظ نہ رہنے کے لئے چشم بینا

بھی چاہئے“

”یہ تو ضروری امر ہے“

چند منٹ تک خاموش رہی، میں کھڑکی سے باہر نظارہ دیکھتا رہا اور پارخٹا

ملنے کی بات میری طرف دیکھتی رہی، آہستہ آہستہ اس کے ہاتھ میری طرف بڑھتے گئے اور

آہستہ آہستہ میری گال پر اس کے ہاتھ میں آ گیا، میں نے اس کا ہاتھ محسوس کرتے ہوئے

کہا: ”تھمارا ہاتھ بہت ٹھنڈا ہے“

”شاید“ پھر ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا: ”تھاری کس قدر سناں ہے؟“

# حق

اگر آپ

آپ کی بیوی

کسی بھی مخصوصہ مرض میں مبتلا ہو

تو مرض کے مفصل حالات لکھ کر پہلے نمونہ مفت لے کر

حیرت انگیز اثر دیکھ کر کتنی کرلیوں

باوا سندرد اس نیاسی خاندانی حکیم

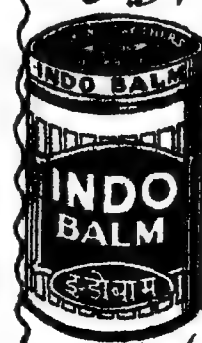
۶۰ بیڈن روڈ لاہور

استعمال کر نیوالے ہمیشہ اسے استعمال کرتے ہیں  
اور اس کی سفارش کرتے ہیں

# اندروبا

جسم کے تمام دردوں کا ایک بہترین علاج

اسے ہمیشہ اپنے پاس رکھیں کیونکہ



یہ سر درد، باسنے، زلزلہ، سردی، دھماکے اور

دانتوں کے درد کے لئے عجیب ہے۔ اس

کے بہت انگیز اثرات مرض کو جلد سے کھینچتے

ہیں۔ قیمت فی ڈبیا سترہ آنے (۷۷)

۱۲ ڈبیا ۱۰/۱۱/۱۲ ڈبیا خرچہ علاوہ

کان کنے اور سرس گرگلوں مہی بی نمبر ۱۱

روٹ دیکھنے لگی۔

میں اس کے پاس سے اُٹھ کر اپنی پرانی جگہ پر آکر بیٹھ گیا  
چند منٹ بعد لگا لگا آیا اور ہم آکر شہر والی گاڑی میں چلے گئے۔ تقریباً اسی گھنٹہ  
بعد شہر والی گاڑی کے لفٹ نے بیٹھا دی۔ میں نے پلیٹ فارم پر کھڑے کھڑے کہا۔ "نہتے"  
پارہ تھنا چلنے دو دوں یا تھوڑے تھوڑے جوتے جوتے یا۔ "نہتے" اور اسی وقت  
اس کے اٹھنا، بازو سے جبراً اوپر پٹھ گیا اور میری نگاہ ایک سیاحی ماٹل سرخ  
نشان پر گر گئی۔ میں نے فوراً اس کے ہر کہہ کر چھوچھا۔ یہ کیا ہو گیا ہے پارہ تھنا؟  
اس نے اپنے بازو پر ایک مچھلی کی نظر ڈالتے ہوئے جواب دیا۔ "کسی کی نشانی  
ہے" اور اس کے ساتھ ہی اس کے جوتوں پر مسکراہٹ پھیل گئی  
"کس کی؟"  
"اپ کی"

"کیا مطلب؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا

پارہ تھنا اپنی آنکھیں نیچے کر کے بھلی۔ اپنے پیسوں شام ہو چکی تھی۔ یہ اُسی  
"انسان ہے"

مجھے فوراً وہ واقعہ یاد آ گیا اور اس خیال سے کہ یہ نشان میری وجہ سے ہی اس  
کے بازو پر پڑ گیا تھا۔ میں کھڑکی کے دروازہ تک چوکر پارہ تھنا کا بازو دھسنے لگا کہ شاید  
اسی طرح یہ نشان دور ہو جائے لیکن پارہ تھنا میرا ہاتھ مٹاتے ہوئے کہے۔

"بس رہنے دیجئے"

"کیوں؟"

"اور کچھ نہیں تو مجھے یہاں نشانی اپنے ساتھ لے جانے دیجئے" اور یہ کہتے ہوئے

اس کا ہاتھ جھرا کیا۔

مجھ پر اس محسوس ہونے لگا کہ میں اور اس میں نے گھومنا شروع کر دیا ہو پارہ تھنا  
کو مجھ سے اس قدر رنج و کد ہے کہ اس کا مجھے وہم بھی خیال نہ تھا اور مجھ پر اپنے  
اپنے کچھ نفرت محسوس ہونے لگی کیونکہ اس کے الفاظ میں اس کا ٹوٹا ہوا دل بول رہا  
تھا جس کے ٹوٹنے کا باعث یہ راحت دہیہ تھا۔ لیکن فوراً ہی میں نے مومنوے کا رخ  
بدلتے ہوئے پوچھا۔ "پان کھاؤ گی؟"

"اگر یہ قسمت میں تھا۔ تو" پارہ تھنا نے روندے گھٹے سے جواب دیا اور  
اپنی آنکھوں میں سے آنسو جذب کرنے کے لئے گھون کھڑکی کے اندر کھلی۔ پان دلاؤن تک

جدید اردو شاعری کا حسین و جمیل مرقع

نور مشرق

چنانچہ مشہور نوجوان شاعر حضرت حبیب الرحمن آبادی ایم۔ اے۔ کا دلکش نظمیں کا مجموعہ جن میں نثر  
ادبیت بھی شامل ہیں کتاب کا تعارف شاعر انقلاب حضرت مولانا حبیب الرحمن آبادی لکھا ہے۔ کتابت  
طاعت و طریب  
نقبت ایکڑ و پیر  
بلندنگ بنوہ دریا کنج در دھلی

ہر قسم کے نوٹی اسوقی و درشی کی پڑوں کو و عملاتی کیلئے

چند وراثت فیکٹری گولڈسٹی

کی خدمات حاصل کیجئے جو کم کام کی وجہ سے لاہور میں مشہور اور نئے نئے ہو چکا ہے  
جس کی متعدد انجینئری لائبریریوں میں نہایت کامیابی سے پل رہی ہیں  
ہر قسم کے پچھڑاؤ وراثت فیکٹری گولڈسٹی متعلق گندہ انجن لائبریری

بچوں کی اکیروا  
تیکم تسمی پر شاد دلاؤ الیگٹھ کی

بالنچولن گھسی  
اسی بیٹھی گھسی  
ٹا جیٹر

بچوں کو روزانہ ذرا اسی چٹا دینے سے

کچے کبھی ہرگز نہ پھینکے، دانت بڑی آسانی سے نکالیں گے نیز بچوں  
کی ہر ایک بیماری دور ہو کر کہہ نہ پڑے تندرست اور طاقتور بن جاویں گے  
سب جگہ فروخت ہوتی ہے نقل گھٹیوں سے بچیں  
تیرے پیٹ پر ہر روز شیشہ صحت کا پلاٹہ وصول ہووے گا ورنہ موقوف کیسٹن  
نئے سو اگر نمونہ و قواعد انجینی مفت منگاویں  
مفت لو۔ جس معزز نام ہے بھیجے پر روپیہ کیلئے کمال مفت بھیجیں گے

لاہور شہر میں بال جنیون کا ریا البیہ علی گڑھ (پوپی)

چھ کھڑا تھا۔ میں نے اسے دو بان لگانے کے لئے کہا

ایک بان لیک میں نے پل رتھن کے ہاتھ میں دیدیا جسے وہ فوراً ہی منہ میں رکھ کر سکر اٹھی اور دربان ابھی بان والا کاغذ میں باندھ ہی رہا تھا کہ گاڑی چل پڑی میں بان کی پڑیا لیک کھڑکی کی طرف دھڑا کر گاڑی اس عرصہ میں تیز ہو گئی۔ پار رتھن نے کھڑکی میں سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اسے آپ کھائیے"

"لیکن میں —" اور ابھی میں اپنا جبہ کھلی نہ کر سکا تھا کہ پار رتھن میرا مطلب سمجھتے ہوئے بولی۔ "نشانی کے طور پر کھا لیجئے"

اُسی وقت میں اس سے ایک ڈانٹائی "نشانی" اور اس کے ساتھ ہی میں نے بان اپنے منہ میں رکھ دیا۔

گاڑی چل جا رہی تھی اور گاڑی کے ڈیڑھ بجے کی پشت والا مسرخ میپک مرتا کرتا رہا۔

جب مسرخ دہریہ بھی اٹھ کر کھانا میں چھپ گیا تو میں گھوم کر ٹیشن کے باہر کی طرف چلیا۔ اس وقت پیکر میں پل رتھن کی نشانی تھی اور پل رتھن کھانا دہریہ سپاہی مائل مسرخ نشان پیری تلوں میں گھوم رہا تھا۔

## نیا سال نئی خوشی نئی امیدیں

# مبلغ نثر ہزار روپیہ

داخلہ فی محل آٹھ آٹھ  
سچائی و الفصاحت  
سے کام ہوگا

آخری تاریخ داخلہ  
۲۵ جنوری ۱۹۲۲ء  
نتیجہ انعام ۳۱ جنوری ۱۹۲۲ء

|    |    |    |
|----|----|----|
| ۲۰ |    |    |
|    | ۱۶ |    |
|    |    | ۱۳ |

لیجئے ایسا سنہری موقعہ پھر ہاتھ نہیں آئے گا۔ دو منٹ کی محنت۔ یقینی انعام۔ صحیح حل کا انعام سات ہزار روپیہ۔ سب سے زیادہ حل بھیجئے گا انعام ایک ہزار روپیہ۔ سب سے پہلے صحیح حل بھیجنے والے کے لئے خاص انعام ایک ہزار روپیہ۔ کم غلطی والوں کے لئے ایک ہزار روپیہ انعام۔ اگر کوئی صاحب یہ ثابت کر دیں کہ حل درست ہونے پر انعام نہیں ملا تو کمپنی مبلغ پچاس روپیہ دینے کا وعدہ کرتی ہے۔ اس معمر میں مزید مثال مل جوتی ہے۔ ممکن ہے قسمت آپ کا ہی انتظار کر رہی ہو۔ صحیح حل وہ منظور ہوگا جو ہندسہ بہ ہندسہ خانہ در خانہ اس حل سے ملے گا۔ جو ایڈیٹر صاحب اخبار ایوننگ نیوز کے پاس محفوظ ہے۔ نقشہ ہذا کو اس طرح پُر کر لیا ہے کہ جس طرف سے جمع کریں میزان (ایڈیٹریل) آئے۔ نقشہ میں خالی صفر نہ نہیں ہے۔ رقم انعام داخلہ کے تناسب سے کم و بیش ہو سکتی ہے۔ مگر درست حل کرنے والے صاحبان اور سب سے زیادہ حل کنندہ کو کم از کم پچاس روپیہ انعام کی گارنٹی دی جاتی ہے۔ داخلہ بڑھ جائے پراور زیادہ حل درست ہونے پر انعامی رقوم برابر تقسیم ہونگی۔ جو حل قواعد کے خلاف ہوگا۔ وہ انعامی فرسٹ میں داخل نہ ہوگا۔ فیس کسی حالت میں بھی واپس نہ ہوگی۔ بیضر صاحب کا فیصلہ ناظرین و قارئین کی طرف سے قطعی قابل تسلیم ہوگا۔ ہر شخص جتنے حل بھیجے گا۔ اُنہی کے لئے فیس داخلہ کے ساتھ بھیج سکتا ہے۔ فیس داخلہ ہر ریجیٹڈ یا منی آرڈر یا پوسٹل آرڈر آئی جاسکتی ہے۔ ۲۵ جنوری ۱۹۲۲ء کے بعد بھیج ہوا کوئی حل منظور نہیں کیا جائے گا۔

نتیجہ یا جواب کے لئے ار کا بلک آنا ضروری ہے

منیجریشنل کمیٹی ٹیشن (B.L) ریلوے روڈ۔ لاہور

# طبیعی جواہر پیکر

کارآمد اور مفید سائنٹیفک مضامین

## روزانہ خوراک کے متعلق عام غلطیاں

جوہر ہوتے ہیں۔ فکڑا کر کھانے سے نیند نہ آتی ہے۔ اس میں ایک مضمون کھانے سے جس میں ثابت کیا ہے کہ بغیر چھانے ہوئے آٹھ گھنٹے کا فاصلہ نہایت مفید ہوتا ہے۔ ڈاکٹر مومون کو ۱۰ سال متواتر ایسے مقام پر رہنے کا اتفاق ہوا، جہاں بغیر چھانے ہوئے آٹھ گھنٹے کا فاصلہ استعمال کیا جاتا تھا۔ وہاں کے باشندوں کو زخم بعد، زخم بارہ انگشتی زخم، زخم اسٹیک مراد، زخم ہر سام، ڈیولن کی کمزوری اور فیمن وغیرہ کی شکایات بہت کم پید ہوتی تھیں۔ ڈاکٹر مومون کا خیال ہے کہ ہر چھانے کا اور والیں استعمال کرنے سے بعد اور کمزور کو موٹی غذا کی مقدار پر پہنچ جاتی ہے جس کے باعث ان کے اندر خیر پیدا کرنے کی قوت پیدا ہوتی اور غذا کے معنی میں کم استعمال ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے زیادہ پر تکلف لوگ جو چھانے کے آٹھ گھنٹے کا فاصلہ رکھتے ہیں، مختلف امراض میں مبتلا رہتے ہیں۔

### مشین کا آٹا

آج کل بالعموم تمام شوروں اور تقابلیات ملک دیہات میں بھی آٹا پیسنے کی مشینیں موجود ہیں اور مشینوں کا استعمال عام ہو گیا ہے۔

مشین کا آٹا زیادہ ہلکا ہے۔ جس سے بہت تھکن اور دیر پیسنے ہوتا ہے جس سے مختلف شکایات پیدا ہوتی ہیں اور فیمن کی شکایت تو بہت عرصہ سے آدھیوں کو رہتی ہے۔ مشین کا آٹا بعض دیر پیسنے اور تھکن ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ مشین کی تیز حرکت گری پیدا ہو کر آٹے کے مفید اجزاء کو ہلاکت میں آتی ہے۔ اس سے مشین کا آٹا کمزور بن کر پید کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اس کے علاوہ آٹا نہایت مفید ہوتا ہے۔ اس کی کوئی سہلہ پیسنے ہوتی ہے۔ مزید ذرا پید ہوتا ہے۔ مگر بڑے بڑے شوروں میں آج کل کا آٹا میسر نہ ہوتا ہے۔ اس سے مشین کا استعمال نہ کرنا گریہ ہے۔ بہت سے کوششیں کا آٹا بغیر چھانے ہوئے استعمال کیا جاتا ہے۔ زیادہ تھکن اور دیر پیسنے کی وجہ سے اس میں کمزور اجزاء ہوتے ہیں۔

### سچا دل

آج کل عام طور پر پیشہ ورانہ میں سچا دل مان کر لئے جاتے ہیں۔ مگر یہ طریق نہایت مفید ثابت ہوا ہے۔ اس سے نہ صرف چاولوں کے اوپر کا جھیلکا اتر جاتا ہے، بلکہ چاولوں کے اوپر کی سطح کا پت بھی صاف ہوتا ہے۔ اس طبعیت پر ت میں ڈٹا میں ہر چھانے اور اس طرح چاول کا صافیت بخش حصہ ضائع ہوتا ہے۔ مشین میں صاف کئے ہوئے چاول تجربہ کے طور پر چند دن تک چٹریوں کو کھلائے گئے تو ان کو مرض پیری ہو گیا۔ مگر جب ان کو چھانے کے اوپر کا پت پانی میں گھول کر دیا گیا تو وہ اچھی ہو گئیں۔ پیری پیری کا مرض زیادہ تر مشین کے صاف کئے ہوئے چاول سے ہوتا ہے۔ یہ مرض بنگال، لٹکا، سائرہ، چین اور افریقہ وغیرہ میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ اس میں اصحاب کو زیادہ متورم ہونا چاہیے۔ مرنے کا بدن سٹن ہوتا ہے اور اس میں زخم آتا ہے۔

### چاول کی پیچ

ہندوستان میں عام طور پر پیچ خشک رکھا جاتا ہے۔ اس میں چاولوں کی پیچ کو کھینک دیتے ہیں۔ یہ ایک بڑی غلطی ہے۔ یہ پیچ خشک سے کہیں زیادہ موقی ہوتا ہے۔ کیونکہ چاول میں ڈٹا میں ہر چھانے اور یہ ڈٹا میں پانی میں مل جاتا ہے۔ اس سے پیچ کی آبیاری ہوتی ہے تو اس میں ڈٹا میں بھی لگ جاتا ہے۔ چلاؤ بعض اس سے خشک سے زیادہ موقی نہیں ہوتا کہ اس میں گوشت کی بخیر ہوتی ہے۔ بلکہ اس کی بکثرت ہوتی ہے کہ اس میں چاول کے حیات بخش، بنانا باقی رہتے ہیں خشک کا پانی یا تو اسی میں جذب کر لیا جاتا ہے اور یا پیچ کو کسی غذا کے طور پر استعمال نہ کیا جاتا ہے۔

### گیہوں

عام طور پر ایک کھانے کے بعد لٹکایا جاتا ہے۔ مگر اس میں ڈٹا میں ضائع

بچہ پناہ  
ادب و  
رومان

حسن و عشق کی سترو رومانی داستانیں

ضمیمہ  
۲۷۵  
صفحات

# گناہ کے فسانے

ملک کے شہرہ یار اداویہوں کے رنگین افسانوں کا بہتیل مجموعہ

ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ اتنے رنگین فسانے آپ نے کسی نہیں پڑھے ہونگے کوئی افسانہ فرضی نہیں بلکہ سولہ صدی سے واقعات نام و مقام تبدیل کرنے کے بعد افسانوں کی صورت میں پیش کئے گئے ہیں جنہیں پڑھ کر آپ یقیناً دنگ رہ جائیں گے۔ ۵۷۲ صفحے کی یہ دلکش کتب شروع سے آخر تک اس قدر دلچسپ ہے کہ ختم کئے بغیر چھوڑنے کو ہی نہیں چاہتا بلکہ دوبارہ سبارہ پڑھنے کی خواہش ہوتی ہے قیمت فی جلد صرف ایک روپیہ چھوٹا لٹاک ۵

## مختصر فہرست مضامین ملاحظہ فرمائیں

بازار حسن جناب عامی نق آتی ایڈیٹر روزنامہ شہباز لاہور  
بھاجوج جناب بصر سابق ایڈیٹر مہنتہ وار پٹیس "دنیانہ"  
اقرار گناہ جناب رفقا نقوی ایم۔ اے  
عمود کی آرزو محترمہ غور شیدا اختر شغی فاضل بی اے  
مس ماوہوری جناب جمیل مظہر ایم۔ اے  
سلیمہ جناب عزیز احمد غلش مدیقی بی۔ اے (آنرڈ)  
طوائف کا روزنامہ .....  
.....

افسانہ محبت جناب میزادیت بی اے ایڈیٹر مہنتہ وار مہنتہ  
کالج گرل جناب عامی نق آتی ایڈیٹر روزنامہ شہباز لاہور  
گناہ شباب جناب فضل حق قریشی بی۔ اے دہلوی  
نیرنگی عشق حضرت میزادلی جالندہری سابق ایڈیٹر شاہکار  
محبت کا گیت جناب کرشن کمار ایم۔ اے  
میوہ محترمہ راج کمار بی۔ اے  
فریب حسن۔ پروفیسر انباش چندر ایم۔ اے

ملنے کا پتہ: پتہ نجر رسالہ سبویں صدی بیرون شاہ عالمی دروازہ لاہور

آٹھ سو پچھتہ وقت اپنا نام و پتہ صفات اور ترخط لکھیں

# بچوں پر انیوں کے مہلک اثرات

نوسے فیصدی ہندوستانی گھڑوں میں بچوں کو انیوں کھلانے کی بری رسم موجود ہے۔ عورتوں کی نادانانہ قیدیت باعث یوں انیوں کے قتل کی مرکب بنتی ہیں۔ جہاں تک بچوں کو انیوں کھلانے کا شروع کیا۔ ماں نے فوراً انیوں کی گولی کھلا دی، اس طرح عورت کو بچے کے شوق سے تو نجات مل جاتی ہے، لیکن اس سے بچے پر جو مہلک اثر ہوتا ہے، اس پر عورتیں تو ایک طرف، تعلیم یافتہ مردوں نے بھی کبھی غور نہیں کیا کہ بچوں کی طرح انیوں بھی ہندوستانی بچے کی پرکھ سے نکلتی چیز ہے جو حق سے آتی ہے ہی بچے پر غنڈہ کی یا غفلت کی ماری کڑھتی ہے۔ ماں سمجھتی ہے کہ بچہ آرام کی چیز ہے، حالانکہ وہ زندگی اور موت کی درمیانی منزل (سے بچتی) میں ہوتا ہے۔ انیوں انہی مضر تاثر کی وجہ سے بچے کے استوں کو بند کرتے ہیں اور عیسویوں کرنے کی قوت کو زائل کر دیتے ہیں۔ اسی لئے انیوں کھانا بچے پر پیش اور بچے سے دھڑکتا ہو جاتا ہے۔ اس کی تمام باقی قوتیں بیکار ہو جاتی ہیں، اور انظام بیکار ہوتا ہے۔

بعض ہندوستانی سست طبیعتی ہے اور اگر انیوں کی مقدار زیادہ ہو تو دل و دماغ افعال رک جاتے ہیں۔ موت واقع ہو جاتی ہے۔ جو بائیں بچے بچوں کو انیوں البانیم کی عادی ہیں وہ ایک بہت سی خطائی جو ہم کی مرکب بنتی ہیں۔ بچے کے دل سے اور صفا سے بچا حاصل کرنے کے خیال سے وہ اپنی اطلاع کو نشہ کا عادی بنا کر ان کی زندگی برباد کر دیتے ہیں۔ انیوں کے ایک بہت بڑے حکم کا قول ہے کہ سب والدین نیک لاف اطلاع کے خواہشمند ہوں وہ کبھی نشہ اور اشتیاق کا استعمال نہ کریں۔ کیونکہ نشہ و دماغی اور اخلاقی قوتوں کو تباہ کر دیتا ہے اور نشہ کے عادی لوگوں کی اولاد کبھی نہیں ہو سکتی لیکن یہاں تو والدین اپنے ذرا سے آرام کی خاطر بچوں سے بچوں کو نشہ گولی کھانا شروع کر دیتے ہیں۔ والدین خود صومناٹا کا یہ فرض ہے کہ وہ اس اشتیاقی نقصان دہ اور صحت و اخلاق کو برباد کرنے والی عادت کو فوراً ترک کر دیں :

# مفہم حسن و صحت

## مفسرہ پروفیسر بھگوت دیال ایم۔ اے

جو لوگ چاہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ تندرست رہیں اور بیماریوں کے ترویک نہ بھٹکنے پائے وہ اس مفید کتاب کو ضرور پڑھیں۔ اس میں جو جوانی قائم رکھنے کے قیمتی راز۔ پوشیدہ امراض سے نجات پانے کی تدابیر اور دیگر چاروں کام طبی اور سائنٹفک مضامین درج ہیں۔ اس کتاب کی ہائیتوں پر عمل کرتے ہوئے ہم نہ صرف اپنی تندرستی ہی قائم کر سکتے ہیں بلکہ بھاری بیماریوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ بنی نوع انسان کی خیریت کے خیال سے یہ مفید کتاب بالیقین تشریف لے رہی ہے۔ ناظرین ڈاک خیر کیلئے وہ آئے کہ ٹکٹ بھیج کر اسے مفت حاصل کر سکتے ہیں۔

پیشہ کا پتہ: پیر محمد شمس الدین، پوہا، مقابل آڈہ شاہ عالمی، ونو لاہور

# رسالہ میسویں صدی لاہور کے منی آرڈر

میسویں صدی لاہور کے منی آرڈر بھیجے وقت کو پون پراپنا نام و پتہ صاف اور خوش خط لکھیں بعض حضرات کو پون پراپنا نام و پتہ تحریر نہیں کرتے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے نام پر سالہ جاری نہیں ہو سکتا۔

”میسویں صدی“ کے مجلہ منی آرڈر ڈاک خانہ سے براہ راست بینک میں سالہ کے حساب میں جمع ہو جاتے ہیں اور بینک کے رقم وصول کرنے کے بعد منی آرڈر فارم سے کو پون بھاری کے دفتر میسویں صدی میں بھیج دیتے ہیں اب جن کو پونل پر چند روپے دے کر دالوں کا نام اور پتہ درج ہوتا ہے ان کے نام تو سالہ جاری ہو جاتا ہے اور جن غریبوں کا نام اور پتہ درج نہیں ہوتا ان کے نام سالہ جاری ہونے سے رہ جاتا ہے۔ اس لئے خیرات حضرات سے درخواست ہے کہ چندہ کی رعایتی کے وقت کو پون پراپنا نام و پتہ صاف اور خوش خط لکھیں۔

میسویں صدی لاہور کے منی آرڈر ڈاک خانہ

# عورت کا دل

ایک ہندی  
افسانہ اردو لباس  
میں

مترجمہ پروفیسر مس کرشنا کماری ایم۔ اے۔

پریاگ۔ مارچ ۱۹۵۷ء

پتی دینا

آج پرانے شیلی کی لگا لگا میں بل رہا ہے۔ یہ ایک کہیں کی کہیں دکھائی دے گی  
نہم پرانے اہمناوی کی، میں نے غور سے کام لیا اور وہی غور کج تیر کی طرح میرے  
دل کو چھید رہا ہے۔

میرے عجیب، عجیب بچپن کی دن یاد آتے ہیں تو ذہن میں خیالات کی آنکھیں چلنے  
لگتی ہیں، دل پاگل ہو جاتا ہے اندر روح سو سو بار نچا اٹھتی ہے۔

وہ دن اکٹھے حسین نغمے وہ دن، بہت دنوں پہن کی گور میں مسرت کی ہانسی  
بولتے تھے، بچپن میں بھونڈوں کی طرح اڑتے پھرتے تھے۔ آزاد اور بے فکر، پھر  
ایک دن آیا جب ہم دفن بیاہ کی رنجش میں ہمیشہ کے لئے باندھ دیے گئے، اُس وقت  
مجھے یہی معلوم نہ تھا کہ بیاہ کیا جوت ہے اور کیوں کیا جاتا ہے، لیکن یہ دیکھ کر  
کہ جو کچھ چھو رہا ہے، اُنہار سے ہی ساتھ چور رہا ہے۔ دل سب سے بچ رہا تھا

پھر۔ شادی کے بعد میں تم سے آزاد رہی ہے، دل کتنی تھی، جانتے ہو کہ میں؟  
میں وہیں تھی، مجھے پتہ نہیں کہ کس طرح رکھا جاتا تھا، اس وقت میں نے  
سوچا کہ بیاہ ہونا بڑا بڑا ہے۔ بیاہ چوتھے پر تم سے بولنا تو کہاں کہیں دیکھنا بھی  
گناہ ہے۔ اس کو تو کس اور دنیا ہی اچھا تھا۔ اس کے بعد گزشتہ دس سال کی کوئی بات بھی  
تم سے چھپی ہوئی نہیں، جب میں بندہ برس کی تھی تو اس میرے بیٹے کا منہ دیکھنے  
کے لئے بیٹاب ہوئی، جتنے منتر گزرتے تو غور فرمنا کہ انہوں نے میرے دل میں جوت  
کے لئے کیا کیا نہیں کیا، لیکن میں ماں نہ بن سکی، اس طرح تین برس گزر گئے اور وہ  
میری طرف سے ایک سو ہو گئیں۔ تمہارے دوسرے بیاہ کا اختتام ہونے لگا اور کچھ  
دنوں بعد تم بھی دوسرا بیاہ کرنے پر متاثر ہو گئے۔ میں نے اُن کی دلی میں سوچا  
— میں ماں نہ بن سکی، بہ میری ناقابلیت ہے، پتی دوسری شادی کر گئے، چھ

میں کہتی تھی وہیں گھر میں آئے، تو پھر میری ذرہ بھر قدر و منزلت نہ رہی، اپنی  
ہونیوالی حالت کے تصور سے میں روئے لگی، کچھ دنوں بعد تمہارا دوسرا بیاہ ہو گیا، میں  
کا حیرت ہوئی تھی، تین برس بعد گھر آئے، کا فیصلہ ہوا۔

جس وقت تم بیاہ کرنے گئے تھے، میں غور کی لگا میں مل رہی تھی، عجیب  
کی طاقت نہ رہی تو بھائی کو بلا کر ان کے ساتھ میکے چل آئی، آتے وقت تم سے بولی بھی  
نہیں، آنکھ اٹھا کر تیری طرف دیکھا بھی نہیں۔ بیاہ سے پہلے ہی اس کا اشتغال ہو گیا،  
بجی رہی، پتے کا نڈ دیکھنے کا حسرت ساتھ ہی لے گئیں۔

پہلے سے چار سال بچنے کا بات ہے۔ چار برس میں تمہارے گھر نہیں گئی۔  
اس عرصہ میں تم کوئی بار مجھے سے ملنے کے لئے آئے، لیکن میں نہ گئی، بار بار سوچتی تھی  
کہ اب کیا مرتبہ آؤ گے تو ضرور چلی چلوں گی، مگر جب بھی تم آئے، نہ جانے کیوں میں تمہارے  
ساتھ جانے کی۔ کوشش کر کے نہیں ہوئی، کئی بار تو بولی کئی باتوں سے کہیں  
رہنمائی بھی کیا، آج وہ باتیں دل میں نشتر بن کر چھ رہی ہیں۔

پرانے نغمے، اہل و عیال پر چور ہو گیا ہے۔ تمہارے بغیر دنیا میں مجھے کوئی راحت  
نہیں، تم میری عزت نہ کرنا، مجھے سے پیار نہ کرنا، صرف تمہارے قدموں میں جگہ پا کر ہی  
میں خوش رہوں گی۔

تمہارے — نہیں نہیں، اپنے گھر میں آنے کے لئے دل بے چین ہے جس قدر  
جلد ہو سکے، آکر مجھے سے چلو، صرف اب کا بار تم ضرور آؤ۔ غصہ نہ کرنا، تم ہی غصہ کر گئے  
تو مجھے کہاں ٹھکانہ ملے گا؟ دیکھو، دیر نہ کرنا، نہیں میری قسم!  
پشیمان ..... جینا

کاشی۔ ۷ جون ۱۹۵۷ء

میرے .....!

کئی دن سے تم مجھے کوئی خط نہیں لکھا۔ کتنے سنگدل ہو تم! تم نے نہ داد  
خط لکھنے کا دھرم کیا تھا! اس طرح وعدہ پورا کیا کرتے ہو؟ مگر میں بھی بہت ہی خط نہ  
لکھوں، ناراض ہو جاؤ تو.....؟

لیکن عدم ہمتا ہے تم سب کی فکر میں جو، دیر نہ خطیں بھی دیر نہ کرتے  
دیر سے سوچ رہی تھی، بہتیں کیا فکر ہو سکتی ہے؟ بات کچھ سمجھ میں نہ آتی تھی  
ابھی اپنا کٹ داغ میں ایک بات لکھی۔ کہو لا تبادلو! اجاؤ مگر فی سمجھو گے مجھے۔ تم  
بہن تم کے لئے فکر نہ ہو۔ تم نے نہیں کئی بار لکھا تھا چاہا، وہ نہ سہی۔ اب آنا  
چاہتے ہو اور تم سوچ رہے ہو، ابھی لاؤ یا نہ لاؤ؟ ہے نہ کیا بات؟  
اچھا تمہاری دیر کا دراز صاف کر رہی تھی کہ ایک چھٹی نیچے گر پڑی جو  
کے نزدیک کچھ کر پڑے۔ کاش تھی نہ تھا۔ وہ چھٹی تمہارے تمام کا تھی۔ ابھی سوچ رہی  
تھی کہ پڑ جانے پر جانوں، پڑنا سب بھی ہے یا نہیں، اتنے میں تم کہے میں  
آگئے۔ میں چھٹی کو اس میں بھی جا کر باہر نکل آئی

باہر کر ایک ہی نظمیں پڑا پڑ گئی۔ وہ چھٹی بہن کی تھی۔ جب میری شادی  
ہوئی تھی تو میں نے ان کا ذکر سنا تھا، ابھی اس کے نکاح میں نے ان کا نام نہ لکھ لیا  
تھا۔ لیکن ان کا خط پڑھ کر مجھے بے حد مدہ میچا۔ وہ اس گھر کی دیوی ہیں، سب  
کچھ اچھے ہیں، ان کے ساتھ بے انتہائی ہوتی ہے، بہتیں ان سے معافی مانگنا چوگی،  
انہیں منار گھر لانا ہوگا۔

وہ مجھ سے بڑی ہیں، مجھ سے پہلے ان کا بیاہ ہوا ہے، اس لئے اس گھر  
پر گھر کی دولت پر تم پر غور نہ کر سکتے ہیں، ابھی میرا۔

پہلے تم انہیں لکھنے کے لئے جاتے تھے، ادوہ ذاتی تھیں، ان کی ضد بجا بھی  
تھی لیکن اب تو وہ خود لکھنے کے لئے جیتا ہیں۔ تم دیر نہ کرو، جلد انہیں بلاؤ  
جب تک کہ گھر میں نہ آجائیں گی، اس وقت تک میں بھی گھر میں دم نہ رکھو گی۔ میں  
دل و جان سے ان کی پوجا کرتی ہوں، اگر وہ عہد سے ناراض ہو گئی تو میں انہیں ناراض  
تم گھر نہ کرو۔ خط دیکھتے ہی انہیں بلار، مجھے ان کے آگے لے کر اطلاع دو۔ تاکہ  
میں اگر تم دونوں کی خدمت کر سکوں!

تمہاری..... رادھا

~~~~~

کانپور ۱۲ جون ۱۹۳۷ء

محبت کی دیوی!

تمہارا امت بھر خط ملا، پڑھ کر مسرت کے جھوٹے میں جھولنے لگا
یہ جان کر خوشی ہوئی کہ مجھ سے الگ لکھی تم مجھے کبھی یاد کر لیا کرتی ہو
تمہارے اصرار سے مجھ پر مگر میں نے تمہاری تحریر پر عمل کیا لیکن بہتیں یہی کہہ پڑ
جو گا کہ تمہاری جتنا بہن اس فوج بھی میرے ساتھ نہ آئی۔ عورت کے دل کو کوئی
کیونکہ سمجھ سکتا ہے۔

شام کے تین بجے گھر پہنچا۔ اس کا بھائی گھر پہنچا تھا۔ اس نے میرے
آگے کی اطلاع دی۔

جس وقت میں نے جتنا کو دیکھا، آنکھوں سے بے اختیار رو رو کر آنسو ٹوٹا
پڑے سفید لباس پہنے، بال بکھرے، ادوہ اس طرح معلوم ہوئی تھی جیسے کوئی
دیوی ہو! اس کے چہرے پر نور جھلک رہا تھا۔

آہستہ آہستہ پاس آکر اس نے مجھے پر غما کیا اور شران ہوئی سی ایک طرف
گھڑی ہو گئی، کچھ دیر تک ہم دونوں خاموش رہے۔ آخر کار میں نے ہی خاموشی کو
توڑا۔ کہا: "جتنا کھڑی کیوں ہو بیٹو!"

میری جا رہا پائے پاس ہی وہ زمین پر بیٹھ گئی، اپنی ٹم ٹم آنکھیں میری طرف
کر کے بولی: "اتنے دیکھ کیوں ہو گئے ہو؟"

میں نے کہا: "دیکھ گیا جوں؟ کہاں؟"
وہ خاموش رہی، سمجھتی تھی کہ بعد میں نے کچھ کہا، "جتنا تمہاری یہ کیسی
حالت ہو گئی ہے؟"

جتنا نے عبادت سے باز نہ لیا، کیسی؟
میں نے کہا: "کیوں ہو چھوٹا ہو؟ کچھ کو، بہتیں کیا دکھ ہے۔ کیا بہتیں
رادھا سے ناراضگی ہے؟"

"کیا دکھ ہے؟" "جتنا کتنے لگی، کیسے تباؤں، کیا دکھ ہے؟" تمہارا۔
مرد کا دل آسے سمجھ سکتا ہے۔ (ادوہ رادھا میں کیوں ناراض ہو گئی، اس بیچاری
نے یا کسی اور پر کیا بلا لگا رہے، خیر، جلتے دو ان باتوں کو۔ رادھا کہاں ہے؟)

میں نے کہا: "اپنے باپ کے گھر۔ اس نے مجھے لکھا ہے کہ جب تک جتنا اس
گھر میں نہ آجائے، میں بھی دم نہ رکھو گی۔ اسی کے لکھنے سے میں آج دوڑا ہوا ہوں
کچھ کو تو میں کہہ گیا، لیکن بعد میں بڑا شرمندہ ہوا۔ ایسی بات مجھے نہ کہنی
چاہئے تھی، اس نے طنز کے طور پر کہا: "دیر نہ آگئے!"

میں نے عدم ہو کر جواب دیا: "آنا کیونہ؟ مگر....."

امیر سے جواب کا انتظار کئے بغیر وہ اندر چل گیا اور وہیں نگین طبعیت لئے
سیٹن کی طرف چل دیا۔

را دھا تھا یہ سیدہ الفاظ واقعی حقیقت رکھتے ہیں کہ عورت کا دل ایک وسیع
بیٹج ہے جہاں طرح طرح کے دلا رانی اور کاری کے جوہر دکھاتے ہیں، لیکن ان کی دلا رانی
کو شخص نہیں سمجھ سکتا۔

جینا کی باتوں اور اس کی نگین زندگی سے میں بے حد بے چین ہو گیا ہوں۔ اب
مجھ سے یہ زد کیا جائیگا کہ وہ ایسی زندگی بسر کرے جس طرح بھی ہو، اس کی زندگی
کو مسرور بنانا ہوگا۔ اور را دھا یہ کام میں تمہارے سرزد کرتا ہوں۔ تم نے اپنے
خود میں لکھا تھا، عورت کی نل کو سب نہیں سمجھ سکتے، میں تمہاری بات ماننا چاہتا
لیکن تم تو عورت ہو، تم عورت کی دل کو سمجھ سکتی ہو۔ تم ہی کسی طرح جینا کو بلاسنے
کی کوشش کرو۔

جلدی نہیں لینا ڈنگا، تمہارے آنے پر جینا کو بلائے کی تدبیر سوچ چکا ہوں
تمہارا زبردست



کانپور ۱۳ جولائی ۱۹۶۱ء

ریشم جینا!

آج سیرت اچھلتے ہوئے دل سے نہیں ایک نئی شجری سنا چکا ہوں سیرت
گھر میں آج کشمی آئی ہے میرے گھر میں راست اور سیرت کا چہرہ جوت نکلا ہے
اپنے پیسے خطیں جینا کے یہاں والپس آنے کا حال لکھ چکا ہوں۔ وہاں سے
آکر میں را دھا کو لائے کشمی گیا پہلے تو وہ اتنی ہی نہ تھی، بہت کچھ کہنے سننے پڑا
— اور اسی کی کوشش سے آج جینا بھی اس گھر میں آئی ہے میری ریشم
میری کشمی کہنے دنوں کے بعد پھر میرے گھر آئی ہے!!

را دھا نے لکھا کہ تم نے ریشم جینا کے یہاں میری بیاری کا جھوٹا پیغام بھیجا
جینا سننے ہی پر ٹپ اٹھی اور فوراً آنے کے لئے تیار ہو گئی۔

وہ لگاتے ہوئے قدموں اور لڑتے ہوئے دل سے وہ میرے کمرے میں
داخل ہوئی جہاں ایک خط پڑھا تھا۔ اس کے قلم کی چاپ سن کر میں نے سر
اٹھا کر کہا: ”کون؟ جینا! — تم یہاں؟“

جینا نے کچھ جواب دیا، میرے پاس آکر جسم پر ہاتھ پھیرتی ہوئی بولی
”اب طبعیت کیسی ہے؟“

اس سے آگے میں کچھ نہ کہہ سکا کچھ دیر بعد بات پھر نے کہنے بولا: ”تو کی چوکی؟“
اس نے تین پھریں کہا: ”کہاں؟“

میں نے کہا: ”اچھے گھر!“
اس نے کہا: ”میں کہیں نہ جاؤنگی“

میں آسمان سے زمین پر گر پڑا، حیرت سے کہا: ”کیوں؟“
”پوہی!“

”تو تم نے مجھے خط کیوں لکھا تھا؟“
”چلنے کے لئے“

”تو چلتی کیوں نہیں؟“
”نہیں جانی“

”کیوں؟“
”میں خود نہیں جانتی، کیوں ایسا کرتی ہوں، میں اب کچھ دیر پہلے چلنے کے لئے
بالکل تیار تھی، لیکن اب، جب چلنے کی بات آئی، میں اپنے کو چلنے کے لئے تیار نہیں
پاتی، میں رجا سوچتی، کسی طرح نہیں؟“

خاموش رہنا مناسب سمجھ کر میں نے کسی طرح کہا: ”لیکن یہ کیوں؟“
وہ مسکرائی، اس کا مسکراہٹ میں اس کی نل کا خم چھپا رہا تھا۔ بولی: ”اس حال
کا جواب میں سے ملے گی“

”جینا کیا تم ابھی تک مجھ سے روٹھی ہو؟“
”لیکن یہ کیوں؟“

”جینا کیا تم ابھی تک مجھ سے روٹھی ہو؟“
”لیکن یہ کیوں؟“

”جینا کیا تم ابھی تک مجھ سے روٹھی ہو؟“
”لیکن یہ کیوں؟“

”جینا کیا تم ابھی تک مجھ سے روٹھی ہو؟“
”لیکن یہ کیوں؟“

”جینا کیا تم ابھی تک مجھ سے روٹھی ہو؟“
”لیکن یہ کیوں؟“

”جینا کیا تم ابھی تک مجھ سے روٹھی ہو؟“
”لیکن یہ کیوں؟“

”جینا کیا تم ابھی تک مجھ سے روٹھی ہو؟“
”لیکن یہ کیوں؟“

”جینا کیا تم ابھی تک مجھ سے روٹھی ہو؟“
”لیکن یہ کیوں؟“

علم و ادب کا علمبردار

(۱۲-۳-۶)

خوش باش زندہ دل نوجوانوں کا محبوب رسالہ

فی چچہ
سالانہ چندہ دو روپے
مسک غیب
ریاضت

ماہوار
لاہور
بیسویں صدی

خوشتر گرامی
جانشین ایڈیٹر
جلوت دیال

جلد ۱۱ فہرست مضامین اپریل ۱۹۳۷ء نمبر (۳)

۳۴	عزیزہ راج کمار بی اے	چپڑاسی سے منبر	۵	از خوشتر گرامی	یوم حیات لاہور
۳۵	جناب باسط بیسوانی	عندل	۸	از حاجی لق نق	اہور میں تحریک عریانی
۳۶	جناب راشد وحیدی ایم اے	بہت سادہ و محسوس وہ	۱۰	از خوشتر گرامی	نکدلیں
۳۷	ترجمہ	میں تہیں چاہتا ہوں	۱۱	بالم	اودہ رات
۴۱	براہ راست انگریزی ترکی فرانسیسی	دنیا کے ادب	۱۲	مختلف شعرا	دب
۴۸	جلوت دیال ایم اے	پریس کی راقین	۱۲	مختلف شعرا	ہوائی
۵۳	ترجمہ	دلچسپ و دلکش چیزیں	۱۳	جناب اختر شیریانی ایڈیٹر "زمان"	لٹائیاں
	جناب باہر مدیر "پیمانہ"	ایک نئی فلم ایکٹرس	۱۴	عزیزہ راج کمار بی اے	سچا افسانہ
۵۷		کے ساتھ کیا گزری	۱۹	جناب یونہ مصطفیٰ آبادی	اُن سے!
۶۰	جناب حکیم عبدالرحیم رحمانی	گاجہ	۲۰	جناب اختر انصاری ایم اے	میری سنگیت
۶۳	ارکین سائمنڈن جے اے کلیان	انسان اور پاپوریل	۲۱	مختلف شعرا	استغفار
۶۴	ماخوذ	نسوار کا استعمال کیوں مضرت ہے؟	۲۲	جناب لانا اختر حسین خاں نقیر	تاشائے بہار
۶۵	ترجمہ	روغن زیتون کے فوائد	۲۳	جناب خلیل بی اے	کانتی
۶۶	ماخوذ	حق خوراک پر منحصر ہے	۲۴	جناب لانا عبد المجید صاحب ساک	ماشقانہ تعلقات
۶۹		اپنے نامکری کی خدمت میں منبر	۲۵	پروفیسر انباش چندر ایم اے	جوانی کا لغتہ

بیسویں صدی

القلاب لاہور :-

”بیسویں صدی“ اردو زبان کا ایک نیا ماہنامہ لاہور سے شائع ہونا شروع ہوا ہے۔ اس کا دسر امیر زیر تبصرہ ہے۔ مضامین، افسانوں اور نٹھوں کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ترتیب میں نہایت محنت اور کاوش سے کام لیا جاتا ہے خوشتر صاحب پختہ اور تجربہ کار ادیب ہیں۔ ان کی چنگی اور تجربہ کاری اس کی ترتیب سے ظاہر ہے۔ یہ افسانہ سبق آموز ہے، محض بھرتی کے افسانے نہیں۔ مجلسی نظام میں جو تحریکیاں پیدا ہو گئی ہیں ان کی اصلاح بہ افسانے اور ہر مضمون کا مقصد مختلف مستقل عنوان میں اور ہر عنوان کے طالع ہر مضمون کو نہایت عمدگی کے ساتھ سمجھایا گیا ہے رسالہ مصور بھی ہے حجم تقریباً ۱۰ صفحات اور اس پر قیمت صرف تین آنے فی پرچہ اور سالانہ چندہ دو روپے۔ اس قیمت میں اس پایہ کار سالہ آج تک مارکیٹ میں نہیں آیا۔ اُمید ہے کہ یہ ادبی اور اصلاحی ماہنامہ ٹھوڑے ہی عرصہ میں اپنے لئے اخباری اور ادبی دنیا میں مستقل جگہ بنائے گا۔ ۴ مارچ ۱۹۷۷ء

بیج دہلی :-

پنجاب کے مشہور کہنہ مشق ادیب جناب خوشتر گرامی نے لاہور سے ایک بلند پایہ ماہوار رسالہ نکالا ہے۔ فوری اور مارچ نمبر ہمارے سامنے ہے۔ مضامین کی ترتیب تدوین قابلِ داد ہے۔ افسانے نہایت دلچسپ اور مضامین

میدانِ علم و ادب میں بہت ترقی کرے گا اور بہت جلد اپنے ہم عصروں سے باندی لے جائے گا۔ مضمون نگاروں میں ہندوستان کے چوٹی کے ادیب شامل ہیں۔ اس علمی ادبی رسالے میں سب سے زیادہ قابلِ تعریف بات یہ ہے کہ دنیا کے ادب کے عنوان کے تحت انگریزی، روسی، فرانسیسی وغیرہ زبانوں کے بلند پایہ ادبی شاعر کاوش شائع کئے جاتے ہیں۔ رسالہ بال تصویر، مضامین، صفحات، ٹائٹیل پیج رنگین اور دلکش ہے۔ ان خوبیوں کے باوجود قیمت بہت قلیل ہے۔ ۱۲ مارچ ۱۹۷۷ء

گور و گشتال لاہور :-

”بیسویں صدی“ کے نام سے حال ہی میں لاہور سے ایک ماہوار رسالہ زیرِ ادارت جناب خوشتر گرامی شائع ہونا شروع ہوا ہے خوشتر صاحب پنجاب کے مشہور نوجوان ادیب ہیں جن کی لکھی ہوئی کتب پنجاب کے علاوہ صوبہ سرحد، یو۔ پی اور سی پی کے محکمہ ہائے تعلیم میں بھی لکھنا بردو کے طور پر منظور شدہ ہیں آپ کا نام نامی ہی رسالہ کی کامیابی کا ضامن ہے۔ زیرِ نظر یہ چہ میں علم و ادب کے بلند پایہ شاعر درج ہیں پرچہ غیر معمولی طور پر دلچسپ اور دلکش ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خوشتر صاحب نے بہت محنت اور قابلیت سے کام کیا ہے مضامین نگاروں میں ہندوستان کے چوٹی کے ادیب شامل ہیں ہم علم و ادب کے اس رسالہ کی کامیابی کے خواہاں ہیں۔ اور یقیناً خوشتر صاحب کے کامیابی ہوگی۔ وہ اس کے مستحق بھی ہیں رسالہ ہر لحاظ سے شاندار اور بلند پایہ ہے۔ (بقیہ دیکھیں صفحہ ۵)

دوسروں کی نظر میں

نظر و نظر بلند پایہ ہیں۔ سالہ کی اُٹھان سے ظاہر ہے کہ



Gohar



Devika Rani



Madhuri



Ratan Bai



Nalni Tar-khad



پسندیدہ شگون نہیں۔ اس لئے قیاس یہی کہتا ہے کہ موسم بہار کی کار فرمایاں ہیں۔ ہندو اس موسم میں خوش وقتی کے لئے ہولی مناتے ہیں۔ اور ایرانی نوروز بھی اسی موسم میں ہوتا ہے۔ چنانچہ یورپ والوں نے بھی بہار کے استقبال کا یہ احتفانہ طریق اختیار کر کے دانائی کا ثبوت دیا ہے۔ پس ہمیں ان پر اعتراض کا کوئی حق نہیں بلکہ بخلاف اس کے ان کو حق حاصل ہے کہ اس روز خوب خوب احمق بنیں اور زمانے بھر کی حماقت اپنے اوپر وارہ کر لیں۔

بعض لوگ یکم اپریل کو یوم الجماعہ لکھتے ہیں۔ لیکن ہمارے خیال میں اسے یوم حماقت کہنا چاہئے۔ کیونکہ اصل یہ احمقوں کا تہوار نہیں بلکہ اس روز بھلے چکے وانا دنیا آدمی دانستہ احمق بن جاتے ہیں۔ سرسری یعنی خود اپنے اوپر حماقت وارہ کر لیتے ہیں۔ پس ہو گیش اور ثابت ہو کہ آل فولس ڈے کا ترجمہ



یوم حماقت ہونا چاہئے نہ کہ یوم الجماعہ۔ اب چونکہ ہم نے بہتر ترجمہ پیش کیا ہے۔ اس لئے ہم اور ول کے مقابلے میں زیادہ عقل مند ٹھہرے۔ درج بہ زیادہ عقل مند ہیں تمہیں اپنے لومپیکم اپریل کو اور ول سے زیادہ حماقت وارہ کرنی چاہئے چنانچہ تم کہہ رہے ہو لیکن اس زیادہ حماقت کیا ہوگی ہے کہ بیسویں صدی کے جدید فنی معارف یوم حماقت کی نند کے جگہ میں اور بھی بھلے خود

مثلاً مشہور ہے جیسا ہندوستان میں انگریزوں کا راج ہے۔ اس لئے ہم سر ہندوستانی بھی ان کی ٹیکھا دیکھیں یوم حماقت منانے لگے ہیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ ہمارے لئے یہ مشغلہ ہے بھی بڑا مرغوب اور بے حد کسان کیا باعث کہ انگریزوں کی عقل مند قوم کو تو حماقت کا جام پہننے میں کچھ دقت بھی محسوس ہوتی ہوگی۔ مگر یہاں خدا کے فضل سے دنیا جہاں کی حماقتوں کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ جو چال چلیں گے بے ڈھنگی۔ جو کام کریں گے احمقانہ۔ اور تو اور بھلے آدمیوں کی طرح مل جل کر رہنا بھی نہیں آتا کسی کو مسجد کے سامنے باجا بجا کہہ برادران وطن کی عبادت

خدا جانے یورپ والوں کو جو بڑے عقل مند بنے پھرتے ہیں یہ کیا شوق پڑا کہ ایک دن سب کے سب احمق بن جائیں۔ خیال ہو سکتا ہے کہ چونکہ یکم اپریل سے مالی سال شروع ہوتا ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ بعض دانوں نے دماغ سوزی کے سال کو ذرا ہنسی خوشی سے شروع کرنا مناسب سمجھا ہو لیکن مالی سال کو حماقت سے شروع کرنا

میں نکل ہوئے پر اصرار ہے۔ کسی کے آرتی کی آواز اور وینڈرول سے کان پھٹ جاتے ہیں۔ آج یہاں سڑکیوں پر جو بھی ہے تو کل وہاں لٹھم لٹھا۔ پس ان بے بنائے سپید آلتھی اور پستی احمقوں کے لئے ایک روز حماقت کا ثبوت دینا کوئی بڑی بات ہے۔ مشکل تو جب ہو کہ سارا سال عقلمندی کے کام کرتے رہیں۔ اور ایک ن احمق بننا پڑے۔ یہاں تو پورے تین سو بیسٹھ دن عقل کے پیچھے لٹھ لئے پھرتے رہتے ہیں۔

اور جب تک بے چارے کا دماغ طبلہ عطار کی بجائے سلال خور کا ٹوکرا نہ بن جائے دروازہ نہیں کھولتے۔ ایک دفعہ ایک مخبر نے کسی ہم جماعت کے گھر والوں کو اس کے انتقال پر ملال کا تار سے دیا۔ اور جب گھر والے روتے پینے طویل سفر کے لاہور پہنچ گئے تب کہیں معلوم ہوا کہ یہ محض مادر ہند کے ایک ہونہار فرزند کی ذرا اسی دل لگی تھی۔

پھر ہمارے یوم حماقت منانے کے طریقے بھی اس قدر عجیب و غریب ہیں کہ تو یہ ہی سہی۔ یورپ میں اس روز سادہ دل لگی اور محسوس شدہ ارقول کا دور دورہ ہوتا ہے مگر ہمارے ہاں گستاخیوں، جھوٹ گویوں اور لغویوں کا طوفان بپا ہوتا ہے۔ سکولوں اور کالجوں کے طالب علم اپنے استادوں کو تنگ کرتے ہیں۔ اور ان کی شرارتیں اکثر اوقات گستاخی کی حد سے گزر کر استادوں کی بے عزتی کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ مثلاً استاد صاحب خوب تیاری کے بہت سی کتابیں بغل میں دبائے جماعت کو پڑھانے کے لئے تشریف لاتے ہیں۔ مگر کمرے کے باہر پہنچے تو دروازے چاروں طرف سے بند۔ اب آپ باہر سے دروازوں پر گولہ باری کر رہے ہیں اور اندر سے مسلسل قہقہوں کی وادزی آ رہی ہیں۔ خدا خدا کہ کے دروازہ کھلا تو کیا دیکھتے ہیں میز اُٹھی پڑی ہے اس پر تختہ سیاہ رکھا ہوا ہے۔ اور اس کے اوپر پردہ فیروز صاحب کی کرسی آسمان کی جانب ٹانگیں اٹھائے تشریف فرما ہے۔ ایسے موقع پر اگر کوئی فلسفہ کا پروفیسر ہو تو یہی سمجھے کہ مجھ سے غلطی ہوئی۔ دراصل آج میں گروں کو پڑھانے نہیں آیا بلکہ مکان تبدیل کر رہا ہوں۔ بعض سڑک لکھنے والے کسی ہم سبق کو گھائے ضرور میں بند کر دیتے ہیں

خیر یہ ذکر جانے دیجئے۔ یوم حماقت کے تہوار پر اس قسم کی باتیں کچھ بے موقع سی معلوم ہوتی ہیں اس لئے چند تازہ ترین خبریں ملاحظہ ہوں۔ سب سے پہلی اور اہم خبر تو یہ ہے کہ اب کے سال چونکہ نوروز کے خطابات ایک ماہ دیر سے عطا ہوئے ہیں۔ اس لئے فیصلہ کیا گیا ہے کہ حضور شہنشاہ معظم کی سالگاہ پر عطا ہونے والے خطابات کی فہرست قریباً اڑھائی گھنٹے پہلے یعنی یکم اپریل کو شائع کر دی جائے تاکہ خطاب خودوں کو زیادہ دیر تک انتظار کی زحمت گوارا نہ کرنی پڑے۔ یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ اس فہرست میں بعض ایسے بزرگوں کے نام شامل ہوں گے جن کے متعلق کسی کو گمان تک نہیں ہو سکتا کہ یہ صاحب بھی مخاطب نہ ہونے والے ہیں۔ مثلاً دو چار کانگریسی بزرگ رائے صاحب اور خان صاحب بننے والے ہیں جن میں مہاتما گاندھی اور حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

اس سلسلے میں یہ بھی سنا ہے کہ پنجاب میں جو باری باری سر حکومت آ رہی ہے اس نے اپنی اتحاد پروری کا ثبوت دینے کے لئے یہ تجویز پیش کی ہے کہ آئندہ خان صاحب اور خان بہادر کے خطاب ہندوؤں کو ملائیں اور مسلمانوں کو رائے صاحب اور رائے بہادر بتایا جائے۔ یا اگر یہ نہیں

ہو سکتا تو جس طرح رائے صاحب اور رائے بہادر منڈانی اور مسلمان الفاظ سے مرکب ہیں اسی طرح خان صاحب اور خان بہادر میں بھی ہندو مسلم اتحاد کی جھلک پیدا کی جائے یعنی خان صاحب کے بجائے خان جی اور خان بہادر کی جگہ خان مہاراج کے خطابات عطا ہو سکیں۔ اگر پہلی تجویز منظور ہو گئی تو اب کے سال پنڈت کیے کو شمس العلماء اور علامہ قبائل کو تہا مہو پایا دھیائے بنادیا جائے گا۔ اور اگر دوسری کو پورا دل چڑھی تو پنڈت جی شمس الاپادھیائے اور حضرت علامہ مہا مہوعلما بن جائیں گے۔

ہیں کہ پنجاب کا جو پڑھا لکھا آدمی بیسویں صدی کا خریدار نہ ہو جو مشہر اس میں اشتہار نہ دے۔ اور جو اچھا لکھنے والا اس کے لئے مضمون افسانہ نظم یا ڈراما وغیرہ نہ لکھے اسے کوئی بھی درجہ اول کا مجسٹریٹ ۴ ماہ قید اور پانچ سو روپیہ جرمانہ کی سزا دے سکے گا۔ اور جرمانہ وصول ہو جانے کی صورت میں نصف رقم بیسویں صدی کے میجر کو دی جائے گی۔

یہ سب خبریں نہایت معتبر ذرائع سے موصول ہوئی ہیں۔ لیکن ممکن ہے کہ انہیں یکم اپریل سے کچھ دور یا نزدیک کا تعلق ہو۔ بہر حال آخری خبر بہت خوشگوار ہے اس لئے اس کی صحت میں کلام نہیں ہو سکتا۔
نئی نئی

ہمارے ایک عزیز دوست گزشتہ انتخاب میں پنجاب اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے ہیں انہوں نے ہمیں اطلاع دی ہے کہ جلد ہی وہ اسمبلی میں ایک پل اس مطلب کا پیش کرنے والے

یقیناً بیسویں صدی و سوں کی نظر میں
ان تمام خوبیوں کے باوجود سالانہ چند مبلغ دور و پے حیرت انگیز طور پر کم ہے۔ رسالہ میں بلاک کی رنگین اور خوبصورت تصاویر بھی ہیں۔ ٹائٹل پیج بہت ہی جاذب نظر ہے ہم اپنے ناظرین سے اس کی خریداری کی پُر زور سفارش کرتے ہیں یہ ۱۳ فروری ۱۹۳۷ء ملاپ ہو رہا ہے۔ اس نام کا ایک مہینہ لاہور سے شائع ہونا شروع ہوا ہے۔ سترہ خوشتر اس کے ایڈیٹر ہیں۔ جو ایک عمدی جرنلسٹ ہیں۔ دوپہرے اس وقت تک ہماری نظر سے گزر چکے ہیں جنہیں انہوں نے کافی محنت سے مرتب کیا ہے۔
دنائے نظمیں اور دیگر مضامین اچھے ہیں۔ اور پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے جائیں گے۔ لکھائی چھپائی بھی اچھی ہے۔ انتخاب کے اعتبار سے پڑھو ہونا معلوم ہوتا ہے قیمت معمولی ہے خواہشمند اصحاب کی جیب بوجھ نہیں خاص باب کے مضمون نگاروں کے ساتھ

تعاون حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ۱۴ مارچ ۱۹۳۷ء پیر تاپ ہو رہا۔ اس نام کا ایک علمی ادبی ماہوار رسالہ جناب خوشتر لاہور نے جاری کیا ہے خوشتر صاحب ایک شہر جرنلسٹ ہیں ان کی متعدد کتابیں ٹیکسٹ بک کمیٹی کی طرف سے منظور ہو کر سکولوں میں پڑھائی جاتی ہیں رسالہ میں کئی ایک بلند پایہ افسانے مضامین اور نظمیں دی گئی ہیں صحت صفائی کے لئے بھی ایک حصہ مخصوص رکھا گیا ہے رسالہ اپنی صورت میں و معنوی خوبیوں کے لحاظ سے بہت اعلیٰ ہے۔ ۱۳ فروری ۱۹۳۷ء پیشوا دہلی :- اس رسالہ کے ایڈیٹر میرے دوست جناب خوشتر صاحب گرامی ہیں جو متعدد آرڈر کو کتابوں کے معنف ہیں اس رسالہ کا مقصد اردو علم ادب و آرٹ کی خدمت کرنا ہے زیر نظر رسالہ میں اسی مقصد کو رکھ کر اچھے اچھے نظم و نثر مضامین درج کئے گئے ہیں خوشباش اور زندہ دل نوجوانوں کو خوشتر صاحب

نئی نئی
۱۳ فروری ۱۹۳۷ء
پیشوا دہلی :-



(حاجی لق لق کے قلم سے)

لیکن میں معلوم ہوا ہے کہ انجن اس احاطہ کے اندر ایک شاندار مکان اور ایک خوشنما باغ بنانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ ہمیں اس انجن کے حالات معلوم کرنے اور کلب گھر دیکھنے کا موقع اس لئے مل گیا کہ خوش قسمتی یا بدقسمتی سے انجن کے ایک رکن ہمارے دوست ہیں۔ وہ پچھلے اتوار کی شام کو ہمیں اپنے کلب گھر میں لے گئے۔ جہاں ہم نے ایسے نظارے دیکھے کہ زبان قلم کو بیاں کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔

بھاگ سے اندر داخل ہوتے ہی ہم نے محسوس کیا کہ ہم ابتدائے آفرینش کے زمانہ میں پہنچ گئے ہیں۔ ایک طرف چند مادر زادہ ہند مرد اور عورتیں ٹینس کھیل رہی تھیں ایک طرف ایک لفٹنگی نو عمر لڑکی ہارمونیم بجا رہی تھی اور ایک ننگا نوجوان ڈائٹین پر ہارمونیم کی دھن کا ساتھ دے رہا ہے۔ درآگے چل کر ایک چھوٹی سی میز کے گرد چار کرسیاں بچھی ہوئی تھیں جن پر دو ننگی لڑکیاں اور دو ننگے نوجوان تاشل کھیل رہے تھے۔

ہم قریب پہنچے تو سب مرد اور عورتیں اپنا اپنا کام چھوڑ کر ہماری طرف معنی خیز نظروں سے دیکھنے لگیں گویا ہمیں آنکھوں ہی آنکھوں میں کہا جا رہا ہے کہ تمام کپڑے اتار دو۔ ورنہ خیر نہیں۔ آخر ہمارے دوست نے بد دلز بلند آن سے کہا۔ کہ یہ حاجی صاحب ہیں انہیں انجن کے توجہ دے متوا بلکہ پابندی سے معاف رکھا جائے!

آزادہ بات ہو کے رہی جس کا خطرہ مس انجلیٹا رہیں کے لاہور میں آنے سے لاحق ہو رہا تھا یعنی لاہور میں تحریک عریانی کامیاب ہو گئی۔ اور ایسی خاموشی کے ساتھ کہ مقامی اخبارات کے کالوں میں بھٹک ننگ نہ پڑی۔

مس انجلیٹا راجر س امریکہ کی انجن بہ رنگاں کی گریم کارکن اور انجن کے آرگن امریکن میوڈلیٹ

(AMERICAN NUDIST) کی اسسٹنٹ ایڈیٹر ہے جو ہندوستان میں اس لئے آئی ہوئی ہے۔ کہ یہاں تحریک عریانی کا پروپیگنڈا کرے۔ صوبہ بہار میں ایک انجن قائم کرنے کے بعد یہ نیک بخت دواہ سے لاہور میں مقیم تھی اور اس دوران میں آوارہ مزاج نوجوانوں اور ستون لڑکیوں سے خفیہ ملاقاتیں کر رہی تھی تاکہ انہیں ورغلا کر ننگوں کی ایک کلب بنائے۔

خدا جانے اس امریکن فیری نے کیا کیا سبز باغ دکھائے۔ محل کے کہ ہندوستانی تہذیب کے نام لیا تو قریباً دو درجن نوجوانوں اور اسی قدر نو عمر لڑکیوں نے مل کر ایک انجن بہ رنگاں بنائی ہے۔ اور چپے چپے ایک کلب گھر بھی تعمیر کر لیا ہے جو اچھرہ اور مسلم ٹاؤن کے درمیان حضرت سالک مدیر انقلاب کے ہسپتال میں سرنگ سے کوئی دو سو گز کے فاصلے پر واقع ہے۔ سردست یہ کلب گھر فیٹ بلند بچی دیوار کے ایک احاطہ اور کئی اینٹوں کے ایک بڑے کمرہ پر مشتمل ہے

کاغذیں۔ لیکن ان کے پوز (POSE) میں ایسا اہتمام رکھا گیا تھا کہ کوئی تصویر قانونی زد میں نہ آ سکے۔ رسالہ کی قیمت بارہ آنے فی پرچہ اور آٹھ روپے سالانہ درج تھی۔

ہمارے ہر مہنہ دوست نے جو اس رسالہ کی ایڈیٹری کے فرائض انجام دیے ہیں۔ ہمیں بتایا کہ ملک میں تحریک عیسائی چونکہ ابھی مقبول نہیں ہوئی اس لئے ممکنہ چینلوں کے خوف سے رسالہ عسائیں کی کاپیاں سہر دست لاہور کے سٹالوں یا بیڑنی اینسیوں کو نہیں بھیجی جاتیں۔ بلکہ خریداروں کو براہ راست بندھانوں میں ارسال کی جاتی ہیں۔

ہم اس بد ہنڈی اور عریانی کے مرتع کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے لیکن ہم نے اپنے دوست جناب خوشتر گرامی اینڈ بیسویں صدی کی پُر زور فرمائش پر اُنہیں رسالہ عریاں کی تین سو کاپیاں بے دی ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ یہ کاپیاں بیسویں صدی کے شہیداروں میں مفت تقسیم کی جائیں گی۔

چنانچہ رسالہ "عربان" کی ۳۰۰ کاپیاں دفتر "ٹیلیویژن" میں موجود ہیں۔ اور جناب خوشتر گرامی نے فیصلہ کیا ہے کہ "ٹیلیویژن" کے ہر نئے خریدار کو "ٹیلیویژن" "صدی" کا سالانہ جیندہ مبلغ دو روپے بذریعہ "سنی" آرڈر بھیج دینگے۔ انکی خدمت میں "عربان" کی ایک کاپی مفت ارسال کجائیں گے۔ جتنا بھی مل سکتی ہے۔ ایک لکھ و پچاس روپیہ فی سال ہو گا۔

ہمارے دوست نے فوراً اپنے تمام کپڑے اتار کر کھوٹیوں سے لٹکا دیئے اور ہم نے دیکھا کہ دیواروں پر قطار در قطار کھوٹیاں لگی ہوئی ہیں۔ جن پر سٹوٹ، ٹوپیاں، ساڑھیاں، وغیرہ مردانہ اور زنانہ کپڑے آویزاں ہیں ہمارے دوست مادر زاد برہمنہ بنو کر اور ہمارے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہمیں کرہ کے اندر لے گئے۔ جہاں خوا کی الف ننگی بیٹی مس انجینئر اجرس بیٹی رسالہ امریکن نیوڈلیٹ کا مطالعہ کر رہی تھی۔ ہمارا اس سے تعارف کرانے کے بعد ہمارے دوست نے ایک لہاری سے اردو زبان کا ایک رسالہ نکال کر ہمیں دیا۔ جس کا نام ”غریاں“ تھا۔ اور جس کے ٹائٹل پرچ کی سہ رنگی تصویر دیکھ کر ہم دم بخود رہ گئے۔ اس تصویر میں دو برہمنہ لڑکیاں اور دو برہمنہ لڑکے ٹینس کھیل رہے تھے۔ ہم نے ورق اٹھا تو اور برہمنہ مناظر نظر آئے۔ رسالہ کے مضامین زیادہ تر تحریکی یا سیاسی سے متعلق تھے۔ ایڈیٹوریل میں انجمن برہمنگان کی اہمیت اور اس کے اغراض و مقاصد درج تھے۔ اور نظریں سے اپیل کی گئی تھی کہ وہ جلد از جلد اس تحریک میں شامل ہو کر حیات انسانی کے معیار کو بلند کریں۔

یہ رسالہ بہت عمدہ کاغذ پر نقیص کتابت و طباعت کے ساتھ شائع کیا گیا تھا۔ اور اس میں آرٹ پبلیشر کے مولو صفحوں پر بالکل نئی تصاویر نقیص جو زیادہ تر نوجوان لڑکیوں

بقیہ نمکدان :- ہر روز کسی نہ کسی دوشیزہ کی در خوا
ہیںج جاتی ہے کہ میں آپ کی دختر فرخندہ اخترہ حال فرزند
ارجمند کی بہت پرانی سہیلی ہوں۔ مجھ اس سے شروع میں ہی
محبت رہی ہے۔ اس نے خفا یاں کو دھتری میں قبول فرمائیں۔
عرواقیال در ترقی باد۔ آگے حضور مالک ہیں۔

خاندانی میں لیے بیٹے بیٹا رہیں۔ اپنی اپنی قسمت، اور کیا ہے۔



ارخشیہ حرانی

شک و شبہ نے سر اٹھایا۔ اور آخر نئی بت کو معلوم ہو گیا کہ ”جس طرح ہم اُس طرح تم بھی علیٰ ہذا القیاس“ والا معاملہ ہے۔ بس پھر کیا تھا۔ آؤ دیکھانے تاؤ۔

حبثت نالشیہ داغ دی اور مصنوعی میاں جی عدالت میں طلب کر لئے گئے یا کسی لکٹیئن جہاں انہوں نے خالص عشقہ معصومیت کے ساتھ بیان فرمایا کہ مجھے اس قاتلہ عالم سے بے بھر کی جدائی بھی گوارا نہ تھی اور شادی کے بغیر عمر بھر اکٹھے رہنا ناممکن تھا۔ اس لئے میں اس نیک بخت کا میاں بن گیا یا کی میاں بن گئی۔ ذمائیے جیٹریٹ صاحب اس میں کیا قیامت ہے؟ یہ سن کر جیٹریٹ نے خدا جانے کیا جواب دیا۔ لیکن ہمیں تو یہ سوال منزنایا لا جواب معلوم ہوتا ہے

یورپ میں تو یہ حال ہے۔ ادھر مصر میں ایک سترہ سالہ لڑکی امتحان دیے گئی تو واپسی پر اپنی حالت کچھ ورگوں محسوس کرنے لگی اور گھر پہنچ کر دوچار تہذیبی مردوروں کے بعد لگایک انقلاب زندہ باد ہو گیا۔ یعنی ریاضی والوں کی زبان میں عمل انتہال سے منفی مثبت میں تبدیل ہو کر لڑکی لڑکا بن گیا یا بن گئی۔ اب اس بے چاری یا بے چارے کو یہ مصیبت پیش آرہی ہے کہ لڑکی بن کے زمانے کی سہیلیاں لڑکا بن کے زمانے کی بیویاں بننا چاہتی ہیں اور ان کی طرف سے دھڑا دھڑا شادی کی درخواستیں موصول ہو رہی ہیں۔ اس کے والدین کا بھی ناک میں دم اگیا ہے (بقیہ صفحہ ۱۱ پر)

نئی تہذیب یورپ والوں کو ہم سے اس قدر آگے گئی ہے کہ وہاں کی عورتیں بلکہ چھوٹی چھوٹی لڑکیاں بھی ہمارے ہنسے جہان دیدہ گھاگ کے کان کاٹی ہیں ہم مشرقی لوگوں کو اپنی عاشقانہ فطرت پر بڑا ناز تھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اب یہ فخر و غور بھی خاک میں مل جانے کو ہے۔ یورپ کی تازہ ترین خبروں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک ایلی ٹی کے مزاج میں عشق و محبت کو کچھ ضرورت سے زیادہ دخل حاصل ہو گیا اور اس پر طرہ یہ کہ اسے محبت بھی لڑکیوں سے ہوتی تھی۔ چنانچہ وہ کچھ تاک جھانک اور گھوم گھوری کے بعد ایک دوشیزہ کے دلم محبت میں ایسی گرفتار ہوئی کہ تن بدن کا ہوش نہ رہا۔ یہی جی چاہتا تھا کہ اس محبوبہ جہاں نواز سے ایک لمحہ کے لئے بھی الگ نہ ہو چنانچہ بہت ہی سوچ بچار کے بعد آخر مردانہ لباس پہننا شروع کر دیا اور اسی لباس میں معشوقہ کے شہر میں جا رہی۔ رفتہ رفتہ اُس سے راہ ورسم پیدا کر لی اور چند روز کے بعد شادی کا پیغام داغ دیا۔ اُدھر محبوبہ بھی دل پھینک واقعہ ہوئی تھی۔ اس لئے چٹ مٹنگنی پٹ بیاہ ہو کر نئی دہن اپنے نیا ہی میاں کے ساتھ ایک ہوٹل میں بھیٹوں منانے لگی۔

چند روز تو سوکھی ساکھی محبت میں گزر گئے۔ لیکن تاب کے؟ محبوبہ آخر عورت تھی اور میاں سے صحیح معنوں میں میاں بننے کی توقع رکھتی تھی۔ جب ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ گزر گیا۔ اور میاں بدستور محض نام کا میاں بنا رہا تو

”آہیں“ پالوں

اے دود آبد! بلند ہو، اور بلند ہو، اور ابر بن
کہ آسمان پر چھا جا اور اُس کور و سیاہ کہ دے
اے نالہ شرر بار! فلک فرموا اور یہ دہ زنگاری کو
آگ لگا دے۔ اُس کو چھپنی بنا دے +

اے سبیل بر شک! مساویں بجا دوں کا سہاں دکھا دے
ندی نالے بھر دے۔ دریا بہا دے +

اے مور لااب خاموش ہو جا! کیا تجھے نہیں معلوم
کہ بالم کے بیوگ میں ایک پتی بتا سو گوار ہے۔ بیاہلی ہو رہی
ہے۔ آ! اور میرا سمنا ہو جا!
”بالم“

میرے وقار نہایت کو خاک میں ملا دیتا ہے +

بادل گرے۔ مینہ برے۔ رعد کر کے۔ بجلی چمکے
اور مور بولے۔ میری بلا سے ————— تجھے اس سے کیا؟
————— نہیں نہیں!! یہ اسباب عیشِ غیر کی شرکت کیوں

کے؟ تجھے کیوں ستائے؟ قطرے دریا سے۔ آلتار نالوں سے
نالے ندیوں سے۔ اور ندیاں اپنے پتی سمندر سے ہم آغوش ہو جائیں
اور میں پورا ایک سال گذر جانے پر بھی یوں محروم رہوں؟

بس فیصلہ ہو! بادل نہیں گرج سکتا۔ مینہ نہیں برس سکتا
بجلی نہیں چمک سکتی اور مور شور نہیں کر سکتا! وہ اپنی کار۔
گزار یوں کی انجام دہی سے باز آجائیں۔ سبک بار ہو جائیں
اُن کی کار گذاری میں اپنے سہ لہو، ہوں۔ شاہد اس طرح

جوانی

توبہ

جوانی آدمی کی مایہ الزام ہوتی ہے
نگاہ نیک بھی اُس عمر میں بدم ہوتی ہے

~~~~~ (نامعلوم) ~~~~~  
چلن اُن کا یہ کہتا ہے ادا آئی شباب آیا  
میری قسمت یہ کہتی ہے، بلا آئی عذاب آیا

~~~~~ (نذر ت) ~~~~~  
تمنائیں ہزاروں اور لاکھوں حسرتیں لیکر

بٹھے ماں اریان والوں کا شباب آیا
~~~~~ (شفق) ~~~~~

عشق کے شغل سے خالی نہ کسی آن رہے  
توبہ کے بعد بھی دل میں بہت ارمان ہے

~~~~~ (بخود) ~~~~~  
پی کے کر لیتا ہوں توبہ جب سے یہ دستور ہے
دل بھی روشن ہے مرا منہ پر بھی میرے نور ہے

~~~~~ (رستا) ~~~~~  
پی لاکھ بار ساقی، کی لاکھ بار توبہ

اب کر چکا میں توبہ توبہ ہزار توبہ  
~~~~~ (نامعلوم) ~~~~~

گستاخیاں

(انجناب اختر شیرانی اڈیٹر "رومان")

تمناؤں کو زندہ آرزوؤں کو جواں کر لوں
یہ شیریں نظر کہہ دے تو کچھ گستاخیاں کہوں

بہار آئی ہے بلبل حال غم کہتی ہے پھولوں سے
کہو تو میں بھی اپنا دردِ دل تم سے بیاں کر لوں

ہزاروں شوقِ اراں لے رہے ہیں چٹکیاں دل میں
حیا اُن کی اجازت دے تو کچھ بے باکیاں کر لوں

کوئی صورت تو ہو دُنیا مٹے فانی میں بہلنے کی۔
ٹہر جا اے جوانی، ماتمِ عمر رواں کر لوں

برائیں حسرتیں کیا کیا اگر موت اتنی فرصت دے
کہ اک بار اور زندہ شیوہ عشقِ جواں کر لوں

مجھے دونوں جہاں میں ایک ہل جائیں گر اختر
تو اپنی حسرتوں کو بے نیاز دو جہاں کر لوں

سچا
افسانہ



مشہور افسانہ نگار
محترمہ راجکاری
بی۔ اے

پر ملاپین کی بیوہ تھی۔ اُس کے مکان کے چھ ایک چوٹا سا مندر تھا۔ پر ملا روزانہ صبح و شام اس مندر میں پوجا کرنے جایا کرتی تھی، مندر کے پاس ایک چھوٹا سا کنواں تھا جس کے چاروں طرف درخت لگے ہوئے تھے کنوئیں سے ہٹ کر ایک باغیچہ تھا۔ پر ملا اسی باغیچے سے پھول پتے جمع کر کے پوجا کیا کرتی تھی۔

پر ملا سولہ سالہ دوشیزہ تھی۔ اتنی نفس کشی۔ اتنی پوجا اور ریاضت پر بھی اُس کے اعضا کا قدرتی حسن نہ اُبل نہ ہو سکا بلکہ اُس کے اعضا کی کشش اور دل آویزی میں روز بروز ترقی ہوتی جاتی تھی۔ گمان ہوتا تھا کہ گویا اُس کی مملکت جسم پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے نفسانیت و روحانیت کے درمیان شدید ترین کشمکش کے جذبات برانگیختہ ہو گئے ہیں مگر حالات کے تمام تر ناموافق ہوتے ہوئے بھی نفسانیت کو شکست نہیں دی جاسکتی۔ اور روحانیت کی فوجیں جو نفسانیت کے پایہ تخت کے گرد خیمہ زن ہیں۔ اندر داخل نہیں پاسکتیں۔ پر ملا جس وقت پھول لاتی تو کنیر کے درخت کے نیچے رکھ کر سرخ کنول سے ہاتھوں کو اوپر کو اٹھاتی اور منہ کو اوپر کر کے ایک ہاتھ سے کنیر کی ڈالی کو پکڑتی اور دوسرے ہاتھ سے پھولوں کو توڑتی۔ اپنی سر سے کھسک کر گندھوں کے نیچے آجاتا۔ سچ و غم کھلے ہوئے بال پشت پر رکھی کھینے لگتے۔ وہ ایک لٹیں آنکھوں کے ساتھ آجاتیں کانوں تک پہنچتی ہوئی ٹہری آنکھیں اور سی سی ہو جاتیں

دونوں سینے اپنے پورے اُجھار کے ساتھ اوپر چڑھ کر پتلی مگر کوخم کر دیتے۔ مندر کے اس مسلمان مقام میں حسن و شباب کے ان معمولی کیشموں کو دیکھنے والا کون تھا۔ ایک شخص:

مندر کے پاس پرانے زمانہ زمیندار کا ایک سہ منزلہ مکان ہے۔ تیسرے درجہ پر اُس کے بیٹے رام ناتھ کے مطالعہ کا کمرہ ہے۔ اُس کی کھڑکی مندر کی طرف ہے۔ اس مکان اور مندر کے درمیان میں کنواں ہے۔ رام ناتھ کالج میں پڑھتا ہے۔ خوبصورت اور خوش سیرت ہے۔ پر ملا کی پوجا پاٹ سے واقف ہے۔ کنوئیں پر پوجہ برتنوں کی آواز ہوتی رام ناتھ اپنی کتاب ایک طرف لی دیتا اور کھڑکی کے پاس جا کر کھڑا ہو جاتا۔ وہ اُس وقت ملٹن شکسپیر اور کالیداس کی دلی آواز کتابوں ہی سے کیوں نہ لطف اندوز ہو رہا ہوتا۔ مگر اُنہیں فوراً الگ کر دیتا کیونکہ بلاز یو جیم پر سفید ساڑھی پہنے ہوئے حسین پر ملا کے پوجا میں محو نظارہ رام ناتھ کو جو لطف حاصل ہوتا وہ لطف تمام دنیا کی انگریزی اور سنسکرت۔ نظمیں ڈراموں اور ناولوں کے مطالعہ سے نہ حاصل ہوتا۔ وہ مقررہ وقت پر اپنے تمام کاموں کو چھوڑ کر مشتاق چکور کی طرح چاند کی دید کے لئے کھڑکی کے پاس کھڑا ہو جاتا۔

کڑھکے کے جائزے میں جب پر ملا نہا کر گیلا کپڑا پہنے ہوئے۔ پتیلی پر پانی کا ٹوٹا رکھ کر ایک مقام پر کھڑی ہوئیں بندھے اپنے خیال میں غوغا مچاتی اور آہستہ آہستہ پانی گراتی جاتی

تو رام ناتھ کانپ جاتا۔ اور کوٹ اور سوہٹ سے دے ہوئے روگئے کھڑے ہو جاتے۔ اس ناز و نعمت سے بے ہوش ہوئے لیکن کے قیاس میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ کسی معمولی شخص کو اس جائے کی صبح کو نہا کر گیلہ کپڑا اس طرح پہنے ہوئے رہنے کا حوصلہ ہو سکتا ہے۔ اس لئے پیر ملا..... اُس کے نزدیک کسی مقدس عالم کی رہنے والی ہستی معلوم ہوتی تھی اور ریاضت کا نور جو اُس کے چہرے پر جلوہ گر ہوتا تھا۔ اُس کو دیکھ کر ہر ملا کے متعلق رام ناتھ کے دل میں اور بھی ارادت کے جذبات پیدا ہو جاتے تھے۔

سس (۲) سس

ایک روز شام کے وقت معمول کے مطابق رام ناتھ پیر ملا کے پوجا پاٹ کے نظارہ سے لطف اندوز ہو رہا تھا کہ اُس کا دوست شام لال اُس کے کمرہ میں داخل ہوا۔ رام ناتھ کو آہٹ معلوم ہوئی تو اُس نے شام لال کی طرف نگاہ پھیری شام لال ہنستا ہوا اُس کے پاس جا کر کہنے لگا۔ کہ کس خیال میں غوہو؟ اس سوال کے ساتھ ہی سچی ہوئی آرتی لئے ہوئے مندر میں داخل ہونے والی پیر ملا پر اُس کی نظر پڑ گئی۔ اُس وقت کچھ اندھیل ہو چلا تھا۔ پیر ملا کے پورے جسم پر اُس کی نظریں پڑی۔ وہ صرف آرتی کی روشنی سے چمکے ہوئے چہرے ہی کو دیکھ سکا۔ چاروں طرف کے اندھیرے میں پیر ملا کے روشن چہرے کی ناگہانی چمک نے شام لال کی آنکھوں میں چکاچوند پیدا کر دی۔ پیر ملا مندر میں چلی گئی۔ اُس نے رام ناتھ سے پوچھا یہ کون ہے؟ شام لال نے جھلٹے کوئی اور ہوتا تو ممکن تھا۔ کہ رام ناتھ کوئی حیلہ کر دیتا۔ لیکن شام لال سے اُس کا خاص دوستانہ تھا۔ اُس نے کہا:- ”سدا سنجی کی بیوہ بھتیجی ہے“

یہ سن کر شام لال کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی پوچھا

”شادی کرنے کا ارادہ ہے کیا؟ یہ سوال سن کر رام ناتھ متحیر ہو گیا۔ کبھی اُس کے دہم میں بھی یہ بات نہیں آئی تھی۔ کہ پیر ملا کے بارہ میں کوئی اُس سے اس طرح کا سوال کرے گا۔ اُس نے کہا تم جانتے ہو یہ کیسی عورت ہے۔ یہ بیباک ہے کے لائق نہیں پوجنے کے لائق ہے“

شام لال نے کہا: ”جب ایسا ہے تو تمہیں اس سے ضرور شادی کرنا چاہئے“

رام ناتھ نے کہا: ”تم پیر ملا کو نہیں جانتے وہ عورت نہیں دیوی ہے“

شام لال کے جانے کے بعد رام ناتھ کو ایسا معلوم ہونے لگا کہ پیر ملا کا حسن و شباب اُس کے دل پر اپنی پوری قوت سے بار بار حملہ کر رہا ہے۔ اُس نے تا اسکان متواتر حملوں کو روکنے کی کوشش کی۔ مگر وہ جوں جوں اُس کی کوشش کرتا تھا۔ اُس کی بے چینی بڑھتی جاتی تھی۔ اور اضطراب کے کاٹے دل میں چھب چھب کر میٹھا میٹھا درد پیدا کر رہے تھے۔

وہ سوچتا تھا کہ دفایرست پر ملا اپنے آنجنابی شوہر سے ملنے کی آرزو میں شدید ترین ریاضت میں مصروف ہے۔ اور تمام خیالات کو دل سے دور کر کے یکسر عابد بن گئی ہے ایسی دفایرست ہندو بیوہ کے دل میں دوسری شادی کا تصور بھی سمجھ نہیں سکتا۔ پھر وہ اس قسم کے بے نتیجہ خیالات سے اپنے لئے نئی مصیبت کیوں پیدا کر رہا ہے؟ اسے شام لال پر بہت غصہ آیا کہ وہ زوجیت کے احترام سے بالکل بے بہرہ ہے جو وقتاً فوقتاً اس قسم کی کوا سس کر بیٹھتا ہے۔ اس میں غور و فکر کا بالکل مادہ نہیں ہے۔

رات کو پیر ملا ہی رام ناتھ کے خواب کا موضوع رہی۔ دوسرے روز صبح کو رام ناتھ میں اس کی بالکل بہت باقی نہ تھی کہ وہ معمول کے مطابق اُس کو دیکھے اور اُس کی پوجا پاٹ کی

سیر کرے مگر جب برتنوں کے بولنے کی آواز آتی تو اُس کے مشتاق پاؤں غور و تامل کے لئے رُکے بغیر کھڑکی کے پاس پہنچ گئے۔
 رام ناتھ نے بہت چاہا کہ وہ پر ملا کو محبت کی نگاہوں سے دیکھے مگر جرأت نہ ہوئی۔ پر ملا اسی طرح اُس کے لئے قابل احترام بنی رہی۔ اُس نے اپنے ناروا خیالات کے لئے دل ہی دل میں اُس سے معافی مانگی۔

~~~~~

آج سات بج گئے لیکن ابھی تک وہ کان آشنائے آواز جو پر ملا کے آنے کی اطلاع دیا کرتی تھی۔ رام ناتھ کی سامعہ نواز نہ ہوئی۔  
 اس لئے اُس کی پریشانی بڑھنے لگی کھٹی ہوئی کتاب ام ناتھ کے ملنے پڑی تھی۔ نگار دی کی طرح وہ رام ناتھ کی توجہ کو اپنی طرف مائل نہ کر سکتی تھی۔ گویا کتاب کی تمام دہانہ اور انشا پر دازی رام ناتھ کی طرف ٹٹکی بندھے دیکھ رہی تھی۔ اور اُس کے خیالات کے تسلسل کو شکست نہ پہنچا رہی تھی۔ مگر رام ناتھ پر اس کا مطلق اثر نہ ہوتا تھا۔ اُس کے دل کے سمندر میں خیالات کی لہر دوں پر پر ملا کی دلربا صورت تیر رہی تھی۔ مگر اس صورت میں ہمیشہ کی طرح عبادت کا جلال اور وفار نہیں تھا۔ بلکہ اس کی بجائے دماغی تردد اور قلبی تاثرات کی اُواسی چھائی ہوئی تھی۔ جوں جوں وقت گزرتا جاتا تھا۔ رام ناتھ کی بیقراری ترقی کرتی جاتی تھی۔ اُس نے سوچا کہ آج میرے کانوں نے تجھے دیکھ کر دیا۔ پر ملا آئی اور چلی گئی اُسے اپنی کھٹی ہوئی کتاب پر بہت غصہ معلوم ہوا کہ اسی میں مصروف ہونے کی وجہ سے وہ آج اپنے روز کے لطف سے محروم رہا۔ اُس نے کتاب بند کر دی۔ اور اُٹھ کر کھڑکی کے پاس گیا۔ اُس نے دیکھا خوبصورت پر ملا مندر کی سیڑھی پر پاؤں لٹکائے چُپ چاپ غمگین بیٹھی ہے۔ مسانے کے سنان میدان کی طرف اُسکی نگاہیں لگی ہوئی ہیں۔ اور آنکھوں سے آنسو کے قطرے مسلسل اُپھلنے پر ٹپکے ہوئے ہیں۔ سامنے ڈیوڑھی کے نیچے ٹوٹا۔ بالٹی پھولانی

اور پوچھا کہ پھول پتے تر کھئے ہوئے ہیں۔ رام ناتھ کو دفعۃً یقین نہیں ہوا کہ وہ جو کچھ دیکھ رہا ہے۔ سچ اور امر واقعہ ہے۔ کچھ دیر تک وہ بلا کو بغور دیکھتا رہا۔ اور اُس کے خیالات کی رد کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن ایک معنی نا آشنا مترحم کی طرح وہ پر ملا کے خیالات کو نہ سمجھ سکا۔ اُسے اپنی ناکامی پر بہت مایوسی ہوئی۔ اُس نے سوچا کہ اُس نے انجمنانی شعور کے درشن کے لئے اتنی پوجا پاٹ کی تھی۔ لیکن وہ اب تک اپنے تہا کو نہ پہنچ سکی۔ اسی سے رنجیدہ ہو کر وہ مندر کی ڈیوڑھی پر بیٹھ کر آنسو بہا رہی ہے۔

اس خیال سے پر ملا کی نسبت رام ناتھ کا جذبہ احترام اور بے قوی ہو گیا۔ اور وہ مستقل مزاج پر ملا کو دل ہی دل میں مرجبا کہنے لگا۔

صبح کی ہوا کے ایک ٹکے جھونکے سے پر ملا کا آنجل نیچے کھسک گیا۔ کنپڑا کا ایک پھول اُس کے پاس آگرا۔ آم کے درخت سے کوئل کوک اُسی اُسیوں کے رس سے تسکین نہ پا کر ایک بھونڈا اُس کی سنبلین زلفوں کے پاس آکر گونجنے لگا اُس کو دور کرنے کے لئے پر ملا نے اپنے سڈول ہاتھ کو اوپر اُٹھایا اور ایک طرف انداز سے ہاتھ کو حرکت دے کر بھونے کو الگ کر دیا۔ ہاتھ کی حرکت سے حسن کی ایک لہر پیدا ہو کر فضا کی طرف چلی گئی۔ اُس وقت ایسا معلوم ہوا کہ رام ناتھ کے کتابی لٹیر کو بیچ ثابت کرنے کے لئے حسن نے اپنے تمام جہاں کو مندر کی ڈیوڑھی پر بیٹھی ہوئی آنسو بہانے والی دوشیزہ کی تذکرہ کر دیا ہے۔

فطرت کے اس پوشیدہ طنز کو نہ سمجھ کر بھی رام ناتھ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہا۔ اور وہ کچھ شرما سا گیا۔ اتنے میں کسی کی درشت آواز سے فضا لنگھ گئی مکان کا دروازہ کھلا بھیا تک چہرہ کھلے بال۔ بیڑھی بھویں۔ سہرخ

آنکھیں۔ کانپتے ہوئے ہونٹ۔ بھاری جسم ایک دھیرے بھر عورت پر ہلاکے پاس گرتی ہوئی آئی۔ معلوم ہوتا تھا کہ گورے رنگ کی گالی اس نازنین دوشیزہ کو ہضم کر جانے کے لئے آئی ہے اُس نے اتنے ہی کزخت آواز میں کہا۔ ”چڑیل! اسی

طرح رو رو کر تو شوہر کو کھرا گئی۔ اب کس کو ہضم کرنا چاہتی ہے؟ لوٹا۔ ڈول لیکے۔

آئی ہے۔ اسی طرح نہایا جاتا ہے؟ اتنا دن اگیا نہیں

کچہری جانا ہے۔ یہ یہاں بیٹھ کر رو رہی ہے۔ یہاں کوئی تیرا شوہر بیٹھا ہوا ہے۔ جو

آئے گا۔ آسنو پونچھ بخت کہیں کی؟ اسی حالت میں اُس کی نگاہ اوپر کی طرف اٹھ گئی۔ رام

ناٹھ اُس فیل تن کو حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ وہ رام ناٹھ کو دیکھ کر لمبا گھونکھٹ نکال کر پیرہن ہٹاتی ہوئی پلٹی گئی۔ پر بلا بھی اپنے معمول

کو مختصر طور پر انجام دے کر گھر چلی گئی۔

میں آپ کو کس نام سے یاد کروں؟ پانچ برس کے نابالغ شوہر نے جب اپنی شدید ترین ریاضت سے ایشور کو راضی کر لیا۔ اور ایشور اُس کے سامنے آکر موجود ہو گئے تو اُس کس بیوہ کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس مجتہد فور سے کس طرح اظہار نیاز کرے۔ آخر غیب کی بات جاننے والے ایشور نے اپنے کس بھگت کی بے اختیاری دور کرنے کے لئے اپنے شکم سے اُس کے گال کو چھو کر اُسے گویا کر دیا۔ لیکن اتنے دنوں کی سخت ریاضت کے بعد بھی مجھے کسی نے کسی طرح کی طاقت سے نہ نوازا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس قسمت زدہ کا سارا کیا دھرا اکارت گیا۔ یہی سبب ہے جو مجھے آج آپ کو یاد کرنے کے لئے الفاظ کے لئے ترسنا پڑ رہا ہے۔ اب یہ کیسی کیا کبھی پوری ہو سکتی ہے؟

میں پندرہ دن سے مندر میں نہیں جاتی۔ میرے چچانے ہدایت کی ہے۔ کہ میں باہر لو جاؤں جاکر نہ جاکر دوں۔ وہ مجھے شک کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ اسی لئے انہوں نے یہ بندش

کی ہے۔ کہ میں چار دیواری کے باہر نہ جاسکوں کی ہے۔ یہ کچھ کیوں کیا گیا ہے؟ اس کی کہانی ذرا تفصیل سے لکھتی ہوں۔

میرے چچا کی ایک داشتہ ہے۔ جس کا حال میری چچی کو بھی معلوم ہے۔ وہ یہاں بھی آیا کرتی ہے۔

ایک روز اُس نے میرے حسن و شباب کی تعریف کی اور مجھ سے ہمدردی ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ ”سندری ایسٹن و جمال ایشور نے فقیری کے لئے نہیں

دیا ہے۔ بلکہ اس سے لطف اٹھانے کے لئے دیا ہے“

اُس روز میں نے اُس کی بات کا کچھ جواب نہ دیا۔ خاموش اپنے کام میں مصروف رہی۔ کچھ دنوں کے بعد اُس نے پھر اُسی قسم کی باتیں کیں۔ اور کسی دولت مند آدمی کا ذکر

کر کے مجھے اُس کی طرف مائل کرنا چاہا۔ میں اُس کی باتوں کو برداشت نہ کر سکی اور میں نے کہا۔ پھر ایسی باتیں کرے گی تو زبان کینچ لوں گی۔ اُس روز سے وہ میری دشمن ہو گئی وہ جب موقع پاتی ہے۔ چچا سے میری شکایت کرنے سے باز

تیرا شوہر بیٹھا ہوا ہے۔ جو آئے گا۔ آسنو پونچھ بخت کہیں کی؟ اسی حالت میں اُس کی نگاہ اوپر کی طرف اٹھ گئی۔ رام ناٹھ اُس فیل تن کو حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ وہ رام ناٹھ کو دیکھ کر لمبا گھونکھٹ نکال کر پیرہن ہٹاتی ہوئی پلٹی گئی۔ پر بلا بھی اپنے معمول کو مختصر طور پر انجام دے کر گھر چلی گئی۔

نہیں آتی۔ اس طرح اُس نے چچا کے دل میں میری جڑائی ذہن نشین کر دی ہے۔ یہی وجہ ہے جو چچا اکثر مجھے تنگ خاندان کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

اب تک میرے چال چلن کے خلاف کوئی ثبوت نہ ملنے کی وجہ سے وہ میرے متعلق کوئی بات طے نہ کر سکتے تھے لیکن آپ کو یاد ہوگا کہ ایک روز میری چچی مجھ پر بگڑتی ہوئی منہ میں آئی اور اُس نے آپ کو کھڑکی کے پاس کھڑا دیکھ لیا۔ اُس نے اس واقعہ کو چچا سے خوب نمک مرچ لگا کر بیان کیا جس سے چچا کے غم و غصہ کی حد نہ رہی۔ اُس روز سے اُنہوں نے مجھ پر نگرانی قائم کر دی۔ جب یہ باتیں میرے چچا کی داشتہ کو معلوم ہوئیں۔ نو اُس کی خوب بن آئی۔ اُس نے میرے اور آپ کے تعلقات کو چشم دید واقعہ کی طرح بیان کر کے یہاں تک کہہ دیا کہ میرے حمل ہے۔ یہ سن کر خاندان کی عزت و آبرو قائم رکھنے کے لئے میرے چچانے طے کر لیا کہ مجھے کسی طرح زہر دے کر مار ڈالا جائے اس تجویز کو سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اگرچہ اس دنیا میں رہ کر میں نے اس کا کوئی لطف نہیں اُٹھایا پھر بھی مجھے اس کے چھوٹے کا پڑا صد مہم ہو رہا ہے۔ پہلے

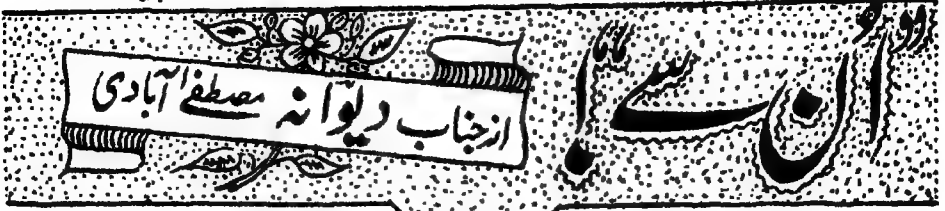
میں نے سوچا کہ یہاں سے بھاگ کر کہیں چلی جاؤں اور کسی طرح اپنی جان بچاؤں۔ مگر خوشخوار جانوروں سے بھرے ہوئے آدمیوں کے اس جنگل میں کہاں امن سے رہ سکوں گی۔ اور اس بے مہربانے وفانمانے میں میرا کس طرح گزربو سکے گا۔ اس لئے میں نے اس خیال کو ترک کر دیا ہے۔ اب میں نے بھی یہ طے کر لیا ہے کہ میں خاندان کی عزت و آبرو و برقرار رکھنے کے لئے زہر کھائوں گی۔ اس طرح

گوجان چلی جائے گی۔ مگر اس تو بل جہائے گا۔

آپ شاید یہ جانتے ہوں گے کہ میں بچپن کی بیوہ ہوں ماں نے مرنے سے پہلے مجھے سہاگن دیکھنا چاہا تھا۔ اسی لئے بچپن ہی میں میری شادی ہو گئی تھی۔ بیاہ کے کچھ ہی دنوں بعد میرے شوہر کا انتقال ہو گیا۔ مجھے اُن کی صورت و سیرت کا کچھ بھی علم نہیں ہے۔ ایسی صورت میں میں کس طرح اُن کو اپنے دل میں جگہ دے سکتی تھی وہ تو یہاں تاں سے بھی زیادہ میرے لئے پُر اسرار اور دور از عقل ہو رہے تھے۔ اس لئے میں کسی کی محبت اور پیاری باتوں کے لئے ترسے لگی۔ میرے دل میں آپ کی دلکش صورت بس گئی۔ اور میں مندر میں جا کر آپ کو پانے کے لئے پوچھا کرنے لگی۔ اس جہنم میں پانے کے لئے نہیں بلکہ دوسرے جہنم میں پانے کے لئے کیونکہ اس جہنم میں تو سہند و بیوہ کے لئے دوسری شادی و صدمہ کے خلاف ہے۔ میں نے آج تک آپ کی طرف پوری نگاہ سے نہیں دیکھا مجھے اندیشہ تھا کہ پاک محبت میں نفسانیت شامل نہ ہو جائے۔ لیکن میرا دل قطب ثنائی سوئی کی طرح آپ کے لئے حرکت کرتا تھا۔

میں اس طرح خط لکھنے کی جرأت کبھی نہ کرتی جو آج کر رہی ہوں لیکن موت کو قریب سمجھ کر دنیاوی تنگ عمار کا خیال دور کر کے میں آپ کے پاس یہ خط بھیج رہی ہوں اگر اپنے دلی خیالات کو آپ تک نہ پہنچاتی تو اطمینان سے اس قالمکے تبدیل نہ کر سکتی جس وقت یہ خط آپ کے پاس پہنچے گا اُس وقت میں چٹائی الگ سے دوچار ہو رہی ہوں گی۔ میرے قصور وں کو معاف کیجئے گا پُر بُد نصیب پر ملا۔

چند خط پڑھ کر رام ناتھ رسکتہ کے عالم میں خاموش آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔



بڑے کیوں مانو!

پریت کی ریت تم کیا جانو!

چارے کی لابی لابی راتوں کو کسی کے خیال میں گزار دینا۔ یا صبح کے دہندے اُجالوں میں کسی بھولے بٹکے راگہر کو مڑک کے کنارے کھڑا دیکھ کر اُس کو اپنا ہی شکستہ انتظار سمجھ لینا اور یہ کہہ دینا کہ کوئی تم سے محبت کرتا ہے اپنے آپ کو ایک غیر معصوم فریب میں مبتلا کرتا ہے۔

محبت ہی ہمارے جیون کی آتما ہے

لیکن وہ تو کسی کو اتنا دیکھ لینے کا نام ہے کہ آنکھیں درد سے پھٹنے لگیں۔ اور اُن کے سفید پردوں میں موتیوں ایسی چمک دکھائی دے جائے!

سکھی! تم ان باتوں کو کیا جانو!

(۲)

تمہیں یاد ہوگا۔

وہ دن جب میں بہت ہی نر اس مٹی

اور میرا دل چاہتا تھا کہ اس پاپ کی نگہی اور نفرت گہر عالم سے منہ موڑ لوں، اپنے ماں باپ، بھائی بہن اور تمام رشتہائیوں و دلفریبیوں کو تیاگ دوں۔

اس زمانہ میں جب میری جیون نیا شباب کے طوفان خیز تلاطم میں جذبات کے تیز دھاروں پر چمکے

کھاتی چلی جا رہی تھی۔ اور ہاتھ میں پتھر نہ تھی

کہ میں نے اُن کو دیکھ لیا

صبح کے صبح اُجالوں میں، کنوئیں کی من پر میں پانی

بہر رہی تھی اور میری چوڑیاں یوں جھنجھار رہی تھیں جیسے منہ میں پوسا کی گھنٹی بچ رہی ہو یا کوئی تھم سڑوں میں استقبالیہ گیت گارہا تھا کہ اُنہوں نے میرے من کے ٹوٹے مندر کو اپنی مورتی سے بسا دیا۔ وہ منیے فوجوالوں کی طرح بغیر نگاہ اٹھائے گذر گئے۔ کہ میں نے اُن کو دیوتا سمجھ لیا۔

تمام مانے ہوئے دیوتاؤں کو چھوڑ کر اپنے لئے ایک دیوتا کی تخلیق کئے گا، یہ نام محبت ہے۔

آخر تم بڑے کیوں مانو!

(۳)

پریت کی ریت تم کیا جانو!

وہ ادھر سے منہ آ رہے ہیں، میں ادھر سے مسند

جاری ہوں!

وہاں پوجا کے دوران میں، میں نے کئی بار نیچی نگاہوں

سے دیکھا کہ وہ مجھے دیکھ رہے ہیں اور جب میں نے نظر

اٹھائی تو اُنہوں نے مسخ پھیر لیا۔ — آخر ایک دن آیا اور

پسنے کی طرح گذر گیا، اتفاقاً ہماری نگاہیں چار ہو گئیں اور

میں نے اُن کو جی بھر اتنا دیکھا کہ میری آنکھوں میں درد ہونے

لگا اور اُن کے پیازوں میں اشکوں کے رنگ کی پریم کی شراب

چھلک آئی لیکن ابھی گرنے نہ پائی تھی کہ شاید اُن کو اس کی

رنگینی کا احساس ہو گیا۔ اُنہوں نے میری جانب سے اپنا رخ

پھیر لیا۔

آہ! — سکھی، اُنہیں یہ احساس ہو گیا کہ میں اُن

سے محبت کرتی ہوں۔ اور اب کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں اُن پہنچ

(میں نے یہ سب ۱۱ ستمبر ۱۹۷۷ء کو لکھا تھا)



(مترجمہ جناب اختر انصاری ایم۔ اے۔)

چند سال کی جذباتی کے بعد اُس سے ملاقات ہوئی۔ اُس کی بے گناہ آنکھوں میں محبت کی بجلی اب تک چمک رہی تھی۔ دورانِ خون کی تیزی نے اُس کے مڑجائے ہوئے چہرے کو ارغوانی بنا دیا تھا۔ اُس کے دل کی حرکت دوری سے سنائی دے رہی تھی ایک حسرت بھری آہ اُس کے دل کی گہرائیوں سے نکلی۔ اور اُس پاس کی ہوا میں بلی کر ارد گرد کی ساری فضا کو المٹاک و لڑاس بنا دیا۔ اُس کی شادی ہو چکی تھی اور اُس کی گود میں ایک بچہ بھی موجود تھا۔ پھر بھی وہ میری طرف اُمید کی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ معلوم ہو رہا تھا کہ اُس کی آہ اور اُس کی بد دعا مجھ کو جوانی کی لذتوں سے محروم ہی رکھے گی۔

وہ میری منگیتہ تھی۔ ہمارے درمیان کئی سال تک رشتہ محبت قائم رہ چکا تھا وہ بلاشبہ مجھ کو اپنا سمجھ چکی تھی ہمارے رشتہ داروں نے سادی بیاہ کا سامان بھی تیار کر لیا تھا۔ یکبارگی میری طبیعت نے پلٹا کھایا۔ اور میرے خیالات نے مدتوں کی تمناؤں اور آرزوؤں کی پریشکونہ عمارت کو ان کی آئین میں نہیں کی برابر کر دیا۔

اگر کسی بیٹے ہمارے سے تمہارا کام پڑ جاتا ہے۔ اگر کسی بددیانت شریک سے تمہارا مساجھا ہو جاتا ہے۔ تو تم جلد سے جلد اُن سے جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہو مگر مجھے یہ مناسب نہیں معلوم ہوا کہ چند دنوں کے بعد

عہد وفا کو توڑ کر اپنی شریک زندگی کو طلاق دینے کے لئے تیار رہوں۔ میں نے اُس کو اچھا نہیں سمجھا کہ ایک عورت کی عمر کے بہترین حصے اور اُس کی پُرارمان جوانی کو اپنی ہوس رانی پر قربان کر دوں۔ رات کو خوشبو کے مزے لے کر گل شبنم کی طرح مسل کر پھینک دوں۔ میں نے اس کو پسند نہیں کیا کہ ایک عورت کی زندگی کے رستے میں ایک گہرائیوں کو دوں۔ اور محبت و رفاقت کے بہانے اُس کو اپنے ساتھ لے کر یکبارگی اُس میں دھکیل دوں۔

میری منگیتہ ان پڑھ تھی وہ نہ لکھ سکتی تھی نہ پڑھ سکتی تھی۔ کیا میرا اور اُس کا نباہ ہو سکتا تھا؟ بیسویں صدی کے ایک تعلیمیافتہ نوجوان کے لئے جس کی بچپن روح تربیت کی گزیدہ اور تہذیب کی مشاق ہو۔ کیا ایسی عورت کے ساتھ زندگی بسر کرنا آسان ہے؟ کیا اس صورتِ حال نے میری جوانی کے ساتھ میری ساری زندگی کو مہرباد نہیں کر ڈالا؟

پیاری! میرا ضمیر ہمیشہ مجھے ملامت کرتا رہتا ہے میری روح سدا حسرت و افسوس کی آگ میں جلتی رہتی ہے۔ اور میرا دل تدامت اور غم کے ناقابلِ برداشت بوجھ سے خون ہوا جاتا ہے۔ تو اپنے موجودہ شوہر پر مجھے ترجیح دے رہی ہے۔ کسی وقت تو نے اپنی خاوندی کے لئے مجھے پسند کیا تھا۔ اور میں نے بھی تجھ سے وعدہ کیا تھا یہ

سب کچھ سچ ہے۔ لیکن مجھ کو نفرت اور حقارت سے نہ دیکھ کیونکہ اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ تو پھر بھی مجھ سے زیادہ خوش نصیب ہے۔ کہ کم سے کم ایک شریک زندگی تو رکھتی ہے۔ اور زندگی کے صبور سے تیری کشتی کو پار لگانے والا کوئی نہ کوئی موجود تو ہے۔ مگر..... میں تو.....!

میں گنہگار نہیں ہوں۔ مجھ کو حقارت سے نہ دیکھ مجھ کو ملامت نہ کہ۔ ان نامراد یوں اور بد بختیوں کی ساری ذمہ داری اس تاریک پردے پر ہے جو تیری جنس کی تعلیم و تربیت پر ڈالا گیا ہے۔ اس میں سارا قصور اس رواج کا ہے۔ کہ لڑکوں کو تعلیم و تربیت دی جاتی

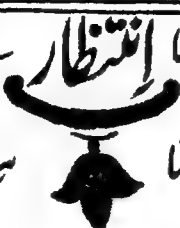
ہے۔ اور لڑکیاں جاہل اور غیر مذہب رکھی جاتی ہیں۔ اور جب دونوں بڑے ہوتے ہیں۔ تو پڑھ لکھنے کے ان پڑھ لڑکیوں کے ساتھ کسی طرح گزارا ہوتا نہیں دیکھتے۔ اور میری طرح الکاروں پر لوٹ لوٹ کر زندگی کے دن کاٹتے ہیں۔

عجبت کے بغیر فانی احساس کو اپنا سفارشی بناتا ہوں۔ اور معذرت کی ساری نعمتوں کو تیری غنیمتیں صبح کی پیش گاہ میں پیش کرتا ہوں۔ اور عہد گذشتہ کے پاکیزہ جذبات کے صدقے میں تیری انسانیت کی بارگاہ سے اپنی معافی کا طلب گار ہوں۔ مجھے ڈر ہے کہ تیری آہ میری زندگی کو برباد نہ کر دے؟ (فارسی)

### بقیہ صفحہ ۱۹

کی منوہرا آنکھوں کو دیکھتی اور پیار کرتی ہوں۔ اُن آنکھوں کو جو بہت سند میں۔ اور محبت کی مے پلایا کرتی ہیں۔ مگر میری یہ تنہا کمی پوری نہ ہوگی۔!! اُنہوں نے اُمیدوں کے زہر بار دامن کو سہارا لے کر یوں جھٹک دیا۔ کہ میری آنکھوں سے مستقبل جدا ہو

کے خوفناک خیال سے آئینہ بہر رہے ہیں۔ میرا دل لرز رہا ہے۔ کاش! اُن کو اس کی دھڑکن کا بھی علم ہو جاتا!! لیکن تم ان تماشوں کا مطلب کیا جانو! نسکھی! اس دور بہار میں میری اُدا سی کا جڑا نہ مانو! خاص دیوانہ مصطفیٰ آبادی



اے ابر بہار آج ذرا اہم کے برسنے انتظار ہے کس کا انتظار کہ خوابِ عدم سے بھی آجائے مر یا ر تو پھر جم کے برسنے (نامعلوم) ہر بار چونکٹتے ہیں آوازِ پاک کے ساتھ (موتی) گزاری میں نے ساری رات یہ کہہ کر وہ اب آئے نہ جانے منتظر تھا نزع میں وہ کس کی آمد کا (موتی) ذرا اے چشم تر تمناؤ ذرا اے دل جگر رہنا (موتی) تیرے بیمار نے مڑ مڑ کے اکثر سوئے در دیکھا (موتی) (موتی)

# تمنا شائے بہار

از جناب مولانا اصغر حسین خالص صاحب نقیر لدھیانوی گوتمنسٹ کالج لدھیانہ

دیکھ اس سال کس انداز سے آئی ہے بہار

کیا ٹھکانا ہے مناظر کی فراوانی کا

دیکھ گنجینہ پنہاں کو اگلکتی ہے زمیں

قافلہ والوں کے سینوں میں جگہ کانتے ہیں

ڈال دی شیشہ گردوں میں شفق نے صہبا

گدگداتی ہے جو شمشاد و صنوبر کو نسیم

کثرتِ لالہ و زگر سے ہے اڑنا مشکل

بالِ الجھائیں ہیں شمشاد میں لویں سنبل نے

سیہر شجارہ کے پتوں میں پھولوں کی جھلک

زلفِ بدروش ہے پیمانہ بکفتِ مساقی

کیا غرض مجھ کو اگر باغ کا یہ عالم ہے

عمر بھر ہو جسے ناکام تمنا رہنا۔

بارہا شعر کی جا لختِ جگہ پیش کئے

اڑھ کر لالہ صحرا کی قبائے گلستا

روئے دریا پہ سجائے ہیں گلوں نے بازار

بھر گیا گوہرِ الماس سے ہر کوہ کا خار

ہو گئی ابر بہاری سے فضا تیرہ و تار

یا اڑاتی ہے گلستان سے صبا گد و غبار

ٹہنیالِ چومتی ہیں آبِ وادوں کو ہر بار

آفتابوں میں چھپے بیٹھے ہیں طائرِ ناچار

جس طرح گیسوئے پُرچِ سرِ دوشِ زنگار

یہاں کہ شلخ کی آغوش میں ہے شعلہ تار

مستِ بخود ہیں لبِ گد وادِ بادہ گسار

دلِ پُر درد کو کیساں ہے فزاں ہو کہ بہار

اس سیمِ بخت کی دانت میں ہے پھول بھی خار

قابلِ داد نہ ٹھہری مری کاوشِ زہنہار



بزمِ امکان سچے تک مراد میں رسا  
بعد مرنے کے جو شہرت ہو وہ مطلوب نہیں  
عہدِ رفتہ کا سماں قلب کو تڑپاتا ہے  
ہے دل زار کا میلان غزل کی جانب  
ایل اقصا کے دل تک ہے رسائی و شوار  
روح غالب کو مبارک یہ خوشی زیرِ مزار  
آج کل ہمارے سینے میں کہاں ضبط و قرار  
صحیح گلزار میں سن سن کے نواہائے ہزار

## غزل

پردہ گل میں نہاں ہو کے ہزار آئے بہار  
حسنِ خوبی میں صباحت میں دل آرائی میں  
غم کی صحت سے لرزتے ہیں خوشی کے لشکر  
برگِ حیرت نہ وہ انسانِ فضا مرغِ خموش  
بوئے گلِ باغ سے نکلی ہے کے ڈھونڈنے کو  
دل وہ قائم نہ رہا حسنِ الفت تھی چہ  
ہم نوا ہجر کے ماروں کو مغرض کیا اس سے  
تو اگر باغ میں آجائے تو شربِ عجب بہار  
تیری تصویر سے ملتا ہے سراپائے بہار  
میں تو آجاؤں تو گلشن سے نکل جائے بہار  
میرے اُجڑے ہوئے گلزار میں کیا آئے بہار  
عالمِ غم میں کسے شوقِ تماشا آئے بہار  
سروہ باقی نہ رہا جس میں تھا سودائے بہار  
گلشنِ دہر میں سو بار یو نہی آئے بہار

حسرتیں بیگئیں آنکھوں سے لبوں کے نظیر  
سیرِ گلشن کی ہوس ہے نہ تمنا آئے بہار

خاص



## (از جناب خلیل بی۔ اے۔)

سہیل جہدار بد وضع سا اُدھیٹر کا آدمی تھا سیاہ رنگ کے مخروطی چہرے پر چند نیم سفید بال اور چھوٹی چھوٹی آنکھیں اُس کی ہنیت کدائی میں اصفافہ کر رہی تھیں۔ وہ خالی رنگ کیلون مٹایا جامہ پہنے ہوئے تھا جس کے اوپر سے اُس نے جرابیں پہن رکھی تھیں۔ ایک مضبوط سی جھڑی ہاتھ میں لئے ادھر ادھر ہر ایک مزدور کو اٹھاتا پھرتا تھا۔ وہ ایک رخت کے سائے کے نیچے کچھ دیر سنانے کے لئے ٹھیر گیا۔ اُس نے اپنی غبار آلود انگلی سے اپنی پیشانی سے پسینہ لٹچھا اُدھیٹر جب میں سے سگریٹ نکال کر سلگایا وہ کش پکش لگا رہا تھا۔ لیکن اُس کی حریص نگاہیں کثیف گہرے سے نکل کر مزدوروں کی اک اک حرکت پر پڑ رہی تھیں۔ اگر کوئی مزدور کہیں جھک کر کاٹا بھی لگاتا تو وہ دوڑا ہوا جاتا کہ شاید اُسے کوئی چیز ملی ہے۔

سہیل جہدار افسر کے کمرہ میں داخل ہوا اور فرشی سلام کر کے ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ افسر نے ٹھکانہ لگے مشکوک انداز سے کہا۔

”سہیل آج پورے دو دن ہو گئے ہیں۔ لیکن کوئی چیز برآمدگی کے کاغذات پر درج نظر نہیں آتی۔ میرے خیال میں تمہاری غلط نظریں کسی کو کوئی چیز چھپانے کی اجازت

آج سے اڑھائی برس پہلے مصر میں آثار قدیمہ کی کھدائی شروع تھی۔ جھوٹوں اور بیونوں کی آواز سے فضا گونج رہی تھی جنگل میں چلنے والے مسافر آواز آنے والی سمت ایک غلط انداز نگاہ ڈالتے اور پھر چلنے میں مشغول ہو جاتے۔

کھدائی دریائے نیل کی بائیں جانب ٹیلوں میں ہو رہی تھی۔ مصری حکومت کا افسر اعلیٰ ایک مختصر سی کوٹھری میں بیٹھ کر ٹیلوں سے کچھ فاصلہ پر نظر آرہی تھی۔ بیٹھا ہوا تھا۔ سامنے میز پر بہت سے کاغذ بکھرے ہوئے تھے۔ جس پر روزانہ کھدائی اور مختلف چیزوں کی برآمدگی درج تھی۔ وادنی نیل کی بائیں جانب کا نقشہ اُس کے ہاتھ میں تھا جس پر اُس کی نظریں بیوست ہو چکی تھیں کوٹھری کے کھلے دروازے پر ایک چنی آویزاں تھی۔ جس کی تبدیوں میں سے اُس کی سمت ناگ لگا ہوا چھپ چھپ کر نکلتی اور سامنے والی چھوٹی سی دُنیہ پر جو کہ ہزاروں مزدوروں پر مشتمل تھی پڑتیں اور اسی راستے سے واپس لوٹ کر پھر اُنہی کاغذات پر بیوست ہو جاتی تھیں۔

افسر نے دو تین بار میز پر ہاتھ ٹپکا جس کے جواب میں ایک پست قامت مصری ملازم حاضر ہوا اُس نے بغیر اٹھائے سہیل جہدار کو بلانے کا حکم دیا۔ خادم کو رنش بجالایا اور رجعت قہقہری کہتا ہوا باہر نکل گیا۔

ہنیں دیتی ہوں گی یہ

سہیل کی رنگیں اپنی تعریف میں کہ سپرٹک اسٹین۔ وہ  
بھولا ہڑا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو سینیٹے بغیر کہا۔

منجانب میں ہر بات میں احتیاط اور سختی سے کام لیتا ہوں۔ لیکن آج ایک مزدور نے غیر معمولی طور پر جرأت کرتے ہوئے۔ چھوٹے سے بُت دینے میں انکار کیا۔ میں نے ڈانٹ ڈپٹ بتائی۔ پیار سے بھی کام لیا۔ لیکن

افسر نے اُسے بلانے

کاحکم دیا۔ تھوڑی دیر

کے بعد ایک مزدور میلے  
کھیلے کپڑوں میں اندر داخل

ہٹوا۔ اور سلام کر کے ایک

طرف کھڑا ہو گیا۔ اُس کی بڑی

بڑی سیاہ آنکھوں میں طمانیت کی

بہری دوتہ رہی ہیں۔ وہ حسین تھا۔ گے و آلود

چہرے میں ایک دم لھی جو دیکھنے والے کو بے تاب کئے دیتی

تھی۔ انہوں نے انہوں میں خوف کی ایک روشنی بھی نظر نہ آتی تھی۔

ایسی ہی۔ وہ کارے پیسے کی لمائی لٹاے والا۔ بعد اُسے کیا  
ڈر ہو کہ اتنا وقت تنہا کہتے ہو، یہ تو کلامِ بڑا

کس لگاڑ سے کہتا ہے؟

یہاں سے لے کر اس کے ساتھ ساتھ کمالی طور پر پیدا ہونے کا  
 احتمال ناممکن تھا۔ اور نہ اس سے پہلے کہ اس کے

بارنگا بیوہ سے دیکھو اور کہو:

”شہزادہ نامہ“

”پہا“

”کیا تم نے وہ مجسمہ جو ہمیں کھودتے وقت ملا تھا۔  
 دینے سے انکار کیا؟“

”ہاں“  
”کس گھنٹہ پر“

”دل کی دنیا — اُس کی اتھاہ گہرائیاں“

افسر جس کے دماغ میں مزدور لڑکی کم وقعتی اور بے

لُبَاعِ عِثِّی کا خیال سما یا بڑھ اٹھا۔ اس بے پاکانہ

جواب کو سن کہ اُس کا چہرہ غصہ سے

تمت اسٹا۔ اور بولا :-

”کیا تم نے مزدوروں کی

مشار

صف میں داخل ہونے

سے پہلے یہ وعدہ نہیں کیا

سفا که جو چیز می زمین  
سروستان را به دست آورد

تکسیر میں یہ رسم الگ

میں نے کہا: تم سبھی صورت میں بی مالک  
 نہیں سمجھے جاؤ گے۔

”احساسات اور قوت

کے بدلے میں صدیوں کی ضرورت

یوں کہ تی اس میں لمحہ بہ لمحہ تغیر ہوتا رہتا

بے شک میں نے اپنی مرضی سے وعدہ کیا تھا۔ اور

نی سے ہی توڑ رہا ہوں؟

قانون تو ایک طرف نہیں

انسان مجبوراً اذنا ہے۔ اس کے ضمیر اور بیرونی

۱۰ میں جنگ چھڑی رہتی ہے۔ کبھی ضمیر غالب آتا ہے

انسانی مہیجیات حکمران ہوتے ہیں۔ آپ چاہتے ہیں کہ

لیکن تصویر میری ہے اور میری ہی رہے گی۔“

ہ کیا مجھے تصویر دکھاسکتے ہو؟

پہانے اپنی بائیں جانب سے ایک میلے کپڑے کا بنڈل سا لٹکا لایا۔ جوں جوں وہ تہوں کو کھول رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں کی چمک زیادہ ہو رہی تھی۔ چہرے کا رنگ اڑ رہا تھا۔ کیفیات قلبی کی داستان چہرے پر نمایاں تھی۔ اُس نے آہستہ سے وہ تصویر افسر کے ہاتھ میں دے دی۔ وہ ایک عورت کا چہرہ تھا۔ جس نے نازک میں ایک منتخب تصویر یعنی کسی باکمال مصوٰ کا شاہکار معلوم ہوتا تھا۔ تصویر کی جلد کی رنگت قدرتی معلوم ہوتی تھی۔ بڑی بڑی آنکھوں میں مایوسی ٹپک رہی تھی۔ تصویر بے جان تھی۔ لیکن زندگی کے رشحات اور جذبات نمایاں تھے۔ یہ ایک راز تھا۔ اور تصویر اس راز کو افشا کرنے کی بے سود کوشش کر رہی تھی۔

افسر نے شکست خوردہ سپہ سالار کی طرح تصویر کو واپس کر دیا۔ اور کہا: ”کچھ عرصہ کے لئے تم اسے کھو لیکن یہ زبردستی چھینی جائے گی۔ اور تمہیں اس راز کو افشا کرنا پڑے گا۔“

پہانے نے سناں سنا کر دیا۔ وہ تصویر کو پیٹے ہوئے پڑ پڑا رہا تھا۔ ”تصویر تو میری ہے اور میری ہی رہے گی۔“ اس وقت تم جاؤ۔ لیکن بہت عرصہ تک یہ مجسمہ نہیں پاس نہیں رہے گا۔“

”آپ کو مجھ سے دو چیزیں جبریہ چھینی پڑیں گی ایک میری جان اور دوسری یہ تصویر اور غالباً پہلے جان“ یہ الفاظ کہتا ہوا پہتا ہوا باہر نکل گیا۔

(۲)

آج شاہ مہر کے دربار میں خلاف معمول اجتماع تھا۔ اس عجیب و غریب مقدمہ کی شہرت شہر بھر میں ہو چکی تھی۔ بازار تو ”جتنے منہ اتنی باتیں“ بنا ہوا تھا۔

”وہ بُت دینے سے کیوں انکار کرتا ہے؟“  
”غالباً وہ کسی دیوی کا بُت ہوگا۔ اس لئے دینے سے انکار کیا!“

”شائد وہ خود بُت تراش اور مصوٰ ہو۔ اور ایسی تصویر کی تلاش میں ہو جو اُس کی پرستیدہ جذبات ہو سکے اور اُس کی مصوٰ کا آخری مطلع نظر ہو۔“  
”اگر اُس نے بُت کو حکومت کے حوالے نہ کیا تو نتیجہ بُرا ہوگا۔“

”ہاں بڑے بُت کی بھینٹ چڑھا دیا جائے گا۔“  
اکثر خوش فکدے جوق در جوق دربار کی طرف بڑھے جا رہے تھے۔ اور اپنے اپنے قیاس کے مطابق چیمگیوٹیا اور فیصلے کر رہے تھے۔

سب سے پہلا مقدمہ یہی تھا۔ دربار میں تل رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ پہتا باجو لال دربار میں پیش کیا گیا۔ ہر ایک شخص کی آنکھیں اُس پر لگی ہوئی تھیں۔ وزیر عدالت نے جرم کو مخاطب کر کے کہا: ”کیا تم نے افسر آتار قیہ کو ایک بُت جو تمہیں زمین کھودتے ہوئے ملا۔ دینے سے انکار کیا؟“

پہانے افسر کو جو اُس کے بائیں طرف بیٹھا تھا۔ مطہش نظروں سے دیکھا۔ اور کہا: ”ہاں۔“

”کیا تم نے اس فرصت کے لمحوں میں اُس کی پاداش کو سوچا ہے؟ کیا تم اب بھی اُس بُت کے دیے میں انکار کرتے ہو؟“

پاداش کا خیال عبث ہے۔ میں صرف بُت کے دینے سے ہی انکار نہیں کرتا۔ بلکہ اب میں اُس کی ایک جھلک دکھانا بھی گوارا نہیں کروں گا۔“  
وزیر عدالت نے کچھ لکھنا چاہا۔ لیکن کچھ لمحوں کے

لئے اُس کا ہاتھ رک گیا۔ دربار میں سناٹا چھا گیا۔ ہر ایک اس کھکھل کی کھلی رہ گئی۔ ہر ایک سانس فیصلہ ہونے کے اشتیاق میں خاموش ہو گیا۔

وزیر عدالت نے اُنکے کہہ سنا کو غداری کے جرم میں بڑے بت کی بھینٹ چڑھنے جانے کا حکم سنایا۔ مجمع میں ایک خفیف سی حرکت ہوئی طرف دیکھے بغیر آہستہ آہستہ نکلنے شروع ہو گئے۔

قربانی کی تاریخ اگلے مہینہ کی پندرہ مقرر ہوئی ایسے جرموں کے واسطے حکومت نے ایک علیحدہ زندان تیار کر دیا تھا۔ جس میں پندرہ بھی پرنہ مار سکتا تھا۔ اور دروازوں کی آنکھیں جرم کی ہر ایک حرکت کو گھورتی رہتی تھیں پرتا کے لئے یہ گھڑیاں نہایت کھنٹھن تھیں۔

وہ اُس وقت کا اندازہ لگانا نہیں چاہتا تھا۔ کبھی وہ موت اور زندگی کے درمیان وقفہ کو چھپس برس تصور کرتا اور کبھی پچیس لمے۔ موت کا خیال اُسے پریشان کر رہا تھا۔ اُسے یہی فکر کہ یہ جین بُت کہیں غیر حرم ہاتھ میں نہ پڑ جائے۔ کھائے جا رہی تھی اُس کا اکثر وقت دیوار پر لٹکی باندھے گذرتا۔ اُس کی نگاہوں نے زندان کی دیواروں پر اپنی گزشتہ زندگی کے واقعات حرف بہ حرف کھدائے وہ کبھی ہنستا کبھی روتا۔ لیکن وہ دیوانہ نہ تھا۔ وہ اپنے آپ سے باتیں کرتا۔ لیکن وہ مضبوط الحواس نہ تھا۔ اس زندان کے جرموں کی خدمت کے لئے نقاب

پوش عورتیں مقرر کی جاتی تھیں۔ جو نہایت احتیاط سے اُن کی نگہداشت کرتیں۔ مثلاً اُن کو خود کشی سے باز رکھنا۔ نفیس کھانا کھانا۔ زیادہ غمگین نہ ہونے دینا اور دراصل یہ سب باتیں بڑے بُت کی خاطر ہوتیں۔

پرتا کی پچیس روزہ زندگی کے چوبیس دن گزر گئے آج آخری دن تھا۔ وہ بے تاب تھا۔ اُس نے اس حین مجسمہ کو سینے سے لگالیا اُسے اب تک یقین نہ آتا تھا کہ یہ مجسمہ سے جدا ہو جائے گا۔

آہ! انسانی فطرت! کچھ عرصہ کے لئے دوست ہمارے پاس ٹھہرتا ہے۔ اور ہماری حیات کے اکثر لمحے اسی خیال میں گزرتے ہیں کہ وہ ہم سے کبھی بھی جدا نہ ہوگا۔ لیکن جب جدائی کی گھڑی کی خبر ملتی جاتی ہے تو گویا اُسے کسی نئی اور ان ہونی خبر گئی۔ اُس وقت اُسے اپنی دھوکا دینے والی فطرت قابو ہو کر جسہ قول کا خون کرتا ہے۔

”آہ! صرف ایک رات باقی۔ غلط بالکل غلط مجھے تو اس کا خیال بھی نہ تھا۔“ ہر گز نہیں ہو سکتا۔ ہم دونوں اکٹھے رہیں گے۔ زندگی اسی کلام ہے۔ آہ موت کے بعد زندگی پرتا کے یہ مجذوبانہ فقرے زندان کی دیوار میں جڑ کر رہی تھیں۔ آج خدنگار عورت پرتا کے پاس نہیں آئی۔ لیکن

ایسا کمر کیسے کھول سکتا ہے  
اساتہ بیسویں صدی پندرہویں پنی پنی طلب کرنے کی بجائے  
پندرہویں صدی پندرہویں پنی پنی طلب کرنے کی بجائے  
اس طرح آپ دی پنی کے زائد خراج سے چلتے ہیں  
اپنا پندرہویں صدی پندرہویں پنی پنی طلب کرنے کی بجائے  
کی اطلاع دی  
دھوکا دینے والی فطرت  
قابو ہو کر جسہ قول کا خون کرتا ہے۔  
”آہ! صرف ایک رات باقی۔ غلط بالکل  
غلط مجھے تو اس کا خیال بھی نہ تھا۔“ ہر گز نہیں  
ہو سکتا۔ ہم دونوں اکٹھے رہیں گے۔  
زندگی اسی کلام ہے۔ آہ موت کے بعد زندگی  
پرتا کے یہ مجذوبانہ فقرے زندان کی دیوار میں جڑ  
کر رہی تھیں۔ آج خدنگار عورت پرتا کے پاس نہیں آئی۔ لیکن

پر ایک خوف سلاطنت بھی لگایا گیا کوئی شخص بوجہ ڈال رہا ہے۔ وہ  
سائنس روک روک کر اُس خوف سے نجات حاصل کرنا چاہتا  
تھا۔ لیکن اُسے یہی خیال کہ یہ مٹاؤ مجرم نہ ہو۔ گھٹا رہا تھا  
لیکن وہ اپنے متعصب مانع کو قانون کی شعاع دیکھتا تو اُسے  
صاف مجرم پاتا۔ لیکن اُس کے دل میں وہی چور سا بیٹھا ہوا تھا  
جو اُس کے جی کو بے ادبی کر رہا تھا۔

پیاروں نے سسکھ اور سینگ پہنکنے شروع کر دیئے  
 لغات سے پرچٹ پڑی۔ پھول کی ٹوکریاں پر پا پر بچاؤ کی گئیں  
 اور دو جلا تیز چھریاں لاتھ میں لئے آجودھوٹے۔ پہرہ کی  
 سکوں ریزنگاہیں ایک دفعہ پھر تمام کمرہ کی اشیاء کا جائزہ  
 لے گئیں اور وہ آہستہ سے بت کے چرنوں میں لیٹ گیا بائیس  
 چابری نے زعفران اور مشک سلگلا دیا اور جلاؤں کو اپنا کام کرنے  
 کا حکم دیا

قبل اس کے کہ جلاؤں کی چھریاں پر تاکا کاٹ کر رکھ دیں۔ بڑے پیاری لے بیاہ ہاتھ بلند کیا۔ اور کہا:-

”ٹھیک رہی انہیں۔ اگر پرہیزگار کے بدن پر کسی نے زخم کا نشان ہے تو وہ کسی صودے میں بھی قربانی کے لئے جائز نہیں ہو سکتا۔“

زخم کا نشان ڈھونڈ گیا۔ اور اُس کی رہائی کا حکم برسر  
اجلاس سنایا گیا۔ پر مائے اطمینان کی سانس لی اور اُس  
مُجھلی کی طرح جو ابھی گِر کے پنجے سے نکل کر پھر پانی میں چلی گئی  
ہو۔ وہ بحریات میں ڈوبتا ہوا بے تحاشہ دربار سے باہر کہ  
بھاگ نکلا۔ ایک برقی طاقت اُسے بھگائے لئے جا رہی تھی  
وہ موت سے ہراساں نہ تھا۔ اس غیبی کی جذباتی کا خیال  
اُس کے قصر حیات کو سمیٹا کر لے کے لئے کافی تھا۔

وہ انسانوں سے دور بھاگ جانا چاہتا تھا۔ وہ ہر ایک کو دھمکا رہا کہ اگر اس کا نام نہ لیا جائے گا تو اس کی زندگی ختم ہو جائے گی۔

پرسا کیے دماغ سے وہ اُتری ہوئی تھی۔ اُس نے اُس کی طرف  
کبھی توجہ نہیں دی تھی۔ لیکن اُس نے کئی بار دیکھا تھا کہ اُس  
کے قدم کو ٹھری سے نکلنے وقت لڑکھڑکھاتے تھے۔ پر اُس کو اس  
کے سوچنے کی فرصت نہ تھی وہ اپنے خیالات میں مگن تھا۔  
صبح معمول آفتاب غروب ہوا۔ رات چھا گئی۔ لیکن آج  
کی رات اور دوسری راتوں میں فرق تھا۔ زندگی اور موت کا  
فرق ————— پرانا اُس بت رہا کو چڑھتے ہوئے  
بے ہوش ہو گیا۔

نقاب پوش رات کے وقت داخل ہوئی۔ وہ بیت لے کر  
 رونچکھ ہو گئی۔ اور ساتھ ہی بائیں بازو پر چاقو سے ایک زخم  
 لگائی گئی۔ سپید تپے حرنے پر مالک موت کی سیاہی دکھائی۔  
 وہ حزان و ملال کی حد سے گزر چکا تھا۔ وہ یہ معلوم کر کے کہ  
 وہ بیت اُس کے سینہ پر نہیں زرا بھی نہ گھرایا۔ گویا وہ چیز  
 اُس کے پاس تھی ہی نہیں۔

جلاد کشاں کشاں اُسے قربانگاہ کی طرف لے چلے۔ وہ  
مُڑھبائے بکری مدافیانہ کوشش کے ساتھ جلا آ رہا تھا۔  
چہرے پر اطمینانِ برس رہا تھا۔ وہ یک لحظ چونک اٹھا گویا  
کوئی چیز معمولِ آبیاسے۔ لیکن پھر فوراً ہی سنبھل گیا۔ گشدہ چیز  
کے ملنے کی طرح پھر اسے تسلی ہو گئی۔ اب اُس کا ذکر کرنا فضول  
تھا۔ وہ چیخ و پکار کیوں کرتا؟ وہ اپنی بے گناہی کا ثبوت دیکر  
اپنے نفس کو دوپکا کیوں دیتا؟ منہ کے بٹسے مکرے میں وہ  
داخل ہوا۔ تمام لوگوں نے بٹسے کی تعریف میں جے کے  
نعرے بلند کئے، بٹ کے سامنے دور دراز بجاری ایسے ایسے سیاہ  
چُفے پیسے کھڑے تھے، منتروں کے کاغذات ہاتھ میں لئے کھڑے  
تھے۔ لوگ فیصلہ سن کر تو غصیلین ہو گئے تھے۔ لیکن آج اکثر  
باشاش تھے بہرماکی ہر ایک حرکت کو بغیر غور دیکھ رہے  
تھے۔

دور سے ہونے گوشت کی مانند پھینک آنا چاہتا تھا۔  
اُس کی رفتار میں ابھی تک کمی نہ ہوئی تھی۔ کہ ایک نازک مگر  
مضبوط ہاتھ نے دوڑ کو اُسے پکڑ لیا۔ وہی نقاب پوش عورت  
جو پہلے کی خدمت کے لئے مامور تھی۔ اُس کے نقاب میں تھی  
اُس نے پہلے ناکو اپنے گھر چلنے کی دعوت دی۔ پرنا کے  
سر پہ گویا کسی نے لاکھوں من کا بوجھ رکھ دیا۔  
ندی کے چلتے ہوئے دھارے کو یک لخت  
روک دیا گیا۔ وہ دل کو مسوس رہا تھا۔  
لیکن اُسے نجات کا طریق سمجھ میں نہ آتا  
تھا۔ اس سوچ بچار میں سچیدانی کا  
پہرہ تھوڑا سا سرک گیا اُسے  
اس عورت کی مشفقانہ خدمت  
یاد آگئی۔ اور اُس کے ساتھ  
چلنے کے لئے تیار ہو گیا۔ وہ  
تنگ گلیوں سے ہوتے ہوئے ایک  
مختصر مکان میں داخل ہوئے۔  
”کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ آپ  
آج رہائی پانے کے باوجود اس طرح  
کیوں بھاگے جا رہے ہیں؟ گویا نوع النسا  
سے متفرق ہیں“

”میں اپنے سے متفرق ہوں۔ بندوں سے روٹ گیا ہوں  
مجھے تمام کائنات بیگانہ معلوم ہوتی ہے۔ میرا خیال تھا کہ  
قدرت کا اہل قانون مجھے گود میں لے کر مٹائے گا۔ اگر آپ  
نہ روکتیں تو اس وقت تک  
بندوں سے روٹ جانا جو اندری نہیں موت کی تلاش  
کرنے اپنے آپ کو جہنم میں دھکیلتا ہے۔ کیا آپ اس مجسمہ  
کا راز افشا کر سکتے ہیں۔ کیا میرا زہ میری طاقت، میری

جان آپ کے اس غم کے ازالہ میں کام آ سکتی ہے۔ میں اپنی  
خدمت کا عرصہ نہیں مانگتی بلکہ محرم راز ہو کہ بار منت سے  
ہمیشہ ممنون رہنا چاہتی ہوں۔“

”ہاں! میں ضرور بتا دوں گا۔“ یہ کہہ کر اُس نے گریبان  
میں ہاتھ ڈال کر اپنی معبودہ حیات کو باہر نکالا۔  
اور پرہیزگار آنکھوں سے گویا ہٹوا۔ ”میں ضرور  
بتا دوں گا۔ میں جان سے زیادہ عزیز راز  
کو آپ کی غیر معمولی خدمت اور محبت  
کے صلہ میں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا  
ہوں۔ میں مرنے سے پہلے سب سے بڑی بات  
آپ کے حوالہ کر دوں گا۔ اور  
پھر اس راز کو میرے ہونٹ  
کبھی نہیں دہرائیگی۔ اگر آپ  
میرے بعد اس راز کو افشا  
میں کر دیں تو میری روح ہرگز  
استقام کے لئے قابل ہوگی  
میں ضرور جو کچھ میرے دل میں ہے کہہ  
دوں گا۔“

عصہ ہوا میں اور سوشیل ہنڈرٹن  
کے شمالی حصہ میں رہا کرتے تھے۔ ہماری دوستی  
کی ابتدا تعلیمی درگاہ سے شروع ہوئی اور ہم ایک جہان  
دوقالب مصداق ہو گئے۔ بیشک وہ حسین نقار چاندنی  
رات میں پہرہ پوشی کھینچے گا سناں اور اُس کے سنہری  
باؤں کا چمکنا مجھے اب تک یاد ہے آہ! اُس کی بڑی  
بڑی آنکھیں جن کو میں نے اُلفت سے لبریز سمجھتا تھا۔ بعد  
میں نہ ہر بلبل ثابت ہوئیں۔ اکثر اوقات اُس نے مجھے سفر  
زندگی کے ساتھ دیے گا اپنی لفظی سے یقین دلادیا۔ زمانے



کی دلفریبیوں اور دلچسپیوں کو اُس نے کئی بار ”بے حقیقت“ جیزیں کہا۔ لیکن آہ وہ سب کچھ بھول گیا۔ اُس کی بڑی بڑی آنکھوں کی حقیقت مجھ پر ظاہر ہو گئی۔ اُس نے میری کتاب زندگی کا شیرازہ بکھیر دیا۔ وہ سنہری درق اُس کے ہاتھوں سے پُر نہ ہوئے۔ اُس نے میری خوشی کو پا مال کر دیا۔ ”تعلیمی زندگی کا آخری سال تھا۔ مجھے کانتی! آہ حسین کانتی“

”آپ خاموش کیوں ہو گئے۔ ازراہ عنایت میرے شوق کو طول نہ دیجئے“

”ہاں! مجھے کانتی سے آنکھیں چار ہونے کا اتفاق ہوا۔ ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتی تھی لیکن حسین اس قدر تھی گویا آسمان سے چاند اُتر آیا تھا۔ وہ صنفِ نازک کی ایک جیتی جاگتی تصویر تھی۔ میں اُس کو دیکھتا تو روح جاگ اُٹھتی تھی۔ محبت کی کاوشیں بھی شروع ہو گئی۔ راتیں آنکھوں میں گزر جاتیں۔ اور کانتی کا دھیان ہر وقت بیقرار کرتا۔ ایک دن کانتی پھول چڑھا کر واپس آ رہی تھی۔ وہ دیوی تھی جس کے قدموں پر میں دل بھینٹ کر چکا تھا۔ میں نے کانتی سے سب کچھ کہہ دیا۔ لیکن کہنے کے بعد یہ معلوم ہوا گویا کچھ بھی نہیں کہا۔ میں نے اس ملاقات کا ذکر سوشیل سے بھی کیا۔ اُس کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اُٹھی جس کو میں اُس وقت نہ سمجھا۔ اکتھب نے میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی۔ اب میں اس واقعہ کو یاد کرتا ہوں۔ تو حقیقت کو بے نقاب پاتا ہوں۔ مجھے اس مصیبت کے دوا میں معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے خفیہ کانتی کے لئے کوشش کر رہا ہے۔ اُس نے کئی دفعہ مجھے کانتی کے ہاں جانے سے پہلے بنا کہ روک لیا۔ لیکن یہ چیزیں ابھی محبت کو نہ رک سکیں۔ دن بدن کانتی کی محبت بڑھتی گئی۔

اور اُس کی تصویر میرے دل میں گھر کر گئی۔ مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ صرف میں ہی نہ تھا۔ بلکہ کانتی کی محبت جتنے کے لئے دو تھار باز بساط بچائے بیٹھے تھے۔ سچی محبت کی فتح ہوئی۔ بازی میرے ہاتھ میں رہی۔ سوشیل کے متعلق اب بھی میرے دل میں ذرہ بھر کدورت پیدا نہ ہوئی۔ بلکہ اُس نے اپنی چب زبانی سے مجھ پر یہ ثابت کیا کہ اس محبت کی فتح کا باعث میں ہی ہوں۔

”میری کانتی سے شادی ہو گئی۔ اس عرصہ میں سوشیل میرے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ آہ! مجھے بعد میں معلوم ہوا۔ کہ وہ اب میرے لئے نہیں آتا تھا۔ بلکہ کانتی کے لئے۔ میں نے کانتی سے اُس کا تعارف بھی کر دیا تھا۔ اور اُس کے پس پشت کانتی کے سامنے اُس کی بہت تعریف کی۔

ایک دن راز کا انکشاف ہوا۔ میں اور سوشیل بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ کانتی بھی اندر آ گئی۔ اُس وقت میرے سامنے رمان کا ایک قلمی نسخہ رکھا تھا۔ میں اٹھا کر پڑھنے لگا۔ اور رمان کا سیتا کو پرے جانے والے باب میں مستغرق ہو گیا۔ میں نے اچانک آنکھ اٹھا کر دیکھا تو سوشیل کو کانتی کے ساتھ آنکھوں میں باتیں کرتے پایا۔ میں نے حقیقت کو پوری طرح بے نقاب کرنے کی خاطر دیکھا ان دیکھا کر دیا سوشیل کو اور جرأت ہو گئی۔ میں عہد سوشیل کے آدے کے مقرر وقت سے چند منٹ پہلے باہر نکل جاتا۔ اور اُس کو کانتی کے ساتھ اکیلے بیٹھے کا موقع دیتا۔ ایک دن میں نے سوشیل سے کہا۔ کہ میں تین چار دن کے لئے باہر جا رہا ہوں کانتی اکیلی ہوگی۔ کبھی کبھی اُس کے پاس ہوتا۔ اُس کا چہرہ بٹاش ہو گیا۔ وہ مجھے گاؤ دی اور احمق سمجھتا تھا۔ میں بھی اُس کے سامنے گاؤ دی بنا جاتا تھا۔ میں مصافحہ لے کر چلا گیا۔ دراصل مجھے کہیں بھی نہ جانا تھا۔ میں صبح کانتی اور سوشیل



سے رخصت ہو کر لوگوں کی نظروں سے چھپ رہا اور اسی دن شام کے وقت واپس لوٹا۔ میں دبے پاؤں اپنے مکان کی پچھلی کھڑکی کی طرف گیا۔ اور ایڑیوں کے بل کھڑے ہو کر میں نے دیکھا کہ سوشل کانتی کے ساتھ بفلگیر ہونے کی بیسٹ کوشش کر رہا ہے۔ لیکن میں اُس وقت غصہ سے اندھا ہو رہا تھا۔ مجھے یہی نظر آیا کہ دونوں بفلگیر ہو رہے ہیں۔

یہ محبت مل گیا۔ قدرت نے دل بہلانے کے لئے سامان مہیا کیا۔ لتھتھب کہے یا کچھ اور۔ اس بت میں مجھے کانتی ہی نظر آنے لگی۔ وہی بڑی بڑی آنکھیں وہی پتلی سی ناک وہی معجزیاں لب۔ میں نے مجتہد کو سینہ سے لگا لیا۔ اور اس کو حکومت کے ناپاک ہاتھوں میں دے دیے پیر میرا دل رضامند نہ ہوا۔ یہ تھا راز جو میں آپ کے سپرد کرے تاہوں۔ اب مجھے قاتل اور خونی کو اپنے مکان پر بہت دیر نہ رکھیں۔ مجھے دور بھاگ جانے دو۔

## بیسویں صدی

کی سالانہ قیمت مبلغ دو روپے اس قدر کم رکھی گئی ہے کہ آپ اسے باسانی خرید سکیں آپ کی ذات سے ہمیں پوری پوری توقع ہے کہ آپ دو روپے بدریغ منی آرڈر بھیج کر "بیسویں صدی" کی سرپرستی قبول فرمائیں گے "میجر"

رسالہ بیسویں صدی میگزین لاہور

میں نے کمر سے خنجر بے نیام کیا۔ آہ! غصہ کی ابتدا جنوں ہے۔ میں فوراً کھڑکی کی راہ سے اندر کودا۔ دونوں کے سینے میں خنجر گھونپ کر وہاں سے فرار ہو گیا۔ اور اس جگہ پہنچ کر اپنے آپ کو مٹانے کے لئے ڈال مزہ زوروں میں شامل ہو گیا کانتی کا داغ بھلا میرے دل سے کیسے مٹ سکتا تھا۔ سوشل کی طرف سے مجھے تسلی ہو گئی تھی۔ اگر انتقام کا موت سے بھی بدتر ذریعہ ہوتا تو میں اُس پر استعمال کرتا۔ اُس کو کچھ کر دار تک پہنچانے کے لئے میرے خنجر نے خوب کام کیا تھا۔

اٹاکہ! ٹھیرے! کانتی کا تاجر وفاداری کا ثبوت دے گی۔ وہ ہرگز انتقام کے لئے بیقرار نہیں ہے۔ وہ اپنی محبت کا ثبوت لے کر آپ کے سامنے پرے مایہ کانتی! موجود ہے۔

کانتی! خدا کا شکر ہے میں اپنی محبت اور عصمت کو ثابت کرنے کے لئے اُس زخم سے بچ رہی۔ لیکن آپ کے بغیر زندگی وہاں جان تھی۔ پتہ لگاتی ہوئی یہاں پہنچ گئی۔ پیر ماہ۔ کانتی کو نگے لگا کر کیا میں خواب تو نہیں دیکھ رہا؟ کیا کانتی کی روح انتقام کے لئے تو نہیں آگئی؟ کانتی! ہر (منکر) نہیں آپ بیداری کی حالت میں ہیں لیکن

آہ! کانتی بے قصومتی۔ میں گھنٹوں اس واقعہ کو یاد کرتا دماغ لڑتا تاہم یہ کانتی کی صفائی میں پیش ہو جاتا۔ لیکن آنکھیں وہ مشاہدہ پیش کرتیں۔ دن بدن میری بیقراری بڑھتی گئی آنکھوں کی نظارے غریب ظاہر ہو گئی۔ کانتی کی وفاداری میرے دل پر نقش ہو گئی۔ میں روتا تھا۔ سر دھنسا تھا۔ لیکن حق گزر چکا تھا۔ ایک دن زمین کھودتے کھودتے

یہ قیدی تھی آپ کے باز پر چاؤ کا نشان لگا کر بیٹھا ہے کیا حق



عورت کے عشق کا قصہ انگلستان میں بہت سے لوگوں کو معلوم ہو چکا تھا۔ اس لئے مدبرین برطانیہ نے اُس محبوبہ شیریں ادا سے کہا کہ تم اس وقت حکومت کی مدد کرو۔ اور وزیر نیپال کو جو تمہارا پرانا عاشق زار ہے برطانیہ کا حلیف بن جائے۔ یا کم از کم غیر جانب دار رہے پراگڈ کر دو

اس حسینہ کو بھی خیال ہوا کہ میں بھی کچھ چیز ہوں۔ اور اب تو سلطنتیں بھی مجھ سے امداد چاہتی ہیں۔ چنانچہ اُس نے نہایت تمکنت سے جواب دیا۔ کہ اگر ملکہ وکٹوریہ خود مجھ سے استدعا کریں تو شاید میں کوشش کرنے پر آمادہ ہو جاؤں۔ ورنہ ایر سے غیر سے تنخواہ سے کہنے سے تو یہ بندی ماننے کی ہنیں! اس پر مدبرین اُس کو ملکہ معظمہ کی حضور میں لے گئے۔ ملکہ نے باقاعدہ استدعا کی جس پر حسینہ نے انگومٹی نکال کر سامنے رکھ دی اور ایک محبت نامہ اپنے دستِ خاص سے لکھا۔ کہ جان من! دیکھنا کہیں میری قوم کے خلاف تلوار اٹھا کر وفائے عشق کے دامن کو داغدار نہ کرنا! حاصلِ بلجی کے ہاتھ یہ رقعہ اور انگومٹی بیچ دی گئی جس کا اثر یہ ہوا کہ جنگ بہادر رانانے انگریزوں کا ساتھ دیا۔ اور جب شہر کاٹے غدر نے ترائی میں پناہ لینے کا ارادہ کیا۔ تو جنگ بہادر رانا اور

شاید یہ حقیقت بہت ہی کم لوگوں کو معلوم ہو۔ کہ برطانیہ اور نیپال کے موجودہ دوستانہ تعلقات کا آغاز عشق و عاشقی سے ہوا تھا۔ ۱۸۵۰ء کا ذکر ہے۔ موجودہ وزیر اعظم نیپال کے دادا جنگ بہادر رانا جوانی کے عالم میں انگلستان تشریف لے گئے اور وہاں ایک لعبتِ فرنگ کی زلفوں کے جال میں پھنس کر دلِ نادان نذر کر بیٹھے جتنی مدت وہاں آپ کا قیام رہا۔ آپ کیف و صل سے غمور اور دنیا و مافیہا سے بے خبر رہے۔ اور جب ملکی ضروریات سے مجبور ہو کر واپس آنے لگے تو آپ نے اپنے دل و جان کی مالکہ کو اپنے ساتھ نیپال آنے کی دعوت دی۔ تنوع پسند اور خوش باش پر ہی جمال نے دعوت کو ٹال دیا اور پیرس میں یہ دونوں الگ الگ ہو گئے۔ محبوبہ انگلستان چلا گئی۔ اور عاشقِ فرقتِ زردہ نے ہندستان کا راستہ لیا

لیکن رخصت ہوتے وقت جنگ بہادر رانا نے خاص مشرقی اور رومانی انداز سے اپنی ایک انگومٹی اُس کا فریج ماجر کی نذر کی۔ اور کہا کہ جب کبھی مجھ سے کوئی خدمت یعنی ہو۔ یہ انگومٹی فرمائش کے ساتھ بھیج دینا۔ میں حکم کی تعمیل میں جان سے بھی دریغ نہ کر دوں گا۔ چھ سات سال گزر گئے ۱۸۵۷ء کا غدر ہوا۔ اُس وقت نیپال کی طرف سے حکومت ہند کو بے حد خطرہ تھا۔ چونکہ جنگ بہادر رانا اور انگریز

اُن کے گور کھوں نے اُن غریبوں کو اپنے ملک کی سرحد میں داخل نہ ہونے دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سب کے سب وہیں مرکب گئے

فراموش نہ کرے گی۔ جو برطانوی قوم کی ایک ناز آفرین حسینہ نے اُن کے مورث اعلیٰ پر ارزائی فرمائی۔ یہ کوئی بہت بڑا واقعہ نہیں۔ جذبہ عشق اس سے اہم تاریخی حادثہ

خدا جانے یہ عشق کس بلا کا عمیق اور مخلصانہ تھا۔ کہ اس کے بعد اب تک انگریزوں

و تعلقات کا باعث ہوا ہے۔ عہد محبت کے

عشق ازیں بسا کر دست کند

عبد الحیدر

بی اے



اور نیپالیوں کے تعلقات ایک دن کے لئے بھی کشید نہ ہوئے

پاٹے۔ جنگ بہادر رانا کی اولاد جب تک نیپال کی وزارت غلطے پر فائز رہے گی۔ اس نواز شہ بے پایاں کو

بزدل لوگ اپنی موت سے پہلے بھی کٹی بار مرتے ہیں۔ لیکن بہادر لوگ ایک ہی بار حیرانی کی بات ہے کہ لوگ موت سے ڈرتے ہیں۔ حالانکہ موت یقینی ہے جب سے آئے تو دم ٹوٹے گی۔ اس ڈرنا کی معنی انگریز شاعر



### مترجمہ تیسری راجکاری بی۔ اے

امریکہ میں جان لوکس اینڈ کمپنی، ایک مشہور کارخانہ ہے۔ اس کے جنرل مینجر مسٹر ارنسٹ ٹی ڈرگ نے حال ہی میں امریکہ کے ایک سالہ بیٹے کی حالات زندگی خود اپنے قلم سے لکھے ہیں۔ جس کے ضروری اقتباسات اُردو میں ترجمہ کر کے آپ کی خدمت میں بھیج رہی ہوں۔ اُمید ہے کہ ”بیسویں صدی کے ناظرین اس سے استفادہ حاصل کریں گے۔“

امکان میں ہے۔ محنت اور سمجھ کے ساتھ انجام دیتا ہوں“ بیجر نے جواب دیا: ”ٹھیک ہے میں جانتا ہوں کہ تم اپنے فرائض محنت سے انجام دیتے ہو۔ لیکن بس یہی تمہاری کارکردگی کی حد ہے۔ دفتر میں ہزاروں کام ہیں۔ آنکھیں کھول کر دیکھو، ٹائپ رائٹر ہے اس کا استعمال سیکھ لو۔ مختصر نوٹس (شارٹ ہنڈ) ہے۔ اس کی مشق کر لو۔ اس کے بعد مراسلات اور خط و کتابت کا کام تمہارے سپرد کیا جاسکے گا۔ میں اس صورت میں تمہاری تنخواہ دو گنی کر سکتا ہوں۔ لیکن خدا کے لئے جب تک کسی اور طریقہ سے کارآمد نہ بنو یہ خیال اپنے دماغ سے نکال ڈالو کیچڑ اسی اس سے زیادہ کا مستحق ہے جو تمہیں ملتا ہے۔“

بیجر کی اس گفتگو نے مجھ پر بڑا اثر کیا۔ اور میرے خیالات میں طوفان سا برپا ہو گیا۔ مجھے جو تنخواہ ملتی تھی وہ اس کام کا معاوضہ تھا جو میں انجام دیتا تھا۔ نہ اس کا جو میں اپنے خیال میں سمجھتا تھا۔ اس کا معاوضہ مجھے نہیں ملتا تھا۔ بلکہ یہ قدر کام ہو کر تا تھا۔ اس کا معاوضہ ملتا تھا۔

”میری عمر میں جو نصیحت سب سے زیادہ میرے کام آئی اور میری آئندہ زندگی کے لئے مفید ثابت ہوئی وہ مجھے بارہ برس کی عمر میں ملی تھی۔ میں چکاگو کی ایک کمپنی کے دفتر میں چڑ اسی تھا۔ اور مجھے پانچ ڈالر تنخواہ ملتی تھی۔ لیکن اس میں میری گزربندہ ہوتی تھی۔ اور میں اپنے نزدیک سمجھتا تھا۔ کہ میں زیادہ تنخواہ کا بھی مستحق ہوں۔ چنانچہ میں نے ایک روز ہمت کر کے کمپنی کے مینجر سے کہہ دیا کہ ”اس تنخواہ میں کام نہیں چلتا۔ کچھ اضافہ کر دیجئے۔“

بیجر نے کہا: ”صاحبزادے! جو کام تم کرتے ہو میں اس کا معاوضہ دیتا ہوں۔ مجھے اس سے کوئی واسطہ نہیں کہ تم خود کو کیا سمجھتے ہو۔ اور کتنے معاوضے کے مستحق ہو۔ اس دفتر کا چڑ اسی پانچ ڈالر سے ایک کوڑی زیادہ کا مستحق نہیں ہے۔ اگر تمہیں زیادہ روپیہ درکار ہے تو وہ چڑ اسی گیری میں نہیں مل سکتا۔ اور کسی کام کی طرف توجہ کرو۔“

میں نے کہا: ”آپ ہی بتائیے۔ میں کیا کروں، جو کام کرتے ہو۔“ اس سے حوالہ تک مسہ



# کہ بہت سادہ و معصوم ہے وہ

از جناب ن۔ م۔ راشد و حیدری ایم۔ اے۔

سوچتا ہوں کہ بہت سادہ و معصوم ہے وہ  
 میں ابھی اُس کو شناسائے محبت نہ کروں  
 رُوح کو اُس کی انیرِ عظیم الفت نہ کروں  
 اُس کو رُوانہ نہ کروں۔ وقفِ مصیبت نہ کروں  
 سوچتا ہوں کہ ابھی رنج سے آزاد ہے وہ  
 واقفِ درد نہیں ہوگا کہ آلام نہیں  
 سحرِ عیش میں اُس کی اثرِ شام نہیں  
 زندگی اُس کے لئے نہ ہر بھرا جام نہیں  
 سوچتا ہوں کہ محبت ہے جوانی کی خزاں  
 اُس نے دیکھا نہیں دُنیا میں بہارِ دل کے سوا  
 نگہت و نور سے لبریز نظاروں کے سوا  
 سبزہ زاروں کے سوا اور ستاروں کے سوا  
 سوچتا ہوں کہ غمِ دل نہ سناؤں اُس کو  
 سامنے اُس کے کبھی "راز" کو عسریاں نہ کروں  
 خلشِ دل سے اُسے دستِ دگرِ میاں نہ کروں  
 اُس کے جذبات کو یوں شعلہٴ بدماں نہ کروں  
 سوچتا ہوں کہ جلادے گی محبت اُس کو  
 وہ محبت کی بھلا تباہ کہاں لائے گی؟  
 خود تو وہ آتشِ جذبات میں جل جائے گی  
 اور دُنیا کو اُس انجمِ پیرِ لوائے گی  
 میں کہہ دوں گا نہ حریفِ غمِ الفت اُس کو  
 جانتا ہوں کہ بہت سادہ و معصوم ہے وہ

دلچسپ  
افسانہ

I LOVE YOU.

ایک  
مغربی افسانے  
کا  
عکس لطیف

میں متحیر چاہتا ہوں

ڈیل نے جواب دیا:-

”ہاں مجھے خوب یاد ہے۔ تم نے مجھ سے پوچھا تھا کہ کیا  
میرم باغ کی زمین ہی کھودتا رہوں گا؟“  
میرم نے کہا:-

”لیکن تم نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ تم نے اپنی دن  
بھر کی کھدائی پوری کی اور اُس روز غائب ہو گئے۔“  
میرم بڑی حیرت سے ڈیل کو دیکھ رہی تھی۔ اُس کی  
سمجھ ہی میں نہیں آتا تھا۔ کہ یہ کس قسم کا آدمی ہے۔ ڈیل  
نے در خواست کی بیٹھ جائے۔ پھر پوچھنے لگا۔ کہ اُس  
پانچ برس کے اندر اُس کی زندگی کس طرح گزری۔

میرم نے بڑی تلخی سے جواب دیا:-

”میری زندگی بھی اُسی طرح گزری ہے۔ جس طرح  
تمام دوشیزاؤں کی گذرتی ہے۔ محبت، مگنی  
اور شادی!“

ڈیل نے کسی قدر تعجب سے سوال کیا:-

”کیا تمہاری شادی ہو گئی ہے؟“

میرم نے بے پروائی سے جواب دیا:-

”نہیں، مگر جلد ہی ہو جائے گی۔“

ڈیل نے اپنی بے قراری چھپاتے ہوئے سوال کیا:-

”کس شخص سے تمہاری شادی ہوگی؟“

میرم، گھوڑا دوڑاتی ہوئی، ڈیل کے باغیچے کی طرف  
سے گذر رہی تھی کہ اُسے گھوڑا روک لینا پڑا۔ کیونکہ ڈیل  
سائے کھڑا تھا۔ بالکل ویسا ہی جیسا پانچ برس پہلے تھا  
در از قد، خوبصورت، بھولی شکل، بھورے بال، گلے پر  
سے کٹی ہوئی قمیص۔ یہ صورت بعینہ وہی تھی جو میرم نے  
پانچ برس پہلے آخری مرتبہ دیکھی تھی۔ جب کہ ڈیل زمین  
کھود رہا تھا۔ اُس کی نظر میرم پر پڑی تو پچاؤڑا پھینک کر  
اُس کی طرف لپکا۔ اور خوش آمدید کے بعد کہنے لگا۔ ”آج  
کا دن بھی بعینہ ایسا ہے۔ جب میں سفر پر گیا تھا۔“  
میرم نے جواب دیا:-

”ٹھیک ہے، مگر وہ آخری دن، خزاں کے موسم  
میں تھا۔“

میرم نے محسوس کیا کہ دل دھڑک رہا ہے۔ اور نبض  
تیز تیز چل رہی ہے۔ یہ جذبہ اُس کی طرف ایک ایسے شخص  
کے لئے مناسب نہیں تھا۔ جس نے پورے پانچ برس اُسے  
بھلائے رکھا۔ اور کبھی ایک خط بھی اُس کے نام نہیں لکھا  
بہر حال میرم اور ڈیل میں باتیں شروع ہو گئیں۔  
میرم نے کہا:-

”ہم تم آپس میں باتیں کیا کرتے تھے کہ تم دفعتاً سفر  
پر روانہ ہو گئے۔“

مریم نے اور بھی زیادہ بے پروائی سے جواب دیا:-  
”ہنری ولسن سے جو آثار قدیمہ کا ماہر ہے“  
”ڈیل نے اڈلس آواز میں کہا۔ اگرچہ اپنے آپ کو خوش  
ظاہر کرنا چاہتا تھا۔

”میں ہنری ولسن کو جانتا ہوں.... تمہیں معلوم ہے  
کہ میں کبھی تصویریں بنایا کرتا تھا“  
مریم نے چڑانے کے لہجے میں کہا:-

”ہاں، مجھے معلوم ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ تم نے مصوٰی  
میں کمال پیدا کر لیا تھا۔ مگر اسے چھوڑ کر زمین جوتے لگے۔“  
ڈیل نے تنبیہ پیرایہ میں جواب دیا:-

”ٹھیک ہے ہنری ولسن بہت سے مکانات کا مالک  
تو کہہ چاکر بھی اُس کے ہاں بہت ہیں“

مریم نے طعنہ زنی کی راہ سے کہا:- ”یعنی عورت جو  
کچھ چاہتی ہے۔ اُس کے پاس موجود ہے“

ڈیل نے افسردہ جوش سے جواب دیا:-

”میں تمہارے لئے ہر قسم کی خوشی کا آئینہ و مسند  
ہوں۔ خدا مبارک کرے!“

مریم یہ سُن کر پیش میں آگئی۔ ہونٹ چبانے لگی۔ وہ  
کانپ بھی رہی تھی۔ مگر چاہتی تھی کہ ڈیل کچھ محسوس نہ کرے  
پھر حشراتِ آمیز نگاہوں سے دیکھ کر کہنے لگی:-

”اور تم اس تمام مدت میں کیا کرتے رہے؟ کیا  
پہرہ دلیس میں بھی زمین کھودا کرتے تھے؟“

ڈیل نے جواب دیا:-

”ہاں بیشک..... میں زمین ہی کھودا کرتا تھا!“  
مریم نے دفعتاً جوش سے بخود ہو کر کہا:-

”ڈیل، سنو۔ لوگ تمہاری نسبت کہا کرتے تھے۔  
کہ تم بالکل ہی ناکارہ آدمی ہو۔ میں تمہاری طرف سے لڑا

کرتی تھی۔ لیکن اب مجھے بھی یقین ہو گیا ہے۔ کہ واقعی  
لوگوں کا خیال صحیح تھا..... تم اپنے خاندان کے لئے  
ایک دھبہ ہو!“

ڈیل نے بڑی خشکی سے جواب دیا:-

”اپنے خاندان کے لئے دھبہ ہوں! میرا خاندان جو  
نمائشوں میں اعلیٰ درجہ کے پھول اور اپنی مرغیوں کے انڈے  
پیش کر کے انعام حاصل کیا کرتا تھا!“

مریم نے جھلا کر کہا:-

”میں ایسے لوگوں کی قدر کرتی ہوں۔ لیکن مجھے اُس کا رُ  
نوجوان سے کوئی ہمدردی نہیں جو اپنی زندگی کسی باغ کی  
زمین کھونے میں گنوا دے۔ ساری دنیا اُس سے بازی لے

جائے۔ مگر اُس کے دل میں کوئی حوصلہ پیدا نہ ہو۔ سب لوگ  
اُس کے بڑھجائیں اور وہ اوپر نظر بھی نہ اٹھائے.....!“

ڈیل نے عجیب لہجے میں جواب دیا:-

”ہاں لوگ اُس سے اُس کے بڑھجائیں فیشن ایبل بیویوں  
کو ساتھ لے ہوئے!..... مریم مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے  
کہ جب میں سفر میں تھا۔ تو تم ہنری ولسن کو اپنے لئے  
منتخب کچی تھیں!“

مریم نے جل کر کہا:-

”میں تم سے نفرت کرتی ہوں!“

یہ کہہ کر مریم اجڑت مار کر اپنے گھوڑے کی پیٹھ  
پر چڑھ گئی۔ اُسے ایڑ دی اور وہ ہوا ہو گیا۔ ڈیل  
نے اپنے شانے خاص انداز سے ہلائے۔ پھر بھاڑ لے لے

کر زمین کوڑنا شروع کر دی۔ مگر وہ بار بار مریم کے  
گھر کی طرف دیکھتا جاتا تھا۔ جو اُس کے باغ کے بالکل  
ہی متصل تھا۔ دفعۃً ڈیل کو یاد آیا کہ پچھلے برسوں میں  
کس طرح مریم اُسے اپنی کھڑکی سے دیکھتی اور سنسن پھنس



کہ اُس کے لئے ہاتھ ملایا کرتی تھی۔ لیکن اب آج سے وہ کبھی نہ اُسے دیکھے گی نہ ہاتھ پلائے گی۔

اس واقعہ پر آدھری گھنٹہ گزر ہوگا۔ کہ مریم اپنے سر فلک مکان کی کھڑکی میں کھڑی، ڈیل کو دیکھ رہی تھی جو بدستور بڑے اہنماک سے زمین کو ٹر رہا تھا۔

مریم کو تعجب ہوا کہ وہ اس غنی نوجوان پر کیوں اس طرح فریقہ تھی۔ جو ہر قسم کے حوصلوں اور آرزوؤں سے خالی ہے۔ پھر اُسے یاد آیا کہ جب ڈیل بے کسے سے غائب ہو گیا تھا تو کس طرح والدین اور رشتہ دار تسلی دیا کرتے تھے۔ کہ وہ جلد ہی لوٹ آئے گا۔

یہ سوچتے سوچتے اُسے خیال آگیا کہ کس طرح وہ خود اپنے قدم سے ڈیل کی طرف سے فرضی خط اپنے نام لکھتی تھی۔ اور اپنی ایک راز دار سہیلی کو دے دیتی تھی۔ کہ نقل کر کے بھیج دے جب یہ خط آتے تھے تو انہیں اپنے رشتہ داروں کے سامنے پیش کرتی اور کہتی تھی کہ ڈیل نے مجھے یہ تاکہ سب یہی سمجھیں کہ ڈیل اُس سے محبت کرتا ہے۔ اُسے بھولا نہیں ہے۔ حالانکہ خود ڈیل — بے حس ڈیل — اس تمام مدت میں بالکل غافل تھا۔ اور نہ مین کوٹر نے اور کھودنے میں لگا ہوا تھا!

یہ سوچنے کے بعد مریم نے ڈیل کا مقابلہ ہنری ولسن سے کیا جو ٹیلی آڈمی تھا۔ خوبصورت تھا۔ بلند حوصلہ تھا بڑی بڑی اُمیدیں اپنے مستقبل سے وابستہ کئے ہوئے تھے پھر مریم کو یاد آیا کہ وہ ڈیل کی طرف سے فرضی خط لکھتے لکھتے کس طرح شک گئی تھی، اور کیونکر ہنری سے شادی کرنے پر آمادہ ہو گئی تھی — وہ ہنری جیسے قصیدہ کی ہر نازنین اپنے دائم حسن میں پھانسنے پر تلی ہوئی تھی یہاں تک پہنچ کہ مریم نے ٹھنڈی سانس لی اور

دل ہی دل میں کہنے لگی۔

”یہ بہت ہی اچھا ہوا کہ میں ہنری سے شادی کے لئے آمادہ ہو گئی۔ دیکھو، لوٹ آیا ہے، مگر ہمیشہ کی طرح بے حس ہے۔ زمین کھودنے میں مگن ہے جیسے دنیا میں اور کچھ کرنا ہی نہیں!“

(۲)

پھر مریم نے جاکر المیدیان سے غسل کیا، نفیس پوشاک پہنی اور اچھی طرح آرائش کی۔ اب غم و غصہ دور ہو چکا تھا۔ اور وہ ہر طرح مطمئن تھی۔ اُس کا باپ شہر سے موٹر پر واپس آیا اور اُسے دیکھ کر کہنے لگا۔

”پیاری بیٹی، آج تو کس درجہ دلغریب ہے کیا ڈیل سے ملاقات ہوئی؟“

مریم نے خشکی سے جواب دیا۔

”ہاں ہوئی تھی۔“

باپ نے سادگی سے کہا۔

”تو تمہیں خود ہی معلوم ہو گیا ہوگا کہ اُس نے کتنی بڑی کامیابی اور شہرت حاصل کی ہے۔ بیٹا، تم جو کچھ کہتی تھیں۔ وہی سچ نکلا، ہم سب کو شک تھا، مگر ایک اکیلی تم ہی کہا کرتی تھیں کہ ڈیل، معمولی آدمی نہیں ہے۔ اُس کا مستقبل بہت ہی شاندار ہے۔ اب ہمیں معلوم ہوا کہ تمہارا خیال صحیح تھا۔ مگر تم نے کبھی یہ نہیں بتایا کہ وہ اپنے اس لیے سفر میں کرتا کیا تھا“

مریم نے حوصلہ کر جواب دیا۔

”کرتا کیا تھا! — زمین کو ٹراتا اور کھودتا تھا!“

مریم کے باپ نے معصومانہ لہجے میں کہا۔

”زمین کو ٹراتا اور کھودتا تھا.... ٹھیک ہے....

لیکن یہ دیکھو، اخبار میں اُس کی بابت کیا چھپا ہے....

آگیا۔ مریم نے پرتپاک خیر مقدم کیا۔ اور فوراً خبر دے دی کہ آج رات کے کھانے میں ڈیل بھی شریک ہوگا۔ ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ پہلے بھی اُس کے اور ڈیل کے درمیان محبت کا رشتہ تھا۔

ہنری نے کسی قدر برہمی سے سوال کیا :-  
”کیا اب یہ رشتہ ختم ہو گیا ہے؟“  
مریم نے بغیر پس و پیش کے جواب دیا :-  
”بالکل ختم ہو چکا ہے۔ اب تو میں اُس جنگلی سے نفرت کرتی ہوں“

(۳)

آخر کار ڈیل آگیا۔ مریم اور ہنری سے مُصافحہ کیا اور دونوں کو منگنی پر مبارکبادی۔  
پھر مریم کے والدین کو سلام کہنے گیا۔ جو بچپن سے اُس پر بہت مہربان تھے۔ جب وہ اُن کی لڑکی کے ساتھ کھیلنا کرتا تھا۔

کدہ سی پر بیٹھے ہی مریم کے باپ نے وہی بات کہہ دی۔ جس سے مریم ڈر رہی تھی۔ اُس نے کہا :-

”ڈیل تم نے جو کمال حاصل کیا ہے۔ اس سے ہمیں حیرت نہیں ہوئی۔ کیونکہ مریم ہمیں ہر سفتہ خط سنا دیتی تھی۔ جو تم اُسے لکھا کرتے تھے۔ اُن سے ہمیں معلوم ہوتا رہتا تھا۔ کہ تم کس قدر آگے بڑھ رہے ہو!“

ڈیل نے یہ سن کر ہفت آہ کی اور خاموش رہا۔  
مریم کے باپ نے پھر کہا :-

”ایک برس ہوتا ہے۔ کہ مریم نے ہم سے کہا کہ کوئی لڑکی بھی تمہارے دل میں اعلیٰ مقام حاصل نہیں کر سکتی کیونکہ تم کسی لڑکی کو بھی اپنے فن اور ہنر سے زیادہ نہیں چاہو گے یہ کہہ کر مریم نے کہا کہ وہ اپنے لئے تمہارے دل میں دوسرا

ڈیل نے عالمگیر شہرت حاصل کی ہے۔۔۔۔۔ بڑی بڑی کمپنیوں نے بہت سی کڑاقتدرت خواہیں پیش کیں کہ اُن کے ماتحت کام کرے، مگر وہ راضی نہ ہوا!“

مریم نے اپنے باپ کے ہاتھ سے اخبار لے لیا۔ اس میں بہت جلی سُرخیوں سے لکھا تھا۔

”تمام ماہروں کا متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ آج تک ڈیل سے بڑھ کر کوئی باغباں پیدا نہیں ہوا“

اس کے بعد مضمون میں ڈیل کے کمال کی بہت ہی پرچوش تعریف کی گئی تھی اور اُن عظیم الشان باغوں کا ذکر کیا گیا تھا جو ڈیل نے اپنے ہاتھ سے لگائے تھے اخبار نے یہ بھی لکھا تھا کہ ڈیل نے برٹش سے مصوٰی اس لئے چھو دی ہے کہ زمین کی سطح پر زندہ پھولوں سے مصوٰی کی کہ ہے! آخر میں مریم کے باپ نے کہا :-

”عجیب بات یہ ہے کہ ہم اُن خطوں کو تمہاری ایجاد سمجھا کرتے تھے۔ جن میں ڈیل تمہیں اپنی کامیابیاں لکھا کرتا تھا!“  
عین اسی وقت مریم کی ماں آگئی اور ڈیل کی کامیابی اور مریم سے اپنے خطوں کے ذریعہ اُس کی وفاداری کی تعریف کرنے کے بعد کہا :-

”آج رات کے کھانے پر ہم نے ڈیل کو بھی مدعو کر لیا ہے“

مریم کو بڑا تعجب ہوا کہ ڈیل نے آج صبح کی تلخ گفتگو اُس کی زبان سے سننے کے باوجود دعوت کیسے قبول کر لی؟  
مریم کو سب سے زیادہ ڈر یہ تھا کہ اُس کے والدین، ڈیل سے اُن خطوں کا ذکر کریں گے۔ جو خود مریم اُس کی طرف سے لکھا کرتی تھی اور وہ صاف کہہ دے گا۔ کہ میں نے تو کوئی خط نہیں لکھا!

مریم یہ سوچ رہی تھی کہ اُس کا سنگیتر ہنری دلی

درجہ منظور نہیں کر سکتی۔

پھر کھانا چٹا گیا۔ اور مریم کے والدین ڈیل سے یہی تذکرہ کرتے رہے کہ اُس کی بابت مریم کیا کیا باتیں کیا کرتی تھی۔ مریم کھانے کے درمیان میں اپنے منگیتہ سے لگاتار باتیں کرتی رہی اور ڈیل کی طرف ذرا بھی متوجہ نہ ہوئی۔

آخر کار مریم کے منگیتہ نہری نے ڈیل سے کہا۔

”کیا تم ہمارے باغ کا نقشہ بنا دو گے۔۔۔۔ میں نے

وہ زمین خرید لی ہے، جو پہاڑی پر واقع ہے۔ پہلے وہاں باغ تھا۔ اب مٹ چکا ہے۔“

ڈیل نے ایک ایسے لہجہ میں جواب دیا جو ہر قسم کے جذبے سے خالی تھا۔

”میری خواہش تو یہی ہے کہ نقشہ بنا دوں، مگر بنانا یا

ہوں اور مجھے بہت سے کام کرنے ہیں۔“

نہری نے بناوٹی افسردگی سے کہا۔

”تمہاری عظیم الفصاحتی پر افسوس ہے مجھے یقین

ہے کہ مریم کی بھی یہی آرزو ہے کہ تم ہمارے باغ کا نقشہ تیار کر دیتے۔“

یہ سنتے ہی مریم بول اٹھی اور بڑی خشکی سے کہا۔

”ہم کسی اور سے یہ کام لے سکتے ہیں۔“

(۴)

کھانا ختم ہونے کی نسبت زیادہ خوشی ڈیل کو ہوئی۔ تمام مہمان، ملاقات کے کمرے میں چلے گئے۔ مریم کے باپ نے اپنے فوجہ داماد سے باتیں شروع کر دیں یہ دیکھ کر مریم باغ کی طرف چلی اور ڈیل اُس کے پیچھے روانہ ہوا۔

مریم نے جب دیکھا کہ ڈیل چھپا کر رہا ہے۔ تو اپنے قدم تیز کر دیئے۔ مگر ڈیل اُس کے قریب پہنچ گیا مریم تالاب کے کنارے بیٹھ چکی تھی۔

ڈیل نے اُس سے عجیب انداز میں کہا۔

”مریم، مجھے بے حد افسوس ہے۔“

مریم نے بگڑ کر جواب دیا۔

”افسوس کی ہرگز ضرورت نہیں۔ اُن خطوں کا ذکر نہ

کرنا۔۔۔ اُس وقت میں کس اور بے وقوف لڑکی تھی۔۔

۔۔۔ لوگ مجھے طعنہ دیتے تھے۔ کہ تم نے میرا کچھ بھی خیال نہ

کیا۔ بے کہے سنے چلے گئے اور خطہ بھی نہ لکھا۔ اس پرہ میں

نے جیل خطوط تمہارے نام سے منسوب کر دیئے تھے۔“

ڈیل نے اُسی سے جواب دیا۔

”میں نے تمہیں اس لئے خط نہیں لکھا۔ کہ تم کم عمر تھیں

مجھے یقین تھا کہ جو کچھ لکھوں گا۔ تم اُسے سمجھ نہ سکو گی۔۔۔

میں اپنی قسمت کی بازی لگا چکا تھا۔ بڑی ہی سخت جدوجہد

میرے سامنے تھی۔ جس کا نتیجہ معلوم نہ تھا۔۔۔۔۔ لیکن

تمہارا یہ کہنا میری سمجھ میں نہیں آیا۔ کہ میں اپنے فن کو ہر کی

پہر ترجیح دوں گا۔“

مریم نے تیوری چڑھا کر کہا۔

”یہ بات میں نے صرف اس لئے آبا اور اماں سے کہہ

دی تھی کہ نہری سے شادی کرنے کا بہانا مل جائے۔“

ڈیل نے شکست خوردہ سپاہی کے لہجہ میں جواب دیا۔

”اب میں سمجھا کہ کس قدر بے وقوفی کر چکا ہوں۔۔۔

مجھے فحش ہے۔ کہ اب تک تم کنواری کیسے رہیں؟ تمہیں

تو بہت پہلے شادی کر لینا تھی۔ مریم، تم بے حد حسین ہو۔

تمہارا کھڑا ہمیشہ میری نگاہوں کے سامنے رہا ہے بلکہ

میں نے تمہاری لاعلمی میں پانچ برس پہلے ہی تمہاری

ایک تصویر اتار لی تھی۔ جو اب تک میرے پاس موجود

ہے۔ اچھا سنو۔ میں تمہارے باغ کو خود اپنے ہاتھ سے

نصب کروں گا۔ اُس وقت میں نے صرف اس وجہ

محبت کرتا ہوں — بہت اچھا — ساری دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ میں مریم سے محبت کرتا ہوں !

(۵)

اس واقعہ کے بعد کسی نے ڈیل کو اس کے باغ کی چار دیواری کے باہر نہیں دیکھا۔ وہ ہر وقت زمین کوڑتا اور درختوں اور پھولوں کی دیکھ بھال کرتا رہتا۔ وقتاً فوقتاً اسٹاک مریم کی کھڑکی کی طرف دیکھتا۔ مگر کھڑکی ہمیشہ بندی نظر آتی تھی پہاڑی کے کھیت پر بھی نگاہ ڈالتا، جہاں مریم کا منگیتہ باغ لگانا اور مریم کو رکھنا چاہتا تھا۔ مگر

اس کھیت جسم

کو دیکھ کر اس کے میں جھنجھری ہوتی اور آنکھوں میں غیبی قسم کی چمک پیدا ہوتی ویسی چمک جو آدمی کی آنکھ میں کسی وقت ظاہر ہوتی ہے، جب وہ کوئی فیصلہ کن قدم اٹھانا چاہتا ہے۔

مریم اپنے ارادے میں مضبوط ثابت ہوئی اس نے کھڑکی اس طرح بند کی کہ پھر کبھی نہیں کھولی ہاں رات کو کھڑکی کھلتی تھی۔ جب ڈیل اپنے گھر کے اندر ہوتا تھا۔

(۶)

مریم ان دنوں گھر میں کم رہتی تھی۔ اسے سارا سارا دن بازار میں گزرتا جاتا تھا۔ اپنی شادی کے کپڑے اور سامان خریدتی پھرتی تھی۔ مگر یہ عجیب

سے انکار کر دیا تھا۔ کہ میرے دل کو ہرگز پسند نہ تھا۔ کہ تم باغ میں اپنے شوہر کے ساتھ چل قدمی کرو۔ مریم نے بڑے غصہ سے کہا۔

”میں اپنے باغ میں تمہارا ہاتھ بھی نہ لگنے دوں گی۔ میں آئندہ کبھی تمہاری صورت بھی دیکھنا پسند نہیں کر سکتی۔ تم کبھی مجھ سے محبت کرتے تھے ....!“ ڈیل نے بات کاٹ کر جوش سے کہا۔ کبھی محبت کرتا تھا ....!

مریم میں تم سے اب بھی

محبت کرتا ہوں، اور جب تک

جان میں جان ہے محبت ہی کرتا رہوں گا۔ مریم نے ٹھنڈے لہجے میں جواب دیا۔

”مگر تم نے تو کبھی بھی مجھ سے یہ نہیں کہا ....“

نہ پہلے کبھی کہا نہ آج صبح ہی کہا! جب کوئی آدمی مجھ سے محبت کرے، تو میرا جی چاہتا ہے۔ کہ ساری دنیا کے سامنے بانگ ڈال کہ میں مریم سے محبت کرتا ہوں! یہ نہیں کہ مجھ سے محبت کرے اور اپنی محبت کو دل کی گہرائیوں میں چھپائے بیٹھا ہے! اخیر میں اب جاتی ہوں کان کھول کہ سن لو کہ آج کے بعد کبھی مجھ سے بات نہ کرنا آج صبح ہی کہہ چکی ہوں کہ مجھے تم سے نفرت ہے۔ بس اسے یاد رکھو۔ اس کا سبب بھی تم خود ہی سمجھ سکتے ہو!“

یہ کہہ کر مریم چلی گئی۔ ڈیل وہیں کھڑا رہا۔ اس نے سنگ رینے اٹھائے اور تالاب میں ایک ایک کر کے پھینکے اور اپنے آپ سے کہنے لگا۔

”وہ کہتی ہے کہ ساری دنیا کو سنا دوں کہ میں

بات تھی کہ مریم کو اس خرید و فروخت سے کوئی خاص لطف نہیں آتا تھا۔ بلکہ یہ کام بوجھ سا معلوم ہوتا تھا، تاہم بے دلی کے باوجود پوری مستعدی سے اس کام میں لگ رہی۔ ہنری دلسن ہر وقت سباتھ ہوتا اور ہر چیز پر اپنی فنی رائے پیش کیا کرتا۔

ایک دن دونوں منگیتر — ہنری اور مریم — موٹر پر شہر جا رہے تھے۔ ہنری نے مریم سے سوال کیا۔

”تمہارے باغبان دوست کا کیا حال ہے؟“

مریم نے جواب دیا۔

”مجھے مدت سے نہیں دکھائی دیا ہے“

کسی اور نے بھی اسے نہیں دیکھا ہے۔ کیونکہ وہ

اپنے باغ کی چہار دیواری سے باہر نکلتا ہی نہیں“

ہنری نے اپنا دل ٹھنڈا کرنے کے لئے کہا۔

”اپنے غم کو بھلانے کی کوشش کر رہا ہوگا۔ بہت ہی

عجیب بلکہ سٹری آدمی ہے!“

مریم نے جواب دیا۔

”اُس کے عجیب ہونے کا حال اسی سے جان سکتے ہو کہ

اگر وہ کسی لڑکی سے محبت کرتا ہے تو اشارہ کثرت سے بھی اپنی

محبت ظاہر نہیں کرتا!“

ہنری نے کہا۔

”میں نے بھی اُس کی بابت یہی رائے قائم کی ہے، لیکن خود

میرا اپنا یہ حال ہے کہ جب کسی سے محبت کرتا ہوں تو سارے

پراس کا نام اسی حروف سے لکھ کر چلاتا ہوں کہ دیکھو میں

اس شخص سے محبت کر رہا ہوں اگر ڈیل محبت کرنے پر

بھی زمین کو دتا رہتا ہے!“

(۷)

ہفتوں پہلے گزر گئے، اور شادی کی تاریخ قریب آگئی۔ مریم کے گھر میں طیاریاں زور شور سے جا رہی تھیں مگر ڈیل بدستور اپنے باغ کے احاطہ میں قید تھا۔ نہ باہر نکلتا تھا۔ نہ کسی کو معلوم تھا کہ کیا کر رہا ہے۔

مریم کی ماں نے بیٹی کی شادی سے پہلے ایک مغل منعقد کی اور اُس میں تمام ملاقاتیوں کو مدعو کیا، لیکن ڈیل نے دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور مریم کی ماں نے حیرت سے کہا۔

”معلوم نہیں اس لڑکے کو کیا ہو گیا ہے؟ دعوت میں بھی نہیں آنا چاہتا، مگر ایک

طرح یہ ٹھیک بھی ہے۔ بے چارہ ایسے جلسہ

میں کیوں کہ شریک ہو سکتا ہے؟“

اس پر مریم نے طعنہ زنی سے کہا

”نہیں۔ وہ بے حس ہے۔ اسے تو میں باغ سے عشق

ہے۔۔۔۔۔ خدا جانے زمین پر پھولوں سے کیا کیا تصویریں

بن رہا ہوگا۔ میرے خیال میں تو اُس کی عقل ماری گئی ہے“

مریم نے یہ کہا ہی تھا کہ مہانوں میں کاٹا پھونسی شروع

ہو گئی اور وہ ایک ایک کر کے اُس کھڑکی کی طرف جانے

لگے جو ڈیل کے باغ کی طرف کھلی ہوئی تھی۔

مریم کو کچھ معلوم نہ تھا کہ معاملہ کیا ہے دفعتاً اُس نے

دیکھا کہ ہنری دلسن اُس کا منگیتر چلا آ رہا ہے اور غصہ سے

اُس کا منہ لال ہو رہا ہے۔

ہنری آتے ہی چلا آیا۔

”اچھا، تو یہ بات ہے! تم نے مجھے یہاں اس لئے بلایا تھا

کہ سب لوگوں کے لئے کھانا اور مٹکے بنوں! ضرور تمہیں

سب کچھ معلوم تھا! بے شک اس وقت تو تم انکار ہی کی



مریم نے حیرت زدہ ہو کر سوال کیا۔

”یعنی کیا؟ .... خدا کی قسم مجھے کچھ بھی معلوم نہیں آخر تم کہہ کر کیا رہے ہو؟ بناؤ تو ہوا کیا؟“  
ہنری اور زیادہ طیش سے چلائی۔ ”اس حرکت سے اُس کو غرض کیا ہے؟ بناؤ اب میں کس طرح لوگوں کو منہ دکھاؤں؟“  
مریم نے عاجز ہو کر کہا، ”شاید تم ڈیل کے بار سے ہیں

کہہ رہے ہو۔“

یہ کہہ کر وہ بھی کھڑکی کی طرف دوڑی۔ جہاں سب مہمان جمع تھے۔ آپس میں اشارے کر رہے تھے۔ ہنس رہے تھے۔  
مریم نے کھڑکی سے منہ نکالا اور ڈیل کے باغ پر نظر ڈالی تو زمین پاؤں تلے سے نکل گئی۔ قریب تھا کہ بے ہوش ہو جائے اُس نے جلدی سے دیوار پکڑ لی اور بڑی شکل سے اپنے آپ کو سنبھالا۔

یہ کیوں؟

آخر ڈیل کے باغ میں وہ کونسی چیز تھی جس نے تمام مہمانوں کو اپنی طرف اس طرح متوجہ کر لیا تھا؟ ہنری کو اس قدر غصہ نے بدحواس بنادیا تھا۔ اور مریم کی یہ حالت کر دی تھی۔

بات یہ تھی کہ ڈیل نے دنیا کو خبر دے دی تھی کہ وہ مریم سے محبت کرتا ہے۔

یہ کیسے؟

یہ اس طرح کہ ڈیل نے باغ کے وسیع سبزہ زار پر پھولوں سے بنائے ہوئے بہت ہی جلی اور روشن حرفوں میں یہ فقرہ لکھ دیا تھا۔

I LOVE YOU.

اور یہ عبارت اس طرح لکھی گئی تھی۔ کہ مریم کی کھڑکی سے بالکل سیدھی پرٹھی جاتی تھی تاکہ وہاں کا ہر

آدمی اسے آسانی سے سمجھ لے!

اس عجیب عبارت نے سب مہمانوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔ یہ عبارت رنگ برنگ کے نہایت ہی نظر فریب پھولوں اور دلکش پیتوں سے لکھی گئی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا کسی فرشتے نے زمین پر اُتر کر خود اپنی مقدس انگلیوں سے یہ لفظ لکھ دیئے ہیں۔

مریم اُس وقت بے حد غیض و غضب میں تھی۔ اس لئے ڈیل کے کمال فن کو سمجھ نہ سکی اُس کا جی بس ہی چاہتا تھا کہ ڈیل کو اس شرارت پر زیادہ سے زیادہ سخت مرے مہمان ایک ایک کر کے رخصت ہو گئے۔ مریم کے باپ کا چہرہ بہت سرخ ہو رہا تھا۔ کیونکہ ہنسنے ہنسنے اُس کے پیٹ میں بل پڑ گئے تھے۔

مریم نے ہر ممکن کوشش کی کہ مہمانوں کے سامنے اپنا غصہ ظاہر نہ ہونے دے۔ مریم کی مال پر حیرت طاری تھی اور اُس کی سمجھ ہی میں نہ آتا تھا۔ کہ کیا کہے اور کیا نہ کہے۔ لیکن مریم کے منگیترنے ڈیل کی اس حرکت کو بے حد غصوس کیا۔ وہ اس قدر برہم تھا کہ عام مہمانوں کے ساتھ ہی رخصت ہو گیا۔ مگر جانے سے پہلے مریم کے کان میں کہہ گیا۔ ”اس بات کا لوگ ہمیشہ چرچا کرتے رہیں گے کبھی بھولیں گے نہیں!“  
مریم نے فوراً جواب دیا۔

”لوگ ہلا کریں۔ ہم کسی کی پروا کیوں کریں؟ لیکن میں اس وحشی ڈیل کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔ ایسی سزا دوں گی کہ عمر بھر یاد رکھے .... دیوانہ ہے .... بالکل دیوانہ! ....“

یہ کہہ کر مریم نے ہنسنے کی کوشش کی۔ مگر قہقہہ اُس کے منہ ہی میں گھٹ کر رہ گیا۔

جب مہمان رخصت ہو چکے تو سورج ڈوب رہا تھا۔  
مریم نے کپڑے بدلے اور ڈیل کے باغ کی طرف روانہ ہوئی۔  
غصہ سے بھری ہوئی تھی، اور طے کر چکی تھی کہ ڈیل پر برس  
ہی پڑے گی۔

مریم جب باغ میں پہنچی تو ڈیل کو ایک درخت کے  
نیچے بیٹھے پائپ پیئے ہوئے نہایت ہی خاموش و مطمئن  
حالت میں دیکھا۔

اس منظر نے مریم کو غصہ سے بالکل دیوانہ بنا دیا اور  
اُس نے ارادہ کر لیا کہ اس بے حس آدمی کی ہر ممکن  
توہین کرے گی اور ایسی جی کٹی سنائے گی کہ رو دے گا۔  
مریم ڈیل کے پیچھے سے آئی تھی۔ اس نے وہ اُسے دیکھ  
نہ سکا۔

لوگ بھی اسے جان نہ سکے۔ مگر اب وہ  
تو اب سب کو معلوم ہو گیا کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں  
خود تم بھی جب جب اپنی کھڑکی پر آؤ گی تو یاد آجائے  
گا کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں!

مریم نے ڈیل کی طرف نگاہ اٹھائی، تو دفعتاً اُس کا  
دل دھڑکنے لگا۔ مگر طیش سے کہنے لگی۔

لیکن یہ حرکت تو ناقابل برداشت ہے!  
ڈیل نے مسکینی اور بھولے پن سے جواب دیا۔  
”خود تم ہی نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اپنی محبت کی  
خبر ساری دنیا کو پہنچا دوں۔ میں صرف اسی طریقے سے  
اپنی محبت دنیا پر ظاہر کر سکتا تھا۔ جو تم نے دیکھا  
ہوگا اور اب دیکھ رہی ہو!“

# I LOVE YOU.

جب وہ سانسے دکھائی دی تو ڈیل  
کھڑا ہو گیا۔ تعظیم سے جھک کر خوش آمدید کہا۔  
لیکن مریم آگ بگولا ہو رہی تھی۔ اپنی پوری قوت  
سے چلائی۔ مگر غصہ اس قدر زیادہ تھا۔ اور ہونٹ اس  
شدت سے ہل رہے تھے کہ آواز نہ زیادہ نکل نہ سکی کہنے  
لگی: ”تم نے مجھے پھر سب کی طعنہ زنی اور ہنسی کا  
شکار بنا دیا۔“

ڈیل نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔  
”یہ کیسے؟ کیا اس لئے کہ میں نے سب پر ظاہر  
کر دیا ہے کہ تم سے محبت کرتا ہوں؟ میں خیال کرتا تھا  
کہ تم میری خاموش محبت کو اپنے دل میں محسوس  
کرتی ہو گی۔ لیکن تمہیں وہ محسوس نہیں ہوئی۔“

مریم کا سارا غصہ بہر ہو گیا۔ اُس نے  
ڈیل کے بازو میں اپنا ہاتھ ڈال دیا اور کہنے لگی۔  
”تمہارا طریقہ تو بہت دلچسپ ہے۔۔۔۔۔ بعض لوگ  
اپنی محبت، تاروں پر لکھا کرتے ہیں۔۔۔۔۔“  
ڈیل نے مریم کا دفعتاً بوسہ لے لیا اور کہا  
”لیکن بعض لوگ اپنی محبت پھولوں کی زبان سے  
ظاہر کرتے ہیں۔“

دوسرے ہی دن ڈیل اور مریم شادی کے لئے  
کلیسا جا رہے تھے:

”میرے پیارے بیٹے! جو کام آج کر سکو اسے کبھی کل پر نہ چھوڑو۔  
”تو اتنی جان آؤنا پھر کچھ ہوئی کبیر آج رات ہی کھا لیں۔“

میری محبوبہ

سندی  
فرانسیسی  
وغیرہ

دُنیاۓ ادب

براہِ راست  
انگریزی  
ترکی

دوشیزہ بہار کی محفل

(ایک شکی نظم کا ترجمہ)  
حد نظر سے دُور

بلند کُہساروں پر

دوشیزہ بہار کی محفل طرب آراستہ ہوئی ہے

میرے ارمانوں سے کہدو

تنتاؤں کا تر وہ سُنا دو۔

بلند کُہساروں پر

دوشیزہ بہار کی

محفل طرب آراستہ

ہوئی ہے۔

ہے

کوئی ایوس و دل

شکستہ؟

ہے کوئی کشمکش

اضطراب میں ایٹیاں رگڑنے والا؟

ہے کوئی خزاں پڑ پھول کی

طرح افسردہ دہرے گوں؟

بلند کُہساروں پر

دوشیزہ بہار کی محفل طرب آراستہ ہوئی ہے؟

میری محبوبہ!

میری محبوبہ ایک محصوم

اور حسین دوشیزہ ہے۔

اُس کی صورت بھولی بھالی اور اُس کا چہرہ دلکش،

بحری جہاز چلانے والے بوڑھے ملاح! مجھے بتا

کیا جہاز۔ بادبان اور شام کا ستارہ میری

محبوبہ کی مانند حسین ہیں!!؟

لے خولعلکوت بازوؤں

دلے بے باور جنگی سوار اچھے

تبا کیا جنگی گھوڑا تنہا اور

میدان جنگ

میری محبوبہ کی مانند

حسین ہیں!!؟

اے ریلوے کے محافظ

نوجوان! جو سایہ دار درخت

کے تلے بیٹھا ہے۔ مجھے بتا، کیا ریلوے

دادی اور گچ کوہ، میری محبوبہ کی مانند

(اسپین)

حسین ہیں!!؟

محبت

محبت ایک ایسی دنیا ہے جس میں سکون اور اطمینان کے بدلے بے چینی اور اضطراب کا دور دورہ ہے۔ لیکن

اس بے چینی اور اضطراب میں کچھ ایسا کیف پہنچا ہے۔ جو اس دنیا کے سکون اور اطمینان میں نہیں ہے

محبت کی بے چینی لطیف لہروں سے مشابہ ہے۔ اور دل اس کا دریا ہے۔

”میری کوریلی“



## دولت اور محبت

میں نے لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے اُس سے کہا کہ  
میں تمہارے پاس پریم لایا ہوں۔ کیا تم اسے  
قبول کرو گی؟

وہ طنز آمیز لڑائی اور  
یوں گویا ہوئی: اگر تم دولت  
لاتے۔ میں ہزار جان تم پر  
نثار کرتی۔ محبت بچوں  
کا کیل ہے۔ اس سے  
ہمیں کیا فائدہ؟  
میں مایوس  
واپس لوٹا۔  
اُس کی محبت  
نے مجھے دولت حاصل  
کرنے پر آمادہ کیا۔ میں  
اپنے مقصد میں کامیاب  
ہوا۔ مگر اصلی محبت کھو بیٹھا  
محبت! اب میں اُس کے  
پاس کیا لے کر جاتا۔ محبت کی  
مُر جھٹائی ہوئی کلیاں۔

## اُن کے ساتھ آخری میر

میری ملکہ نے اپنی بھوویں کو ٹکڑا۔ اُس نے وہ  
نگاہیں جن میں رحم کے ساتھ ساتھ غرور کا عنصر  
بھی موجود تھا۔ میرے اوپر  
لحہ بھر کے لئے جھادیں۔

ترازو کے ایک پٹے  
میں زندگی تھی دوسرے میں  
موت۔

”اچھا!“  
خون لیا ایک میری  
رگوں میں کھولنے لگا  
— آہ میری آخری  
توقع غلط نہ تھی۔

میں اور میری ملکہ  
پہلو پہ پہلو میر کو جھلنے  
والے تھے۔

اس طرح میں ایک دن اور  
زندہ رہ گیا۔ اور کون جانتا  
ہے کہ آج رات دنیا اپنے انجام  
کو نہ پہنچ جائے گی۔ ہ (برادونگ)

## محبت کی کشش

ایک بنگالی شاہکار  
— اگر چاروں طرف کالی کالی گھٹائیں چارہی ہیں  
— تو انہیں چھانے دو  
— پانی موسلا دھار برس رہا ہے — برسے دو  
— بجلی کڑکتی ہے کڑکے دو  
— بادل گرج رہا ہے — اسے دل بھر کر شور مچانے دو  
— لیکن پریتیم —!  
— میں تمہارے پاس ضرور آؤنگی  
— رات اندھیری ہے — کوئی فک نہیں  
— دریا مبتلاطم ہے — ہونے دو  
— کشتی کا پتہ نہیں — نہ سہی  
— میں دنیا کو تیاگ کر — اُس پار پہنچ جاؤں گی

## (پیش کش!)

صبح میرے لئے بونے گل لاتی ہے — جس سے فضا میں شیرینی اور تھپ تھپ پیدا ہو جاتا ہے  
بہار چنڈ نیم بستہ کلیاں پیش کرتی ہے — اشجار اس پر مسرور و شگواں ہوتے ہیں، اور جھومتے ہیں۔  
محبت ایک (نرم بوسے کی طرح) تہقہہ اور مُسرت پیش کرتی ہے۔

اسے میرے محبوب —!

تیرا تحفہ ”محبت“ ہے —! — میرا نذرانہ ہدیہ دل ہے!

# گناہ کی دنیا پیرس کی راتیں

اگر غروبِ قتب کے بعد آپ پیرس کی سیرگاہوں میں گھوم رہے ہوں آپ کی جیبیں روپیہ سے پُر ہوں اور دل میں وادیش کی خواہش موج زن ہو اور لیاک ایک موٹر کار آپ کے قریب آکر کھڑی ہو جائے اور اُس میں دو تین نوجوان طرحدار عورتیں بیٹھی ہوں اور اُن میں سے ایک عورت سگریٹ ہاتھ میں لئے آپ سے کہے: کیوں صاحب آپ دیاسلائی دینے کی تکلیف گوارا فرمائیں گے؟ اور آپ جھپٹے ڈبیا نکال دیاسلائی جلا کر اُسے پیش کر دیں۔

تو یہ امر یقینی ہے کہ غیر متوقع طور پر سہجان پر وہ واقعات کا ایک باب آپ پر کھل جائے گا۔ جو نئی آپ جلی ہوئی دیاسلائی اُس کے قریب لے گئے وہ اپنے سگریٹ کو اُس کے شعہ میں رکھ کر کش لگاتے ہوئے اپنی آنکھیں آپ کی آنکھوں میں ڈال کر کچھ ایسے انداز سے آپ کا شکریہ ادا کرے گی کہ آپ کا جوہ نظام کہہ رہے جائیں گے: اچھا آپ نواز رہیں۔ کتنے اچھے آدمی ہیں۔ آپ پیرس کی سیر کیجئے گا۔ ایسے شہر لیٹ لائے۔ اکثر صبحی ایسے ماحول کی تاب نہیں لاسکتے۔ پیرس کی شکاری عورتیں رات کو شکار کی تلاش میں نکلتی ہیں خوشنما

اور بیش قیمت موٹر کاروں میں سوار ہو کر دو۔ تین۔ تین کی ٹولیاں بنا کر۔ وہ نواز د کو فوراً پہچان لیتی ہیں۔ اور بقول شاعر آواز میں خراشیں رگ جال لئے ہوئے۔ جب وہ دعوت دیں۔ جلاکون الکار کر سکتا ہے۔ بعض احمق تو کہتے ہیں کہ ایسی دعوت جمیل کا مسترد کر دینا کفرانِ نعمت سے کم نہیں۔ بعض اس دہم میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ یہ حسینان پیرس ہم پر فریفتہ ہو گئی ہیں۔ اور بہشت بریں کا تصور جلتے ہوئے اُن حسین و جمیل رہنماؤں کے درمیان موٹر کار میں بیٹھ جاتے ہیں۔ انہیں بہت جلد اپنی حماقت کی خطرناک نوعیت کا احساس ہو جاتا ہے۔ موٹر کار کی رفتار تیز ہو جاتی ہے۔ اور شہر کے دُور افادہ حصہ میں پہنچتے ہی نواز د لیاک محسوس کرتا ہے۔ کہ اُس کی لپٹوں میں ایک پیتولی اپنا کام کرنے کو تیار ہے۔ جو کچھ ہے فوراً ہمارے حوالے کر دو۔ یا اُس کے کانوں میں پڑتی ہے اکثر صورتوں میں یہ کہنے کی نوبت نہیں پڑتی۔ ایک عورت لپتولی دکھاتی ہے۔ اور دوسری اُس کی جیبیں مٹولے لگ جاتی ہے اور چند لمحوں کے اندر یہ رومان انگیز سیاست ختم ہو جاتی



ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ سب ایک ہوٹل میں چلے گئے۔ شراب نوشی کا دور شروع ہوا۔ ایک دوپگ پینے کے بعد اس کا سر گھومنے لگتا ہے۔ پھر اُسے کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کہاں ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اُس کی لاش بد رو کے ساتھ سطح زمین کے نیچے بہ رہی ہو۔

حال میں اس قسم کے واقعات اتنی کثرت سے رونما ہوتے ہیں کہ حکومت پیرس نے جابجا اس مطلب کے پوسٹر لگا دیئے ہیں کہ نووارد کو ”دیاسلائی“ کی فرمائش کرنے والی عورتوں سے بچ کر رہنا چاہئے۔ ابھی کچھ زیادہ مدت نہیں گنہ رہی۔ کہ پریگ (زکیوسلاوکیا) کا ایک تمول سوداگر موسیو اینٹونی کاروبار کے سلسلہ میں پیرس آیا۔ وہ تھوڑے دیر کے بعد اپنے گھر کو واپس آ رہا تھا۔ کہ اُسے

اسی قسم کا واقعہ پیش آیا۔ سگٹ سلگاتے ہوئے ایک حسین ساحرہ نے کچھ ایسے انداز سے اُس کی طرف دیکھا کہ اُس کی فرسودہ ہڈیوں میں ایک نئی روح پھونک گئی۔ اور دوسرے ”ازدہ تشکر“ جناب اینٹونی کو اپنے ہوٹل تک جانے کے لئے اپنی موٹر کار پیش کر دی۔ وہ شہزادہ گفام کی طرح کوہ قاف کی اُن پر یوں کے درمیان بیٹھ گیا۔ راستہ میں اُن میں سے ایک نے کہا کہ آؤ دراپیا س بھالیں۔ موٹر ولیٹ اینڈ بار“ نمبر ہم ہکے سامنے کھڑی ہو گئی۔ اگر تو کوئی معمولی

ریسٹورنٹ ہوتا۔ تو اینٹونی صاحبہ کار فوراً انکار کر دیتا لیکن یہ ایک فیشن ایبل ریسٹورنٹ تھا۔ اینٹونی اور اُس کی دو معنوں احوال عورتیں اندر چلی گئیں۔ اینٹونی نے بیرنگائی اور اُن عورتوں نے ہلکی شراب۔ اینٹونی نے زندہ دلی کا ثبوت دینے کیلئے اُن کا جام صحت پیا۔ اور دوسرے بیا۔ جب وہ جانے لگے۔ تو ہوٹل کے میجر نے ۱۸ فرینک (قریباً ۳ روپیہ) کا بل پیش کر دیا۔ ”ایک میر اور دوپگ کے لئے ۱۸ فرینک“ اس کا مطلب

کیا ہے؟ اینٹونی نے کہا۔ ولیٹ ہوں بل کی مالک ”نادام دوکاسے“ نمودار ہوئی۔ اُس نے جواب دیا کہ جناب یہاں شفا کے لئے ہی دلم تھو ہیں پریگ کے بیویا رہی نے بگڑ کر کہا۔ کہ یہ تو چوروں کا گھر ہے۔ اتنا کہنے کی دیر سہتی۔ کہ اُن سب نے بل کر اُس اجنبی کو مار مار کر ادھ مٹا کر دیا۔ اور اُس کی جین خالی کر کے اُسے چوک کے قریب پھینک دیا۔ جب صبح کو اُس کی آنکھ کھلی تو بچی کے ستون کے ساتھ ایک اشنہا پر اُس کی نظر پڑی جس پر لکھا تھا۔ ”پیرس کا سب سے خوشنام اور بیش قیمت چوک“ اینٹونی اس اعلان کی صداقت کا قائل ہو گیا۔ اُسے واقعی یہاں سیر کرنے کے لئے بہت گراں قیمت ادا کرنا پڑی تھی۔

(۲)

حال کا واقعہ ہے کہ دیاسلائی کی اسٹریٹ میں شکار کھیلنے والی دو عورتوں نے دو پولیس انسپکٹروں سے دیاسلائی مانگی۔ وہ خود اُن کی تلاش میں تھے۔ انہوں نے دیاسلائی دینے کی بجائے اُن سے ”پروانہ شناخت“ طلب کیا۔ واضح رہے کہ پیرس کے عسکر السداد جوائن نے اس قماش کی عورتوں کے لئے ”پروانہ شناخت“ کی شرط لازمی قرار دے رکھی ہے یہ پولیس والے معمولی لباس میں تھے۔ جوہنی رانی عورتوں کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ دیکھتے دیکھتے ساتھ میں فی گھنٹہ کی رفتار سے موٹر کار کو لے گئیں۔ اور پولیس والے اُن کے عقب میں تھے۔ طویل تعاقب کے بعد ایک پولیس مین کا نشانہ موٹر کار کے پہیہ پر بیٹھا۔ جس سے ٹائر پھٹ گیا۔ اور آرمی اور دیدان نامی عورتیں خود اپنے دام میں پھنس گئیں۔ تلاش کے دوران میں پولیس کو ”چرٹے کی کھلی“ ملی۔ ایک فٹ کے قریب لمبی جس میں سکہ بھرا ہوا تھا۔ اُو جسے اس حسین و جمیل شوفر نے موٹر وکیل کے عین نیچے

رکھ چھوڑا تھا جب دوسری سارہ اپنے معزز مہمان کو باتوں میں مشغول رکھتی۔ تو شوفر چپکے سے اس تھیلی کو اٹھا کر مہمان کی کھوپڑی پر دے مارتی۔ اور پھر . . . باقی کام آسان تھا۔

(۳)

کچھ عرصہ ہوا ایک امریکن طالب علم مکمل تعلیم کے سلسلہ میں پیرس آیا۔ اُسے مشہور مفکر ہبٹس کا یہ مقولہ سننے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ کہ ”جو شخص عورت پر اعتبار کرتا ہے وہ چور پر اعتبار کرتا ہے“ وہ کالج سے نکل کر شام کے وقت سیر کے لئے نکلا اُس نے دیکھا کہ دور سے ایک موٹر کار اُس کی جانب آرہی ہے۔ موٹر کار ٹھہر گئی۔ اور انسانی فطرت کا ڈرامہ شروع ہوا۔ دیا سلائی مانگنے والی کاسٹرا کو دوسرا کیمیاوی مرکبات کا شرمندہ احسان تھا۔ اُس نے اس ادا سے خوش پوش امریکن لڑکے کو دعوت دی کہ وہ انکار نہ کرے گا۔ چند منٹ بعد وہ دو لڑکیوں کے درمیان بیٹھا ہوا انگریزی آرکسٹرکسٹک پر دور نغے ایک شاندار ہوٹل کے ایوان میں سُن رہا تھا۔ سامنے میز پر سفید شراب تھی۔ لطف آگیا ”لڑکے نے کہا“ خوب خوب“ ہتے ہوئے پہلے ایک لڑکی کھسک گئی۔ اور پھر دوسری۔ جب ہوٹل کے ملازم نے بل پیش کیا اور لڑکے نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ تو اُس کا رنگ فق ہو گیا۔ اُس کا ہٹا کھو گیا تھا۔ ہوٹل والے نے اُسے پولیس کے سپرد کر دیا۔ لیکن جب لڑکے نے ساری داستان سنائی۔ اور اُن لڑکیوں کا خلیہ بیان کیا۔ تو پولیس اُن میں سے ایک کو گرفتار کرنے کے قابل ہو گئی۔

(۴)

اب ایک امریکن اخبار نویس کی داستان سنئے اُسے پیرس کے حالات لکھنے کے لئے وہاں جانا پڑا۔ فوٹو کاسا

اُس کے ساتھ تھا۔ ایک موٹر کار اُس کے قریب کر ٹھہر گئی۔ رات کا ایک بج تھا۔ موٹر کار میں چند لڑکیاں بیٹھی تھیں۔ اُن میں سے ایک نے کہا۔ آگنا گوار خاطر نہ ہو تو اِس موٹر کار کو دیکھیں دیں۔ نوازش ہوگی۔ اخبار نویس تھا کہ بل جواں۔ اُس نے بقول کہے موٹر کو کنڈھا دیا موٹر چل پڑی۔ آپ کو سخت تکلیف اٹھانا پڑی۔ آپ ہمارے ساتھ تشریف لائیں۔ ہم آپ کو گھر تک لے جائیں گے۔ رستہ میں انہوں نے پیاس بجائی۔ ہوٹل والے نے تین سو فرانک بل پیش کیا۔ اخبار نویس نے اسکے چپکے بغیر تین سو کے نوٹ ادا کر دیئے۔ ”کیسے کہ وڑی کا لڑکا ہوگا“ لڑکیوں نے سچا۔ پینے کے بعد وہ اُسے موٹر پر بٹھا کر لے گئیں رستہ میں بے توجہ دیکھا کہ اُس سے ایک ہزار فرانک ہتیا لے گئے اور اُسے وہیں چھوڑ دیا گیا۔ یہ اور بات ہے کہ اخبار نویس کو یہ حالات قلم بند کرنے کا کثیر معاوضہ اخبار والوں کی طرف سے مل گیا۔

(۵)

ایک اور ڈاکٹر کا واقعہ ہے۔ وہ شکاگو سے پیرس آیا تو لڑکے عورتیں اُسے ہوٹل میں لے گئیں۔ وہاں سٹوری سی شریکے حوصلے اُس سے ۱۸ سو فرانک وصول کر لئے گئے۔ اُس نے ذرا جرأت سے کام لیا۔ اور پولیس کسٹمر سے رپورٹ کر دی۔ کسٹمر نے کہا ہم ایسے معاملات میں کچھ نہیں کر سکتے ہوٹل والے اس قسم کی واقعات میں چند اشخاص بطور گواہ پیش کر دیتے ہیں کہ اس شخص نے اعلیٰ درجہ کی نفیس شیمپن کی چند بوتلیں خود پیں اور اپنے دوستوں کو پلائیں۔ ہم نے اُن کی قیمت وصول کی ہے۔

(۶)

میکسیکو کا ایک متمول روغن فروش اُن خوبصورت بلاؤں کے پھندے میں پھنس گیا۔ انہوں نے موٹر میں بیٹھ بیٹھے اُسے خوب شراب پلانا شروع کی اور جیب وہ سوک

اٹھا تو وہ دریائے سین کے پل پر تھا۔ اور اُس کی انگلی سے وہ انگشتی ہمیشہ کے لئے جدا ہو چکی تھی۔ جس میں بورنیو کا نیلا لباس لٹب تھا۔ اور جس کی قیمت شام کے وقت اُس نے ۲ لاکھ فرانک ادا کی تھی۔

میں بیس کر سب کچھ گنوا بیٹھا۔ شریف آدمی اس قسم کے تلخ تجربات کے متعلق پولیس کو مطلع کرنے سے گھبراتے ہیں۔ اور اگر پولیس کو پتہ بھی چل جائے تو یہی ان عورتوں کے لئے قید یا جمانہ معمولی بات ہے۔

(۷)

”ہر ترقی کو پتہ“ اس نام کی ایک نوجوان عورت بے شمار سیاحوں کا شکار کر چکی ہے۔ دیکھنے میں حسن کی دیوی۔ لیکن دراصل شیطان وینس کے لباس میں لمبی گاؤں ڈوم انگلیاں قمری رنگ کے ناخن، خوشنوار عورت۔ بے رحم کثافت جذبات کے اعتبار سے گینڈا۔ ایک اخبار نویس کے الفاظ میں ”لوڑھوں کو جوان اور جوانوں کو بوڑھا بنا دینے والی“ وہ دونوں کے ساتھ بٹوے بھی اڑا لیتی ہے۔ نیشنل بینک سینٹ جریں کا ایک خزانچی کئی ہزار فرانک لے جا رہا تھا۔ کہ اس ظالم عورت کے پھینکے

(۸)

بعض اوقات ایسے کو تپتیا والی مثال صادق آتی ہے۔ گذشتہ دو سال سے ”مارسیلی“ موٹر کار پر سوار ہو کر اپنی جادو بھری آنکھوں سے آنے جانے والے پیدلیسیوں کو بے خود بنانے کی عادی تھی حال کا ذکر ہے۔ کہ اُسے ایک ڈاکو سے واسطہ پڑ گیا۔ اُس نے دیا سلائی کی روشنی میں سگٹ سلگاتے ہوئے اس بددعاش کو موٹر پر بیٹھنے کی دعوت دی۔ وہ یہی چاہتا تھا۔ رستہ میں لڑکی نے اُس کے گلے میں بائیں ڈال کر آہستہ آہستہ اُس کی جیبوں کو ٹوٹنا شروع کیا بددعاش نے

بیمہ زندگی محفوظ ہے! لیکن اس سے بھی زیادہ محفوظ

(ہمارے اعداد شمار آپ کی گارنٹی ہیں)

..... ۵ کروڑ	جاری شدہ کاروبار زائد از
..... ۱۸۰۰۰۰۰	لاٹ فنانڈز زائد از
..... ۱۴۳	اداشدہ کلیمز

بھارت کی پالیسیاں

اطمینان حفاظت منافع

(مہیا کرتی ہیں)

بھارت انشورنس کمپنی لمیٹڈ لاہور

کچھ کیا وہ واقعی حیرت انگیز ہے۔ اُس نے حسینہ کی لاش کے ارد گرد سینٹ کی قبر بنا دی۔ اُن پختہ دیواروں میں سے لاش کے مرنے کی جوباہر نہ نکل سکی۔ اور مدت تک اُس کی موت کا راز اُس کے مقبرہ میں پنهان رہا۔

(۱۱)

پیرس میں نوزاد اجنبی کے لئے ایک در طریق سے بھی دم فریب بچایا جاتا ہے۔ وہ کسی ہوٹل میں کھانا کھاتا ہے اُس کا میجر چیکے سے اُس کے پاس بیٹھ کر کہتا ہے۔ کہ فلاں ٹیکٹر کی مشہور ایکٹریس جس کی تصویریں ہر اخبار کی زینت ہیں یہاں آیا کرتی ہے۔ رات کے ایک بجے اپنا کام ختم کرنے کے بعد۔ پیرس میں ایسی عورتیں بھی ہیں جو شغل و صعوت اور لب و لہجہ اور اپنے ناز و انداز کے اعتبار سے حقیقی اداکاروں سے ملتی جلتی ہیں وہ میک اپ کے ذریعہ اصلی ایکٹریسوں کی بدل بن جاتی ہیں اور جب مقررہ وقت پر ہوٹل کے دروازہ کے باہر ایک پیش قیمت موٹر ٹھہرتی ہے۔ اور ایک عورت چہرہ پر نقاب لائے مقررہ گھر میں داخل ہوتی ہے۔ تو دیکھنے والا یقیناً اسے اصل ایکٹریس سمجھ لیتا ہے۔

پہلا پردہ :- خواب اور شراب اجنبی کے لئے اور ہلکی سفید شراب ایکٹریس کے لئے لائی جاتی ہے۔

دوسرا پردہ :- اجنبی فراطباعت سے جو ہنسنے لگتا ہے اور جو ہنستا ہوا سو جاتا ہے۔

تیسرا پردہ :- اجنبی دریا یا بدر کے کنارے پر بیٹھا ہوا رات کے واقعات کو پردہ ذہن پر لانے کی کوشش کرتا ہے :-

باغبان :- در لڑکے کو کم کے درخت پر چڑھ کر تے دیکھا تو یہاں کیا کہہ رہا ہے ؟ سب لڑکا :- میں جابر ہاتھ کا ایک آم زمین پر پڑا دیکھا میں اُسے لیکر اوپر چڑھ گیا تاکہ وہیں لگا دوں !

ایک ایکٹری طرح عاشقانہ ہیں بھرتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں۔ لڑکی نے اُس کی جیب سے بٹولا نکالنے کی دست درازی کی۔ بد معاش نے فوراً اُس کا گلا گھونٹ کر اُس کا خاتمہ کر دیا۔ اور اسے ٹوٹ کر چل دیا۔ وہ کچھ دیر بعد موٹر گار میں مردہ پائی گئی۔

(۹)

ایک در عورت ہے ایلی جون کے وقت بیوٹی شاپ میں عورتوں کے بال سنوارتی ہے۔ اور رات کو موٹر گار میں مردوں کی حجامت کرتی ہے۔ وہ حال میں ایک مالدار اجنبی کو اپنے مکان پر لے گئی۔ جب وہ صبح کے وقت اٹھا تو اُس کے جیب ڈھائی لاکھ فرانک غائب تھے۔ اُس نے پولیس کو مطلع کیا۔ لیکن پولیس نے ایک لڑکی کو گرفتار کیا۔ مسخیت طرز کو شناخت نہ کر سکا۔ اور بعد کو ملزمہ نے مسخیت کے خلاف "مداخلت بے جا بنانے کی بنا پر پالش دائر کی اور کئی ہزار لکیریہ جرمانہ وصول کر لیا۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ کیا بات ہوئی۔ وہ بال سنوارنے والی عورت اپنے گواہ اور لڑکی کے مکان پر لے گئی تھی۔ جو اُس کی طرح شکار کیلئے کی ماہر تھی۔

(۹)

"حسینہ" نامی لڑکی الجیریا سے پیرس میں قیمت آزمائی کی غرض سے وارد ہوئی۔ یہاں رقص گاہ میں اُس کے مشرقی ناچ اور لغتوں نے اہل پیرس کو مسح کر لیا وہ ناز و فرشی میں سب کو مات کر گئی۔ اُس کے چاہنے والوں کی تعداد حد سے بڑھ گئی۔ آخر اُس نے رات کو موٹر گار میں سوار ہو کر سادہ لوح لوگوں کو ٹھٹھا شروع کیا۔ اُس کے ایک عاشق ناشاد نے تنگ آکر اُس سے ہلاک کر دیا۔ اور پھر اُس نے جو



(خیالی افسانہ نہیں سچا واقعہ)

فقیر جلد ہی مدرسہ میں بہت ممتاز ہو گئی۔ مدرسہ کی تمام اُستادیاں اُس کی ذہانت، محنت، شوق کی قائل تھیں۔ اسی لئے اُس سے بہت محبت کرتی تھیں۔ میں جب اُس سے ملنے جاتا۔ اور سب کی زبان سے اُس کی تعریفیں سُنا تو میرے دل میں اُس کے لئے محبت بڑھ جاتی۔

گر ایک بات ایسی تھی جو مجھے فکر مند رکھتی تھی تمام علوم و فنون میں تو فقیر بہت تیز تھی، مگر سنو انی فنون، کھانا پکانا، کپڑے سینا۔۔۔۔۔ ان چیزوں میں وہ جی نہ لگاتی اور اُستادیاں اُس کی شکایت کرتیں

جب فقیر کی تعلیم ختم ہونے پہنچی اور آخری سند ملنے والی تھی یعنی امتحان میں صرف تین پہنچے باقی رہ گئے تھے۔ تو فقیر کامیرے نام خط آیا۔ پڑھتے ہی میری عجیب حالت ہو گئی۔ فقیر کی ماں یہ دیکھ کر بہت پریشان ہوئی۔ میں نے کہا۔ معلوم نہیں لڑکی پر کیا اُفتاد پڑی ہے خط میں صرف یہی ایک جملہ لکھا ہے۔ ”فوراُ آئیے مجھے آپ کی سخت ضرورت ہے۔“

چنانچہ میں اُسی وقت ریل پر سوار ہو کر نہا، پہنچا میرا دل کہہ رہا تھا کہ لڑکی ضرور کسی کے عشق میں مبتلا ہو گئی ہے۔

جب فقیر سے ملا اور اُس کی حالت پوچھی تو اُس

مصر کے ضلع منفیہ میں سید افندی یوسف نامی ایک شخص حکومت میں ملازم ہے۔ اُس کے ایک لڑکی ہوئی۔ جس کا نام فقیر رکھا گیا۔ جب فقیر سیانی ہوئی تو زمانہ مدرسہ میں داخل کر دی گئی بچیاں ستہ برس کی عمر تک رہی۔

یہ بیان مصری اخبار الدنیا کے نامہ نگار کا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ جب مجھے معلوم ہوا کہ فقیر، لڑکی سے لڑکا بن گئی ہے۔ تو میں اُس کے والد سید افندی یوسف سے ملنے گیا تاکہ اس حیرت انگیز واقعہ کی تفصیلات معلوم کروں چنانچہ سید افندی یوسف نے مجھے حسب ذیل بیان دیا۔

لڑکی کے والد کا بیان

۳ فروری ۱۹۱۶ء کو فقیر پیدا ہوئی۔ وہ بہت خوبصورت اور ذہین تھی۔ میں نے اُس کی تعلیم کا خاص انتظام کیا اور ابتدائی مدرسہ میں بٹھا دیا۔

جب فقیر ستہ برس کی ہوئی تو ہر طرف سے شادی کے پیام آنے لگے کیونکہ وہ بہت ہی حسین تھی۔ مگر میں نے کوئی پیام بھی قبول نہ کیا۔ کیونکہ لڑکی مجھے بے حد عزیز تھی اور میں اُسے اعلیٰ تعلیم دینا چاہتا تھا۔

چنانچہ میں نے شہر نہا، کے سرکاری زمانہ مدرسہ میں فقیر کا نام لکھا دیا اور اپنے ایک دوست کی بیوی کی نگہانی میں اُسے کر دیا۔

فقیہی بہ نہیں، کیونکہ میں چاہتا ہوں۔ میری بیوی میری پہلی حالت سے بے خبر ہو۔

### فقیہی کے اعتراضات

مرد ہو جانے کے بعد فقیہی نے ایک مضمون لکھا ہے جو حال ہی میں اخبار الدنیا میں شائع ہوا ہے ذیل میں اس کا مختصر ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔  
فقیہی لکھتی ہے:-

میں پورے سترہ برس عورت رہا ہوں۔ اور آج مجھے مرد بنے ہوئے دو برس گزر چکے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی پر ایک نظر ڈالوں جو عورت ہونے کی حالت میں مجھے بسر کرنا پڑی ہے۔ کیا میری یہ کوشش اضطراب پیدا کرنے والی نہیں ہے۔

یہ دو سال جو موجودہ تبدیلی سے گزرے ہیں اس قدر مختصر مدت ہیں کہ پچھلے سترہ برسوں کو میرے دل سے بھلا نہیں سکتے۔ بلاشبہ مجھے اپنی مردانگی از حد عزیز ہے۔ مگر میں میں نامی کو کس طرح فراموش کر جاؤں حالانکہ یہ ماضی مجھے سخت شرمندہ اور محجوب کرنے والا ہے۔

میں کوشش میں ہوں کہ اپنی اس شرم پر غالب آجاؤں محض اسی خیال سے میں یہ سطور بھی لکھ رہا ہوں تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ میں اگرچہ پہلے عورت تھا۔ مگر مجھے فخر ہے کہ اب مرد بن گیا ہوں!

میں جب لڑکی تھا۔ تو بہت خوبصورت تھا میرا رنگ گورا تھا۔ بال لمبے اور نرم تھے۔ آنکھیں بڑی بڑی تھیں اور جادو بھری۔

ابتدائی تعلیم ختم ہونے کے بعد میرے والد نے مجھے بہت زیادہ ذہن اور تعلیم کا شائق دیکھ کر سرکاری ہائی اسکول میں داخل کر دیا۔ مدرسہ کے قریب ہی ایک گھر میں

نے زار و قطار رونا شروع کیا۔ اب مجھے بدترین تنہا ہونے لگی۔ اور یقین ہو گیا کہ کوئی سخت بے آبروئی ہو گئی ہے۔ میں نے فقیہی کو ڈانٹا کہ جو کچھ ہوا ہے۔ بیان کرے، مگر وہ میرے قدموں پر گر پڑی۔ اور زار زار رونا شروع کر دیا جب میں بہت خفا ہوا تو اس نے ڈرتے ڈرتے بتایا کہ وہ مرد بن گئی ہے۔ میں نے حیران ہو کر سوال کیا۔ کب سے؟ اس نے جواب دیا۔ "دو دن سے!"

نامہ نگار لکھتا ہے کہ یہ واقعہ ۱۹۳۷ء کا ہے۔ مگر فقیہی کے والد نے کوشش کی کہ اسے ظاہر نہ ہونے دیں  
فقیہی سے گفتگو  
نامہ نگار کا بیان ہے۔ کہ اس گفتگو کے بعد اس نے خود فقیہی کو مخاطب کیا جس کا موجودہ نام فقیہی ہے۔  
دونوں میں حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

نامہ نگار: فقیہی! کیا تمہیں اس بات سے خوشی ہوئی کہ عورت سے مرد بن گئے؟

فقیہی: یقیناً، کیونکہ میں آزادی کو پسند کرتا ہوں! نامہ نگار: اب ان لڑکیوں کے بارے میں تمہارا احساس کیا ہے جو مدرسہ میں تمہاری ساتھی تھیں فقیہی: وہی احساس جو بچائی کو اپنی بہنوں کی طرف ہوتا ہے۔

نامہ نگار: کیا ان میں سے کوئی تمہیں موجودہ تبدیلی کے بعد ملتی تھی۔

فقیہی: نہیں، لیکن ان میں سے اکثر کے خطوط میرے پاس آتے ہیں۔ بعضوں نے مبارک باد دی ہے۔ اور بعض نے درخواست کی ہے۔ کہ ان سے شادی کر لوں!

نامہ نگار: کیا ان میں سے کسی کو اپنی بیوی پسنانا چاہتے ہو؟



چارہم وطن لڑکیوں کے ساتھ میرا قیام تھا۔ اور ایک درہانی مانا ہمارے خدمت پر مقرر تھی۔

اسکول میں تمام لڑکیاں مجھ سے محبت و عزت سے پیش آتی تھیں۔ کیونکہ میں بہت ہی نیک سیرت اور محنتی لڑکا تھا۔ مگر مجھے نسوانی کاموں سے کوئی رغبت نہ تھی۔ میں تمام علوم و فنون میں بہت ممتاز تھی۔ مگر نسوانی کاموں میں ذرا جی نہ لگتا تھا۔ مجھے سب سے زیادہ تکلیف و رکوف گانے بجانے اور ناچنے کی تعلیم حاصل کرنے سے ہوتی تھی۔ مگر یہ تعلیم مدرسہ میں لازمی تھی۔

پھر میری آواز بھی دوسری لڑکیوں کی آواز سے جاری تھی ایک مرتبہ شہر نے مدرسہ کا معاشرہ کیا اور لڑکیوں کو حکم دیا گیا کہ کشنہ کی تعریف میں قصیدہ گایا جائے۔ لیکن میری آواز سب لڑکیوں سے زیادہ اونچی تھی۔ حتیٰ کہ مدرسہ کی بڑی

اُستانی نے جھنجھلا کر مجھے نکال دیا۔ اور اُس نے کہا "تم فحشہ نہیں بلکہ فحشہ آفندی ہو!"

۱۹۱۲ء کے ابتدائی مہینوں میں میرے اخلاق و عادات میں عجیب تبدیلی ہونے لگی۔ مجھے نہ اپنی ساتھی لڑکیوں کے ساتھ کھیلنا اچھا معلوم ہوتا تھا۔ نہ اُن کی باتیں ہی بھلی لگتی تھیں۔ شروع شروع میں مجھے شک ہوا کہ کوئی بیماری لگتی ہو گئی ہے مگر بھوک خوب لگتی تھی۔ اور کھانا خوب ہضم ہوتا تھا۔ اس لئے بیماری کا شک دور ہو گیا۔

لیکن جلد ہی مجھ پر پورا راز کھل گیا۔ میرے جسم میں انقلابِ عظیم ہو گیا۔ میں لڑکی سے صحیح معنی میں لڑکا بن گئی۔

یہ تبدیلی میں نے ایک مہینے میں محسوس کی اور اس قدر خوفزدہ ہوئی کہ کمرے سے باہر نہ نکل سکی۔ یہاں تک کہ ماما نے دروازہ کھٹکھا کر مجھے نکلنے پر مجبور کر دیا۔

بیمہ افیس  
ایشین انشورنس کمپنی  
لاہور

# ایشین انشورنس کمپنی لمیٹڈ

قائم شدہ  
۱۹۱۰ء

بیمہ زندگی کیلئے ایک مضبوط و بہترین کمپنی بیمہ کرانے سے پہلے اسکی دلکش سکیموں کا مطالعہ فرمائیے

{ کیا آپ نے کبھی سوچا ہے } {

کہ آپ اپنے فالو وقت میں موجودہ آمدنی سے کسی گنا زیادہ کماسکتے ہیں

بولنس میعاد بندی  
۱۵/- روپیہ  
فی سال  
فی ہزار

میدلر ڈول برورز آرگنائزنگ سکیورٹی انشورنس روڈ  
لاہور

بولنس تاحیات  
۲۵/- روپیہ  
فی سال  
فی ہزار

۲۹۶ نمبر سے دریافت

کی کہ نہانے میں مجھ کو مدد دیں گی۔ مگر میں نے اس مشکل کو بھی کبھی نہ کسی طرح دور ہی کر دیا۔

ایک دن ایسا ہوا کہ میں نے ٹرسٹ کی رات پر ایک مضمون لکھا۔ اُستانی کو بہت پسند آیا اور اُس نے لیک کر مجھے چٹالیا۔ اور پیار کیا۔ پھر حیرت سے کہنے لگی ”فحشہ تم تو بالکل مردوں کی طرح خشک ہو“

اس واقعہ کے بعد میں تمام اُستانیوں اور ساتھیوں کی طرف سے بہت بچ کدہ بنے لگا۔ مگر ایک دن ایک ایسی مصیبت سے سامنا ہوا جس نے میرے ہوش اُڑا دیئے۔

میں آئینہ کے سامنے کھڑا تھا۔ زنا نہ کپڑے پہنے تھا۔ جب دستور ادا نہ بھی تھا۔ دفعتاً کیا دیکھتا ہوں کہ زنا ماروں پر ہال لگ گئے ہیں۔ خدایا، میں اب کیا کروں؟ حجام کے پاس تو جانتیں سکتا۔ کیا اُستہ خرید لیاؤں اور والد کے دوست اور اُس کی بیوی کے سامنے ڈاڑھی موچھ مونڈوں؟

خیر کسی نہ کسی طرح ان بالوں کو بھی چھپایا اور امتحان میں بیٹھ گیا۔ دل و دماغ پر بے حد پریشانی چھائی ہوئی تھی تاہم مدرسہ میں سب اول نمبر پر پاس ہو گیا۔

امتحان کے بعد میں اپنے والد کے ساتھ وطن کو روانہ ہو گیا اب تک زنا نہ کپڑے پہنے تھا میں نے والد سے درخواست کی کہ اب مجھے مردانہ وضع اختیار کرنے دیں انہوں نے اجازت ہی نہیں دی بلکہ ریل ہی میں اپنے صندوق سے مردانہ کپڑے نکالے جو میرے لئے ساتھ لائے تھے۔ میں نے سر کے بال اُسی وقت کٹوا دیئے۔ اور مردانہ لباس پہن لیا۔

اب میں دُنیا کی نظر میں بھی مرد تھا

جب ماما میری کوئی ساتھی لڑکی میرے قریب آتی تاکہ کپڑے اتارنے یا پہننے میں میری مدد کرے، تو میں بڑی سختی سے اُسے دور کر دیتی

اب میں مجبور تھی کہ اپنے والد کو اس عجیب واقعہ سے آگاہ کروں۔ چنانچہ میں نے یہی کیا۔ مگر انہوں نے تاکید کی کہ امتحان تک مجھے لڑکی ہی کے روپ میں رہنا ہوگا۔ تاکہ سب دل جلنے مرد ہو جانے کے بعد

اس کے بعد سختی نہ لکھا ہے۔

مرد ہو جانے کے بعد مجھے پورے چار مہینے زنا نہ لباس میں لڑکیوں کے ساتھ لڑکی بن کر رہنا پڑا اُس زمانے کا ہرن میرے لئے ایک ہزار برس کے برابر تھا

مجھے اس سے سخت نفرت ہوئی کہ مدرسہ کی اُستانیوں اور لڑکیوں کو دھوکہ دوں وہ مجھے لڑکی سمجھتی رہیں حالانکہ میں لڑکا ہو چکا ہوں لیکن والد کے حکم سے سرتابی کرنا بھی مجھے لئے ناممکن تھا۔

پھر والد نے پڑائے گھر سے ہٹا کر اپنے ایک دوست کے مکان میں رکھ دیا۔ اس دوست اور اُس کی بیوی نے میرا دل کھول کے خیر مقدم کیا۔ لیکن جب والد چلے گئے تو مجھے اپنی پوزیشن بہت نازک معلوم ہوئی۔

رات کو جب سوئے گا وقت آیا تو دوست نے میرے سامنے اپنی بیوی سے کہا ”تم فحشہ کے ساتھ سو رہو۔ میں دوسرے کمرے میں لیٹوں گا“

لیکن میں نے اس تجویز کی بڑی سختی سے مخالفت کی اور کہا کہ مجھے نیند ہی نہیں آتی جب تک کمرے میں ایک ہی نہ ہوں اور اُسے بند کر کے نہ لیٹوں! میرے اس انکار پر والد کے دوست کو برج بھی ہوا مگر میں مجبور تھا۔

صبح کو پھر مشکل پیش آئی گھر کی بی بی نے صند شروع

# اس کے پردے میں

## ایک نئی فلم ایکٹریس کے ساتھ کیا گزری

وہاں کی فضا باہر کی دُنیا سے بہت مختلف تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ ایک بہت بڑا گیارخانہ ہے جس کا اسی ہی نیلام ہونے والا ہے۔ ادھر ادھر گھومنے، اور نگارخانہ کے بعض حصے دیکھنے کے بعد جب ہم ایک چھوٹے سے باغیچہ میں سے گذرے تو میری نظریں، ایک نوجوان عورت پر پڑیں جو مردوں کے ساتھ خوش گپیتوں میں مصروف تھی۔ نظریں چار ہوئی تھی وہ اس طرح اٹھ کھڑی ہوئی۔ گویا میرے استقبال کے لئے آمادہ ہے۔ دوبارہ نظریں ملنے ہی میں نے کلما کو پہچان لیا۔ وہ لاہور کے ایک کالج کی طالبہ تھی اور اکثر کالجوں کے علمی مباحثوں اور سوشل تحریکوں میں حصہ لیتی رہتی تھی۔ نوجوان طبقہ میں اُس کے حسن و جمال، اور سلیقہ کی وجہ سے بہت قدر تھی۔ اور جس شخص میں کلما موجود ہوتی تھی۔ اُس کی رونق دوبالا ہو جاتی تھی، لیکن تعلیم سے فارغ ہوتے ہی آرٹ کا شوق اُسے بھیٹ لے گیا۔ اور وہ فلمی دنیا میں شریک ہو گئی، تجھے یاد ہے کہ اُس کے اس راؤ سے باز رکھنے کے لئے اُس کے رشتہ داروں نے کتنی کوشش کی تھی۔ مگر وہ فلمی دنیا کی رنگینیوں سے اس قدر مسحور ہو چکی تھی کہ اُس نے کسی کے سمجھانے کی پروا نہ کی۔

آج اُسے نگارخانہ کے باغیچہ میں دیکھ کر پرانی یاد تازہ ہو گئی ہے۔ لیکن آج کی کلما اور ایک برس پہلے

بہٹی کے نگارخانے پرستیاج کے لئے اپنے اندر ایک خاص کشش رکھتے ہیں۔ تیناویں فیصدی سافرا اس حسین دنیا کی سیر کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس معاملہ میں بعض اچھا اپنے اثر و رسوخ یا احباب کی معوف کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اور اکثر یوٹیس ہو کر واپس لوٹ آتے ہیں۔

بہٹی کے پہلے سفر میں جب میں نے کاروباری اُلجھنوں سے فراغت حاصل کر لی تو میں اپنے ایک اُسے دوست کی تلاش میں چل نکلا۔ جو وہاں کے ایک مشہور نگارخانے میں ایک رمار عہدے پر ملازم تھے۔ مجھے دیکھتے ہی باغ باغ ہو گئے یچین کے دوست عرصہ کے بعد ملیں، تو ملاقات بہت شیریں ہو جاتی ہے۔ ایک ہی گھنٹہ کے اندر ہم دونوں نے وہ ساری تاریخ بے رلطف فقروں میں بیان کر ڈالی جو ہماری مختار کے چند برسوں میں گذری تھی۔ ذاتی حالات، دوستوں کے قصے، کاروباری تذکرے، غرضیکہ ایک طوفان گفتگو تھا کہ ایک گھنٹہ تک بپیارہا، اسی بات چیت کے دوران میں اُن کے موجودہ عہدہ، نگارخانوں کی زندگی، اور وہاں کی زیرنگیوں کا بھی ذکر آ گیا، اور میں نے خواہش ظاہر کی کہ مجھے چند نگارخانوں کی سیر کرادی جائے، اور ممکن ہو تو کچھ اداکاروں سے ملاقات بھی!

تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک نگارخانہ میں پہنچ گئے

کی کملا میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ معلوم ہوتا تھا،  
یا سین کی کلی کو بے رحم گلیں نے مسل ڈالا ہے۔ پہلے قدرتی  
حسن و جمال انکھیں خیرہ کرتا تھا۔ اب ظاہر حسن کو فٹم  
رکھنے کے لئے غانہ اور سُرخ درکار تھی، مگر آنکھوں میں  
چھپی ہوئی حسرت، اُس کے دلی حزن و ملال کو ظاہر کرتی تھی  
اور چشم بصیرت پر صاف عیاں تھا۔ کہ چہرے کی لاشت  
محض ایک فریب ہے۔ بظاہر خوبصورت مگر بہ باطن تاریک  
اور رنجیدہ !

ہم آپس میں تپاک سے ملے۔ اور ادھر ادھر کی  
باتیں کرنے لگے، دوران گفتگو میں جب میں نے اُس کی  
پڑمردگی کے متعلق پوچھا۔ تو میرے سوال سے اُس کا  
چہرہ اور بھی اتر گیا۔ مگر اُس نے ایک پھیکے سے تبسم کے  
ساتھ جواب دیا۔ ”کچھ نہیں۔ یونہی پچھلے دنوں بلدیعت

درِ اخراب رہی۔ اب بالکل ٹھیک ہوں“  
چند منٹ کی گفتگو کے بعد جب میں اُس سے  
رخصت ہو کر اپنے دوست کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ تو  
میں نے اُس سے پوچھا۔ کہ آئے دن اخبارات میں نگار خانوں  
کی یہ عنواناتوں کے متعلق جو مضامین شائع ہوتے ہیں۔ کیا  
اُن میں کچھ صداقت بھی ہوتی ہے۔ یا محض پراپگنڈہ ہوتا ہے  
اس سوال کے جواب میں میرے دوست نے کہا۔ کہ  
مس کملا کی مثال تمہارے سامنے ہے۔ کہ فحشی شہرت کے غلط  
نے اُسے تباہ کر ڈالا ہے۔ اور اس نگار خانے کے معمولی ایکٹر  
سے لے کر ڈائریکٹر تک کی ہوس پرستیوں نے، ایک برس  
پہلے کی شوخ حسین، اور صحت و کملا کو پڑمردہ، لاغر اور  
کھلائے ہوئے پھول کی طرح بد صورت بنا دیا ہے۔ شہرت  
حاصل کرنے کے لئے ہر ایکر لیس کو یکساں طور پر مراحل طے

شلیفون  
نمبر ۲۹۶۰

# نیوزی لنڈ الشورس کمپنی لمیٹڈ

تارکاپتہ — فنڈز ادا، چارکر و پچاس لاکھ روپیہ — دو گل براڈوے

تمام قسم کا انشورنس کا کام کیا جاتا ہے

آگ، کارخانجات، موٹر، بحری، مزدوروں کو حادثہ پیش آنے پر معاوضہ گارنٹی اور دیگر کلاسیں

برائیں — بمبئی — رنگوں

ہیڈ آفس (برائے ہندوستان) ۲۶ ڈھوز می۔ سکوائر ویسٹ کلکتہ

تفصیلات پتہ ذیل سے طلب کریں

قائم شدہ  
۱۸۵۹ء

## میسرز دوگل برادرز رتن چند روڈ لاہور

ہیں شرماتی اور کوئی ہی شام ایسی ہوتی ہے جب وہ کسی ڈائریکٹریا ایکٹر کی پارٹی کی رونق نہیں بڑھاتی۔ اب یہ اشغال اُس کے لئے معمولی بات ہو گئے ہیں جس نے اُس کے حسن و جوانی دونوں کو نارت کر دیا ہے۔ لیکن اُس کے لئے اس کو ذمہ دار بھی قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ سمندر میں غوطہ لگا کہ خشک لگنا خیال خام سے کم نہیں۔

میرے دوست کے ان الفاظ سے میرے

رونگے گھڑے ہو گئے اور

میں نے اگلے دن پھر کمر

سے ملاقات کی۔ اور کوشش

کی کہ وہ اس جہتی

زندگی کو ترک

کے واسطے

لوٹ آئے لیکن

گناہ میں حد سے زیادہ

عرق ہو جانے کے باعث

وہ رضامند نہ ہوئی۔ ممکن

ہے۔ میں زیادہ زور دیتا۔

تو وہ سنبھل جاتی، لیکن اس خیال سے خاموش

رہا کہ ممکن ہے، سماج اُسے دوبارہ قبول نہ کرے اور

وہ کوئی ایسی نازیبا حرکت نہ بیٹھے، جو زیادہ گناہ ڈال دے

اس لئے واپس چلا آیا۔

تین برس گزر جانے کے بعد بھی جب کبھی کمر کا خیال

آتتا ہے تو آنکھیں پُریم ہو جاتی ہیں حال میں اُس کے متعلق مجھے

ایک نڈھنگا اطلاع ہے آخر وہی ہو جس کا اندیشہ تھا۔

کرنے پڑتے ہیں۔ لگا رہا انوں میں ہر ڈائریکٹر، فوٹو گرافر ساؤنڈ انجینئر سے یہ یقین دلاتا ہے کہ تمہاری کامیابی میرے ہی ہاتھ میں ہے۔ اور میں ہی تمہیں شہرت کے آسمان پر پہنچا سکتا ہوں۔ اگر میری بات نہ مانو گی تو کہیں کی نہ ہو گی! اور یوں وہ ان رنگے سیاروں کی ہوس رانی کا شکار ہو جاتی ہے۔ گناہ کی وادی میں رکھا ہوا قدم ممکن نہیں کہ پیچھے ہٹا لیا جائے جو باتیں پہلے ٹھلیہ میں اور کبھی کبھی ہوتی ہیں

وہ رفتہ رفتہ طبیعت

ثانی بن جاتی ہیں۔ اور

صلائے عام ہو جاتی

ہے۔ لگا رہا انوں کی

فضا اس قدر

گناہ آلودہ

ہوتی ہے کہ

کوئی عورت اپنی

پار سائی کو قائم نہیں

رکھ سکتی۔ کیونکہ چاروں

طرف ایسی ترغیبیں ہوتی

ہیں۔ جو اُس کو شہرت کے ساتھ چپاؤ

ذالمت میں گرا دیتی ہے۔

میرے دوست نے چند ناگفتہ بہ واقعات کا

تذکرہ کرنے کے بعد بتایا کہ کلا جب فلمی دنیا میں

داخل ہوئی تو اس قدر حیا دار تھی۔ کہ ڈائریکٹر سے کھل

بات تک نہ کر سکتی تھی۔ مگر اب یہ حالت ہے کہ لگا

خانے کے معمولی سے معمولی ملازم کے ساتھ مذاق کرتے



دواؤں میں شامل کیا ہے وہ تصدیق و تحقیق سے صرف تحفید ہی نہیں بلکہ مفید تر ثابت ہو رہی ہے۔

ان مصدقہ اشیاء میں گاجر بھی ہے، یہ ایک ایسی عام اور مشہور چیز ہے کہ ہندوستان میں شاید ہی کوئی ایسا مقام ہو جہاں اس کی کاشت نہ کی جاتی ہو۔ اور کوئی جگہ شادو نادر ہی ایسی ہو کہ جہاں کے باشندے اس سے ناواقف ہوں، دیہات کے لوگ تو گاجر کا استعمال موسم سرما میں نہایت کثرت اور مختلف طریقوں سے کرتے ہیں کیونکہ یہ ان کے لئے ارزاق ترین مقوی غذا ہے۔ گو وہ اس کے کثیر التعداد تحقیقی فوائد سے آگاہ نہ ہوں مگر اتنا تو ان میں کامر شخص جانتا ہے کہ گاجر مفید ہے، خون پیدا کرتی ہے اور ہاضم ہے، مگر مہذب اور تعلیم یافتہ طبقہ اس کو عموماً گنواروں اور گھوڑوں کی ہی غذائیں کہتے ہیں، اور بنیال خویش وہ اس کو انسانی غذا میں شامل کرنا پسند نہیں کرتا۔

گاجر کے فوائد از روئے طب قدیم

مزاج۔ اہل بے قدیم نے اس کو گرم تر لکھا ہے  
فوائد۔ ملطف ہے، جگر کے شدوں کو کھاتی ہے، مقوی

اس زمانہ میں سائنس کی حکومت و فرمانروائی ہے اس لئے کسی ایسی چیز کی طرف اکتھا تک بھی پسند نہیں کیا جاتا جس کی تحقیق و تصدیق سائنسدان اور ماہرین کیمیا نہ کر دیں ہندوستانیوں کی غذا میں بہت سی چیزیں ایسی شامل ہیں جو دیکھنے میں بہت کم قیمت اور حقیر مگر فوائد میں اکیسہ میں مافسوس ہے کہ ہم اپنی اس غلامانہ ذہنیت عادت کو کیا کہیں کہ جب تک کسی چیز کے فوائد کی تصدیق سمندر پار سے ہمارے پاس نہ آجائے اس وقت تک اس کے استعمال میں شک و شبہ ہی رہتا ہے۔ اس شک و شبہ نے ہمارے قلوب پر اپنا ایسا سنگ جبار رکھا ہے کہ ہمیں خود اپنے آپ میں شک ہے۔ لیکن احتیاط و اعتدال کا تقاضا ہے کہ ہم کو اپنے آباؤ اجداد کے عادات و اطوار، طریقہ خورد و باش صرف اس وجہ سے نہ چھوڑ دینا چاہئے کہ اس کی تصدیق و تحقیق سمندر پار دواؤں نے نہیں کی ہے۔

خدا کا شک ہے کہ اب کچھ دنوں سے اہل فرنگ ہماری دواؤں اور غذاؤں کو امتحان کی کسوٹی پر کس رہے ہیں اور جس اشیاء کو ہمارے بزرگوں نے اپنی غذاؤں یا

معدہ اور پلین ہے۔ باہ اور مادہ تولید کو زیادہ کرتی ہے۔ بلغم کو چھانٹتی ہے۔ کھانسی کے لئے فائدہ مند ہے۔ سینہ اور جگر کے درد کو زائل کرتی ہے۔ سنگ بگردہ و مثانہ کو خارج کرتی ہے۔ مڑوڑ کو دور کرتی ہے۔

### گاجر کے جدید تحقیقی فوائد

خون صاف کرتی ہے اور اعصاب کے لئے مفید ہے دیر اور سب کو فائدہ دیتی ہے جسم کی رنگت کو خوشنما بناتی ہے۔ گردوں پر نہایت مفید اثر کرتی ہے۔ ویرج کو برصحاتی ہے۔

طب قدیم کے بیان کردہ گاجر کے فوائد اور جدید تحقیق کے تجربہ کئے ہوئے منافع قریب قریب یکساں ہیں۔

### کون کون سے وٹامن ہیں

جدید تحقیق سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ ہماری

غذا میں ایک خاص زندگی بخش اور حیات افزا جزو ہوتا ہے۔ اور اس جزو کی عدم موجودگی سے تمام غذا جسم کے لئے بیکار ہو جاتی ہے اور اس کی کمی سے مختلف عوارض پیدا ہوجاتے ہیں مثلاً جسم کی نشوونما بند ہو جاتی ہے۔ ہاضمہ خراب اور لکھڑا رہیگی کمزور ہو جاتے ہیں۔ قوت بصارت و سماعت میں خلل پڑ جاتا ہے۔ قوت مدافعت کے کمزور ہونے کی وجہ سے مہلک و متعدی امراض حملہ آور ہو سکتے ہیں یہ قوت بخش اہم حیات پرور جزو حیاتین (وٹامن) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس زندگی بخش جزو کی اب تک کئی اقسام تحقیق ہو چکی ہیں۔ اور ان کو امتیاز و خصوصیت کے لئے الف، ب، ج، وغیرہ مختلف اشارات سے تحریر و تقریر میں ظاہر کرتے ہیں۔

جدید تحقیق نے یہ انکشاف کیا ہے کہ گاجر میں حیاتین (وٹامن) کی مندرجہ ذیل اقسام پائی جاتی ہیں۔

### جوانی صحت طاقت کا خزانہ

جوانی صحت اور طاقت کا خزانہ حاصل کرنے کیلئے بہترین غذا کا استعمال کرنا چاہیے جو بیویوں کی صحت سے دنیا بھر میں مشہور ہو چکی ہے بہترین غذا اگے استعمال جسے ہم میں نیا خون نئی طاقت اور نئی جوانی پیدا ہوتی ہے یہ پانی کی ملنے پانی منی (ویرج) کو شہد کی طبع کاڑھا کے جمادی جیساں اقلام کو سرعت ازال کو ہمیشہ کے لئے آرام جاتا ہے اس کے استعمال سے فی صبح بڑھتا ہے اور گڑھا ہوتا ہے اس میں اضافہ ہوتا ہے بہترین غذا میں قیمت اجزاء کا مرکب اگر تین ہفتہ پر پیر کیا تو استعمال کر لیا جائے تو عمر بھر کی ہی موتیوں کی صورت میں ہی انسان بڑھاپے میں جوانی کے مزے حاصل کرتا ہے۔ ۱۹۳۳ء تک بہترین غذا سے ایک لاکھ پانچ لاکھ انسان فائدہ اٹھا چکے ہیں اور تھوڑے دن بدن بڑھ رہی ہے۔ قیمت فی کلو گرام تین ہفتہ خوراک تین روپیہ، قیمت دویشی اٹھ انگلیں

### بہترین غذا

جوانی صحت اور طاقت کا خزانہ حاصل کرنے کیلئے بہترین غذا کا استعمال کرنا چاہیے جو بیویوں کی صحت سے دنیا بھر میں مشہور ہو چکی ہے بہترین غذا اگے استعمال جسے ہم میں نیا خون نئی طاقت اور نئی جوانی پیدا ہوتی ہے یہ پانی کی ملنے پانی منی (ویرج) کو شہد کی طبع کاڑھا کے جمادی جیساں اقلام کو سرعت ازال کو ہمیشہ کے لئے آرام جاتا ہے اس کے استعمال سے فی صبح بڑھتا ہے اور گڑھا ہوتا ہے اس میں اضافہ ہوتا ہے بہترین غذا میں قیمت اجزاء کا مرکب اگر تین ہفتہ پر پیر کیا تو استعمال کر لیا جائے تو عمر بھر کی ہی موتیوں کی صورت میں ہی انسان بڑھاپے میں جوانی کے مزے حاصل کرتا ہے۔ ۱۹۳۳ء تک بہترین غذا سے ایک لاکھ پانچ لاکھ انسان فائدہ اٹھا چکے ہیں اور تھوڑے دن بدن بڑھ رہی ہے۔ قیمت فی کلو گرام تین ہفتہ خوراک تین روپیہ، قیمت دویشی اٹھ انگلیں

مادرین میکیل ورکس پرائیویٹ میوہ منڈی لاہور

پراچ روپیہ۔

### حیاتین الف

بیانی کو قوت دیتی ہے۔ جسمانی استخوانیاں اضافہ کرتی ہے۔ قوت مدافعت کو بڑھاتی ہے۔ کافور اور جسم کے سوراخوں میں سوزش اور پرپ کی پیداوار کو روکتی ہے، گاجریں حیاتین الف موجود ہے اور کمزوری بصارت کے لئے گاجریں کا کثیر استعمال نہایت مفید ہے۔

### حیاتین ب

یہ جڑ پتھوں کی کمزوری بدستہی، بھوک نہ لگنا اور بیری بیری وغیرہ مریضوں کو دور کرتا ہے۔ گاجریں حیاتین بی کافی مقدار میں پانی باقی ہے۔

### حیاتین ج

یہ گوشت خورہ اور اشد دامیہ (اسکریمی) کو دور کرتی ہے۔ یہ بھی گاجریں موجود ہے۔

فولاد :- جسم انسانی کے لئے فولاد بہت ضروری چیز ہے اس کی کمی سے خون کی پیداوار کم ہو جاتی ہے۔ گاجریں فولاد کا کافی مقدار میں ہے اس لئے کئی خون کے مریضوں کو نہایت مفید ہے۔

### چٹوٹہ اور فاسفورس

بھی گاجریں کافی مقدار میں موجود ہے۔ اس لئے گاجر ہڈیوں اور انگوٹوں کو طاقت دیتی ہے چنانچہ مشاہدہ و تجربہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ روزانہ چٹوٹے کے جس قدر اجزاء جسم سے خارج ہوتے ہیں ان کا بدل ایسی غذا سے حاصل ہو سکتا ہے کہ جس میں گاجر زیادہ شامل کی گئی ہو،  
نشانستہ :- بھی گاجریں قدرے قلیل پایا جاتا ہے۔

شکر :- بھی گاجریں ہوتی ہے۔

### گاجر کے استعمال کے طریقے

کھانے کے لئے ستر و تانہ نرم فنانڈک، چھوٹی اور بھرے رنگ کی گاجریں پسند کرنی چاہئیں۔

پکانے کے لئے :- بڑی گاجریں لیں اور ان کو نرم آج پر اتنے پانی میں پکائیں کہ پکتے پکتے پانی ان میں جذب ہو جائے۔ کیونکہ تیز آج پر پکاتے سے حیاتین (ج) ضائع ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اس حیاتین کا فائدہ حاصل کرنے کے لئے گاجریں کچی کھانی چاہئیں خصوصاً مسوڑھوں اور انگوٹوں کے لئے ان کا چوسنا مفید ہے۔

### گاجر کے مرکب نسخے

دوا :- دل کی کمزوری اور خفقان میں بہت مفید ہے ایک گاجر کے کھنڈ میں رکھیں۔ جب بخوبی پک جائے تو اس کے پوسٹ کو دور کر کے دو ٹکڑے کریں اور اس کے اندر دینی سخت حصہ کو نکال دیں اور تمام رات پیسے کے برتن میں آسمان کے نیچے محفوظ رکھ دیں صبح کو قدرے عرق گلاب عرق بید مشک چھڑک کر درمصری ملا کر کھائیں۔ پہلے روز ایک دوسرے روز دوا اور تیسرے روز تین کھائیں۔ اگر موافق آجائے تو اور مقدار بڑھالیں۔ ورنہ دو تین گاجریں روزانہ کچھ دفتوں تک کھائیں۔

عرق گذر :- فرحت پیدا کرتا ہے۔ قلب کو طاقت دیتا ہے۔ حرارت کو تسکین اور خفقان کو رفع کرتا ہے۔ مقوی باہ ہے۔ گاجر کلاں ایک سیہ (باریک کی ہوئی) بزرگ کاؤزبان دو تولہ، گل کاؤزبان سو تولہ، بارہ صندل سفید ڈیرھ تولہ، بہمن سفید ایک تولہ، تووری سرخ ایک تولہ، بطریق معروف عرق کشید کریں۔ خوراک سات تولہ سے بارہ تولہ تک مصری ملا کر۔

### عرق گذر عنبری خاص

مقوی دل و دماغ اور مقوی باہ ہے۔ خون صالح پیدا کرتا ہے۔ مفتوح ہے۔ چہرے پر شرمیلی لاتا ہے۔ گذر مہق ۵ سیر، شمس ستر ۲، بار مویہ مہق ۲، مار



ہی، مار سیب، مار اند شیریں مار گل سرخ ہم تولہ، الاچی  
خورو ہم تولہ، الاچی کلان ہم تولہ، ابریشم مقص ہم تولہ، برادر  
جندل سفید ہم تولہ، برادرہ جندل سرخ ہم تولہ، برگ  
ریحان ہم تولہ، کشیز خشک ہم تولہ، برگ گاؤ زبان ہم تولہ  
تخم کاسنی ہم تولہ، تخم خیاریں ہم تولہ، تخم فرخ خشک ہم تولہ، تخم  
بالنگو ہم تولہ، طباشیر، ماشہ گل گاؤ زبان ہم تولہ، عرق کلا  
۲ ماشہ، عرق کیوڑہ، دو سیر، عرق گاؤ زبان ۲ ماشہ، حب  
مہول عرق کشید کریں، زعفران، تولہ، مشک ۳ ماشہ  
عنبہ ۳ ماشہ، پوٹلی بنا کر نیچے کے منہ پر رکھیں

خوراک :- ۵ تولہ مصری یا شربت انار ملا کر نوش کریں  
حلاوٹے گذر :- تقویت باہ، تولید مادہ منویہ یعنی  
ویرج بڑھانے اور بدن کو فربہ کرنے کے لئے نہایت  
مفید ہے، درد گردہ اور ضعف گردہ و مثانہ کے لئے  
نافع ہے۔ گذرہ مصغی ایک سیر کڑھا آدھ سیر (کاجروں کا  
اندر و بی سخت حصہ اور خرشے کی گٹھالیں دور کر کے) ان  
دونوں کو شیر گاؤ و سیر میں پکائیں، جب دودھ جذب  
ہو جائے تو ٹھوٹ کر خوب باریک کر لیں، پھر آرد خود میدہ  
گندم ہر ایک پانچ تولہ کو روغن زرد گاؤ میں بریاں کر لیں و

قدر سفید ایک سیر، شہر خالص کھانگہ فتنہ آدھ سیر کا قوام  
کریں۔ جب قوام تیار ہو جائے تو کاجروں اور چھوڑوں کو  
اس میں شامل کر دیں اس کے بعد منہ جزیل دوائیں باریک  
کر کے ملائیں اور محفوظ رکھیں، مغز فنی تین تولہ، مغز ناظم  
شیریں تین تولہ، مغز پستہ تین تولہ، مغز چلتوزہ تین تولہ  
مغز ناجیل ۳ تولہ، ثعلب مصری، تولہ، دارچینی، لوز ماشہ  
زنجبیل ۱ ماشہ، خولجان ۱ ماشہ، زعفران تین ماشہ، مشک  
تین ماشہ، حسب معمول باریک کر کے ملائیں، خوراک :-  
۳ تولہ صبح کو ہمراہ شیر گاؤ کھائیں۔

ہر بائے گندہ :- دل کو طاقت دیتا ہے، آواز کو صاف کرتا  
ہے۔ ریح کو خراج کتنا ہے، نزلہ روکتا ہے، کھانسی کے لئے  
مفید ہے، اور مقوی باہ ہے۔ ترکیب :- بڑی بڑی گجریں  
لے کر پانی میں ڈالیں اور ان کو پھیل کر رینہ رینہ کریں، اور  
اُس کے بعد پانی میں جوش دیں تاکہ گائیں اُس کے بعد پانی  
میں سے نکال کر صرف شہر ڈال کر ایک دو جوش دیں اور  
آگ سے اُتار لیں، ۱۰ روز کے بعد استعمال کریں۔

خوراک :- ۲ تولہ ہمراہ عرق گاؤ زبان، مصری ملا  
کر کھائیں۔

## انسان اور پالیوریا

امریکہ کے مشہور معروف سائنسدان ڈاکٹر جے اے کلپان  
کی ایک نازہ رپورٹ نے انسان کی قدر و قیمت اگڑوں اور انت کے  
خصوصی ماحول کی نفروں میں بہت بڑھادی یہ رپورٹ ان  
انسانوں کے متعلق ہے جو ٹیٹ کے ڈبوں میں بند کر آتے ہیں، ڈاکٹر صاحب  
موصوف نے یونیورسٹی میں مسلسل دو سال تک تجربات کر کے  
بعد یہ رپورٹ پیش کی ہے اور علاوہ دیگر باتوں کے انسان کے متعلق اعلان  
کیا ہے کہ مرض اسکر وچی دور کرنے کے لحاظ سے یہ ایک ایسا پیل ہے کہ جس

سب سے زیادہ بھروسہ کیا جاسکتا ہے اور جو ہر موسم میں دستیاب  
ہو سکتا ہے، اسی رپورٹ میں بیان کیا گیا ہے کہ فکا گولیو نیورسی  
کے ڈاکٹر ٹیک نے دانقوں، امراض اور مختلف خوراکوں کے اثرات  
کا مطالعہ کر کے بعد دریافت کیا ہے کہ کثرت کے ساتھ مائع اسکر وچی  
غذائیں جن میں وٹامن کی مقدار زیادہ ہوتی ہے استعمال کرانے سے  
بہت مہین چالیس یا دانقوں کے گھنے کی بیماریوں میں مبتلا تھے  
اس طرح شفیاب ہو کر حیرت ہو گئی، ایسا کم ہے کہ تین میں سے ایک  
ہوئے انسان میں وٹامن کی مقدار اسی قدر موجود ہوتی ہے جتنی  
غذائوں میں تھی کہ جو ڈاکٹر ٹیک نے استعمال کی تھیں اور اس کے

یہ بے حس اور نیم مغلوج کہہ کے تباہ کر دیتا ہے۔ دل پر بھی اس کا اثر بہت ہی بڑھتا ہے۔ قلب کی حرکت بے قاعدہ ہو جاتی ہے۔ آلات ہضم کے افعال میں بھی اس سے سخت فتور پیدا ہو جاتا ہے۔ اور بعض اس کا حکم کیا یہ رائے ہے کہ چھوٹی اتول میں زخم پڑ جائے گا باعث بھی ہوتا ہے۔ اس میں ذرا سا بھی شک نہیں ہے۔ کہ اس کی وجہ سے نظام ہضم میں ایسی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں جو اس عادت کے چھوڑ دینے پر بھی علاج سے درست نہیں ہوتیں۔

گذشتہ چند سال کے اندر سنوار کے استعمال کی عادت بہت بڑھ گئی ہے۔ اور اگرچہ متمول طبقہ میں یہ مصیبت خصوصیت کے ساتھ زیادہ ہے تاہم عریا کا طبقہ بھی اس سے محفوظ نہیں ہے۔

تباہی کا استعمال مختلف طریقوں پر کیا جاتا ہے۔ لیکن غالباً سنوار کے طور پر اس کے استعمال کا طریقہ سب سے زیادہ مؤثر صحت ہے تاکہ کے ذریعہ تباہی اور جذب ہو کر خون میں پہنچ جاتا ہے۔ اس طریقہ پر وہ جسم کے نظام عصبی کو شہاب سے بھی زیادہ تباہ کر دیتا ہے۔ اس کے اثر کی تیزی تو ان جھینکوں سے ہی ظاہر ہو جاتی ہے۔ جو تباہ کو کو ناک کے قریب لے جاتے ہی آئے لگتی ہیں۔

تباہ کو خواہ کسی صورت میں بھی استعمال کیا جائے ایک مہلک اور خاموشی سے اثر کرنے والا ذرہ ہے اور اس کے مسلسل استعمال سے دائمی خرابیاں جسم میں پیدا ہوتی ہیں۔ ان اثرات میں سب سے زیادہ مخصوص اس کا نظام عصبی اور دماغ پر اثر ہے۔ دماغ اور اعصاب کو

## سپاری پاک

عورتوں کے پوشیدہ امراض جیران الرحم کیلئے سفید پانی آنا جیسے درد آنا۔ فیض کی بیقاعدگی وغیرہ کے لئے ایک حکم رکھتی ہے نہ صرف ان امراض سے صحت حاصل ہو جاتی بلکہ جلد نقائص کو دور کر کے رحم کو قراہل کے قابل بناتی ہے۔ جیران الرحم کے لئے سو فیصدی اکیسڈ ہے۔ رطوبت کا اخراج بند ہو کر چہرے کی رونق بحال ہو جاتی ہے۔ بستی، سرچکالنے اور گرد کھٹے کی شکایت دور ہو جاتی ہے۔ بہتر اس ماہیوس عورتیں ہر روز شہر آفاق سپاری پاک سے فیض حاصل کر چکی ہیں۔ ہندستان میں ہماری تیار کردہ سپاری پاک مشہور سے بکار خانہ کو اس کی تیاری پر فخر اور ناز ہے قیمت فی شیشی صرف ڈیڑھ روپیہ قیمت دو شیشی اٹھ گھونٹے پر صرف اڑھائی روپیہ۔

## امساک

عورت کی خوشی نہ ہر ناز کی دکان میں ہوتی ہے۔ اور نہ صرف دکان سے خریدی جاسکتی ہے۔ عورت کی خوشی مرد کی طاقت (امساک) میں پوشیدہ ہے۔ امساک سے کمزور سے کمزور مرد بھی عورت کو مطیع اور فریادناہ دار بنا لیتا ہے۔ .... زیادہ تعریف خلاف تہذیب و قانون ہے، ہماری تیار کردہ امساک کی گولیوں میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ان میں کوئی نقصان دہ چیز نہیں ڈالی جاتی، ضرورت سے ایک گھنٹہ پہلے ایک گولی استعمال کی جاتی ہے آپ تجربہ کے طور پر ایک بار استعمال کریں اور پھر اس کا کثرت دیکھیں روزانہ ڈاک میں بے شمار تعریفیں خطوط موصول ہوتے ہیں۔ قیمت فی شیشی ۱۸ گولی ایک روپیہ۔ ۳۰ گولی دو روپیہ۔

ماڈرن کیمیکل ورکس پرائیویٹ لمیٹڈ لاہور

نیم گرم تیل کی مالش اگر سر پہ کی جائے۔ اور انگلیوں کے سروں سے تیل کو خوب بالوں میں جذب کر دیا جائے تو دوسرے دن کہ ان بالوں میں بھی رنگ اور چمک آگئی ہے کہ جو قریب مردہ ہو چکے تھے۔

رات کو سوتے وقت اگر چہرہ ہاتھ اور بازوؤں پر روزانہ اس کی مالش کی جائے تو جلد جھریاں پڑنے سے محفوظ رہے گی۔ اس کام کے لئے بہت ذرا سائیل استعمال کرنے کی ضرورت ہے، ذرا سی روٹی یا کپڑے کا ٹکڑا تیل میں ڈبو کر آہستہ سے پھیر دیا جائے۔ اور پھر اس کپڑے سے سب جگہ لگایا جائے۔ دھوپ اور خشک ہواؤں کے

بند اثر سے بھی روغن زیتون جلد کو محفوظ رکھتا ہے۔

روغن زیتون تندرستی کے لئے بہت مفید ہے اور اس کا استعمال اس سے بہت زیادہ ہونا چاہئے کہ عام طور پر یہ تیل سلاڈ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ اور بہت ہی تھوڑی مقدار میں استعمال کیا جاتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ سلاڈ میں تیل کی مقدار اس سے بہت زیادہ ڈالی جائے، کم سے کم اتنی کہ جتنی اور سب چیزیں اس میں پڑتی ہیں۔ روزانہ صبح و شام اگر روغن زیتون کا ایک چمچہ پی لیا جائے تو انسان کی صحت بہت درست رہ سکتی ہے۔ خاص کر ایسے آدمیوں کی جن کی جلد خشک رہتی ہے۔ بچوں کے لئے بھی یہ تیل ایک بہت اچھی دوا ہے۔ اور سر کے بالوں کی پرورش بھی اس سے خوب ہوتی ہے

شامل کی گئی ہیں۔ پبلشر نے اس کتاب کی تیاری پر دل کھول کر روپیہ صرف کیا ہے جس نے بھی اس کتاب کو پڑھا بہت پسند کیا۔ اردو ادب میں آج تک ایسی میرے کے کتاب شائع نہیں ہوئی، پہلا ڈریشن تین ماہ میں ختم ہو گیا۔ اب دوسرا ایڈیشن چھپ کر ہاتھوں ہاتھ پک رہا ہے۔ کاغذ اعلیٰ، کتابت عمدہ، چھپائی دیدہ زیب، مجلد بڑا سا ستران تمام خوبیوں کے باوجود

قیمت صرف  
ایک روپیہ (عمر)

پیریم شاستر ایک پوہا مقابل اڈہ شاہ عالمی دروازہ لاہور

اس کتاب میں مس سلوچا، رتن بائی، مادھوری، انا، گوہر، سبتیا دیوی، دیوکارانی، مسر کوٹے، شانتا آپتے، بجن، جہان بائی، مختار بیگم، سلطانہ، سردار اختر، بتو، شانتا، کماری، کوہر، شیا باز شئی، الفوری آئی کھنٹو، اور دیگر تین مشہور خوبصورت اور جوان فلم کے کرداروں کے حالات زندگی اور راز ہائے سربتہ کا انکشاف کیا گیا ہے۔ یہ کتاب سچے واقعات اور سچے حالات پر مبنی ہے۔ اس میں نسلی پر یوں اور فلمی سوں کی پراسرار زندگی کو اس قدر لیری سے بے نقاب کیا گیا ہے کہ آپ پڑھ کر حیران رہ جائیں گے اور ساتھ ہی ان محبوبہ کیٹرسوں کی دلکش تصاویر بھی آرٹ پیپر پر پیک رنگی اور سر رنگی چھاپ کر اس کتاب میں

معلوم نہیں کہ کونسی خوراک

مفید ہے اور کونسی غیر مفید

اکثر لوگ یہ تو محسوس کرتے ہیں

کہ ہماری غذا میں کچھ نہ کچھ نقص ہے

لیکن یہ نہیں جانتے کہ وہ کیا ہے؟ صحت کو

قائم رکھنے کے لئے نہ صرف حفظ صحت کے اصولوں کی

واقعیت ضروری ہے بلکہ عام غذاؤں کے متعلق معلومات

رکھنا لازمی ہے۔ حفظ صحت کے اصولوں پر کاربند

رہنے اور متوی صحت بخش غذاؤں کے استعمال سے

ہماری آنکھوں میں صحت کی چمک پیدا ہو سکتی ہے

جسم میں تندرستی آئے گی۔ اور حسن و شباب کی لہر

دور جاتے گی۔

~~~~~

حق بہت ہی شان

اور قیمتی چیز ہے، لیکن عیسا کہ

عام لوگوں کا خیال ہے یہ کوئی قدرتی

نعمت نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایسی چیز ہے جو ہر

انسان کے اپنے ہی اختیار میں ہے، کیونکہ

حسن منحصہ ہے اچھی صحت پر اور صحت منحصہ ہے اُن چیزوں

پر، جن سے جسم بنتا ہے، بالفاظ دیگر خوراک پر

گزشتہ دس سال سے ماہرین خوراک بتا رہے ہیں

کہ ہمیں کیا کھانا چاہئے۔ اور کیا نہیں کھانا چاہئے۔ اُس تعلیم

پر عمل کرنے سے کمزوری کے بہت سے امراض دور ہو سکتے ہیں

ان امراض سے ہم کو محفوظ رکھنے کے لئے جیاتی لین دین کی ضرورت

ہوتی ہے۔ لیکن ہم میں سے بہت کم لوگ ایسے ہیں جو مفید

صحت کھانا کھاتے ہوں عام ہندوستانیوں کو تو یہ بھی

ہندوستان کے بہترین افسانہ نگاروں

کے بہترین افسانے

جوانی کی راتیں

زیبگیں اور دلکش افسانے

فول بورت اور دلکش افسانے کی راتیں کیسے گذارتی ہیں، سچے واقعات اور سچی کہانیاں، فرضی قصہ کہانیوں سے زیادہ دلچسپ اور حیرت انگیز

ہوتی ہیں۔ اس کتاب میں فول بورت، جوانی اور دلکش افسانوں کے باہل سچے حسن و عشق کے رنگین نگارنامے اور دلکش افسانے درج ہیں۔ اُنہی

میں بالکل نئی چیز ہے۔ اس کے علاوہ ہندوستان کے بہترین افسانہ نگاروں کے شاہکار افسانے درج ہیں۔ اس وقت تک اردو میں کہانیوں کے

جن فنکاروں نے شائع ہو چکے ہیں، ان میں سے محمد رفیع، افسانہ نگار، جس نے شائع ہونے ہی اردو دنیا میں ہلکے بچا دیہے اور

مختصر سے عرصہ میں تین اڈیشن چھپ چکے ہیں۔ بہترین چھاپائی و کاغذ حجم ۲۵۰ صفحات مجلد قیمت صرف ۱۲ روپے

پریم شاستر کے پوہا مقابل اڑہ شاہ عالمی دروازہ لاہور

علم و ادب کا علمبردار

نوشتر گرامی ایڈیٹر

بیسویں صدی کی ادبی تحریک

جائزہ ادبیات

حکومت دہلی ایم۔ اے

سالانہ چندہ دو روپے جلد ۱ نمبر ۱

سالانہ چندہ دو روپے جلد ۱ نمبر ۱

| | | | | |
|----|--|----|--------------------------------|---------------------------|
| ۵۵ | وہ خواب جو سچے ثابت ہوئے | ۶ | از خوشتر گرامی | نہلکدان |
| ۵۶ | عوض مدعا غزل | ۹ | ختمہ کرناہیل صاحبہ بلقیس | غزل |
| ۵۷ | ایک عصمت و ش کی ڈائری | ۱۰ | جناب پنڈت اندجیت صاحبہ | مانی پھول نہ توڑ گیت |
| ۵۹ | جناب جلیل احمد وائی۔ بی۔ اے | ۱۱ | جناب پنڈت بہاری لال صاحبہ | پریت کاروگ گیت |
| ۶۰ | افسانہ | ۱۱ | جناب بوالعلا چشتی ادیب زمیندار | کالج گرل سچا افسانہ |
| ۶۱ | جناب خضر دہلوی | ۱۵ | وہ | عصمت فروشی |
| ۶۲ | خان صدوحین خاں صاحب نظیر | ۱۵ | مقدس گنگار افسانہ | مقدس گنگار |
| ۶۳ | جناب لانا الغام اللہ خاں ناصر | ۱۷ | جناب ختمہ انی اڈیہ رومان | عشق کا اقرار |
| ۶۴ | جناب خالد اللہ افتر بی۔ اے | ۱۸ | جناب باقر اڈیہ پیمیانہ | مہارانی |
| ۶۵ | جناب قمر جلال آبادی | ۱۹ | مختصر سعید خاتون شوکت دہلی | اسے میرے محبوب |
| ۶۸ | دنیا سے ادب بہ براہ راست فرانسیسی الماوی جرمی چینی | ۲۳ | عزت | ناکامی |
| ۵۰ | گناہ کی دنیا | ۲۴ | جناب مولانا حسرت موہانی | غزل |
| ۵۱ | دلچسپ دلکش حیرت انگیز | ۲۵ | ترجمہ | شادی اور محبت |
| ۵۲ | شہد کا استعمال کیوں | ۲۸ | بیسویں صدی کی کلیوٹیر | بیسویں صدی کی کلیوٹیر |
| ۵۸ | ضروری ہے ؟ | ۲۹ | ایکٹر س کل عشق سچا افسانہ | ایکٹر س کل عشق سچا افسانہ |
| ۶۰ | جلدی بندی لکھنا لکھنے کا تہ | ۳۰ | ترجمہ | آگے، آگے اور آگے |
| ۶۲ | ماہنامہ پر جلد بازی کا اثر | ۳۱ | خاں صدوحین خاں صاحب نظیر | طوفان بہار |
| ۶۲ | ایک بہت بڑے طبیب کے سینہ کا راز | ۳۳ | حکومت دہلی ایم۔ اے | کیا مرنے کے بعد روح |
| ۶۳ | ترجمہ | ۳۴ | زندہ رہتی ہے ؟ | زندہ رہتی ہے ؟ |

ہے۔ اس پرچہ میں افسانے، نظمیں، غزلیں، فہمی مضامین، اور اقتصادیات کے متعلق پُر از معلومات مضامین درج کئے گئے ہیں۔ ہم جناب خوشتر کو اس قدر دلفریب اور شاندار علمی ادبی رسالہ نکالنے پر دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں اور ہمیں اُمید ہے کہ اہل ذوق حضرات اس پرچہ کی ہر پرستی فرمائیں گے۔ مارچ ۱۹۳۷ء

تیج دہلی :- جناب کے مشہور کلمہ مشق ادیب جناب خوشتر گرامی نے لاہور سے ایک بلند پایہ ماہوار رسالہ نکالا ہے فردی اور مارچ نمبر ہمارے سامنے ہے، مضامین کی ترتیب و تدوین قابلِ داد ہے، افسانے نہایت دلچسپ اور مضامین نظم و نشر بلند پایہ ہیں رسالہ کی اٹھان سے ظاہر ہے کہ میدانِ علم و ادب میں بہت ترقی کرے گا اور بہت جلد اپنے ہم عصروں سے بازی لے جائیگا۔ مضمون نگاروں میں وستان کے چوٹی کے ادیب شامل ہیں اس علمی ادبی رسالے میں سب سے زیادہ قابلِ تعریف بات یہ ہے کہ دنیائے ادب کے عنوان کے ماتحت انگریزی روسی فرانسیسی وغیرہ زبانوں کے بلند پایہ ادبی شاہکار شائع کئے جاتے ہیں۔ رسالہ با تصویر، صفحات ۵۰، صفحات نمایاں پیچ رنگین اور دلکش ہے ان خوبیوں کے باوجود قیمت بہت قلیل ہے۔ ۱۲ مارچ ۱۹۳۷ء

ڈیلی میر لڈ لاہور :- "بیسویں صدی کے ایڈیٹر اردو زبان کے مشہور جرنلسٹ اور مصنف مسٹر خوشتر گرامی ہیں۔ دلچسپ اور بلند پایہ نظمیں کے علاوہ رسالے میں بہت دلچسپ معیار پُر از معلومات مضامین درج ہیں۔ مضامین نگاروں میں ہندوستان کے چوٹی کے ادیب شامل ہیں۔ رسالہ ہر لحاظ سے شاندار اور بلند ہے ہم خوشتر صاحب کی کامیابی کے خواہاں ہیں۔ اور یقیناً وہ کامیاب ہوں گے۔ وہ اس کے مستحق بھی ہیں۔

۱۵ - مارچ ۱۹۳۷ء

پارس لاہور :- بیسویں صدی کے نام سے ایک نہایت دلچسپ دلکش اور بلند پایہ رسالہ جناب خوشتر گرامی کی زیرِ ادارت حال ہی میں لاہور سے نکالا گیا ہے۔ خوشتر صاحب جناب کے مشہور نوجوان ادیب ہیں جو منفرد علمی ادبی کتب کے مصنف ہیں۔ زیرِ نظر رسالہ انتہائی نحت اور قابلیت سے مرتب کیا گیا ہے کہ فاضلِ ادب کے لئے اور دینی پرستی ہے۔ مضامین نظم و نشر بلند معیار کے ہیں اور خوب دلچسپ ہیں۔ مضامین نگاروں میں چوٹی کے ادیب جناب پنڈت سہری چند صاحب قترائم۔ اے۔ جناب اللہ محمد صاحب سالکت بی۔ اے۔ "دیہ القلاب" جناب خوشتر شیرانی مدیرِ رومان وغیرہ شامل ہیں۔ زیرِ نظر چہ میں علمِ ادب کے مضامین کے علاوہ حفظِ صحت کے عنوان پر بھی قلم اٹھایا گیا ہے۔ یہ چہ دیکھے ہی یقین ہوتا ہے کہ یہ رسالہ میدانِ ادب میں بہت ترقی کرے گا۔ سالانہ چندہ مبلغ دو روپے ہے جو کہ حیرت انگیز طور پر بہت ہی قلیل ہے۔ ہم اپنے ناظرین سے اس ادبی پرچہ کی پُر زور سفارش کرتے ہیں۔

۴ فروری ۱۹۳۷ء

اودھ پرنچ لکھنؤ :- اس میں بلند پایہ مضامین۔ بے حد دلچسپ افسانے اور علمی ادبی مضامین ہیں۔

۲ فروری ۱۹۳۷ء

تشریح لکھنؤ :- "بیسویں صدی کے نام سے ایک ہزار رسالہ شائع ہونا شروع ہوا ہے جس کے ایڈیٹر حضرت خوشتر گرامی ہیں۔ مارچ اور اپریل نمبر ہمارے سامنے ہیں۔ مضامین کی ترتیب و تدوین قابلِ داد ہے۔ افسانے نہایت دلچسپ اور مضامین نظم و نشر بلند پایہ ہیں۔ رسالہ کی اٹھان سے ظاہر ہے کہ میدانِ صحافت میں بہت ترقی کرے گا۔ رسالہ با تصویر، نمایاں رنگین اور دلکش ہے ان خوبیوں کے باوجود قیمت برائے نامہ اپریل

二)

خونستر گرامی

لیکن یہ ایک غیر مذہب ایشیائی کی جدت تھی۔ اب ذرا اس کے مقابلے میں نیویارک کے دولہو جو انوں کی جدت ملاحظہ ہو قدرت کی طرف سے اُن دونوں دوستوں کو اس وقت دل و فریقہ دل بے قرار دل عطا ہوئے تھے لیکن پھر میں بھوئی جہانگ نہ تھی۔ اب اگر ایشیائی ہوتا تو شعر کہنے لگے۔ جتنا یا زیادہ سے زیادہ۔ ۲

اک روز مجلس وفا قیمت طلب

ایک طرف میں اور دوسری طرف ہاں

گائکہ دل کی بھڑاس نواں لیا کرتا۔ لیکن امریکہ کے

اہل یورپ کا خیال ہی نہیں بلکہ عقیدہ ہے کہ ایشیا
والے اگر بالکل غیر مذہب نہیں تو کم از کم خیر وحشی قدر میں
ریحانہ و اختراع کا مادہ تو قدرت نے انہیں عطا ہی نہیں کیا
چنانچہ یہ عقیدہ مذہبوں کی طرف سے نہ صرف حرکات مسکنا
کے ذریعے اس برتری کا اظہار ہوتا رہتا ہے۔ بلکہ تحریر و
تقریر میں بھی کالے کلوئے ٹگواروں کے خلاف اس پُرچیند
کو کبھی نظر انداز نہیں کیا جاتا۔ ہم اس وقت اس معاملہ
پر کوئی موازنہ نہیں کرنا چاہتے۔ لیکن یہ بات ضرور تسلیم
کرنی پڑتی ہے کہ بعض معاملات میں یورپ اور امریکہ والے
پچ پچ ہم سے بہت آگے ہیں۔ مثال کے طور پر مندرجہ ذیل
دو واقعات کا مقابلہ کیجئے اور دیکھئے کہ ہماری جدتوں میں
جی کس قدر قدمائے اور فرسودگی ہوتی ہے۔

کہتے ہیں کہ کوئی مشرقی نوجوان کسی حسینہ کو دل سے بیٹھا۔ میل ملاقات کی لاکھ تدبیریں کیں مگر وہ ظالم بات تک کرنے کی روادار نہ تھی۔ قاصد دوڑے۔ دعائیں مانگی گئیں۔ مستیں مانی گئیں۔ شر پڑھے گئے۔ دربان سے جوتے کھائے گئے لیکن نتیجہ وہی ڈھاک کے تین بات یعنی

یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں
و ان یکہ خامشی تری سب کے جواب میں
آخر بے فائدہ چارہ گز دوست ہم نشین

مہذب اور روشن دماغ عاشق یوں بے چارگی پر قانع ہو جانے والے نہ تھے۔ چنانچہ میرے شیروں نے، ڈوڈیکھا نہ تاؤ۔ ایک شید ہوا گنگاؤلی اور دیکھتے دیکھتے دس بارہ ہزار روپیہ کی راکھ کا ڈھیر لگا دیا۔ پھر جب پابند دست و گریہ دست باریت و گریہ، عداوت میں پیش ہوئے تو کس معصومیت سے ارشاد ہوتا ہے کہ حضرت سلامت نکلیں سیکنے کو جی چاہتا تھا مگر پیسہ پاس نہ تھا۔ اس لئے آگ لگا دی تاکہ بہت سی پرہیزگار لڑکیاں یہ تماشا دیکھنے کے لئے جمع ہو جائیں اور ہم ایک ہی نظر میں ڈھیروں حسن کا نظارہ کر کے عمر بھر کے لئے سیر ہو جائیں۔ اب اہل نظر انصاف فرمائیں کہ یہ مہذب، جدت مفید اور بہتر ہے یا وہ ہمارا پرانا دھڑا شہر غمزہ؟

اب ایک اور جدت ملاحظہ ہو۔ ہمارے ہاں جب اپنی تہذیب کا دور دورہ تھا۔ تو بڑے بڑے راجے نواب اور رئیس۔ شاعروں، پہلوؤں، مصوروں اور میدان جنگ میں کارہائے نمایاں کر کے دکھانے والے بہادروں کو انعام اور جاگیریں عطا فرمایا کرتے تھے۔ لیکن اب فنون لطیفہ یا جنگی کارناموں میں نام پیدا کرنے کے بجائے گھوڑ دوڑوں اور مختلف قسم کی قمار بازیوں کا زمانہ ہے اور سب سے زیادہ اہمیت لٹریوں کو حاصل ہے۔ لیکن افسوس ہم ایشیائی لٹریوں کے معاملے میں بھی پھسڈی ہی رہے۔ کیا باعث کہ ان میں بھی ہمارا دماغ روپے پیسے سے آگے نہیں بڑھتا۔ بخلاف اس کے یورپ میں لٹری جلتے والوں کو ایسے ایسے انعام ملتے ہیں کہ ذکر سن کر ہی ال پک پک پڑتی ہے۔ حال ہی میں فرنس، بلجیم اور جرمنی کی پولیس نے ایک ایسی لٹری کا سراغ لگایا ہے۔ جس میں

جلیتے والوں کو خوب صورت پرہیزگاریاں انعام میں دی جاتی ہیں۔

ان لٹری بازوں کے ایجنٹ لندن، برمن، پیرس اور رومانی تفریح گاہوں میں جا کر طبیعت دار فوجوں کے ہاتھ اپنی لٹری کے ٹکٹ فروخت کرتے ہیں ساتھ ہی مختلف اقوام کی حسین لڑکیوں کے فوٹو بھی دکھاتے ہیں تاکہ ٹکٹ خریدنے والے اپنے اپنے مذاق کے مطابق الغامات منتخب کر لیں۔ اور جب وہ انعام کے حقدار قرار پائیں تو ان کی پسندیدہ لڑکیاں ان کے حوالے کر دی جاتیں معلوم ہوا ہے کہ اب تک دو لٹریوں کا نتیجہ نکل چکا ہے اور بعض خوش قسمت اشخاص یہ حسین و جمیل الغامات حاصل کر کے دن عید اور رات شب بڑت کے مزے لے رہے ہیں۔ اسے کہتے ہیں جدت اور یہ ہے اختراع! سمجھے؟

اس سے بھی بڑی جدت "فرانس میں ظہور پذیر ہوئی ہے۔ وہاں ایک بڑے میاں دنیا بھر میں کسی حسینہ کو اپنے پُر خلوص عشق کی مستحق نہ پا کر اپنی ہی بیٹی پر عاشق ہو گئے اور اب اس سے شادی رچانے کے لئے بے قرار ہو رہے ہیں۔ ادھر بیٹی بھی ابامیاں پر ہزار جان سے فریفتہ اور ان کے ساتھ شادی کرنے پر ہر تاپا رضامند ہے۔ دونوں نے شادی کی اجازت کے لئے باقاعدہ درخواست کر دی ہے۔ لیکن متعلقہ افسر شادی کا سرٹیفکیٹ دینے سے انکار کر رہا ہے۔ اور کہتا ہے ملک کا قانون باپ اور بیٹی کی شادی کی اجازت نہیں دیتا۔

یہ افسر صاحب کوئی بڑے ہی کوڑے مغز معلوم ہوتے ہیں۔ انہیں اس امر کا بھی احساس نہیں کہ اب باپ بیٹی کو بلا بیوی بن جانے سے روکنا بے سود ہے اور بہتر یہی

ہے کہ انہیں اپنی عاشقانہ جدت کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی اجازت دے دی جائے۔ کیونکہ عنوانات سے معلوم ہو چکا ہے کہ یہی ہوں تو پہلے ہی منالیا گیا ہے۔ اجازت صرف اسے قانونی صورت دینے کے لئے مانگی جا رہی ہے تاکہ بڑے میاں دنیا والوں کے سامنے بھی بجا طور پر دعویٰ کر سکیں کہ میں ہوں وہ فرد و جید جس کے متعلق شاعر کہہ گیا ہے کہ

ہم عاشق و ہم نوشہ و ہم بیوی کا باوا

بعض معاصرین کو مضامین کی تلاش میں فلم ایکٹرینوں کے دروازے پر دستک دینے کی اطلاعات سن کر اور ان کے جوابہ افکار کو بڑے طمطراق سے شائع کرتے دیکھ کر اکثر خیال ہوا کرتا تھا کہ شاید ”اہل قلم“ لوگوں کو اس جدید اور نازہ بنارہ قسم کے مضامین حاصل کرنا بہت ہی سٹوار ہوگا۔ لیکن بیسویں صدی کی ادارت نے دو تین ہی ہفتوں میں یہ غلط فہمی دور کر دی ہے۔ کیونکہ ہماری طرف سے درخواست تو کیا ذرا سا اشارہ بھی نہیں ہوا اور ان سدا سہاگن مسوں کے لکھے یا لکھوائے ہوئے خرافات و اہمیہ کا ایک ڈھیر لگ گیا ہے۔ پھر یہی نہیں کہ صرف اپنے منظوم یا منظوریہ طرح صحیح دینے پر اکتفا کریں بلکہ ساتھ ہی خطوط میں اس قدر بجا جنت سے انہیں چھاپنے کی التجا کی جاتی ہے کہ

تھوڑی دیر کے لئے تو دعا آسمان پر پہنچ جاتا ہے کوئی کہتی ہے کہ آپ کی عنایت سے مجھے بھی ذرا شہرت حاصل ہو جائے گی کسی طرف سے ارشاد ہوتا ہے کہ آپ بزرگرم ہیں اور میں وہ پیاسی چڑی ہوں جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ

چڑی جو پرخ بھرے گئی ندی نہ گھٹیوینر

ایک اسحاق قلم کی اہلیہ قلم نے تو ہمیں یہی آئے کی دعوت بھی دے رکھی ہے۔ لیکن افسوس کہ ہم ان کے ارشاد کی

تعمیل سے معذور ہیں۔ انہیں چاہئے کہ اس مشق ناز کے لئے کسی اور جانب متوجہ ہوں۔ بلکہ بہتر یہی ہے کہ اس مضمون بازی پوچ گوئی اور افسانہ بازی پر وقت ضائع نہ کریں بلکہ ڈاکٹر کو خوش.... کر کے اور ان کے لکھے ہوئے افسانوں کا استیلا اس کرتی رہیں۔ باقی رہا چڑی کی پوچ بھرے کا سوال تو اس کے متعلق ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ چڑیاں پانی کی بہنیں بلکہ پریم شاستر.... کی اصطلاح میں ”خون“ کی پیاسی ہوتی ہیں۔ اولہ یہاں فالٹو خوں کا ایک قطرہ بھی موجود نہیں۔ خدا داڑھ کٹر طول کپنیوں کے مالکوں، ایکڑوں، اور دل بھینک نوجوانوں کو سلامت رکھے۔ آپ بازار کافی گرم ہے۔ ایڈیٹر بیسویں صدی پر رحم ہی فرمائیے۔ والسلام۔

پنجاب کے مشہور افسانہ نویس اور مزاحیہ نگار حضرت ایم۔ اسلم سے خاکسار ایڈیٹر بیسویں صدی کو غائبانہ نیاز حاصل ہے۔ آپ نے بیسویں صدی کا پرچہ ملاحظہ فرما کر ملک کے بعض دیگر ادیبوں کی طرح ہمیں ایسا شاندار پرچہ نکالنے پر مبارکباد کا خط لکھا جس پر خاکسار نے بذریعہ خط ان سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ جواب میں آپ فرماتے ہیں: ”گرامی نامہ ملا۔ شکریہ! بھائی! اگر آپ مجھے اس لئے شرف ملاقات بخشا چاہتے ہیں کہ آپ مجھے ادیب سمجھتے ہیں تو معاف فرمائیے گا۔ میں ادیب نہیں ہوں.....“

آپ نے بجا فرمایا۔ جس ملک میں لوگ پان سچے سچے ایڈیٹر بن جائیں اور جہاں کبیڑیوں کی دوکالوں پر بیٹھنے والے بھی اپنے آپ کو ادیب کہیں وہاں حضرت ایم۔ اسلم جیسے کہنہ مشق ادیب کو ادیب نہیں سمجھنا چاہئے۔ اگر یہی حالت رہی تو کوئی دن جاتا ہے کہ ادیب کہلانا کسی پڑ ہے لکھے شریف آدمی کے لئے باعث ننگ عار ہوگا۔ اس وقت نہ صرف جناب ایم اسلم

بلکہ ہمارے تمام مایہ ناز اہل قلم مثلاً ڈاکٹر اقبال حضرت

ساکت مدیہ انقلاب، ابو الاثر حفیظ جالندھری

پنڈت ہری چند لکھنوی اے۔ علامہ سید ابی حسن

رضوی چارچوی ایم۔ اے ادیب

بہنیں کہلائیں گے بلکہ

ادیب کسی

اور ہی

ایک یورپین خاتون کا اردو کلام

~~~~~ (محترمہ کرسٹا بیل صاحبہ بلقیس) ~~~~~

ساقی ہے صحنِ باغ ہے دن میں بہار کے  
احسان ہیں یہ سب میرے پروردگار کے  
اُن کو خوشی کہ وعدہ وفا جلد ہو گیا  
مجھ کو یہ غم مزے نہ لئے انتظار کے  
اسکھوں کی زد سے دل کو بچاؤں میں کس طرح  
در پے سے شاہ بازار کا جوڑا شکار کے  
حیران ہوں رُوئے دوست ہے بہتر کون ہے دوست  
میرے لئے تو دونوں ہی قابل ہیں پیار کے  
موجِ نگاہِ شوق کی تاثیر دیکھیں  
ڈوبے ہوؤں کو لائی ہے بلقیس آثار کے  
~~~~~ (خاتون) ~~~~~

مفتی جالندھری لکھا ہے "آدابِ ممبر کے اپریل میں شائع
نہ ہو گا سب اہم سبب جناب "مس" جہاں رہا ایم
کچھ متعلقہ ادبی علاقے چھاپہ جناب "ادب
"حبیب" کی علامتی دست و پے اور انگریزی
اشاعت ملتی رہی
گئی ہے



جناب پندت اندریشیت صاحب شرمہاچھرہ
مالی پھول نہ توڑ

جناب پندت اندریشیت صاحب شرمہاچھرہ
مالی پھول نہ توڑ

نزدنی مالی پھول نہ توڑ
ابھی تو اس کی آنکھ کھلی ہے
اس نے کیا دنیا دیکھی ہے
پریت کسی سے نہیں ہوئی ہے

یہ گھن ہے پاپن پریت نہیں
شکھ دنیا اس کی ریت نہیں
جگ پریم کو جیون کہتا ہے
میں جیون کا اسے سوگ کہوں

اسے دے یونہی چھوڑ
نزدنی مالی پھول نہ توڑ
دھوپ چھاؤں سے بھے کھاتا ہے
تیز ہوا سے ڈر جاتا ہے
بوندوں سے بھی گھبراہٹ
دیا سے منہ مت موڑ

یہ من میں اپتن ہوتی ہے
نینوں میں آکر روتی ہے
کہے جگ جگ بن کا شکھ اس کو
میں جو بن کا اسے جوگ کہوں
یہ پریت ہے روگ جوانی کا
کارن ہے مان کی ہانی کا
کہے دنیا پاپن کا پھل اس کو
میں پاپ کا اس کو بھوگ کہوں

نزدنی مالی پھول نہ توڑ
جو بن پر آنے دے جوانی
آتشاؤں پر پھیر نہ پانی
سن لینے دے پریم کہانی
پریت سے ناتا جوڑ
نزدنی مالی پھول نہ توڑ

~~~~~ (خاص) ~~~~~

~~~~~ (خاص) ~~~~~



عجیب بہار دکھا رہا تھا۔ لیکن کملہ کے لئے فطرت کی یہ تمام دلفریبیاں گویا کچھ حقیقت نہ رکھتی تھیں۔ وہ ایک بچہ پر بیٹھی سیڑھیوں کی طرف تنگ رہی تھی اور اُس کی مرمیں انگلیاں ایک ٹینس ریکٹ کے ساتھ کھیل رہی تھیں۔

کملہ موسم بہار کی رنگینیوں کی طرف متوجہ کیوں ہوتی جب کہ وہ خود ایک مجسم بہار رنگیں تھی؟ چمنستان کا کون سا پھول تھا جو اُس کے رخِ لالہ و س کے سامنے پھیکا نظر نہ آئے اور بہار کی کونسی دلچسپی تھی جو کملہ کے قیامت خیز حسن میں انگڑائیاں لیتی نظر نہ آئے؟ اُٹھتی جوانی، اُبھرا جوہن، بانگے چتون، قدتی خط و خال کی زریا لٹش پر مصنوعی آرائش کا اضافہ، ٹیڑھی مانگ اور بالوں میں

موض کملہ فطرت کا ایک شاہکار نظر آتی تھی۔ اور وہ موسم بہار جس کے متعلق شاعر نے کہا ہے۔
اس مرتبہ تو آگ لگا دی بہار نے
سیڑھیوں سے کسی کے پاؤں کی آئینٹ سنائی دی اور
کملہ نے اپنی دھانی ساڑھی کو سینچا لگا کر اُبھرا ہوا جوہن
چھپانے کی کوشش کی۔ لیکن اُس کی یہ اُمید لگا ہوں میں
فی الفور مایوسی کی جھلک نمایاں ہو گئی۔ کیونکہ نور و رخص
باغ کا مالی تھا۔ جو اُس کے پاس سے گزر کر پانی کے ٹونگہ

مرنگ کی مصنوعی پہاڑی لاہور کی پرانی تفریح گاہوں
میں سے ہے۔ میں نے اسے پہلی دفعہ آج سے قریب بیس سال قبل
دیکھا تھا۔ اور اُس کی چوٹی پر سیڑھیوں کا ایک لٹک کر رہی تھی جس کا
یہی ایک، مہرہ میرے حافظہ میں باقی رہ گیا ہے۔

جنت سے کم نہیں ہے پہاڑی مرنگ کی
یہ پہاڑی آج بھی اُسی طرح سرسبز و شاداب ہے
کئی بچہ دیر چر راستے سیڑھیوں کی شکل میں نیچے سے اوپر تک
جاتے ہیں جن کے دونوں طرف لہلہاتا مٹوا سبزہ ہکتے ہوئے
پھول اور چلتے ہوئے بچے حقیقتی کوستان کا دلفریب منظر
پیش کرتے ہیں۔ پہاڑی کی مسطح چوٹی پر دلدادگان سیڑھیوں
کے آرام کے لئے متعدد پنچ رکھے ہوئے ہیں۔ جہاں سے
شہر لاہور کی بلند اور خوبصورت عمارتیں، اگر جاؤں کے
گنبد اور شاہی مسجد کے مینار بڑے شاندار نظر آتے ہیں
اور دیکھنے والے کے دل پر دارالسلطنت پنجاب کی عظمت
کا گہرا نقش مرقم ہو جاتا ہے۔

بہار کا موسم تھا۔ شام کے چھ بج گئے تھے۔ تازہ چھوٹا
کے باعث مٹی کی سوندھی سوندھی بوباس پھولوں کی جھنی
جینی خوشبو کے ساتھ مل کر شام جان کو محط کر رہی تھی
مغرب کی طرف شفق کی سرخیوں میں گم ہوتا ہوا آفتاب

کی طرف چلا گیا۔

کملانے اپنی رسٹ واپس دیکھی۔ ایک انگڑائی لی اور اٹھ کر جھپٹے کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ ابھی پانچ منٹ نہ گزرے تھے کہ سیڑھیوں سے آواز آئی۔ ”ہلو کمل! مجھے ملنا فرمائیے۔ ذرا دیر ہو گئی۔ راستے میں کدانا تھک گیا تھا۔ اسے بڑی شکل سے مالا کہنے طبیعت تو اچھی ہے؟“

کملہ جو اپنا نام سن کر ہلکی کی سرعت کے ساتھ متوجہ ہو گئی تھی۔ مسکراتی ہوئی آگے بڑھی۔ دونوں نے مصافحہ کیا۔ اور پنج پہ بیٹھ گئے۔ مالی نے جو ذرا فاصلے پر کھڑا نملوں کی غور و پرداخت کر رہا تھا۔ پیٹے اٹھیں مشتہ نظروں سے دیکھا پھر دوسری سیڑھیوں کے راستے نیچے اتر گیا کیونکہ اسے مناسرے ان لوگوں کو ہر روز سابقہ پڑتا رہتا ہے۔

جگدیش ایک جیہہ نوجوان سر سے پاؤں تک انگڑی لباس پہنے ہوئے تھا۔ وہ ایک مقامی کالج میں تعلیم پاتا تھا اور ایک مہینہ کی نگ و دو کے بعد کملہ سے راہ و رسم پیدا کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ آج ان کی ملاقات کا پانچواں دن تھا۔ اور مزنگ کی پہاڑی پانچواں ہی مقام ملاقات تھا۔ کیونکہ احتیاط کے طور پر ہر روز نئے مقام پر ملاقات کرتے تھے۔

کملہ کے سرخ ہونٹ فرط ہنس سے کھل گئے اور جھپٹے سفید دانت موتیوں کی لڑیوں کی طرح نمودار ہو گئے۔ اس نے دلفریب انداز میں جواب دیا کہ ”اگر آپ دس منٹ اور نہ اتنے تو میں چلی گئی ہوتی؟“

جگدیش نے کملہ کے غلے لب کو دو انگلیوں میں لے کر کہا ”جی ہاں یہ بھی یاد رکھئے۔ کہ میری جان بھی چلی گئی ہوتی“ کملہ نے ارد گرد نگاہ دوڑائی کہ کہیں مالی یا کسی اور

شخص نے جگدیش کی اس حرکت کو دیکھ نہ لیا ہو۔ اور اس کے بعد راز و نیاز کے دفتر کھل گئے جو آدھ گھنٹے تک جاری رہے۔

اتر میں کملانے پوچھا: ”کل کہاں ملاقات ہوگی؟“ جگدیش: ”پلیس سینما میں۔ میں ٹکٹ خرید کر آپ کا منتظر رہوں گا۔“

کملہ: ”شام کی ملاقات کے لئے تو ٹینس کا بہانہ موجود ہے لیکن رات کے متعلق کیا امید ہوگا۔“

جگدیش: ”اجی واہ! حیلوں کی کیا کمی ہے۔ آج کارٹیونیون دیکھا آپ نے؟ کل رات کو واٹی۔ ایم۔ سی ہال میں شانتی دیوی کا لیکچر ہے۔ ڈاکٹر صاحب سے کہہ دیجئے کہ کالج سے یہ لیکچر سننے کی ہدایت کی گئی ہے۔ چلو چھٹی ہوئی۔“

کملانے جگدیش کے گال پر ایک ہلکی سی تھپکی دی اور کہا: ”بڑے چالاک ہوا۔“

سورج غروب ہو چکا تھا۔ اور فضا میں ظلمت

چھاری تھی جگدیش نے اس قدر تہیہ کی کہ آٹھ میں کملہ کو آنکوش میں لے لیا اور اپنے لب اس کے لبوں سے پیوست کر دیئے۔

۲

پلیس سینما میں انگڑی فلم چل رہا تھا۔ ہاؤس کچھ با رونق نہ تھا۔ ہال کے اعلیٰ درجوں میں کہیں کہیں دو دو چار چار آدمی بیٹھے نظر آتے تھے سب سے پچھلے درجہ کی اگلی قطار میں جگدیش اور کملہ بیٹھے تھے اور ان کے قریب کوئی اور تماشا ٹی نہ تھا۔

ہال کے لمپ گل ہو گئے اور فلم شروع ہوا لیکن جگدیش اور کملہ کو فلم سے زیادہ دلچسپی نہ تھی۔ کیونکہ وہ اس اندھیرے میں صرف اپنا ڈراما ”کھیلنا چاہتے تھے۔ فلم کی پس پڑہ

موسیقی نے اُن کے جذباتِ محبت میں ایک مسرتِ خیز کیفیت بصری اور راز و نیاز کی گفتگو ہونے لگی۔ دونوں طرف سے شوخیاں شروع ہو گئیں اور اظہارِ محبت کا عمل طریقہ اختیار کیا جانے لگا۔ یعنی بوس و کنار کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا جس کی لطف اندوزیوں میں دونوں دنیاؤں مانیہا سے غافل ہو گئے۔

انہیں یہ خوش فعلیاں کرتے قریباً ادھ گھنٹہ گزر گیا تھا کہ جگدیش کو ہال سے باہر جانے کی حاجت ہوئی وہ یہ کہہ کر ”چند منٹ کے لئے معاف فرمائیے“ اٹھا اور کرسیوں کو ٹوٹا ٹوٹا ہال سے باہر چلا گیا۔ کملانے پہلی دفعہ اب دیکھا کہ پردہ فلم پر کیا ہو رہا ہے۔ لیکن وہ فلم کو دس تین منٹ سے زیادہ نہ دیکھ سکی۔ کیونکہ اُس کے پاس والی کرسی زیادہ دیر تک خالی نہ رہی اور کملاکا پہنچو پھر گھر“ ہو گیا۔

کملانے بہ آہستگی کہا: ”جگدیش۔ فلم تو بہت اچھا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ڈیرہ.....“

دونوں کے سر پر ایک دوسرے کے قریب ہو گئے۔ اور بوس و کنار کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

ابھی اس نئے سلسلہ کو شروع ہوئے دو منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ فلم کسی نقص کے باعث چلتا چلتا رک گیا۔ تماشائیوں نے سیٹیاں بجانی شروع کر دیں اور ایک شو سا گچ گیا جس پر دفعتاً ہال کے تمام لمپ روٹن کر دیئے گئے اور نزدیک ہال فی الفور لقمہ فورین گیا۔

کملاکا آنکھیں دفعتاً تیز روشنی پھیل جانے کے باعث یکدم بند ہو گئیں۔ اور جب اُس نے دوبارہ آنکھیں کھول کر دائیں طرف دیکھا تو فوراً کرسی سے کھڑی ہو گئی۔ اُس کے ساتھ کی کرسی پر جگدیش کی بجائے ایک اور نوجوان بیٹھا تھا۔ جو جگدیش کی طرح موچھول اور دائرہ صی سے

”فارغ البال“ تھا۔

کملانے اُسے کملائی سے پکڑ کر ایک جھٹکا دیا اور پھر غضب واز میں کہا: ”بے شرم بے حیا۔ اس قدر جرأت ہے تم نے مجھے کیا سمجھ لیا تھا؟“

نوجوان مسکرا کر بولا: ”میری جان۔ وہی جو تمہارے دوسرے دوست نے سمجھ رکھا ہے۔“

کملائی: ”کون سا دوست؟ کیسا دوست؟ تمہیں تو نہیں آتی۔ کہ میرے بھائی کو یہ دوست کہتے ہو؟ وہ ابھی اگر تمہارا دماغ درست کرنے کا ٹھہر رہا ہے۔“

نوجوان: ”جی ہاں۔ یہ آدھ گھنٹے سے بھائی ہی کے ساتھ بوس و کنار ہو رہے تھے۔ اور کل شام کو لارنس گارڈن میں ملنے کے قول و اقرار کئے جا رہے تھے۔“

اتنے میں ادھر اُدھر کے تماشائی کرسیاں پھانڈ بھانڈ کر آہنچے۔ اور ایک جھگڑا سا ہو گیا۔ اس پر کملاکا اور بھی شوخ چا چکا کہ فریاد کرنے لگی اور نوجوان کو گالیوں پر گالیاں دینے لگی لیکن نوجوان کے چہرے پر ذرہ بھر گھبراہٹ کے آثار بھی موجود نہ تھے وہ بڑے اطمینان کے ساتھ مدخلت کرنے والے آدمیوں سے کہہ رہا تھا کہ ”صاحب! یہ لڑکی ایک نوجوان کے ساتھ اندھیرے میں بوس و کنار کر رہی تھی اور یہ دونوں جذبہ عشق میں اس قدر سرشار تھے کہ انہیں میرے آنے کی خبر تک نہ ہوئی اور انہیں معلوم نہ ہو سکا۔“

کہ کوئی شخص ان کے پیچھے بیٹھا ان کی باتیں سنتا اور ان کی حرکات کو دیکھتا ہے، نوجوان اٹھ کر کسی کام کے لئے باہر گیا اور اُس کی جگہ میں بیٹھ گیا۔ بس یہ ہے میرا قصور۔“

نوجوان نے اپنی بات ختم کی ہی تھی کہ جگدیش باہر سے دوڑتا ہوا۔ اور مجمع میں گھس کر بڑے جوش میں آکر پوچھنے لگا: ”کیا بات ہے کیا معاملہ ہے؟“

کملانے آئے دیکھ کر فوراً چلا نشتہ روغ کر دیا۔ کہ
”بھائی جگدیش دیکھو یہ بے غیرت آدمی تمہاری اور میری
ہتک کر رہا ہے اور تمہاری عزیز حاضری میں اس نے میری
عزت پر حملہ کرنا چاہا۔ ہاں اس حرامزادے کا ستیا
ناس ہو.....“

جگدیش نے اتنا ہی کافی تھا۔ اُس نے گھوم کر
دربیف کے مینہ پر ایک زبردست تھپڑ مارا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے
دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔

ابھی تو منہ تماشائیوں نے مداخلت کر کے انہیں
ایک دوسرے سے علاہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن قبل اس
کے کہ وہ کامیاب ہو سکیں۔ سینا ہال کا میز اور پولیس کے دو سپاہی
موقع پر پہنچ گئے اور پولیس نے فحتم گھبراہٹوں کو علاہ علاہ
کر کے ان سے کیفیت دریافت کی۔ کملانے اپنی پہلی بات کو
دہرایا۔ کہ جگدیش میرا بھائی ہے۔ جگدیش نے اس کی تائید
کی۔ دوسرے انوجوان ہی کہے جاتا تھا۔ کہ ان دونوں کے تعلقات
ناجائز ہیں۔ پولیس نے نہ صرف اس امر کی مفصل تحقیقات
کیلئے بلکہ اس جرم میں بھی کہ دونوں نے ایک پسک جگہ پر
آپس میں لڑائی کی تینوں کو زیرِ حراست لے لیا۔ اور انہیں
تھانے لے چلے۔

(۱۴)

کملاکا باپ لاہور کا ایک باوقار ڈاکٹر تھا۔ اور شہر کے
باہر ایک عالی شان کوٹھی میں رہتا تھا۔ کملانی اسے کتا
انٹھان دیے والی تھی۔ اور اس کی شادی کے سلسلہ میں کئی
جگہوں سے پیغامات آ رہے تھے۔ کملاکا ان اپنی بیٹی کی شادی
جس گھر میں کتنا چاہتی تھی وہ بڑا متمول خاندان تھا۔ اور
لڑکا بہت بڑی وراثت کا حقدار اور خود میر تھا۔ لیکن
بقص یہ تھا۔ کہ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور سوسائٹی میں رہتا

بلکہ ایک کاروباری آدمی تھا۔ اسی لئے اس رشتہ پر
نہ ڈاکٹر صاحب رضامند تھے۔ اور نہ کملاکا اٹھارہ رشتہ
کرتی تھی۔ ڈاکٹر صاحب کا ارادہ اپنی لڑکی کو جس لڑکے
کے ساتھ بیاہنے کا تھا۔ وہ ابھی ابھی ولایت سے میری
پاس کر کے آیا تھا۔ اور بڑا قابل و خوش اطوار تھا۔ ڈاکٹر
صاحب اور لڑکے کے باپ کے درمیان اس مسئلہ پر
ابتدائی گفتگو ہو چکی تھی۔ اور آج سیٹھ جی آخری فیصلہ
حاصل کرنے کے لئے ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی پر آئے
ہوئے تھے۔

طویل بحث و مباحثہ کے بعد کملاکا مال بھی ڈاکٹر صاحب
سے متفق ہو چکی تھی۔ اور ڈاکٹر صاحب سیٹھ جی کو تسلی دے
کر ایک اور ضروری بات کرنے کے لئے اپنی بیوی کے کمرے
میں گئے ہی تھے کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجے گی۔ ہال کمرہ میں چونکہ
سیٹھ صاحب ہی تھے۔ اس لئے انہوں نے ٹیلیفون اٹھا کر
سننا شروع کیا۔

”ہیلو ڈاکٹر صاحب ہیں۔“

سیٹھ جی: ”ڈاکٹر صاحب۔ اس وقت موجود نہیں ہیں؟
آواز: ”آپ ان کے خاندان کے کوئی آدمی ہیں؟“
سیٹھ جی: ”جی ہاں۔ ایسا ہی سمجھ لیجئے۔“
آواز: ”آپ بتا سکتے ہیں۔ کہ ان کی کوئی لڑکی کملاکا
نامی ہے؟“

سیٹھ جی: ”جی ہاں۔ ہے تو۔ آپ کون صاحب ہیں؟“
آواز: ”میں انارکلی تھانہ کا پولیس انسپکٹر ہوں دیکھئے
آپ جانتے ہیں کہ کملاکا اس وقت کہاں ہے؟“
سیٹھ جی: ”وائی۔ ایم سی اے ہال میں کوئی ٹکیچر
ٹن رہی ہے۔“

انسپکٹر: ”آپ غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ وہ اس وقت



بھی مرتعش ہو جاتے ہیں۔
البرٹ نے اُس ٹیڈ کے دامن میں اپنے لئے
ایک ایسے پوشیدہ مقام کو منتخب کر لیا تھا۔ جہاں
وہ نہ صرف سارے کی نمودار کن صدا سن سکتا تھا۔ بلکہ
روزنی کے ملوکی چہرے کو بھی دیکھ سکتا تھا۔
پڑھتے چاندنی تیسری یا چوتھی تاریخ تھی۔
روزنی تنہا اُس ٹیڈ پر جا پہنچی۔ اور گانے میں مشغول
ہو گئی۔ البرٹ کے صبر کا پیمانہ چمک پڑا۔ اور وہ
اپنی زلیبت سے ہاتھ دھو کر مقدس کنواری کے سامنے
ادب سے کھڑا ہو گیا۔

روزنی نے اپنی خاص قدسیانہ شان میں دریافت
کیا۔ ”تم کون ہو اور اس طرح کھڑے رہنے سے کیا
مطلب؟“

”مقدس کنواری۔۔۔ مقدس کنواری“ کے
پیسے پیسے جیسے البرٹ کے منہ سے نکلے۔ ”میں ہوں ایک
گنہگار۔۔۔ بندہ تمہارے حسن بے پناہ کا۔۔۔“

البرٹ دھڑام سے پتھر پٹی زمین پر گر پڑا روزنی
پر لیشان ہو گئی اور بغیر کسی خیال کے بے ہوش ہو
کو اپنے نرم و نازک ہاتھوں سے اٹھا کر ساندیہ رکھ
دیا۔ اور رومال سے ہوا دینے میں مصروف ہو گئی۔
تھوڑی دیر کے بعد البرٹ نے آنکھ کھولی۔ اس میں

آج سے ڈیڑھ ہزار برس
قبل جب کہ سارے یورپ میں دین عیسوی کا آفتاب
نہایت آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ نہاروں
کلیسا مقدس کنواریوں سے بھرے پڑے تھے۔ عبادت
کے وقت گرجاؤں میں تل دھرنے کو جگہ نہ ملتی تھی بھٹوں
کی سہائی اور دلکش آواز بے لوث دلوں میں عشق الہی
کی بنیادیں مضبوط کرنے میں برقی اثر رکھتی تھی۔

معبد سے تقریباً دو سو قدم کے فاصلے پر ایک
نوجوان شخص البرٹ نامی رہتا تھا۔ جو چہرہ کی دلکشی
اور اعضا کے سدول پن کی وجہ سے خوب صورت
کہلانے کا مستحق تھا۔ اس نوجوان کے مکان کے قریب
ایک چھوٹا سا پتھر لایا ٹیڈ تھا۔ جس پر چڑھ جا نہیں
تو قرب و جوار کا منظر آنکھوں کے لئے قدر دوس نظر
کے سامان پیش کر دیتا۔ چاندنی راتوں میں مقدس
کنواریاں اس ٹیڈ پر آکر قدرت کے حسن سے لطف
اندوز ہو جاتیں۔ یوں تو نہاروں کنواریاں بریل اور
دوسرے سازوں کو چھپ چھپ کر آس پاس کی خاموش
فضا میں موسیقی کا نثر ہم ریز اور مد ہوش کن اثر منتشر
کر دیتیں۔ مگر البرٹ کے دل کے پردوں میں صرف
روزنی کے ساز کی آواز گونجتی۔

مقدس کنواری کو اس بات کی کچھ خبر نہ تھی کہ
اُس کے ساز کے ارتعاش سے کسی کے دل کے پردے

شک نہیں کہ گرنے کی وجہ سے اُس کا سر پھٹ گیا تھا

(۲)

اب محبت ترقی کرنے لگی۔ ایسی محبت جو فرشتوں میں ہوتی ہے۔ یا مقدس انسانوں میں۔ وہ روزی کی دلکش اور تہتم ریزہ آواز پر جان فدا کرنے کے لئے آمادہ تھا اور اُس کے ملکوتی حسن پر ایمان، وہ پجاری کی مانند خاموش سر جھکائے اُن نعمات کو سنتا جن سے روح میں بالیدگی اور تشویش پیدا ہوتی ہے۔ وہ نغمے جن کو سننے کے لئے فرشتے بھی آسمانوں سے اتر آتے تھے۔ اُس کو روزی کی ذات میں سارے جہان کی خوشیاں پنہاں نظر آتی تھیں۔ وہ شمعِ حسن تھی تو یہ پیروانہ اُلفت

”اعترافِ گناہ“ کے روز دونوں کی روہیں بڑے عذاب میں مبتلا تھیں ایسے عذاب مبتلا تھیں جس میں ملکوتی لطف ملتا ہو، جس کی ہر مجلس میں الفت کے چٹارے ہوں۔ آخر بڑی سوچ بچار کے بعد یہ طے پایا کہ اتوار کی صبح کو وہ دونوں ٹیلے پر ملیں گے۔ حسب وعدہ جب وہ ملے تو اعترافِ گناہ کا خیال سوہانِ روح بنا ہوا تھا روزی نے خیال کیا کہ اگر وہ اعترافِ گناہ کرے تو مقدس کنواریوں کو منہ دکھانا مشکل ہو جائیگا وہ اسی پریشانی میں تھے کہ گرجے کے وجد آفریں ٹھنڈے کی آواز سنائی دی۔ ”ہائیں البرٹ، اب کیا کرنا چاہئے“ یہ پریشان جملہ مقدس کنواری کی زبان سے نکلا۔ ”بہتر یہی ہے کہ ہم چل کر اعترافِ گناہ کر لیں“ البرٹ نے جواب دیا۔

”اعتراف کر لیں۔ روزی نے تعجب سے کہا۔ ہاں اس کے سوا کوئی اور چارہ نہیں۔“ کہہ کر وہ پریشانی

میں جلد جلد قدم اٹھاتی ہوئی گرجے کی طرف بڑھنے لگی۔ وہ اتنی پریشانی تھی کہ اُسے اپنے ساتھی البرٹ کا خیال تک نہ رہا۔ البرٹ شش و پنج کی حالت میں چل رہا تھا۔ اُس کے قدم سُست تھے۔ روزی گرجے میں داخل ہو گئی۔ کیا دیکھتی ہے کہ مقدس پادری حضرت عیسیٰ کے اشیاء کا سبق اور گناہوں سے بچنے کی تلقین کر رہا ہے۔ اُس کی نرگسی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور چلا کر کہنے لگی۔ ”مقدس باپ، میں نے ایک بڑا جرم کیا ہے۔ گناہ۔ ناقابلِ معافی“

خانہِ خدا میں اس طرح سے چلا کر کہنا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے کی وجہ سے حاضرین کو سخت تعجب ہوا وہ رحم اور غصہ کی نظروں سے روزی کی جانب دیکھنے لگے مقدس کنواریوں کا رنگ فق ہو گیا۔ اور وہ حیرت میں تھیں کہ اُن کی رفیقہ ایسی کونسی مصیبت میں مبتلا ہو گئی ہے۔

مقدس پادری نے پاک انجیل کو بند کرتے ہوئے دریافت کیا کہ ”اے بیٹی، تو نے ایسا کونسا بڑا گناہ کیا ہے۔ کہہ۔۔۔۔۔ جلد کہہ۔“

”اے مقدس باپ، میں نے وہ گناہ کیا ہے جو بدترین ہے۔۔۔۔۔ آہ، اے باپ، امیری بخت کے لئے دعا کر۔۔۔۔۔ اے پاک مریم“

روزی کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے ”آخر کہہ اے بیٹی، تو نے کونسا گناہ کیا ہے کیا تو نے کسی انسان کا خون کیا؟“ باپ نے قدسیانہ انداز میں دریافت کیا۔

”نہیں، اے باپ میں نے کسی کو قتل نہیں کیا۔۔۔۔۔ روزی نے جلدی سے کہا۔

کہ از سر نو اعتراف گناہ بھی سلسلہ جلدیابی نہ کرے کہ البرٹ آگے بڑھا۔ مگر اُس کی لگا میں روزی تھی پرہ جی ہوئی تھیں اور قدموں میں لہرہ امنہ سے بات برابر نہیں لکل رہی تھی۔ ”مقدس — باب“ پہلے میرا گناہ سن لے۔“

”کہہ اے گنہگار بندے، جلدی کہہ۔“ پادری لولا ”میں نے گناہ کیا ہے — محبت کا — پاک الفت کا“

البرٹ نے اعتراف کیا۔ ”خدا کی رحمت ہو تجھ پر بیٹے انسان محبت کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اور محبت ہی احد ذریعہ ہے نجات ابدی کا مگر ایسی محبت جو جسمانی جذبات سے پاک ہو اور قدسی جذبات سے پر۔“

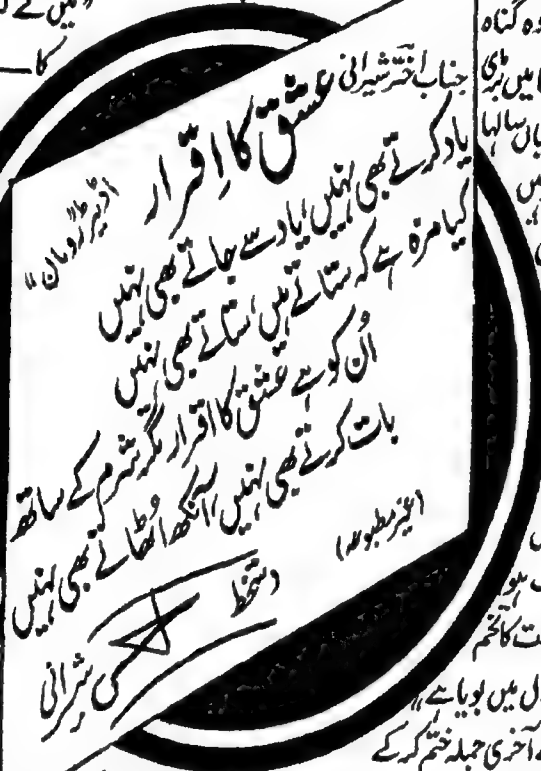
جا اور محبت کے مسخو رکن گیت گا کر دنیا کو مسخو کہ دے، جا، اور دنیا کے گنہگار بندوں کو حقیقی مسرت کے پانے کا راستہ بتا۔ عبادت ختم ہونے کے بعد روزی اور البرٹ نے یہ ہتھیکہ لیا کہ وہ اپنی بقیہ زندگی دنیا کے گنہگار بندوں کو محبت کے اصل مقصد سے واقف کرنے میں گزار دیں گے

”قسم ہے تجھ کو خدا کے بیٹے کی اور پاک مریم کی کہہ دے جلد اپنے گناہ کو“ پادری نے سر ایگی سے کہا۔ ”اے مقدس باپ، میں نے گناہ الفت..... کیا ہے، جو میرے بس کی بات نہیں۔ پاک محبت روزی نے رکے رکے کہا۔

”خوش ہواے بیٹے، بشارت ہو تجھے نجات ابدی کی۔ تو نے وہ گناہ کیا ہے جس کی تمنا میں بڑی بڑی مقدس ستیاں سالہا سالہ گرواں میں اور یہی ہیں جس کی آرزو ہر فرشتے کے دل میں ہے اے گناہ نہ کہہ محبت رشتہ ہے خدا سے قربت حاصل کرنے کا، مبارک ہو تجھے کہ تو نے الفت کا ختم اپنے بے لوث دل میں بویا ہے۔“

پادری نے آخری جملہ ختم کر کے روزی کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اور تمام حاضرین نے پادری کی تبلیغ کی۔

البرٹ ٹھیک اُس وقت پہونچا۔ جب کہ پادری کے منہ سے نجات ابدی کی بشارت کا جملہ نکل رہا تھا۔ وہ خاموش کھڑا ہو گیا اور پادری چاہتا تھا



مہاراجہ

ایک دلکش فرنگین افسانہ

از جناب باصرہ مدیر پیمائے لاہور

کتابی صورت میں لانے کے لئے جو کچھ حقوق محفوظ ہیں

دوسرا اجام ختم کرتے ہی میں نے محسوس کر لیا کہ اگر ایک قطرہ بھی اور پیا، تو توازن قائم نہ رکھ سکوں گا۔ اس محفلِ رقص و نشاط میں شریک ہونا محال ہو جائے گا۔ جو خاص ہمارے اعزاز میں برپا کی جا رہی تھی!

نیل گڑھ کی طرح، وامن پور بھی

جدید اور قدیم تہذیب و تمدن

کے سنگم میں تھا، ایک طرف

جہاں قدیم رسم و رواج پر

سختی سے عمل کیا جاتا تھا،

وہاں تمدن جدید کی تمام

لذتوں سے بھی لطف اٹھایا

جاتا تھا، اور یہی وجہ تھی، کہ شگن

اور ناریل کی قدیم رسوم کے ساتھ

ہی مہانوں کے اعزاز میں یہ انداز جدید

ایک شاندار مجلسِ رقص بہ پامور بھی تھی

ریاست کے اُن تمام مشرفان اور خواہشین کو

دعوت میں شرکت دی گئی تھی۔ جو سوسائٹی میں خاص درجہ

رکھتے تھے۔



ہاں ہمارے اعزاز میں

ہم شاہی مہمان تھے، مہاراجہ

وامن پور کے چھوٹے بھائی

کا شگن لے کر آئے تھے۔

راجکمار کی نیل گڑھ کا

ناریل دینے آئے تھے۔

دونوں کی ملاقات جوہو

پیر ہوئی تھی۔ اور چند ہی دنوں

میں اُن ملاقاتوں نے افسانوں کی صورت

اختیار کر لی تھی۔ دونوں ایک دوسرے پر فدا تھے۔

ہمارے مہاراجہ کے کانوں میں راجکمار کی ان کو تکوں کی خیر پہنچی، تو عزت کے خیالی سے ناریل بھیج دیا۔ اپنی لادلی کے چونچلوں سے زیادہ انہیں اپنی خاندانی حرمت کا خیال تھا۔

مہاراجہ وامن پور نے ناریل کو سسر آنکھوں پر رکھا۔ اس ناطے سے دونوں خاندانوں میں رشتہ محبت مضبوط ہوتا تھا، اور وامن پور والے برسوں سے اس کے متمنا تھے،

میں نے گلاس رکھ دیا، اور ٹھنڈی ہو کا تلاش میں مل سے باہر نکل گیا، مشرب سے دماغ پر ایک لطیف غبار چھا رہا

تھا اور میں محسوس کر رہا تھا کہ ہوا کے خوشگوار جھونکوں سے طبعیت راس مہلجے کی پائٹیں باغ میں کہیں کہیں خوش نصیب چوڑے معروف راز و نیاز تھے کچھ ادھر ادھر ٹپل رہے تھے میں سنگ مرمر کی ایک چوکی پر بیٹھ گیا پھولوں کی بھین بھینی خوشبو، ہوا میں شراب سے بھی زیادہ سرور پیدا کر رہی تھی اور ہال کے اندر سے تقریاً آوازوں کی آوازیں، اس انبساط میں اور بھی اضافہ کر رہی تھیں!

میں اس مرم میں چوکی پر کھویا ہوا سا، مستغرق سا نہ جانے کب تک بیٹھا رہا، کیونکہ جب میں پھر ہال میں داخل ہوا تو رقص کا دوسرا دور شروع ہو چکا تھا اور چوڑے ایک دوسرے سے لپٹ لپٹ کر ہال میں ادھر ادھر جھوم رہے تھے کچھ ایسے بھی تھے یہ پہلے رنگائے کے بعد ستا رہے تھے! میں ابھی اندر داخل ہوا ہی تھا کہ کسی نے اپنی لمبی لمبی نازک نازک انگلیوں سے میرا بازو چھوتے ہوئے کہا:-

”آئیے“

میں نے ایک غلطانہ از سے اس حسینہ کی طرف دیکھا اور ٹپکی باندھ کر دیکھنے پر مجبور ہو گیا۔ اٹھارہ بیس برس کی عورت جوانی بہار پر، رعنائی کمال پر، اور دل آویزی کا یہ عالم کہ لگا میں کہہ رہی تھیں، ایک بار دیکھا ہے، ذرا نظریں ہٹا کر تو دیکھو، ہم بھی جہاں دل کیسے نہیں دیتے!

ایک کار فرما تبسم کے ساتھ حسینہ نے پھر کہا: کیا رقص میں آپ میرے ساتھی بن سکتے ہیں؟

اُس کی کنول ایسی حسین اور زوئی مونی آنکھوں میں دنیا بھر کا سن سٹ کر آگیا تھا۔ رسا رول کی شرفی اور سفیدی زائد برتاؤ کو بھی تو یہ شکن بنانے کے لئے کافی تھی۔ نہ شراب میں مخور اگر اس حسینہ کی جذبات آفریں تمنا کو شکرا دیتا، تو انسان نہیں فرشتہ ہوتا، میں نے اپنی مخور

لگا میں، اُس کی نگاہوں سے ملا کر پوچھا: آپ کے ساتھ؟

”ہاں“ اس حسینہ نے جواب دیا، اور اس ادلکے ساتھ میری طرف دیکھا کہ میں اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا۔

دوسرے ہی لمحہ میں ہم ایک دوسرے سے لپٹ لپٹ کر رقص کر رہے تھے، جھوم رہے تھے، اُس کا خوشگوار سانس میرے گالوں سے مس ہو رہا تھا۔ اور وہ مجھ سے یوں لپٹی چلی تھی، گویا سیلاب میں سہارا سے لپٹ رہی ہو، اس ہم آغوشی میں اُس کے شباب آفریں جیسے میرے بدن کے ساتھ مس کر کے دل و داغ میں ایک ارتعاش پیدا کر رہے تھے! خوشگوار اور ہیجان نیرزا اور بیڈی گت، اس ہیجان میں اور بھی اضافہ کر رہی تھی،

رقص کے تین تیز چکر اور میں محسوس کرنے لگا کہ اب توازن قائم رکھنا ممکن نہیں، اور میری اس حالت کو شاید وہ حسینہ بھی سمجھ گئی، اُس نے رفتار ہلکی کر دی، اور آہستہ سے کہا: آپ تو رقص کے ماہر معلوم ہوتے ہیں۔ وہ میری طرف کس کے میری ہمت بڑھانا چاہتی تھی۔ لیکن تسکین کے بجائے دل اور بھی زور سے دھڑکنے لگا، میں نے لڑکھڑاتی چوٹی زبان سے کہا ”شکریہ“ مگر آپ کمال کر رہی ہیں، میں تو بالکل اٹائی ہوں، اُس کے صبر کا گالوں پر مسرت آمیز مسرخی کی ایک لہر دوڑ گئی! اور اُس کے ساتھ ہی اُس کے بازوؤں کی گرفت اور بھی مضبوط ہو گئی!

رقص کا دوسرا دور ختم ہوا، اور ہم دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے برآمدے میں آگئے، میں محسوس کر رہا تھا کہ حاضریں بنات توجہ اور مودب نگاہوں سے ہماری طرف دیکھ رہے تھے، لیکن میں ٹھیک سمجھ سکا کہ اُن نظروں کے معنی کیا ہیں؟

ہوئے مرد کے ہلکے ہلکے جھونکوں نے طبعیت سا

کردی حسینہ ابھی تک میرے قریب کسی پر بیٹھی ہوئی تھی، اُس نے اولے خاص سے ملازم کو اشارہ کیا، اور میری طرف دیکھنے لگی! اُسی ملازم سے چھٹکے ہوئے حکم کا منتظر مودب کھڑا تھا، میں اُسے شراب لانے کا حکم دے کر حسینہ سے مخاطب ہوا،

”معاف کیجئے گا، میرا خیال ہے ایک درجام پیئے سے طبیعت بہل جائے گی، آپ بھی ایک جام نوش فرمائیے، عجیب کیفیت دیتا ہے، کسی ہلکی قسم کی شراب کا ایک جام“ میری بات پر وہ مسکرا دی!

شاہی ملازم گلاس ہمارے سامنے رکھ کر رخصت ہو گیا، اُس نے شراب کا گلاس اُٹھا کر لبوں سے لگا لیا۔ اور ذریدہ نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا: ”دیکھیں کیسی کیفیت دیتا ہے“

حجاب دور ہو گیا،

ہم نے مسکراہٹوں اور ہلکے ہلکے قہقہوں کے درمیان دو درجام اور خالی کر دیئے! اور باتوں کے طوفان میں اس قدر غوہو گئے، کہ ہمیں اتنا خیال ہی نہ رہا۔ کہ رقص کا تیسرا دور ختم ہو رہا ہے، تھوڑی ہی دیر میں ہم نے دنیا جہاں کی باتیں کر ڈالیں۔ یورپ کا سفر، وہاں کی رنگینیاں، شکار کے قصے۔ ریاستوں کے اسرار، اور نہ جانے اور کیا کچھ ہماری گفتگو کا موضوع بن گئے۔ وہ بڑی دلچسپی کے ساتھ میری باتیں سن رہی تھی! کبھی کبھی ایک دھفقہ کہہ کر خاموش ہو جاتی تھی، اور میری زبان حسب دستور چل رہی تھی!

اسی عالم کیف میں، میں نے اچانک ایک پُر لطف حرکت محسوس کی، اُس کی نرم و نازک انگلیاں غیر اضطرابی طور پر میری انگلیوں سے لپٹ رہی تھیں، اور اُس کی آنکھوں کے گلابی ڈور سے کہہ رہے تھے، ”بے خبر! نوجوان زادہ دیکھئے

میں نے آہستہ سے اپنا بازو اُس کی کمر میں جمائل کر دیا۔ اور اپنی طرف کھینچ کر چاہتا تھا۔ کہ اُس کے عنابی ہونٹوں کی شراب ایک ہی بوسہ میں چُوس لوں۔ کہ وہ تیتیری کی طرح تڑپ کر میری گرفت سے نکل گئی! اور نہایت سنجیدگی سے کہنے لگی ”رقص کا دور شروع ہو رہا ہے کیا آپ کوئی اور ساتھی تلاش کریں گے؟“

میں نے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کیا؟ آپ جیسا دلخواہ ساتھی چھوڑ کر میں دوسرے ساتھی کی تلاش کیوں کروں؟“

اور دوسرے لمحہ میں ہم ہال میں تھے، اُس کی حسین فوارش نے میرے سرور کو دوبالا کر دیا، ہم جھوم جھوم کر رقص کرنے لگے!

ہال میں حسن کا دریا بہہ رہا تھا۔ اور خوبصورت، نازک بدن، اور زرق برق لباس میں طبوس عورتیں قوس و قزح کا سماں پیدا کر رہی تھیں۔

میں نے اپنے حسین ساتھی کی شاخ صندل ایسی نازک کر کے گرد اپنی گرفت کو اور بھی سخت کر تے ہوئے سرگوشی کے لہجہ میں کہا، ”بان بن، اجازت ہو۔ تو ان پیارے پیارے ہونٹوں کو چوم لوں؟“

”اے، مے بازو پہلکی سی چٹکی لے کر کہا“ بے صبری سے کام نہ تو“

”یہ سب جذبات میں اُس کے اس اشارہ سے پہچان پیدا ہو گیا۔ اور اُس نے اس خیال سے کہ کہیں حالت سرور میں بصرے مجمع میں ہی کوئی بدتمیزی نہ کر بیٹھوں، آہستہ سے کہا ”باہر چلو۔“

اور رقص ختم ہوتے ہی ہم بائیں باغ کے گھنے درختوں کی اوٹ میں ایک دوسرے کو آغوش میں لئے اُس بار بار فری

کی طرف جارہے تھے، جو برے تالاب کے وسط میں واقع تھی، اور جہاں مہاراجہ اور مہارانیوں کے سوا، اور کسی کو جانے کی اجازت نہ تھی!

(۳)

ایک ہنگامہ سرور و شباب! اور میں محسوس کرنے لگا کہ نشہ شراب کی بجائے دلیغ پر صرف ایک لطیف غبار چھا رہا ہے۔

آنکھوں کو اچھی طرح کھول کر، میں نے گرد و پیش کے حالات کا جائزہ لینا چاہا۔ تو قریب ہی آئینہ کے روبرو وہ لباس درست کرتی نظر آئی۔

اُس وقت اُس کے ہونٹوں پر ایک عجوبہ قسم چہرے پر شرم و حیا کی سُرخ نمایاں تھی!

میں نے لپک کر اُسے پھر آغوش میں لے لیا۔ اور ایک طویل بوسہ سے اُس کے احتجاج کو روک دیا۔

ایکایک وہ گرفت سے نکلی، اور باہر چلی گئی۔ ایک لمحہ کے بعد میں نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔

ایک دور عورت اُس کی طرف پکی آ رہی تھی۔ اُس نے قریب آ کر گہرائی ہونے آواز میں کہا

”مہارانی جی! مہارانی جی، آپ کہاں تھیں؟ مہاراج آپ کو ہر طرف دیکھ چکے، اب وہ اسی طرف آ رہے ہیں“

میری محبوبہ (۶) نے آہستہ سے اُس عورت سے کچھ کہا اور راستہ کاٹ کر درختوں کے گھنے سائے میں گم ہو گئی!

میں سر ہٹا کر بیٹھ گیا!

یہ کیا؟ وہ حبیبہ جو رات بھر میرے آغوش شباب کی زینت بنی رہی، مہاراجہ و امن پور کی مہارانی تھی، اب سے چھوٹی مہارانی،

اندیشہ خوفناک صورت اختیار کر لی۔ میں جلدی

جلدی لباس پہنا اور باہر نکل گیا!

(۴)

والسی پر ہم لوگ بنارس کی سیر میں تین چار دن صرف رہے، اور اپنے گھر پہنچ کر اسی لباس تبدیل ہی کرنا تھا کیونکہ چھٹا

بھائی گھبرا پڑا داخل ہوا، اُس کے ہاتھ میں تازہ اخبار تھا، مجھ سے نظریں ملے ہی وہ کہنے لگا۔ ”بھئی، مہاراجہ

وامن پور کی چھوٹی مہارانی فوت ہو گئی“

مجھے معلوم ہوا جیسے کسی نے میرے دل پر گھونٹ مار ڈالی! انبار میں صرف اتنا لکھا تھا کہ مہاراجہ و امن پور کی

چھوٹی مہارانی پُر اسرار حالات میں فوت ہو گئی، تفصیل کا انتظار ہے!

پُر اسرار حالات؟!

میں اسی حالت میں بیٹھ گیا، دنیا ڈبا دیا ہے بے خبر، گزرے ہوئے واقعات، ایک ایک کر کے دماغ میں آ جا رہے تھے!

میں اُس دن کوئی کام نہ کر سکا۔ جتنے کہ اپنے مہاراجہ کی قدیم بوسی کے لئے بھی نہ جاسکا!

دوسرے دن صبح کی ڈاک میں ایک چھٹی ملی!

نوجوان! ————— جوانی کی ایک خوفناک بھول نے میری زندگی تباہ کر ڈالی ہے، اور میں نہیں چاہتی، کہ اپنے پتی

دیو کے سامنے، جنہوں نے مجھے ہر طرح کی آزادی، اور محبت کی نعمت عطا کی، اپنا کلام نہ لے کر جاؤں، اس لئے گناہ کے

اس دماغ کو دھونے کے لئے میں اس دنیا سے رخصت ہوتی ہوں، کبھی یاد آؤں، تو روج کی شناسی کے لئے پیرا پڑھتا

کرنا۔ ”وہی بد نصیب“

میری کبھی نہ رونے والی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے،



وجہ نہ تھی کہ جمال نے اُسے نہ دیکھا ہو، اُس نے ایک بار نہیں
بہار بار اُسے دیکھا تھا، قریب سے بھی اور دور سے بھی، اور
شکستہ کی شرم آگئیں و حجاب آسائیکھوں نے اُسے ایک سبق
سکھا دیا تھا، بس اُس کے لئے اُس کو صرف دیکھتے رہنا بھی
ایک لذت تھی مگر ایک کیف تھا سو رہا گئیں،

سہ روز کے دیکھتے رہنے نے اور کیف نظر نے جمال کے دل
میں یہ جذبہ پیدا کر دیا کہ شکستہ کی ہستی قابل پرستش ہے، اُس
کلی کی مانند جو اپنی تمام معصومیتوں کے ساتھ پھول بن جائے کو جو،
اور اُس جذبہ کی انسان کے لئے اس جذبہ کا شکار ہو جانا کوئی
غیر معمولی بات نہ تھی اُس کے نزدیک محبت عبارت تھی ایک
بے لوث پرستش سے، ایک بے غرض عبادت سے، اور اسی
خیال کے ماتحت اُس نے اُس کی پرستش شروع کر دی، وہ
اُس کی عبادت کرنے لگا، اور اُس موقع کا مثلاً شہی رہا جب
اُس کی اس پرستش صبح و عبادت شام کا اتنا اثر ہو جائے
کہ شکستہ اُس سے باتیں کرے، اُس کا حال مند رکے
اُس کی بیماری کی مانند تھا جو ایک دیوی کا ہو کر، اُس کے چہرے
میں پڑا رہنا چاہے۔ اس اُمید میں کہ شاید اُس کی مورت
اُس کے جسم بے جان میں جان پڑ جائے، اور اُس کی پڑا رہنا
قبول ہو جائے۔

ایک دن، جو اپنی کامرانیوں اور شاد کامیوں کے لحاظ
سے ایک کامیاب دن تھا، جمال نے جرأت سوال کی ہمت

یہ تیسری مرتبہ تھی اور تین سال کے بعد کہ کالج میں
دور لکھوں نے داخلہ لیا تھا، آغاز سال میں تو صرف اُن
کو دیکھا جاتا رہا جب دو تین دن متواتر کالج کے اوقات
میں اُن کو ٹانگ میں آتے جاتے دیکھا گیا تو لڑکوں کو شوق
پڑا کہ اُن کی اس آمد و رفت کا راز معلوم کریں۔ اب باقاعدہ
پڑھائی بھی شروع ہو گئی تھی۔ اس لئے اتنا تو ظاہر ہو ہی گیا
کہ وہ تعلیم حاصل کر لے آتی ہیں۔ اُن میں سے ایک نے ایف آ
کے دوسرے سال میں اور ایک نے بی۔ اے کے پہلے سال
میں نام لکھایا تھا، چھوٹی ٹہن کا نام تھا، شکستہ اور وہ چونکہ
نوجوان تھے اس لئے وہی سب کی نگاہوں کا مرکز بنی ہوئی
تھی

اُس کا ایک سمجھاوت اپنے اور ساتھیوں کے برخلاف اُس کی طرف سے
بہت بے پردہ نظر آیا کرتا تھا، وہ یوں بھی ایک سنجیدہ نوجوان
تھا، ہر وقت کسی گہرے خیال میں گھویا کھویا رہتا تھا، یہاں
تک کہ اسے اکثر یہ بھی نہ معلوم ہو سکا کہ یہ وفیسر کا لیکچر کس
موضوع پر تھا۔ اور اس نے کیا کہا، وہ پروفیسر کی میز کی
پائیں جانب بیٹھا کہتا تھا، اور وہ جگہ اُس نے اپنے لئے
مخصوص کر لی تھی، شکستہ اُس کے بال مقابل، کبھی اُس کی
آنکھوں سے اوجھل کبھی بالکل سامنے اکثر بیٹھ جاتی تھی، جب
ایک خوبصورت و دلکش چیز لگا ہوں کے سامنے ہو تو آپ
کتنی ہی کیوں نہ چاہیں نظر اٹھ ہی جاتی ہے، اور پھر کوئی

کرتی، اور اُس وقت جب شکنتلا اپنی کلاس بدلنے کالج کی دوری عمارت میں جا رہی تھی، اُس نے اُسے آہستہ سے آواز دی۔
”شکنتلا“ وہ ذرا اٹھکی، ٹھیری اور اُس نے پیچھے مڑ کر جمال کی جانب دیکھتے ہوئے کہا: ”فرمائیے“
اُس نے کہا: ”میں آپ کی تصویر چاہتا ہوں، اپنی ایک تصویر مجھے دے دیجئے“
شکنتلا نے پوچھا: ”کیا کریں گے آپ“

نے اُن کو جکالیا، گویا قمار اُلفت میں وہ شکنتلا سے بازی ہار گیا، اُس نے اپنے دل میں کہا: ”کاش یہی نگاہ شوق ہوتی اور وہ دن جب ایک انسان نے تمہاری تصویر سے نہیں تم سے آہستہ بات کی تھی، وہ بات جو اگر آج پوری ہو جاتی تو اس وقت ایک سہتی کتنی قابل رشک بن جاتی!“
یہ سوچتا اور مڑ جھائے ہوئے پھولوں کی پتیاں ہوا میں کھیرتا وہ کلاس چھوڑ کر چلا گیا۔

”ضرورت ہے“

”میرے پاس اپنی کوئی تصویر نہیں“
”تو ایک روز کھینچ لیجئے“
”کلاس گروپ کے ساتھ دیکھا جائے گا“
لیکن آخر آپ کریں گے کیا۔“
”کوئی خاص بات نہیں“
معاف کیجئے میں نے آپ کو تکلیف دی۔“
”تکلیف کی فکر نہ کیجئے“
”شکریہ“

طنزل

قسمت شوق آزانہ سکے
میں سے دل پہ اٹھا تو لیا
دل میں کیا کیجئے عرض حال شوق
ہم تو کیا بھوئے نہیں حسرت
اُن سے کچھ بھی لانا سکے
وہ جو بھوئے تو انہ سکے
پیکر اور بھی لگانہ سکے
اُس نے پوچھا تو کچھ بتانا سکے
دل وہ بھی نہیں بھلا نہ سکے
رحسرت ہو باقی

(۲)
شہاب بیٹے کو گناہ قرار دے دیا جائے تو اُس کے بیٹے کو کتنا دل چاہتا ہے، اور اس گناہ میں کتنی لذت ملتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف شرابی کر سکتا ہے، جمال نے جو جرئت آتشیں پیتا چاہا تھا، وہ پی نہ سکا، اور اُس نے طے کر لیا کہ وہ ضرور شکنتلا کی تصویر حاصل کر کے رہے گا، اور اُس نے اپنی کوئی کوشش اٹھانہ بھی

اُس نے اپنے کمرے کی کھڑکی سے ہزاروں تصویروں کی گھنچیں لیکن کوئی ٹھیک نہ آئی۔
سال ختم ہوئے جا رہا تھا۔ اس حال میں کہ ستمبر وریگ آرزو نہ رہ و رسم گفتگو، البتہ اتنا ضرور تھا کہ اُس نے ایک بار ملنے کے بعد نامہ و پیام کا سلسلہ تو نہیں ہاں سلام جاری رکھا، لیکن سال کا بیشتر حصہ رائیگاں گیا تھا، اور جمال نے یہ کہہ کر اپنے دل کو تسلی دے لی تھی کہ

اس مختصر سی ملاقات کے بعد اُس کی دوبارہ گفتگو نہیں ہوئی، البتہ اب اتنا ضرور تھا کہ شکنتلا اُس کی نگاہوں کو تارنے لگی تھی، اُس نے جب کبھی بھی جمال کی جانب نظر اٹھائی اُسے اپنی طرف ہی دیکھتے دیکھا، اکثر ایسا ہوا کہ وہ بھی اُسے غور سے دیکھنے لگی، ایک دن ایسا اتفاق بھی ہوا کہ یہ وقفہ اتنا طویل ہو گیا کہ جمال سے زیادہ دیر نہ دیکھا گیا دیکھتے دیکھتے اُسکی آنکھیں ایک لطیف درد سے پھڑکنے لگیں اور اُس

کئی بار کی لذتِ قضاۃ اور نہ سڑے جڑ عات کے بعد اُس کی
خزوریت کا علم اُس کو ہو گیا، آگ کی ایک چنگاری شکنتلا
تک اڑ گئی، گویا اب وہ کامیاب آرزو تھا۔

اس طرزِ خطاب سے جو اُس نے اپنے مضمون میں
شکنتلا کے لئے اختیار کیا تھا وہ اتنی متاثر ہوئی کہ جب
جمال نے اُس پر زہ کاغذ کو واپس طلب کرنے کے بہانے سے
اُس سے نمائش میں گفتگو کی تو وہ یہ پوچھے بغیر نہ رہ سکی،
”کیا وہ مضمون آپ کا تھا؟“

”جی ہاں، جمال نے جواب دیا
”آپ ہی نے اخبار کو بھیجا تھا کیا؟“
”جی۔“

”I APPRECIATE IT VERY MUCH“

”THANK YOU“ یہ کہہ کر جمال اُس سے دوسرے
دن ملنے کی اُمید لئے شاد کام واپس آ گیا،

اس کے دوسرے دن بھی جمال انتظار کی تلخیوں
میں گرفتار رہا لیکن شام کو شکنتلا بازار میں مل گئی، اُس
نے جمال کو سہراہ یوں روک لیا جیسے محبتِ عشق کی منزل
اولین و آخری میں کھڑی ہو اور راہ رو کو دوری منزل کا
احساس بھی نہ ہوا ہو یا شاید اس جگہ جہاں وہ تمام کوششوں
میں ناکام رہ کر مایوس ہو چکا ہو کہ التفات کی زریں کرینیں
اُس کی راہ پر بچھاؤں ہونے لگیں اور تاریک راہوں کو روشن
و منور کر دیں یہ سب کچھ اُس وقت جب کہ مایوسی حالات
کی رفتار بڑھنے لگی تھی۔

آخر ایک دن وہ زینتِ کاشانہ بھی بن گئی، اپنی
سکھیں کے جھیلے کے ساتھ وہ کسی بہانے اُس کے کمرے
میں آئی اور جب چند منٹ ٹہر کر واپس جانے لگی تو جمال
نے اپنا مضمون واپس طلب کیا۔ وہ کہنے لگی وہ میرے

اگر میں کامیاب نہ ہوتا تب بھی ہندوستان کی بیکاری میں کمی
نہ ہوگی، اُس نے ملک کی تباہ حالی کا اندازہ کر لیا تھا کہ جو
تعلیم وہ حاصل کر رہا ہے، وہ ناقص ہے، اور بیکار شخص، اُس
نے کتابوں کو اسی خیال سے غددہ اُٹھا رکھا تھا کہ اُن میں جو
کچھ لکھا ہے، وہ خشک بھی ہے اور فضول بھی، وہ اپنا وقت
ایک ہی خیال میں گزار رہا تھا۔ اور وہ خیال تھا اپنی اُس سعی
پر ہم کاجس کا انجام اُس کی زندگی کی کاپی لٹ دینے کو تھا،
لیکن جو ابھی تک اُس کی سرزندہ تھی۔ اُس نے صرف ایک
شغل اختیار کر رکھا تھا۔ اور وہ رسائل اور اخباروں کا
پڑھنا، وہ اس طرح دنیا کو سمجھنا چاہتا تھا، اور اُس کے
نزدیک دنیا سے باخبر رہنا زیادہ ضروری تھا، کتابوں
کے مخصوص موضوعات سمجھ لینے اور مختلف ابواب کی تفسیروں
میں الجھ رہنے سے اور دل کے بہلانے کو یہ خیال اچھا تھا،
بہر کیف جب کالج، امتحان کی تیاری کی تعطیلات کی وجہ
سے بند ہونے کو تھا، اُس وقت ایک الوداعی پارٹی منعقد کی
گئی اور اس طرح جمال کو ایک کامیاب موقعہ ہاتھ لگ گیا
اُس نے اُس کی اجازت سے اُس کی ایک نفیس تصویر کھینچ لی
اور اس کے بعد اُس نے شکنتلا سے التجا کی کہ وہ ایک دن خود
اُس کے کمرے میں آکر اپنی تصویر کی کاپیاں لے جائے، یہ تو ضرور
تھا کہ شکنتلا کو اُس کی بے پناہ محبت کا علم ہو گیا تھا، لیکن اس
علم پر کون اپنے پرستار کے ارمان پورے کیا کرتا ہے، اس
لئے شکنتلا اُس کے پاس نہ آئی، اور جمال نے خود اُس کی
تصویر اُس کی نذر کر دی BALLOT میں اُس نے اپنا ایک
پارہ ادب بھی رکھ دیا جو اُس نے اُس دن لکھا تھا، جب اُس
کی آنکھیں درد سے پھر کھلنے لگی تھیں، اور اُس کو دینے کے بعد
ایک تصویر پر دستخط کر کے وہ بغیر کچھ کئے اُس سے رخصت
ہو گیا، غرض اس طرح جمال نے جو میٹھا گھوٹ لیا تھا،

پاس ہی رہتے دیکھئے۔ جمال نے یہ جواب دے کر اسے رخصت کیا کہ ”وہ ہے بھی آپ ہی کے لئے۔“ وہ کہتی چلی گئی کہ ”میں تو نام دیکھ کر ہی سمجھ گئی تھی“ غرض اب ہر روز کی ملاقاتوں کی شاد کامیاں تھیں اور جمال کے دماغ میں شکنتلا کا خیال تمام! ایک سال کی مسلسل کوششوں کا حاصل اُسے اب ملا تھا اور کیا اُسے اس موقع سے لطف اندوز نہ ہونا چاہئے تھا؟ وہ اُس دن کی التجا کے بعد سے جو اُس نے اُس کی کتاب واپس کرتے وقت کی تھی ”خدا کیلئے تنہا آئیے“ اب تنہا ہی آیا کرتی تھی، اُسے اس آگ کی پیش کا احساس ہو گیا تھا، جس کی ہلکی ہلکی آہیں ایک انسان چل رہا تھا، جمال کے لئے بہت ہی پرکھتیں تھیں زندگی کی وہ ساتیں جو شکنتلا سے ہمکلام ہونے میں گذرتیں، اُس کی محبت آفرین گفتگو غصہ و طویل، اُس کی زندگی کو خوشگوار بنائے ہوئے تھی، جب اپنے وعدے کے باوجود وہ نہ آتی، تو جمال خیال کرتا کہ ”کتنا دکھی ہے یہ سنار جمال وعدے بھلا دیے جاتے ہیں۔“ اور کہتا ”جو الٹی جاتے انتظار میں اور انتظار طول پکڑتا جائے وعدے کے خیال میں۔“

(۱۳)

شکنتلا انتہائی خلوص سے پیش آرہی تھی اور جمال فریش راہ بن کر اُس کی محبت کے آگے بچھا جا رہا تھا، لیکن اُسے علم نہ تھا کہ بیسویں صدی کی دوہستیاں حجاب کی طرح نمایاں نہ ہوتی ہیں، اور صرف وہ خیم محبت چل لایا کرتے ہیں جو دل کی گہرائیوں میں بوئے گئے ہوں، وہ اکثر ایک لونچوان کو شکنتلا کے ساتھ دیکھا کرتا تھا۔ اُس کا نام تھا اوم پرکاش شکنتلا نے اُسے بتایا تھا، کہ وہ اُس کا ہم وطن بھی ہے، ہم مذاق بھی اور بچپن کا دیرینہ دوست، — جمال اپنی محبت میں کتنا ہی بے غرض تھی۔ لیکن وہ اپنی مسرتوں میں دوسروں

کو کس طرح شامل کر سکتا تھا۔ کیا اُس کی کچھنی ہوئی تمام تصویروں میں شکنتلا نے فوراً اُس کے سامنے اُس کی نذر کر دی تھیں، کیا اُس نے اُس بیاض کا اُس سے ذکر کیا تھا جو جہاں اُسے دکھائی تھی اور کیا اُس نے ایک خط کے ذریعہ اُس کو اُسے دے دیے کو نہ لکھا تھا، جہاں کی زندگی کے وہ راز جو ابھی تک اُس کے لئے مخدوم تھے، اب یوں عیاں ہوئے جارہے تھے، اور جو ان کی ان نشیمنیں ساکھ کا خیال اُس کے جیوں کو جلا کر رکھنے دے رہا تھا، جب وہ شکنتلا کی آنکھوں سے کب حیات کرتا تھا، کیا ہر چیز کا حاصل کر لینا عبادت ہے اُس کی قہر کھو دینے سے اور دوری کا احساس ہی محبت کی غذا ہے؟

ایسا تو ہونا ممکن نہ تھا کہ شکنتلا جمال کی خاطر اوم پرکاش سے بگاڑ دیتی، رشتہ محبت کی نا اہوار سی کو دیکھ کر اُسے جمال کے خلوص میں بوئے وفا کی پائنداری نظر نہ آتی تھی، چند ماہ کی ملاقات کے بعد ہی وہ کوئی رائے کس طرح قائم کر سکتی تھی؟ جمال نے تمام سال ایک ہی کوشش میں ختم کر دیا تھا، پھر امتحان کی تیاری میں اُس نے انتہائی غفلت سے کام لیا، اور اُس میں شامل ہونے کے بعد وہ دلی چلا گیا، جہاں وہ ایک فرم میں ملازم ہو گیا، اور وہیں اُس نے یہ سبق سیکھا کہ ایک جذباتی انسان کا کسی سے خلوص سے نہ ملنا ہی اچھا ہے اور اُس دنیا میں کبھی اُس کو پیار نہ کیا جائے جو نہیں پیار کرنے کے لئے تیار نہ ہو،

دوماہ بعد امتحان کا نتیجہ نکلا۔ اوم پرکاش اور شکنتلا کامیاب ہو گئے، اور متحدہ ہندوستان کا خواب دیکھنے والا اور اتحادِ دلی کا متقاضی جسے حرف ہندی سے بے پناہ محبت تھی یعنی جمال کامیاب نہ ہو سکا۔

عزت

اور

ایک شان کو اگر قوت تخلیق عطا ہو جائے تو یہ اپنے فکر و خیال کے مطابق زیادہ سے زیادہ

یہی کہہ سکتا ہے کہ پتوریا میرے

میں نرمی اور لوح پیدا

کہے اُس سے

کتاب

مناشی اور بزم

ملکی اور بین الاقوامی سطح پر امن و استحکام کے لیے ضروری ہے۔

یہی شادیوں میں شادی سے پہلے غیبت ہوتی ہے اور اس غیبت کی بنیاد
غیبت کا خیال یہ خیال یہ غیبت ہماری غیبت کا کہ کہہ۔
غیبت ہماری ہے غیبت میری ہے اور اس غیبت کی بنیاد
غیبت کا خیال یہ خیال یہ غیبت ہماری غیبت کا کہ کہہ۔

ہائے اور سر
 س میں رنگ
 صردے ہانوں کے لئے
 مشک و عطر کا انتخاب کرے اسی طرح
 طرح بھولوں کی خوشبو، چاند کی روشنی
 شبنم کی تازگی، شرب کی کیفیت ہوتی کی
 دل میں ایک ایسے جن
 محسوس کرتے تو تم پر خوب آفتاب
 ستاروں کو بخوانے

آبِ تاب ورتام وہ چیزیں جن میں لطافت، پاکیزگی، جسمانی اثر مفقود ہو جاتا اور جنت تبارک اور نبی بدرجہا کی پائی بجائی ہو، اہم کر کے اور اس کی تعمیر میں صرف نہ کرے۔ لیکن درحقیقت خوب اس کے علاوہ کوئی اور چیز نہ ہو۔

کی طرح
تم بھی کسی سے
محبت کرتے اور اپنے
لئے حذر کرنا ہو گا

محسوس کرتے ہو تم پر غروبِ آفتاب، طلوعِ قمر اور
ستاروں کے نورِ نیاور کرتا۔۔۔ اس حد تک کہ

سالی اتر مفقود ہو جاتا اور جنت میں سارے روبرو ہوتی
یہی ہوتی + مجھے وہی مسترینجی جب کہ وہ میرے
برادریک

(۲) انیسویں صدی کے ابتدائی نصف میں

سوی صدی

[illegible]

ایک ایسی کہ جس کا جواب بھی نہ ہو تو فیل
 (علا)

میں نے اپنے دل کی کیا حالت تھی مجھ کو خود بخود
 جان آتی تھی میری ساری ادا میری ساری
 سہ (دوستی سے)

ایک کٹر سیر کا عشق

ایک
سچا واقعہ
افسانہ کے
رنگ میں

جس میں صرف
نام بدلے گئے
میں بمقام
بدستور ہیں

از خوشتر گرامی

ایک ناول میں تیل نہیں۔ یہ بے وفاموتی ہیں۔ مگر سعید کو اپنی پیروی سے قطعی یہ اندیشہ نہ تھا۔۔۔۔۔ اُس کی پیروی با وفا تھی۔

اُس کا خیال تھا کہ پیروں عام ایکڑیں نہیں ہے اُس کے سینے میں بڑا وفا شعار دل موجود ہے جو محبت سے متاثر ہے اور محبت کی ہر بڑی سے بڑی قربانی کے لئے ہر وقت آمادہ ہے۔۔۔۔۔ وہ ایسا سمجھنے میں حق بجانب بھی تھا۔ پیروں، اُس کی وفا شعار پیروں۔ اُس کی موجودگی میں ساری دنیا کو چھوڑ دیتی تھی جس وقت وہ اُس کے مکان پر پہنچتا، پیروں ٹینڈر آوار میں لوگوں کو حکم دیتی کہ کسی کو اندر نہ آئے دینا۔ یہ سن کر سعید کی خوشی کی انتہا نہ رہتی وہ فخر سے اپنے جانے میں پھولتا مٹاتا ابھی ایک ہفتہ نہ گزرا تھا جس رات سعید وطن

جانے سے پہلے اُس کے ہاں گیا تھا وہ رات جو اُس نے پیروں کے ہاں گزاری تھی ابھی اُس کی آنکھوں میں رقصاں تھیں۔۔۔۔۔ اُس کے دل و دماغ میں بسی ہوئی تھی۔ وہ اس حالت میں بھی کہ وہ اپنے والدین سے مزید روپیہ حاصل کرنے گیا تھا۔ اُن فیچتوں کے باوجود جو اُس کے ضعیف مگر محبت کے مارے والدین نے اُس کو کی تھیں۔ اُس کش کش کے باوجود جو روپیہ

چھ ماہ گزر چکے تھے، وہ برابر وعدہ کرتی چلی آ رہی تھی کہ ہمیشہ کے لئے اُس کی بن جائے گی۔ اُس کی اور صرف اُس کی بن رہے گی، مگر یہ وعدہ پورا نہ ہونے میں آتا تھا۔ آخر وہ کب تک صبر کرے۔ کب تک اُس کی خوشامد کرے؟

سعید پتھر کا بت نہیں آدمی تھا۔ اُس کے سینے میں دھڑکتا ہوا دل اور اُس دل میں جوانی کی تمنائیں پرورش پا رہی تھیں۔۔۔۔۔ اُس کا بے تاب عشق اور صبر و نول کا ایک جگہ جمع ہونا ناممکن تھا۔ مگر وہ اب تک صبر کرتا چلا آ رہا تھا۔ آخر کب تک؟ وہ سوچتا تھا یہ اُسید و بیم کی حالت کب تک؟ روزِ ارادہ کرتا تھا کہ آج پیروں سے دو ٹوک فیصلہ کرنے لگا۔ آج اُس کے قدموں پر سر رکھ دے گا اور اُسے جیور کرے گا کہ وہ جلد اُس کی بن جائے! وہ جلد اُسے اس کش کش سے نجات دلا دے! لیکن جس وقت وہ اپنی محبوبہ کے سامنے پہنچتا اُس کی زبان بند ہو جاتی۔ وہ خاموشی ہو جاتا ہے۔

یاد سب کچھ ہیں تجھے بچہ کے صدمے ظالم

بھول جاتا ہوں مگر دیکھ کے صورت تیری

اُس کے غلخص دوستوں نے اُسے بہت بہت سمجھایا تھا کہ ایکڑ سوں سے محبت کرنا فلواد کو موم کرنا ہے

حاصل کرنے میں ہوئی تھی وہ ابھی تک اُس رات...
...کو نہ بھلا سکا تھا۔ اُس کی پردہ بین نے تمام دروازے
بند کر دیئے تھے۔ یہی نہیں بلکہ اُس رات پہلی
مرتبہ وہ اُسے اپنی خواب گاہ میں لے گئی تھی
پر دے کر دیئے گئے تھے۔

اور وہ دونوں وہاں تنہا رہ گئے تھے۔ پھر کس محبت

بجری اندازہ

سے اُس

52

نظا

اُس کے نازک اور کلی سے ہونٹوں پر ایسی پُر جوش
محبت کی تازہ ہر ثبت کردی تھی، کیا جذباتی
وقت تھا، پرویں کاسین اور نازنین جسم
اُس کے آغوش میں تھا۔ اُس کا اُجھل

ہو اسبہ جو نیم غریاں تھا، اس کی نگاہوں کے سامنے چنبلی کے خوب صورت اور

یا کینه و الحیف

بیادشہ

منظر

پیش

اور اس کے لئے

کوسیدنی

...

مما هو عليه

کتابخانه

...



کے لئے

اس کا نام ہے

کرم اللہ کا نام لے کر پڑھو

نہیں کہہ سکتے ہیں کہ وہ اس وقت بھی اس کے ساتھ ہیں۔

کے ساتھ ساتھ ایک اور مسئلہ بھی سامنے آتا ہے کہ اگرچہ

۱۷

بسم الله الرحمن الرحيم

اس نے اپنی کتاب کو اس کی مرتبہ ایضاً پیش کیا

رچھری اعلیٰ درجے کا پتھر تھا۔ وہ ایک جسم کا جلد

اور وہ دونوں وہاں تنہا رہ گئے تھے۔ پھر کس محبت بھرے انداز سے اُس نے کہا: تنہا

پیارے
روپیہ کا کیلو پونہ
تہلہ می موجودگی
میرے لئے سب سے بڑی
دولت ہے۔ تم مجھے چھوڑ کہ نہ
جاؤ

یہ کہہ کر اُس نے اپنے مرمیں ہاتھ
اُس کے گلے میں ڈال دئے تھے اور سعید نے بے
اختیار ہو کر پردوں کو اپنے آغوش میں لے لیا تھا،

1998, 1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 2679, 26

رہنے کے بعد پردیس سے ملنے جا رہا تھا۔ یہ ہفتہ اُس نے کس مشکل سے کاٹا۔ جدائی کا یہ ہفتہ اُس کے لئے کتنا لمبا تھا؟ اُس کا دل ہی جانتا تھا۔ محبت اور عشق کی دنیا میں یا صرف قیامت کی گھڑیاں ہوتی ہیں یا بہت مختصر لمحات! معتدل وقت کا یہاں گزر نہیں! سعید نے جدائی اور وصل کے یہ دونوں موسم دیکھے تھے۔ لیکن جدائی کا موسم ابھی اُس کے سامنے تھا اور وہ اُسے ختم کر دینے کے لئے بنیاب تھا۔ وہ بنیاب تھا کہ جلد سے جلد پردیس تک جا پہنچے۔ اپنے آپ کو اُس کی گود میں گرا دے، اُس کی خواب گاہ میں چھپا دے اور۔۔۔

بھروسہ ہی ہم ہوں، وہی دن ہوں، وہی راتیں ہوں یاد آیام کو آئینہ دکھا دیں جا کر! گاڑی کے گھوڑے تیز کیوں نہیں چلتے؟ کلکتہ کے گھوڑے بڑے خراب ہیں! ان کو کسی کے جذبات کا احساس ہی نہیں مثلاً کرمس کی وجہ سے زیادہ دیر بچتے رہے ہوں وہ سوچ رہا تھا۔۔۔۔۔ آنے والی گھڑیوں کا تصور کہ کہی مسرور اور کبھی مضطرب ہو جاتا تھا۔

خدا خدا کہ اُس کا سفر ختم ہوا۔ قریب کے گھڑیاں نے گیارہ بجائے۔ اُس وقت وہ پردیس کے مکان کی سیڑھیوں سے کمرہ تھا۔ وہ اپنی ناگہانی آمد سے پردیس کو حیران کر دینا چاہتا تھا۔ کہ چپکے سے دبے قدموں اُس کی خواب گاہ میں پہنچ جائے۔ وہ سو رہی ہوگی، وہ اُس کی جدائی میں پریشان ہوگی اور اسی پریشانی کے عالم میں لیٹے لیٹے اُسے نیند آگئی ہوگی اور خواب میں اُس کا تصور کہ مسکرا رہی ہوگی، اُس کی ملاقات کی میٹھی گھڑیوں کو یاد کر کے خوش ہو رہی ہوگی وہ ہاتھ سے اُسے آہستہ سے چھوئے گا۔ نہیں، وہ اپنے ہونٹوں سے اُس کے ہونٹوں کو جگائے گا۔ پھر ہلکے ہلکے

بوسوں سے اُس کی آنکھوں کو بیدار کرے گا۔ پھر اُس کے سینے پر سر رکھ دے گا اور جب وہ نیم باز آنکھوں سے اُس کی طرف دیکھے گی تو کس قدر حیران ہوگی۔

وہ اپنے ان مسرور و مخمور خیالات میں کھویا ہوا اوپر چڑھتا گیا۔ دوسری منزل کے پہلے کمرے میں ایک دوسرا زندے سو رہے تھے۔۔۔۔۔ اور ایسے بے ہوش اور بے پروا سو رہے تھے کہ وہ سعید کے پاؤں کی آہٹ سے بے خبر رہے۔ وہ دبے پاؤں اُن کے پاس سے گزر گیا۔۔۔۔۔ پردیس کے آئینہ خانہ کا دروازہ بند تھا۔ مگر اُس کے ہاتھ لگانے سے کھل گیا۔ کمرے میں روشنی نہ تھی، اگر ٹرک کے لمپ کی مدد سے روشنی دروازے کے نیچلے شیشوں سے چھن چکی کہ آ رہی تھی۔ وہ اس قوس و قزح کی کسی کیفیت سے لبریز فضا سے گزر کر خواب گاہ کے دروازے پر پہنچا۔ کسی چیز کی ٹھٹھکی لگی کھٹکا ہوا مگر وہ ٹھٹھک کر کھڑا ہو گیا چاروں طرف خاموشی تھی۔ ایک دو سیکنڈ کے بعد اُس نے خواب گاہ کے دروازے کو ہاتھ لگایا۔ یہ بھی کھلا تھا۔

وہ دبے پاؤں اندر پہنچا۔ آہستہ سے دائیں طرف بڑھ کر اُس نے بجلی کا بٹن دبایا، کمرے میں تیز روشنی پھیل گئی بجلی سی جپک اٹھی۔۔۔۔۔ اور ساتھ ہی سعید کے ہوش و حواس پر بجلی گرنے لگی۔ پردیس۔۔۔۔۔ پردیس اپنی مسہری پر تہانہ تھی۔ ایک اور سعید اُس کے ساتھ تھا۔ اُس کے بستر پر کہ سمس، مسنا رہا تھا۔

اکثر ناظرین نے اس ڈیوانے سعید کا نام سنا ہوگا جو کلکتہ کے بازاروں میں آج بھی بے وقار و بے گناہ نام لے لے کر قہقہے لگاتا ہوتا ہے۔ اور جس کے انتظار میں ابھی پاگل خانے کا دروازہ کھلا ہوا ہے پ

طوفان بہار

از خان اصغر حسین خان صاحب نظیر گورنمنٹ کالج لدھیانہ

چمن دہر میں کس شان سے آئی ہے بہار
روح افروز دل آویز ہے دامنِ زمیں
سنبھل دے دھڑو دھڑو برکی نہ گنتی نہ حساب
سبزہ گل نے لگا دی ہیں تنائیں ہر سو
ہے کوئی آئینہ سیماکہ لہ وال ہر چمن
نظر افروز شفق ہے کہ فلک لہ فروزش
مشک فشاں ہے نسیم اور صبا عطر فشاں
حسن و خاشاک ہے ریحان و بنفشہ کا جواب
نگہت سبزہ گل ابرو ہو آبِ رواں
ہر چمن عالمِ فطرت میں پری خانہ ہے
لبِ دریا ہے گل و لالہ و خود رو کا ہجوم
مچھلیاں تیرتی پھرتی ہیں ہر پانی میں

دشت و کھسار میں ہیں لالہ و گل کے انبار
آج کل شاید گیتی ہے سراپا گلزار
لالہ و نرگس و گل کی نہ کوئی حد نہ شمار
طوٹی و سار و گلشن میں ہے اڑنا و سنوار
خوش جمالوں کے پرے ہیں کہ درختوں کی قطار
آگ گلشن میں لگی ہے کہ ہیں اشجارِ چنار
تختِ لالہ ہے یا نافِ آسمان عتبار
ان لوں مٹ گئی گلشن میں تمیز گل و خار
انہیں چھ سات نکھرے طوفانِ بہار
ہر شجر شاید لغو خیر ہے ہر پھول نگار
موجِ بیتاب و اسنج ہے مانند ہزار
لوتوں کیلے ہیں ساحلِ ستلج پہ شکار

مئے تفریح سے سرمست ہیں سینوں کے قلوب
آج کل شیخ و برہمن بھی ہیں خالص میخوار

کیا مرنے کے بعد روح الٰہی رہتی ہے

(از بھگوت دیال ایم۔ اے جاسٹٹ اڈیٹر)

گذشتہ پچاس سال کے اندر انسانی روح کی ہستی کے متعلق سائنس دانوں نے جن آراء کا اظہار کیا ہے اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اہم مسئلہ کے بارہ میں اُن کے نقطہ ہائے نظر میں عظیم تبدیلی واقع ہو گئی ہے۔ ناظرین مندرجہ ذیل بیانات پر غور کریں۔

نتیجہ

”عالم ارواح میں اعتقاد رکھنے والے ایک ایسے فریب میں مبتلا ہیں جس سے انسانی دل و دماغ کی انتہائی تیز ذلیل کا درخشاں ثبوت ملتا ہے۔ موجودہ زمانہ کی ”روحانیت“ نوع انسانی کے لئے اس قدر ذلت آفرین ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا۔“ (پروفیسر ٹنڈل ۱۸۹۴ء میں)

میں کہتا ہوں کہ ہمیں ایسے معاملات میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے جو ممکن ہے اہم ہوں۔ لیکن جن کے متعلق ہم کچھ نہیں جانتے اور کچھ جان بھی نہیں سکتے۔

(پروفیسر ٹنڈل ۱۸۹۴ء میں)

اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ کیا مرنے کے بعد انسان کی آتما کسی عالم ارواح میں داخل ہو جاتی ہے تو میں کہوں گا کہ تمام عقلمند آدمی اس کے متعلق ثابت نہیں ہوئے۔“ کا فتوے صاف کر دیئے۔ (پروفیسر ٹنڈل ۱۸۹۲ء میں)

جو لوگ آتما کو امر سمجھتے ہیں۔ وہ متناقض بیانات کے اندر جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اُن کا کوئی دعوے منطق پر پورا نہیں اُٹتا۔ اور اُن کا ہر دعوے موجودہ سائنس کی اعلیٰ صداقتوں کے خلاف ہے۔ (بقیہ دیکھیں صفحہ ۳۵ پر)

اب

روحوں کی دنیا میں زندہ گی بھی ہے۔ اور حرکت بھی۔ انسان کی آتما مرنے کے بعد بھی کام کرتی رہتی ہے۔“ (پروفیسر لارکن امریکن ریسرچ گاہ لوٹی کا ڈاکٹر)

میں آپ کو کمالی اعتقاد کے بل پر یقین دلاتا ہوں، کہ مرنے کے بعد انسان ختم نہیں ہو جاتا۔ میرا یہ دعوے سائنٹیفک حقائق پر مبنی ہے میں یہ اس لئے کہتا ہوں کہ میرے بعض دوست جو مر گئے ہیں۔ مہنوز زندہ ہیں اور میں نے اُن سے بات چیت بھی کی ہے۔“

سرا کیو لاج ڈی۔ ایس۔ سی مشہور سائنسدان

مجھے اس امر کے متعلق کمال یقین ہے۔ کہ جو لوگ اس کہہ ارض پر پہلے زندہ تھے۔ وہ بعض حالتوں میں یہاں کے رہنے والوں کو پیغام بھیجتے ہیں۔

سر ولیم ہرٹ فیلور اٹل سوسائٹی

موجودہ مذہب میں داخل ہو کر ہم مرے ہوئے

انسانوں کی روحوں سے باتیں کر سکتے ہیں

پروفیسر ایلیٹ ہارورڈ یونیورسٹی

علت و معلول کے متعلق (بقیہ دیکھیں صفحہ ۳۵ پر)

وہ خواب جو پچھلے تھے

(از غیر معروف جرنلسٹ)

استعمال کرتے ہیں۔ دراصل سب کچھ ہو چکا ہے ہمیشہ کے لئے ایک بار ہو چکا ہے۔

مسٹر ڈیون نے اپنا ایک خواب بیان کیا ہے۔ وہ اُن دنوں شمالی افریقہ میں تھا۔ اُس نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک جزیرہ پر آ گیا ہوں۔ ایک ایک زمین ہٹنے لگی ہے اس جزیرہ کی آبادی کوئی چار ہزار ہو گی۔ خواب میں اُن لوگوں کو آفت سے بچانے کی زبردست خواہش پیدا ہوئی۔ پھر اُس نے دیکھا کہ میں ایک قریب کے جزیرہ میں آ گیا ہوں اور میں نے وہاں فرانسیسی حکام سے بار بار کہا کہ تمہارے جزیرہ مارٹینیک میں ایک آتش فشاں پہاڑ پھٹنے والا ہے دوسرے دن بیدار ہونے پر اُس نے اخبار پر نظر ڈالی۔ جس کے عنوانات دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔ ”جزیرہ مارٹینیک میں آتش فشاں پہاڑ پھٹ گیا۔ آتشیں سیل رواں ہے۔ جس میں چالیس ہزار جانیں تلف ہو گئیں۔ خواب اور حقیقت میں اگر فرق تھا۔ تو آبادی کے متعلق (اگلے صفحہ پر)

مشہور موجد اور انجینئر مسٹر ڈیون نے حال میں ایک کتاب شائع کی ہے جس کا عنوان ہے ”وقت کے متعلق ایک تجربہ“ (AN EXPERIMENT WITH TIME) اس کتاب میں ایسے واقعات منضبط کئے گئے ہیں جو مصنف کے مشاہدہ یا تجربہ میں آئے ہیں

کیمبرج آئزروپٹری (رصد گاہ) کے پروفیسر ایس ایڈنگٹن بائریا صی نے اس کتاب کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ ”مجھے آپ سے اس بارہ میں اتفاق ہے۔ کہ وقت کے نہ ختم ہونے والے سلسلہ میں گذشتہ حال اور مستقبل کے الفاظ محض سہولیت کی خاطر استعمال کئے گئے ہیں۔ واقعات وہ نشان ہیں جن کے ذریعہ ہم وقت کو ناپتے ہیں۔ ہم کہتے تو کہہ دیتے ہیں۔ کہ فلاں واقعہ رونما ہو گا۔ لیکن یہ واقعہ رونما ہو چکا ہے۔ اگر ہم وقت کے دریا کو اول سے آخر تک دیکھ سکیں۔ تو اس کے ساتھ اُن تمام واقعات کو بھی دیکھ سکیں گے جن کے متعلق ہم مستقبل کا لفظ

(لغیہ صفحہ ۳۴)

اب

ہمارے پہلے نظریے آئن سٹائن کی تھیوری کی روشنی میں بالکل باطل نظر آتے ہیں۔

ہمیں بخیر

~~~~~ (بھگوت دیال ایل) ~~~~~

تب

پروفیسر رنلٹ ہیکل اپنی تصنیف ”مجمعہ کائنات

(RIDDLE OF THE UNIVERSE) میں

لکھتے ہیں کہ ”مخلت و معلول کے سلسلہ میں ہمیں روح کا کہیں نشان نہیں ملتا (پروفیسر رنلٹ ہیکل)

اعداد و شمار کا، چار کی بجائے چالیس ہزار لوگ تلف

ہوئے ۶

## (دوسرا خواب جو درست ثابت ہوا)

سکاٹ لینڈ میں دریا فورٹھ کے پل سے ۵ میل پرے  
ٹرین گذر رہی تھی۔ کہ پٹری ٹوٹ گئی۔ اور گاڑیاں کوئی  
بیس میل کے فاصلہ پر جا پڑیں۔ یہ ۱۹۱۳ء کا واقعہ ہے  
مسٹر ڈیون کا بیان ہے کہ ۱۴ اپریل ۱۹۱۲ء کی رات کو  
میں نے خواب میں دیکھا کہ شمال کو جانے والی ٹرین کی

گاڑیاں دریا کی تہ میں پڑی ہیں۔ اُس نے اس خواب کا ذکر  
اپنی ہمیشہ سے کیا۔ اور اُن دنوں نے اس بات کو  
سنی میں ٹال دیا۔ ایک سال گذر گیا۔ اور ۱۴ اپریل ۱۹۱۳ء  
کو ٹرین کو وہ حادثہ پیش آیا۔ جس کا اوپر ذکر  
ہو چکا ہے۔

## (ایک تازہ واقعہ)

گزشتہ سال ایک اور حیرت انگیز واقعہ رونما ہوا۔  
کیلی فورنیا کے ساحل پر روشنی کے میناروں کا ایک سلسلہ  
جاتا ہے۔ لائٹ ہاؤس کی نگلی منزل میں محافظ کا لڑکا سو رہا  
تھا۔ رات طوفانی تھی۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ ہوائے جھکوں  
سے کھڑکی کا دروازہ اس زور سے کھلا کہ لڑکا چونک  
اٹھا۔ باہر گھٹا ٹوپ نہ صیہ تھا۔ وہ کھڑکی کو بند کر کے پھر  
بستر پر دراز ہو گیا۔ اُس نے نیم خوابی کی حالت میں دیکھا

کہ کوئی نصف میل پرے ایک بادبانی جہاز ڈوب رہا ہے  
وہ گھبر کر اٹھا۔ اور اُس نے اپنے ناپ کو بیدار کیا۔ وہ دو دو  
بے اختیار نیچے اترے اور دُحانی کشتی لے کر سیدھے جہاز  
کی طرف چل دیئے۔ محافظ کا بیان ہے یہ کشتی تیز کی طرح خود  
بخود عین اُس مقام پر جا پہنچی جہاں واقعی ایک بادبانی جہاز  
غرق ہو رہا تھا۔ یہ ماہی گیر جہاز تھا اور اُس کی ۵۱ سوریہ  
کشتی پر آکر سلامتی کے کنارے آگئیں ۶

# عمرِ مدعا

جناب چوہدری محمد اکبر خاں صاحب بی۔ آکٹرز۔ اسمبلی چیمبر لاہور

وہیں دل کو سزاوارہ جفا گردان لیتا ہوں  
میں دیوانہ سہی لیکن تجھے پہچان لیتا ہوں  
غزال سے اندِ فصل بہار می جان لیتا ہوں  
تو لے اکبر میں فوراً نامِ سندھستان لیتا ہوں

جب آخر کار عرضِ مدعا کی ٹھان لیتا ہوں  
چھپے گا گیا مری آنکھوں سے او دل چھینے والے  
کسی کی سر مہر ہی پیام گرمی الفت  
فرشتے پوچھتے ہیں کون سی جنت کی خواہش ہے



۲۰ اپریل ۱۹۳۷ء

آج طبیعت بہت پریشان رہی مجھے اس سے انکار نہیں کہ میری زندگی کا ایک ایک لمحہ ایسے ہی رنگین فعات سے بھرپور ہے۔ میرے چہی شباب کی نوخیز کلیوں نے ہوس پرستوں ہی کے ہاتھوں میں نشوونما پائی ہے۔ میرے ملائک فریب جن کا ایک ایک جلوہ عشرت پسند لوگوں کی ہوس رانیوں کا شکار رہا ہے۔ لیکن ایک ایسے انسان کی نفس پرستی نے مجھے بہت زیادہ مضحک کر دیا ہے۔ جس کا اترام میرے دل میں بہت زیادہ تھا۔

میں وہ منظر کبھی نہ بھولوں گی اور وہ کیفیت میرے دماغ پر ہمیشہ چھائی رہے گی۔ جب کہ ایک ایسا ہاتھ جس میں مجھے تقدس و پاکیزگی کا خون دوڑتا نظر آتا تھا میرے عویاں جسم سے کھیل رہا تھا۔ اور ایک مقدس چہرے کے لمبے لمبے بال میرے نازک لبوں کے ارد گرد پھیل کر مجھے خوفزدہ کر رہے تھے۔

میں اب سمجھی ہوں کہ پیر صاحب قبلہ جنہیں میں ایک خدا رسیدہ اور قابل احترام بزرگ سمجھتی تھی۔ مجھے اس ذلیل زندگی کو ترک کرنے کی تلقین کیوں کرتے تھے۔ آہ! جب میں اُس شخص کی اُن لفیحتوں کا

تصور کرتی ہوں۔ جو وہ اپنے ارادت مندوں کے حلقہ میں بیٹھ کر کرتا تھا۔ اور جن میں انہیں گناہوں سے بچنے کی تلقین کرتا تھا۔ تو میں کانپ اٹھتی ہوں۔ آہ! دنیا کس قدر فریب ہے۔

پچھلی جمعرات میں سلام کے لئے گئی پیر صاحب کے گرد عقیدت مندوں کا مجمع تھا۔ حاضری پورے ادب سکوت کے ساتھ اپنے روحانی پیشوا کے پر جلال چہرے پر نظریں جمائے ارشاداتِ عالیہ میں رہے تھے پیر صاحب کی آنکھیں سرخ تھیں جن میں سرمے کی لکیر سرد و مستی بکھیر رہی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ ابھی مکاشفہ سے فارغ ہوئے ہیں۔

میں جب معمول زمانہ کمرے میں چلی گئی۔ اور جب مجلس برخاست ہوئی تو پیر صاحب قبلہ سیاہ جُنبہ سنبھالتے ہوئے کمرہ کے اندر آئے اور بولے: ”عشرت! میں آج بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہا تھا۔“

مجھے ان الفاظ پر قدرے حیرت ہوئی اور میں نے ذرا لجھاتے ہوئے کہا: ”کیوں قبلہ۔ کوئی خاص بات تھی۔“ پیر صاحب نے اپنی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرا۔ اور کہا: ”ہاں۔ میں نے تمہیں کئی دفعہ نصیحت کی ہے کہ تم عصمت

”شاباش عشرت شاباش۔ مجھے تم سے ایسی ہی توقع تھی۔ یہ کہہ کر شاہ جی نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ اور مجھے اپنی طرف کھینچ کر ایک مشفقانہ ہوسہ دیتے ہوئے کہا۔

”یہ کام بھی مجھ پر ہی چھوڑ دو۔ یہ دنیا بہت مکار ہے تم شوہر منتخب کرنے میں دھوکا کھا جاؤ گی۔ آج رات یہیں رہو ممکن ہے کہ میں اس مسئلہ کا حل آج ہی سوچ سکوں“

میں جمہرات کا بہت احترام کرتی تھی اور اس رات کسی ہوس پرست کو اپنے گھر میں آنے نہ دیتی تھی اس لئے یہ رات میرے لئے ذراقت کی رات تھی اور میں آسانی پر صاحب کے ہاں سنب باس ہو سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے اس پیشکش کو قبول کر لیا۔ اور یہ صاحب پھر میرے سر پر ہوسہ دے کر چلے گئے۔

پیر صاحب بہت بڑے بزرگ مشہور تھے۔ لوگ ان سے مرادیں پاتے تھے۔ ان کی پرستش کرتے تھے مجھ پر ان کی شفقت حد سے زیادہ رہی تھی۔ اس لئے مجھے بدظن ہونے کا خیال تک بھی نہ آیا۔

تھوڑی دیر کے بعد شاہ صاحب کی خوبصورت و دوشیزہ خادمہ میرے لئے کھانا لائی اور جب میں کھانے سے فارغ ہو گئی۔ تو وہ مجھے ایک دوسرے کمرے میں لے گئی۔ جہاں میرے لئے ایک بڑے کھلے بستے بچھا دیا گیا تھا۔ اور پاس ایک آرام کر سی پڑی تھی۔

میں بستر پر دراز نہ ہو گئی۔ اور شاہ صاحب کا انتظار کرنے لگی۔ قریب دس بجے کمرے میں داخل ہوئے۔ تو میں اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ پیر صاحب کرسی پر بیٹھنے کی بجائے چارپائی پر میرے پہلو میں بیٹھ گئے۔ اور اُدھ اُدھ کی باتیں کرنے کے بعد بولے ”عشرت کیا تمہیں مجھ سے بہتر رفیق حیات مل سکتا ہے؟“

عشرت فروشی کا ذلیل پیشہ ترک کر دو۔ آج میں تمہیں یہ بات بڑی سختی کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ اس شرمناک زندگی کو فوراً ختم کر دو اور کسی نیک اطوار شخص سے نکاح کر لو عشرت! یہ دنیا فانی ہے۔ اس کا عیش چند روزہ ہے۔ اس کے ختم ہو جانے کے بعد ہمیں اپنے اعمال کا خمیازہ بھگتنے کے لئے خدا کی عدالت میں پیش ہونا ہے۔ تباؤ و ہلا کیا جواب دو گی؟“

میں نے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا اور شاہ صاحب نے کہا ”ہم روحانی پیشواؤں کا فرض ہے کہ انسانوں کی روحانی اصلاح کریں اور انہیں تباہی و بربادی کے گہرے غار میں گرنے سے بچائیں۔ تمہاری قابلِ نفرت زندگی مجھے بہت پریشان رکھتی ہے۔ اس لئے تباؤ و ممتار اکیلا ارادہ ہے؟“

میں نے اس سوال کا بھی جواب نہ دیا۔ اور ادب و احترام سے اس کے منہ پر خاموش بیٹھی رہی۔

میں جواب کیا دیتی؟ مجھے قدرت نے ایسے ماحول میں زندگی بسر کرنے پر مجبور کر رکھا تھا۔ جہاں میرا تمام جسم میری ساری کائنات تھی، دوسرے ارادوں کی تابع تھی۔ میرا اپنا ارادہ صرف یہ تھا کہ اپنے آپ کو ان لوگوں کی خواہشات پر چھوڑ دوں جو میری جوانی کی مٹاس ....

.... میرے شباب کی شیرینی سے حلاوت اندوز ہونے کیلئے اور میرے گلشنِ جمال کے نوخیز غنچوں کو محبت بھرے ہاتھوں سے ملنے کے لئے تھیلیاں لئے بیٹھے ہیں۔

بہر حال میں نے پیر صاحب کی پند و نصیحت سے متاثر ہو کر عرض کیا کہ ”قبلہ آپ کا ارشاد سنا نکھول پیر! مجھے مہلت دیجئے تاکہ اپنے لئے کوئی رفیقِ حیات منتخب کر لوں۔“



یہ الفاظ سن کہ میں دنگ رہ گئی۔ اور قبل اس کے کہ میں اس کا کچھ جواب دے سکوں۔ شاہ جی فوج سے لپٹ گئے۔ اور بے اختیار ہو کر میرے لب و رخسار کو بوسے دینے لگے۔ ایک لمحہ میں بہتی قمقمے کی تیز روشنی میرے جسم عریاں پر رقص کرنے لگی۔ (خاص)

نگی۔ اور ایک روحانی پیشوا جسے لوگ ولی سمجھتے  
کرتے تھے۔ اس خوب صورت کھلونے کے ساتھ کھیلنے

نکا۔۔۔ لیکن اس ڈرامے کا عہد تیناک  
پہلو یہ ہے کہ انکی صبح کو پھر یہ صباب

پیر صاحبؒ اور میں دہلی بازار  
حسن کی ایک عصمت فروش  
(عشرت سلطنت)

وہی ہے جس نے ان کو اپنا گھر بنا لیا ہے۔

پہلے پڑھو پھر لکھو

بِقَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

Seal of the Ministry of Education and Higher Education, Islamic Republic of Iran.

# جوانی کی بھول

ایک  
نخاسا رنگین  
افسانہ

جناب خضر  
دہلوی

”ایسے موسم ہیں۔ اور۔۔۔۔۔ میں نے اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔“ اور رمیش شام ہو چکی ہے، بارش پڑ رہی ہے۔“

”کیا ڈر ہے؟“ رمیش نے آنا کہا۔ اور میرے بازو میں بازو ڈالے چل پڑا۔ ہم دونوں لارنس پہنچے۔

(۱۲)

”کلیش، تمہیں کچھ علم ہے۔ مجھے تم سے کتنی محبت ہے“ رمیش نے سگٹ کا ایک کش کھینچتے ہوئے کہا۔

”میں کب کہتی ہوں، کہ تمہیں مجھ سے محبت نہیں، رمیش، مجھے بھی تو تم سے بے حد محبت ہے۔ لیکن۔۔۔“

میں کہتے کہتے رک گئی۔ اور اُس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگی۔ چہرہ اندھیرے کی وجہ سے دھندلا سا دکھائی دے رہا تھا۔ کہ بادل نہایت زور و شور سے گر جا۔ اور اُس کی گر ج کے ساتھ ہی بجلی چمکی میں گھبرا گئی۔ میرا دل کانپ اٹھا۔ میں ڈر کے مارے رمیش سے چپٹ گئی۔ اور آہستہ سے بولی: ”رمیش، واپس چلو، کہیں بارش زور سے نہ آجائے۔“

”آجائے گی تو کیا ڈر ہے کلیش، اگر میوں کا موسم ہے۔“ رمیش نے مجھے اپنے دائیں بازو کی کنار میں لے کر ذرا آہستہ سے بھینچتے ہوئے کہا: ”مگر کلیش، وہ، لیکن“

کیا۔۔۔

آسمان پر چو بادل جوڑتے جھاتے پھیر رہے تھے۔ ننھی ننھی بوندیں اپنی توتلی زبانوں سے کیف بھرے نعمت گارہی تھیں۔ اور رمیش اپنے کمرے میں کھڑکی کے قریب ہی، بیٹھا، ہارمونیم کی سٹرس کے ساتھ ساتھ گارہا تھا۔ بجلی چمکے بادل برسے۔ بے لاکے مو کو گھر سے تم سے ملن کو جو رات سے آگ لگی ہے تن کو

تم بن چین کہاں من کو

اور میں اپنے کمرے میں، پہیوں والی آرام کر سی پر بیٹھی اسکیپٹر کے ادنیٰ شہ پاروں کے مطالعہ میں ٹوٹتی مگر رمیش کی سوا آمیز تانوں نے میرے دل میں اضطراب کا ایک طوفان بپا کر دیا۔

میں نے کتاب ہاتھ سے رکھ دی۔ اور کھڑکی سے اُس کے کمرے کی کھڑکی کی طرف دیکھنے لگی۔ دیکھتے دیکھتے میرے جذبات ٹھوکر بن گھٹانے لگے، اور میں۔۔۔۔۔

ذرا کی ذرا میں۔۔۔۔۔ وہاں تھی جہاں رمیش کا نغمہ ڈلدا غور فضا سے ہم آغوش ہو کر رقص کر رہا تھا۔

رمیش کی نظر مجھ پر پڑی۔ اُس نے گانا بند کر دیا۔ اور۔۔۔۔۔ تم آگئیں کلیش۔ کہتا ہوا اٹھا۔ اور میرے دائیں بازو میں اپنا بازو جھائل کر دیا۔ میں مسکرا دی، وہ بھی مسکرایا۔ اور میرے رخسار پر آہستہ سے چمکی لیتے ہوئے بولا: ”چلو ذرا لارنس تک چلیں۔“

پھر بادل گر جا۔ اور بجلی چمکی۔ میں اُس سے لپٹ گئی، اُس نے فوراً سی ٹیچے اپنے دائیں بازو سے بھینچ لیا۔ اُف! میں نے بادل کی گرج۔ اور بجلی کی چمک سے خوفزدہ ہو کر اتنا بھی خیال نہ رکھا۔ کہ میرے جسم کے پر شباب جیسے اُس کے جسم سے مس ہو رہے ہیں۔

وہ مجھے اپنے بازو کی کنار میں لئے، ایک گھنے درخت کے نیچے بھی ہوئی نیچ پر بیٹھ گیا۔ اور اُس نے مجھے اپنی آنکھوں میں لے کر بھر پوچھا: ہاں تکیش، وہ، لیکن، کیا، کچھ نہیں رہیش، میں یونہی کہہ رہی تھی، یہ کہہ کر میں نے اُس کی آنکھوں سے نکلنا چاہا۔ لیکن وہ مجھے اپنی آنکھوں میں لے بھی زور سے بھینچے ہوئے بولا: جب لیکن، یونہی تھی، تو اس سے کیوں عار ہے تکیش،

بیسویں صدی کی خواتین کے مقابلے میں اُس کی سالانہ قیمت یعنی دو روپے کی کچھ بھی حقیقت نہیں آج ہی خریداری کے لئے آرڈر بھیجئے مستقل خریداروں کی خدمت میں سال بھر کے عام نمبروں کے علاوہ خاص نمبر مفت پیش کے بجائیں گے پتہ مندر سالہ بیسویں صدی پرانی میونسپلٹی لاہور

ہلکی سی موج اُبھرائی۔ میری آنکھیں ایک خاص لٹے سے نمونہ ہو گئیں۔ اور میں سرور کی وادی میں کھو گئی۔

(۳۷)

زور سے بادل گر جا۔ بجلی چمکی۔

خوف سے بادہ شباب کا نشہ چور چور ہو گیا۔ میرا دل کانپ اٹھا۔ آنکھیں کھولیں، ادھر ادھر دیکھا، رہمیش موجود نہ تھا۔ میرا لباس رہمیش کے فریب محبت میں آکر اپنے فرض سے غافل ہو جا رہا تھا۔

میں نے لباس درست کیا

اور جوانی کی بھول پر

نام کرتے ہوئے ہوٹل

کی طرف چل پڑی۔

پتھے سے آواز

آئی۔ تکیش،

آج ایسے خوشگوار

موسم میں ایسے

خوشگوار رومان کا

پیش آنا۔ جوانی کا

رنگین رومان ہے۔ شرماتی

کیوں ہو تکیش۔

میں نے چھپے مڑ کر دیکھا

ہوٹل کی طرف بڑھی۔ آہ۔

اور رہمیش کو دیکھتے ہی

ایک نوجوان ہم جہالت پر اعتبار کیا۔ آہ! جوانی کی بھول۔

میری دوشیزگی کا شیشہ چمکا چور ہو گیا۔

میں ہوٹل کے کمرے میں پہنچی۔ دروازہ بند کیا اور

بستر پر جا پڑی۔ واقعہ کی یاد کے آنکھوں سے آنسوؤں

کا ایک دریا بہا دیا۔ آہ! جوانی کی بھول :-

”محبت ایسے نہیں ہوا کرتی۔“ میں یہ کہہ کر جلدی سے اُس کی آنکھوں سے نکل گئی۔

”اور کیسے تکیش؟ رہمیش نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے ہوئے کہا۔“ ایسے! اتنا کہا اور جلدی سے مجھے اپنی آنکھوں میں لے کر اور اپنے سینے سے لپٹا کر اُس زور سے بھینچا کہ میرے سینے میں گدگد سی ہونے لگی۔ اور جذبات میں

# حیات

از خان اصغر حسین ♦♦♦ خانقاظیر گورنمنٹ کالج لدھیانہ

رحمت شعار تیری محبت کو کیا ہوا  
اے انبساط عشق کہاں ڈھونڈھے تجھے  
اُس دل نشیں زبان کے وعدے کہاں گئے  
کیا انقلاب ہو گیا بزم نشاط میں  
وہ جار ہے ہیں روٹھ کے مجھ بد نصیب سے  
کیوں ہو گیا خموش مرا ساز یک بیک  
رغبت شراب کی ہے نہ چاہت رباب کی  
بادہ سرور عیش تقایا یہ ہجوم غم  
سر پہونے کو جا نہیں مانتی کہیں مجھے  
کرنا تھا آسمان نے جو وہ ہو چکا نظیر

پروردگار تیری عنایت کو کیا ہوا  
اے جان عاشق تیری صحت کو کیا ہوا  
اے بے وفا خلوص و مروت کو کیا ہوا  
تیری جبین کو پھول کی رنگت کو کیا ہوا  
اے دست بے ادب تری جرأت کو کیا ہوا  
یہ دم زدن میں جوش مسرت کو کیا ہوا  
دیکھ اے طیب میری طبیعت کو کیا ہوا  
حیران ہوں اے خدا میری قیمت کو کیا ہوا  
دامان روزگار کی وسعت کو کیا ہوا  
اب کس کی منتظر ہے قیامت کو کیا ہوا

# تاثرات

از جناب مولانا انعام اللہ خان صاحب ناشر

سینہ میں تھا آہ کے سوا کیا؟  
اندھ صبر سے عشق کے نگر میں  
بھر گئے لگا ہے سینہ میں دم  
آسودگی! ترک عاشقی میں؟  
فریادیں اب کہاں وہ لذت  
کیا فائدہ عرض بدعا سے  
جب دل نہ مٹے پیام دل کا

قصہ ہی ہوا تمام دل کا  
کام آنکھ کا ہو تو نام دل کا  
بھر غم نے بھرا ہے جام دل کا  
ہے یہ بھی خیال خام دل کا  
جب سوز تھا نا تمام دل کا

بیت



### ===== (از جناب حامد اللہ صاحب فستری، امیر میسرٹھی) =====

نئی ایجاد کے لئے راستہ نکل گیا، میرا ایک شعر ہے۔  
اگر تو نہ رستے سے بھٹکے کبھی۔

تو پھر اور راہیں نہ معلوم ہوں  
بعض ماہرین جنگ کا خیال ہے کہ فتح سے زیادہ شکست  
ایک سالار فوج کی تمام قوتوں کو برسر کار لانے کا باعث بنتا  
کہتی ہے، تاہم کو کیسی کیسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے،  
اُس نے کتنی مرتبہ شکست کھائی ہے، اور کتنی بار تخت تاج  
سے ہاتھ اٹھایا ہے لیکن بالآخر اُسے نمایاں کامیابی نصیب  
ہوئی اور ہندوستان پر تسلط حاصل کر لیا اور یہاں سلطنت  
مغلیہ کا سنگ بنیاد مضبوط کیا، واشنگٹن نے جس قدر جنگوں  
میں فتح حاصل کی اس سے زیادہ جنگوں میں شکست کھائی  
لیکن نتیجے پر نظر ڈالو تو معلوم ہوگا کہ آخر میں کامیابی ہا  
رومیوں نے جس قدر فتوحات کئے قریب قریب ان سب  
کی ابتدا شکستوں سے ہوئی،

اسی طرح تجربہ کار جہان زدان کی زندگی پر غور کرو۔  
تو معلوم ہوگا کہ اُس نے جس قدر تجربہ حاصل کیا ہے وہ  
سب طوفانوں کی بدولت حاصل کیا ہے مشکلات و مصائب  
سے ہر شخص بچنا چاہتا ہے، اور یہ جذبہ فطری ہے لیکن  
جب مشکلات کا سامنا ہو تو مردانہ وار مقابلہ کرنا چاہیے،

آپ کو شاید یہ عنوان دیکھ کر تعجب ہوگا۔ لیکن حقیقت  
یہ ہے کہ دنیا میں جس قدر ترقی ناکامیابی کے ذریعہ ہوئی ہے  
اسی کامیابی کے ذریعہ نہیں ہوئی ناکامیابی نے جیسے جیسے  
اہم اور مشکل مسائل حل کئے ہیں کامیابی کو ان کی جوا بھی  
نہیں لگی، اور شاید ہی زندگی کا کوئی حصہ ایسا ہو جس میں  
کامیابی حاصل کر کے لئے مشکلات کے مقابلہ کی نوبت  
نہ آئے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہی مشکلات ہیں جن کے زیر  
اثر ہماری تربیت ہوئی ہے، بالکل اسی طرح جیسے ہماری  
غلطیاں ہمارے تجربات کی جان ہیں،

برطانیہ کا مشہور مدبر فاس کہا کرتا تھا کہ ”مجھے اُس  
شخص کی کارکردگی پر زیادہ بھروسہ ہے جو ناکامیاب رہے  
کے باوجود جدوجہد میں لگا ہوا ہے، اور ہر سال نہیں ہوا  
ہے بہ نسبت اُس شخص کے جو برسرِ کامیاب رہا ہے۔“

ہمیں بہ نسبت کامیابی کے ناکامیابی سے زیادہ تجربہ  
حاصل ہوتا ہے، اور زیادہ عقل آتی ہے۔ غالباً جس شخص نے  
کبھی کوئی غلطی نہیں کی اُس نے کبھی کوئی نئی چیز حاصل بھی  
نہیں کی، علوم طبعی کے ایک بڑے ماہر نے اپنی سوانح حیات  
میں لکھا ہے کہ تحقیقات کے دوران میں جب کوئی ایسا  
مشکل پیش آیا جو میرے حل کے حل نہ ہوتا، تب ہی کسی

شکسٹ کہتا ہے کہ "مصیبت سے جو کام نکلتے ہیں وہ بہت ہی  
دلفریب ہوتے ہیں" مصیبتیں ہماری قوتوں کا راز ہم پر  
کھول دیتی ہیں۔ ہماری استعداد اور ہماری ہمت کا  
امتحان ہو جاتا ہے۔ اگر تمہارے اخلاق تمہارے طور  
وخصائل میں قابلِ تعریف و صاف موجود ہیں تو وہ اسی  
طرح مشکلات و مصائب کے مقابلہ میں اپنے جوہر کھائیں  
گے جس طرح خوشبودار پھولوں کو دبانے سے عطر نکلتا  
ہے۔ تیز ہوا انسان کی چادر اڑا لے جائے گی لیکن ایک  
طاقت ور اور زوردار انسان پر اس کا بس نہ چل سکے گا۔  
زندگی کی جنگ مشکل ترین جنگ ہے اور اگر اسے تم نے  
بلا کسی خاص عہد و جد کے آسانی سے فتح کر لیا ہے تو یہ  
فتح باعثِ عزت نہیں ہے۔ مشکلات کا امانتہ ہو تو  
کامیابی کس طرح حاصل ہوگی، مشکلات بزدلوں کو  
بہر اسال کر دیتی ہیں، لیکن باہمت لوگوں کے لئے ہمہ گیر  
کام کرتی ہیں۔ کامیابی کی شرک ناہوار اور دشوار  
گزار ہے، منزل پر پہنچنا ہے تو لڑ کھڑانے اور گر جانے  
سے نہ گھبراؤ۔ جب رکاوٹیں پیدا ہوں۔ جب مشکلات کا  
سامنا ہو، جب مصائب سدا رہ ہوں تو مردانہ وار  
آگے بڑھو، ایک ذرا سی لغزش، ایک خفیف سا تنزل  
تمہیں ہمیشہ کے لئے راستے سے ہٹا دے گا، اور اگر تم بہت  
اور استقلال کے ساتھ اپنی جگہ پر قائم رہو، تو مشکلات و  
مصائب کی نمود بھی نہ رہے گی، انہو ایک ذرا سی جرأت  
بڑی سے بڑی مصیبتوں کو دور کر دینے کے لئے کافی ہوتی  
ہے، اور جو چند منٹ پہلے ناقابلِ گزر رہا ہوتا تھا،  
وہ بے حقیقت گرد و غبار کا ڈھیر بن کر اڑ جاتا ہے  
کوشش شرط ہے، جب تک کوشش نہ کرے کسی  
شخص کو معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کیا کچھ کر سکتا ہے اور بہت

کم لوگ ایسے ہیں جو بغیر کسی مجبوری کے کسی امر میں کوشش  
نہ کرتے ہوں۔ میں نے اکثر لوگوں کو کہتے سنا ہے "کیا اچھا  
ہوتا اگر میں فلان کام کر سکتا، لیکن اس طرح خواہش  
کر لئے سے کوئی کام نہیں ہوا کرتا، عمل کی ضرورت ہے،  
عمل اور کوشش کا ایک لمحہ ایک سال کی آرزو اور خالی  
بلند نظری سے بدرجہا بہتر ہے۔

انسان کی کامیابی کا انحصار پچاس فی صدی اس کی  
ہمت و جرأت پر ہے، یہی وہ قوت ہے، وہ وصف ہے۔  
جو خوف و خطر کے پنجوں سے مشکلات کی خار دار جھاڑیوں سے  
ہمارا دامن چھڑاتی ہے، اور اس کے سامنے مصائب اس  
طرح غائب ہو جاتے ہیں، جسے طلوعِ شمس کے وقت ستائے  
ہزارہا خدا کے بندے ایسے ہیں جو کامیابی کے خواب دیکھتے ہیں  
اس کے ہوائی قلعے بناتے ہیں، لیکن بہت کم ایسے ہیں جو  
ان قلعوں کی بنیادیں بھرنے کی جرأت کرتے ہوں۔

لنڈن کے مشہور اخبار "ڈیلی اکسپریس" کی ایک تازہ  
اشاعت میں کسی ماہر نفسیات کا ایک مضمون شائع ہوا  
ہے۔ اس مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ عمل اور ہمت ان  
دو چیزوں سے انسان کس قدر نمایاں کامیابی حاصل کر سکتا  
ہے، نامہ نگار مذکور کا بیان ہے کہ "میں دو ایسے شخصوں  
کو جانتا ہوں جو دونوں دوست ہیں، ان میں سے ایک نہایت  
کامیاب تاجر اور دوسرا تنزل و نا کامیابی کی حدی تک جاتی  
تصویر ہے۔ اب سے پچیس سال پہلے دونوں ایک ہی بازار  
میں ایک ہی قسم کے کاروبار میں مصروف تھے، یعنی بائیسکلو  
کی مرمت کیا کرتے تھے، اور دونوں کی دوکانیں ایک  
دوسرے سے صرف چند قدم کے فاصلے پر تھیں، ایک ان  
کا ذکر ہے کہ کسی شخص نے جو اپنی بائیسکل درست کرانے  
کے لئے ان میں سے ایک کی دوکان پر آیا تھا دورانِ گفتگو

میں اُس نے کہا کہ ”تم اچھے خاصے کاریگر ہو ایک فیکٹری کیوں نہیں کھول لیتے؟“

کم بہت دوکان دار بولنا ”میں — میں اُو فیکٹری، آپ بھی تماشے کی باتیں کرتے ہیں، حضرت اتنا روپیہ ہونا تو بھلا یہ کھڑا کسے کرے کیوں بیٹھا پہلے ہی فیکٹری نہ کھول لیتا،“ بات یہ تھی کہ اُس کے نزدیک یہ اس قدر بلند حوصلہ تجویز

خیال اُسے بھولے سے بھی نہیں آسکتا تھا، اُس نے کبھی اپنے موجودہ کاریگر سے خیال ہٹا کر کچھ سوچا ہی نہ تھا، چنانچہ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ تجویزہ مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جن ذرائع کی ضرورت تھی وہ مجموعی طور پر سب کے سب ایک ساتھ اُس کے دل و دماغ پر خطرناک اور ڈرا دینے والی شکل میں مسلط ہو گئے اور خیال نے تجویز کی شدت کے ساتھ مخالفت کی۔

اب تصویر کا دوسرا رخ دیکھئے، اُسی شب کو اس دوکان دار نے اپنے دوست سے جس کی دوکان قریب ہی تھی، اس تمام واقعہ کا ذکر کیا، اُس نے غور سے سنا اور سوچا کہ ”تجویز تو خاصی ہے، آخر کیوں نہ ایک فیکٹری کھولی دی جائے فی الحال معمولی پیمانہ پر یہی رفتہ رفتہ کام چل نکلے گا“

یہ خیال اُس شخص کے دماغ پر اس قدر مسلط ہو گیا کہ اُسے بیٹھے بیٹھے اس پر غور کرنے لگا۔ گویا یہی اُس کی زندگی کا مقصد تھا، اُس نے اس تجویز کے مختلف پہلوؤں پر متعدد دلوگوں سے گفتگو کی، دوسری فیکٹریوں کے قیام اور اُن کی ابتدائی مشکلات کی بابت استفسارات کئے اور جوں جوں دن گزرتے گئے خیال قوی تر ہوتا گیا۔ اور تجویز کے تمام پہلو روشن ہوتے گئے، یہاں تک کہ ایک فیکٹری قائم کر دی گئی اور

ترقی پاتے پاتے وہ اس درجہ کو پہنچی کہ آج انگلستان میں چند سی موٹر کے کارخانے سر ڈبلیو آر، مورس (Sir W. R. Morris) کے کارخانے کے ہم پلہ ہوں گے،

مورس اور اُس کے دوست کی مثال سے یہ امر بخوبی ظاہر ہے کہ ایک بہت اور جرأت سے کام لے کر کامیابی کی انتہائی حد تک پہنچا اور دوسرا کامیابی کے سرخیلی دیو سے اس قدر غافل نہ ہوا کہ تجویز کے خیال ہی سے اُس کی روح لڑنے لگی اور جہاں تھا عمر بھر وہیں رہا۔

لیکن نامہ نگار مذکور نے جو واقعہ بیان کیا ہے، اُس سے کسی قسم کی غلط فہمی نہ ہونی چاہئے، یاد رکھو کہ کتاب کاری سے بے سوچے سمجھے شمار بازار نہ انداز میں

## بیسویں صدی

کی سالانہ قیمت مبلغ دو روپے اس قدر کم رکھی گئی ہے کہ آپ اسے باسانی خرید سکیں گی ذات سے ہمیں پوری پوری توقع ہے کہ آپ دو روپے بذریعہ مئی آرڈر بھیج کر بیسویں صدی کی سرپرستی قبول فرمائیں

مالک تھے بلکہ وہ لوگ کامیابی کے اعلیٰ مدارج پر پہنچنے جن کے ارادہ میں استحکام اور استقلال تھا جو محنت و مشقت میں سرگرمی کے ساتھ مشغول رہے جنہیں بار بار ناکامیابی کا منہ دیکھنا پڑا اور جن کی ان تک کو شششوں نے مصائب و مشکلات کی کوئی حقیقت سمجھی اکثر وہ لڑکے جو بچپن میں نہایت ہوشیار نہایت ذکی اور ذہین معلوم ہوتے تھے جب بڑے ہوئے اور زندگی کی جدوجہد میں مشغول ہونا پڑا تو نہایت بزدل اور بیکار ثابت ہوئے اور وہ لڑکے جو

کوئی کام کر بیٹھے کو کاروباری بہت و جرات سے دیر کا بھی تعلق نہیں ہے، باہمت شخص وہ نہیں ہے جو بیکاری قوت و طاقت کا اندازہ کئے بے دہش کسی کام میں ہاتھ ڈال دے بلکہ وہ ہے جو کسی کام کو ہاتھ میں لینے سے پہلے اچھی طرح اس کے محاسن و معائب پر غور کرے، اُن مصائب و مشکلات کا اندازہ کر لے جو اس کام میں پیش آنے والی ہیں اور اس کے بعد بہت کے ساتھ اُن کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جائے پھر اس کی ہر ناکامیابی مستقبل کی نمایاں کامیابی کا سنگ بنیاد ہو گئی۔

اپنی ابتدائی زندگی میں بہت ہی بچی اور بہت ہی گند ذہن معلوم ہوتے تھے

دنیا میں اس قدر کامیاب ہوئے کہ دیکھنے والے انکرت بدندان رہ گئے، نیوٹن اپنی جماعت کے سب سے بھستدی لڑکوں میں تھا، اسحاق بیرو جو فلسفہ مذہب پر معتقد کتابوں کا مصنف ہے اپنی طالب علمی کے زمانے میں اس قدر مست، بے خیال اور

## اپنے سر پرستوں سے

رسالہ بیسویں صدی بذریعہ پی پی پی طلب کرنے کی بجائے سالانہ چند مبلغ دو روپے بذریعہ می آر ڈر روانہ کیجئے اس طرح آپ پی پی کے زائد خرچ سے بچینگے یعنی بچو اپنا چند بذریعہ می آر ڈر بھیج دیجئے انہیں تین امانت کی پخت ہوگی : میجر بیسویں صدی پرانی مینو منڈی لاہور سے بچے کو چلنا آتا ہے، ایک کھڑلنا ہے کہ تلے پھر آخر کامیاب ہوتا ہے کسی

دنیا میں کوئی کام جو اس وقت نہیں آسان معلوم ہوتا ہے اصل میں آسان نہیں ہے، عادت مشق اور متضاد متواتر عمل نے اُسے تیار سے لئے آسان بنا دیا ہے، مثلاً چلنے ہی کو، اول اول کس مصیبت سے بچے کو چلنا آتا ہے، ایک کھڑلنا ہے کہ تلے پھر آخر کامیاب ہوتا ہے کسی

بے پروا تھا کہ اس کا باپ کہا کہ تا خدا کہ اگر خدا میرے بچوں میں سے کسی کو مجھ سے لے لینا چاہے تو میں چاہتا ہوں کہ وہ اسحاق بیرو کو لے لے، کلائیو کی جو بچپن میں کیفیت تھی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، اگر تو تعلیم دینے کی لالچ کو ششش کی گئی، بارہا اتنا لائق رکھے گئے کہ گرامی محض ہی رہا۔ لیکن کامیابی کے لئے جن اوصاف کی ضرورت ہے وہ اُن کے اندر موجود تھے، یہی سبب ہے کہ آج اُن کے کارنامے تاریخ کی زینت ہیں :

مصور سے ایک شخص نے پوچھا اس تصویر کے بنانے میں آپ کو کتنا عرصہ لگا؟ اُس نے جواب دیا میری ساری عمر اُس نے سچ کہا خدا جانے کتنا کاغذ کتنا کڑا کتنا رنگ اور کتنے موقع اُس نے خراب کئے ہونگے، اور کتنی مرتبہ اُسے ناکامیابی کا سامنا کرنا پڑا ہوگا تب کہیں جا کہ اپنے فن میں کامیابی حاصل کی ہوگی۔

ایک اور بات قابلِ توجہ یہ ہے کہ عموماً دنیا کے کامیاب ترین انسان وہ نہیں ہوتے جو غیر معمولی دل و دماغ کے



# محبت کیا ہے؟

از جناب قمر جلال آبادی رکن ادارت روزانہ نصاب لاہور

ہنہشیں! کیسے کہوں جذبہ الفت کیا ہے؟ خود بتائے گی محبت کہ محبت کیا ہے؟  
 وصل کی صبح ہے کیا؟ یہ شب فرقت کیا ہے؟ جہاں ہم ہیں وہاں اس عشق کی وقعت کیا ہے؟  
 جام کو توڑ کے میخوار کا دل توڑ دیا میرے ساتھی تیرا آئین مروت کیا ہے؟  
 ابھی وہ آئے تھے یا اُن کا خیال آیا تھا بول او بخود مئی شوق حقیقت کیا ہے؟  
 اک چلتا ہوا دل۔ ایک ترپتی ہوئی جاں پس یہی ہے۔ نگہ ناز کی قیمت کیا ہے؟  
 آیا پروانہ گرا شمع پہ۔ جل جل کے مرا تو ابھی سوچ رہا ہے کہ محبت کیا ہے؟  
 اہل ایساں کا بنایا ہوا اک میخانہ؟ اور زہد تیر ہی حقیقت کیا ہے؟  
 بزمِ اعتبار میں رہ رہ کے ترپنا تیرا۔ دل نادر! ذرا خود سوچ یہ حرکت کیا ہے؟  
 میرے پاس آؤم نزع تو اسرار کھلیں۔ دل نہاں ہو کے بتائے گا محبت کیا ہے؟

## تخیلات

بواہوس عشق میں اسعبد گرا! کچے ہیں گوتے چاہنے والے ہیں لگے کچے ہیں!  
 آتش سوز نہاں اور بھڑک نکھڑتی دیر سب فرگاں پہ ابھی لخت جگہ کچے ہیں!  
 برص کے شیشے سے بھی عشاق کے دل میں نازک اے فتوا دیتے ہو تم جن میں یہ گھر کچے ہیں!  
 چھڑھی نہیں پھرناوک بیداد کے ساتھ تیرے انور ابھی زخم جگہ کچے ہیں!  
 عزیز کے فقر وں میں آجائیں تو کچھ دور نہیں لاکھ پختہ ہیں وہ کانوں کے لگے کچے ہیں!  
 وصل و دیدار بتاں پھل میں محبت کے لگے دیدہ اہل نظر میں یہ شمر کچے ہیں!  
 چھٹ گئے کچھ نفیس بھی تو کیا آ صباد تاب پرواز کہاں ابھی پر کچے ہیں!  
 اے معین اہل حسد میں نہیں دور اندیشی پختہ کاری کا تو دعویٰ ہے لگے کچے ہیں!

(معین)

براہ راست  
انگریزی، فرانسیسی  
الحالوی

# دنیاۓ ادب

جس میں  
چلنی  
وغیرہ

(دُعا)

(محبت)

میں غنڈ لیب خوشنوا بنا اور اے حسینہ تیری نفوں  
کے گیت گائے۔ سورج سے نفرت کر کے میں سایہ دار  
وا دیوں میں چلا گیا۔

اے خوشنمات! اے روشن چاند اور سیب کے  
اشجار کی خوشبو! میری ثیوبہ دل کش خواب دیکھے منظور  
ہو کہ وہ مجھ دیکھنے لے لے۔

تو خود میرے نعروں سے آشنا

ہے۔ میں نے کیا نہ کیا یہ ظاہر  
کرنے میں کہ مجھے تجھ سے

محبت ہے یہ نذر  
عقیدت پیش کرنے

کے لئے میں پہنچا  
ہن گیا۔

صرف اس اُمید  
پر کہ کبھی ہم دونوں

باغ کی روشنی پر  
آشیانہ بنا سکیں

(الحالوی)

## ثیوبہ کا حسن

اے! یہ حسین ترین پھول دامن کوہ میں شکستہ ہوا۔ یہ پھول تیرے  
حسن کا پھول ہے۔ میری ثیوبہ!  
میں اس کو دیکھتا ہوں۔ میں اسے ہر لمحہ نکلتا ہوں۔  
میں تیری زلفوں کی پریشانی کو دیکھتا ہوں۔ میری ثیوبہ! اس  
دغریب پریشانی کو!

وہ کون مسطور ہے تو قدرت لکھتا ہے تو تیرے نقش و نگار کی تخلیق کی  
جس نے میری ثیوبہ کی تخلیق کی! اس حسن جمال کے ساتھ اے کسی مصوٰر ارضی کو  
یہ طاقت نہیں دی گئی! یہ تصویر صرف خدا کی بنائی ہوئی ہو سکتی ہے۔

(الحالوی)

وہ علی الصبح آئے اور میرے  
دروازے پر دستک  
دے۔

سیب کے اشجار  
کی خوشبو! روشن

چاند اور اے  
خوشنمات میں اُس

کے دیدار سے آشنا  
ہو سکوں

اگر مجھ پر کرم کرو اور میری  
دعا منظور ہو۔

(چلنی)

## رات

رات کی تنہائی میں میں درخت کے تنے سے سہارا لگائے کھڑا ہوں۔ اور بار بار اپنی نگاہیں اس بلند  
ایوان کی طرف اٹھاتا ہوں۔ وہ میٹھی نیند سو رہی ہے، اور دلغریب خواب دیکھ رہی ہے۔ (جبرمینی)



# گستاہ کی دنیا

بھگوت دیال ایم۔ اے جوائنٹ ڈیپارٹمنٹ

دھوکا دے کر لایا گیا تھا۔ وہ بھی اب اس زندگی پر مطمئن ہیں۔ اور واپس اپنے وطن جانا نہیں چاہتے:

(۲)

یورپ کا اخلاق جس پستی کی طرف جا رہا ہے۔ وہ اسی سے ظاہر ہے کہ بعض ممالک کی لائبریریوں میں اب نقد رقموں کی بجائے حسینی لٹکیوں کو انعام میں دینے کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ گذشتہ دنوں ڈانس، بلجیم اور جرمنی کے سرائی رسالوں نے ایک ایسی لائبریری کا سراغ لگایا جس میں جیتنے والوں کو خوش جمال اور پرسی چہرہ لڑکیاں بطور انعام دی جاتی ہیں۔ ان لائبریریوں کا طریقہ یہ ہے کہ ایجنٹ لوگ لندن، برلن، پیرس اور روما کی شبانہ انجمنوں میں جاتے ہیں اور دلدادگان عیش کے ہاتھ اپنی لائبریری کے ٹکٹ فروخت کرتے ہیں۔ اُس کے ساتھ ہی مختلف اقوام کی حسینی لٹکیوں کے فوٹو دکھاتے ہیں تاکہ ٹکٹ خریدنے والے اپنے مذاق کے مطابق خوبصورت انعامات چن لیں، اور جب اُن کا نام جیتنے والوں میں نکل آئے تو اُن کی پسندیدگی کی اُن کے حوالے کر دی جاتی ہے، معلوم ہوا ہے کہ اب تک لائبریریوں کا نتیجہ نکل چکا ہے اور بعض اشخاص ان حسینی انعامات کو حاصل کر چکے ہیں اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں:

حینان رنگ میں یہ شوق بہت پایا جاتا ہے۔ کہ وہ اپنے جذبات ہوس رانی کی تسکین کے لئے اہل مشرق کی شہرندار احسان ہوں چنانچہ وہ مشرقی ممالک جو یورپ کے قریب ہیں ایسی شوقین عورتوں کی جو لالنگاہ بنے ہوئے ہیں، الجیریا، مراکش، شام، فلسطین وغیرہ میں اکثر متمول عربوں اور مقتدر شخصوں کے حرم سراؤں میں یورپین عورتیں موجود ہیں جو حرم کی زندگی سے بڑی مطمئن ہیں چنانچہ حکومت فرانس نے حال ہی میں الجیریا اور شام میں سینکڑوں پری جمال لڑکیوں کا پتہ چلایا ہے، اُن میں سے بعض تو ایسی ہیں، جنہیں دلال یہ دھوکا دے کر اغوا کر لائے کہ تمہیں رقص کرنے پر ملازم رکھ لیا جائے گا۔ اور بہت بھاری تنخواہ ملے گی لیکن زیادہ نقد ایسی شوقین مزاج لڑکیوں کی ہے، جو حکومت مند مال باپ کا گھڑ چھوڑ کر محض اپنی نفسانی خواہشات کی تسکین کے لئے بھاگ آئی ہیں۔ اور عرب شیخ کے حرم سرا میں زندگی بسر کرنے پر مطمئن ہیں، حکومت فرانس نے جب اُن لڑکیوں کو آزاد کرانا چاہا۔ تو انہوں نے اپنے وطن جانے سے انکار کر دیا۔ اُن لڑکیوں میں انگریز بھی ہیں۔ فرانسیسی بھی اور امریکی بھی۔ بہر حال ۶۷ انگریز اور ۱۲ امریکی لڑکیاں اپنے گھر وں کو جانے کیلئے رضامند ہو گئی ہیں۔ اور انہیں وطن بھیجے گا بندوبست کیا جا رہا ہے۔ جن لڑکیوں کو

(۴۴)

یورپ میں آزادانہ بد معاشی کرنے کے لئے تو عورتوں کے طلاق حاصل کرنے کے واقعات اکثر ہوتے رہتے ہیں۔ اور سید کا عورتیں اپنے خاوندوں سے بھیجا چھڑانے کے لئے عجیب و غریب بہانے بناتی ہیں۔ لیکن مشہور انگریز ہواباز عورت ایملی جانسن نے جو آج کل پیرس میں ہے۔ اپنے خاوند سے طلاق حاصل کرنے کے لئے نہ لائحہ عمل پیش کیا ہے۔ اس نے اپنے سکریٹری کی معرفت بیان شائع کر دیا ہے کہ میں اپنے اصلی نام یعنی ایملی جانسن کے نام سے زندگی بسر کرنا اور پروا نہ کرنا چاہتی ہوں۔ اس لئے میں نے اپنے خاوند سے طلاق حاصل کرنے کے متعلق کاروائی شروع کر دی ہے۔ شاید اُسے یہ خیال ہو کہ خاوند کے نام کی شہرت سے اُس کے اپنے نام کی شہرت کو جو دنیا سے ہوا بازی میں اُسے

حاصل ہو چکی ہے نقصان نہ پہنچے۔

(۴۵)

یوگوسلاویا میں آزمائشی شادی کے خلاف بہت احتجاج جاری ہے آزمائشی شادی سے عورت کی فتنش ایملی جانسن کی پیداوار ہے، اس میں کسی لڑکی کو کچھ عرصہ کے لئے اپنے گھر میں آزمائشی طور پر رکھ لیا جاتا ہے اور اگر وہ اچھی بیوی بننے کی صلاحیت رکھتی ہو تو اُس سے باقاعدہ شادی کر لی جاتی ہے۔ بد معاش لوگ اس بہانے سے نئی نئی حین دیکھ لیاں اپنی ہوس رانی کا شکار بنا کر انہیں نکال دیتے ہیں ولایتی اخبارات میں ایک شخص کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ اُس نے دس سال کے عرصہ میں پچاس عورتوں سے تعلق پیدا کیا۔ ان میں بیس کے ساتھ اُس نے قانونی طور پر شادی کی اور باقی سب آزمائشی بیویوں کی طرح اُس کے گھر

## جوانی صحت طاقت کا خزانہ

جوانی صحت و طاقت کا خزانہ حاصل کرنے کیلئے بہترین غذا نامی دوا کا استعمال کریں جو اپنی خوبیوں کی وجہ دنیا بھر میں مشہور ہو چکی ہے، بہترین غذا کے استعمال سے جسم میں نیا خون، نئی طاقت اور نئی جوانی پیدا ہوتی ہے، یہ پانی کی مانند تپتی مٹی اور بچ کو شہد کی طرح کارٹھا کر کے جمادیتی ہے، جویان، اطفال اور عورتوں کو ہمیشہ کیلئے آرام دہاتا ہے، اسکے استعمال سے دیر بڑھتا اور کڑھا ہوتا، مسک میل صاف ہوتا، بہترین غذا میں قیمت اجزا کا مرکب الکلیں ہفتہ پیر کے ساتھ اسکا استعمال کر لیا جا۔ تو نہ کسی بھی مقوی واک ضرورت نہیں رہتی انسان بڑھاپے میں جوانی کے مرحلے میں کھاتا، سو دیکھ رہا ہے۔

تک بہترین غذا سے ایک لکھ پانچہ اڑسافا دھچکے ملیں اور تین دن بدن بڑھ رہی ہے، قیمت فی ڈش تین ہفتہ خوراک تین روپیہ قیمت دو شیشی اکھٹی منگو نے پر پانچ روپیہ۔ ماڈرن کمپل وکس پرانی میوہ منڈی لاہور

## بہترین طلا

حلق امت زنی بچوں کی غلا کارٹیوں اور جماع کی زیادتی کی وجہ سے جو جوان کمزوری شستی اور بڑی میں مبتلا ہیں ان کے لئے بہترین طلا ایک بیش بہا نعمت ہے، ہر مہینہ روز کے استعمال سے نئی زندگی اور نئی طاقت پیدا ہو جاتی ہے اور ایک ماہ استعمال سے تو نئے ندرت انسان کی بھی کیا پٹ جاتی ہے یہ طلا جسے بہت حکیم اور ڈاکٹر ہمارے ہاں حاصل کیے نام بد لکھتے ہیں، نام دیکھتے ہیں، اور حاسن دور کرنے کے لئے اس سے بہتر طلا آج تک ایجاد نہیں ہوئی، طلا موسم میں استعمال ہو سکتا ہے۔ آب وغیرہ کالونی خدشہ نہیں۔ قیمت فی شیشی صرف دو روپے جو اسکی خوبیوں کے مقابلہ میں بہت معمولی ہے۔ قیمت دو شیشی اکھٹی منگو نے پر ساڑھے تین روپیہ، فائدہ ایک ہی شیشی سے ہو جاتا ہے، گرو و شیشیوں کے استعمال سے بھر بھر ضروری کی شکایت نہیں ہوتی۔

پرانی میوہ منڈی لاہور

نے اپنے پیلے خاوند کے ہاں جانے سے انکار کر دیا ہے۔ اور وہ رابرٹ کے پاس ہی بسر کرنا چاہتی ہے۔

(۶)

گلاسگو کی ایک عدالت میں ایک شخص کا مقدمہ فیصل ہو چکا ہے جس نے اپنی بیوی کے ساتھ لڑکی سے شادی کر لی ہے۔ قصہ یوں ہے کہ مسٹر گلاس نامی ایک شخص نے اس عورت سے شادی کی تھی اور اُن کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی، اس کے بعد گلاس فوج میں بھرتی ہو کر مسند پر پار چلا گیا اور اپنی بیوی اور لڑکی کو ایک شخص کی نامی کے پاس چھوڑ گیا۔ اس اثنا میں عورت اور لڑکی کے درمیان ناجائز تعلقات پیدا ہو گئے اور بالآخر دونوں نے شادی کر لی۔ اس شادی سے بھی چار بچے پیدا ہوئے۔

ایک روز مسٹر گلاس کی لوجوان خوب صورت لڑکی یہ کہہ کر گھر سے باہر گئی کہ میں درادیر سے آؤں گی اور کبھی بھی کسی کام کے بہانے سے چلا گیا۔ لیکن جب دونوں واپس نہ آئے تو لڑکی کی ماں کو شبہ ہو گیا۔ اُس نے گھر کا جائزہ لیا۔ تو لڑکی کے سب کچھ بھی غائب تھے اُس نے پولیس میں رپورٹ کر دی۔ لیکن یہ نہ بتایا کہ اُس نے شادی شدہ ہونے کے باوجود ایک دوسرے آدمی سے شادی کر رکھی ہے۔ کبھی اور اُس کی بیوی کی لڑکی نے کسی دوسرے شہر میں جا کر شادی کر لی۔ آخر کار پولیس نے اُن کا سراغ لگا کر انہیں عدالت میں پیش کیا۔ اسی مقدمہ کی کارروائی کے دوران میں یہ بات معلوم ہوئی کہ کبھی نے لڑکی کی ماں سے بھی ناجائز طور پر شادی کر رکھی ہے جس میں سے چار بچے پیدا ہو چکے ہیں۔ اب وہ ماں بیٹی دونوں کا خاوند ہے۔

خط و کتابت کے وقت اپنا پتہ صاف اور خوشخط لکھیں

میں یہ ہیں۔ یہ باقاعدہ شادیاں بھی ایک سال سے کم عرصہ تک رہیں۔ بلکہ بعض عورتوں کے ساتھ اُس نے ایک تہینہ کے اندر اندر قطع تعلق کر لیا۔

(۷)

پیرس سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ وہاں ایک شخص نے اپنی حین بیوی کو جوڑے میں پار دیا۔ اس عورت نے ایک شخص ہنری سے عشق کر کے اُس سے باقاعدہ شادی کر لی اور دونوں عیش سے بسر کرنے لگے اس اثنا میں عورت کے تعلقات خاوند کے ایک دوست رابرٹ سے ہو گئے جو اس پر ہی جمال حسد پر دل و جان سے فحش ہو گیا۔ اُس نے سب سے ہنسٹ عورت کو اپنے دام میں پھنسا کر کوشش شروع کر دی۔ لیکن عورت قابو میں نہ آ سکی۔ آخر ایک دن جب کہ دونوں دوست ایک قمار خانہ میں بیٹھے تھے تو ہنری نے اپنا تمام زور پیر رابرٹ کے ہاتھ پار دیا اور جب اُس کے پاس ایک کوڑی باقی نہ رہی تو رابرٹ نے اُس سے کہا کہ میں تمہیں ایک داؤ لگانے کی اجازت دے سکتا ہوں۔ بشرطیکہ داؤ میں اپنی بیوی لگا دو۔ ہنری نے اس خیال سے یہ بات مان لی کہ شاید کیا ہو امانی واپس آجائے عورت کا داؤ لگا دیا۔ لیکن بد قسمتی سے عورت بھی رابرٹ نے جیت لی۔ اور جب عورت کو اس کا حال معلوم ہوا تو اُس نے یہ فیصلہ خاموشی کے ساتھ قبول کر لیا اور رابرٹ کے ساتھ چلی گئی۔ تھوڑے عرصہ کے بعد جب ہنری نے جو اکھیلے سے توبہ کر لی اور اپنے کئے پر اسے پشیمانی ہوئی تو اُس نے اپنی بیوی کو واپس لانے کی کوشش کی۔ جب رابرٹ نے یہ بات نہ مانی تو ہنری نے عدالت میں دعوے دائر کر دیا۔ اور عدالت میں یہ سب راز کھل گیا۔ اس سلسلہ میں دلچسپ بات یہ ہے کہ عورت



شیشے کے تاروں سے جو کپڑا بنا جاتا ہے وہ بہت چمکدار ہوتا ہے۔ اور عام سوئی اور ریشمی کپڑوں کی طرح تراشا اور سیاہا جاسکتا ہے فرق صرف اس قدر ہے کہ اول الذکر غیر معمولی طور پر ہلکا ہوتا ہے۔

چونکہ شیشہ گرمی اور سردی دونوں کا اچھا کنڈکٹر نہیں ہوتا۔ اس لئے صرف یہی نہیں کہ اس کے باریک کپڑے گرمیوں میں کارآمد اور مفید ہوں گے بلکہ سردیوں میں اس کے بے ہوشے کبیل بہترین ثابت ہوں گے۔ شیشے کے کبیل آونی کبیلوں کے مقابلہ میں ہلکے ہونے کے ساتھ ہی زیادہ گرم بھی رہیں گے۔

(۴۷)

پچھلے دنوں اٹالوی سائنسدان دہی سے اون بنانے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ اب انہوں نے ایک خاص قسم کی فحش دھلک کے فلس سے اون تیار کیا ہے۔ یہ فحش زیادہ تر اٹلی کے مغربی سمندر میں یونان کی جانب پائی جاتی ہے اور کئی سال سے اس کے متعلق تجربات کا سلسلہ جاری تھا کہ ماہ فوایا داؤن کے متعلق جو روم کی شاہی لبورٹری میں تجربات کئے گئے تھے۔ ثابت ہوا کہ یہ بیڑے کے اون سے کسی طرح کم مضبوط نہیں ہے۔ اور صفائی میں اس اون سے جو دودھ کے ذریعہ تیار کیا جاتا ہے بڑے حاصل ہوا ہے۔

(۱۱)

اسکاٹ لینڈ میں حال ہی میں ایک عورت کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ بجائے آنکھ کے ہاتھ سے دیکھتی ہے کتاب پر ہاتھ رکھ کر اسے پڑھ لیتی ہے اور اسی طرح ہاتھ رکھ کر مختلف رنگ پہچان لیتی ہے۔

(۱۲)

لندن میں طباعت کے ماہر مسٹر فیئر نے اعلان کیا ہے کہ آج کل طباعت کی لائن میں ایک ایسی کتاب کا تجربہ کیا جا رہا ہے جو آنکھوں سے دیکھی نہیں جائے گی بلکہ کانوں سے سنی جائے گی۔ اس کے تمام اوراق افسانوں یا دیگر تعلیمی چیزوں کے ریکارڈ ہوں گے۔ جو ایک مشین پر رکھ دینے کے بعد بولنے یعنی بچے لگیں گے۔ امید کی جاتی ہے کہ اس ایجاد سے فن طباعت میں ایک حیرت انگیز انقلاب آجائے گا۔

(۱۳)

یارک شائر کی ایک فرم نے ایک ایسا طریقہ دریافت کیا ہے جس کی روستے شیشے کو کٹائی کی طرح بند کیا جاسکتا ہے۔ اس مقصد کے لئے ایک مشین تیار کی گئی ہے۔ جو گرم کئے ہوئے شیشے کے باریک باریک تار کھینچتی ہے جنہیں دوسری مشین کے ذریعہ بٹ کر مضبوط اور کپڑے بننے کے قابل کر لیا جاتا ہے۔

بعد علم الہیات (THEOLOGY) کا ڈپلوما حاصل کیا قریباً دو سال گذرے ہیں کہ اس نے شادی کی ہے

دوسرا اندھا حال ہی میں اہم سال کی عمر پا کر استقلال کر گیا ہے۔ اس نے اپنی ۹۰ سال زندگی اندھے پن میں گذاری اس کا کمال یہ تھا کہ سرزمین برطانیہ میں کوئی ایسا پہل پھول یا پتہ ایسا نہیں جسے وہ ہاتھ میں لے کر سونگھ کر یا چمک کر پہچان نہ سکے۔ وہ ماہر نباتات مانا گیا تھا۔ اور لیڈز یونیورسٹی نے اسے ماسٹر آف سائنس کی اعزازی ڈگری دی۔

اس اندھے کا یہ دعویٰ ابھی تھا کہ وہ کسی شخص سے صرف معاوضہ کے تہمتا سکتا ہے کہ وہ شخص پاکستان کے کس علاقے کا رہنے والا ہے۔

(۵)

ایک چیز ہے۔ وقت تک ایسی فلمیں بنائیں جیسا کہ اس  
ان کا وزن آدھا ہے۔ یہ ہے آدمی نہیں بدلتا پر انکار پاتی  
پہ چھٹک چک کر اس طرح چل سکتا ہے جس طرح صرف  
یہ خاص قسم کی لکڑیوں سے جہاز تیار کیا گیا ہے کہ  
یہ آہستہ رفتاریں کرتے ہیں اس درجہ تک کہ چھپ چھپاتا لگاؤ لگ  
پاتی ہے۔ اپنی اور وقت بالکل یکساں ہے۔

افغانستان میں امن کے دھمپول کے کمالات نے ان کے  
 نام دنیا بھر کے عیب پر پردہ ڈال رکھا ہے ان میں سے  
 ایک پادری ہے جو پندرہ سال کی عمر میں ایک حادہ  
 سے اندھا ہو گیا تھا۔ بینائی کھوئی جانے کے بعد اُس نے  
 بی۔ اے۔ اور پیس ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے

امساك

عورت کی خوشی بزاز کی دکان میں بکتی ہے اور نہ صرف اس کی دکان سے خریدی جاسکتی ہے عورت کی خوشی مرد کی طاقت (امساک) میں پوشیدہ ہے، امساک سے کمزور سے کمزور مرد بھی عورت کو مطیع اور فرمانبردار بنا لیتا ہے..... زیادہ توفیق خلاف تہذیب قانون ہے، ہماری تیار کردہ امساک کی گولیوں میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ان میں کوئی نقصان دہ چیز نہیں ڈالی جاتی۔ ضرورت سے ایک گھنٹہ پہلے ایک گولی استعمال کی جاتی ہے آپ تہذیب کے طور پر ایک بار استعمال کریں اور پھر اس کا کرشمہ دیکھیں روزانہ ڈاک میں بے شمار تعریف خطوط موصول ہوتے ہیں۔ قیمت فی شیشی ۱۰ گولی ایک روپیہ۔ ۱۰ گولی دو روپہ۔

سپا-وی پاک

عورتوں کے پوشیدہ امراض جریان الرحم، لیکوریا، سفید پانی  
آنا، جنفی درد، آنا جنین کی بے قاعدگی وغیرہ کے لئے کبیر  
کا حکم کہتے ہیں، نہ صرف ان امراض سے صحت حاصل ہو جاتی  
ہے بلکہ جلد نفاس کو دور کر کے رحم کو قراجل کے قابل بناتی  
ہے، جریان الرحم کیلئے مفیدی اکیڑہاے، رطوبت کا اخراج  
بند ہو کر رہنے کی روٹی کمال ہو جاتی ہے، اس سستی اور سرخائی کے  
کو دیکھنے کی شکایت دور ہو جاتی ہے، نہ ازراہ یا یوس عورتیں  
ہماری شہرہ مافی ساری پاک سے فیض حاصل کر چکی ہیں۔  
مہنڈ نشان میں ہماری تیار کردہ سپاری پاک "مٹھوے کا تیل  
کو اسکی تیاری پر خور و ناز ہے، قیمت فی شیشی پندرہ روپیہ  
قیمت دو شیشی اٹھائی منگوئے پر صرف ارٹھائی روپیہ۔

کیمیکل وکس پرائیویٹ لمیٹڈ لاہور



کی اور اُن سے مصافحہ کرنے کے بعد بتادیا کہ عادی مجرم کون کون ہے۔

(۷)

انگلستان میں ایک سانپ شراب پیتا ہے۔ یہ ایک شخص مسٹر اوسلیون نے پال رکھا ہے۔ ایک روز یہ شخص ایک شراب خانے میں داخل ہوا۔ تو ہنگامہ مچ گیا۔ کیونکہ اُس نے سانپ کو اپنی گردن کے گرد لپیٹ رکھا تھا جب اُس نے بیر کا آڑ ڈر دیا اور گلاس ہاتھ میں لے کر پیئے لگا۔ تو سانپ نے اپنا منہ گلاس کی طرف بڑھایا اور شراب نوشی کا لطف حاصل کیا۔

مسٹر اوسلیون سانپ کی نمائش اُسے فروخت کرنے کے لئے کر رہا ہے۔ سانپ کی قیمت ۳۰ شلنگ فی فٹ ہے اور سانپ دس فٹ لمبا ہے۔

(۸)

ہائینس ہسپتال کے ماہر ڈاکٹروں نے ایک شخص کے پیچھے سے ۵۰ انچ لمبی پنسل نکالی ہے جو ۶ ماہ سے اُس کے اندر موجود تھی یہ بڑا نازک اور خطرناک آپریشن تھا جو ماہر ڈاکٹر وں نے کمال ہوشیاری سے سر انجام دیا۔ مریض کی عمر ۷۳ سال کی ہے۔ وہ ایک دفعہ اچانک گر پڑا۔ اُس وقت اُس کی جیب میں ایک پنسل تھی جو سینے کو چیر کر پیچھے میں گھس گئی۔ اس حادثہ کے بعد چند روز تک اُس کی حالت خراب رہی۔ لیکن آخر کار وہ تندرست ہو گیا۔ اولے اُسے پنسل کی وجہ سے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی تھی، بعد ازاں اُسے کھانسی کی شکایت ہو گئی۔ اور کھانسنے وقت اُسے پیچھے سے میں شدید درد محسوس ہوتا تھا۔ لیکن کھانسی کے بند ہونے ہی اُس کا درد بھی بند ہو جاتا تھا۔ اس لئے اُسے

سید آفتن  
ایشین بلڈنگ  
مبئی

ایشین الشورنش کمپنی لمیٹڈ

قائم شدہ  
۱۹۱۰ء

بیمہ زندگی و نمائندگی کیلئے ایک مضبوط و بہترین کمپنی ابھیہ کرانے سے پہلے اسکی دلکش سکیموں کا مطالعہ فرمادیں

(کیا آپ نے کبھی سوچا ہے)

کہ آپ اپنے فالتو وقت میں موجودہ آمدنی سے کئی گنا زیادہ کمائی سکتے ہیں۔ اگر نہیں تو

بولس میعاد دی بیمہ  
۱۵ روپیہ فی سال  
فی ہزار

میسرز دول گل براؤن آرگنائزنگ سکیورٹی رتن چند پور  
لاہور سے دریافت کریں

بولس تاحیات  
۲۵ روپیہ فی  
سال فی ہزار

ٹیلیفون نمبر ۲۹۶

ہسپتال میں داخل کیا گیا جہاں کامیاب عمل جراحی کے ذریعہ سے پینل نکال لی گئی۔

(۹)

۴۷ صد کے تجربہ کے بعد نریو سلور کیا کے ایک کارخانے نے شیشے کے بلیڈ بنانے میں کامیابی حاصل کر لی ہے۔ شیشے کے بلیڈ لوہے کے بلیڈوں سے زیادہ خوبہ ورت ہونے کے علاوہ بہت کم قیمت بھی ہیں۔

(۱۰)

بولٹن انگلستان کے ایک ۲۷ سالہ جہاں کا دعوے ہے کہ اس نے آج سے چار سال پہلے بم منٹ میں ۷۰ آدمیوں کی داریاں موند کر رکھ کر قائم کیا تھا۔ اس نے وائس کے ایک جہاں کے نام چیلنج بھیجے۔ ۱۹ سوئڈ میں ایک جہاں بنا سکے کا دعوے دار ہے۔

بولٹن والے جہاں نے کہا ہے کہ ۱۹ سوئڈ میں ایک آدمی کی داریاں موندنا کوئی بڑی آزمائش نہیں۔ میں پچاس آدمیوں کی جہاں وائس کے جہاں سے کم وقت میں کروں گا۔ میں نے پرنسٹن یونیورسٹی کے محمولی فوجی اسٹریٹج سے قائم کیا تھا۔ اور آج کل کے عمدہ اور ترقی یافتہ اسٹریٹج سے زیادہ کام کیا جاسکتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میں اپنا رکارڈ خود نوڑوں گا۔

(۱۱)

وینس کے ایک انجینئر نے دو ہلکے بازو پر ہندوں کی مانند بنائے ہیں۔ جو انسان کے شالوں پر لٹکائے جاسکتے ہیں۔ جب کوئی شخص دوڑنا شروع کرتا ہے تو پر پھیلے جاتے ہیں۔ اور انسان کا جسم زمین سے اوپر اٹھ جاتا ہے۔ موجودہ اس طو سے زمین سے ۵ انچ بلندی تک اڑ کر دکھایا۔

میں ہمیشہ کہتا ہوں



ہمیشہ زندگی محفوظ ہے!

لیکن اس سے بھی زیادہ محفوظ ہے

(ہمارے اعداد و شمار آپ کی گارنٹی ہیں)

..... ۵ کروڑ

..... ۱۸

..... ۱۲۳

جاری شدہ کاروبار زائد از

لاکھ فنڈز زائد از

اداشہ کلیمز

بھارت کی پالیسیاں

منافع

مہیا کرتی ہیں

بھارت انشورنس کمپنی لمیٹڈ لاہور

(۱۱۲)

سائنسدان کہتے ہیں کہ جس طرح انسانوں اور حیوانوں کو بخار ہو جاتا ہے اسی طرح درختوں کو بھی بخار ہوتا ہے جب کسی انسان کو بخار آتا ہے تو اس کے جسم کا گوشت کم ہو جاتا ہے۔ اور جسم دبلا نظر آتا ہے جس وقت پسینہ آتا ہے تو اس کے ساتھ، فیصدی زیادہ کاربائلک لیڈ گیس باہر نکلتی ہے۔ بالکل ہی حالت درختوں وغیرہ نباتات کی ہوتی ہے۔ ان کو اکثر کسی زخم کی وجہ سے بخار آتا ہے بخار ہونے ان کے اعصاب خشک اور پڑ مردہ ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ آخر میں درخت مردہ ہو جاتے ہیں سائنس کے ماہروں نے اس کا بخوبی تجربہ کیا ہے :-

(۱۱۳)

ولاہت میں کاغذ کی بوتلیں بنائی گئی ہیں جن میں

دودھ اور دوائیں وغیرہ بھری جاتی ہیں۔ یہ بوتلیں کالج کی بوتلوں سے کم وزنی اور زیادہ پائدار ہوتی ہیں۔ یہ اس قدر مضبوط ہیں کہ دواڑھائی میں بوجھ کی منتقلی ہو سکتی ہیں ان کی قیمت بہت سستی ہوتی ہے۔ ان کے بنانے میں صرف ایک پیسہ فی بوتل لگتی آتی ہے۔ چونکہ یہ کالج کی بوتلوں سے بہتر ثابت ہوتی ہیں۔ اس لئے اگر کوئی اور نقص ان میں نہ پایا گیا۔ تو بہت جلد ان کا رواج ہو جائے گا۔

(۱۱۴)

نیویارک کے ایک ہسپتال میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوا ہے جو اتنا ننھا تھا کہ اسے دنیا کا سب سے چھوٹا بچہ خیال کیا گیا ہے جب یہ لڑکی پیدا ہوئی تو نرسیں اس کو ہاتھ لگاتے ہوئے ڈرنے لگیں۔ اس کو زائید لڑکی کا جسم اس قدر چھوٹا تھا کہ ہاتھ کی پھلی میں سما سکتی تھی اور اس کا وزن قریباً ڈیڑھ پائونڈ تھا۔

قائم شدہ ۱۹۵۹ء

ٹیلیفون نمبر ۲۹۶۰

## نیوزی لینڈ انشورنس کمپنی لمیٹڈ

تارکاپتہ ————— فنڈز انڈاز :- چار کروڑ پچاس لاکھ روپیہ ————— ڈوگل براڈرز

تمام قسم کا انشورنس کا کام کیا جاتا ہے  
آگ کارخانجات، موٹر بحری، مزدوروں کو حادثہ پیش آنے پر معاوضہ کارٹھی اور دیگر کلاسیں !

برائیں ————— بمبئی ————— رنگوں  
ہیڈ آفس (برائے ہندوستان) ۲۶ ڈھوزی۔ سکوائر ولیٹ ... سیکلکتہ

تفصیلات پتہ ذیل سے طلب کریں

میسٹر ڈوگل براڈرز رتن چند روڈ لاہور



از ڈاکٹر جی، این، ڈبلیو، ماس، ایم، بی، بی، کیسٹری، لنڈن

سوال یہ پیدا ہوا ہے کہ آیا شہد میں کوئی خاص  
ہدایتیں پائی جاتی ہیں یا نہیں، اگر پائی جاتی ہوں تو پھر  
اس کو معمولی بازاری شکر کے مقابلہ میں ترجیح سمجھا جائیگا  
اگر جسم میں قوت و حرارت و حیات کے برقرار رکھنے کے  
لئے شکر کی ضرورت اس قدر اہم تسلیم کی جاتی ہے اور  
شہد اس کے لئے بہترین چیز ہے تو پھر جسم کے سب سے  
زیادہ کارآمد عضولعی قلب کے لئے ہم شہد کا زیادہ استعمال  
کرنے کی منطق کو کیوں نہ تسلیم کر لیں، دل وہ عضو ہے جو  
موت سے پہلے کبھی نہیں رکتا۔ ایسا مسلسل خدمت گزار  
آپ کو کہاں سے ملے گا۔ اس کی طاقت بڑھانے کے لئے  
شہد کا استعمال نعمتِ غیر متعقبہ ہے۔

کمی غذا کی وجہ سے امراض پیدا ہونے اور کم طاقت کی  
حالت میں شہد کا استعمال میرے تجربہ میں بہت کامیاب  
ثابت ہوا ہے، دل کی قوت برقرار رکھنے اور قوتِ دلالت  
بڑھانے میں اس کا استعمال بہت مفید ثابت ہوا ہے  
مونہ کے ایک حال کے کہیں میں تو اس کا اثر فحش بہت  
ہی حیرت انگیز معلوم ہوا ہے

مونہ کے اس مریض نے مرض کے دوران میں کوئی  
دوپونڈ شہد کھالیا۔ اس کا نتیجہ بہت عمدہ نکلا اس

غذا کے شکر کے اجزاء کا مقصد جسم کو حرارت پہنچانا  
اور جسمانی اجزاء کو چلانے کے لئے ایندھن مہیا کرنا ہے جسمانی  
صحت کو برقرار رکھنے اور بیماریوں کی حالت میں شہد کے  
فوائد کا میں یہاں کچھ تذکرہ کرنا چاہتا ہوں۔

جب قوت کی ضرورت محسوس ہو۔ بالخصوص اس وقت  
جب نظامِ معصبی سخت یا جوش و خروش کے باعث مضطرب  
ہو گیا ہو۔ اور اس کی زائل شدہ طاقت کی بحالی کی فوراً  
ضرورت ہو تو یہ پایا گیا ہے کہ خون میں شکر کی مقدار بڑھ  
جاتی ہے جسم میں پائے جانے والی شکر کی کمی ختم ہوتی ہے۔

مشہور شکر کا نام گلائی کوجن ہے، جو عضلات اور جگر میں  
پائی جاتی ہے، شوگر نے جو تجربات اس سلسلہ میں کئے ہیں  
ان سے پتہ چلتا ہے کہ کام کرنے کی حالت میں عضلات کتنی  
کی حالت سے ۳، ۴ گنا زیادہ شکر خرچ کرتے ہیں۔ ڈاکٹر

سٹارلنگ نے معلوم کیا ہے کہ دل فی گھنٹہ فی گرام چار ملی  
گرام کی برابر شکر خرچ کرتا ہے غرض جسم انسانی کے لئے

شکر کی از حد ضرورت ہے، یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ شہد  
کی مکھیاں جو شکر جمع کرتی ہیں اور جس کو شہد کہتے ہیں اس

شکر کی کثیر مقدار اپنے میں رکھتا ہے جس کی آپ کے جسم  
کو ضرورت ہے۔

کے پھیپھڑوں کی طاقت اور دل کی قوت برقرار بحال ہوگئی، بخار کی حالت میں شکر کی مقدار جلد برف ہو جاتی ہے، اس لئے جسم کو شکر کی معین مقدار کی فوری ضرورت ہوتی ہے، تاکہ جسم کے اجن کو چلانے کا ایندھن مہیا ہو سکا ہے، اس کے لئے اجنی اور دودھ وغیرہ عام طور پر زیادہ استعمال کر لئے جاتے ہیں۔ مگر میں نے یہ دیکھا کہ شکر کا استعمال زیادہ کارآمد زیادہ فوری اثر کھنے والا اور زیادہ دیر پا قوت پیدا کرنے والا ثابت ہوتا ہے قوت مددی بہہ جانے کے لئے یہ بہترین چیز ہے، شکر کے بعد دوسری مفید چیز عمدہ انگور ہیں، جڑی بوٹی اور پھول پھلاری کھانے والے جانوروں کی طاقت اور عمر کی درازی کاراز نباتات کے بادشاہ انگور کے کھانے میں ہے یا ایسے پھل جن میں انگور کی طرح کی شکر پائی جاتی ہو۔

بائبل میں آیا ہے ”بیٹا! شہد کھا کیونکہ یہ تیرے لئے بہت مفید ہے۔“  
شہد میں چربی اور شکر بنانے والے دونوں اجزائے ترکیبی پائے جاتے ہیں، کمیوں کے داغ میں جو غود ہوتے ہیں، ان کا اس اس مٹھاس میں مل کر جو پھولوں سے آتا ہے ایک عجیب و غریب مرکب بن جاتا ہے، اگر جب تک وہ چھتوں میں رہ کر سوچ کی کہیں اپنے میں جذب نہ کرے اس کی قوت بڑھتی نہیں ان معلومات کی روشنی میں ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ شہد میں اجزاء انسانی کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے اور ایسی حالت میں پائی جاتی ہے کہ فوراً جذب ہو جاتی ہے، بچوں اور کمزور سرلیفوں کے لئے تو یہ نعمت ہے، چربی کا ترشہ اس میں ایسی مقدار میں پایا جاتا ہے کہ مضم کی قوت بڑھانے میں بہت ملو دیتا ہے اور اس کا جس قدر استعمال مناسب لیتے کیا جائے مفید ثابت ہوگا۔ دوسری قسم

فصلوں میں پائے جاتے ہیں، شہد کی مقدار زیادہ دیر پا قوت پیدا کرنے والی ہے

# پانچ ہزار روپے کا یہ سرسار سہارا ہے یا روپیہ

## کس طرح؟

ہمارے ہوم کش ساریٹیکٹ خرید کر پانچ ہزار روپے تک الفام حاصل کریں۔  
بیس سال تک الفام حاصل نہ ہونے کی صورت میں پندرہ روپے واپس!

**ضرورت ہے:**۔ غنتی ہنڈار و بار سوخ اینٹوں آرگنائزروں کی شہر قصبہ دیہات میں معقول  
تتواہ یا کمیشن پر ضرورت ہے، شرائط ایجنسی کیلئے مندرجہ ذیل سے ملیں یا خط و کتابت کریں:-  
میلنگ:- نیو ہوم انشورنس کمپنی لمیٹڈ رن ہنڈار وڈ لاہور

کے لئے ایسی چیزیں کھانی

چاہئیں جنہیں چبانے کی

ضرورت پڑے۔ یعنی بغیر

جیسے آٹے کی روٹی۔ باجرہ یا گیسوں کے

لبکٹ، لکھن، پیر اور پھل مثلاً نارنگی

یا سیب کھانے چاہئیں، خوراک میال نہ کھانی چاہئے۔ بلکہ

خشک۔ پانی پینے کی ضرورت ہو تو آخر میں پیا جائے۔ اس

طرح خوب چبا کر کھانے سے لعاب دہن غذا کے ساتھ

مل کر جاتے گا جو سٹارچ کو مضکم کر کے جزو بدن بنائے گا

چبانے سے معدہ کو تقویت ملتی ہے اور وہ خوراک کے

قبول کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے جلدی جلدی کھانا مت

کو دعوت دینا ہے کیونکہ ایسا کھانا اچھی طرح مضکم نہیں

ہوتا۔

## جلدی جلدی کھانا کھانے کا نتیجہ

دوبارہ کھانا لوگ نہ مانا

کھانے کی جلدی میں بہت پر

کھا لیتے ہیں اور اپنی طرح چبانے

بغیر لگی جاتے ہیں جس سے معدہ کو اس کے

مضم کی تیاری کا موقع نہیں ملتا

اور کھانا بخوبی مضکم نہیں ہوتا اور وہ معدہ میں مڑ جاتا ہے

جس سے گیس پیدا ہوتی ہے، اس گیس سے ہی طرح طرح

کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، یہ گیس معدہ کی طرف آتی ہے،

اور بغیر مضکم شدہ غذا کے ذرات، اوپر آتے ہیں جس سے سینہ

بھٹنے لگتا ہے اور احتیاج قلب پیدا ہوتا ہے۔ ذہن ہو جانے

سے نچی انتہا میں فہم نہج ہو جاتا ہے اور قوت مدافعت

کمزور ہو جاتی ہے، اگر اس حالت کو جاری رکھا جائے تو کسی

نہ کسی سخت مرض کی بنیاد پڑ جاتی ہے اس سے بچنے

## زیورہی اصلی جائداد ہے

ہماری دوکان میں خالص سونے کے فیشن اسل خوبصورت زیورات، نکلس، فینسی چوڑیاں، لاکٹ،  
رائی ہار، انگوٹھیاں، ساڑھی پن۔ سونے چاندی کے برتن ہر وقت تیار ملتے ہیں۔ نینے آرڈر دینے پر  
حسب منشا تیار بھی کر دیتے ہیں آپ ہمیں ایک رازنا میں۔ آپ کو سچائی کی قدر ہوگی اور آپ ہمیشہ  
کے لئے ہمارے گاہک بن جائیں گے اور بچے گھرانے کے معزز شہزاد اور سمجھدار لوگ ہمارے ہاں سے سونے  
چاندی کا مال خریدتے ہیں۔ اور زر گروں کے پیچھے اپنا وقت ضائع نہیں کرتے۔ ہمارا اصول ہے۔

ایک بول پورا تول

سیٹھ امولک رام صرف ٹو کڑیاں والا بازار امرتسر

ہندوستان کی مشہور و معروف انشورنس کمپنی

قائم شدہ  
۱۹۰۸ء

ہیڈ آفس  
کلکتہ

# انڈیا ایکویٹی ٹیلی انشورنس کمپنی

دو تہائی قیمت پر (پیم) میں  
فی سال فی ہزار شریک ہو کر اپنا مستقبل شاندار بنائیں

چند امتیازی خصوصیات جو کسی بھی کمپنی میں نہیں مل سکتی  
پالیسی داروں کیلئے

- ۱۔ ایجنٹوں کو معقول رعایتیں اور کمیشن زیادہ دیا جاتا ہے۔
- ۲۔ رینویئل کمیشن (Renewal Commission) تازہ نگاری دیا جاتا ہے اور مرنے کے بعد نواختیں، فنانس ہوئے ہیں۔
- ۳۔ مستقل دہشت شاذ ہے ہیڈ آفس سے بروہ راست تعلقات ہوں گے۔
- ۴۔ زیادہ کام کرنے والے محنتی ایجنٹوں کو سول ایجنسی دی جاتی ہے

- ۱۔ کمپنی کے منافع کا نوے فیصدی پالیسی داروں میں تقسیم کیا جاتا ہے
- ۲۔ حکیم کی ادائیگی فوراً ہی کی جاتی ہے۔
- ۳۔ دائمی معذوری اور اپاہج کی صورت میں نہایت فیاضانہ مالی امداد دی جاتی ہے اور اس کے لئے کسی قسم کا زائد چنیدہ نہیں لیا جاتا۔
- ۴۔ پالیسی دار بوقت ضرورت قرضہ لے سکتے ہیں۔

انڈیا ایکویٹی ٹیلی انشورنس کمپنی ایک خالص ہندوستانی کمپنی ہے جس کے منتظم جس کا سربراہ اور جس کے کارکن ممبران ہندوستانی ہیں گزشتہ سال سے کمپنی کی خدمات ریکارڈ نہایت ندر ہے تفصیلات و ایجنسی حاصل کرنے کیلئے خط و کتابت بنام

ڈی۔ پی۔ مہتا اسکوائر فیلڈ آفیسر میلرام روڈ لاہور

کے مادی میں کہ صبح کے ناشتے کے بعد پاخانہ جاتے ہیں۔ دشواری یہ ہے کہ اسی وقت ہر شخص کو اپنے روزمرہ کا کام شروع کرنے کی

جلدی ہوتی ہے، اور ہم ایک ایسے کام کو جس میں طبعاً کافی وقت لگنا چاہئے جلدی

جلدی بھاگ کر کے چلے آتے ہیں ہماری اندرونی مشینری کا فعل قدرت نے ایسا رکھا ہے کہ آہستہ آہستہ انجام پاتا ہے اور فضلہ خارج کرنے والی حرکات کی لہر رہ رہ کر اٹھتی ہے۔ پورے طور پر اجابت ہونے کیلئے ضروری ہے کہ اس آہستہ آہستہ کو کافی وقت ملے اور سے جانے والے بچوں کے لئے ناشتے کے بعد وقت

بھی تنگ ہوتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ آہستہ آہستہ سے لے کر بہت سے امراض کی بنیاد یہیں سے پڑتی ہے والدین کا ایک فرض یہ بھی ہونا چاہئے کہ وہ گھر کے روزمرہ کے کاموں کا انتظام کچھ اس ڈھنگ سے کر دیں کہ بچوں کو پاخانے میں بیٹھنے کے لئے کافی وقت مل سکے۔ یہ اس قدر ضروری ہے کہ اگر اور کوئی چارہ کار نہ ہو تو بچوں کے سونے کے وقت میں تھوڑی کمی کر کے اس طرف وقت نکال دیا جائے۔

غذائی تالی کے افعال کو باحفاظہ رکھنے کے لئے ہمارے جسم میں دو قسم کے اعصاب ہیں۔ ایک وہ جو حرکت دہیہ کرتے ہیں۔ یعنی اُس کے عضلات کے سکڑنے میں مدد دیتے ہیں۔ اور اس حرکت کو تیز کرتے ہیں۔ دوسرے وہ جو اس حرکت کو کم کرتے ہیں۔ گھبراہٹ اور جلد بازی کا اثر ان اعصاب کی معرفت یہ ہوا کرتا ہے کہ حرکات دہیہ کا نظام گھٹ کر ہو جاتا ہے اور ایسی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں کہ نہ صرف حرکات بلکہ معدہ اور انہم رطوبات پر بھی ان کا مضر اثر پڑتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اثرات بالکل عارضی ہوں۔ لیکن یہی عارضی اثرات بعض مستقل خرابیاں مثلاً معدہ کے زخم یا بواسیر وغیرہ پیدا کر دیتی ہیں جن سے زندگی کا سارا لطف ہی جاتا رہتا ہے۔

ہمیں اس بات کی عادت ڈال لینی چاہئے کہ کھانا بہت ہی اطمینان اور بے فکر کی ساتھ آہستہ آہستہ کھائیں اور ایسی صورت میں کھائیں کہ اسے دیکھ کر جی خوش ہو اور خود بخود جھوک معلوم ہونے لگے اسی طرح اگر ہم قبض سے بچنا چاہتے ہیں تو یہ بھی ضروری ہے کہ پیٹ خالی کرنے میں جلدی اور گھبراہٹ سے کام نہ لیں۔ اکثر لوگ اس بات

جائے گاہ کا فور۔ رال نفید مساوی وزنی لے کر متواتر ایک یوم شیر برگد میں کھل کر کے چنے کے برابر گولیاں بنالیں اور صبح ایک یا دو گولی گھٹے کے خام دودھ کے ہمراہ استعمال کریں۔ ایک ہفتہ میں مرض جڑ سے دور ہو جاتا ہے۔ یہ بہت آسان اور آبرو مودہ نسخہ ہے۔

جائے گاہ کا فور۔ رال نفید مساوی وزنی لے کر متواتر ایک یوم شیر برگد میں کھل کر کے چنے کے برابر گولیاں بنالیں اور صبح ایک یا دو گولی گھٹے کے خام دودھ کے ہمراہ استعمال کریں۔ ایک ہفتہ میں مرض جڑ سے دور ہو جاتا ہے۔ یہ بہت آسان اور آبرو مودہ نسخہ ہے۔

جائے گاہ کا فور۔ رال نفید مساوی وزنی لے کر متواتر ایک یوم شیر برگد میں کھل کر کے چنے کے برابر گولیاں بنالیں اور صبح ایک یا دو گولی گھٹے کے خام دودھ کے ہمراہ استعمال کریں۔ ایک ہفتہ میں مرض جڑ سے دور ہو جاتا ہے۔ یہ بہت آسان اور آبرو مودہ نسخہ ہے۔

جائے گاہ کا فور۔ رال نفید مساوی وزنی لے کر متواتر ایک یوم شیر برگد میں کھل کر کے چنے کے برابر گولیاں بنالیں اور صبح ایک یا دو گولی گھٹے کے خام دودھ کے ہمراہ استعمال کریں۔ ایک ہفتہ میں مرض جڑ سے دور ہو جاتا ہے۔ یہ بہت آسان اور آبرو مودہ نسخہ ہے۔

جائے گاہ کا فور۔ رال نفید مساوی وزنی لے کر متواتر ایک یوم شیر برگد میں کھل کر کے چنے کے برابر گولیاں بنالیں اور صبح ایک یا دو گولی گھٹے کے خام دودھ کے ہمراہ استعمال کریں۔ ایک ہفتہ میں مرض جڑ سے دور ہو جاتا ہے۔ یہ بہت آسان اور آبرو مودہ نسخہ ہے۔

جائے گاہ کا فور۔ رال نفید مساوی وزنی لے کر متواتر ایک یوم شیر برگد میں کھل کر کے چنے کے برابر گولیاں بنالیں اور صبح ایک یا دو گولی گھٹے کے خام دودھ کے ہمراہ استعمال کریں۔ ایک ہفتہ میں مرض جڑ سے دور ہو جاتا ہے۔ یہ بہت آسان اور آبرو مودہ نسخہ ہے۔

جائے گاہ کا فور۔ رال نفید مساوی وزنی لے کر متواتر ایک یوم شیر برگد میں کھل کر کے چنے کے برابر گولیاں بنالیں اور صبح ایک یا دو گولی گھٹے کے خام دودھ کے ہمراہ استعمال کریں۔ ایک ہفتہ میں مرض جڑ سے دور ہو جاتا ہے۔ یہ بہت آسان اور آبرو مودہ نسخہ ہے۔

جائے گاہ کا فور۔ رال نفید مساوی وزنی لے کر متواتر ایک یوم شیر برگد میں کھل کر کے چنے کے برابر گولیاں بنالیں اور صبح ایک یا دو گولی گھٹے کے خام دودھ کے ہمراہ استعمال کریں۔ ایک ہفتہ میں مرض جڑ سے دور ہو جاتا ہے۔ یہ بہت آسان اور آبرو مودہ نسخہ ہے۔

جائے گاہ کا فور۔ رال نفید مساوی وزنی لے کر متواتر ایک یوم شیر برگد میں کھل کر کے چنے کے برابر گولیاں بنالیں اور صبح ایک یا دو گولی گھٹے کے خام دودھ کے ہمراہ استعمال کریں۔ ایک ہفتہ میں مرض جڑ سے دور ہو جاتا ہے۔ یہ بہت آسان اور آبرو مودہ نسخہ ہے۔

## جریان کا سو فیصدی اطمینان

ذیل میں کبھی خطانہ ہونے والا سو فیصدی تجربہ شدہ درج کیا جاتا ہے جو کہ آج تک سیدہ کی گہرائیوں میں خود تھاپنے سے پرانا مرض ہمیشہ کے لئے رفع دفع ہو



کنٹرول نے اپنی پورٹ شائع کی ہے۔ اس میں اس نے طریقہ علاج کی کامیابیوں کا بہت کچھ ذکر موجود ہے،

ڈاکٹروں کا بیان ہے کہ اکثر ایسے بعض جن کے مرض کو علاج خیال کیا گیا ہے

اس سے اس حد تک شفا یاب ہو گئے کہ اپنا روزمرہ کام اچھی طرح انجام دیتے گئے، اور دفتروں اور کارخانوں میں ملازمت کے کے باقاعدہ اپنی روزی کمانے لگے۔

مشاہدہ نے یہ بتایا ہے کہ بعض پاگلوں کے عقل ڈاڑھ نکلی ہی نہ تھی اور مسوڑھے کے نیچے دبی پڑی تھی، اور بعض کے اگرچہ وہ لکھ لکھی تھی لیکن اس نے پورے طور پر نشوونما نہ پائی تھی، بعض ایسی مثالیں بھی ملیں کہ جن میں دوسرے دانت یا دڑھیں گل گئی تھیں اور ان کی رطوبت کے خون میں جذب ہونے کی وجہ سے دماغ پر انتہا زاب اثر پڑا تھا کہ فنور عقل لاحق ہو گیا تھا، مختصر یہ ہے کہ اب پاگل خالوں میں عام طور پر طریق علاج ہوتا جا رہا ہے کہ پاگل کی دڑھ کسی طرح نکال دو، چھ مہینے میں وہ ٹھیک ہو جائے گا۔

پڑانے زمانے کے لوگوں نے ایک مخصوص ڈاڑھ کا نام کہ جو سبق بلوغ کو پہنچنے کے بعد نکلتی ہے۔ عقل ڈاڑھ رکھتا تھا۔ لیکن کسی طرح سمجھ میں نہ آتا تھا۔ کہ آخر عقل سے اور ڈاڑھ سے کیا واسطہ؟ اس ڈاڑھ کا نام انگریزی زبان میں بھی یہی ہے، اس سے اور بھی حیرت تھی بعض لوگوں نے یہ رائے قائم کر لی تھی کہ چونکہ یہ ڈاڑھ ایسی عمر میں نکلتی ہے کہ جب آدمی بالغ اور صاحب عقل ہوتا ہے، اس مناسبت سے اس کا یہ نام رکھ دیا گیا ہے، لیکن زمانہ موجودہ میں دماغی امراض کے ماہرین نے غور و دراز کے تجربات اور مشاہدات کے بعد یہ تحقیق کیا ہے کہ دماغی صحت کا دانتوں سے بالخصوص عقل ڈاڑھ سے بہت گہرا تعلق ہے۔

یہ صحیح ہے کہ تمام بیماریوں میں دماغی خرابی کا باعث یہی نہیں ہوتا، لیکن دماغی امراض کے شفا خانوں، اولہ برہنگہ کی یونیورسٹی میں جو تجربات کئے گئے ہیں ان سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ دماغی امراض کے کامیاب علاج کا ایک بہت بڑا راز معلوم کر لیا گیا ہے۔ بورڈ آف

اگر یہ کہا جائے کہ آج کل ۹۹ فیصدی نوجوان جراثیم و اختلاص جیسے موذی امراض میں گرفتار ہیں تو اس میں قطعاً کوئی شبہ نہ ہوگا ان امراض سے یقیناً بیسویں صدی کی نسل کی جڑیں کھوٹی ہو رہی ہیں۔ ذیل میں اختلاص کا ایک عجیب اور آسان نسخہ درج کیا جاتا ہے جو سینکڑوں بار آزمودہ ہے۔ اور جس کے مرضیات روزہ استعمال سے مرض یقیناً جڑ سے نیت نابود ہو جاتا ہے

یہ نسخہ ایک بہت بڑے طبی کے سینہ راز ہے جو ناظرین طبیوں کی نذر کیا جا رہا ہے۔ یہ مشک کا فور ایک ماشہ۔ دانہ لاجب کلائی گندہ سب سے زیادہ سست ماشہ۔ ریوند پنی سات ماشہ۔ سب کو باریک پیس کر برابر وزن کی سات پڑیہ بنالیں اور روزانہ ایک پڑیہ صبح نہار منہ گائے کے خام دودھ کے ہمراہ استعمال کریں۔ یقیناً ایک ہفتہ میں صحت ہو جائے گی۔

اگر یہ کہا جائے کہ آج کل ۹۹ فیصدی نوجوان جراثیم و اختلاص جیسے موذی امراض میں گرفتار ہیں تو اس میں قطعاً کوئی شبہ نہ ہوگا ان امراض سے یقیناً بیسویں صدی کی نسل کی جڑیں کھوٹی ہو رہی ہیں۔ ذیل میں اختلاص کا ایک عجیب اور آسان نسخہ درج کیا جاتا ہے جو سینکڑوں بار آزمودہ ہے۔ اور جس کے مرضیات روزہ استعمال سے مرض یقیناً جڑ سے نیت نابود ہو جاتا ہے

ایک شہر کے مشہور سینما ہاؤس

لاہور کا پہلا سینما ہاؤس

عقرب پرودہ ٹیمیں پر آ رہا ہے

آپ دیکھ کر دنگ رہ جائیں گے۔

یہ بھر مونی فلمز لمیٹڈ ۱۲۔ انارکلی لاہور۔

جوانی ہائے جوانی

کیوں چلائے

ایک مرتبہ پھر جوان بن جائیے

صف میں یوم میں کھوئی ہوئی جوانی واپس آجائے گی رک و پڑے

توانا اور مضبوط ہو جائیے جریاں غائب ہو جائیگا، دل دباؤ

اور مہینے کے لئے حد مفید ہے اسے انتہائی دوا کھج کر نظر

انداز نہ کیجئے بلکہ اس فائدہ آٹھائے، چند یوم کے استعمال کے بعد

آپ خود اس کے علاج ہو جائیگا اس دوا کے چند اجر آپ کے اطمینان

کے لئے درج ذیل ہیں کسی کٹرسے دریافت کر کے اطمینان

کر لیجئے۔

GOLD CHLORIDE

PULY NUXVOMICA

PHOSPHORIC ACID

قیمت فی شیشی جس میں

۲۱۔ یوم کی خوراک ہوگی صرف ایک روپیہ۔

مغرب اور آزمودہ دوائیں

دشمن سوزاک :- واقعی یہ دوا سوزاک کی دشمن ہے

خواہ کتنا ہی پرانا اور تکلیف دہ سوزاک کیوں نہ ہو یہ دوا

اکسین میں مرض کو نیست نابود کر دیتی ہے۔ یہ حیرت انگیز

ایجاد ہے جس پر ہم کو ناز ہے، ہمارا دعوئے ہے کہ سوزاک کے

لئے ایسی تیر بہدت دوا آج تک ایجاد نہیں ہوئی قیمت فی

ڈبیرہ رائے اکسین یوم دو روپے آٹھ آنے،

حب ملندہ :- شوقین مزاجوں کے لئے عجیب چیز

ہے اس دوا کی تعریف میں کچھ لکھنا خلاف تہذیب

ہے۔ قیمت فی شیشی جس میں دس گولیاں ہونگی

صرف ۸۔

نوٹ :- پرچہ ترکیب استعمال ہمراہ بھیجا جائے، محض ایک شیشی خریدار

دی یو ریگولر فارمیسی ۱۱۔ بخشی بازار الہ آباد

جائزہ ادبی  
بھگوت دیال  
ایم۔ اے

علم و ادب کا علمبردار  
بیسویں صدی  
لاہور

ایڈیٹر  
نوشتر گرامی

ننگدان ————— نوشتر گرامی ————— ۵

غزل ————— جناب ڈاکٹر تاشیر ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی ۹

جوانی ————— جناب ساعر نظامی ————— ۱۰

کلمائے خطوط ————— پچا افسانہ ————— محمد مرہ راج کمار سی بی۔ اے ————— ۱۱

افسانہ دل ————— غزل ————— جناب پنڈت بالکند عرش لمبیانی بی۔ اے ————— ۱۲

شکست زہد ————— پچا واقعہ ————— جناب حاجی لق ایڈیٹر روزنامہ احسان ————— ۱۵

اعتراف گناہ ————— رنگین فسانہ ————— جناب باہر ایڈیٹر پیما ————— ۱۸

عصمت و روش کی ڈائری ————— شہرت ————— ماطانہ دہلی ————— ۲۳

ایکہ سید اور شادی ————— فلمی نمونہ ————— باب باہر ایڈیٹر پیما ————— ۲۶

ماتم بہار ————— غزل ————— جناب پنڈت بالکند عرش لمبیانی بی۔ اے ————— ۲۹

محبت ————— غزل ————— جناب سہیل الدیادی ————— ۳۰

حیات ————— غزل ————— جناب خان اصغر حسین خان نظیر ————— ۳۱

وہ مل گئی ————— افسانہ ————— جناب این کے کمار بن ————— ۳۲

انگریز عورتوں کا عشق ————— مانوڈ ————— ۳۶

دیہاتی عورتوں کے جذبات ————— ترجمہ ————— ۳۸

روح کا انتقام ————— روحوں کے متعلق مسٹر کرس کے کرزہ نیز تجربہ بات ————— ۴۱

محبت ————— ترجمہ ————— مسٹر براؤننگ ————— ۴۲

دنیائے ادب ————— براہ راست انگریزی ————— فرانسیسی ————— جرمنی ————— یونانی وغیرہ ————— ۴۴

دلچسپ ————— دلکش ————— حیرت انگیز ————— بھگوت دیال ایم۔ اے۔ جائزہ ادبی ————— ۴۶

کیا کھائیں؟ کب کھائیں؟ کس طرح کھائیں؟ ————— سائنس کی نئی تحقیقات ————— ۵۲

استعمال جذبات کا اثر صحت پر ————— مانوڈ ————— ۶۱

خیالات کا اثر غذا پر ————— مانوڈ ————— ۶۲

سالانہ چندہ  
دو روپے  
۲/-

جددا

نمبر ۵



ممالک غیر سے  
سالانہ چندہ پانچ شائنگ  
قیمت فی پرچہ  
۲۰

وقت کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے اور دوین بار ہوں معاہدہ کر کے ڈاک کے سپرد کیا جاتا ہے۔ اس پر بھی ہمیں ہر ماہ خریداروں کی طرف سے شکایتیں موصول ہوتی ہیں کہ پیرچہ نہیں ملا، اگر ۲۸ تاریخ تک آپ کو پیرچہ نہ ملے تو سمجھ لیجئے کہ کسی ڈاک کے ڈاکو نے پیرچہ ہضم کر لیا ہے۔ اس کی شکایت لکھ کر ڈاک خانہ میں کی جائے اور ایک خط ہمیں بھی لکھا جائے۔ صرف اُن خریداروں کو دوبارہ پیرچہ روانہ کیا جاتا ہے جن کا خط ۲۸ تاریخ تک سپرد ڈاک ہو جائے۔ اس کے بعد ۳۰ کے ٹکٹ موصول ہونے پر پیرچہ روانہ کیا جاتا ہے۔

۲۔ یہ بات نوٹ کر لیں کہ نمونہ کا پیرچہ بجا قیمت روانہ نہیں کیا جاتا۔ نمونہ طلب کرنے والوں کو لغاف میں تین آنے کے ٹکٹ بھیجنے چاہئیں۔



یہ دس دن اور دس روپے پاپ ۲۔ پیرچہ اور خوشخط لکھیں۔

۴۔ نئے ٹکٹوں کے مطابق ہر ماہ ہندوستان میں طرہ کر دیا گیا ہے۔ اس نے اب یکم اپریل سے ہر ماہ کا حصول ڈاک غیر ممالک کے برابر ہو گیا ہے۔ یعنی بیسویں صدی کا ایک پیرچہ جس پر ہر ماہ کے لئے ایک پیسہ کا ٹکٹ لگایا جاتا تھا۔ اب اس پر یکم اپریل سے چھ پیسہ کا ٹکٹ لگایا جا رہا ہے۔ گویا ہر ماہ کے لئے محصول ڈاک پہلے کی نسبت چھ گنا بڑھ گیا ہے۔

۵۔ ہندوستان میں ہر ماہ کی قیمت فی پیرچہ سہار اور سالانہ چندہ صرف دو روپے ہے۔ اور ممالک غیر میں فی پیرچہ ساڑھے چار آنے اور سالانہ چندہ صرف پانچ شلنگ (تین روپے پانچ آنے) ہے۔

بیسویں صدی کی سالانہ قیمت مبلغ دو روپے اس قدر کم رکھی گئی ہے کہ آپ سے ہر ماہ سانی خریدیں آپ کی ذات سے ہر ماہ پوری رسی توقع ہے کہ آپ دو روپے پر بیسویں صدی کی مستقل سرپرستی قبول فرمائیے رسالہ ہندوستانی پری طلب کرنے کی جابا سالانہ چندہ مبلغ دو روپے پر بیسویں صدی کے اس طرح آپ کی پی کے لئے

نیچر بیسویں صدی پیرانی میو مڈی لاہور



### از خوشتر گرامی

پکڑ دیا جائے۔ پس بی سلطانہ نے چندے ہی چوس پرستوں کی ناز برداریاں یا شتر غمزہ برداریاں کیں اور اس کے بعد لاکھ لاکھیں پھیلیں اب مقابلہ آپٹا ایکٹیکٹیس سے۔ اور ایکٹیکٹیس بھی وہ جس کو عرف عام یا عرف سینا میں سلطانہ کہتے ہیں۔ اس لئے نہ اثر و رسوخ کام تھا اور نہ قیاریاں اور مکاریاں۔ بس دھڑے گئے دل خانہ خراب کے بدلے۔ بی سلطانہ نے کھٹ سے ایک بزرگوار سعادت آثار کے خلاف نالاش داغ دی اور لگی دہائی تباہی پچانے کہ بندی کو اس مرد و دوسے سے عصمت ایسی انمول چیز کی قیمت کم از کم پانچ لاکھ دلائی جائے

اب لطف یہ ہے کہ سلطانہ کے حسن کی بہار سے لطف اندوز ہونے والے یہ بزرگ آئیلے نہ تھے اور بھی کئی شریف اور مہر خانہ خانی آقا نے نامدار اور ولی نعمت قسم کے لوگ اپنی رعایا اور اپنے مزارعین کی گاڑھے پسینے کی کٹائی اس میسویں صدی کی دیوی کو بھینٹ کر تے رہے تھے۔ نتیجہ وہی ہوا جو ہونا چاہیے تھا یعنی مقدمہ تو ہوا ایک شخص پر اور پس پڑ گئی پانچ سات گھر میں۔ وہ مغرور بواہوس جو کسی شریف انسان کا خون تک چوس لینا اپنا پیدائشی حق سمجھتے تھے ایک ایکٹیکٹیس کے ہاتھوں تختی کا ناچ ناچنے لگے۔ منٹ منٹ کے بعد پیٹ میں مروڑ اٹھا اور جائے ضرور کی طرف اٹھ بھاگتے۔

یادش بخیر۔ مس سلطانہ۔ وہی فلم ایکٹیس۔ بعض بیٹے بڑے آدمیوں پر ایسی برسی ہے کہ مزا آگیا۔ ہندوستان خربت نشان کے بڑے آدمیوں کا طعنے امتیاز ہی طوائف لوانہی اور ایکٹیس پرستی ہے۔ پھر مس سلطانہ ان عقل کے اندھے اور گانٹھ کے پورے مہا پتھوں کی توجہ سے کیونکر غور و مہمتی چننا اُس پر بھی اکثر شرفائے جنہیں سچ چرچ کے شریف لوگ محض ان کے مالدار ہونے کے باعث آقا نے نامدار وغیرہ کہنے پر مجبور ہیں بڑے زور شور سے توجہ فرمائی۔ ان لوگوں کے داغ آسمان سے زمین پر تواتر ہی نہیں۔ اس لئے یہی سمجھا ہوا کہ سناہ عیوب اور قاضی الحاجات یعنی زرع علیہ السلام کی مدد سے جب ہم نے اور کئی قسم کے اندھیر بچا رکھے ہیں۔ تو یہ سلطانہ پرستی کیوں باقی رہ جلتے۔ اجمی یہ تو ایکٹیس ہے ہم اگر شیطان اور اُس کی مشہور معروف خالہ کو بھی پوجنے لگیں تو کون پوچھ سکتا ہے کہ تمہارے منہ میں کے دانت میں بہدستور شریفوں کے شریف اور خدا والوں کے ولی بنے رہیں گے۔ چنانچہ آنکھیں بند کر کے اس دریائے بے پایاں میں کود پڑے۔

مگر سلطانہ آخر سلطانہ تھی۔ کوئی شریف مزدور تو تھا نہیں کہ جس طرح چاہیں اُس کا خون چوسیں اور جس قدر چاہیں اُسے بے عزت کر لیں مگر وہ اُن تک نہ کر سکے اور اگر شامت اعمال سے ذرا سناٹاٹھے تو اثر و رسوخ اور فعال و زور کی مدد سے فوراً

سنائے نہ ان فرشتہ سیرت نیک پاک اور مغز نہ رنگوں  
نے فردا فردا دس دس پانچ پانچ ہزار روپیہ کی منت مانی ہے  
یعنی بی سافغان کے حضور رو کر القاب میں لی ہیں کہ اسے حسن و  
عنائی کی وجہی اگر تو مقدس کے سلسلے میں ہمارا نام نہ لے  
تو ہم یہی عنایت کی قیمت تو کہاں ادا کر سکتے ہیں البتہ دس ہزار  
یا پانچ ہزار نقد ہے شاہی نصف جن کے پانچ ہزار یا اڑھائی  
ہزار جوتے ہیں بطور امانت ادا کر دیں گے اور ہمیشہ تیرے غلام  
ہو رہے ہیں گے ہمیں ان ہزاروں کی رعیت اور مزارعین سے  
ہمدردی ہے کہ ان کا کیا ہوا روپیوں پر یاد ہوا لیکن  
خود ان ہزاروں کو اپنے اطمینان قلب کے لئے یہ مصدعہ دل  
دس مرتبہ پٹھ لے لیا کافی ہو گا کہ کہہ  
مال حرام بود بجائے حرام رفت

ادھر ہمارے ہندوستانی رئیس تو ایکریس پرستی اور  
طوائف نوازی میں مصروف ہیں۔ ادھر یورپ کے بادشاہوں  
اور شہزادوں کو اپنی عورتوں سے شادی بچانے کی دھن سنائی  
ہوئی ہے جس سے شادی کرتے ہی ملکی قانون کی رو سے تمام ہی  
حقوق چھین جاتے ہیں اور بڑے سے بڑا بادشاہ اور شہزادہ  
ہماری مہماری طرح محض اور فقط مسٹر رہ جاتا ہے شہنشاہ  
ایڈورڈ ہشتم تو بادشاہ سے مسٹر بن کر ڈیوک بھی بن گئے اور  
اب شادی کر لینے کے بعد یہ معاملہ قطعاً پارہیز ہو جاتا گا مگر  
رومانیہ کے ولی عہد شہزادہ نکولس اس بساط پر ابھی تازہ  
وارد ہیں۔ آپ کسی کھائی کھلی مسماں کو دل دے بیٹھے او  
پیر چپکے سے شادی بھی کر لی لیکن یہ مختصر کہ کسی شاہی ٹالابی  
خاندان سے تعلق نہ رکھتی تھیں۔ اس سے شادی خانہ  
آبادی کا راز فاش ہوتے ہی ابامیان یعنی شاہ کیرول نے  
باوجود اس میدان کا کیک تازہ ہونے کے فریڈرک جہند کو وہ

ڈانٹ بتائی کہ میان شہزادہ کی تھوٹھی ٹنگ گئی۔ باپ کی  
منت سماجت کی کہ آخر آپ کا فرزند ہوں وہی کچھ کیا جو آپ  
کر چکے ہیں بھڑاس قدر عقاب کیوں؟ لیکن والد صاحب منطق  
کے قائل نہ کبھی تھے اور نہ اب ہوئے۔ اس نے حکم ہوا کہ یا تو  
اس اچھا چھکاتے قطع تعلق کر لو ورنہ ٹھنڈے ٹھنڈے کسی  
اور طرف سدھار دو۔ میرے گھر میں تمہارے لئے جگہ نہیں  
لیکن وہ جو کہاہے کہہ

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جا قتی  
کانہ بین راہ فلاں ابن فلاں چہیزے نیست  
شہزادہ کو بھی باپ کی منطق پسند آئی اس لئے ڈٹ گیا۔  
اور صاف کہہ دیا کہ اُس آفت جاں کے مقابل دنیا بھر کی  
بادشاہت بھی رکھ دو تو اُنکھ اٹھا کر نہ دیکھوں۔ اجی آپ  
ہیں کس خیال میں؟ بندہ آپ کا بیٹا ہے اور بیٹا بھی خلف المرثیہ  
اگر آپ ایک عورت کیلئے بادشاہی چھوڑ گئے تھے تو بندہ بھی  
وسیعہ ہی پر ایک چھوٹے دولوں لائیں مار سکتا ہے۔ یہ سن  
کہ باپ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ حبش تمام حقوق چھین لئے اور  
ادراک سہرا پر نہ کہ بیٹے کوئے سرے سے ہنی مومن منانے  
کے لئے رخصت کر دیا۔ سہرے کا مطلع عرض ہے کہ  
کیا بستی میں گہرا چڑھ کے ترے سر سہرا  
پہلے شہزادہ تھا اب رہ گیا مسٹر سہرا

شارد ایکٹ کے نافذ ہونے پر اصلاح پسندوں نے  
بڑی مسرت کا اظہار کیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ اب گتے  
گتہ کی شادیاں موقوف ہو جائیں گی اور لڑکے لڑکی کو  
ان کے ہوش سنبھالنے تک رشتہ ازدواج میں منسلک نہ  
کیا جاسکے گا۔ لیکن پُرانے گھاگ ان کے بھی اُستاد نکلے شارد  
ایکٹ تو صرف برطانوی ہند میں نافذ تھا اس لئے وہ نیچے

بچوں کو فرانسیسی ہند میں لے جا کر ان کی شادیاں کر دیا کرتے تھے خدا جانے اس قدر محنت اٹھانا وہ کیوں ضروری سمجھتے تھے غالباً اپنے مذہب کی حفاظت کرتے ہوں گے۔ کیونکہ ہندوستان میں جو یہودی کی جائے مذہب کے نام پر کی جاتی ہے۔ خواہ مذہب پیارے کو اس سے دور کا تعلق بھی نہ ہو۔ بہر حال وہ خواہ کچھ ہو لیکن ان ہندوؤں نے شاردہ ایکٹ کو ناکام بنانے کے لئے یہ عجیب غریب طریقہ نکال لیا تھا۔ مصلحین حیران تھے کہ اس نئی لغویت کا تذکرہ کیونکر کیا جائے۔ لیکن مقام مسرت ہے کہ فرانسیسی حکومت نے بھی شاردہ ایکٹ کی قسم کا ایک قانون بنا کر اس لعنت کا خاتمہ کر دیا۔ دیکھیں اب مذہب کے ٹھیکے دار کو نئی نئی ترکیب سے کام لیتے ہیں۔ غالباً بچوں کو تبت لے جایا کریں گے۔ لیکن ہمارے خیال میں بہتر ہو کہ ایک جہاز بننے بچوں کی شادیاں کرنے کے لئے بنوایا جائے۔ جب شاردہ ایکٹ سے بچنے کی ضرورت محسوس ہوئی بچوں کو جہاز میں بٹھایا اور دور سمندر میں لے گئے اگر موسم اچھا ہوا تو شادی ہو گئی اور طوفان اگیا تو سب کے سب وہیں خوشی خوشی ڈوب مرے۔ اس طرح ان کا کام بھی چلتا رہے گا اور رفتہ رفتہ مادر وطن کو ان کے وجود سے نجات بھی مل جائے گی۔

اٹلی کا ڈکٹیٹر موسولینی بھی کچھ عجیب دماغ لے کر پیدا ہوا ہے۔ اس پر آج کل اپنے ملک کی آبادی بڑھانے کی دھن سوار ہے ایک طرف تو یہ کہتا ہے کہ اٹلی کی آبادی بہت گنجان ہونے کے باعث اسے نوآبادیوں کی ضرورت ہے اور دوسری جانب بچے پیدا کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کے لئے نئے نئے ڈھنگ اختیار کر رہا ہے۔ تازہ چہرہ ہے کہ لوگوں کو شادیاں کرنے کے لئے حکومت کی طرف سے تحریض دیا جائے گا اور پھر

یہ کہ ان رقوم کی ادائیگی نقد نہیں ہوگی بلکہ نچے پیدا کرنے سے قرضہ خود بخود اتر جائے گا۔ ترکیب تو بڑی اچھی ہے لیکن اگر ہندوستان میں اس پر عمل کیا جائے تو حکومت کا خزانہ نچے پیدا کرنے والوں ہی کی نذر ہو جائے شاید کیا بات ہے کہ ہر ایک ڈکٹیٹر آبادی بڑھانے کی فکر میں ہے ادھر ہمارا ہندوستان ہے کہ ہر ایک گھر میں بن بلائے بچوں کی لام ڈور چلی آ رہی ہے امیروں کو شاید کچھ آرام مل جاتا ہو مگر غریبوں کا تو اس نعمت بے بہا کی فراوانی سے ناک میں دم آ گیا ہے۔ بھونوں مر رہے ہیں۔ فاقوں پر فاقہ پور ہا ہے۔ تن ڈھانکنے کو کپڑا نہیں مگر سپاٹوں میاٹوں کی یہ بہتات کہ ہر ایک گھر طویل بنا ہوا ہے۔ دن بھر کی کمائی فی کس ایک سنت زیادہ نہیں۔ سال بھر میں کچھ پس انداز کرنا تو کجا بہت سا روپیہ قرض چڑھ جاتا ہے۔ مگر بچوں کی رہبر گاری جیسا چھین چلی آ رہی ہے۔ کوئی ان ڈکٹیٹروں کو سمجھائے کہ کیوں خود بخود ملک بھرا ہو رہا ہے۔ جتنے بچے چاہیں ہم سے لے لو۔ بولو کتنے درکار ہیں۔ دو کر ڈر سالانہ بھیج دیا کریں؟ یا پھر ہماری سرکار سے نکلتی معاہدہ کر لو۔ تم ہمیں روپیہ پیسہ کلیں شینیں کھانا کپڑا وغیرہ بھیج دیا کرو اور ہم بچے بوڑھے جوان ہر قسم اور ہر ساخت کے بھیجنے کو تیار ہیں۔ سرحدی دغا ورڈے۔ سندھی بونے پنجابی ڈھکے۔ اہل زبان لتعلیق پوپے سجات خور بنگالی لال لال پگیا والے مرہٹے۔ افغانستانی خوجے۔ بیڑیاں پٹنے والے ماڑواری ناریل کاتیل کھاکر زعفران کی ڈکار لینے والے مدر اسی جن قسم کے چاہو اور جتنے چاہو مل سکتے ہیں۔ کاش ہمارے ہاں بچے نہ پیدا کرنے والوں کے لئے کچھ انعام مقرر ہو جائے تاکہ بھوکوں نے والوں کی تعداد کچھ تو گھٹنے لگے ہر مردم شمار پر یہ ملک کہ آبادی چار پانچ کروڑ تو نہ بڑھ جایا کرے۔ اللہ اللہ ایک وہ ملک میں جہاں بچوں کی اس قدر ضرورت محسوس ہو رہی

ہے اور ایک ہم ہیں کہ اگر برتھ کنٹرول کی شرارت کی گئی تو تباہی بالکل قریب نظر آتی ہے۔

منا ہے کہ مدراس کارپوریشن میں جب ”برتھ کنٹرول کلائٹک“ کے قیام کے لئے دو ہزار روپیہ طلب کیا گیا تو ایک ہنگامہ بپا ہو گیا۔ حسبِ عادت سارے مدراسی بیک وقت طرح طرح کی بولیاں بولنے لگے اور یہ تحریک نامنظور کر دی گئی۔ خدا کا شکر ہے کہ کارپوریشن کے کسی عہدار کو عقل کا دورہ پڑ گیا اور اُس نے برتھ کنٹرول کلائٹک کا نام ”مرکز بہبود مادران“ تجویز کر دیا۔ اور اس طرح یہ دھنڈا

کی رقم منظور ہو گئی۔ خدا جانے ان مدراسی مہاشوں کو برتھ کنٹرول کے نام سے اس قدر بچہ کیوں ہے۔ اسے باواغریب ہندوستان کو برتھ کنٹرول کی ضرورت ہے اس لئے انسانوں کی سی باتیں کرو۔ تم تو ناریل کا تیل کھا پی کر ننگے پاؤں بسر کر لیتے ہو۔ لیکن جن لوگوں کو کھانے پہننے اور انسانوں کی سی زندگی بسر کرنے کی عادت ہے۔ اُن پر رحم کرو۔ بچے بیشک خدا کی رحمت اور ایک نعمتِ عظمیٰ ہیں۔ لیکن اس حقیقت سے تمہارے سوا کون انکار کر سکتا ہے کہ نعمت کی افراط بھی مصیبت بن جایا کرتی ہے ؟

### پیشوا کا رسول نمبر:-

جناب سید عزیز حسن بھائی کی ادارت میں دہلی سے ”پیشوا“ کے نام سے ایک اصلاحی اور خالص اسلامی رسالہ شائع ہوتا ہے۔ جس کا رسول نمبر ہر سال نہایت شان سے شائع ہوتا ہے۔ زیرِ نظر رسول نمبر میں مسلم ادبا کے علاوہ ہندو اہلِ قلم حضرات کے معنائیں نظم و نثر بھی بکثرت شامل ہیں جن میں آنحضرت کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر قابلِ قدر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ہم بلا مبالغہ کہہ سکتے ہیں کہ رسالہ ”پیشوا“ اور پیشوا کا رسول نمبر ہندوستان بھر کے اسلامی سائل میں ایک خالص امتیازی درجہ رکھتا ہے سالانہ چندہ ایک روپیہ ہے۔ اور رسول نمبر کی قیمت صرف آٹھ آنے جو حیرت انگیز طور پر بہت قلیل ہے۔ مستقل خریداروں کو ایک روپیہ سالانہ چندہ میں رسول نمبر بھی ملتے ہے۔

ملنے کا پتہ:- پیغور رسالہ پیشوا۔ زیرِ جامع مسجد دہلی جناب نقشب علی کا افسانہ:-

بیسویں صدی کی گذشتہ اشاعت میں مقدس گہوارے کے عنوان

سے ایک بند پالیہ افسانہ غلطی سے جناب اختر انصاری لکھنے کے نام سے شائع ہو گیا ہے۔ حالانکہ یہ افسانہ جید آباد دکن کے مشہور اہلِ قلم جناب نقشب علی کی داعی کاوشوں کا نتیجہ ہے ہم اس غلطی کے لئے جناب نقشب علی سے معذرت خواہ ہیں۔ اُن کے تازہ گری نامہ معلوم ہوا ہے اور ہمیں اُن کی ذات سے توقع بھی ہے کہ وہ عنقریب بیسویں صدی پر نظرِ کرم فرمائیں گے اور ہمارے ناظرین بہت جلد اُن کے تخیل کے رنگین بلند انسانوں سے مستفید ہو گئے۔ افسوسناک موت:-

میں نے اس افسوسناک خبر کو نہایت رنج و الم کے ساتھ سنا کہ عزیزِ مخلص دوست جناب اکرم حسین حید صاحب آباد کی اہلیہ محترمہ اُنہیں داغِ مفارقت دے گئی ہیں۔ مرحوم ایک نیکدل اور خدا پرست خاتون تھیں۔ اس صدمہ میں مجھے اپنے عزیز بھائی ڈاکٹر حسین حید صاحب و رمان کے ننھے ننھے معصوم بچوں دلی ہمد دی ہے۔ میرا پاس الفاظ نہیں کہ اس صدمہ میں ڈاکٹر صاحب کی ڈھارس بندھا سکوں۔ خدا مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور لہما ننگ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ خوشتر گری



## غزل

از جناب ڈاکٹر ایم۔ ڈی تاثیر ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی پریل ایم اے اوکالج امرتسر  
انکھوں میں ہے حجاب تو شوخی نظر میں ہے  
مل تو گئی ہیں وہ نگرے شوق سے بھج جو  
دُھند لاسا نقش کھنچ گیا براق نور کا  
اے جلوہ سازِ مسندِ رفعت نشانِ حسن  
چتا نہیں نگاہ میں کوئی ہو تو کہ غییر  
خیرہ نگہ دوامِ تصور سے ہو گئی  
یک نور کا حجاب ہماری نظر میں ہے

تاثیر حسن و عشق میں بیگانگی نہیں  
جاد و مرے کلام میں اُن کی نظر میں ہے

(غیر مطبوعہ)

## غزل

از جناب بدیع الدین صاحب بدر

سے کس بہارِ ناز کے جلوے کا انتظار  
فر دوس کا سماں میرے دیوار و در میں ہے  
اب کسٹوٹیک رہے ہیں ابھی چشمِ یاس سے  
یہ کاروانِ شوق ابھی بہ بکدر میں ہے  
اب داستانِ گردشِ شام و سحر نہ چھوڑ  
عالمِ شب وصال کا میری نظر میں ہے  
درِ جگر دیا ہے تو عمرِ خضر بھی دے  
کیا لطفِ عشقِ زندگی مختصر میں ہے

حیف آرزوئے دید کی حصالِ نصیبیاں  
پہناں وہ جانِ شوقِ ہجومِ نصیر میں ہے

(غیر مطبوعہ)



== (از جناب ساعر نظامی) ==

|                                    |                              |
|------------------------------------|------------------------------|
| ترے نام پر نو جوانی لٹا دی         | جوانی نہیں، زندگانی لٹا دی   |
| یہاں عشرتِ زندگانی لٹا دی          | وہاں دولتِ جاودانی لٹا دی    |
| جوانی کے لٹنے کا غم ہو تو کیوں ہو؟ | جوانی تھی فانی، جوانی لٹا دی |
| خبر د کو یہ ضد تھی نہ لٹتی یہ دولت | اسی ضد پر ہم نے جوانی لٹا دی |
| وہ گلیاں ابھی تک حسین و جوان ہیں   | جہاں ہم نے اپنی جوانی لٹا دی |
| جنوں کی سخاوت پہ قرباں دو عالم     | محبت گنوا دی، جوانی لٹا دی   |
| جہاں کو تعلق؟ زملے کو مطلب؟        | لٹا دی جوانی، جوانی لٹا دی   |
| جوانی نے بڑھ کر محبت کو ٹوٹا       | محبت نے ہنس کر جوانی لٹا دی  |
| جولِ جلتے تو عمر رفتہ سے پوچھو     | یونہی لٹ گئی یا جوانی لٹا دی |

جو ساقی نے ہنس کر کبھی جامِ نچٹا  
تو ساعر نے اٹھ کر جوانی لٹا دی



میں جلوہ گر ہو کہ میری بد نصیبی پیدا اسنو بہار رہی ہیں۔ تمہارے سامنے سوسائٹی کے محافظوں اور سماج کے پاسپالوں کی پرائیویٹ زندگی کے وہ لہرہ خیز واقعات بیان کدوں گی جو تجذیبی سینکڑوں بے کس و مظلوم عورتوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آلام و مصائب کے بے کنارہ سمندر میں ڈبو دیتے ہیں۔

پیارے! ان باتوں سے رنجیدہ نہ ہونا۔ اس سنسار میں ہم سے بہت زیادہ دکھایا انسان موجود ہیں۔

میری شادی ہوئے ابھی دو ہی ماہ گزرے تھے، اسہانگی سہانی راتوں کا جین لہی پوسے طور بہار پسند آیا تھا۔ کہ میرے پی دیوتا اچانک حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے سُرگباز ہو گئے۔ موت یوں تو میرا ایک زندگی کے لئے لازمی ہے۔ لیکن بے وقت موت بہت ناگوار گذرتی ہے۔ خصوصاً ایسے وقت جبکہ ہم نے ابھی زندگی کے دروازے ہی میں قدم رکھا تھا۔ یہ ایشور کی مایہ ہے۔

ان کی موت نے نہ صرف میری زندگی کی روحانی لذتوں اور جسمانی راحتوں کو محج سے چھین لیا۔ بلکہ وہ دکھوں اور مصیبتوں کے پراثرین کہ میرے سر پر ٹوٹ پڑی۔ ابھی میں دل کھول کر رونے لپاٹی تھی۔ کہ میکے سے ماں کی موت کی چھٹی

ایک مدت کے بعد تمہیں خط لکھ رہی ہوں۔ میری اچھی شناسائی! شاید تم نے یہ سمجھا ہو گا کہ میں کسمرال کی مسرت بخش فضا میں کھو کہ تمہیں بھولی چکی ہوں۔ مگر نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا پیاری! تمہاری یاد ہر وقت میرے دل سے پٹی پڑتی ہے۔ تمہاری دلچپ صحبتوں کا تصور ہمیشہ میری روح کو بے چین رکھتا ہے۔ اس لمبی خاموشی کی وجہ وہ دردناک واقعات ہیں۔ جو اب تک میری رنجیدہ زندگی کے چاروں طرف منڈ لارہے ہیں۔

میں تمہارے سامنے ان مصیبتوں کا ذکر کر کے تمہیں بھی پریشان گنا نہیں چاہتی تھی۔ اور یہی سبب تھا کہ میں نے پورے صبر اور سکون سے انہیں برداشت کیا۔ اور اس انتشار میں رہی کہ دکھوں کا یہ ہولناک طوفان شاید کہیں ختم جائے۔ لیکن میں ایک دہم میں مبتلا تھی۔ اب میرے دل میں یہ تاب باقی نہیں رہی۔ کہ اپنا درد کسی محرم راز کے سامنے بھی بیان نہ کر دوں چنانچہ آج تمہیں اپنی داستان زندگی کا وہ خونیں باب سناؤں گی جس میں میری جوانی کی بے شمار انگلیں اور شباب کی روح پرور خوشیاں حسرتوں کے ماتمی لباس

آگئی۔ میرے پتا، میرے بچپن ہی میں پر لوک سدھار چکے تھے، لے دے کہ صرف ایک ہی سہارا تھا وہ بھی باقی نہ رہا۔  
ان افسوسناک افغان کے متعلق چند دن تک سوچا  
ہوتی رہی۔ لیکن اس کے بعد حملہ کی تمام عورتوں نے برملا کہنا  
شروع کر دیا۔

”یہ تو ڈان ہے ڈان! اس نے گھر میں آتے ہی اپنے  
پتی کو کھالیا ہائے بے چارے نے کس چاٹ سے بیاہ  
رچایا تھا۔ اُسے کیا معلوم تھا کہ یہ ہتھیلی پر  
اُسی کی جان کی لاکو لگے گی۔ اسے گھر سے نکال دینا  
چاہئے ورنہ اس کا منحوس وجود گھر بھر کو  
مصیبت میں ڈال دے گا!“

میری ساس بہ ان باتوں کا بہت اثر ہوا۔ اس کے علاوہ  
چھوٹے بڑے سب مجھ سے نفرت کرنے لگے۔ مجھے کیڑے کوڑوں  
سے بھی زیادہ ذلیل سمجھا جانے لگا۔ آخر ایک ماہ بعد مجھے گھر سے  
نکال دیا گیا۔

میرے لئے دنیا اندھیر ہو گئی۔ سو سائٹی کی پابندی کی  
وجہ سے کسی دوسری جگہ شادی کر لینا میرے لئے ممکن نہ  
تھا۔ اور دوسری کوئی جگہ ایسی نہ تھی۔ جہاں میں اپنی زندگی  
کی باقی دردناک گھڑیاں گزار سکوں۔ میرے پاس میری  
ماں کی دی ہوئی ایک سونے کی انگوٹھی تھی جسے بیچ کر میں نے  
ایک محلے میں کوٹھری کر لیہ پر لی اور کچھ ضروری سامان خرید  
کر رہنے لگی۔ محلہ میں پھر کر سینے پر ڈنے کا کچھ کام لے آتی اور  
اُس کی مزدوری سے گزارہ کرتی۔

وقت اسی طرح گزرنے لگا۔ میرے پڑوس میں ایک  
معزز بزرگ لالہ رام لال رہتے تھے۔ جو کسی سرکاری دفتر  
میں ملازم تھے۔ میں اُن کے گھر بھی اکٹھا کیا کرتی تھی۔ ایک  
دن میں حسب معمول اُن کے یہاں گئی۔ میرے کپڑے بالکل

چمے ہوئے تھے۔ لالہ جی کی بیوی نے میرے حالی زرار پر ترس  
کھا کہ مجھے ایک روپیہ دے کر کپڑے بنانے کی تاکید کی اور  
ساتھ ہی یہ بھی کہا: ”کھلا! تم دوھوا آئتم میں کیوں نہیں  
پلی جاتی۔ اچھا! میں آج بالوجی سے ذکر کروں گی کہ تمہیں اس  
مصیبت سے چھڑانے کے لئے آئتم میں بھیج دیں۔ وہ آئتم  
کے ممبر ہیں!“

مجھے اس بات سے خوشی ہوئی۔ میں نہیں جانتی تھی کہ  
آئتم کیا چیز ہے۔ میرے خیال میں وہ میرے ایسی غمزدہ  
عورتوں کے لئے ایک حفاظت خانہ تھا۔

دوسرے دن صبح میں اپنی قسمیں کو بیوند لگا رہی تھی۔  
کہ لالہ رام لال آئے اور مجھ سے کہنے لگے: ”کھلا! بیٹی کیا تم  
دوھوا آئتم میں رہنا پسند کرو گی۔ وہاں تمہاری زندگی اچھی  
حالت میں گذرے گی اور ہر قسم کی حفاظت اور نگہانی کا  
ذمہ دار آئتم ہو گا!“

میں نے احسانندانہ لہجے میں رضامندی کا اظہار کیا  
اور لالہ جی چلے گئے۔

تیسرے روز مجھے آئتم میں داخل کر دیا گیا جہاں مجھ  
ایسی بیویوں مظلوم بہنیں آئتم کے عالم پاسبانوں کی ہوس  
پرستیوں کا شکار ہو کر بے حیائی کے دن گزارنے پر مجبور  
تھیں۔ مجھے پر دھان کے روپے دے جایا گیا۔ پر دھان نے  
آئتم کی تعریف کرتے ہوئے مجھے اطمینان دلایا اور کہا:۔  
”کھلا۔ تم ہماری بہن ہو۔ ہم جہاں تمہاری ہر ایک تکلیف کو  
دور کرنے کی کوشش کریں گے۔ وہاں ہر قسم کی حفاظت بھی  
لی جائے گی۔ اب تمہیں گھبراہٹ نہیں چاہئے۔ تم ایک محفوظ مقام  
پر ہو۔ یہ آئتم اسی غرض سے کھولے گئے ہیں۔ کہ دوھوا  
اور مصیبت زدہ بہنوں کی خدمت کر کے انہیں برائیوں  
سے بچا کر اُن کی زندگی کو مفید اور کارآمد بنایا جائے۔ یہاں

بتہاری اور بھی بہنیں موجود ہیں۔ جن سے تمہارا دل بہل جائے گا۔ اب غم و فکر دور کرو۔

یہاں آئے ہوئے مجھے دو مہینے گزر گئے۔ میری وجہ سے دوسری کئی عورتیں بھی سینے پر دے اور کشیدہ کر رہی ہیں۔ کام سیکھ گئیں۔ اور کاروبار میں خاصی تبدیلی پیدا ہو گئی۔ اس عرصہ میں میں نے یہ اچھی طرح محسوس کیا۔ کہ آئندہ کا سیکرٹری جو ایک اُدھیڑ عمر کا خوش پوش انسان تھا۔ مجھے ہمیشہ نہایت گہری نظر سے دیکھتا۔ اُس کی نگاہوں میں مجھے ایک پُر فریب ہوس جھلکتی ہوئی دکھائی دیتی تھی۔ لیکن میں اُسے نظر انداز کرتی رہی۔

ایک دن شام کے وقت مجھے چپڑا سی نے آکر کہا۔ کہ سیکرٹری صاحب بلارہے ہیں۔ میں یہ خیال کر کے کہ شاید کوئی ضروری کام ہوگا۔ اُس کے ساتھ ہوئی۔ چپڑا سی مجھے دروازہ تک پہنچا کر واپس چلا گیا۔

سیکرٹری کے پُر تکلف کمرہ میں شراب کی مکروہ باس چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ اور ایک کاؤچ پر سیکرٹری اور اُس کا ایک نوجوان دوست بیٹھے تھے۔ میں پاس ادب اور بدگوئی وجہ سے دروازہ کے قریب ہی کھڑی تھی۔ کہ سیکرٹری نے مجھے پیٹھ پر لے کر کہا۔ میں اُن سے کچھ فاصلہ پر کی ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ اور ابھی پوری طرح بیٹھی بھی نہ تھی۔ کہ سیکرٹری اُٹھا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے کاؤچ کے قریب ایک گتے دار کرسی پر بیٹھنے کو کہا۔ اُس کی اس حرکت سے میں قدرے بدگمان ہوئی۔ لیکن دوسرے آدمی کی موجودگی نے میرا حوصلہ بندھا کر مجھے مطمئن کر دیا۔ میں شرابی ہوئی بیٹھ گئی۔ اور منہ پر دوپٹے کا آنچل ڈال لیا۔ سیکرٹری اور اُس کا دوست انھوں ہی آنکھوں میں میری نسبت کچھ اشارے کر رہے تھے جنہیں میں نے غبی اور نیم باز نگاہوں سے جانپ لیا۔

”فرمائیے! آپ نے اس وقت کیوں یاد فرمایا ہے؟“ میں نے جلدی واپس جانے کے ارادہ سے کہا۔

”اس وقت“ سیکرٹری نے گھورتی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا: ”اس وقت ایک نہایت ضروری کام ہے۔“

”بتائیے؟“ میں نے جلدی سے کہا۔

سیکرٹری نے اپنا ہاتھ میری گہرے دل میں ڈالتے ہوئے کہا: ”میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ پیاری کھلا! کیا میری آرزو پوری نہیں کرے گی؟“

میں دنگ رہ گئی۔ اہ۔ اُس کا ہاتھ پر سے جھٹکتے ہوئے کہا: ”ہوش میں آئیے! سیکرٹری صاحب۔ شاید آپ نشہ میں ہیں۔ میں کسی سے محبت کرنے کے لئے آئندہ میں نہیں آئی۔ بلکہ ایک پناہ کی جگہ سمجھ کر یہاں داخل ہوئی ہوں۔ کیا آئندہ اسی مطلب کے لئے قائم کئے گئے ہیں؟“

میرا جیم کانپ رہا تھا۔ میں کھڑی ہو گئی۔ اور وہاں سے دوڑ جانا چاہتی تھی۔ کہ سیکرٹری نے اپنے دوسرے دوست کو اشارہ کیا۔ اور دونوں آدمیوں نے میرا ایک بازو پکڑ لیا۔

”اب تم میرے ارمانوں کو ٹھکرا کر نہیں جاسکو گی!“ میری جان: ”سیکرٹری نے نشے کی ترنگ میں کہا اور میرے لبوں پر لب رکھ کر چومنا شروع کر دیا۔ میں بھاگنے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن بے سود۔ دونوں آدمی مجھے کیچ کر ساتھ والے کمرہ میں لے جانا چاہتے تھے۔ میں خوف زدہ ہو گئی۔ اور زور زور سے شور مچانا شروع کر دیا۔ ”بدعاشو! خوشخوار درندہ! کیا تم نے بھولی بھالی عورتوں کو دام فریب میں پھنسا کر اُن کی آبروریزی کرنے کے لئے آئندہ کھول رکھے ہیں۔ ایشور سے ڈرو۔ اُس کے سامنے

کیا جواب دو گئے کیا بیکس و بیوہ عورتوں پر جو اپنی حفاظت کیلئے تمہارے دامن میں پناہ لیتی ہیں۔ غلام کرتے ہوئے تمہیں شرم اور ذلت نہیں محسوس ہوتی؟ کیئے گتو! میں یہیں تک کہنے پاٹی تھی کہ سیکرٹری کے دوست نے میرے منہ پر ہاتھ رکھ کر زور سے دیا۔ میری چیخ نکل گئی۔ اور میں بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑی۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو اپنے بستر پر پر پڑے ہوئے پایا۔ اور میری ایک ہسی میرا سر دبا رہی تھی۔ اُس نے مجھے بتایا کہ میرا شور سن کر آٹھ مہرے دو تین

ملازم جو ادھر ادھر کام کرتے پھر رہے تھے۔ دوڑتے ہوئے سکرٹری کے کمرہ کی طرف گئے۔ اتفاق سے دروازہ کھلا تھا۔ ملازم اندر داخل ہوئے تو میں بے ہوش پڑی تھی۔ ملازموں کو سکرٹری نے بتایا کہ کھلا کو ایک ضروری کام کے لئے بلایا تھا۔ لیکن یہاں آکر معلوم نہیں کیا ہوا۔ وہ بے ہوش ہو گئی۔ اسے کوئی شدید قسم کی بیماری معلوم ہوتی ہے۔ اپنی ہسپتال کی زبانی واقعات کو اس طرح سن کر مجھے رونا آ گیا۔

راجکمار بی۔ اے

## افسانہ دل

انجیل پطرت بال کنر صبا عرش ملیانی بی۔ اے

تیری تصویر سے روشن ہے سیہ خانہ دل  
کیوں نہ ہو داد طلب بہمت مردانہ دل  
ایک عبرت کا مرقع ہے الم خانہ دل  
ایک کافر کے لئے وقف ہے کاشانہ دل  
اسے کہ تجھ کو ہے کسی اور کے جلوے کی تلاش  
اب میں سمجھا کہ ہے شائد یہ محبت کا کمال  
بادۂ عیش سے محروم نہ جاؤں ساقی!  
اللہ اللہ یہ شباب اور یہ ضبط کامل  
کیا عجب ہے یہ ہوں تجھ کو عالم اس سے  
آپ جلتا ہے تو دنیا کو جلا دیتا ہے  
تیری رحمت کے ترے ابر کرم کے صدقے  
اُس تنہا پہ بھی طاری ہے خمارِ حسرت  
تیری مگر زلیں حالت ہے یہ دل والوں کی  
عرش ہل جائے اگر آج تو کیا مشکل ہے  
دل سے لکھا ہے مرا نعرہ مستانہ دل

تیری تصویر سے ہے رونق کاشانہ دل  
ماں حسن جہاں سوز ہے پروانہ دل  
حسرت و یاس کا افسانہ ہے افسانہ دل  
کعبہ دل نہ کہو یہ ہے صنم خانہ دل  
تو نے دیکھا ہی نہیں جلوہ جانا نہ دل  
لوگ سنتے ہیں بڑے شوق سے افسانہ دل  
لے کے آیا ہوں میں ٹوٹا ہوا پیمانہ دل  
آفریں باد بریں بہمت مردانہ دل  
اٹھ کے دنیا کو مٹا نعرہ مستانہ دل  
شعلہ برق جہاں سوز ہے پروانہ دل  
رشتک صد رونق گلزار ہے ویرانہ دل  
جواز دل سے رہی لذت کس ہیمانہ دل  
جس کو دیکھو نظر آتا ہے بیگانہ دل  
دل سے لکھا ہے مرا نعرہ مستانہ دل



## ملک کے مایہ ناز مزاحیہ نگار حاجی لتی تلی کے قلم سے

ججاً۔ ڈڈار لکھنا چاہئے۔ باب ۱، ج ۱، اُس وقت تک ہم انگریزی حروف ہی سے کام لیں گے۔

اُس کہیں گے کہ ہم نام تجویز کرنے میں انگریزی ابجد کے پہلے حرف کو کیوں قلم انداز نہ گئے؟ اور پہلے طالب علم کا نام مسٹر لے کیوں نہ تجویز کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ہم ایسا کرتے تو ہمیں اصلی 'مسٹر لے' کی عدالتی چارہ جوئی سے کون بچائے گا جو آج کل ایک ریاست کے حکمران ہیں۔ اور جن کی پوری محبوبہ (سابق) آج کل اس لئے خودکشی کا ارادہ ظاہر کر چکی ہے کہ وہ ابھی تک مسٹر لے کی محبوبہ کے نام سے لپکاری جاتی ہے خیران قصوں کو چھوڑ دیے۔ اور مسٹر بی۔ مسٹر سی اور مسٹر ڈی کی داستان سنئے۔ ان کے ہاں جسمی سے ایک پنجابی مولوی صاحب یہاں آئے جو برلن میں تعلیم حاصل کر رہے تھے اور موسم سرما کی چھٹیوں کے باعث لندن کی سیر کرنے آئے تھے۔

مولوی صاحب بڑے متقی و پرہیزگار تھے۔ پانچ وقت نماز پڑھتے تھے اور صبح کی نماز کے بعد وظیفہ بھی کہتے تھے باتوں باتوں میں انہوں نے اپنے میزبانوں سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ مجھے یورپ میں آئے تین سال گزر گئے ہیں۔ لیکن خدا کا فضل ہے کہ کسی قسم کی معصیت سے میرا دامن آلودہ نہیں ہوا۔

پنجابی زبان کی ایک ضرب المثل ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ یہاں بد اطوار ہیں۔ وہ لاہور جا کر بھی بد اطوار رہتے ہیں۔ اب جو جو ہمارے علمی اور فنی ترقیوں کا میدان روز بروز وسیع ہو رہا ہے۔ کہاوتوں کا میدان بھی لاہور کی آبادی کی طرح وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ اور اس وسعت کے باعث اب یوں کہا جائے گا۔ کہ جو لوگ لاہور میں بد اطوار ہیں۔ وہ لندن جا کر بھی بد اطوار ہی رہتے ہیں۔

کچھ عرصہ کا ذکر ہے کہ لندن کے ایک محلہ میں لاہور کے تین بد اطوار ملہ رہتے تھے۔ یوں تو یہ اپنے اپنے کالج میں بڑے لائق فائق اور دانایان تھے اور کچھ سکھتے بد اطوار بھی نہ تھے۔ لیکن ہم انہیں بد اطوار اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اپنے مکان میں کبھی کبھی 'مزاحیہ' کا بدلنے کے لئے 'کئی قسم کی بد اطواریاں' کر لیا کرتے تھے۔

یہ تینوں بد اطوار آج کل پنجاب کے اندر بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں۔ اس لئے ہم ان کے اصلی نام نہیں لکھ سکتے کیونکہ مبادا ہم پر 'ازالہ حیثیت بد اطواری' کا دعویٰ دائر نہ کر دیں۔ بہر حال کام چلانے کے لئے ہم انہیں یہاں مسٹر بی۔ مسٹر سی۔ اور مسٹر ڈی کے ناموں سے یاد فرمائیں گے۔ اور جب تک 'مبارتیا مہرتیا پرشد' اور 'انجن ترقی اردو' باہمی قلم چارج کے بعد یہ فیصلہ نہ کر لیں کہ ہمیں بتا۔

حالت میں آدمکین اور ایک گول میز کے گرد آگے بیٹھ گئیں جس پر شہسپین کی بوتل اور گلاس دھڑے تھے۔ تینوں بدلتوار بھی بیٹھ گئے اور گراموفون کی موسیقی کے ساتھ دور چلنے لگا۔ مولوی صاحب ذرا فاصلے پر ایک چھوٹی میز کے پاس بیٹھ کر چائے نوشی میں مشغول ہو گئے۔

جب آہستہ آہستہ عیش پرستوں کو سرور آنے لگا۔ تو وہ اٹھ اٹھ کر گراموفون کی لے کے ساتھ ناچنے لگے جتنی کہ حضور عرصہ کے بعد سب کے سب رقص میں مشغول ہو گئے اور مولوی صاحب پیچھے پیچھے بیٹھے بیٹھے ذرا بلند آواز کے ساتھ ”الحول ولا قوۃ الا باللہ“ کا ورد کرنے لگے۔ قریباً ایک گھنٹے کے بعد جب یہ لوگ ٹھک کر ذرا سستانے اور دور ساغر سے ذرا تازہ دم ہونے کے لئے کہ سیوں پر بیٹھ گئے تو انہوں نے دیکھا کہ مولوی صاحب اُونگھ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر بدلتواروں میں باہم کچھ اشارے ہوئے اور سسٹری نے مولوی صاحب کے قریب جا کر اور ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا: ”حضرت! آگے نیند کا غلبہ ہے تو اٹھیے اور اپنے کمرے میں جا کر استراحت فرمائیے“ مولوی صاحب نے یہ سن کر خدا کا شکر ادا کیا اور اٹھ کر اپنے کمرے کی راہ لی۔

مولوی صاحب کے جانے کے بعد یہ محفل رقص و شراب ایک گھنٹہ تک منعقد رہی۔ اس کے بعد ہر بدلتوار اپنی اپنی منظور نظر کو آغوش میں لئے اپنے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اور پوچھی لڑکی نے مولوی صاحب کے کمرے کے پاس جا کر دروازہ کھٹکھٹایا۔

مولوی صاحب گہری نیند سوچکے تھے۔ اس لئے لڑکی کے کئی دفعہ دستک دینے کے بعد انہیں ہوش آیا اور انہوں نے پوچھا: ”کون ہے؟“ لڑکی نے جواب دیا: ”میں ہوں کچھراش

بدلتوار پارٹی“ اپنے مہمان کی دینداری کو پچھلے ہی شرارت کی نظروں سے دیکھتی تھی۔ تین سال تک پاک و صاف رہنے کی بات سن کر ان کے سر پر اور بھی شیطانی ہوا رہ گئی۔ اور انہوں نے ایک خفیہ سازش کر کے فیصلہ کیا کہ مولوی صاحب کے زہد کو توڑ کر داخل حسنات ہونا چاہئے چنانچہ انتظامات مکمل کر لئے گئے۔ اور مولوی صاحب سے عفو طلبی کے بعد ایک رات جشن بدلتواری منعقد کیا گیا۔ مولوی صاحب نے کہا تھا: ”بھئی نہ میں آپ کی قبریں جا سکتا ہوں نہ آپ میری قبریں سما سکتے ہیں۔ ہر شخص کی قیمت اپنی اپنی ہے جو کہے گا سو بھرے گا۔ میری تو صرف نصیحت ہے کہ پردیس میں رہ کر اپنی حقیقت کو نہیں بھولنا چاہئے۔ اور تمہارے کاموں سے پرہیز کرنا لازمی ہے۔ لیکن آگے آپ لوگ گناہ ہی میں لذت محسوس کرتے ہیں۔ تو اس میں میرا کیا جاتا ہے۔ مزے کرو“

بدلتوار پارٹی نے یہ کہا تھا کہ مولوی صاحب اس میں گناہ کی کوئی بات نہیں۔ صرف اتنی بات ہے کہ تین چار اگر یہ لڑکیوں کو مدعو کیا جائے گا۔ گراموفون بے گار رقص ہوگا اور دو تین گھنٹے کی تفریح کے بعد لڑکیاں اپنے گھروں کو چلی جائیں گی۔ اور ہم اپنے اپنے کمروں میں سو جائیں گے۔ بری بات تو اسی صورت میں ہے کہ ہم کسی گناہ کبیرہ کے مرتکب ہونا چاہتے ہوں اور آگے جنس لطیف کو اپنے پاس بیٹھے دینا گناہ کبیرہ نہیں تو پھر کیا حرج ہے؟ اور آگے آپ بھی ہماری محفل میں تشریف رکھیں تو کیا نقصان ہے؟

بدلتواروں نے چکنی چپڑی باتوں سے مولوی صاحب کو اس بات پر رضامند کر لیا تھا کہ وہ ان کی محفل میں بیٹھے رہیں خواہ ان کے پروگرام کے کسی حصہ میں شرکت نہ کریں چنانچہ وقت مقررہ پر چار حسین و نامک اندام لڑکیاں نیم عریا



مولوی صاحب خدا کے لئے دروازہ کھولے۔ اور دیکھئے کہ ظالموں نے مجھ پر کیا ستم ڈھایا ہے؟  
مولوی صاحب گرج کہ بولے: ”کون کیتھرائٹ؟“  
میں ہمیں نہیں جانتا۔ چلی جاؤ دروازہ نہیں کھل سکتا۔  
کیتھرائٹ بڑے پتہ لجاجت لہجہ میں بولی: ”مولوی صاحب میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتی ہوں۔ ذرا میری حالت دیکھئے صرف ایک لمحہ کے لئے دروازہ کھولئے۔“

مولوی صاحب خدا کا واسطہ سن کر ذرا نرم ہو گئے اور انہوں نے اٹھ کبھی روشن کی اور پھر دروازہ کھولا۔ کیتھرائٹ معاندانہ راتل ہوئی اور رو کر کہنے لگی: ”ظالموں نے میرے ساتھ لڑائی کر کے مجھے نکال دیا ہے اور خود اپنی اپنی محبوبہ کو لے کر گروں میں گھس گئے ہیں۔ اب اگر میں باہر جاؤں گی تو پولیس والے مجھے گرفتار کر لیں گے۔ خدا کے لئے مجھے اجازت دیجئے۔ کہ میں آپ کے کمرے میں اس کمرسی پر بیٹھ کر رات گزار لوں۔“  
مولوی صاحب کو اس کی حالت پر رحم آ گیا اور انہوں نے اجازت دے کر دروازہ بند کر لیا اور بتی بجھا دی۔ لیکن پندرہ بیس منٹ کے بعد لڑکی نے پھر مولوی صاحب کو مخاطب کیا۔ اور کہا: ”میں سردی کے مارے کانپ رہی ہوں برائے خدا مجھے اپنا اوور کوٹ دیجئے۔ تاکہ پہن لوں۔“ مولوی صاحب نے کوٹ بھی دے دیا۔ اور پھر سو گئے۔

آدھ گھنٹہ کے بعد لڑکی نے مولوی صاحب کو پھر بیدار کیا۔ انہوں نے دیکھا کہ کبھی جل رہی ہے اور لڑکی ان کے پاس کھڑی تھوڑا کانپ رہی ہے۔ لڑکی نے لگنت آمیز لہجہ میں کہا: ”مولوی صاحب میں جانتی ہوں کہ آپ مذہبی آدمی ہیں۔ اور مسلمان ہیں۔ میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ مسلمان بہت رحمیل ہوتے ہیں اور کسی حد تک آج اس کا تجربہ بھی ہو گیا ہے۔ لیکن اگر آپ یہ نہیں پسند کرتے کہ ایک بیکسٹ مظلوم

لڑکی آپ کے کمرے میں سردی کے مارے مر جائے تو....“  
یہ کہہ کر لڑکی دھڑام سے فرش پر گر گئی اور مولوی صاحب اُچھل کر نیچے آ رہے۔ انہوں نے لڑکی پر جبکہ کہ اُسے دیکھنا بھلانا شروع کیا۔ نفس چل رہا تھا۔ دل کی حرکت جاری تھی۔ بغض بھی ٹھکانے نہ تھی۔ لیکن تمام جسم بچ ہو رہا تھا۔  
مولوی صاحب نے ہوش لڑکی کو بازوؤں پر اٹھا کر چارپائی پر لٹا دیا۔ اور اُس کا جسم لحاف سے اچھی طرح ڈھانپ دیا۔

لڑکی بے حس و حرکت پڑی تھی اور مولوی صاحب اُس کے پاس بیٹھے دماغ رتبلا پڑھ رہے تھے۔ آخر پندرہ منٹ کے بعد لڑکی نے آنکھیں کھولیں اور اپنے محسن کا شکریہ ادا کر کے کہا: ”سردی بہت زیادہ ہے۔ آپ کب تک اس طرح بیٹھے رہیں گے؟ لیٹ جاتیے۔ تھوڑی سی رات باقی ہے اسے تکلیف ہی میں گزار لیجئے۔“

مولوی صاحب جی کڑا کر کہ لہاف میں گھس گئے اور لڑکی کی طرف سے منہ موٹے کر لیٹ گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد مولوی صاحب نے محسوس کیا کہ لڑکی کے نرم نرم اور گرم گرم ہاتھ اُن کے جسم پر آوازہ گزری کر رہے ہیں۔ مولوی صاحب کے زہد و آقا کا موم اس آگ کی تاب نہ لاسکا اور آہستہ آہستہ پگھلنے لگا۔

مولوی صاحب نے دل میں لائحہ عمل لافوقہ الاہلہ کا ور دکرنا شروع کر دیا۔ لیکن آج شیطان بھی دعا پر وف ہو کر آیا تھا اس لئے دعا کا کچھ اثر نہ ہو سکا اور تھوڑی ہی دیر میں اُس نے فتح پالی۔

صبح ہوتے ہی مولوی صاحب نے لڑکی کو کمرے سے باہر نکالا اور خود غسل کر کے نماز میں مشغول ہو گئے۔ نماز کے بعد آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے (بقیہ دیکھیں صفحہ ۱۷ کے نیچے)



### از جناب باصرا ڈیر پیمنا

خوب صورت، دوشیزہ کا اٹھان اُسے اور بھی خوب ہو بنا دیتا ہے۔

شادی کے بعد چار سال یونہی گزر گئے ڈاکٹر کی روش میں نہ صرف کوئی تبدیلی نہ ہوئی بلکہ وہ پہلے سے زیادہ اپنے کاروبار میں مصروف رہنے لگا۔ اور سوشل محسوس کرنے لگی کہ اُس کی جوانی ————— کے تمام شیریں خواب ————— آہستہ منتشر ہو جائیں گے۔ اُس کی جوانی محبت کی عدم موجودگی میں برباد ہو رہی تھی۔ شادی سے پہلے اُس نے محبت کے خواب دیکھے تھے۔ وہ شرمندہ تعبیر نہ ہوئے۔ وہ بار بار سوچتی کیا محبت محض سُر اب ہے۔ کیا اس چشمہ سے سیراب ہونا میرے مقدر میں نہیں! اُس کا وقت تنہائی میں گزرتا تھا، کبھی کبھی وہ کسی باغ یا سیما میں تفریح کی غرض سے تھوڑی دیر کے لئے چلی جاتی تھی۔ لیکن اس تفریح کے بعد اُس کے دل

دلی کے مشہور ڈاکٹر ابناش چندر نے جن پر اسرارِ حالات میں خودکشی کی، وہ بے حد دردناک تھے۔

سوشل کو ڈاکٹر ابناش چندر کے مرجانے کے بعد اُس کی محبت اور مہربانیوں کے قدر معلوم ہوئی۔ بد نصیب بیوہ اپنے مہربان اور فداکار شوہر کی یادیں خون کے آنسو رونے کے لئے اکیلی رہ گئی۔ اسی سوگوار کی عالم میں اُس کو اپنی ازدواجی زندگی کا ایک واقعہ رہ رہ کر یاد آنے لگا، جو آج سے کئی برس پہلے رونما ہوا تھا۔

ڈاکٹر ابناش چندر ایک کامیاب سرجن تھا۔ عوام اُس کی پرستش کرتے تھے۔ لیکن حصولِ شہرت کی اس جدوجہد میں ڈاکٹر سے ایک غلطی ہو گئی۔ وہ کثرتِ کار اور نئے نئے تجربوں کے عہد میں اپنی نئی نیوی بیوی کو بھول گیا۔ سوشل خوب صورت تھی اور جوان بھی۔ شادی کے وقت اُس کی عمر سولہ برس کے لگ بھگ تھی، اور پھر سولہ سال کی

عین اُس وقت کہہ کے دروازے سے قہقہوں کی آواز بلند ہوئی۔ مولوی صاحب گڑن موڑ کہہ دیکھا تو تینوں اٹھ اڑے چاروں لڑکیاں کھڑی ان پر ہنس رہی تھیں۔ مولوی صاحب اُسی وقت رختِ مسلمان باندھ کر بہ کون ڈانٹے ہوئے

بقیہ صفحہ ۱۷ :- اور گرڈاکر بلند آواز میں کہنے لگے۔ ”اے خدائے غفور الرحیم۔ تجھے معاف کر۔ شیطان نے مجھے گمراہ کر دیا۔ میں نادان ہوں میرے حال پر رحم فرما۔ اے اللہ تجھے معاف کر دے“

میں مستقبل کی اُداسی اور تنہائی کا خیال چٹکیاں لے لے کر اُسے روٹنے پر مجبور کر دیتا تھا۔

مفقوت گذر جاتے تھے اور سوشیلا کو اپنے خاوند کی ہم آغوشی ——— نصیب نہ ہوتی تھی۔ وہ جوان تھی شباب کے ایک طوفان سے گذر رہی تھی۔ مگر اُس طوفان کے لئے تسکین ——— کا سامان نہ ملتا تھا۔ ڈاکٹر اناش چندر اور سوشیلا کی غروں میں فرق تھا ان کے جذبات واحسات میں تفاد تھ۔ دونوں کی دنیا الگ تھی ایسی حالت میں سوشیلا کے لئے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ دم گھٹ کر رہ جائے اور اپنی جوانی کو یونہی بہا دھونے دے اور یا وہ اپنی تسکین ——— کا سامان ڈھونڈ لے۔ اپنے زخم کا ہر ہم تلاش کر لے۔ یہ جذبہ بلاشبہ شرمناک اور بدمعاش کا باعث تھا۔ اس کا انجام لازمی طور پر خطرناک ہوتا تھا۔ لیکن اندھی جوانی انجام پر کیسے نظر ڈال سکتی تھی !!

(۲)

ڈاکٹر اناش چندر کے پڑوس میں مسٹر ساہنی بچ عدالت حالیہ کا خاندان رہتا تھا جس کے ساتھ ڈاکٹر کے دوستانہ تعلقات تھے کبھی کبھی دل بہلانے کے لئے سوشیلا بھی اُن کے ہاں چلی جاتی تھی۔ ایک دن ساہنی صاحب کے بھتیجے اقبال بہادر کی آمد پر سوشیلا کو چائے پر بلایا گیا۔ اقبال بہادر نوجوان، خوبصورت، سیر و شکار کا شوقین اور چرب زبان تھا۔ سوشیلا نے اُس سے تھوڑی دیر باتیں کیں، تو اقبال بہادر اُس کا دم بھرنے لگا۔ شروع میں اقبال بہادر ادب آداب کا پابند رہا۔ آخر میں بے لکھی تک فوٹ آگئی۔ لیکن اس ملاقات کے بعد ابھی دوسرا سورج طلوع نہیں ہوا تھا کہ اس بے لکھی نے ایسی صورت اختیار کر لی جو سوشیلا کے خواب کی تعبیر تھی۔ وہ نہ صرف خود بخود اپنی اس

کی طرف کبھی جا رہی تھی۔ بلکہ وہ محسوس کر رہی تھی کہ اقبال بہادر اُس کی اُمیدوں ——— کا مرکز ہے۔ وہی اس کے جوان جذبات کی آتش فروزاں ——— کو محبت کے چھینٹوں ——— سے سرد کر سکتا ہے۔

اُسی رات وہ دونوں ایک ایسی بہشت کی سیر کر رہے تھے جہاں عیش و مسرت کی حکومت ہے۔ دونوں جوان تھے ——— جذبات کے طوفان میں ——— کسی کو بھی معلوم نہ ہوا کہ رات کب ختم ہوئی، ابھی کچھ تاریکی تھی کہ اقبال، سوشیلا کی خواگاہ سے دبے پاؤں باہر نکلا اور دوپہر کو گھٹنے کے لئے کہہ کر اپنے مکان پر چلا گیا۔

سوشیلا خوش تھی، اتنی خوش کہ شادی کے دن بھی اُسے اتنی مسرت حاصل نہ ہوئی تھی۔ ایک ہی رات میں اُس کی زندگی میں انقلاب آ گیا تھا۔ اور وہ محسوس کر رہی تھی کہ اس کا حسن اور جوانی ——— اقبال اور صرف اقبال ہی کے لئے مخصوص ہے۔ سوشیلا اپنے لبت پر یہی پڑی ہوئی دوپہر کا انتظار کرنے لگی۔

(۳)

انجام سے بے خبر حالات سے بے پروا، دنیا کی تیکھی نظروں کا خیال نہ کرتے ہوئے، اقبال بہادر اور سوشیلا، دونوں داد و عیش دے رہے تھے، وہ دونوں موٹر پر سوار ہو کر ایسی جگہ چلے جاتے تھے جہاں کسی کے غلے ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تھا۔ جہاں فضا کی آزادی میں، دو جوان دل، شباب کے جذبات سے مسحور بن، ایک دوسرے کی تسکین کا باعث بن جاتے۔ وقت خاطر پرائ کی طرح اڑ جاتا اور جب شام کی تاریکی پھیلے لگتی، تو دونوں ایک سرد آہ کے ساتھ جلتے اور پھر رات کو سینا کے بہانے کسی ہوٹل کے کمرے میں وقت بسر کرتا، جذبات کی آتش کو ٹھنڈا کرنے کا سامان کیا

جاتا، اور جب کبھی جوانی کا طوفان — بہت تیز ہوتا،  
تو سوشیلہ کی خواب گاہ موجود تھی۔ وسیع  
مکان کے کئی کمرے حاضر تھے۔

اقبال بہادر محبت تھا۔ اس نوخیز کلی سے جتنی بھی  
خوشبو اڑا سکوں، اُس کی اور سوشیلہ مختصر تنہائیوں میں  
سوچتی تھی، جوانی کی شہاس سے جتنا بھی لطف اٹھا سکوں،  
غیمت ہے!

پندرہ دن ایک ایسے خوش و خوش کے عالم میں گزر گئے،  
جس کو سر دکر نے کے لئے، اقبال اور سوشیلہ نے بہت  
کوشش کی مگر یہ لمحہ تسکین کے بعد یہ طوفان بڑھتا ہی جاتا تھا  
جوش کی زیادتی کم ہونے میں نہ آتی تھی!

اور اس برس میں ایک دیک کی انگلیاں دونوں پر اٹھنے  
لگیں۔ اُن بوٹوں کے ملازم جہاں دونوں کے لمحات تنہائیوں  
میں بسر ہوئے تھے، پیرائے انہیں کے ساتھ دونوں کا استقبال  
کرنے لگے۔ اقبال بہادر کے رشتہ دار بھی انہیں مشتبہ نگاہوں  
سے دیکھنے لگے۔ لیکن صرف ڈاکٹر آبناش چندر کی ذات ہی  
ایک ایسی تھی، جس کو بغاوت پر ان ملاقاتوں کا کوئی علم نہ تھا، اسے  
اپنے کام ہی سے فرصت نہ ملتی تھی۔ پھر وہ سوشیلہ کے اس  
نئے کھیل سے کس طرح آگاہ ہو سکتا — ہشام کو  
جب تک کہ گھر پہنچتا تھا۔ تو اُس کے لئے صرف یہی کام  
باقی رہ جاتا تھا کہ وہ دو چار لقمے نہ بار کرے۔ سوشیلہ آگے  
سینڈیا سیر سے واپس آگئی ہو، تو اُس سے دو چار سرسری باتیں  
کمرے، اور پھر اپنی خواب گاہ میں گھس کر ایسا سوئے کہ صبح سے پہلے  
شور قیامت بھی بیدار نہ کر سکے۔ یہ وہ حالات تھے، جنہوں نے  
سوشیلہ کو اتنا آراؤ کر دیا تھا، کہ اکثر اہل اقبال بہادر اسی  
کی خواب گاہ میں بسر کرتا تھا۔

وہ سمجھتے تھے، ڈاکٹر احسن اور اندھا ہے!

اور ڈاکٹر..... ۹

(۴)

ایک غیر آباد سڑک پر جو جنگل کے درمیان میں سے ہو کر  
گذرتی تھی، اقبال بہادر کا موٹر جا رہا تھا۔ وہ خود موٹر چلا رہا  
تھا۔ اور سوشیلہ اُس کے پہلو سے لگی بیٹھی تھی، ہر سات کاموسم،  
فضا خوشگوار، محبوب پہلو میں اور تنہائی! اقبال بہادر گنگنائے  
لگا!

سندرنا ری، پریم پیاری۔ پیاری چھب دکھلائے  
پیاری چھب دکھلائے

نیناں ریلے بانگے کیٹھے ٹھٹھی نین لڑائے  
سندرنا ری نین لڑائے

اک تو بہرا لگن جلائے دوجے لگی جلائے  
موہ بھرا من پھول کنول کا، دھوپ لگے مکھلائے  
ہاں ہاں دھوپ لگے مکھلائے

سندرنا ری پیاری پیاری، بانگی چھب دکھلائے  
سادون رت اور شباب، اقبال کی خوش ٹھوٹی اور  
ماحول کی سحر آفرینی نے سوشیلہ کو بے بس کر دیا۔ وہ ندرت  
کے ساتھ اقبال سے لپٹ گئی اور ایک خاص انداز میں اشارہ  
کیا جس کے معنی یہ تھے کہ اب ضبط کی تاب نہیں —

موٹر سڑک سے ایک طرف ہو کر درختوں کی آڑ میں  
رُکی۔ جب بے ہوش ہو، ساقی ہو، بے ہوش ہو اور جام ہو، تو اُس وقت  
گناہ بھر گناہ معلوم نہیں ہوتا۔ ایسی محبت اور جوانی کا کھیل  
اپنے انتہائی عروج پر تھا کہ سوشیلہ دور

ایک موٹر کی آواز سے چونک اٹھی اور کچھ سنبھل کر میٹرو گئی  
اور اپنے جذبات سے دھڑکتے ہوئے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے  
کہا: — ہمارا آقا ب کیا جا رہا ہے، چلو، موٹر کو تیز چلاؤ!  
جوش اور فکر کے عالم میں آگے نکل جانے کے خیال سے

گئی۔ لیکن کمرے اوپر کا حصہ بے حد کمزور ہو گیا۔ اب وہ اچھی طرح باتیں بھی نہ کر سکتا تھا۔ اُس کی تمام خوبیاں زائل ہو گئی تھیں۔ سوشیلا اُسے اس حالت میں دیکھنے کی تاب نہ لا سکی اور وہ خود بھی اُسے نہ پہچان سکا۔ آخر کار اُسے مستقل طور پر نرسنگ ہوم میں بھیج دیا گیا۔

(۵)

سوشیلا اب اپنے محبوب کی جگہ ڈاکٹر ایشا چند سے محبت کرنے لگی۔ اقبال کی جان بچانے کے لئے اُس نے جو کوشش کی تھی۔ اُس سے وہ اُس کی پرستار بن گئی تھی۔ اب وہ نہایت شدت کے ساتھ اُس سے محبت کرنے لگی۔ ڈاکٹر ایشا چند نے خود بھی اس بات کا احساس ہوا کہ وہ دونوں اتنا عرصہ تنہائی کی زندگی بسر کر چکے ہیں، اور اب سے بیوی کے جذبات کی قدر کرتے ہوئے اُس کی محبت کا خاطر خواہ جواب دینا چاہئے۔ لیکن اُس کی موجودہ مصروفیات اس راستہ میں سب سے زیادہ حائل تھیں چنانچہ اُس نے کام سے دستکش ہونے کے علاوہ شہر چھوڑنے کا بھی فیصلہ کر لیا۔

اقبال کو کھوکھو کہ سوشیلا کو اپنے شوہر کی محبت مل گئی اس میں شبہ نہیں کہ عمر کے تقاضا کے باعث ڈاکٹر کے جذبات محبت میں وہ شدت نہ تھی۔ جس کا ثبوت ایک عرصہ تک اُسے اقبال کی محبت میں مل چکا تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ خوش تھی۔ مگر کبھی کبھی سوچتی تھی۔ ”اگر یہی بات پہلے ہوتی تو وہ گناہ کیوں کرتی؟“

ادھر ڈاکٹر بھی اپنے آپ کو اندر نہ بوجھ سکتے تھے۔ یہ تھا اور یوں آخری وقت تک اپنی بیوی کی دجلوئی میں مصروف رہا۔ زندگی کا یہ آخری دور نہایت خوشگوار ثابت ہوا۔ مگر اس کے باوجود ایک ایسا درد تھا جو ڈاکٹر کو اندر ہی اندر

اقبال نے بے سوچے سمجھے موٹر کی رفتار تیز کر دی۔ اُس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ لیکن تعاقب سے بچ نکلنے کے خیال سے وہ اندھا دھند موٹر چلا رہا تھا۔ دل قابو سے باہر، ہاتھ بے اختیار اُس پر موٹر کی تیز رفتار، نتیجہ یہ ہوا کہ موٹر قابو سے باہر ہو گئی اور ایک رخت سے ٹکرائی.....

سوشیلا بے ہوش ہو گئی مگر اُسے کوئی چوٹ نہ آئی، اقبال کو کئی زخم آئے اور اُسے اس بے ہوشی کے عالم میں ہسپتال پہنچا دیا گیا۔ ڈاکٹر نے معائنہ کرنے کے بعد کہا کہ ”عمل جراحی کی ضرورت ہے۔“

سوشیلا نے فوراً اپنے شوہر کو ٹیلی فون کیا، جو تھوڑی دیر کے بعد فوری ٹان لے کر آ پہنچا۔ اور فوراً سے معائنہ کرنے کے بعد عمل جراحی کی تیاری کرنے لگا۔ سوشیلا کے لئے یہ نہایت نازک موقع تھا۔ اُس کا پرستار، اُس کا محبوب، زندگی اور موت کے درمیان محقق تھا، اور اُسے اسنو بہانے کی بھی اجازت نہ تھی۔ تاکہ کہیں ایسا نہ ہو۔ اُس کا شوہر اُس کے دلی درد سے آگاہ ہو جائے۔ اور اُس وقت اُس کا شوہر ہی تھا، جو اپنے رقیب اور اُس کے محبوب کو موت کے چنگل سے نکال کر لاسکتا تھا۔

اپنی بیوی کو فراموش کر کے، ڈاکٹر ایشا چند نے جو کمال حاصل کیا تھا۔ اب ایک ایسے شخص پر استعمال کرنے کا وقت آ گیا تھا جو اُس کی بیوی پر پورا پورا قبضہ کر چکا تھا۔ ڈاکٹر نے سوائے سوشیلا کے سب لوگوں کو کمرے سے باہر نکل جانے کے لئے کہہ دیا اور مریض کی طرف متوجہ ہوا۔

وہ اقبال کی زندگی کے لئے دو گھنٹہ تک جدوجہد کرتا رہا اور جب فارغ ہوا تو نڈھال ہو رہا تھا۔ گویا کئی راتوں سے سویا نہیں۔

عمل جراحی کامیاب ثابت ہوا۔ اقبال بہادر کی زندگی بچ

کھائے جا رہا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ ابھی سوشیلا، اقبال کو نہیں بھولی۔ اقبال کا خیال ہی بارہا ڈاکٹر کے دماغی توازن کو متزلزل کر دیتا تھا۔ چنانچہ ایک دن اُس نے اپنی زندگی کو ہی ختم کر ڈالنے کا فیصلہ کر لیا۔

(۶۱)

سوشیلا انہیں خیالات میں محو تھی کہ ایک ایک اُس کی نگاہیں سامنے ایک میز پر پڑیں۔ اسٹین کے سامنے ایک سر بہر لغاف رکھا تھا۔ جس پر لکھا تھا۔  
۴ سوشیلا کے لئے

سوشیلا نے جھٹ لغاف اٹھایا۔ اور اشک آلود ہونوں سے پڑھنے لگی، ڈاکٹر نے لکھا تھا۔

”آج میں ہمیشہ کے لئے تم سے رخصت ہو رہا ہوں اور یہ داغ میسے پر لئے جا رہا ہوں کہ میں نے تمہاری محبت کی قدر نہ کی۔ تمہارے جذبات کی پرواہ نہ کی، ادھیڑ عمر میں تم جیسی جوان عورت سے شادی کی مگر تمہاری تسکین کا ساماں بہم نہ پہنچا سکا۔ تمہیں وہ چیز نہ دے سکا، جو ایک جوان عورت کے دل کی بھرپور ہوتی آتش کو ٹھنڈا کر سکتی۔ لیکن اس کے باوجود میں یہ بدداشت نہیں کہ سکتا کہ تم میری دلجوئی کے باوجود اپنے دل میں اقبال بہاؤ کا خیال رکھو اور میری قربانیوں کے باوجود ایک ایسے شخص کے تصور میں غرق رہو جس نے تم سے وہ چیز چھپی لی۔ جو تمہارا اور صرف میرا حق تھا۔ بہر حال تمہیں ہمیشہ یہ یقین رہا کہ میں اس بات سے انکار نہیں کہ اقبال بہادر سے تمہیں عشق تھا اور تم دونوں گناہ کے مترنگ ہو چکے تھے۔ لیکن اُس حادثہ نے تمہارا سب راز میرے سامنے بے نقاب کر دیا۔ تم نے اُس دن مکمل ضبط سے کام لیا اور میری حرکات و سکنات سے شبہ بھی نہ ہو سکتا تھا کہ تمہارا پارہ جگہ جگہ اور میرے نشتر کے رحم پر پڑا ہے اور تم یوں پُر سکون ہو گئیں اقبال کی جیسے گھرے ہوئے ایک فتنے سب کچھ عیاں کر دیا۔ میں تمہیں مختلف کتابوں کی اس میں قصور سرسری میرا ہے کہ میں

نے تم سے شادی کرنے میں غلطی کی۔ تم نوجوان تھیں اور میں جوانی کی آخری منزل میں طے کر رہا تھا۔ میں نے تمہارے شباب کی قدر نہ کی اور اپنے کام کی طرف متوجہ رہا۔ لیکن میں اُس شخص سے جو تمہیں مجھ سے چھینے میں کامیاب ہو گیا تھا، نفرت کرتا تھا، میں اُس سے متفرق تھا اور وہ میرے رحم پر تھا۔ میں اگر چاہتا تو اُسے بے ہوشی کے عالم میں ہی مرجانے دیتا۔ اور کسی کو شبہ بھی نہ ہوتا.....

لیکن میں نے محسوس کیا کہ اگر وہ اسی حالت میں مر گیا۔ تو تم مجھ سے نفرت کرنے لگو گی اور اُس کی یاد ہمیشہ تمہارے دل میں باقی رہے گی۔ مجھے اُس کے قتل کرنے میں بھی تامل نہ تھا لیکن میں ایسا کہ ناہنیں چاہتا تھا۔ حیوانوں پر متواتر تجربے کرنے کے بعد مجھے یہ بات معلوم ہو گئی تھی کہ اگر دماغ کی ایک رگ پر فشر رگہ دیا جائے تو ساری کل بیکار ہو جائے گی۔ چنانچہ میں نے اُس کو مار ڈالنے کی بجائے، اُسے اسی حالت میں زندہ رکھنا مناسب سمجھا تاکہ وہ دوسرے لوگوں کی خوشی میں غل نہ ہو سکے آخر کار اُس سے تم یا یوں ہو گئیں اور تم مجھ سے محبت کرنے لگیں۔ میں نے آہستہ آہستہ تمہارے مجروح دل پر محبت کا پھاہار کھ کر قبضہ کر لیا۔ جس کو وہ مجھ سے چھین چکا تھا۔ اور یہ فتح حاصل کرنے کے لئے مجھے اپنی شہرت اور اپنا وقار قربان کرنا پڑا۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں نے یہ سب کچھ تمہاری خاطر سے کیا تھا اور مجھے کبھی اس پر افسوس نہیں ہوا۔ کیونکہ میں اس کے عوض میں تمہیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا.....“

سوشیلا اس سے آگے نہ بڑھ سکی۔ اُس کی نظروں کے سامنے مگر وہ کی ہر شے گھومتی گئی۔ اور وہ بے ہوش ہو کر فرش پر گر پڑی ۛ

خط کتابت کے وقت پتہ تھا اور خوشخط لکھیں



۲۰ مئی ۳۶ء

جسے انقلاب زمانہ، زیادہ نمایاں کر رہا ہے۔ آہ! یہ ذلیل زندگی۔ کیا میرے لئے اس وسیع کائنات میں کوئی ایسی فضا موجود نہیں جس میں سکون و راحت کا سانس لے سکوں۔ کوئی راستہ نہیں جس پہ چل کر میں اس گناہوں کی دنیا سے دور جا سکوں۔ میں اپنے کو ہمیشہ کے لئے اس کی ناپاک آغوش میں دے دینا نہیں چاہتی۔

مجھے ہر روز قسم قسم کے آدمیوں سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے، میں دیکھتی ہوں کہ جو لوگ میرے شبلیہ کی زائد فریب رعنائیوں کو حسرت بھری اور لپچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ اُن کی ارباب بھری نگاہوں کی تہ میں بھی میرے لئے نفرت و حقارت کا ایک ناگوار جذبہ بھرا ہوتا ہے۔ وہ میری خوب صورتی کو حد سے زیادہ و فریب دیکھنے کے باوجود بھی اُسے قیمتی نہیں سمجھتے بلکہ بازار کی ایک عام اور معمولی چیز کی طرح، جو لوگ میری ایک ایک دایہ سو سو جان سے قربان اور معمولی سے معمولی عشوہ پر ہزار ہزار دل سے شاعر ہوتے ہیں۔ اپنی مجلس میں بیٹھ کر وہ بھی یہ پسند نہیں کرتے۔ کہ اُن سے میرا تعلق ظاہر ہو۔ آہ! ایسا کیوں ہے؟ کیا یہ سب کچھ میری طرز زندگی ہی کا نتیجہ نہیں؟

آہ۔ تاریک اور خوفناک رات سیکنڈوں دفعہ میری سہ کار سی ہاتھم کہتی ہوئی گزرتی گئی۔ روشن صبح اور مسرت

آج صبح دیر تک سوئی رہی اور جب بیدار ہوئی۔ تو گلاب کی معطر خوشبو میری خواب گاہ میں اس طرح بسی ہوئی تھی۔ گویا تمام چیزیں پھولوں سے بنائی گئی ہیں۔ بستر پر پکھری ہوئی مضمحل پتیاں گذشتہ شب کی رنگین داستان بیان کرتی ہیں۔ میں حسب معمول اُٹھ کر آئینہ کے سامنے گئی، پریشان گیسو، رخساروں کی افسردگی پر چھائے ہوئے تھے۔ نیم خوب اسٹیکیں اپنی خوبی و دھاروں سے میری معصیت کا ری اور عصمت فروش سی پیر خون بہا رہی تھیں۔

ندامت اور پشیمانی کا تلخ احساس میرے اعصاب میں دوڑ گیا۔ پھر بستر پہ جا گئی۔ میں سوچ رہی تھی۔ ”زندگی کیا ہے؟ ایک خواب.... ایک طویل خواب جس میں انسان سینکڑوں ایسے منظر دیکھتا ہے۔ جو اُس کے تصور میں بھی نہ آسکے ہوں۔ ہزاروں ایسے واقعات کو انجام تک پہنچاتا ہے جن کا کبھی اُس کے وہم و گمان میں بھی گزرنہ ہوا ہو۔ اور بالکل خواب کی طرح اُن کی یاد آہستہ آہستہ اُس کے دل پر سے محو ہوتی جاتی ہے۔ لیکن بعض باتوں کے نقش اِس حد تک گہرے اور دیر پا ہوتے ہیں کہ زمانے کے انقلابات اُنہیں مٹانے کی بجائے اور زیادہ نمایاں کر دیتے ہیں۔

میری زندگی بھی ایسے ہی حیا سوز واقعات سے لبریز ہے

چاندنی بہاروں مرتبہ میری گناہ گاری پہ نفرت سے مسکاتی ہوئی چلی گئی۔ لیکن میری اس کہ بہ زندگی میں ذرہ بھر تغیر نہ ہوا۔ میری رنگین جوانی سے طرح طرح کے آدمیوں نے اپنی خواہشات — کو پورا کیا ان میں بڑے بڑے قوی کیا کر اچھے اچھے ملاں و پنڈت تھے۔ لیکن کسی نے مجھے اس گناہوں سے بدیزہ زندگی سے بچانے کی کوشش نہ کی۔ اب میں اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتی۔ مجھے اس زندگی سے علمہ ہوا چاہئے میرے خیالات کا سیلاب یہیں تک پہنچا تھا کہ بیڑی کرے سے نالکہ کی حکمانہ آواز آتی ہے: "عشرت، عشرت! کیا اب تک سوئی پڑی ہو؟"

میں چونکی۔ بستر کو جھاڑ کر باہر آئی۔  
نالکہ! غسل کرو بیٹی! وقت بہت ہو چکا ہے۔ یہ لو تمہاری پھٹی آئی ہے۔  
"میری چچی؟"

میں حیران ہو گئی۔ لاف کے ایک طرف پرائیویٹ لکھا تھا میں نے تنہائی میں جا کر پڑھنے کے خیال سے چچی کو جیب میں ڈال لیا اور اپنے کمرے میں جا کر اُسے پڑھنا شروع کیا۔ لکھا تھا۔

"عشرت پیاری! تم کیا جانو کہ ایک حوالہ نصیب کے لئے گذرنے والا ایک لمحہ اپنے اندر کتنے تیر و نشتر رکھتا ہے۔ ہوا کا ایک ایک جھونکا کتا جنوں اُگیڑے۔ ہر صبح جب کہ آفتاب اپنی سنہری کرلوں سے تمام کائنات کو متورہ کرتا ہے میرے لئے ایک نئی شام غم لے کر آتی ہے۔

کوئی سانس ایسا نہیں گذرتا جس میں تمہاری روح پیدا ہو، تمہارا جان نواز قصور بیا ہوا نہ ہو آہ! دل حسرت زدہ کی تصویر لفظوں

میں کس طرح کیچھوں۔

درو کچھ زخم نہیں ہے کہ دکھائے کوئی  
اے شمع حسن! کیا ایک پروانے کا سوزہ تمہاری  
بانگاہ حسن میں کوئی قیمت نہیں رکھتا؟ کیا ایک  
محبت مجھے دل کو بے دردی سے ٹھکرا دینا  
سنگین نہیں؟ اے میرے دل کی روشنی! تمہاری  
ایک نظر عنایت میرے لئے زندگی کی سب سے  
بڑی تسکین اور مسرت ہے۔

کئی دن سے طبیعت کی بے چینی اور بے قراری  
بڑھ رہی ہے۔ اس لئے آج شام کو قد مہو سی کے  
لئے ضرور حاضر ہوں گا۔ اور اُمید ہے کہ تم نگاہ  
لطف سے میرے زخمی دل کو صحت بخشو گی۔  
ناکام آئندہ۔

ہمیشہ تمہارا بندہ بندر

"ہا ہا ہا۔ بے وقوف انسان! ایک ایسی عورت سے محبت کی  
بھیک مانگ رہا ہے۔ جو ایک ایک دن میں کئی کئی مردوں سے  
محبت کرنے پر مجبور ہے۔ جو ہر روز اپنے جنم شباب کے دلکش  
پھول، محبت کے بغیر دوسروں کے سپرد کر دیتی ہے۔ جس کی  
لذت وصل اور لطفِ محبت معمولی قیمت پر خریدی جاسکتی  
ہے۔ ایک بیسولے عشق و محبت کا ذکر وحشت نہیں تو کیا ہے؟  
لیکن یہ ہے کون شخص؟ میں نے تو اس کا نام بھی پہلے  
کبھی نہیں سنا۔ شاید وہ یہ نہیں جانتا کہ وہ ہر وقت مجھ سے  
محبت کر سکتا ہے۔ جب چاہے، میرے جو بن کا لطف اُٹھا  
سکتا ہے میرے جسم کے ایک ایک عضو کو بلا تکلف استعمال  
کر کے اپنی محبت کی تکمیل کر سکتا ہے۔"

خیالات کی اس کشمکش نے میرے جسم میں ایک حارت  
پیدا کر دی چچی کو تکیہ کے نیچے رکھا اور کھانا کھا کر پھر گئی۔



چار بجے کے قریب اٹھ کر ہاتھ منہ دھویا۔ چہرے کی ترمیم و آرائش کر کے اُسے اور بھی زارہ قریب بنایا۔ اور اُدے رنگ کی ایک ریشمی ساڑھی پہن کر نریندر اودے سی قسم کے دوسرے نفس پرستوں کا انتظار کرنے لگی۔

بازار میں خوب چل پل بھٹی۔ گزرنے والے اپنا دل بہلانے کیلئے مجھے شوق بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اور میں اُن کے دل میں جی پی پیدا کرنے کے لئے ہر ایک پر ایک معنوقانہ مگر غلط انداز نگاہ ڈالتی تھی۔ سب سے پہلے میرے ایک پرانے ملنے والے سیٹھ رام جواہر لال آئے۔ آپ کپڑے کی ایک مشہور فرم کے مالک ہیں۔ نہایت مخلص انسان ہیں چند ماہ سے اُن کی شادی ہو گئی ہے۔ لیکن مجھ سے خاص دلچسپی اور لگاؤ ہو جانے کی وجہ سے اب بھی اکثر اتے رہتے ہیں۔ میں بھی اُن سے مل کر بہت خوش ہوتی ہوں۔ چنانچہ دو گھنٹہ تک اُن کی دلجوئی میں مصروف رہی اور ابھی فارغ ہوئی تھی کہ ایک ڈبلا پتلا انسان، کھدڑے کپڑوں میں ملبوس، ماتھے پر سیندور کی بندی جھومتا ہوا کمرہ میں داخل ہوا۔ اُس شخص کو دیکھ کر مجھے فوراً خیال ہوا کہ میں نے اسے پہلے بھی کہیں دیکھا ہے۔ حافظہ پر زور دینے سے آہستہ آہستہ مجھے یاد آگیا۔ اُس دن جب کہ میں جتنا جی کی سیر سے واپس آ رہی تھی۔ تو پبلک کے ایک بڑے مجمع کے درمیان یہ شخص سیٹج پر کھڑا بلند آواز سے چلا چلا کر کہہ رہا تھا۔

”بھائیو۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ ہندوستان ایک غیب ملک ہے۔ اس لئے اپنی غریبی اور غمی پر ترس کھاؤ تمہاری گاڑیے پیسے کی کمی اُنچے سے تم سینا دیکھنے، شراب پینے۔ نفس پرستی کرنے اور اسی قسم کی دوسری عیاشیوں میں فتنوں ضائع کرتے ہو۔ کئی فائدہ کش بھائیوں کو بھوک کی ہلاکت اور تباہی سے بچا سکتی ہے۔“

حاضرین! اگر تم اپنے آپ کو دوسروں کی غلامی سے آزاد دیکھنا چاہتے ہو تو اپنی اخلاقی اصلاح کرو اور متفقہ طور پر کوشش کرو کہ نوجوان طبقہ کو برائیوں اور جلدپیوں سے بچا کر سیدھے راستہ پر چلایا جائے۔ کیونکہ ملک قوم کی سندہ ترقی انہیں پر منحصر ہے!

میں نے اس شخص کو اپنے پر تکلف بستر پر بٹھایا اور خود سامنے بیٹھ کر دلرباانہ انداز سے پان پیش کیا۔ اُس نے پان کا ٹکڑا اُٹھنے میں رکھتے ہوئے کہا: ”میری چھٹی مل گئی تھی..... سرکار!“

مجھے ب معوم ہوا کہ یہ شخص نریندر ہے۔ میں نے اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے ادا سے کہا: ”ہاں مل گئی تھی اور میں اُس وقت سے آپ کا انتظار کر رہی تھی!“

نریندر نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دباتے ہوئے بے اختیارانہ طور سے کہا: ”عشرت! کیا تم واقعی میرا انتظار کر رہی تھیں..... میرا انتظار؟“

میں نے اُسکی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا: ”ہاں! تمہارا انتظار کر رہی تھی!“

”پیارے! ان سب باتوں کی قسم! میری روح مدت سے تمہارا انتظار کر رہی تھی!“ نریندر نے میرے ہاتھ کو چومتے ہوئے کہا: ”اُس وقت سے جب کہ میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا تھا۔ کوئی ٹہینے بھرا ذکر ہے۔ میں ایک جلسہ عام میں تقریر کر رہا تھا۔ اور تم شاندار سیر کر رہی تھیں۔ تمہارے منور جلوہ نے میرے کاشانہ دل کو اس طرح روشن کر دیا تھا۔ جس طرح چاند کی رو پہلی شعاعیں دنیا کی موجوں کو چمکا دیتی ہیں۔ اُس وقت سے اب تک میرا ایک ایک لمحہ نہایت اضطراب و بے چینی سے گزر رہا ہے۔ کیا میرے حال زار پر ترس نہ آگیا؟“

..... میری جان ؟

در اصل مجھے نریندر کی ان باتوں پر غصہ آ رہا تھا۔ وہ مجھ سے اس طرح گفتگو کر رہا تھا۔ جیسے کسی باعصمت شریف زادی سے مخاطب ہے۔ بہر حال میں نے اُس کی اس طرز گفتگو کو نا تجربہ کاری پر محمول کرتے ہوئے اپنے جذبات کو چھپایا اور غشوہ فروشانہ انداز سے کہا: ”میں تو آپ کی کنیز ہوں۔“

نریندر نے مجھے کیسے کہ اپنے آغوش میں ڈال لیا۔ اور پیار کرنے لگا۔ مجھے اُس کی یہ حرکت بہت ناگوار گذری۔

اس نے نہیں کہ میں کوئی پاکدامن و شیزہ تھی۔ بلکہ اس لئے کہ ہم لوگ معاملے ہو جانے سے پیشتر کسی شخص کو بوس و کنار کی اجازت نہیں دیتے۔ میں نے ماتھے پر پبل ڈال کر اپنی نارضا مندی کا

اظہار کیا اور پیچھے ہٹ گئی۔

نریندر اس بات سے گھبرا سا گیا۔ لیکن میں نے فوراً ایک فقرہ سے اُس کی دبوچی کر دی۔

”نریندر! ایسی جلد بازی کس لئے کیا ابھی چلے جانے کا ارادہ ہے۔ میں تو دیر سے تمہارا رامنہ دیکھ رہی تھی“ نریندر لباشاش ہو گیا۔ اور دیر تک راز و نیاز کی گفتگو میں مصروف رہا۔ نو بجے کے قریب ہم کھانا کھا کہ

سونے کے کمرہ میں چلے گئے۔ جہاں تازہ پھولوں کی مہک چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔

علی الصبح جب میری آنکھ کھلی۔ تو ملک و قوم کی اصلاح کا یہ طہرہ درجہ چاک تھا۔ اور میں اُس کی تمام رات کی تجربہ کارانہ درست

(عشرت سلطانہ)

## فلمی مسون کے پتے

|             |         |
|-------------|---------|
| مس رتن بائی | تین پتے |
| مس اشیش     | ایک پتہ |
| مس سلطانہ   | دو پتے  |
| مس زینب     | ایک پتہ |
| مس روز      | دو پتے  |
| جداں بائی   | تین پتے |
| مس کانٹا    | دو پتے  |
| مس پریم     | ایک پتہ |
| مس شرف      | دو پتے  |
| مس ہنسب     | ایک پتہ |
| مس زہر      | ایک پتہ |
| مس نوری     | ایک پتہ |
| مس کشمکاری  | ایک پتہ |
| مس پرمل     | دو پتے  |

بیسویں صدی کی سالانہ قیمت مبلغ دو روپے ارشد رقم لکھی گئی ہے کہ آپ سے باسانی خریدیں آپ کی ذات سے ہمیں پوری پوری توقع ہے کہ آپ دو روپے بذریعہ منی آرڈر بھیج کر بیسویں صدی کی سرپرستی قبول فرمائیں گے۔ ہندوستان بھر میں اس پایہ کا علمی ادبی رسالہ موجود نہیں ہے جس کا سالانہ چندہ اتنا قلیل ہو کہ ”مینجر“

# ایکٹر میں شادی

(از جناب باقصر المومنین "سپینا")

ہر روز نہ سہی ہر سفتہ کے بعد ایک باسی ہمارا اُتہ جاتا ہے اور دوسرے گھٹے کی زینت بن جاتا ہے۔ آخر یہ کیا مصیبت ہے۔ کہ انسان ساری عمر ایک ہی دامن کے ساتھ بندھا رہے۔ تہذیبی میں زندگی اور لطف ہے۔ اور اس سے فیضیاب ہونے کی کیوں نہ کوشش کی جائے۔ مشرق اور پھر ہندوستان میں تو یہ گھٹے بندھن بالخصوص جی کا خیال ہوجاتا ہے۔ ایک ہی شخص کاموت کے آخری لمحے تک بلا شرکتِ غیرے مالک بنے نہ ہنا پلا شبہ سوہانِ روح ہوجاتا ہے۔ اور اس صورت میں تو اذیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ جب یہ معلوم ہو کہ چاہتے والوں کی کمی نہیں..... اس لئے یہ امر بالکل دانشمندی سے بعید ہے۔ کہ جوانی اور حسن کو رہا نہ زندگی پر قربان کر دیا جائے۔ اور ایک ہی شخص کی محبت ————— پر صبر کر لیا جائے۔ چنانچہ فلمی دنیا کی حسینِ قمریاں گھٹائے رنگارنگ کی مشامِ جانِ آفریں سے لطف اندوز ہوتی رہتی ہیں۔ جوانی دیوانی اپنی سیرابی کے لئے نت نئے چشمے تلاش کر ہی لیتی ہے۔ یہ اپنا اپنا ذوق ہے۔ تھری کو کون سکھا سکتا ہے۔ کہ بھشتہ کے پھول کارس چوس لو۔ گلاب کے قریب نہ جانا۔ اس لئے جناب اختر شیرانی ہوں یا حضرت خوشہ گراہی ان کا یہ جنوں "یقیناً بے معنی ہے۔ کہ ایکٹر میں شادی کیوں نہیں کرتیں ————— ؟

لیکن جناب اختر شیرانی یا حضرت خوشہ گراہی یہ کیا موقع

جناب اختر شیرانی ہوں یا حضرت خوشہ گراہی سب کے سب ہمہ تن سوال بے ہوئے ہیں۔ کہ آخر دنیا کے فلم کی روپ سنہیاں ساری عمر شادی کیوں نہیں کرتیں۔ انہیں رہ رہ کر مادہ پوری اور سلوچنا، مال دنیا اور جہنا: زمیو اور رام پیاری کے شباب بہارا آفریں کا خیال آتا ہے۔ اور دل مسوس کہ رہ جاتے ہیں کہ ایکٹر میں کیوں کہ آزاد زندگی بسر کرتی ہیں۔ اور شادی کی زنجیروں میں جکڑے جانے کے بغیر کس طرح شادی شدہ زندگی کا لطف اٹھاتی ہیں۔ اور اس کے باوجود دوسروں کی مسیبتیں جی رہتی ہیں۔

باور فرمائیے کہ یہ لایعنی معنی ایسے بندہ رکوں کے لئے ایک مستقل عذاب بنا ہوا ہے اور ایک عرصہ سے اُن کی راتوں کی نیندیں بچاڑ ہو چکی ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب ان شیریں مگر تکلیف دہ اصوات میں اُن کا ہیکہ خیال مادہ پوری یا سلوچنا کے باغِ حسن کی سیر میں مصروف ہوتا ہے۔ اور بلا یک آٹاہ قدیمہ ٹون تیل کی وراثت جڑ دیتی ہے۔ تو وہ ساری چوکریاں بھول جاتے ہیں۔ اور دل ہی دل میں اپنی بد نظمی پر ماتم کرنے لگتے ہیں۔ مگر حادثہ سخت ہے۔ اور جناب عزیزؔ کہہ کہ پھر سوچے لگتے ہیں۔ کہ وہاں ایسا کیوں ہوتا ہے۔ اور یہاں اپنے نصیب میں کیوں نہیں؟

عام طور پر ایکٹر میں شادی کی پابندیوں سے آزاد رہ کر زندگی بسر کرتی ہیں۔ وہ ایک کی ہو کہ دہو کی قائل نہیں ہیں



# ماگم بہار

از جناب بیڈت بالکنڈ صاحب شش طیبانی بی۔ لے  
کچھ دلوئے اٹھے بھٹے مگر اٹھ کے مر گئے | دنیائے سوز و ساز کو برباد کر گئے  
جذبات پر جمود کا الزام دھر گئے | افسردگی کا رنگ زمانے میں بھر گئے  
اب کے بھی دن بہار کے یونہی گزر گئے

حاصل ہوا نہ کچھ مجھے ذوقِ نیاز سے | دیکھا کسی نے بھی نہ مجھے چشمِ تاز سے  
نکلانہ کوئی نغمہ، محبت کے ساز سے | سر اٹھ سکا نہ میرا جنوں کی نماز سے  
اب کے بھی دن بہار کے یونہی گزر گئے

ہم سے الگ تھلگ ہی رہیں شادمانیاں | افسوس ہم وہ اور ہمارے جوانیاں  
پڑے ہیں وہ ہیں اور وہی لہن ترانیاں | ناکامیوں کی ہیں وہی اب تک کہانیاں  
اب کے بھی دن بہار کے یونہی گزر گئے

اب بھی دل حزیں ہے رہیں صدا اضطراب | اب بھی ہے آرزوؤں کا ماتم کدہ شباب  
اُن کو ہوا نہ اب بھی کدورت سے اجتناب | آہانہ اب بھی اُن کی محبت میں انقلاب  
اب کے بھی دن بہار کے یونہی گزر گئے

یوں تو ہر ایک شاخ تھتی تصویرِ دل نشیں | ہر برگ یوں تو صحنِ گلستاں کا تھنا حسین  
بچوں سے یوں تو غیرتِ ارزننگ تھتی زمیں | گلہائے آرزو نہ ملے باغ میں کہیں  
اب کے بھی دن بہار کے یونہی گزر گئے

اب میں ہوں اور طفلِ شلی قرار کی | دل ہی میں رہ گئی ہیں جو باتیں تھیں پیار کی  
نکلی نہ بچانس وہ غلشِ انتظار کی | ٹوٹے نہ آس کیوں دلِ اُمیدوار کی  
اب کے بھی دن بہار کے یونہی گزر گئے

جینا تو ایک طرف رہا مرنے کا بھی ہے حال | جس کا کوئی نہ حل ہو بہار ہے وہ سوال  
کس سے کہیں کہ عشق میں ہے زندہ گی و بال | ملتا کوئی تو اُس کو سناتے جنوں کا حال  
اب کے بھی دن بہار کے یونہی گزر گئے

قیف میں رہ کے ہیں صحنِ خمیں سے دور | دل بچھ گیا تو اس میں بہار ہے کیا قصور  
فریاد کر سکیں نہیں اتنا بھی اب شعور | صیاد کو مگر یہ سنادیں گے ہم ضرور

اب کے بھی دن بہار کے یونہی گزر گئے  
 افسوس اب بھی دامن حسرت نہ سہل سکا  
 افسوس اب بھی لطفِ مسرت نہ مل سکا  
 افسوس عرشِ آہ سے اب بھی نہ مل سکا  
 اب کے بھی دن بہار کے یونہی گزر گئے

===== (بھٹا من) =====  
 ===== (غیر مطبوعہ) =====

# محبت!

===== (از جادو رقم جناب بسمل آبادی) =====

یہ سہرا ہے الفت کا یونہی ہے محبت کی  
 حقیقت میں اپنی راہ ملتی ہے حقیقت کی  
 ہوئیں شہیں ہزاروں رنگیں لفظ محبت کی  
 جمن والو اسی سے ہو گئی تصدیق الفت کی  
 سمجھتے ہیں اسی کو ہم آزار محبت کی  
 تو اُس بید کو سوچو جی ایسے میں عیادت کی  
 کسی دن آپ کو بھی آرزو ہوگی محبت کی  
 نظر آتی ہے اباب نظر کو شانِ قدرت کی  
 مگر دینا کو پھر بھی اُن سے سوچو جی محبت کی  
 (بھٹا من)

ابہیں چھپتے ہیں قدر اپنے داغِ وقت کی  
 انہیں چھپتے ہیں قدر اپنے داغِ وقت کی  
 اندھیری رات کے روشن ستارے خضر کی  
 کوئی سمجھانے یہ تک محبت کس کو کہتے ہیں؟  
 قفس میں کے بھی بھولے نہ اپنا اشیاں تک  
 کسی کا نام لے کر نہ مانے سے گزر جانا  
 مریض شامِ غمِ جب کچھ زباں کہہ نہیں سکتا  
 محبت کا اثر دل پر نہ ہو یہ ہو نہیں سکتا  
 زمیں کے ذرے ذرے میں چن چن چن چن  
 محبت کا بیان سن کے وہ کیا کیا کہتے ہیں  
 (بھٹا من)

اسی سے جان لو کتنی تمنا ہے محبت کی

# حیات!

از خال احمد حسین خال صاحب نظیر گورنمنٹ کالج لدھیانہ

جس قدر علم کے اسرار نمایاں ہونگے  
 خاک سے اب جو گل و لالہ نمایاں ہونگے  
 بوتری راہ میں مٹ مٹ کے نمایاں ہونگے  
 ہٹے کس درجہ جوان بخت وہ النساں ہونگے  
 آج وہ شہر میں بے پردہ خراباں ہونگے  
 مہربان ہو کے مرے گھر میں وہ مہماں ہونگے  
 جلوے جب چشم تماشا کی کے خواہاں ہونگے  
 زیر دیوار بنائیں گے لحد بعد وفات۔  
 تیر میں کچل یا یوس میں کچھ پکیاں رہیں۔  
 پھر سنیں جوش جنوں گھر سے نکلوتا ہے  
 لالہ و گل نے بھی کی تیری تمت پیدا  
 اور ہونگے جنہیں پر وائے قیامت ہوگی  
 ان کی بیدار کا آئینہ ہوں سے پاتک  
 شعلہ شمع سے پرانے کا جلنا دیکھا۔  
 آسمان ہے تو نہیں خیر چین زاروں کی  
 شدت غم سے تو اے شمع کھلی جاتی ہے  
 بار اُس بند میں ہم کو بھی ملیگا کہ جہاں  
 گریو نہی دیدہ خونبار گل افشاں ہیں نظیر  
 ہم کو فی دن میں تبار غم ہجراں ہونگے

عشق و محبت  
کا  
دلچسپ  
رومان

# دوہل گمی

جناب  
این۔ کے  
کمارین کا  
شہکار  
افسانہ

ہاں بد موافقتی۔ وہ کیشب کو ایسے دروازے کے پاس سے گزرتے وقت ہاتھ جوڑ کر پرتام کیا کہ تی تھی۔ اور معنی خیز نگاہوں سے دیکھا کہ تی تھی اُس کے اخوار سے پاکہ امینی شپکتی تھی کیشب اور اُس میں کبھی کبھی باتیں بھی ہو جاتی تھیں۔ اُس کی عادات۔ اُس کی شہیں کلامی۔ اُس کی زندہ دلی اُس کا حسن و جوانی کیشب کیا فرشتوں کو بھی مسخر کرنے کا جادو رکھتی تھیں۔ کیشب کو اُس سے انس پیدا ہو گیا۔ لیکن اُسے رفیقہ عیات بنانے میں بڑی مشکل حائل تھی۔ وہ بیوہ تھی اور کیشب کے قدامت پرست والدین یہ کیسے گوارا کر سکتے تھے کہ ایک بیوہ اُن کے فرزند کی راحت جان اور عمر بھر کی ساتھی بن سکے۔ کیونکہ قدامت پرست اور کہنہ خیال لوگ بیوہ کو زندہ لعنت مانتے تھے۔ اگر کیشب اس دلہ با عورت کے ساتھ شادی کرتا تو اُس کے والدین اُسے عاق کر کے تمام جائیداد سے محروم کر دیتے اس لئے کیشب ہچکچاتا رہا۔

(۲)

ایک چوتھی عورت پرتامی جو اُس کی رشتہ دار تھی۔ ابھی وہ کم سن تھی تو پرتام کے متعلق اُس کی والدہ اظہار خیال کر بیٹھی تھی کہ وہ اُس کے کیشب کی زوجہ بنے گی۔ لیکن سات سال کے عرصہ میں جو اُسے وطن چھوڑے ہوئے گزر چکے تھے۔ اُس نے ایک بار بھی پرتام کا ذکر نہ سنا۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ جب وہ

کیشب حسن کا پرستار تھا لیکن اس قدر محتاط کہ کسی کے دام میں نہ اُلجھ سکا۔ وہ کوئی کام کرنے سے پیشتر اُس کے متعلق کافی غور و خوض کیا کرتا تھا۔ کئی عورتوں نے اُس پر ڈور سے ڈالے مگر وہ اُن کے دام میں نہ پھنس سکا۔ اُس کی حالت دیکھ کر اُس کے دوستوں کو رشک آتا تھا۔

اُس کے دل سے اکثر اوقات یہ خیال دوچار ہو کر تاتا تھا کہ وہ جوان اور حسین عورت کون اور کہاں ہے جو اُس کی دلوانہ بن سکے؟ سن بلوغ آتے ہی اُس نے عورتوں پر انتخابی نگاہیں ڈالنی شروع کیں۔ اُسے ایک ایکٹرس پسند آئی۔ لیکن کیشب مضبوط اور بے لوث چلن کی عورت کا خواہاں تھا۔ جس کے قدم کسی لغزش سے نہ ڈل سکیں۔ ایکٹرس اپنے پنجر کی بڑی چابو سی کرتی تھی۔ کیشب سمجھ گیا کہ وہ کمزور طبع ہے اُس نے اس حسینہ کی طرف سے اپنا خیال ہٹا لیا۔ پھر اُس کی نگاہیں اپنے مہسایہ کی لڑکی پر پڑنے لگیں جو خوبصورت بھی تھی اور جوان بھی۔ کچھ دنوں کے رابطہ و ضبط کے بعد کیشب نے اُسے اپنی رفیقہ عیات بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن ایک دن اُس نے دیکھا کہ وہ نازنین اپنے ایک رشتہ کے بھائی کی آغوش میں ہے۔ اور بوس و کنار سے مٹھ اندوز ہو رہی ہے۔ اس لئے کیشب نے اپنا دل اُس کی طرف سے پھیر لیا۔ پھر پھر عورت جو اُس کی نگاہوں پر چڑھ گئی وہ ایک پشتر آفیسر کی بڑی حسین اور نازک اندام دختر تھی جو





انگوٹھے سے کچھ نقش و نگار بنارہا تھا۔ دو دل تھے جو باہم ملنا چاہتے تھے مگر اس قدر شرمیلے اور کمزور کہ مہر سکوت کو توڑ نہیں سکتے تھے کچھ دیر تو کیشب اپنے دل کے مندر میں اس حسینہ کی پرستش کرتا رہا۔ اس کے بعد اُس نے اپنا پاؤں آگے بڑھا کر اُس کے پاؤں پر رکھ دیا۔ اُس نے کچھ نہ کہا۔ کیشب نے اُس کے چہرے پر نگاہیں ڈالیں تو اُس پر مسرت کے آثار پائے گئے اُس نے عورت کے پاؤں کو دیا تو اُس کے منہ سے ایک دھیمی سی آہ نکل گئی۔ دونوں کی انہری ملیں آپس میں پراسرار خاموش باتیں ہونے لگیں جن سے دوسرے مسافر واقف نہ ہو سکے۔

کیشب کا پاؤں جو عورت کے پاؤں پر رکھا ہوا تھا۔ وہ وائے لیس کا کام دے رہا تھا۔ لیکن یہ پیغام رسائی ختم ہونے والی تھی۔ کیونکہ کوئی دوچار منٹ میں اسٹیشن آنے والا تھا جہاں اُسے اترنا تھا۔ اور اس حسینہ کو ٹرین ہی میں چھوڑنا تھا۔

کیشب نے اپنا پاؤں ہٹا لیا مگر بادل ناخو استہ عورت کا چہرہ مغموم ہو گیا۔ مگر اُس وقت وہ اور نسیادہ حسین اور دکش معلوم ہونے لگی۔ ٹرین کھڑی ہوئی کیشب کھڑا ہو گیا۔ ساتھ ہی وہ حسینہ بھی کھڑی ہو گئی۔ وہ ٹرین سے اتر گئی۔ اور اُس نے چلتے وقت ایک گہری نگاہ سے کیشب کو دیکھا جس کا کیشب پہلے حداثہ ہوا۔ اس کے بعد وہ چل دی اور مسافروں کے ہجوم میں غائب ہو گئی۔

محبت کے پیغام پر لگا کر اُٹھ کر تے ہیں ایسے پیغام کو زبان پور سے طور سے ادا کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ کیشب جن پر محبت بے حد اثر کر گئی تھی وہ خاموش اور مبہوت کھڑا ہوا اُس مقام کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا رہا۔ جہاں حسینہ ہجوم میں غائب ہوئی تھی۔ نہ معلوم اور کتنی دیر اسی حالت میں کھڑا رہتا مگر ایک گاڑی والے نے سوال کر کے اُسے چو لکا دیا۔ کیشب نے جس کا گاؤں اسٹیشن سے پندرہ

میل کے فاصلے پر تھا اُس کی گاڑی کہ ایہ پرلے لی۔ اور سوار ہو کر گھر کا رخ کیا۔ مگر راستہ بھرا اُسی حسینہ کا خیال اُس کے دل سے دوچار ہوتا رہا۔

(۴۴)

سفر طے ہوا۔ کیشب عالم خیال سے بیدار ہو کر گاڑی سے اترے اور گھر میں گیا۔ کیشب کی والدہ نے اُسے دیکھتے ہی کہا۔ ”میرے فرزند میں مرنے والی ہوں۔ یہ الیٹور کی بڑی کپڑا ہے کہ اُس نے تمہیں یہاں پہنچا دیا۔ اب میں مرتے وقت خوش رہوں گی۔“

کمرے میں خاموشی طاری تھی جہاں کیشب کی والدہ بستر علالت پر پڑی تھی۔ کیشب کا باپ تھوڑے ہی دنوں میں رنج و فکر کے مارے بوڑھا ہو گیا تھا۔ بیوی کی علالت نے اُسے حد درجہ غمزدہ بنارکھا تھا۔ وہ چار پائی پر بیٹھا ہوا بچوں کی ہانڈ رو رہا تھا۔ کوئی دو ہفتے بیشتر کیشب کی ماں اور باپ دونوں ہی بڑے خوش تھے۔ اور وہ کیشب کی پدماکے ساتھ شادی کی اُمید لگائے ہوئے تھے۔ مگر اُن پر اچانک مصیبت نازل ہو گئی۔ یعنی کیشب کی والدہ سخت علیل ہو گئی۔

والدہ نے کیشب تم کہاں ہو، ذرا میرے پاس آؤ۔ میں اور تمہارے پتا چاہتے ہیں کہ تمہاری شادی ہو جائے۔ میرے لبت جگہ میری زندگی کے ایام پورے ہوئے والے ہیں اور پیمانہ حیات لمبہ نہ ہونے والا ہے۔ میری یہ دلی آرزو ہے کہ پدماکے ساتھ تمہاری شادی ہو جائے۔ غور سے سنو۔ کہ پدماکے لئے منتخب کر لی گئی ہے۔ مجھے اس وقت بڑی مسرت ہے کہ میرا فرزند میرے بستر مرگ کے پاس موجود ہے اور یہ اطمینان دلا رہا ہے۔ کہ مرتے دم میری آتما کو شادی حاصل رہے گی میرے دل کے ٹکڑے کیشب! مجھ سے یہ وعدہ کہ لو کہ تم پدا کے ساتھ شادی کر لو گے۔“

جو پُر لطف سفر صبح ختم ہوا تھا۔ جو عورت اُس کا دل چھین لے گئی تھی۔ اُس کا خیال دل سے بار بار دوچار ہو رہا تھا ساتھ ہی وہ اس بیڈ صحت کو بھی محسوس کرتا تھا۔ جو اُسے اپنی والدہ کے تقاضے سے پیش آئی تھی۔ اُسے اپنی والدہ سے اُس عورت کے ساتھ تمام عمر وفادار رہنے کا اقرار کرنا تھا۔ جسے اُس نے سات سال سے دیکھا بھی نہیں۔ وہ بڑی جمبوری اور بے بسی کی حالت میں کھڑا ہوا تھا۔ اُس کے دماغ میں متضاد اور رنجیدہ خیالات کی جنگ ہو رہی تھی۔

والدہ: ”کیشب! کیا تم میری بات سن رہے ہو؟ جو اب کبکس نہیں دیتے؟ کیا تمہیں نظر نہیں آ رہا کہ میں چند لمحوں کی مہمان بن بیٹا! اس دنیا میں یہ مہمانی تمہارے لئے نہ عورت ہے۔ نہ تم شادی کرو۔ مرنے والی ماں سے وعدہ کر لو کہ تم اُسے رقیعہ حیات بنا لو گے اور ماں کی دعا میں لو گے۔“

باپ بچوں کی طرح سسکیاں لے لے کر رو رہا تھا۔ اُس کی سوجھی ہوئی آنکھوں سے التجا پگ پگ ہی تھی۔ ماں نے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر اپنے دل پر رکھ لیا۔ اور کہنے لگی: ”میرے پیارے فرزند کیشب! مجھے دنیا سے شناسی کے ساتھ رخصت ہونے دو۔ تم باعزت وعدہ دے دو۔ میں اب چلنے والی ہوں۔“

کیشب کے دل میں خیالات کی جنگ ہو رہی تھی۔ ایک طرف تو زبردست عشق کے خیالات صاف بلند تھے اور دوسری جانب فرزندانہ فرض کے خیالات پر سے جھانٹے ہوئے تھے۔

اُس نے کمزور آواز سے کہا: ”اما۔ میں وعدہ کرتا ہوں میں عہد کرتا ہوں کہ پدماکے ساتھ شادی کر لوں گا۔“

دم توڑتی ہوئی والدہ کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ اور خوشی نمودار ہوئی جس کے بعد اُس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز نہ کر گئی اور کمرے میں سناٹا چھا گیا۔

ذرا سی دیر میں گھر مردوں، عورتوں، لڑکوں اور بچوں سے بھر گیا۔ رشتہ دار مختلف مقامات سے آئے کہ مراسمِ مرگ میں شامل ہوں۔ موت کے باعث جو رنج ہوا وہ رفتہ رفتہ کم ہوتا گیا۔ عورتیں گپیں اڑانے لگیں اور بچے کھیل کود میں مصروف رہنے لگے۔ مگر کیشب اپنے گزشتہ معاملات پر دماغ سوڑی کر رہا۔ اُسے رہ رہ کر اُس عورت کا خیال سناٹا تھا۔ جو اُس کی کچھ وقت ہم سفر رہی تھی۔ اور اُس کا دل نے گئی تھی۔ دوسری طرف وعدہ دل و دماغ سے بار بار نفل ہوتا رہا جو اُس نے اپنی والدہ سے اُس وقت کیا تھا جب کہ وہ جہانِ فانی سے کوچ کرنے والی تھی اُس کے لئے وعدے کا ایسا لازمی ہو گیا۔ وہ حد درجہ کوشش کرتا تھا۔ کہ ہم سفر دلہا کا خیال فراموش کر دے۔ جس کا ناقد اُس پر بیٹھ چکا تھا۔ مگر یہ ناممکن تھا۔ یہ اُس کے بس کی بات نہ تھی وہ جانتا تھا۔ کہ اُس حید سے اُسے جو محبت ہے وہ اُس کا اولین عشق ہے اور زبردست عشق ہے۔ اُس کا جواب اس حید کی خاموش مگر معنی خیز نگاہیں دے چکی تھیں۔ لیکن اُس کے دل میں محبت کی جواگ روشن تھی کیا اُسے بھجا سکتا تھا۔ یا کیا وہ اس مقدس وعدہ کو طاقِ نسیاں پر رکھ سکتا تھا۔ جو اُس نے اپنی دم توڑتی ہوئی والدہ سے کیا تھا؟ یہ اُس کے لئے زبردست الجھن تھی جسے وہ سلجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر گنتی سلجھنے میں نہیں آتی تھی۔ وہ اپنے مطالعہ کے کمرے میں رہتا تھا۔ اُس کے پاس کسی کو جانے کی اجازت نہ تھی۔ البتہ نوکر کھانا ضرور پہنچاتے تھے۔

اُس پر دونوں قابض برداشت باتوں کا بار تھا۔ ایک تو مسئلہ فرض کا۔ دوسرا جو شش محبت کا۔ جسے دبانے کے لئے وہ اپنی تمام طاقت صرف کر رہا تھا۔ زندگی میں اُسے بہت ہی کم دلچسپی نظر آتی تھی۔ محبت ہی دلچسپ معلوم ہوتی تھی۔ وہ اُس کے سر پر سوار تھی۔ محبت کی چکیاں دل کو بے چین

رکستی تھیں۔ حدودِ رجسٹر و تشویش کی حالت میں اُس نے وہی فعل کرنے کے لئے فیصلہ کر لیا۔ جو اس سے پیشتر بہت لوگ اسی قسم کے صبرِ آزمائش میں گزر چکے تھے۔ وہ فیصلہ نہایت دلیرانہ تھا۔ کیشب نے اپنی زندگی کا خاتمہ کرنے کے لئے ٹھان لی تاکہ وہ دونوں باتوں سے یکساں طور پر سبکدوش ہو جائے۔ محبت کے تقاضے اور وعدہ کے مطالبہ سے۔ اس سے بہتر تدبیر اُس کے ذہن میں آہی نہیں سکی۔ وہ ایک صادق انسان تھا۔ نہ محبت سے دستبردار ہو سکتا تھا۔ اور نہ وعدہ شکنی کر سکتا تھا۔ جو لوگ اس قسم کے حالات میں پھنس جاتے ہیں۔ اُن کے لئے سوائے اُس کے اور کوئی چارہ کار ہی نہیں رہتا جس کے لئے غمزدہ کیشب نے فیصلہ کیا تھا۔ یعنی خودکشی۔

————— (۶) —————

اپنے مطالعہ کے کمرے میں کیشب بیٹھا ہوا تھا۔ کمرے کے دروازے بند تھے۔ اور موت آور پستول اُس کے ہاتھوں میں تھا۔ اُس نے پستول کی طرف دیکھ کر معنی خیز الفاظ میں کہا: ”میری اس مصیبت بھری زندگی کو لے جا۔ اسے اس جسم کا گھر لے جاتا کہ میں سو رگ میل اپنی محبوبہ کے انتظار میں مرے آئینہ گھڑیل شمار کرتا رہوں۔ تاکہ اُن کی روح مجھے الزام نہ دے سکے کہ میں نے محبت کو وعدہ پر تہ تیغ کر دیا۔“

کیشب نے پستول اٹھایا ہی تھا کہ دروازہ یکایک کھلا اور ایک حبیبی عورت کمرے کے اندر داخل ہوئی اُسے دیکھتے ہی کیشب ہکا بکا رہ گیا۔ وہ حبیبہ وہی تھی جو ریل میں اُس کی ہم سفر رہی تھی۔

پستول کیشب کے ہاتھ سے چُٹ گیا۔ اور گولی چیت میں لگی۔ کیشب نے بھڑائی ہوئی آواز میں پوچھا کہ ”تم یہاں کیسے پہنچ گئیں؟“

عورت :- ”میں تو اس شہر میں تین ماہ سے ہوں۔“

کیشب :- ”تین ماہ سے۔ میں یہ بات یقین نہیں کر سکتا۔“

عورت :- ”ہاں۔ تین ماہ ہو گئے۔“

کیشب :- ”اگر تم کو مجھ سے صادق محبت ہے۔ تو میرے بعد آخری گولی کھا کر میرے نقشِ قدم پر چلو۔ ایک گولی سے میں اپنا خاتمہ کئے لیتا ہوں۔ تم اپنی جان آخری گولی کی نذر کر دو۔“

یکہ کہ کیشب نے پستول اٹھایا۔

عورت :- ”(حیرانی سے) مگر یہ کارروائی کیوں کی جائے؟“

کیشب :- ”اس لئے کہ میں تمہیں اپنی رفیقہ حیات نہیں بنا سکتا میں اپنی ماں سے عہد کر چکا ہوں کہ میں پدم سے شادی کر لی گا جو میری رشتہ دار ہے۔“

عورت :- ”پدما؟ کونسی پدما؟ میں تمہاری رشتہ دار پدما چلی سفر میں تو مجھے یہ بات معلوم نہ ہوئی مگر میں تمہاری والدہ کی مراسمِ عی میں شریک ہونے آئی تو مجھ پر حقیقت آشکار ہو گئی کیشب تم بڑی غلطی کر رہے تھے۔ کہ خودکشی کر لیں؟“

یہ الفاظ زبان سے نکلے ہی تھے کہ پدما کی آنکھوں سے آنسو ڈھلنے لگے۔

کیشب نے پستول پھینک دیا۔ اور ہاتھ بڑھا کر پدما کو سینہ سے لگایا اور آغوشِ محبت میں لے لیا۔

ابن۔ کے۔ گلدین

بیسویں صدی کی غویوں کے مقابلہ میں اسکی سالانہ قیمت یعنی دو روپے کی کچھ بھی حقیقت نہیں آج ہی خریداری کیلئے آرڈر بھیجئے۔ مستقل خریداروں کی خدمت میں سال بھر کے نمبروں کے علاوہ خاص نمبر مفت پیش کئے نمائش کے۔

—————

یہ پندرہ سالہ بیسویں صدی پرانی میوہ منڈی لاہور



ہندوستان میں عشق اور فرائض شوہری دو

جدگانہ چیزیں ہیں یعنی یہاں یہ ضروری نہیں کہ ایک شوہر عشق بھی ہو۔ بلکہ اکثر اوقات تو ایسا ہوتا ہے کہ بیوی صاحبہ کو بچے پالنے کا مشغلہ عطا فرمانے کے بعد حضرت شوہر جہاں چاہتے ہیں عشق کرتے پھرتے ہیں۔ کبھی یہاں دل لگالیا اور کبھی وہاں دل لگالیا۔ مگر یورپ میں یہ صورت نہیں۔ وہاں شوہر کے لئے عاشق بننا لازمی ہے۔ اگر کوئی شوہر عشق کے معاملہ میں کمزوری دکھاتا ہے تو فوراً اس کے خلاف عدالت مجاز میں دعوے دائر ہو جاتا ہے۔

اصلی کا واقعہ ہے کہ نیویارک میں ایک جوڑے کی شادی ہوئی۔ شادی کے کچھ دن کے بعد ایک بچہ بھی تولد ہو گیا۔ بچہ کا تولد ہونا تھا کہ صاحب بہادر اس ثیادوں ثیادوں سے گھبرا کہ گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ اور انہوں نے کسی بغیر بچہ والی سے دل لگالیا۔ کسی طرح میم صاحبہ کو بھی خبر ہو گئی۔ اس نے جھٹ عدالت میں دعوے دائر کر دیا۔ اب صاحب بہادر تو یہ صفائی پیش کر رہے ہیں کہ میں نے ذرا ویسے ہی دلچسپی کر لی تھی۔ اور میم صاحبہ کہتی ہیں کہ انہوں نے اس عشق کو جس کے جملہ حقوق میرے لئے محفوظ تھے۔ ناجائز طور پر استعمال کیا ہے اب دیکھنا ہے کہ عدالت کیا فیصلہ دیتی ہے۔

دیانا کا ایک دوسرا واقعہ اس سے بھی زیادہ پڑ لطف ہے

یہاں بھی ایک میم صاحبہ نے صاحب بہادر کے خلاف دعوے دائر کر رکھا ہے۔ میم صاحبہ کا بیان ہے کہ صاحب بہادر اب مجھ سے اتنا عشق نہیں کرتا۔ جتنا کہ وہ ابتدا میں کرتا تھا۔ صاحب بہادر کا جواب ہے کہ میں اتنا ہی عشق کرتا ہوں۔ یہ مجھ غریب پر بہتان ہے۔ عدالت نے میم صاحبہ سے دعوے کا ثبوت مانگا تو انہوں نے شہرہ کا کہ دیا۔ کہ اب بوسوں کی تعداد پہلے کے مقابلہ میں ایک چوتھائی بھی نہیں رہی۔ صاحب بہادر فرماتے ہیں کہ یہ غلط ہے۔ بوسوں کی تعداد سب سے بڑھ رہی ہے۔ لیکن دونوں میں سے ایک کے پاس بھی نہ حساب کتاب ہے نہ گواہ ہے۔ عدالت شش و پنج میں ہے کہ کیا کرے۔

اسی سلسلہ میں ہم کو ایک ہندوستانی صاحب بہادر کی میم صاحبہ ایک افسانہ یاد آ گیا۔ جنہوں نے ہندوستان میں پہلے تو شوہر کی خوب حجامت بنائی۔ اس کے بعد ولایت چلی گئیں جب بیوی کو گئے ہوئے بہت دن ہو گئے تو شوہر صاحب نے ان کو لکھا کہ اللہ کی بندی میں کب تک اس طرح بڑھ رہی ہوں۔ اب بہت تھیں ہو گئے آجاؤ! ان کو جواب ملا کہ ”تمہارے خطوط میں جو نکتہ محبت اور عشق کا رنگ پہلا سبابتی نہیں رہا۔ اس لئے میں اب تمہاری بیوی بننے کے لئے تیار نہیں ہوں میری طرف سے مایوس ہو جاؤ۔“ بے چارے صبر کم کے بیٹھ گئے یہ ہے یورپ اور یورپ کی عورتوں کا عشق؟



سنایا کہ وہ جل جل کر کوئلہ ہو گئی۔

بہن بولی۔ بھیا میرا حال سننا ہوتا مالی کی لڑکی سے پوچھو وہ تمہیں سب کچھ کہے گی۔ بھیا! میں دھان نہیں کوٹتی۔ میں کوٹتی ہوں۔ میں آٹا نہیں پیستی۔ میں پیستی ہوں اور من کی رسوئی بناتی ہوں۔ سب کو کھلاتی ہوں۔ سب کو پلاتی ہوں۔ اور جو بچ رہتا ہے۔ اُس میں سے بھی تندہ کے لئے رکھنا پڑتا ہے۔ چرواہے کو دینا پڑتا ہے۔ اور کتے بلی کو بھی ملکہ دینا پڑتا ہے میں بھی اسی کھانے سے آدھا پیٹ بھر لیتی ہوں۔ یہ کھائے کھا لیا ہے۔ پیٹے کھا لیا اس سے بھی بدتر پہلے سب کے کپڑے بٹنے رہیں اور اُن میں سے جو کپڑا کٹا پھٹا بچ رہتا ہے تو وہ میرے حصہ میں آتا ہے اُس سے تندہ کی اور دھنی اور دیوہ کی کڑتی تیار ہوتی ہے اور پھر بھی کچھ بچ رہے وہ میرے حصہ میں آتا ہے۔

بھائی نے یہ سنا تو آہ سرد بھر کر کہا۔ ہائے لوہا لوہار کی دکان میں جل رہا ہے۔ اور میری بہن شہسوارال میں جل رہی ہے میرا دل بیتاب ہوا جاتا ہے۔

بہن نے اپنے آنسو پونچھے اور کہا۔ بھیا! میرا دکھ درد بجا بھی سے نہ کہنا۔ ورنہ وہ میری ماں کو طعنے مارے گی۔ نہ یہ باتیں میری ماں سے کہنا ورنہ وہ میرے غم میں سینہ کو پی کر کر کے مر جائے گی۔ اے بھیا میرے رنج و غم کی یہ المناک کہانی میرے باپ سے بھی نہ کہنا ورنہ وہ گاؤں کی چوپال میں

سمیں یہ دیکھ کر نہیت و استعجاب ہوا ہے کس طرح گاؤں کی ناقلیم یافتہ عورتوں نے اپنے دل کی بات ایسے گیتوں میں کہہ دی ہے جنہیں سُن کر بلند پایہ شاعر بھی وجد کرنے لگے اُن میں لفظ نہیں۔ لیکن جذبات ہیں۔ اور درد ہے اور تاثیر ہے ذہن میں ہم ایک گیت کا ترجمہ کرتے ہیں۔ پورب کی دیہاتی عورتوں کو بہت مقبول و محبوب ہے۔ اور جس میں اُنہوں نے اپنا دل کھول کر رکھ دیا ہے۔

ہو ساس سے کہتی ہے میں دیکھ رہی ہوں کہ دو آدمی ہمارے مکان کی طرف آ رہے ہیں۔ اُن میں سے ایک گورائے دوسرا سانولے رنگ کا۔ گورائے بھائی ہے۔ سانولا شومہ۔ مجھے حکم دے میں اُن کے لئے کیا کچا چیر پکاؤں۔

ساس جواب دیتی ہے۔

ہو! ہاتھو کا۔ آگ کاٹ لا۔ مونگ کی وال بنائے اور مہین چادروں کا بھات پکائے۔

سالابھنوتی کھانے بیٹھے ایک سائے کی آنکھوں میں آنسو آئے۔ بیہنوتی نے پوچھا۔ تمہیں اپنی ماں کے ہاتھ کا کھانا یاد آ گیا ہے۔ یا بیوی کی میٹھی میٹھی باتوں کا خیال آ گیا ہے؟

سائے نے کہا۔ مجھے نہ تو ماں کے ہاتھ کا کھانا یاد آیا ہے نہ بیوی کی میٹھی میٹھی باتوں کا خیال آیا ہے۔ مجھے رونا اس بات پر آتا ہے کہ چاند جیسی بہن تم کو دی تھی مگر تم نے اُسے اتنا جلایا اتنا

بیٹھ کر سر نہ اٹھا سکے گا۔ نہ یہ باتیں میری بہن سے کہنا اور نہ وہ اپنی سسرال نہ جائے گی۔ اسے ہر دن! میری یہ تکلیفیں اُس چودھری سے کہنا۔ جس نے میرا نام لگا تھا۔ یہ دیکھ اُس بہن سے کہنا ہے۔ جس نے میرا بیاہ کر لیا تھا۔ اور اس کی بھی کیا ضرورت ہے؟ بہتر یہی ہے کہ میرے جلے دل کی ان آہوں کی گھڑی باندھ لو اور زندگی میں پھینکتے جاؤ۔

اس گیت میں کتنا سوز ہے کتنا درد ہے۔ پڑھ کر آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ اس میں مبالغہ نہیں ہے۔ ہندوستان کے علم گھروں کی یہی حالت ہے۔ بھوؤں کو ایک

دکھ نہیں بھرا رکھ رہے ہیں۔ کھانے پینے کا دکھ۔ طے بازی کا دکھ۔ مار پیٹ کا دکھ۔ کہاں تک شمار کریں۔ معصوم عورتیں چپ چاپ یہ مظالم برداشت کرتی جاتی ہیں۔ مرد ایسے ستم کبھی برداشت نہ کر سکتے اس گیت میں صرف

عورت کی تکلیفوں کا ذکر ہی نہیں دو اور خوبیاں بھی ہیں۔ ان میں سے پہلی یہ ہے کہ اُسے اپنے گھر کا کتنا خیال ہے۔ اپنے بھائی سے کہتی ہے یہ کہانی میری ماں سے نہ کہنا۔ رنج و قلق ہوگا۔ باپ سے نہ کہنا۔ اُس کا سر شرم سے وندامت سے جھک جائے گا

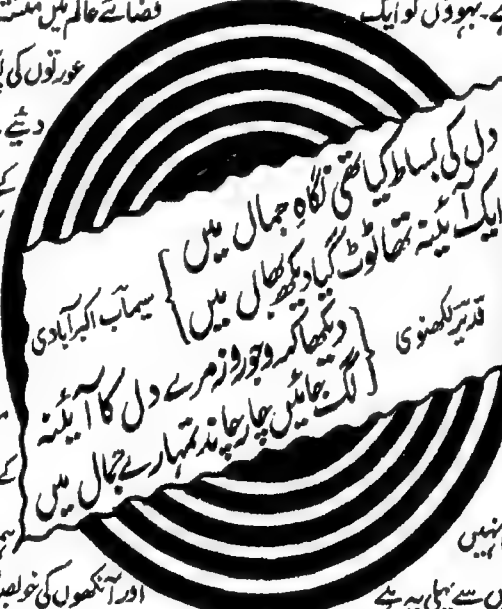
اُس کی شکایت تو چودھری اور بہن سے ہے۔ دوسری خوبی ہے۔ عورت کی قوت برداشت! بھائی سے کہتی ہے تم کسی سے کچھ نہ کہنا۔ یہ سب دکھ درد گھڑی میں باندھ کر دریا میں غرق کرتے جانا۔ میں یہ سب برداشت کر لوں گی۔ گھر کے آدمی مفت میں کیوں رہنمیدہ ہوں۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ گیت کس نے بنایا۔ کیا کسی علم عروض کے ماہر شاعر نے؟ یا کسی راگی نے؟ نہیں۔ یہ قدرت کا راگ ہے۔ یہ آہ و زاریاں عورت کے ہونٹ چپ کرنا خود فضا کے عالم میں منتشر ہو گئی ہیں۔ مصیبت زدہ

عورتوں کی پکار پر جب کسی نے کان نہ دیئے۔ تو ان کے دل کا بار بار ہلکا کرنے کے لئے شاعری نے ان کے لئے یہ گیت خود موزوں کر دیا۔

تعب کی بات تو یہ ہے کہ جب پڑوس میں ایک مصیبت زدہ عورت مرد کے مظالم سے تنہا رہ رہی تھی تو ہمارے قومی شاعر خماروں اور آنکھوں کی خوبصورتی کا بیان کرنے کے لئے

گھٹاں کے پھولوں اور آسمان کے تاروں کی تعلق میں لغات کے حسین ترین الفاظ تلاش کر رہے تھے اور نئی ترکیبوں اور نئی بندشوں کے خیال میں محو تھے۔



رسالہ بیسویں صدی بذریعہ پی۔ پی۔ طلبہ کی بجائے سالانہ چند مبلغ دو روپے بذریعہ مسی آرڈر روانہ کیجئے۔ اس طرح آپ وی۔ پی۔ کے زائد خرچ سے بچینگے۔ یعنی جو بھائی اپنا چندہ بذریعہ مسی آرڈر بھیج دیں گے۔ انہیں تین آنہ کی بجیت ہوگی۔

اپنے سر پرستوں سے

پیچھے۔ یعنی جو بھائی اپنا چندہ بذریعہ مسی آرڈر بھیج دیں گے۔ انہیں تین آنہ کی بجیت ہوگی۔



(اثرِ ادا رہ)

ہندوستان میں یہ خیال عام ہے کہ انگریز جن بھوت کے قائل نہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ انگلستان میں ایسے پراسرار واقعات بہ کثرت ظہور میں آتے رہتے ہیں جنہیں فہم و فراست کے معیار پر پرکھنے میں سائنسدان ناکام رہتے ہیں اور عوام کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہتا کہ وہ ان واقعات کو جنہوں بھوتوں سے متعلق کریں جب تک روحوں کا تعلق ہے کہ سس کے دن گھروں میں آباد اجداد کی روحوں کا آنا۔ انگریزوں کے روحانی اعتقادات میں شامل ہے۔ اور عالمِ ارواح کے متعلق تحقیق و تدقیق کے لئے انگلستان میں باقاعدہ ادارے قائم ہیں۔

انگریزوں کا جنوں بھوتوں کے قائل ہونا اس بات سے ظاہر ہے کہ انگلستان میں مسٹر کارسن جیسے عالمِ حیات پختہ موجود ہیں جن کی ڈائیاں بتاتی ہیں کہ انہیں آسیب زدہ سالوں اور مکانات کی دیکھ بھال سے فرصت نہیں ملتی۔

مسٹر کارسن نے اپنے زیست سالہ تجربات کو ایک

دلچسپ کتاب کی صورت میں شائع کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں ایک ایک دن میں کئی کئی ٹیلیگرام آتے ہیں کہ ہمارا مکان آسیب زدہ ہے۔ براہ کرم تشریف لاکر ہمیں اس مصیبت سے نجات دلائیے، مسٹر کارسن نے اپنی کتاب میں ایسے لرزہ خیز واقعات درج کئے ہیں کہ انہیں پڑھنے کے بعد جن بھوت اور ارواح کے مسائل کے قائل ہونا پڑتا ہے۔ ذیل میں مسٹر کارسن کا ایک تجربہ پیش کیا جاتا ہے۔ ہمیں تو یقین ہے کہ بیسویں صدی کے ناظرین اسے دلچسپی پر مہینگیں خوشتر گرامی

۱۵ نومبر کی کہ نہ وہ صبح تھی۔ میری ناشتہ کی میز پر پانچ ٹیلیگرام ایک پر سے نچنے کے ہوئے تھے۔ سب سے اوپر کا ٹیلیگرام یہ تھا۔

”مسٹر کارسن۔ یارک شائر کوئی میں میرے باپ کا تعمیر کردہ مکان گرین ہاؤس“ فور ویلز کو جانے والی سڑک پر ایک میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ مکان آسیب زدہ ہے۔ براہ کرم فوراً



تشریف لائیے۔

## جوزف الگنڈیڈر

میرا اصول ہے کہ دن میں جو تار یا مکتوب سب سے پہلے موصول ہو، اُس کی تعمیل میں سب سے پہلے کرتا ہوں۔ چنانچہ اسی اصول کے مطابق میں ۱۵ نومبر کی دوپہر کو گریں ہاؤس میں پہنچ گیا جہاں مسٹر جوزف الگنڈیڈر میرے منتظر تھے۔ انہوں نے مجھے حالات و واقعات کی تفصیل یہ بتائی۔

یہ مکان میرے متوفی باپ لال الگنڈیڈر نے تعمیر کروایا تھا۔ میرا لپ فوج میں میجر تھا۔ اور سنڈھیا میں متعین تھا۔ روایت یہ ہے کہ اُس کی غیر حاضری میں میری والدہ سے ایک شخص ڈیوڈسن کا ناجائز تعلق ہو گیا۔ میں کالج میں پڑھتا تھا۔ اور میری والدہ اس مکان میں رہتی تھی۔ ڈیوڈسن اسی مکان میں آتا جاتا اور عرصہ تک مقیم رہتا تھا۔ کسی نہ کسی ذریعہ میرے والد کو اس تعلق کا حال معلوم ہو گیا اور وہ انگلستان واپس آیا

تھوڑے عرصہ کے بعد میری والدہ نے اُسے مکان سے لگا کر اُس کی نفس خدایاں کہاں غائب کر دی۔ اُس کے بعد ڈیوڈسن اور میری والدہ موٹر میں بیٹھ کر اس مکان سے روانہ ہوئے۔ لیکن فورویلڈ کے چور اپنے میں موٹر کی ٹکر ایک لاری سے ہو گئی۔ جس سے دونوں وہیں ہلاک ہو گئے۔ میں کالج سے نکل کر الیٹ ڈرائیو گیا۔ اور اس مکان کو اپنے مشیر قانونی کے سپرد کر گیا۔ تاکہ وہ اسے کہہ کر پر دے کہ کہہ کر یہ وصول کرتا رہے۔ لیکن اب واپسی پر مجھے معلوم ہوئے کہ یہاں جو کہہ کر دے آیا۔ وہ خود ہلاک ہو گیا۔ یا اُس کا کوئی ملازم یہاں

پڑا اور طور پر قتل کیا گیا۔ یہ قتل کی وارداتیں ایک ہی کمرہ میں ہوتی ہیں جو میری والدہ کے سونے کا کمرہ تھا۔ اور پولیس اس عقدہ کو حل کرنے سے قاصر ہے۔ اس لئے آپ کو تکلیف دی گئی ہے۔

میں نے مسٹر الگنڈیڈر سے متعدد سوالات کئے اور اُس کے بعد — اُس سے کہا کہ میرا ستر اس کمرے میں لگوا دیجئے۔ اور خود تشریف لے جائیے۔ میں دیکھوں گا کہ میں کیا کر سکتا ہوں الگنڈیڈر نے میری شب باشی کے تمام مناسب انتظامات کرائے اور خود موٹر میں بیٹھ کر چلا گیا۔

الگنڈیڈر کے جانے کے بعد میں نے مکان اور اُس کے باغیچے کا جائزہ لیا۔ باغیچہ میں خودروسبرکٹ حد سے زیادہ بڑھ کر رو شوں کو بدنام کر رہا تھا۔ مکان دو منزلہ تھا۔ جس کی بیرونی دیواروں پر سبز پینٹ کیا ہوا تھا۔ اور شاڈاسی سلیٹ سے اس کا نام گریں ہاؤس تھا۔ کمرہ دارات اوپر کی منزل میں تھا۔ جس کے آگے ایک طویل سڑک تھی۔

شام ہوئی اور میں اُس کمرہ میں پہنچا۔ لمپ روشن کیا۔ اور راکم کرسی پر بیٹھ کر لٹن ٹائمر پڑھنے لگا۔ لمپ چھوٹی میز پر دھرا تھا۔ اور اُس کے پاس ہی دیا سلائی کی ڈبہ بستی۔ بھرا ہوا رول اور چارپائی پر تکیہ کے نیچے تھا۔ لٹن ٹائمر، میں میرے گزشتہ کارنامے کی تفصیلات درج تھیں۔ جن میں مذکور تھا کہ میں نے ایک پڑا اور عقدہ کو کس طرح حل کیا۔ میں نے خدا سے دعا مانگی کہ اس رات بھی مجھے اپنے مقصد میں کامیابی نصیب ہو جب میں اخبار پڑھتے پڑھتے آگیا تھا۔ تو چارپائی پر لیٹ گیا۔ اور میرا دماغ اس گھنٹی کو سلجھانے میں مصروف ہو گیا۔ جو میرے سامنے تھی۔ میں اپنے خیالات میں غرق تھا کہ دفعۃً دروازہ بند سے دھماکے کے ساتھ کھٹکا میں نے دروازہ

کھلا اور پھر بند ہو گیا۔ میں نے سنا کہ آنے والا خواہ وہ لڑکا ہے یا کوئی اور چیز واپس جا رہا ہے۔ اُس کی آہٹ کم ہوتی ہوئی بالآخر ہو گئی۔ میں رات بھر جاگایا۔ لیکن کوئی واقعہ نہ ہوا۔

صبح نمودار ہوئی تو میں نے دن کی روشنی میں پاؤں کے نشانات دیکھے۔ نشانِ صرلیٹ ڈال تھا اور دوسرے پاؤں کی جگہ کوئی ایکسچ گول نشان تھا۔ پاؤں کا نشان بھی ایسا مبہم تھا کہ صحیح طور پر معلوم نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ یہ انسان کا پاؤں ہے یا کسی اور چیز کا یہ حال دوسرے نشان کی نوعیت نے مجھے بہت پریشان کر دیا۔ اور میں نہ سمجھ سکا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ ناشے کے وقت مسٹر الیگزینڈر آگیا۔ اور میں نے اُس سے ساری واردات بیان کرنے کے بعد چند اور سوالات کے ایک سوال کے جواب میں مسٹر الیگزینڈر نے مجھے بتایا:-

”میرا باپ زخمی ہو کر واپس آیا تھا۔ ہندوستان کے شمال مغرب میں افغان قبائل کے ساتھ انگریزی افواج کی جنگ چھڑ گئی تھی جس میں میرے باپ کی ٹانگ پر گولی لگی۔ ڈاکٹروں نے بالآخر اُس کی ٹانگ کو کاٹ دیا تھا۔ اور جب وہ واپس انگلستان آیا تو ایک لکڑی کے سہارے چلتا تھا۔“

مجھ پر حقیقت حال واضح ہو گئی۔ لیکن پاؤں کا کھوج برآمدہ سے آگے نہیں چلتا تھا۔ میں نے سارے مکان کا دو بار جائزہ لیا۔ باغیچہ کو پھر چھان مارا۔ لیکن مقصد حاصل نہ ہوا۔ آخر میں نے مسٹر الیگزینڈر کو مشورہ دیا کہ اس مکان کو گرا دو۔ اور نیا مکان تعمیر کرو۔

چھ ماہ کے بعد مجھے الیگزینڈر نے پھر ایک تاریخ بتا دی۔ فوراً پہنچو۔ میں فوراً ڈگرین ہاؤس پہنچا۔ اور میں نے دیکھا کہ مکان مسمار کر دیا گیا ہے۔ مسٹر الیگزینڈر نے مجھے ایک خانہ

کو بند کر رکھا تھا۔ اس کے بعد لمپ گل ہو گیا۔ میں نے گھبراہٹ کے عالم میں دیاسلائی تلاش کرنے کے لئے چھوٹی میز کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ لیکن دیاسلائی کی ڈبیہ وہاں موجود نہ تھی۔ میں غاموشتی کے ساتھ حالات کی رفتار دیکھنے لگا۔ پانچ منٹ تک کوئی بات نہیں ہوئی نہ آتی۔ اس کے بعد میں نے محسوس کیا کہ میرے گلے کے ساتھ کسی سرد اور سخت چیز نے مس کیا ہے۔ ایک لمحہ کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ ایک آہنی پنجہ میرا گلا گھونٹ رہا ہے۔ میں نے جھٹ تکبہ کے نیچے سے پسٹول نکالا۔ اور ڈر سے فائر کر دیا۔ پنجہ میرے گلے سے علیحدہ ہو چکا تھا۔ اور میں نے سنا کہ کوئی شخص دروازے کے باہر جا رہا ہے۔ لمپ خود بخود روشن ہو گیا اور دیاسلائی کی ڈبیہ جو غائب ہو چکی تھی۔ اپنی جگہ پر موجود تھی۔ میں چارپائی سے اٹھ کر کہی پر بیٹھ گیا۔ اور رات بھر جاگ رہا۔ صبح ہو گئی اور کوئی اور حادثہ وقوع پذیر نہ ہوا۔ صبح کو مسٹر الیگزینڈر آئے۔ اور میں نے اُن سے مزید سوالات پوچھے ہم دونوں نے ناشتہ کیا جو مسٹر الیگزینڈر اپنے ساتھ لائے تھے۔ دوپہر کو فور ویلز کے ایک ہوٹل میں کھانا کھایا اور مکان میں واپس آئے۔ میری فرمائش پر مسٹر الیگزینڈر نے کمرہ متاثرہ کے برآمدہ میں مٹی کی ایک خفیف تہ بچھو دی کیونکہ میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اگر کوئی شخص باہر سے آگے کہ میں داخل ہوتا ہے تو اُس کے پاؤں کے نشان مٹی کی تہ پر نمودار ہو جائیں گے۔ اور پتہ لگ جائے گا کہ یہ کسی زندہ انسان کا کام ہے یا کسی روح کی کارستانی ہے۔

یہ انتظامات مکمل کرنے کے بعد میں نے مسٹر الیگزینڈر کو پھر رخصت کر دیا۔ اور شام کو لمپ جلا کر کہی پر شب والے ٹہائی کی انتظار کرنے لگا۔ میں نے باہر سے کسی کے پاؤں کی آہٹ نہ سنی۔ لیکن یہ آہٹ انسانی چال کی آواز سے مختلف تھی میں نے اپنے پسٹول کو ہاتھ میں تمام لیا۔ دروازہ ایک دم

## محبت

نامی کوٹھی موجود ہے۔ اور خود مسٹر جوزف الیکٹرینڈر وہاں رہتے ہیں۔ آج کل وہاں جو قتل ہوئے ہیں۔ وہ مرغ، بلی، تیرہ، اور فیل مر رہے ہیں۔ اور بنی گرجہ دونوں پر پتھر گرتے گرتے ہیں۔ وہ دسکی کی بوتلوں کی گرنے لگی ہیں۔

دکھایا جوہ کائنات کے عین نیچے واقع تھا۔ اور جس کے ایک کونے میں ایک انسانی پنجہ پڑا تھا۔ اس پنجہ کا ٹانگ صرف ایک تھی۔ اور پاس ہی ایک لکڑی پڑی تھی۔ یہی کبھی پندرہ سو پچھتر کو غرق دریا کر دیا گیا۔

اب گریں ہاؤس کی جگہ "الیکٹرینڈر وٹا"

میرے محبوب!

میں تم سے کس طرح محبت کرتی ہوں مجھے شمار کرنے دو۔

میں اپنے قلبِ روح کی وسعت، رفعت اور عمیق کے ساتھ جب اعلیٰ تخلیقات کی دنیا میں مصروف رہتا ہوں۔ اور اُس پر واز میں غرق زندگی کو کھولنے کا ارادہ مستور ہوتا ہے۔ تم سے محبت کرتی ہوں۔

میرے عزیز! میں تم سے غمزدگی محبت کی طرح جیسا کہ ہر نفس اپنی زندگی میں زندگی میں ہر لمحہ محبت کرتا ہے۔ میں بلا کسی دباؤ مجبوری کے نہایت آزادانہ طبعی طور پر محبت کرتی ہوں۔ جس طرح نیک طبیعت اور پاک طین انسان نودہنی کی کمرہ قدم اٹھاتے ہیں۔

میں تم سے پاک محبت کرتی ہوں۔ جیسے نیکدل اور فرشتہ خصلت انسان اپنے فرائض بلا کسی معاوضہ یا انعام یا تعریف کی توقع کے ادا کرتے ہیں۔ میں تم سے زندگی کے تمام جذبات دیرینہ اور مصدقہ ایمان بظہانہ کے ساتھ محبت کرتی ہوں۔ میں تم سے وہ محبت کرتی ہوں جو مجھے اُن بزرگانِ دین سے ملتی۔ جن کے حالات بچپن میں کتاب میں پڑھتی تھی۔ اور جواب مہموم ہو کر تمہاری محبت میں تبدیل ہو گئی ہے۔

میرے عزیز! ربخ و غم، عیش و راحت دونوں میں، میں تم سے یکساں محبت کرتی ہوں۔ اور اگر خدا کی عنایت

مہارسی حالت پر سایہ نکل رہی۔ تو میں مرنے کے بعد بھی محبت کرتی رہوں گی یہ (انگریزی)

(مسٹر برائون ملک)



اقرارِ محبت

مجھے وہاں چھوڑ دو جہاں سورج سبزے کو جھلس دیتا  
ہے۔ یا وہاں جہاں اُس کی شعاعیں برف کو گھٹلا بھی نہیں  
سکتیں۔

یا معتدل گرمی میں جہاں وہ محسوس کیا جاتا ہے۔ اور  
دیکھا جاتا ہے۔

یا ایسے مجمع کی موجودگی  
میں جو فرزانوں کا ہو یا دیوانوں  
کا مجھے خواہ بلند مرتبہ دو  
خواہ لپیٹ۔

لمبی سے لمبی  
رات ہو چاہے چوٹے  
سے چھوٹا دن -  
شفاف سے شفاف

آسمان میں یا جس پر  
گھس گھس گھس چھٹی ہوئی  
ہوں — ہولناک

میں یا جب میرا ل سفیہ ہو جائیں  
مجھے جنت میں چھوڑ دو یا دنیا

پیڑوں میں، وادیوں یا کھادوں و طوفانوں میں۔

غلامی میں یا آزادی میں، خواہ میں کسی حالت میں زندہ

رسولوں ————— بیمار یا تندرست۔ بدن نام یا نیک نام۔

میں اُسی کار ہو گا۔ اور صرف اُسی خیال میں جو رہو گا

خواہ میرے لئے کامیابی کا کوئی موقع نہ ہو۔

(فرانسې)

سکوتِ محبت

آہ حیران نہ ہو۔

جب تیری موجودگی میں میرے لبوں پر ہر سکوت  
لگ جاتے۔

سمندر کی گہرائیوں میں کئی خزانے مدفون ہیں۔

جیسا کہ یہ وہ کبھی نہ دے گا!

اعماقِ قلبِ رانہ ماٹے ماضی سے معمور ہیں

جہنیں زبان آشکارا نہیں کہہ سکتی

وہ ذہنی سطح تک رسائی

حاصل نہیں کر سکتے

صرف سازِ دل کو

ہی پھڑکتے ہیں۔

اگر تیری روح

کایہ تو کسی پیرا سرے

طریقے سے

میرے دل میں داخل

ہو جاتے۔۔۔ انتہا

گہرائیوں تک۔

اور شکاری و سپہ کے لئے

وہاں قیام کرے۔

تو تجھے میرے دل کا پوشیدہ راز معلوم ہو جائے

مجھے خوش دل رہنا پسند ہے مگر لاکھ پونڈ سالانہ کی مددنی

کامالک بنکر اُداس نہ بنایند نہیں ہے (مارشل)

جب تک دنیا میں افلاس موجود ہے تب تک جرائم جاری رہیں گے

# جوانی صحت طاقت کا خزانہ

جوانی صحت اور طاقت کا خزانہ حاصل کرنے کیلئے بہترین غذائی دوا کا استعمال کریں جو اپنی خوبیوں کی وجہ دنیا بھر میں شہور ہو چکی ہے۔ بہترین غذا کے استعمال سے جسم میں نیا خون، نئی طاقت اور نئی جوانی پیدا ہوتی ہے یہ پانی کی مانند تلی منی (ویرج) کو شہر کی طرح گارڈھا کر کے جمادیتی ہے جسے پان احتلام، اور سرخیت انزال کو ہمیشہ کے لئے آرام آجاتا ہے۔ اس کے استعمال سے ویرج بڑھتا ہے اور گارڈھا جاتا ہے۔ امساک میں اضافہ ہوتا ہے۔ بہترین غذا، بیش قیمت اجزاء کا مرکب ہے۔ اگر تین ہفتہ پہلے کے ساتھ اس کا استعمال کر لیا جائے تو عمر بھر کسی مقوی دوا کی ضرورت نہیں رہتی انسان بڑھاپے میں جوانی کے مزے حاصل کر سکتا ہے۔

۳۱ دسمبر ۱۹۳۶ء تک بہترین غذا سے ایک لاکھ پانچ ہزار انسان فائدہ اٹھا چکے ہیں اور تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے۔ قیمت فی شیشی تین ہفتہ خوراک صرف تین روپیہ۔ قیمت دو شیشی اکھٹی منگولے پر صرف پانچ روپیہ۔

## بہترین طلا

حلق (مشت زنی) بچپن کی غلط کاریوں اور جماع کی زیادتی کی وجہ سے جوان کمزوری، ہستی اور نامردی میں مبتلا ہیں ان کے لئے بہترین طلا ایک بیش بہا لہجہ ہے۔ صرف چند روز کے استعمال ہی سے عضوں میں نئی زندگی اور نئی طاقت پیدا ہو جاتی ہے اور ایک ماہ کے استعمال سے تو گئے گزرے انسان کی بھی کایا پلٹ جاتی ہے۔

یہ طلا ہے جسے بہت دید حکیم اور ڈاکٹر ہارٹ ہال سے حاصل کر کے نام بدل کر بیچتے ہیں نامردی، ہستی، طبع پائین اور فیصلہ دینے کے لئے اس سے بہت طلا ان تک ایجاد نہیں ہوا۔ اس کے استعمال سے جملہ نقائص دور ہو کر قوت، سختی اور موٹائی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ طلا ہر موسم میں استعمال ہو سکتا ہے۔ آبلہ وغیرہ کوئی خدشہ نہیں۔ قیمت فی شیشی صرف دو روپے جو اس کی خوبیوں کے مقابلہ میں بہت معمولی سے قیمت دو شیشی اکھٹی منگولے پر سات روپے تین روپیہ فائدہ ایک ہی شیشی سے ہو جاتا ہے مگر دو شیشیوں کے استعمال پھر عمر کمزوری کی شکایت نہیں ہوتی۔ بہترین غذائی دوا کے ساتھ بہترین طلا کا استعمال سونے پر سہاگہ کام دیتا ہے۔

مادر ن کمپل ورکس پرائیویٹ منڈی لاہور



### مصنوعی عورت :-

برطانیہ دانوں نے ایک ایسی مصنوعی عورت تیار کر کے جو برقی طاقت سے خانہ داری کے مختلف فرائض انجام دیتی ہے یہ بے جان مگر متحرک عورت میلے کپڑوں کو دھو کر خشک اور صاف کرتی ہے۔ رنگ لہو دھیرے لہو کو آنکھوں میں تیز کرتی ہے۔ اس کے علاوہ بالائی کی برف۔ جلوہ اور اس قسم کی دوسری اندیز چیریں لپکا سکتی ہے۔ بنانے والے کا خیال ہے کہ اگر اس ایجاد میں اسے تھوڑی کامیابی اور نصیب ہو جائے تو یہ برقی خادمہ لوگوں کو انسانی خادماؤں سے بے نیاز کر دے گی

### پاؤں سے کام کرنے والی لڑکی :-

اسٹریلیا کے ملک میں مس املی بروکن ڈارٹ ایک لڑکی ہے جو بازوؤں کے بغیر پیدا ہوئی تھی۔ اس وقت اس کی عمر بیس سال ہے جب وہ پیدا ہوئی تھی۔ اس کی ماں اس کی موت کی دعائیں مانگتی تھی۔ تاکہ اس کو پُر مصائب زندگی کی سختیاں نہ جھیلی پڑیں۔ تنہا دھلنے والوں نے اس خیال سے اس کی ماں کو بڑی بڑی رقمیں پیش کیں۔ کہ اسے دانتوں میں قلم دبا کر لکھنا سکھایا جائے۔ اور اس طرح سے قاضیوں کے لئے ایک عجوبہ مہیا کیا جائے۔ مگر ماں کی مانتاں جو شہ مارا اور اس کی تعلیم کے لئے ایک معلم کی خدمات حاصل کی گئیں۔ اول اولیٰ معلم نے بھی یہی تجویز پیش کی کہ اسے دانتوں میں قلم دبا کر لکھنا سکھایا جائے۔ لیکن اس نے اپنے پاؤں کی انگلیوں سے

کام لینے کا فیصلہ کیا۔ اگرچہ اس میں کئی سال لگ گئے لیکن اب وہ پاؤں کی انگلیوں سے سب کچھ آسانی لکھ سکتی ہے وہ تصویریں بھی کھینچ لیتی ہے۔ اور ان میں رنگ بھی بھر لیتی ہے۔ پاؤں سے ٹائپ کرنا کھینے سے بھی زیادہ دشوار ہے۔ لیکن وہ پچاس لفظ فی منٹ کی رفتار سے ٹائپ بھی کر سکتی ہے :-

### مردہ زندہ ہو گیا :-

ایک کے ڈاکٹر کید اور برمنگم کے ڈاکٹر مسٹن نے کلاہ گڑھ کے غدد سے ایک مجبور سے رنگ کا جوہر نکالا ہے۔ اس جوہر کی پیکاری مردہ جسم میں کرتے ہیں۔ ان کا تجربہ ہے کہ چار منٹ کے بعد قلب کی حرکت جاری ہو جاتی ہے ڈاکٹر صاحبان کا بیان ہے کہ نبض ساقط ہونے کے بعد انسان نہیں مرنے بلکہ جسم مر رہے ہونے کے۔ اگھنٹہ بعد تک اس کی ہڈیوں میں زندگی کی حرارت باقی رہتی ہے۔ اور جو غدد و بقاء حیات کے ضامن ہوتے ہیں وہ چھ گھنٹہ بعد تک زندہ رہتے ہیں۔ لہذا یہ دو ڈاکٹر صاحبان نے مردے کو زندگی بخشنے کا راز معلوم کر لیا ہے۔

### ۴۴ من وزن کا مینڈک :-

چین میں ایک قدیمی تالاب ہے۔ جس میں بے شمار مینڈک ہیں۔ لیکن ایک مینڈک سب سے بڑا ہے۔ اکثر چینی اسے مینڈکوں کا دادا کہتے ہیں۔ اس کا وزن تقریباً چار من ہے۔ اس کی عمر کی نسبت اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ پانچ سو سال سے اس کی عمر تجاوز کر چکی ہے۔ بعض اس

سے بھی زیادہ بتاتے ہیں۔  
**فولاد کے آدمی:-**

امریکہ کے مشہور شہر واشنگٹن کے پانی مہیتا کرنے کے کارخانہ میں تین عجیب غریب محاذ ہیں جو فولاد پیکر ہیں۔ ان کے اعضاء گوشت پوست کی جگہ دھاتوں سے بنے ہوئے ہیں۔ ان تینوں کے نام، آدم، ہابیل، قابیل ہیں۔ حال ہی میں جب انگلستان کے انجینئروں کے جلسہ کا افتتاح ہوا تو ایک فولاد پیکر انسان خود اٹھ کر چوتھے پر گیا۔ پھر اُس نے سب کو سلام کیا اور اس کے بعد افتتاحی تقریر کر کے لوگوں کو غور حیرت کرایا۔

**۴ سالہ لڑکی کا وزن ۴۴ من :-**

انگلستان میں ایک نوجوان لڑکی ۴ سال ۴ من ۴ پونڈ سے بڑھ کر جس کا عمل اس شل پر رہا ہے کہ ”ہنسو اور موٹے ہو جاؤ“ اس وقت اُس کی عمر چودہ سال کی ہے۔ اور اُس کا وزن ہندوستانی پیمانہ کے مطابق ۴۴ من ہے۔ وہ خوش رہتی ہے اور ہر وقت ہنستی رہتی ہے۔ اس لئے اُس کا وزن دن بدن بڑھ رہا ہے اس عورت کو فتنہ پر واز کا بڑا شوق ہے وہ یہ فتنہ حاصل کرنا چاہتی ہے مگر کسی طیارے میں اُس کے لئے کوئی نشست نہیں ملتی۔ کوئی مرد اُس کی طرف محبت بھری نگاہوں سے توجہ نہیں دیتا۔ یہ عورت گانے اور پانچو بجانے سے روزی پیدا کرتی ہے۔ آواز سہیلی اور بلند ہے۔ اس لئے منہیں آمدنی ہو جاتی ہے۔

ایک طیارہ ساز کمپنی نے اُسے جواب میں لکھا کہ اُس کے یہاں ایک بم باری کرنے والا طیارہ ہے جس میں وہ پرواز کی مشق کر سکتی ہے۔

اس لڑکی کا پلنگ لوہے کا ہے۔ کرسیاں لوہے کی اور بڑی مضبوط ہیں۔ بازار میں اُس کے لئے بھوتے اور کپڑے

سے سلائے نہیں ملتے۔ یہ چیزیں اُسے ناپ دے کہ جوانی پڑتی ہیں۔ چونکہ وہ مردوں کی مانند بال کرتا رہی ہے اُس لئے اُس کے سر کی ٹوپی بازار میں مل جاتی ہے۔ مگر بڑی تلاش سے، وہ اپنے موزے بھی فرمائش کر کے تیار کر لاتی ہے۔

۸ سال کی عمر میں اُس کا وزن ۸ سٹون تھا۔ اس کے بعد ہر سال وزن میں ایک سٹون اضافہ ہو گیا۔ اس وقت وہ بالکل جوان و ربائع ہے۔ وہ خزانہ زیادہ مقدار میں کھاتی ہے اور نہ زیادہ مرغی غذا کی شائق ہے۔ اس پر بھی وزن بڑھتا ہی جاتا ہے۔ اُس کی مکہ کالپیٹ ۱۶۰ انچ ہے۔ سینہ کالپیٹ ۵۸ انچ ہے۔ گردن ۱۸-۱۹ انچ۔ پٹلیاں ۲۲-۲۳ انچ۔ چونکہ اُس کی آواز شیریں ہے۔ اس لئے وہ سینما کی دنیا میں داخل ہو کر وزی کمانے کا اچھا موقع تلاش کر رہی ہے۔

**مصنوعی نرس پیدا کر لی گئی :-**

اور لطف کی بات ملاحظہ کیجئے۔ بالٹی مور کی یونیورسٹی کے ایک پروفیسر نے ایک ایسی جدید ایجاد کی ہے جس کو مصنوعی ڈاکٹر یا نرس کہہ سکتے ہیں اُس کی وسالت سے یہ پروفیسر تقیم ادویہ اور سرجری میں مدد لیتا ہے۔ اُس کے ہوتے ہوئے اُس کو کسی ڈاکٹر کی ضرورت نہیں رہتی یہ دیکھا گیا ہے کہ ڈاکٹر جس مریض کے واسطے جس قدر وایتجہ کرتا ہے یہ مصنوعی ڈاکٹر ایک بو، بھی اُس سے کم ویش نہیں کرتا۔ ایک موقع پر بغیر ڈاکٹر کی مدد کے اس مصنوعی ڈاکٹر نے ایک جانور کو رت بھرے ہوش رکھا۔

**مرغ مرغیوں میں تبدیل کر دئے گئے :-**

شکاگو یونیورسٹی کے ڈاکٹر ڈم نے مرغیوں کو مرغیوں میں تبدیل کر دیا۔ اگرچہ یہ مرغیاں اڈے نہ دے سکیں۔ ڈاکٹر موصوف نے علم الحیوانات کی امریکن سوسائٹی کو ایک بیان دیا ہے جس میں ظاہر کیا ہے کہ خرد و دوں کو تبدیل کرنے سے



مرغ مرغی میں تبدیل ہو سکتا ہے۔ جو مرغیاں انہوں نے مرغ میں تبدیل کیں وہ تمام ظاہری علامات سے مرغ نہیں۔ ان کے کٹنی، دم، اور داڑھی وغیرہ بھی ہے۔  
درخت سے خوں بہنے لگا۔

چین کے ایک صوبہ موضع پالی ضلع چیون میں ایک شخص کے پرلے ٹیوٹ باغ میں ایک بہت پرانا درخت ہے۔ جب یہ شخص بہت فارغ البال تھا۔ یہ درخت بہت پرانے تھا اور ہر سال اس کی نئی نئی ٹہنیاں اور پتے نکلتے تھے۔ لیکن اب جب کہ اس کی مالی حالت کمزور ہو رہی ہے۔ یہ درخت بھی شوکھ رہا ہے۔ اور اس پر چند پتے باقی رہ گئے ہیں۔ یہ شخص تو ہم پرست تھا۔ اس نے سوچا کہ شاید یہی درخت میرے افلاس کا موجب ہو چنانچہ اسے کٹوانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اسی اُس پر کلبھڑے کے چند وارسی کٹے گئے تھے۔ کہ اُس میں سے خون کی ندی بہنے لگی۔ خاندان کے لوگ یہ دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے اور انہوں نے درخت کو کاٹنے کا ارادہ نہ کر دیا۔

بیوی کا دودھ اکیسیر حیات ہے۔

ایک جہیز ڈاکٹر نے ایک جدید تحقیق پیش کی ہے آپ فرماتے ہیں۔ میں مدت سے اکیسیر حیات کی تلاش میں تھا۔ لیکن ڈھنڈورہ شہر میں اور بغل میں لڑکا والی مثال درست ثابت ہوئی۔ اکیسیر حیات کا چشمہ بغل میں دریافت ہو گیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ عورت کا دودھ اکیسیر حیات ہے۔ ایک ۸۰ سالہ بوڑھے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اُس نے ایک جوان عورت سے شادی کر کے اُس کا دودھ پینا شروع کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جوانی کی تمام قوتیں عود کر آئیں۔ دانت از سر نو نکل آئے۔ بال سیاہ ہو گئے۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ یہ عورت کی چھاتی سے دودھ نکل سکتا ہے۔ خواہ وہ کنواری ہو خواہ بیاہی ہوئی اور خواہ اُس کے بچے پیدا ہو یا نہ ہو۔

سرسیدہ ہو۔ صرف اُس کی چھاتیوں کو چوسنے کی ضرورت ہے۔ لہذا وہ شیزہ کی چھاتیوں سے تین دن میں اور سن رسیدہ میں ایک مہینہ لگتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ سب لوگوں کو عورت کا دودھ پینا چاہئے۔ میاں بیوی کا دودھ پیا کر سے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دونوں کی عمر طویل ہوگی۔

کنواروں پر محصول:-

آج ملک کے کنواروں کے سامنے یہ سوال درپیش ہے کہ یا شادی کریں یا محصول دیں۔  
ملک کے عورتوں نے حکومت کی خدمت میں یہ درخواست پیش کی ہے کہ تیس سال یا اس سے زیادہ عمر کے کنواروں پر اُن کی آمدنی کا پانچ فی صدی محصول عائد کیا جائے۔ درخواست میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس سے تین فائدے ہوں گے۔

(۱) آبادی میں اضافہ ہوگا

(۲) اگر ملک کے دوائے نوجوانی میں شادی کریں تو ملک کے قومی وسائل بہت جلد تکمیل کو پہنچ جائیں گے۔

(۳) جہازم کم ہو جائیں گے۔ کیونکہ بیویاں اپنے خاندانوں کو گھر پر رکھیں گی۔ اور انہیں فطرتاً ہی آفت سے بچانے کی کوشش کریں گی۔

عورتوں کے وفد نے یہ بھی تجویز کر لیا ہے کہ اس محصول کو نوجوانوں کی شادی کرانے میں اور زچہ بچے کے ہسپتال کھولنے میں صرف کیا جائے۔

ملک کے پارلیمنٹ اس مسئلہ پر غور کر رہی ہے مرد کی چھاتیوں سے دودھ لیجئے:- ایک اور ارشاد اُس لیجئے۔ مذکورہ جن ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو دودھ پلانے والی عورت میسر نہ ہو تو کسی مرد کی چھاتیاں چوسنی شروع کرے۔ یہ دودھ فتنہ بچنے کے بعد مر بھی دودھ بننے لگتا ہے۔

### بہتر کٹرول کا بہترین طریقہ :-

یہ ڈاکٹر صاحب بہتر کٹرول (منضبط تولید) کے بڑے حامی ہیں۔ آپ کی رائے ہے کہ اب تک جس قدر طریقے معلوم ہوئے ہیں۔ سب مفروضہ نام ثابت ہوئے ہیں۔ اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ مرد اپنی عورت کا دودھ پینا شروع کر دے اس کے بعد عورت کے یہاں کبھی بچہ پیدا نہ ہوگا۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں۔ مرد کو دودھ پلانے میں عورت کو اس درجہ لذت حاصل ہوتی ہے کہ وہ اس کے بغیر نہیں رہتی۔

### ہندوستانی الشاپرڈز کی مضمون آفرینی :-

انڈن کی ایک عدالت میں ایک ہندوستانی الشاپرڈز کا اس بنیاد پر چالان کیا گیا ہے کہ وہ سڑکوں پر خوبصورت لڑکیوں کو بدتمیزی کے ساتھ گھور گھور کر دیکھتا تھا۔ اپنی صفائی میں اُس نے بیان دیا۔ کہ آج میں ایک مضمون لکھنا چاہتا تھا۔ لیکن اُس کے لئے موضوع نہ ملتا تھا کئی گھنٹے تک برٹش میوزیم کی لائبریری میں کتابوں کی ورق گردانی کرتا رہا۔ لیکن جب یہاں بھی کوئی مضمون نہ ملا تو میں نے مضمون آفرینی کے لئے فریجی کی دوکانوں کو دیکھنا شروع کیا۔ اور اس کے بعد ناکام رہ کر سڑکوں پر خوبصورت لڑکیوں کو گھورنا شروع کیا کہ شاید اسی طرح خیالات کی آمد شروع ہو جائے مجھسٹریٹ نے مسکرا کر اس الشاپرڈ پر داز کو بری کر دیا اور یہ بدعات کوئی کہ اسٹندہ مضمون آفرینی کے لئے لڑکیوں کے گھور کر دیکھنے کے بجائے دوسری چیزیں تلاش کر لیا کرے۔

### ایک انگریز بارہ سال سے نہیں سویا :-

ہڈر سینیڈا (انگینڈ) کا ایک باشندہ مسٹر ولیم بلیک ملن گذشتہ بارہ سال سے نہیں سویا۔ وہ ایک مہینہ میں ایک گھنٹہ سے زیادہ نہیں سو سکتا۔ اس کے باوجود وہ بالکل خوش و خرم ہے اس اُس کی عمر ۷۰ سال کی ہے۔ ہر رات وہ اپنی چارپائی پر لیٹا ہے۔

اور صبح کے وقت تازہ دم ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ کسی رات نہ لیٹے تو اگلے دن ٹکان سی محسوس کرتا ہے۔ لیٹے وقت وہ اپنا اخبار کتابیں اور پائپ سگریٹ وغیرہ اپنے پاس رکھتا ہے اور سگریٹ پیتا رہتا ہے۔ یا مطالعہ کرتا رہتا ہے۔ گزشتہ بارہ سال میں دس ہزار خوب درگولیاں کھا چکا ہے۔ لیکن ابھی تک اس بیمار ی سے شفا یاب نہیں ہو سکا۔

### اندھے عام کتابیں پڑھ سکتے ہیں :-

اب تک اندھوں کے لئے ابھرے ہوئے حروف ہیں۔ کتاب شائع کی جاتی ہیں جنہیں نابینا اشخاص انگلیوں سے چھو کر پڑھ سکتے ہیں لیکن حال میں آل یوکرین رکارڈ آف بہتر سائنس کے ڈاکٹر کٹرپہ و فیسر نے۔ جی گولڈمین نے ایک ایسا طریقہ ایجاد کیا ہے جس کی مدد سے نابینا اشخاص ہر قسم کی کتابیں پڑھ سکتے ہیں یہ ٹائپ رائٹر کی طرح ایک چھوٹی ٹیپ مشین ہے جو کتاب کو سطر بہ سطر حرکت دیتی ہے۔ اس میں ایک خوردبین لگی ہے جس کی مدد سے فوٹو الیکٹرک پیرزہ روشنی کو برقی لہروں میں منتقل کر دیتا ہے۔ اور یہ برقی لہریں اندھوں کو ابھرے ہوئے حروف کی شکل میں محسوس ہوتی ہیں۔

### پیٹ میں تولیہ :-

ایک روسی ڈاکٹر کو اس جرم میں کہ اُس نے ایک لیض کے شکم میں اپریشن کرتے وقت دو فٹ لمبا تولیہ غلطی سے لپٹے دیا۔ ایک سال قید سخت کی سزا دی گئی ہے مریض مر گیا تھا۔

اندازہ لگایا گیا ہے کہ ایک اوسط عمر کا مرد شروع سے آخر تک داڑھی موٹھنے میں چوبیس مربع میل جگہ کو موٹھ ڈالتا ہے :-

# بھارت

اعتماد

خدمت

منضبطی

کے ————— کا باعث ہی  
شاہراہ ترقی پر گامزن ہے  
نئے انتظام کے تحت بھارت نے جو تباہی و ریشک شہرت حاصل کی ہے۔ وہ

**محفوظیت اور خدمات**  
کا بلند معیار قائم کرتی ہے۔ جس پر کمپنی کو بجا طور پر فخر حاصل ہے  
بیمہ زندگی کی تمام ضروریات کو پورا کرنے کے لئے بھارت کی پالیسیاں مختلف صورتوں  
میں جاری کی جاتی ہیں جو ان تمام خصوصیات کا مجسمہ ہیں۔ جو فی زمانہ کوئی بھی کمپنی

پیش کر سکتی ہے  
بیمہ زندگی کے متعلق عوام کی ضروریات کو پورا  
کرنے کے لئے ہماری خدمات ہر وقت حاضر ہیں۔

ہندوستان کے اس قدیم ترین بیمہ زندگی کے دفتر کی تیز رفتار ترقی کو  
پیش نظر رکھیں

بھارت انشورنس کمپنی لمیٹڈ لاہور



ہمیں اپنی غذا میں کیا کیا احتیاطیں کرنی چاہئیں؟ غذا کے متعلق نئے سائنس کی تحقیقات اور مشورے کھاتے ہیں۔ اور بھوک باقی رکھتے ہوئے کھانا موقوف کر دیتے ہیں۔ اس لئے بیمار نہیں ہوتے۔  
کیا دنیا میں اس سے بہتر کوئی اکیسرنخہ ہو سکتا ہے کہ انسان بیمار ہی نہ ہو،  
غذا کا مقصد و مطلب کیا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے جسم کی جو حرارت اور جو قوت ضائع ہوتی رہتی ہے اُس کا بدل ہمیں حاصل ہوتا رہے۔ ورنہ نئے ٹھیسے پیدا ہوتے رہیں۔

اپنی خوراک کے اس مقصد و اصلی کو سامنے رکھ کر ہمیں اپنی خوراک کا انتخاب کرنا چاہئے تاکہ صحت برقرار رہے اور بیماریاں ہمیں اپنا شکار نہ بنائیں۔  
زیادہ کھانا، ایسے کھانے کھانا، جو اہل بے جوڑ ہیں یا جن میں پورے طاقت بخش اجزاء نہیں ہیں اپنی صحت کو اس طرح بھگا دینا ہے کہ وہ دبے پاؤں چلی جائے اور وہیں خیر بھی نہ ہو۔

جب خوراک میں ایسی غلطیاں ہوتی رہتی ہیں اور ہمارے اندر بیماریوں کے واقعہ کرنے کی جو طاقت ہے وہ کمزور ہو جاتی ہے۔ تو اب کوئی مرض برپا ہونا جاتا ہے۔

ہمارے یہاں کی مشہور نصیحت ہے، کہ کھانا زندگی کے لئے ہے۔ نہ کہ زندگی کھانے کے لئے ہے۔  
دنیا کی ہر طب اقرار کرتی ہے کہ قریب قریب تمام امراض انسانی کا سرچشمہ مدہ ہے۔ اگر کھانے پینے میں احتیاط رکھی جائے تو بیسیوں بیماریاں ہمارے قریب نہیں آئیں گی ہر زمانہ میں حکماء اور فلاسفہ نے لوگوں کو کم کھانے کی نصیحتیں کی ہیں۔ مذہب نے بھی اس معاملہ میں انسان کی پوری رہبری اور رہنمائی کی ہے۔

تاریخ اسلام کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک بادشاہ نے مدینہ منورہ کے لوگوں کی طبی خدمت گزاری کی غرض سے اپنے طبیب کو بھیجا، یہ طبیب یہاں ایک سال تک رہا۔ لیکن اُس کے پاس کوئی ایک بیمار بھی نہ آیا۔ آخر بے کاری سے اُگتا کہ وہ رخصت ہوا۔ اس طبیب نے حضرت محمدؐ سے دریافت کیا۔ کیا میرے اوپر کوئی ناراضی ہے کہ میں یہاں سال بھر رہا لیکن میرے پاس کوئی ایک مریض بھی نہیں آیا؟ آپ نے جواب دیا: "ناراضی سے نہیں بلکہ اس لئے تمہارے پاس کوئی مریض نہیں آیا کہ خدا کے فضل سے یہاں اس عرصہ میں کوئی بیمار ہی نہیں ہوا۔ یہاں لوگ خوب بھوک کے وقت



# انڈیا ایکویٹی ٹیل انشورنس کمپنی لمیٹڈ

بیسویں صدی کے سولہویں سال

۱۹۰۸ء

شریک ہو کر اپنا مستقبل شاندار بنالیں

۱۹۰۸ء

## چند امتیازی خصوصیات جو کسی بھی کمپنی میں نہیں ملیں گی

- ۱۔ ایجنسی آرگنائزروں کیلئے
- ۲۔ رینیوئل کمیشن (RENEWAL) تازہ نگاری دیا جاتا ہے اور مرنے کے بعد لواحقین کو حق دار بناتے ہیں۔
- ۳۔ مستقبل بہت شاندار ہے۔ ہیڈ آفس سے براہ راست تعلقات ہونگے۔
- ۴۔ زیادہ کام کرنے والے محنتی ایجنٹوں کو سول ایجنسی دی جاتی ہے۔

- ۱۔ کمپنی کے منافع کا نوے فیصد ہیڈ آفس میں تقسیم کیا جاتا ہے۔
- ۲۔ کلیم کی ادائیگی فوراً ہی کی جاتی ہے۔
- ۳۔ دائمی معذوری اور پابندی کی صورت میں نہایت فیاضانہ مالی امداد دی جاتی ہے اور اس کے لئے کسی قسم کا رازدخیزہ نہیں لیا جاتا۔
- ۴۔ پالیسی دار بوقت ضرورت قرضہ لے سکتے ہیں۔

انڈیا ایکویٹی ٹیل انشورنس کمپنی ایک خالص ہندوستانی کمپنی ہے۔ جس کے منتظم جس کا سرمایہ اور جس کے کارکن و ممبران سب ہندوستانی ہیں۔ گذشتہ ۲۹ سال سے کمپنی کی خدمات کا ریکارڈ نہایت شاندار ہے۔

تفصیلات و ایجنسی حاصل کرنے کے لئے خط و کتابت بنام

ڈی۔ پی۔ مہتا اسکوائر فیلڈ آفیسر میلارام روڈ لاہور

اس کے معنی یہ ہیں کہ قدرت کا پکڑ کر ہماری غلطیوں پر اطلاع دیتی ہے۔

بیماری کیا ہے؟ خطرو کی ایک سُرخ جھنڈی! کہ ہوشیار غلط غذاؤں نے تمہارے بدن میں خراب گیسوں پیدا کر دی ہیں۔ اور تمہارے جسم کی قوت باختمہ کو کمزور کر دیا ہے اب قیامِ صحت کے لئے ضروری و لازمی ہے کہ ان خراب گیسوں کو خارج کیا جائے۔ زندگی کیا ہے؟ ان اجزاء غذائی میں توازن قائم رہنا، جو جنہ و بدن ہونے والے ہیں۔ اور جو خارج ہونے والے ہیں یعنی جتنے اجزاء غذائی ہمیں اپنے جسم کی پُرورش اور حفاظت کے لئے ضروری ہیں۔ وہ حاصل ہو جائیں، اور جنہ و بدن بن جائیں اور جتنے اجزاء قبل اخراج ہیں۔ وہ بول و برازا اور پسینہ کی راہ خارج ہوتے رہیں۔ جب تک یہ توازن برقرار ہے کوئی بیماری نہیں آئے گی۔ لیکن جب یہ توازن بگڑا، اور بیماری آئی۔

یہ سب کچھ ہمارے اندر ہی ہوتا رہتا ہے۔ اور ہمیں خبر بھی نہیں ہوتی کہ قدرت کی مشینری اپنے کام کے لئے کس طرح حرکت کر رہی ہے۔ اور غیر معلوم طریقہ سے قدرت کا ہاتھ اس مشینری کو کیوں کہ چلا رہا ہے۔ جب ہماری غلطیوں کو تاہیوں اور قوانین قدرت کی خلاف ورزیوں سے ہمارا یہ نظام متاثر ہو جاتا ہے۔ قدرت کا ہاتھ تنبیہ کے لئے نمودار ہوتا ہے۔ اور کوئی بیماری رونما ہوتی ہے۔ اگر قوانین قدرت کی خلاف ورزی ہم نے برابر جاری رکھی ہے تو پھر ہمارے لئے کسی سخت بیماری میں مبتلا ہونا ناگزیر ہو گا۔ کیونکہ سخت غلطی جو سرکشی اور بغاوت کی حد پہنچ گئی ہو۔ اُس کی سزا بھی سخت ہی ہوتی چاہئے۔

پس ہمیں اپنے کھانے پینے، اور سونے جاگنے، اور اپنے پسینے، معاشرتی نظام کے لئے قدرت کے قوانین کا پابند

ہونا چاہئے۔

سب سے زیادہ غذا کا مسئلہ ہے۔ اسے اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ ہماری جسمانی طاقت کا دار و مدار اس بات پر ہے کہ ہماری خوراک کس قدر جنہ و بدن ہوئی۔ اُس کا کس قدر غیر ضروری حصہ خارج ہو گا۔ طاقت کا دار و مدار کچھ بہت لذیذ اور مرغین کھانوں پر نہیں ہے۔ نہ زیادہ پیٹہ خوری پر موقوف ہے۔ موٹے آدمی بہت کچھ مرغین اور مصالحہ دار غذاؤں کھا لیتے ہیں۔ لیکن موٹا آدمی تندرست کہاں ہے؟ وہ اپنی خوراک کے صحت بخش اجزاء کو جذب نہیں کر رہا ہے۔ کہ جن سے ”ریشے“ تیار ہوں۔ اور ٹھوس طریقہ پر اُس جسم کا بڑھنا اور مضبوط ہونا ظاہر ہو۔ بلکہ موٹا آدمی تو اپنی خوراک کے خارج ہونے والے اجزاء اپنے جسم کے اندر چربی کی شکل میں جمع کر رہا ہے اور یہ وہ چیز ہے جو طاقت اور قوت کو منقود کرنے والی ہے۔ بہر حال ہمیں غذا کی مقدار کا خیال نہ کرنا چاہئے بلکہ غذا کی عمدگی اور اُس کے زود ہضم اور جنہ و بدن ہونے کا خیال نہ کرنا چاہئے۔ کم سے کم غذا جسے ہم بہت آسانی سے ہضم کر سکیں اور جنہ و بدن ہو جائے۔ غذا کے معاملہ میں ہمیں ہمیشہ اسی کو سامنے رکھنا چاہئے۔

یہ بہت ضروری بات ہے کہ غذا آہستہ آہستہ مزالے کر اور خوب چبا کر کھائی جائے تاکہ دانقوں سے رطوبات نکل کر اچھی طرح غذائیں شامل ہو جائیں اور فعلِ ہضم کو کامل بنائیں۔

غذا بھوک کے مطابق کھائی چاہئے۔ نہ کہ محض عادت کو پورا کرنے کے لئے کھائی جائے۔ نہ کہ کل بھوک تھی اور ہم نے اتنی غذا ہضم کر لی تھی۔ تو آج بھی ہمیں اتنی غذا کھانی چاہئے پھر یہ بھی ضروری ہے کہ دو غذاؤں کے درمیان کم سے کم چھ گھنٹے کا فاصلہ ہو۔ ایک غذا اچھی طرح ہضم ہو جائے تب دوسری غذا کھائی جائے۔



دست آجاتے ہیں۔ یا کوئی دماغی شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔ مثلاً کھری و آرام کی غینہ نہ آتی وغیرہ۔ پس سادہ اور زود ہضم غذا وہ بھی جس کو رکھ کر کھاٹے۔ یہ خیال قطعاً دل سے دور کر دینا چاہئے کہ ہم جتنا زیادہ کھائیں گے اتنا ہی جسم پھلے اور چھوٹے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ تندرست اور مضبوط رکھنے کے لئے بہت تھوڑی غذا کافی ثابت ہوتی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو سب سے زیادہ مضبوط اور تندرست ہوتا ہوئے جو ہمیشہ اچھے سے اچھے کھانے کھاتے ہیں کہ غرباء کو ایسے قیمتی کھانے ہوا پر بھی غصہ نہیں ہوتے۔ مگر ان کے حصہ اور قیمتی کھانے کیا ان کو کوئی فائدہ پہنچاتے ہیں؟ بزرگ نہیں بلکہ نقصان پہنچاتے ہیں۔ کہ وہ سست اور بیکار بیٹھے رہتے اور صحیح طریقہ پر اپنی غذا کے انضمام کی کوشش نہ کرنے کی یہ سزا پاتے ہیں کہ آٹے دن کسی نہ کسی بیماری میں مبتلا ہوتے رہتے ہیں۔

پس ہمارا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ "خوردن براٹے زلیستن" (کھانا زندگی کیلئے ہے) نہ کہ "زلیستن براٹے خوردن" (زندگی کھانے کے لئے ہے) قے کا ہونا یا دست کا آجانا۔ یہ قدرت کی طرف سے تنبیہ ہے۔ لیکن ان تنبیہات سے فائدہ اگر نہیں اٹھایا گیا اور بدستور بے احتیاطی کے ساتھ کھانا پینا جاری رہا۔ تو پھر ہمارا یہ ناموزوں نظام غذائی آہستہ آہستہ ہمارے نظام اعصاب کو خراب کر دے گا۔ اور ایک ایسا وقت آجائے گا کہ ہم ہمیشہ کے لئے معذور ہو کے رہ جائیں گے۔ ڈیپریسیا (آلات انضمام کی خرابی کا مرض) یہ وہ بیماری ہے جو بتدریج تندرستی کو بد سے بدتر بنا دیتی ہے۔

**روزہ:** صحت کو قائم رکھنے کے لئے روزہ ایک بڑی نعمت ہے۔ یو یو بی کے ماہرین سائنس کے نزدیک ہر انسان

کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک ہفتہ میں کم سے کم ایک روزہ ضرور رکھا کرے تاکہ خراب گیس جسم سے خارج ہو جائیں۔ روزہ رکھنا گویا معدہ کو آرام دینا ہے۔ اگر معدہ کو آرام نہ دیا جائے گا تو پھر وہ کام نہ کرنا چھوڑے گا۔ لیکن جب روزہ رکھو تو بہتر ہے کہ ننگے الاطباء پہلے لے لو تاکہ آنتیں صاف ہو جائیں۔ اس کے علاوہ ہمیشہ صاف پانی مناسب مقدار میں پیو۔ تاکہ تمام نظام کی صفائی ہو جائے۔ روزہ امراض معدہ زکام، نزلہ، قیض اور درد سر وغیرہ میں بہت مفید ثابت ہوا ہے، لیکن روزہ کے ایام میں آرام نہ کرنا ضروری ہے۔ روزہ کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ روزہ کے زمانے میں وہ خرابے لیسے جو ہمارے جسم میں جمع ہو جاتے ہیں ان کا استحصال ہو جاتا ہے۔ اور پھر ان کا وجود نقصان کی بجائے ہماری زندگی قوت کا موجب ہو جاتا ہے۔ مضبوط آدمی اگر روزہ رکھتا ہے تو وہ اپنی قوت کو خرچ کرتا ہے لیکن نظام کی اندرونی اصلاح اس قوت کا بہتر بدلہ مہیا کر دیتی ہے۔

ان وجوہات سے سائنس کا مشورہ یہ ہے کہ کبھی کبھی روزہ رکھ لینا چاہئے۔ یہ موٹے آدمیوں کے لئے تو زیادہ مفید ہے۔ اور دوسرے آدمیوں کے لئے بھی مفید ہے۔ البتہ بیماروں کے لئے روزہ کا مشورہ نہیں ہے۔ ہمیں کیا کھانا چاہئے؟

اب ہم بتائیں گے کہ ہمیں کیا کھانا چاہئے کچی سہری ترکاریاں جیسے سیمکھی پھلیاں، ٹماٹر، بوٹ، (چنے) مولی، پیاز، گوہی، کم کدہ، چقندر، سلجم وغیرہ وغیرہ۔ اگر یہ ترکاریاں ملا کر کھائی جائیں تو نہایت بہتر اور اعلیٰ غذائیں ہیں جو شکر کے اور لپکاکھانے میں ان کے وٹا مینز (جوہر حیات) منافع ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر یہ چیزیں بغیر بالے کچی کھائی جائیں تو ان کے پختہ ہونے کے لئے پختہ ہونے کے



جالتے ہیں۔ تو ان کو چاولوں کی پیچ کے ساتھ صنائع کر دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد چاول کا ایک جن باقی رہ جاتا ہے۔ جو طاقت بخش نہیں ہے اور یہ ہماری غذا ہوتا ہے چونکہ ایسے چاول میں حیاتی مادہ "باقی نہیں رہتا۔ اس لئے لعجب نہ ہونا چاہئے۔ اگر ایسے چاول کھائے والوں کو مرفو، "بیری بیری" میں مبتلا ہونا پڑتا ہے۔ چاول پکانے میں اتنا پانی شامل ہی کیوں کیا جاتا ہے کہ پھر اس پانی کے بہا دینے کی ضرورت ہو، کھجڑی ایسے چاول کے مقابلہ میں بہتر غذا ہے۔ لیکن چاول کھانے کا سب سے بہتر طریقہ بریانی ہے۔

گیہول :- یہ چاول کے مقابلہ میں زیادہ طاقت بخش ہے۔ بشرطیکہ جو کہ دور نہ کر دی جائے چنان میں ٹامینز زیادہ ہوتے ہیں۔ مگر اسے بے قدری کے ساتھ صنائع کر دیا جاتا ہے گیہول کی چپاتی میں خمیری روٹی اور ڈبل روٹی

موجود ہوں گے۔ لیکن ہم لوگ کچی ترکاریاں کھانے کے عادی نہیں ہیں۔ اور ان کو پکا کر کھانا ہی ہم لوگ پسند کرتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ان کو عام طریقہ سے نہ پکایا جائے بلکہ بھاپ میں پکایا جائے تاکہ ان کے وٹامینز صنائع ہونے سے کسی حد تک محفوظ رہیں۔

ترکاریاں محض ذائقہ پیدا کرنے کے لئے پکائی جاتی ہیں نہ کہ کسی فائدہ کی خاطر۔ لیکن جوش دینے اور بہت پکانے میں ان کی خوشبو، ان کے وٹامینز، اور ان کے طاقت دینے والے نمک صنائع ہو جاتے ہیں۔

ترکاریوں کے علاوہ اب غلہ کے اقسام لیجئے جو ہماری روزانہ غذا ہیں۔

چاول :- کے چپکے میں وٹامینز ہوتے ہیں جنہیں بالکل جد کر دیا جاتا ہے۔ اگر چاول میں کچھ وٹامینز "باقی رہے"

ٹیلیفون نمبر ۲۹۶۰

قائم شدہ ۱۸۵۹ء

## نیوزی لینڈ انشورنس کمپنی لمیٹڈ

فند زائد از :- چار کروڑ پچاس لاکھ روپیہ دو گل برادر

تمام قسم کا انشورنس کا کام کیا جاتا ہے  
آگ کا خاتمات موٹر بحری۔ مزدوروں کو حادثہ پیش آنے پر معاوضہ۔ گارنٹی اور دیگر کلاسیں  
برائچیں۔ بمبئی۔ رنگون  
ہیڈ آفس (برائے ہندوستان) ۲۶ ڈلہوزی سکوائر ولیمٹ کلکتہ

تفصیلات پتہ ذیل سے طلب کریں  
میسٹر دو گل برادرز رتن چندر ڈوڈ لاہور

کے مقابلہ میں زیادہ قوت ہے۔ ڈبل روٹی کا اندرونی گودا ہی کھانا چاہئے کہ اس کے چبکے کھانے میں "لعاب دہن" بھی شامل ہو جاتا ہے۔ یہ وہ عرق ہے جو دانتوں اور مسوڑھوں سے نکلتا ہے۔ اور غذا میں شامل ہو کر اسے جلد ہضم ہونے میں مدد دیتا ہے۔

میدہ کی نسبت آٹا جس میں چونکہ بھی ملا ہو بہت بہتر بہت طاقت بخش غذا ہے۔ میدہ کے اجزائے حیاتی ضائع ہو جاتے ہیں اور وہ پیٹ کے لئے ایک بوجھ ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔

گوشت بہ اگرچہ لذت بخش غذا ہے۔ مگر میدہ کے لئے اس کا ہضم کرنا آسان نہیں ہوتا گوشت قابض بھی ہے۔ تیز آج پر لکایا جائے تو گوشت بہت سخت ہو جاتا ہے اور زیادہ قبض پیدا کرتا ہے۔ اور دیر میں ہضم ہوتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ گوشت کو ہلکی آج پر لکایا جائے۔ اور جی لوگوں کو داجی قبض کی شکایت ہو وہ گوشت کی بوتیاں نہ کھائیں۔

انڈا:۔ بیضہ مرغ کا ہو یا نیم پرشت (ہاف بائل) جلدی ہضم ہو جاتا ہے۔ انڈے کو خوش دینا یا گھی میں تل کر خاگینہ بنانا اسے سخت اور دیر ہضم بنادیتا ہے۔ انڈے کھانے کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ انڈے کی زردی اور سفیدی کو خوب پھینا جائے اور دودھ میں چینی وغیرہ ملا کر پی لیا جائے۔ یہ بچوں، بوڑھوں اور کمزور بیماروں کے لئے ایک طاقت بخش، لطیف اور زود ہضم غذا ہے۔ واضح رہے کہ یہ مضمون طبی نقطہ خیال سے لکھا گیا ہے۔ اس کے معنی گوشت خوری کی تلقین نہیں۔

دودھ:۔ دودھ کا استعمال کرنے کی سب سے بہتر شکل یہ ہے کہ تازہ دودھ بغیر جوش دئے ہوئے چھوٹے چھوٹے ٹکڑی لے لے کر تھوڑا تھوڑا پیاجائے۔ اس طرح آہستہ

آہستہ اور تھوڑا تھوڑا پینے سے لعاب دہن بھی شامل ہوتا جاتا ہے۔ لیکن اگر بچہ دودھ پینے کی عادت نہ ہو تو ہلکا سا جوش دیں اور پھر چھوٹے چھوٹے آہستہ آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر پی جائیں۔ دودھ کا ہضم ہونا مشکل نہیں ہے۔ لیکن جی لوگوں کو تولید ریاچ کی شکایت ہے اگر وہ دودھ کو بہت پکا کر اور گاڑھا کر کے استعمال کرتے ہیں اور بڑے بڑے گھونٹ ایک دم پی جاتے ہیں۔ وہ بے شک انسان کی اس قدرتی غذا کا خاطر خواہ فائدہ حاصل نہیں کرتے ہیں۔

بچہ اپنی ماں کا دودھ چسکی لے لے کر پیتا ہے ماں کی چھاتی اور بچہ کے منہ میں کوئی درمیان چیز نہ ہوتی یہی دودھ کے استعمال کرنے کا قدرتی طریقہ ہے۔ اور اس کی تقلید ہم ہی کر سکتے ہیں کہ تازہ اور کچا دودھ ٹھہر ٹھہر کر جرہ جرہ کر کے استعمال کریں اس کے علاوہ دودھ کی غذا ہو یا کوئی دوسری غذا اُسی وقت ہمیں استعمال کرنے کی چاہیئے جب کہ معدہ میں کوئی دوسری غذا موجود نہ ہو۔ عام طور پر ہمارے یہاں دودھ پینے کا طریقہ یہ ہے کہ ہم دودھ کو عموماً اُسی وقت استعمال کرتے ہیں جب کہ معدہ دوسری غذاؤں سے پر ہوتا ہے۔

دہی اور پنیر یہ آنتوں کو آرام دینے والی چیزیں ہیں اور معدہ اور آنتوں کی خراش کو فوری سکون سے بدل دیتی ہیں۔ ان کا استعمال معدہ اور آنتوں میں خراش پیدا ہونے نہیں دیتا۔ بعض جگہ لوگ دہی اور دودھ ملا کر یا دہی میں دودھ ملا کر اور اُسے ہلکا کر کے پینا پسند کرتے ہیں۔ یہ سستی عموماً اہل پنجاب کی دل پسند اور مرغوب غذا ہے، اور اچھی چیز ہے۔ چھاپھر جو ہمارے یہاں دیہات میں عام طور پر استعمال کی جاتی ہے۔ اور ہمارے غریب کسٹوں کی خشک وٹی کو مزیدار بنا دیتی ہے۔ بہت اچھی چیز ہے۔ دہی کی سستی غذا بھی

اور سنگہنی اور پشچ کے مریضوں کے لئے بہترین دوا ایسی ہے بشرطیکہ جگر کی حالت میں کوئی تغیر نہ پایا جائے جن لوگوں کے زیادہ ریاچ پیدا ہوتے ہیں۔ خلوئے معدہ میں اُن کے لئے لسی کا استعمال مفید ہے۔ آنٹوں میں جو جرمز (کیڑے) پیدا ہوجاتے ہیں۔ اس سے ہلاک ہوجاتے ہیں۔

میوے اور پھل :- یہ قدرت کے بنائے ہوئے عجیب و غریب مرکبات ہیں جن میں جو کئی فیتیں جمع ہوجاتی ہیں۔ اُن کو گھلا کر صاف کر دیتے ہیں اور مشائے میں جو تیز اسیت جمع ہوتی ہے۔ اُس کو گھلا کر بہا دیتے ہیں۔ انسانی کے لئے میوے اور پھل بہت طاقت بخش ہیں۔ موٹے آدمی اور وہ کمزور آدمی کہ ذرا محنت کی اور سانس پھولا۔ ذرا دور گزر کر چلے اور دم اُگھڑا، اُن کو میوے اور پھل ضرور کھانے چاہئیں۔ پھلوں کے استعمال سے موٹے آدمی میں اعتدال جسمانی پیدا ہوتا ہے اور کمزوروں

کو طاقت حاصل ہوتی ہے۔ سنگتہ، سیب، انار، کیلہ، انگور، ٹماٹر، اور آم اول درجہ کے پھل ہیں۔ ان میں وٹامنز جسم کی پرورش کے لئے کافی مقدار میں موجود ہیں جو شخص صرف پھلوں پر گزارہ کرے گا بے شک اُس کا وزن کم ہوجائے گا۔ کیونکہ پھل جسم سے چربی اور غیر ضروری مادے اور وہ تمام چیزیں جو نفاذ جسمانی کو نقصان رساں ہیں خارج کر دیتے ہیں۔

جہاں تک ہو سکے کچے ہوئے لذیذ پھل کھاؤ۔ جتنے نہم کو اُس قدر کھاؤ۔ یہ قدرت کے تجویز کئے ہوئے لئے ہیں جن میں گونا گوں اجزاء کی حکمت بالغہ سے عجیب و غریب ترتیب و موزونیت کے ساتھ جمع ہیں، اور وہ ہمارے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

غذا کی عام احتیاطیں :-

بھوس چیزیں اور رقیق غذاؤں بیک وقت ملا کر استعمال

# پاکستان کے سب سے بڑے کاروبار

کس طرح؟

ہمارے ہوم کیش سارٹیفکیت خرید کر پانچ ہزار روپے تک انعام حاصل کریں  
بیس سال تک انعام حاصل نہ ہونے کی صورت میں پندرہ روپے واپس

ضرورت ہے

محنتی دیانتدار و بارسوخ ایجنٹوں آرگنائزروں کی ہر شہر قصبہ و دیہات میں معقول تنخواہ یا کمیشن پر ضرورت ہے۔ شرائط ایجنسی کے لئے مندرجہ ذیل سے ملیں یا خط و کتابت کریں

مینجر نیو ہوم انشورنس کمپنی لمیٹڈ رتن چندر وڈ لاہور

نکری چائیں۔ اس سے معدہ پر بوجھ پڑتا ہے۔ ایک غذا اور دوسری غذا میں کم سے کم ڈیڑھ گھنٹہ کا فاصلہ ہونا چاہئے۔ قریق چیزیں پیچھے سے چسکیاں لے کر مینی چائیں۔ اگر گرمی کا زمانہ ہے اور پیاس کی شدت ہے تو پیاس بجھانے کے لئے ایک دم پانی پینا نہ چاہئے۔ بلکہ آہستہ آہستہ گھونٹ گھونٹ پینا چاہئے اور پینے سے پیشتر غوغے کرنے چاہئیں۔ کم سے کم اول تین گھونٹ تھوڑے تھوڑے پانی کے ٹھہر ٹھہر کر پئے جائیں۔

سائنس کی تحقیقات یہ ہے کہ انسان کا جسم پھپھرتی صدی پانی کے اجزاء کا مرکب ہے۔ اس لئے صاف اور تازہ پانی مناسب مقدار میں تھوڑا تھوڑا کر کے استعمال کرنا، ہمارے جسم کی بناوٹ سے غیر متناسب نہیں ہے۔ ہمیں کھانا کھاتے ہی کام پر دوڑ جانا نہیں چاہئے اس سے سیدھ پھیل جاتا ہے۔ کبھی معدہ میں درد اور چھین محسوس ہونے لگتی ہے۔ اس لئے کھانا کھا کر تھوڑا توقف کرنا چاہئے اور جسمانی یا ادماغی محنت تھوڑے عرصہ تک ملتوی رکھنی چاہئے۔ غذا کے لئے بہتر وقت تو وہی ہے جب کہ خوب کھل کر بھوک لگے۔ لیکن اگر وقت مقرر کر دیا جائے اور غذا اندازہ کے ساتھ کھائی جائے تو عموماً وقت پر بھوک لگتی اور خواہش غذا پیدا ہوتی ہے۔ غذا کا اصلی وقت وہی ہے جب کہ خوب کھل کر بھوک لگے۔

دانتوں کی صفائی :-

کھانے سے پہلے دانتوں کو صاف کر لینا بہت اچھا طریقہ ہے۔ صفائی کے لحاظ سے بھی اور تندہی کے لحاظ سے بھی۔ اگر مسوڑھوں سے پیپ آتی ہے (جو بعض لوگوں کو اتنی کم آتی ہے

کہ وہ نہ محسوس کرتے ہیں اور نہ پیدا) تو اس حالت میں اس پیپ کا غذا کے ساتھ مل کر معدہ میں جانے کا اندیشہ ہے۔ بیویں صدی میں مسوڑھوں کی یہ بیماری جسے پالوریا کہا جاتا ہے بہت عام ہو چکی ہے۔ یہ بہت خطرناک بیماری ہے۔ آئینہ سامنے رکھ کر مسوڑھے دبانے سے اگر کچھ مادہ خارج ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس مرض کی ابتدا ہو چکی ہے۔ غذا کی احتیاط اس بیماری سے حفاظت کا ذریعہ ہو سکتی ہے۔ ایک ڈاکٹر جو اس مرض کے متعلق نیویارک یونیورسٹی میں تعلیم دیا کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ غذا کا دانتوں پر بہت اثر پڑتا ہے۔ خواہ دانت قدرتی ہوں خواہ مصنوعی، ایسی غذا جو قدرتی دانتوں اور مسوڑھوں کو خراب کرتی ہے۔ وہ مصنوعی دانتوں کو بھی خراب کر دیتی ہے۔ اور مشاہدہ ہوا ہے کہ مصنوعی دانت جو بالکل درست ہوتے ہیں آہستہ آہستہ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔

اگر غذا کا نظام درست نہیں ہے اور معدہ بگڑ گیا ہے تو اس کا لازمی اثر یہ ہوگا کہ دانت جلد خراب ہو جائیں گے۔ ایسے لوگوں کے لئے دانتوں کا نکلوانا بھی سودمند نہیں ہوتا۔ معدہ کی خرابی سے منہ کے اندر کا گوشت سٹکڑا اور شکل بدلتا رہتا ہے۔ اور اس وجہ سے مصنوعی دانت بھی فٹ نہیں رہتے۔

پس بقلے صحت اور زندگی کے آرام و آسائش کا دار و مدار بہتر انتخاب غذا اور مناسب ورزش پر ہے۔ غذا وقت مقررہ پر اور قدرے بھوک رکھ کر خوب چبا چبا کر کھانی چاہئے۔ اس طرح غذا میں لعاب و دھن شامل ہو جاتا ہے اور غذا بخوبی ہضم ہوتی ہے :-

سالانہ چند مبلغ دو روپے بذریعہ می آرڈر روانہ کرتے وقت، کوپن پر اپنا پتہ صاف اور خوشخط لکھیں :-  
منیجر سالہ بیویں صدی پانی میو منڈی لاہور

اطلاعات عرض ہے کہ محمد احمد طالب علم جماعت ہم گورنمنٹ ہائی سکول گورداسپور کا نام تبدیل کر کے افتخار احمد رکھ لیا ہے قارئین کرام مطلع رہیں :-  
فضل الرحمن گورداسپور

# اشتعال جذبات کا اثر صحت پر

ریخ و غم، غصہ، حسد، نفرت، رشک و غیرہ سب ایسے جذبات ہیں کہ ان کے اشتعال سے صحت کو سخت نقصان پہنچتا ہے۔ دل کے قوی الاثر جذبات میں غصہ، ہلکے تر میں جذبہ ہے یہ تمام اعضائے جسمانی کو ان کے معمولی کام سے روک کر تمام نظام میں ابتری پھیلا دیتا ہے اور سب سے زیادہ بڑا اثر دل اور دماغ پر پڑتا ہے۔ ایسی بھمت ہی مثالیں ۰۰۰ جو وہیں کہ کسی جذبہ کے فوری پیمانے کے باعث لوگوں کو سفرِ فوری، بار، و غیرہ گرجہ ورم قلب و سرسہام کے امراض ہو گئے۔ غصہ کا جوش الہ بار بار ہو تو اکثر یہ قان، بعضی بخار، دق، فالج، اور جنوں تک ہو جاتا ہے۔ ایسی بھی بعض مثالیں ہوئی ہیں کہ جن میں غصہ کا جوش غصہ کرنے والے کی فوری موت کا باعث ہو گیا۔ دوسروں کو ستانے دوسروں سے جلنے یا دل کو غمگین کر دینے کے خیالات اگر اکثر دماغ میں چمک لگاتے رہیں تو انسانی جسم کی تندرستی اور خوبصورتی زائل ہو جاتی ہے۔ ناگہانی خوف سے بھی بعض اوقات انسان مر جاتا ہے۔ پریشانیوں اور افکار بہت تھوڑے عرصہ میں عصبی نظام کو بالکل تباہ کر دیتے ہیں۔

انتہائی خوف، غم یا کسی بیماری میں مبتلا ہو جانے، یا کسی محبوب عزیز کے مرجانے کی پریشانی اکثر انسان کی تندرستی کو برباد کر دیا کرتی ہے۔ اور اُس کے دماغ کا توازن قائم نہیں رہتا یہ ضرور ہمارا فرض ہے کہ اپنے مریض اور جان بلب عزیزوں کی تیمارداری اور عیادت کریں لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ

اگر وہ اچھے نہ ہوں یا مرجائیں تو ہم بھی ان کے ساتھ مرجائیں۔ بعض اوقات اپنے کسی پیارے کی موت کی خبر سن کر لوگوں کا دل اُٹکت جاتا ہے اور وہ پاگل ہو جاتے ہیں۔ ایسی بھی مثالیں ہیں کہ انتہائی غم کی حالت میں لوگوں کے بال صرف ایک رات میں سفید ہو گئے۔ اس لئے ضروری ہے کہ موت کی خبریں یا اور ایسی رنجیدہ خبریں سنانے میں بڑی احتیاط کی جائے اور دیکھ کر سناٹی جانے کی جگہ کوئی براہِ عمل ہونا ہو تو کمزور طبیعت کے لوگوں کو دہان نہ جانے دینا چاہئے۔ ایک عورت بیٹی ہوئی اپنے بچے کے کھیل کما تماشہ دیکھتی تھی کہ لڑکھانے کے مکان کی کھڑکی کا دروازہ بچے کے ہاتھ پر لگا اور اُس کی تین انگلیاں کٹ کر بالکل الگ ہو گئیں وہ عورت اس سانحہ سے ایسی خوف زدہ ہوئی اور دل میں کچھ ایسا سہل سمایا کہ بچہ تو گود میں بھی نہ اٹھا سکی پڑھو لیا نہ ڈکڑ بلیا جس نے پیٹنے کی مہم چٹی کی اور اس کے بعد ماں کی طرف متوجہ ہوا جو ایک کمری پر پڑی رو رہی تھی اور اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ سے دبائے ہوئے تھی۔ ڈاکٹر کو یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ جس ہاتھ کی جو تین انگلیاں بچے کی کٹی تھیں۔ اُسی ہاتھ کی وہی تین انگلیاں ماں کی بھی سوچ گئی تھیں اور ان میں سوزش کی علامت موجود تھیں حالانکہ اس حادثے سے پیشتر اُس کے ہاتھ میں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ تھی چوبیس گھنٹے کے اندر یہ انگلیاں پک گئیں اور ان میں سے شگاف دے کر پیپ لگا لی گئی تب کہیں جا کر ایک مہینے میں وہ اچھی ہوئیں ۰

سب سے بہتر تو یہ ہے کہ ہر شخص اپنے ہاتھ سے اپنا کھانا پکائے اور ایسے وقت میں پکانے کہ جب اُس کا دل خوش اور ہر قسم کے غم و غصہ سے آزاد ہو یہ کھانا بہت جلد ہضم ہو جاتا ہے اور باسانی جزو بدن بن جاتا ہے۔ مگر بیسویں صدی کے تہذیب و تمدن کے زمانے میں ہر شخص کے لئے اپنے ہاتھ سے کھانا پکانا قریباً ناممکن ہے کھانا اگر ایسے شخص نے پکایا ہے کہ جس کے دل میں بُرے معاذانہ خیالات بھرے ہوئے ہیں۔ یا یہ کہ پکانے والا اچھا آدمی ہے لیکن پکاتے وقت اُسے غصہ تھا۔ تو اُس کھانے کے استعمال سے نظام ہضم اور نظام جسمانی سب میں ابتری پھیل جاتی ہے اس لئے ہمیشہ اس بات کی احتیاط رکھنی چاہئے کہ آپ کھانا

ایسا شخص پکائے اور آپ کے لئے نکال کر لائے۔ جس کے دل میں آپ کی محبت ہو اور جو بد مزاج اور موذی بھی نہ ہو کھانے کو بُری نظر سے چائے کے لئے بہتر یہ ہے کہ کسی پوشیدہ جگہ میں کھایا جائے اس خیال کا اظہار نہ کرے کہ یہ قدیم فلسفوں نے بھی کیا ہے اور موجودہ زمانے کے بعض فلاسفہ بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں اس لئے ان باتوں کو محض توہم پرستی سمجھ کر حقارت سے نہ دیکھنا چاہئے اس سے یہ نتیجہ اگر اخذ کیا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ جی چیزوں کو مقدس اور پاک لوگ چھو دیں ان کے کھانے سے یا استعمال کرنے سے السالہ کے جسم اور دماغ پر بعض مخصوص اثرات مرتب ہونے ممکن ہیں۔

## زور پاشی کا دارو

ہماری دوکان میں خالص سونے کے فیشن ایبل خوبصورت زیورات نکس، فینسی چوریاں، بلاکٹ، رانی ہار، انگلیٹھیاں، ساڑھی پین، سونے چاندی کے برتن

ہر وقت تیار ملتے ہیں۔ نیز آرڈر دیئے پر حسب منشا تیار بھی کر دیتے ہیں۔ آپ ہمیں ایک بار آزمائیں آپ کو سچائی کی قدر ہوگی اور آپ ہمیشہ کے لئے ہمارے گاہک بن جائیں گے اونچے گھرانے کے معزز شریف اور سمجھدار لوگ ہمارے ہاں سے سونے چاندی کا مال خریدتے ہیں اور زرگروں کے پیچھے اپنا وقت ضائع نہیں کرتے۔ ہمارا اصول ہے۔

ایک بول پورا تول

سیٹھ امولک رام صرف نوٹ کر یا تو الابازار امرتسر

توشتہ گرامی

(جائٹ ایڈیٹر)

بجکوت دیال

ایم۔ ۲

جلد ۲

- ۵۔ مسادھوری۔ افسانہ۔ جناب جمیل ہاشمی ایم اے دہلوی
- ۹۔ نمکدان۔ خوشتر گرامی
- ۱۱۔ موسیقی۔ افسانہ۔ جس میں تعلیم یافتہ نوجوان لڑکیوں کی تلون ابجی کھلائی گئی
- ۱۲۔ راز و نیاز کی رات۔ افسانہ۔ ایک عورت کی زربانی
- ۱۶۔ وہ آ رہے ہیں۔ مختصر مدراج کماری بی۔ اے
- ۱۸۔ تجدیدِ لغت۔ افسانہ۔ جناب ہادی جعفری صاحب
- ۲۱۔ غزل۔ جناب نسیم امرتسری
- ۲۲۔ یہ لاہور ہے۔ مشہور مزاحیہ نگار جناب ایم۔ اسلم
- ۲۵۔ جگہ پارے۔ جناب جگہ مراد آبادی
- ۲۶۔ عریاں کلب۔ مادرِ زاد برہنہ یورپین مرقورقوں کی زندگی کے چشم دید حالات
- ۳۰۔ جذباتِ سمجھل۔ غزل۔ جناب اسماعیل الہ آبادی
- ۳۱۔ قاصدِ محبت۔ ترجمہ۔
- ۳۱۔ تصویر کو دکھ کر۔ مختصرہ وزیر بیگم صاحبہ
- ۳۷۔ دنیا سے ادب۔ براہِ راست انگریزی بنگالی، ترکی، فرانسیسی وغیرہ
- ۳۲۔ بچے تیس عادتیں کیسے پڑتی ہیں؟ والدین کی توجہ کے قابل
- ۳۶۔ تربیت کے مختلف اثرات۔ والدین کی توجہ کے قابل
- ۳۷۔ خون کا داغ۔ افسانہ۔ جناب محمد ظہور فوجپوری بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ ویل
- ۴۲۔ دو چاند۔ غزل۔ جناب اختر شیرانی ایڈیٹر رومان
- ۴۳۔ کلامِ کشتہ۔ غزل۔ جناب کشتہ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ ویل
- ۴۳۔ آئینہ جذبات۔ غزل۔ جناب سلف نظامی
- ۴۴۔ افلاسِ ترقی کا ذریعہ ہے۔ جناب شافقت کانپوری
- ۴۴۔ نمبر مایوس۔ مختصرہ سعدیہ بیگم صاحبہ سیوہار ضلع بجنور
- ۵۰۔ دلچپ۔ دلکش۔ حیرت انگیز۔ ترجمہ۔
- ۵۲۔ آزادی وطن کا ترانہ۔ چینی شاعر سولیان کی ایک نظم
- ۵۴۔ امراض کا قدرتی علاج۔ ماخوذ
- ۵۶۔ دہی دودھ سے زیادہ مفید کیوں ہے؟ یورپین لکڑوں کے حیرت انگیز تجربات

نمبر ۱

سالانہ چندہ

دو روپے

قیمت فی پرچہ

سالانہ چندہ پانچ شلنگ قیمت فی پرچہ ۴۴

بہتے وقت میں آرڈر کے کوپن پر اپنا نام و پتہ مندرجہ اور خوشخط لکھیں۔

۴۔ نئے آئین کے مطابق برہما ہندوستان سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ اس لئے اب یکم اپریل سے برہما کا محصول ڈاک غیر ممالک کے برابر ہو گیا ہے۔ یعنی بیسویں صدی کا ایک پیرچہ جس پر برہما کے لئے ایک پیسہ کا ٹکٹ لگایا جاتا تھا۔ اب اس پر یکم اپریل سے چھ پیسے کا ٹکٹ لگایا جا رہا ہے۔ گویا برہما کے لئے محصول ڈاک

پہلے کی نسبت چھ گنا بڑھ گیا ہے۔ ہندوستان میں رسالے کی قیمت فی پیرچہ تین آنے اور سالانہ چھ روپے صرف دو روپے ہے اور ممالک غیر میں فی پیرچہ ساڑھے چار آنے اور سالانہ چندہ صرف پانچ شلنگ (تین روپے پانچ آنے) ہے۔

رنگوں میں رسالہ بیسویں صدی میاں عبدالرزاق خان نظامی اخبارات ۱۷۲ بار سٹریٹ رنگوں میں مل سکتا ہے

۱۔ بیسویں صدی گمراہ کے آغاز سے ایک ہفتہ پہلے یعنی نئی وقت کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔ اور دو تین بار پتوں کا مقابلہ کر کے ڈاک کے سپرد کیا جاتا ہے۔ اس پر بھی ایسی گمراہ خریداروں کی طرف سے شکایتیں موصول ہوتی ہیں کہ "پیرچہ نہیں ملا" اگر ۲۸ تاریخ تک آپ کو پیرچہ نہ ملے تو سمجھ لیجئے کہ کسی ڈاک کے ڈاکو نے پیرچہ ہضم کر لیا ہے۔ اس کی شکایت لکھ کر ڈاک خانہ میں

دی جائے اور ایک خط ہمیں بھی لکھا جائے۔ صرف ان خریداروں کو دوبارہ پیرچہ روانہ کیا جاتا ہے۔ جن کا خط ۲۸ تاریخ تک سپرد ڈاک ہو جائے۔ اس کے بعد مہار کے ٹکٹ موصول ہونے پر پیرچہ روانہ کیا جاتا ہے۔

۲۔ یہ بات نوٹ

کر لیں کہ نمونہ کا پیرچہ بلا قیمت روانہ نہیں کیا جاتا نمونہ طلب کرنے والوں کو لغات میں تین کے ٹکٹ بھیجنے چاہئیں۔

۳۔ سالانہ چندہ مبلغ دو روپے بذریعہ منی آرڈر

مینجر بیسویں صدی پرانی میونسٹی لاہور





Pramilla



Sabita Devi

JAHANARA BEGUM  
of Monghyer



Miss Umrao



## دراز جناب جمیل ہاشمی ایم۔ اے (دھوی)

پڑھتا ہی نہیں اگر اس کی یہی حالت رہی تو خدا نہ کرے کسی مہلک مرض کے ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ آپ ازراہ فوازش اُس کو خط لکھتے رہتے آئے یہ علم نہیں کہ میں اُس کی کیفیت آپ کو کھد رہا ہوں۔ بسا اوقات تمام دن سر جھکائے بیٹھا رہتا ہے اکثر الماری کی کتابوں اور رسائل سے غریب ملازم کے سر کی تواضع کرتا ہے۔ اگر اللہ میرا پرانا ملازم نہ ہوتا تو یقیناً میرے گھر میں ملازم کا رہنا ایک دشوار امر تھا اور کیا لکھوں۔ آج رات کی گاڑی سے میرے گھر جا رہا ہوں۔ واپسی پر طے کی کوشش کروں گا۔

میں نے سوچا کل مسوری جا کر سب سے پہلے رام کشور کو خط لکھوں گا پھر کوئی دوسرا کام کروں گا۔

(۲)

مسوری۔ مورخہ ۱۹۳۷ء  
پیارے رام کشور!

ڈاکٹر ٹڈن کے خط سے یہ معلوم ہو کر کہ اب تنہا ہی حالت رُوحیت ہے، میری فکر دور ہوئی۔ وہ بڑے خلیق اور بہادر ڈاکٹر ہیں۔ تم کو بہت جلد پاؤں جلدنا سکھا دیں گے۔ میرے اس خشک روکھے پھیکے خط سے تنہا رادل کیا بچے گا۔ کسی ہوش

شریستی جی نہیں کر کہا: ”ڈاکٹر دو خط دے گیا ہے۔ ایک جگہ ان دس جی کا دوسرا ڈاکٹر ٹڈن کا“ میں نے جواب دیا۔ اُچھا ہوا رات کی گاڑی سے ہم مسوری نہیں گئے میں رام کشور کا خیریت معلوم کرنے کے لئے بے چین تھا۔ اُس کو ریل سے گھر لے آیا ایک مہینہ ہوئے آیا ڈاکٹر ٹڈن کہتے تھے کہ چوٹ بھی مچھلی آئی ہے لیکن وہ ابھی تک کاشی کیوں نہیں لوٹے؟ ڈاکٹر ٹڈن کا خط یہ تھا۔

(۱)

از لکھنؤ۔ مورخہ ۱۹۳۷ء

آپ کا خط ملا۔ معاف کیجئے بول بیٹے میں دیر ہوئی۔ رام کشور کو زیادہ چوٹ آئی ہے تاہم جلد اچھا ہو جانے کی امید ہے لیکن بچے سخت تعجب ہے کہ وہ اس عمر میں زندگی سے انکار کیوں گیا ہے۔ ایک نامراد عاشق تھی اپنے محبوب کے انتحار کے انتظار میں ایک طویل مدت کاٹ دیتا ہے۔ محض اس خیال سے کہ کسی نہ کسی اُس کے دل کی بات پوری ہوگی۔ لیکن یہ ۲۸ سال کا لونڈا اپنی زندگی سے ایسا روٹ گیا ہے کہ کسی طرح اس کا جی نہیں بہتا۔ وہ اخبارات سے پٹھے کا کام لیتا ہے اور رسائل پڑھے ملازم کے سر پر پیچیک دیتا ہے۔ خطوط تو کبھی

حالات کھٹنا۔ مجھے یہ علم نہ تھا کہ ہنوز تہار دل حسن کا شیدا ہے۔ سب باتیں تفصیل سے لکھنا، بال کتنے لمبے ہیں، دانت کیسے ہیں، کس رنگ کا لباس پہنا کرتی ہیں وغیرہ۔ سیتا کو پیار۔ اگر تہاری مادھوری دراصل مادھوری ہوئیں تو میں بھی بہت جلد اُن کو دیکھنے آؤں گا۔

رام کیشور

(۴)

مسوری مورخہ ۹ مئی ۱۹۳۷ء

میں صاحبہ آگئی میں آج صبح درشن ہوئے۔ اُس وقت ہل کلابی ساڑھی پہنے ہوئے تھیں اور پاؤں میں قیمتی کا مدر جوڑنا تھا۔ خالنا مال سے میں نے دریافت کیا ہے والدین کا انتقال ہو چکا ہے گرمیوں میں اکثر مسوری میں رہتی ہیں۔ ٹکٹ جمع کرنے کا بہت شوق ہے۔ کوئی دو ہزار ٹکٹ جمع کر چکی ہیں۔ ملازم سے بہت اچھا رشتہ تو کرتی ہیں۔ ٹینس کھیلتی ہیں ناچ دیکھتی ہیں۔ بائبل پڑھتی ہیں۔ غرض بحیثیت مجموعی ایک حیرت انگیز ہستی ہیں۔

بس آج اسی قدر۔ باقی کلا۔ وجہ یہ ہے کہ میں آج مادھوری اور اُن کی محالہ کے ساتھ سینما دیکھنے جا رہا ہوں

شیام چرن

(۵)

مسوری مورخہ ۱۱ مئی ۱۹۳۷ء

میں مادھوری ایک خوب صورت لڑکی ہے۔ ایٹور تہیں جلد اچھا کر دے۔ تم خود دیکھ لو گے۔ جب ہستی ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے گویا پھولوں کی بارش ہو رہی ہے۔ ایسی حسین دوشیزہ میری نظر سے پہلے نہیں گذری آنکھوں کی خوبصورتی کے متعلق کچھ لکھنا میرے بس کی بات نہیں۔ اُس کے خصائل متعجب کن ہیں۔ پندرہ سال کی حسین نوجوان لڑکی میرے کمرے میں ڈرتی

میں ٹھہرا ہوتا تو پریوں کا تذکرہ کرتا۔ لیکن کیا کہہ دوں اگر اُسے سے ملے ہوئے اس بنگلے کے ایک کمرے میں ٹھہرا ہوں۔ جس کی مالکہ ایک عیسائی عورت (مسٹر کرجی) ہے عمر تقریباً اسی نوے سال ہوگی۔ آج کل اُس کے پاس صرف ایک بھتیجا ہے۔ سارا بنگلہ خالی پڑا ہے۔ سناہے دو تین دن میں دہلی سے مسٹر کرجی کی بہن کی لڑکی جو وہاں کہ سچین کالج میں پڑھتی ہے آنے والی ہے۔ اُس کی عمر پندرہ سال کی ہے۔ اُس کا نام مس مادھوری ہے۔ گزشتہ سال انٹرنس کے امتحان میں اُس کا چوتھا نمبر تھا۔

تہاری بہن بظنہ لکھنے کے باعث تم سے سخت ناراض ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا ہے کہ تم کو اُن کا پر نام نہ لکھا جائے۔ گو مجھے کاغذ سیاہ کرنے کی عادت ہے۔ بلکہ اپنی خیریت کی اطلاع دو۔

شیام چرن

(۳)

از لکھنؤ۔ ۶ مئی ۱۹۳۷ء

پیارے شیام چرن!

تمہارا خط ملا۔ بھلا میں کیا اور میری ناراضی کیا۔ ٹانگ کا زخم اب مُندل ہوتا جا رہا ہے۔ سیتا جی کے بیاہ کو آج پندرہ برس ہوئے لیکن اس عرصہ میں مجھے پلنگ پر رات دن پڑے رہنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا البتہ اس سے پہلے بیمار ضرور ہوا تھا۔

کھنڈا ایسے مقام میں بھی میری طبیعت نہیں لگتی۔ مجھے چاروں طرف دیرانہ نظر آتا ہے۔ اس باغ میں مہینوں سے کوئی نیا چہرہ دکھائی نہیں دیتا۔ بس للو مال اور ڈاکٹر روزانہ آتے ہیں۔ اور ہاں قریب کے قدر آدم آئینہ میں ایک اور چہرہ نظر آتا ہے یہاں شدت کی گہمی پڑ رہی ہے۔ تم روز خط لکھا کرو کم از کم دوسرے روز تو ضرور لکھ دیا کرو۔ میں مادھوری کا

ہوئی اگر پوچھتی ہے "اور باجی آج کچھ ٹکٹ آئے" کبھی نگاہ نہیں اٹھتی حالانکہ میں بہت فضا طعویں تاہم اگر یہی کیفیت رہی تو قلیل کسی درجہ گذارنی ہوگی۔ اگر تم دیکھنا چاہتے ہو تو جلد بھلے چنگے ہو جاؤ۔

شیام چرن

(۶) از لکھنؤ۔ مورخہ ۱۲ مئی ۱۹۳۷ء

پیارے شیام چرن بی !  
بھگوان کے لئے اور دس بارہ دن مسوری ٹھہرو۔ میں بہت اچھا ہو جاؤں گا۔ ٹانگ کا زخم مندمل ہونے میں دو تین دن کی کسر ہے۔ لیکن ابھی ڈاکٹر صاحب آٹھ دس روز ٹھہرنا دیں گے۔ کیا اُس کی کوئی تصویر بھیج سکتے ہو۔ یہ خط میں بہت عجلت میں لکھ رہا ہوں۔

رام کیشور

(۷) مسوری۔ مورخہ ۱۴ مئی ۱۹۳۷ء

پیارے رام کیشور !  
تارکے پارسل سے رس گئے اور امرتی بھجو۔ بے تعلقی وزیر نے بڑھ رہی ہے۔ اُس نے بتایا کہ اُس کا پہلا نام فلیس ہے۔ فلیس مادھوری تم یہ معلوم کر کے خوش ہو گے کہ وہ رباب پر بہت عمدگی سے گاسکتی ہے۔ اس سلسلہ میں آج میں نے تمہارا ذکر کر دیا۔ کہنے لگی وہ کب تک آئیں گے میں تو پیسے سو اہینے میں چلی جاؤں گی۔ تمہاری تصویر دیکھنا چاہتی ہے۔ میں نے کل دکھانے کا وعدہ کیا ہے۔ باوجود عیسائی ہونے کے اُس کا میلان زیادہ تر ہندو دھرم کی طرف ہے۔ ہندی فلموں سے بہت دلچسپی لیتی ہے کوئی ہندی فلموں کی اچھی سی کتاب اپنے ساتھ لیتے آتا۔ لیکن میری مٹھانی مت بھولنا شیام چرن

(۸)

مسوری۔ مورخہ ۱۴ مئی ۱۹۳۷ء

پیارے رام کیشور !  
صرف شکریہ ادا کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ بغیر رس گئے اور امرتی کے کام نہیں چلے گا۔ میں محنت بھی تو خوب کر رہا ہوں۔ ہاں تو بتاؤ تم خود عیسائی ہو جاؤ گے یا اُس کو مدد کر دو گے۔ وہ کہتی ہے کہ میں ہندو دھرم کی پرستار ہوں۔ لیکن مانا کے خوف سے اپنا مذہب چھوڑنا پسند نہیں کرتی۔ یہ کان کھول کر سن لو کہ ایک عیسائی عورت سے ہمارا کوئی سروکار نہیں ہو سکتا۔ اُس نے تمہاری تصویر دیکھنے کو لی تھی، اب کہتی ہے کھو گئی اب میں تم سے اُس کی سفارش نہیں کر سکتا۔ مجھے پسند نہیں کہ تمہاری بیوی جھوٹی ہو۔ تمہاری تصویر اُس نے بائبل میں رکھی ہے اور روز بائبل پڑھنے کے حیلے سے تمہارے درشن کرتی ہے۔ اُن عورت کا دل بھی کس قدر فریب آفتنا ہے۔ اگر مجھ سے یونہی مانگتی تو کیا میں اُس کو نہ دے دیتا۔ تم نے دریافت کیا ہے کہ کیا میں مادھوری کو ایک مختصر عجلت نامہ لکھ سکتا ہوں۔ سو تو تم ہرگز نہیں لکھ سکتے۔ کیونکہ مسز کرجی اُس کے باہر سے آئے ہوئے خطوط کو بڑے غور سے پڑھتی ہیں۔ دوسرے ابھی اُس کا رہن ہی کیا ہے۔

شیام چرن

(۹)

از مسوری مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۳۷ء

پیارے رام کیشور !  
واضح ہو کہ جو بنیاتی بات بگڑ گئی مسز کرجی نے کل بائبل میں تمہاری تصویر دیکھ لی۔ وہ مجھ سے بھی مٹھ پھلائے بیٹھی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے مس مادھوری نے بھی خال سے کچھ گستاخی کی ہے۔ ایسی حالت میں تمہارا یہاں جلد آنا محض بیکار ہے

ٹانگ جب بالکل اچھی ہو جائے اور ڈاکٹر صاحب اجازت دیں  
تو روانہ ہونا ورنہ ابھی ٹھہرو۔

شیام چرن

(۱۰)

از مسوری مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۳۶ء

جناب ڈاکٹر صاحب!

میں نے سوچا تھا کچھ اور ہوا کچھ، رام کشور کا یہاں بجلت  
کہے آنا یقیناً نامتناہ ہے جس طرح ممکن ہو اُس کو کچھ دن  
رہنے آج اُس کا رابطہ کہ میں پرسوں روانہ ہو جاؤں گا۔

شیام چرن

۳۶-۵-۲۵-تار

رام کشور معرفت ڈاکٹر ٹنڈن قیصر باغ لکھنؤ  
فی الحال آنا بیکار ہے ٹھیک وقت پر اطلاع دوں گا۔

شیام چرن

۳۶-۵-۲۶-تار

درا باہری ویلا مسوری

میرا آنا پوشیدہ رکھا جاسکتا ہے کل روانہ ہو جاؤں گا  
رام کشور

۳۶-۵-۲۶-تار

رام کشور معرفت ڈاکٹر ٹنڈن قیصر باغ لکھنؤ

پاگل بن نہ کرو۔ تم اُس سے بل نہیں سکتے۔ اُس نے اپنی

نبت ظاہر کر دی ہے۔ اُس سے ہر قسم کی ملاقات بند کر دی  
گئی ہے۔

شیام چرن

۳۶-۵-۲۶-تار

درا باہری ویلا مسوری

ملاقات بند کر دی گئی ہے و بس انتہا ہو گئی۔ آج رات  
کی اکسپریس سے روانہ ہوتا ہوں۔

رام کشور

مسوری مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۳۶ء

پیارے رام کشور!

مجھ میں نہیں آتا کیا لکھوں تم کو منہ نہیں دکھا سکتا۔ لہذا  
آج مسوری سے روانہ ہو رہا ہوں۔ ڈاکٹر ٹنڈن سے  
تمہاری کیفیت معلوم کہ تمہاری طبیعت بہلانے کے  
لئے میں نے یہ ترکیب سوچی تھی اور اس نے اس عیسیٰ  
لڑکی کا من گھڑت قصہ چھڑ دیا تھا۔ میں کیا جانتا تھا کہ تم  
اتنے بے صبر ہو جاؤ گے۔ ابھی ویلا ایک کشمیری دوست  
کا بنگلہ ہے۔ میں نے پورا بنگلہ کرایہ پر لے رکھا ہے میں یہاں  
نہ کسی کہ سچین اور نہ کسی ہندو کالج کی لڑکی سے آشنا  
ہوں۔ اُمید ہے تم مجھے معاف کر دو گے؟

شیام چرن

جیل ہاشمی ایم۔ اے

میں مختلف قسم کی لڑکیوں کے کوشش بھی کی ایک لڑکی نے بھرتی جی نے بھی  
فتویٰ دیدیا تھا کہ آپ اپنی بیوی سے شادی نہ کر سکیں گے لیکن محبت دیوتا  
ان سب کو روندنا پامال کرتا منزل مقصود پہنچا۔ اور ۳۴  
جون کو مسند سمسن ڈیپن آف فڈسریں گئیں۔ خدا مستطاب لدولی  
پر رحم کرے۔ اس بے چارے کی قلبی حالت کا خیال آتے ہی رونے لگے  
کھڑے ہو جاتے ہیں (خوشتر گرامی)

بقیہ منکدران ہر کامیوں سے بچے کہ جب لانا کی کامیابی یقینی تھی  
تو ان غریبوں کی مصیبت میں لانا کہاں کی اسلامی خدمت تھی؟ آخر اس  
آپ کا مقصد کیا تھا؟ ہر حال مولانا ممبر بن گئے۔ بس یہی کسر تھی؟  
ڈاکٹر آف وڈسریں سابق شہنشاہ ایدہ ہر دہم جنہوں نے  
محبت کی خاطر برطانیہ الی علیہ انشان سلطنت کی بادشاہت چھوڑ دی  
۱۹۳۶ء ۱۰ جولائی ۱۹۳۶ء



### (از خوشتر گرامی)

بھی سب کچھ بھول بھال کر ان بے چاروں کی مصیبت پر آنسو بہانے کے لئے مجبور ہو جاتا ہے۔

۱۹۳۷ء ان کے لئے اس قدر محسوس ثابت ہوا ہے کہ بس کچھ نہ پوچھے۔ بسم اللہ تو نوز کے خطابات سے ہوئی۔ جو یکم جنوری کی بجائے یکم فروری کو عطا ہوئے اور اس طرح خطابات کے اُمیدواروں کو انتظار موت سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔ کامز اچھا لگئے۔ اب شہنشاہ معظم کے جنم دن کی باری آئی تو دفتر ہی کا ڈور دھو گیا۔ یعنی خطابات کے خواہش مند یہ اُمیدیں لگائے بیٹھے تھے کہ نوز کے خطابات میں ایک مہینے کی تاخیر ہو گئی تو خیر ہونے دیجئے اب کہ تین مرتبہ خطابات عطا ہوں گے۔ اول نوز کے دن پھر شہنشاہ معظم کی تاجپوشی پر اور اس کے بعد آپ کی سالگرہ پر۔ چلو ساری کسر نکل جائے گی۔

یہی وجہ تھی کہ بڑے بڑے جنادری خطاب خورتا چوٹی کے خطابات کی فہرست میں سے اپنا نام غیر حاضر دیکھ کر بھی مایوس نہ ہوتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ابھی چند روزہ میں بادشاہ سلامت کا جنم دن آیا چاہتا ہے۔ آج نہیں تو کل بھی۔ آخر ایک مہینے میں کوئی سافرق پڑ جائے گا۔ مسٹر خان صاحب یارائے صاحب بن جاشیں گے۔ خان صاحب اور رائے صاحب ترقی کر کے خان بہادر اور رائے بہادر ہو جائیں گے وغیرہ وغیرہ۔

تھوڑی سی مدت میں دنیا میں اس قدر حادثات رونما ہوئے ہیں کہ انسان گنتے گنتے عاجز آ جاتا ہے۔ اٹلی حبشہ کو بے ڈکار ضم کر گیا۔ اور جمعیت اقوام مند دیکھتی رہ گئی۔ شاہ ایدورڈ ہشتم محبت کی خاطر تخت و تاج سے دست بردار ہو گئے۔ سپین میں جنگ کے وہ شعلے بھڑکے کہ اب تک دونوں طرف ہے آگ برابری ہوئی یعنی نہ تو حکومت پیچھے ہٹی ہے اور نہ فرانکو صاحب کو سانس لینے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ اپنے ہندوستان جنت نشان میں نئی اصلاحات کا دور دورہ ایسے بے ڈھنگے پن سے ہوا ہے کہ چھ صوبوں میں حکومت کی چوٹی کسی طرح ٹھیک نہیں بیٹھتی۔ پنجاب میں رانا بارہی عجیب کاشتکار تباہ ہو گئے۔ غرض کوئی کہاں تک گزتا جائے جس طرف دیکھو بے چینی اور فراق تفری کا عالم ہے۔ بڑے بڑے دربارہ و مصلوٹ صوبائی پر بیان دے رہے ہیں۔ تقریریں ہو رہی ہیں۔ کمیٹیاں بن رہی ہیں۔ مگر بے جینی ہے کہ دن بدلا بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے۔

لیکن مذکورہ بالا حادثات کی اہمیت اُسی وقت تک زیادہ معلوم ہوتی ہے جب تک آپ ہمارے وطن بالوف یعنی بھارت تانا کے خطاب خوروں کی حالت سے بے خبر ہیں ان کی حالت دیکھنے یا سننے کے بعد سنگدل سے سنگدل انسان

دیر آمد درست آمد گھرانے کا کونسا موقع ہے۔ بلکہ یہ تو بہتر ہی ہوا۔ ہمیں اپنے خطاب کی خوشیاں منانے کے لئے جو تیاریاں کر لی ہیں۔ ان کے لئے ایک مہینہ اور مل گیا۔ اس موقع میں اپنے اور بھی کئی دوستوں کو آمادہ کر سکیں گے کہ چندہ کر کے یا خود ہمارے خرچ پر ہمیں پارٹیاں دیں اور مبارک باد کے ریزہ ویلوشن پاس کر کے اخباروں میں چھپوائیں۔ لیکن یہ مادرچہ خیالیم و فلک در چہ خیال۔

ایک ایک خبر آئی کہ اب کے شہنشاہ معظم کی سالگرہ پر خطابات عطا نہیں ہوں گے۔ بلکہ وہ تاجپوشی والے ہی خطابات کافی سمجھے جائیں گے۔ بس پھر کیا تھا خطابی پہلوؤں پر بجلی ٹوٹ پڑی۔ ہوش و حواس رخصت ہو گئے۔ ہاتھ مارے۔ اب کون جانے کتنی دیر انتظار کرنا پڑے گا اور پھر زندگی کا کیا اعتبار اگر اسی برسات میں مہینہ کر کے خراجِ مسد عمارت کے تو دینا سے نامرادی اٹھ جائیں گے۔ آہ۔ اس خطابات کی خاطر کتنے پا پڑے افسر کو خوش کرنے کے لئے امکان بھر کوشش کی۔ اسی کوشش میں بعض لوگوں نے گذشتہ انتخابات کے موقع پر فحش قسم پرست امیدواروں کا مقابلہ کیا۔ روپیہ پانی کی طرح بہایا۔ ادا سے ادا پے و وٹھ کی منتیں کیں۔ جائز ناجائز کچھ نہ سوچا ڈنگا ڈنگا بھی کیا۔ ضمانتیں تک ضبط کر لی گئیں۔ لیکن جس امید پر یہ سب کچھ کیا تھا اس کے بار آور ہونے کا وقت آیا۔ تو ڈربہ ہی سوخت ہو گیا

افسوس

قسمت کو دیکھئے کہ بے ٹوٹی کہاں رسن

دو چار ہاتھ چاہ میں جب ڈول رہ گیا

برجال ہمیں ایسے رائے صاحبوں۔ خان بہادروں، اور سرکار کے ازمیری خادموں سے دلی ہمدردی ہے۔

بات سے بات نکلتی ہے انتخابات کے سلسلے میں مکر

اسمبلی کے لئے مولانا فخر علی خاں کا انتخاب بھی یادگار رہے گا۔ مسٹر کے۔ ایل گابا نے پنجاب اسمبلی کا ممبر منتخب ہو جانے کا باعث مرکزی اسمبلی سے استعفیٰ دے دیا۔ تو پنجاب اس نشست کے لئے دو امیدوار کھڑے ہوئے۔ ایک تو میاں عبدالعزیز صاحب جو کانگریس کے ٹکٹ پر کھڑے ہوئے تھے اور دوسرے اپنے فخر الملت والدین یعنی خود مولانا فخر علی خاں آف مجلس اتحاد ملت۔ چند روز خوب ہنگامے رہے۔ مولانا فخر علی خاں کے حامیوں نے کانگریسی امیدوار کے جلسے درجہ بدرجہ کم کرنے میں ایٹمی چوٹی طائر لگایا۔ مگر جلسے ہوئے اور بیچ کیمیت ہوئے۔ اُدھر مولانا نے مزنگ پر دمکا دیا تو نہایت شاندار ریسپانسی ہوئی۔ پہلے عام لوگوں کا خیال تھا کہ مولانا فخر علی خاں کے مقابلے میں کانگریسی امیدوار کی کامیابی ناممکن ہے۔ لیکن چند ہی روز میں حالات نے کچھ ایسا پٹا کھایا کہ مولانا چاروں شانے چت کرتے نظر آنے لگے۔ اور ہر شخص کو میاں عبدالعزیز کی کامیابی یقینی معلوم ہونے لگی۔

لیکن ایک لوگ اخبارات میں یہ خبر پڑھ کر حیران رہ گئے کہ میاں عبدالعزیز بڑے آرام سے بیٹھ گئے ہیں۔ آپ نے نہ تو کانگریس والوں سے مشورہ کیا اور نہ اپنے پیٹھ جانے کے لئے کوئی معقول وجہ بتائی بس قریب اندازی پر راضی ہو گئے اور قریب مولانا فخر علی خاں کے نام پڑا۔ خیر ہمیں اس سے سرفراز نہیں کہ ممبر کون بنا کیوں بنا اور کیوں کہ بنا؟ البتہ یہ امر قابل ذکر ہے کہ قریب اندازی کرنے والے خیر سے اتحاد پارٹی کے بزرگ تھے جو بار بار اعلان کر چکے تھے کہ ہماری پارٹی کو اس انتخاب سے کوئی دلچسپی نہیں اور اس سے بھی مزید اہمیت یہ ہے کہ جب پرچیاں ڈالنے کا وقت آیا تو میاں عبدالعزیز کے پیٹھ جانے کے باعث اگرچہ پرچیاں صرف مولانا فخر علی خاں کے نام پڑ رہی تھیں۔ لیکن پھر بھی کئی جعلی پرچیاں پکڑی گئیں اور بے چارے سادہ لوح جعلی ووٹر پابست دگئے دست بدست دگرے مناسب مقام پر پہنچ گئے۔ کوئی مولانا





”اُف گیارہ بج گئے۔ موہنی نے بستر پر کپڑے

بدلا، گارنیر لب کنا شروع کیا۔

ابھی نیند نہیں آئی اور نیند آئے کیسے جب میری ایک

جان کے سب دشمن ہورہے ہیں۔ جو ہے وہ آنکھیں نیلی کر رہا ہے

جو ہے وہ ناک بھوں سکڑ رہا ہے۔ میں بد نصیب کس کس کا غصہ

دیکھوں۔ کس کس کی باتیں سہوں۔ پتا جی تو جب مجھ کو دیکھتے

ہیں ضرور غصہ کرتے ہیں اور اُن کی دیکھا دیکھی دیوی جی آنکھیں

دکھانے لگی ہیں۔ نہ معلوم یہ کون آئیں بڑی غصہ کرنے والی۔

چہیتی ہوں گی پتا جی کی مجھ سے کیا مطلب؟ مجھے بُرا کہنے

والی یہ کون؟ ساری دشمنی تو اس بات کی ہے کہ میں سوت کی

بیٹی ہوں۔ سوت بے چارہ میری بھی گئی مگر اُن کی

دشمنی ہے کہ کم نہیں ہوتی۔ اُونہ! دشمن ہو کہ

میر کیا لگا رہا ہے۔ بس یہی پتا جی کے کان بھریں گی چُغلی کھا کھا

کر مجھ پر غصہ کر آئیں گی۔ میں اس سے کب ڈرتی ہوں۔ یونہی

کب مجھ کو لاڈ پیار سے پالے ہیں کہ بگڑ جائیں گے۔

آخر کمال کے پتائے بھی نیا بیاہ کیا ہے۔ وہ تو ہر وقت کمال پر

غصہ نہیں کرتے۔ آخر آج میں نے کون سا بڑا قصور کیا تھا جو

گھر پہنچے ہی مجھ پر برس پڑے۔ جس نے میرے لئے

سیٹ خالی کر دی۔ خود دو گھنٹے ٹیک کھڑا رہا۔ اُس کا شکریہ

بھی ادا نہ کرتی۔ بس گھونگھٹ لگائے، سر جھکائے بُت بنی

بیٹھی رہتی؟ ... ... مجھ سے تو یہ نہیں ہو

سکتا۔ کہتے تھے کمار کو دیکھ کر مسکراتی تھی! تو کیا

مسکراتا کوئی پاپ ہے؟ وہ میری طرف گھور گھور کر دیکھ رہا

تھا۔ اتفاقاً میری بھی نظر لگ گئی۔ وہ مجھ کو دیکھ کر مسکرا دیا۔

... مجھ کو بھی ہنسی آگئی۔ بس تو اس میں کیا غضب ہو گیا؟

ہنسنا یا مسکراتا کوئی عیب نہیں مجھ سے تو نہیں ہو سکتا کہ

جاہل لڑکیوں کی طرح گھڑائی بنی بھیڑیوں۔ ہر طرف سے بے

خبر بات سے بے نیاز۔ میں پوچھتی ہوں آخر ایسی لڑکیاں زندہ

کس لئے ہیں؟ جب اُن کو دنیا سے یا دنیا کی چیزوں سے کوئی

ڈپٹی نہیں، جب اُن کو کسی بات سے مطلب نہیں؟

اُس کے دانت کیسے چمکدے تھے۔ موتی سے زیادہ آبدار جمبی

تو اُس کی مسکراہٹ ایسی اچھی معلوم ہوتی تھی! جب وہ میری

طرف دیکھ دیکھ کر مسکرا رہا تھا تو ایک عجیب طرح کی سفسفی

میرے سارے جسم میں پھیل گئی تھی۔ چہرے پر یوں سی اُٹھنے لگی

تقیں۔ معلوم ہوتا تھا بدن سے کپڑے گرے جا رہے

ہیں۔ میں تو بالکل شرما گئی تھی اور اسی سے تو اُس کی ہمت بڑھ

گئی۔ برابر مجھ کو گھورتا رہا۔ بس مہ دوں میں بھی

تو خرابی ہے ذرا اُن کی طرف کوئی نظر نہ کر دیکھ لے بس

شیر ہو جاتے ہیں۔ معلوم نہیں وہ ہے کون؟

... ... شاید کالج میں پڑھتا ہو! کوئی ہو گا مجھ کو کیا غرض

اور ذرا سنے متاثرہ ختم ہونے کے بعد جانے لگے تو اپنا ملاقاتی کارڈ میرے پاس گرا دیا۔ ذرا سا احسان جو کر دیا تو گویا مجھ سے بڑی پکی دوستی ہو گئی۔ خیر میں نے اختلافاً اٹھا تو لبی تھا لیکن اس سے فائدہ۔ شاید سمجھتے ہوئے کہ میں بھی دوسری اسکولی لڑکیوں کی طرح خط و کتابت کرنے لگوں گی۔ اٹھا بڑی جلدی رنگ لائے میری بلا جانے کی کو خط لکھنے۔ مجھے کیا پڑتی ہے معلوم نہیں دیوی جی اس وقت کیا کر رہی ہوں گی۔ سوائے شکایت کے انہیں اور کیا کام ہے میری ہی شکایت کر رہی ہوں گی۔ بلا سے میں بھی نہیں ڈرتی کوئی مجھ کو یہاں ہمیشہ تو رہنا نہیں ہے۔ بہار روپے پیسے کا سوال سو اس سے میں پہلے ہی ہاتھ دھو بیٹھی ہوں جب تک مجھ کو دینے کا وقت آئے گا۔ بینک میں کافی کوڑی نہ رہ جائے گی آج کل تو آنکھیں بند کر کے گھر کی دولت لٹاٹی جا رہی ہے۔ کہیں دیوی جی کو چینک آگئی بس غضب ہو گیا۔ ڈاکٹر پر ڈاکٹر چلے آئے ہیں۔ نرسیں بلاتی جا رہی ہیں۔ میوے آتے ہیں۔ پھل آتے ہیں اور معلوم نہیں کیا الم علم۔ ابھی پچھلی دفعہ سات آٹھ ہزار روپے مفت پھونک دئے۔ مگر بیماری کم نہ ہوئی۔ اور کم کیا ہو، بیمار ہوں تب تو یہ خالی پوچھنے تھے۔ ڈاکٹروں کو کیا اُن کو اپنی فیس سے مطلب۔ نسخے پہ نسخے لکھتے چلے گئے۔ سمجھ میں نہیں آتا یہ تیا جی کی عقل پر کیا پتھر پڑ گئے۔ اُن کی سمجھ ہی میں کچھ نہیں آتا۔ مجھ کو کیا کہنا ہے، میں بھی خاموش رہتی ہوں۔ ایک ذرا افسوس ضرور ہوتا ہے۔ بڑھاپے کے دن تھے، چاہیے تھا کہ آرام میں سے زندگی بسر کرتے۔ مگر وہ تو ہر وقت دیوی جی کی سورتی پوچھا کرتے ہیں جو میں گھنٹے ہاتھ جوڑے کھڑے ہیں۔

ارے میں کہتی ہوں جب میں اتنی دو بھر ہوں تو مجھ سے نجات حاصل کیوں نہیں کر لیتے۔ بس وہ رہ جائیں اور اُس کی دیوی جی۔۔۔۔۔ اور یہ بھی نہیں تو کہہ دیں کہ چلی جا۔ آج ہی رنچلی جاؤں تو جو جی چاہے سزا دیں۔ پڑھی لکھی ہوں کسی رئیس کی لڑکیوں کو پڑھاؤں گی۔ جب بھی کھانے پینے کو کافی مل جائے گا۔۔۔۔۔ معلوم نہیں کمار کی شادی پوٹی ہے یا نہیں۔ کیا وہ بھی اپنی پتی کو اسی طرح پوچھا ہوگا؟ ارے بڑا غضب ہو گیا تھا۔ اُس کا کارڈ یہیں تکیہ کے نیچے رکھا ہوا ہے۔ اگر کوئی دیکھ لیتا تو کیا کہتا۔ خیر اس وقت کہاں رکھنے جاؤ گے یہاں کے نیچے چھپا لیتی ہوں۔ صبح کو دیکھا جائے گا۔۔۔۔۔ اگر وہ دیکھ لے۔۔۔۔۔ کہ۔۔۔۔۔ کہ میں نے اُس کا خط کہاں لکھا ہے تو خوشی سے جا بے میں۔۔۔۔۔ نہ سمجھئے۔۔۔۔۔ حالانکہ۔۔۔۔۔ بس۔۔۔۔۔

نہینہ نے غلبہ کیا۔ محفل بلیکین ٹھیکیں اور موسیقی اپنا جملہ  
نام تمام چھوڑ کر سو گئی۔ بھرپور جوانی کا زمانہ تھا اور اس پر  
طرہ، حسن کی آرزو مزاجی اور بے نیازی آنکھیں بند کرتے  
ہی غافل ہو گئی۔ لیکن جذبات اب بھی جاگ رہے تھے۔ بے  
خبری میں کبھی کبھی سر دھڑکیں نہم و نازک ہونٹوں کو داکے  
نکل جاتیں آنسو کا ایک قطرہ۔ سیاہ پکوں پر آکر چمکا۔ تھرا  
کانپا اور آخر کار گلابی رخسار پر دھسک گیا!

(4)

”موسہنی اٹھو! دیکھو کتنا دن چڑھ آیا ہے۔ کب تک پڑھی رہو گی۔ اٹھو تمہارے بیجا انتظار کر رہے ہیں۔“

موسہنی نے کروٹ بدلی اور اُول۔ اُول۔ نہیں۔ نہیں کہہ کر سو گئی۔ جوانی کی فیند، احسن کی ناز پسند طبیعت پھر دل کا غبار۔ یہ باتیں اُس کو ماں کا حکم ماننے سے روک ہی نہیں

میں سیاہ زلفیں کرتک بکھری ہوئی یُر غضب ناگنوں کی

طرح لہا رہی تھیں۔ حسن کی ضیائی ریشمی کپڑوں سے چھوٹ  
پھوٹ کر نکل رہی تھیں۔ بٹوریں گردن۔ کہنیوں تک کھٹے ہوئے  
دست سیمیں۔ ارد گرد کی فضا کو منور کر رہے تھے۔ حسین  
دوشیزہ ہاتھ پیر سمیٹے ہوئے سو رہی تھی۔ یاسونے کا پارٹ  
کر رہی تھی۔ ماں کو پیار آگیا۔ محبت کے ساتھ آہستہ آہستہ  
زلفوں پہ ہاتھ پھیرا۔ رنسا رول کو چھوٹا اور مجھ کر پیار  
کر لیا۔

”مجھے نیند آرہی ہے“ موہنی نے اپنا خوب صورت چہرہ  
ہاتھوں میں چھپا کر کہا۔ لیکن آواز تباہی تھی کہ اس ایک  
پیار نے وہ کیا جو سینکڑوں متین اور خوشامدیں بھی نہیں کر سکتی  
تھیں۔ دل صاف ہو گیا۔ غصہ اور رنج کا قور ہو گیا۔ ماں نے  
ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور کہا۔

”اٹھو بیٹی! ضد نہیں کرتے۔ بڑی بات ہے۔ چلو ہاتھ دھو  
دھو کر کمرے میں آؤ تمہارے پتا کب سے بیٹھے تمہاری راہ  
دیکھ رہے ہیں؟“

موہنی تھوڑی دیر میں نہاد ہو کر بیچے آئی۔ نظریں زمین  
کی طرف جھکی ہوئی تھیں خوب صورت چہرے پہ کبیدگی کے  
آثار تھے۔ رفتار سے پس و پیش کی نشان نمایاں تھی۔ باپ نے  
آتے دیکھا۔ دل باغ باغ ہو گیا۔ مگر محبت کے بھڑک گئے تھے  
والے جذبات کو تیوریاں چڑھا کر چھپایا اور کسی قدر بند  
آواز سے کہا۔

”آئیے آئیے۔ موہنی جی۔ اب تو پوچھا پاٹ سنبھٹ گیا“  
ماں نے ہاتھ پکڑ کر اپنے پہلو میں بٹھالیا اور گلے لگا کر  
کہا۔ ”کوئی میری موہنی کو کچھ نہ کہے۔ پیاری جی کا دل دکھ  
جائے۔ پھول سا چہرہ کھلایا گیا ہے۔ دیکھو! معلوم ہوتا  
ہے رات کو روئی ہے۔“

”وہ تو ہمیشہ سے روتی ہے۔ بات بات پر آنسو نکل

آتے ہیں۔ تمہیں بتاؤ میں نے کیا کہا تھا۔ آخر ماں باپ کس  
لئے ہوتے ہیں۔ اگر وہ بڑی بات کو منع نہ کریں تو کون منع  
کرے۔“ باپ نے عذر خواہی کے لہجے میں کہا۔  
”تو میں نے کیا کیا تھا؟“ موہنی نے پوچھا اور سسک  
سسک کر رونے لگی غور و خودداری اور غصے کے پردے  
میں چھپ جانے والا غم و فتنہ اس جذبات کے برتاؤ سے بے  
لقاب ہو گیا اور گرم گرم آنسوؤں کے ٹپکنے لگا۔ موہنی نے  
ماں کے شانے پہ ہاتھ رکھ دیا۔

”ہائیں یہ اب کیا ہو؟“ اب کبوں رو رہی ہو؟ اچھا باب  
بغیر رشوت لئے نہیں مانے گی۔ یہ سب روٹا دھونا اس کے  
لئے ہے۔“

یہ کہہ کر شبنم باپ نے چپک بکٹ لگالی اور دو سو روپے  
کا کہہ لکھ دیا اور کہا: ”نو۔ یہ چپک کپڑے وپڑے ہو الو  
مگر اس مہینہ میں اور کچھ نہیں ملے گا۔“

موہنی نے ہاتھ بڑھائے میں پس و پیش کیا۔ مگر ماں کا  
اشارہ پا کر لے لیا ہونٹوں پر موج بہ موج رہتے رہنے لگی نظریں  
جھک گئیں اور وہ فوراً حجاب سے مغلوب ہو کر بھاگی

موہنی دوڑی ہوئی اپنے کمرے میں گئی چپک پر ایک نظر  
ڈال کر میرے پر رکھ دیا۔ اتفاقاً دراز میں رکھے ہوئے کارڈ پر  
نظر پڑ گئی جو اُس نے بستر سے اٹھتے ہی چھپا دیا تھا۔ چند سینکڑ  
نک نظریں جی رہیں پھر دفعہ ہاتھ بڑھا کر اُس کو اٹھایا  
اور فوج کر پڑنے سے پرتے کہ ڈالا ایک ایک نظر صرف ایک  
لفظ زبان سے نکلا کہ ایسا کہ جس نے صنف نازک کے تقوت  
کو نمایاں کر کے دکھا دیا۔

”شہدا“ اُس نے زریب کہا اور حقارت کے ساتھ  
پرنزوں کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

خاص  
بیسویں صدی  
کے لئے

# راز و نیاز کی رات

عشق و محبت  
میں ڈوبا  
ہوا افسانہ

(ایک عورت کی اپنی زبانی)

میں نیچے اتر کر اپنے ڈرائنگ روم میں گئی چاندنی کھڑکیوں کے راستے خاموشی کے ساتھ کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔

میں نے الماری کھول کر اُس میں سے وہ ہار نکالا۔ جسے میں نے ریشم کے نفیس ٹکڑوں سے چھ ماہ کی طویل محنت کے بعد تیار کیا تھا اور پھر اوپر آ کر بستر پر لیٹ گئی۔ ہار میرے سینے پر کبھراٹھا تھا۔ وہ ہار..... جسے میں نے بڑے شوق کے ساتھ نظر کے لئے تیار کیا تھا جس کے پھولوں کی ایک ایک پنکھڑی سے میرے سینکڑوں ارمان لپٹے ہوئے تھے۔ میں بے اختیار اُس خوب صورت مصنوعی ہار کو چومنے لگی۔

بڑے کمرے کے کلاک نے بارہ بجائے۔ میرا دل بیٹھنے لگا۔ اُس نے تو دس بجے آنے کا وعدہ کیا تھا۔ اور اب بارہ بج گئے۔ کیا یہ وعدہ محض مجھے ٹانے کے لئے کیا گیا تھا۔ کیا نافر میری محبت کو فریب دے رہا ہے..... نہیں ہرگز نہیں۔ وہ ایک فرشتہ ہے۔ مجھ سے غلط وعدہ نہیں کر سکتا۔ وہ بھی مجھ سے محبت رکھتا ہے۔

میں انہی خیالات میں غرق تھی۔ کہ برآمدے کے نیچے کسی کے پاؤں کی چاپ سنائی دی۔ میں نے فوراً اٹھ کر دیکھا۔ نافر نیچے کھڑا ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ ملازموں پر رات کا ظلم پورے طور پر مسلط ہو چکا تھا۔ اور میں نے سیڑھیوں کا دروازہ

اپریل کی نو گھنٹہ رات تھی چاند کی سفید اور سرور انگیز روشنی ہماری کوحشی کی شفاف دیواروں پر چادر سمیں کی طرح بچھی ہوئی تھی۔ پائین باغ کے رنگین و ناشگفتہ غنچے بادشمال کے سرد جھونکوں کی گود میں پڑے جھوم رہے تھے۔ میں برآمدے کی چھت پر اپنے پرتکلف بستر پر لیٹی ہوئی نہایت بے چینی سے کہوٹیں لے رہی تھی اور نورانی کرنیں مسہری کے پردوں میں سے چھن چھن کر میرے پیچھے چھن چھن کر ایک لفظ کی کشش اور چمک پیدا کر رہی تھیں دینکلی ہر ایک چیز پر چھائی ہوئی تمنا کی سی کیفیت نے میرے دل کو حسرت سے بھر دیا۔ میں بے تابانہ اُٹھی اور ارد گرد باغ کی روشنیوں پر دور تک نہایت غور سے دیکھنا شروع کیا۔

مجھے ہر ایک آہٹ ظفر کے پاؤں کی آہٹ معلوم ہوتی تھی۔ پتے پتے اور گوشے گوشے میں اُسی کی پیاری تصویر جھانکتی ہوئی نظر آتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کائنات کا ذرہ ذرہ ظفر کی شکل میں تبدیل ہو گیا ہے۔ اُس کا وہ آخری فقرہ ”نکبت میں دس بجے شب کو پھر حاضر ہوں گا... میری انتظار کرنا“ میرے کانوں میں گونج رہا تھا۔ میں چلا چلا کر ظفر کو آوازیں دینا چاہتی تھی۔ لیکن یہ انتظار کی دنیا تھی۔ وہاں تو کوئی مستنفس موجود نہ تھا میری پریشانی بڑھ کر یاس افزا ہو گئی

پہلے ہی سے کھول رکھا تھا۔ میرے اشارہ کرنے پر وہ اوپر آیا اور بے ساختہ بستر پر گر پڑا۔

آج وہ کسی قدر افسردہ دل معلوم ہوتا تھا۔ میں نے اُس کے ہاتھ کو اپنے سینہ پر ہاتھوں سے دباتے ہوئے کہا:

”آج تم افسردہ خاطر کیوں ہو۔ پیارے! تم نے دس بجے آئے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن اب تو بارہ بج چکے ہیں!“

ظفر نے میرے رنگین لبوں سے اپنے لب پیوست کرتے ہوئے کہا۔

”نکرت... نکرت... میری پیاری نکرت!“

یہ کہہ کر اُس نے ہمنکصیں بند کر کے اپنے آپ کو میری آغوش میں ڈال دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی گہری فکر میں کھو گیا ہے۔

میں نے اُس کے غمگین بالوں پر ہاتھ پھیلتے ہوئے محبت بھرے لہجے سے دریافت کیا۔

”نظر! کہو کیا بات ہے اس پریشانی کا آخر سبب کیا ہے؟“

”نکرت!“ ظفر نے نیم باز آنکھوں سے میری طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

”آج مجھے تمہاری والدہ کی زبانی معلوم ہوا ہے۔ کہ عنقریب تمہاری شادی کر دی جائے گی..... آہ ہمیں ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے سے جدا کر دیا جائے گا۔ لیکن میں اُس وقت اپنے آپ کو سنبھال نہیں سکوں گا۔ کیا تم میری محبت کو، میری تمنائوں کو بے دردی سے ٹھکرا دو گی؟“

میں نے فرط محبت سے ظفر کو سینے سے پٹاتے ہوئے کہا:

”میں تمہاری سوچتی ہوں! اے میرے دل کے چین، دُنیا کی کوئی طاقت مجھے تم پر جان بچا کر نہ لے سکتی۔ یہ دل بھی تمہارا ہے اور جان بھی تمہاری ہے۔ تمہاری محبت میری زندگی اور تمہارا تصور میرا ایمان ہے۔ اگر تم

مال باپ، خولیش، قارب چھوڑنے کو کہو تو میں شوق سے چھوڑ دوں۔ لیکن..... ہاں..... تم کو..... تم کو..... تم کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتی... کبھی نہیں..... تمہارے بغیر میری زندگی موت سے بھی بدتر ہے۔ میرے محبوب! شاید تم مجھے چھوڑ دو۔“

ظفر کے چہرے پر خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ جس نے اُس کی خوب صورت آنکھوں میں ایک خاص چمک پیدا کر دی وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا اور میرے گداز سینے کو ہاتھوں سے مسلتے ہوئے بولا:-

”پیاری! تم بدل جاؤ، زمین اپنے محور سے ہٹ جائے۔ سورج مشرق کے بجائے مغرب سے نکلے لگے۔ لیکن یہ ہٹ کا لپکا انسان اپنی بات پر جان دینے کو تیار ہے۔ مرد جب کسی سے محبت کرتا ہے۔ دل سے کرتا ہے۔ وہ جذبات محبت کی پرورش اپنے خورن جگر سے کرتا ہے۔ البتہ عورت مرد کو ایک کھلونا سمجھ کر کھیلتی ہے۔ اور جب چاہتی ہے۔ اُسے توڑ دیتی ہے۔ عورت ایک رنگین جگنو ہے۔ جو ہمیشہ چین میں نہٹنے پھولوں اور کلیوں کی تلاش میں رہتی ہے۔

میں فرط محبت سے قیاب ہو گئی اور ظفر کو بھینچتے ہوئے کہا:-

”بہ آج تم کیسی باتیں کر رہے ہو..... میرے.....“

...ظفر! میں کسی دوسرے شخص سے شادی نہیں کروں گی میری دنیا تو صرف تمہارے متور جلووں سے آباد ہے۔ تم نہیں جانتے کہ میرے دل کی سنسان و تاریک وادیاں تمہارے لئے سے کس طرح جگمگا اٹھتی ہیں۔ میری روح کے اُداس گوشے تمہیں دیکھ کر کس قدر مسرت سے جبر جاتے ہیں۔ میں اپنے آپ کو کسی دوسرے انسان کی آغوش میں دیکھنا پسند نہیں کرتی۔ میں تو صرف تمہارے سے پیدا ہوئی ہوں

ازل سے ہو چکے مقسوم میری قسمت میں

یہ دل تہارے لئے خونِ دل حنا کے لئے

اور اگر شادی سے پیشہ ہماری محبت کا راز فاش ہو گیا

تو میں تمہاری محبت، تمہارے پریم میں خودکشی کروں گی

یہ آخری فقرہ فلو کو بہت ناگوار گذرا۔ اُس نے پیشانی

پر ہل ڈالتے ہوئے کہا۔

”نکبت..... ایسا نہ کرنا..... بندہ لکے ایسا نہ کرنا

میں تمہاری پرستش کرتا ہوں اور جب تک زندہ ہوں ایسی

طرح پرستش کرتا رہوں گا۔ تم میرے لئے اپنے والدین کی

خوشیوں اور اُمیدوں کا خون نہ کرنا۔ تمہاری شادی میری

محبت پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتی۔“

میں غصہ کی اس فراخ لبی پر بہت خوش ہوئی۔ اور مصروفی

ہار اُس کے گلے میں ڈال دیا۔

”یہ ہار میں نے صرف تمہاری خاطر میری مدت میں تیار کیا

ہے کما کر کہ تم تمام دنیا کے سامنے اس کو میرے گلے میں

ڈال سکو۔“

چاند بدستور اپنی کیف آدر و روشنی بکھیر رہا تھا۔ اور

آہستہ آہستہ ستاروں کے جھرمٹ میں سے ہوتا ہوا راستہ

ٹلے کر رہا تھا۔ ظہر نے ہار کو غور سے دیکھتے ہوئے میری سلیقہ

مندی کی تعریف کی اور میرے گال پر چٹکی لیتے ہوئے کہا۔

”نکبت۔ میری جان! اس مخمور چاندنی کی قسم۔ محبت

کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ اُس کے گرفتار کو شش

کرنے کے باوجود بھی اپنے آپ کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں

کر سکتے۔ اگر تم نے حالات سے مجبور ہو کر میرے در و محبت

سے بھرے ہوئے دل کو ٹھکرادیے کی کوشش نہ کی تو دنیا کی

کوئی طاقت ہمیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکے گی۔ او

سرد ہوا کے مہانے جھونکوں کے سامنے وفا کا عہد کریں۔“

میں نے خوش ہو کر جواب دیا۔

”پیارے ظفر..... میں تمہاری ہوں.....“

صرف تمہاری..... اور ہمیشہ کے لئے..... میں تمام دنیا

کو چھوڑ سکتی ہوں۔ لیکن تمہاری محبت کو دل سے نہیں

نکال سکتی۔“

ظہر نے نہایت گرمجوشی سے مجھے اپنے سینے سے لپٹا لیا۔

اور خوب بھینچ بھینچ کر پیار کیا۔ اُس کے نازک لب میرے

لبوں سے ملے ہوئے تھے۔ اور میں ایسا محسوس کر رہی تھی کہ

گلاب کی پیکھڑی کو چوم رہی ہوں۔

راز و نیاز کی اس رنگین رات کو ایک سال کا عرصہ

گزر چکا ہے۔ میری شادی میرے والدین کی مرضی کے مطابق دہلی کے

ایک متمول خاندان کے چشم و چراغ سعید مرزا سے ہو گئی۔ جو

ایک قابل پیرسٹر ہیں۔ میں نے ہر چند کوشش کی کہ محبت کا وہ

لطیف رشتہ جسے میں نے چاندنی رات کے سکوت میں ظہر کے

ساتھ مضبوط کیا تھا۔ ٹوٹنے نہ پائے۔ لیکن دنیا کے نشیب

خرازاں انسان کو اُس کی خواہش کے مطابق کبھی نہیں چلنے دیتے

اس کے علاوہ ہمارے تمدن میں یہ بہت بڑا نقص ہے کہ

لڑکیاں اپنی مرضی کے خلاف بیاہی جاتی ہیں۔ اُن کے دلی

جذبات کو ایسے موقع پر ٹھکرا دیا جاتا ہے حالانکہ اس معاملہ

میں انہیں کی رائے مقدم ہونی چاہئے۔

سعید مرزا ایک خوب صورت اور سادہ دل نوجوان

ہیں اور گو ظہر کی مسرت بخش ملاقاتوں کا اثر اب تک میرے

قوی پر چھایا ہوا ہے۔ لیکن مرزا صاحب کی بعض خصوصیات

کی وجہ سے میرے دل میں اُن کے لئے محبت کا ایک گہرا جذبہ

پیدا ہو گیا ہے۔ وہ مجھے بہت چاہتے ہیں اور ہر معاملہ میں میری

دلجوئی کرتے ہیں۔ ہمارے شباب کی محبت بھری ملاقاتوں

پر کئی شرمست و خمار آگئیں راتیں گہ بہ گہ چکی ہیں۔

کہ دیتی ہے۔ خصوصاً اُس وقت جب کہ میں لوگوں کی زبانی سنتی ہوں کہ وہ غم و اندوہ کی شدت سے دیوانہ ہو گیا ہے۔ اور جا بجا گلیوں میں مار مارا پھرتا ہے۔ اُس کی زبان پر ہر وقت یہی جملہ رہتا ہے۔

”آہ! وہ رات..... آہ!“

وہ رات۔ نکہت، انکہت

آہ!..... آہ!“

وہ رات

.....

“...

## وہ آ رہے ہیں سنسکرت کا ایک شاہکار

(از محترمہ راج کماری بی۔ آ)

وہ آ رہے ہیں، ہاں وہ آ رہے ہیں۔ میں نے یہ سنا کہ وہ آ رہے ہیں اور بارغ میں گئی۔ پھول چنے اور ایک ہار نہایت خوبصورت اور دل موہ لینے والا ہار بنایا میں نے اپنا دل — پریم سے بھر پڑا

دل اُس ہار کے پھولوں میں رکھ دیا اور سوچا کہ وہ آ رہے ہیں — ہاں وہ

آ رہے ہیں۔ میں انہیں ہار پہناؤنگی اور لوگ تو انہیں قیمتی تحفے پیش کریں گے زرو ہوا ہر سے اُن کو خوش کریں گے روپیہ پیسہ اُن کی نذر گزاریں گے مگر آہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں صرف

یہ پھول ہیں میں ہی پیش کرونگی وہ یہی قبول کر لیں گے کیونکہ میرے ان پھولوں میں پریم کی دھبہ ہے۔ میں انہیں محبت کی لڑائیوں سے بنائے۔ میرے پیار کا تختہ ہے۔ وہ ضرور قبول کر لیں گے میں نے یہ سوچ کر پھولوں کو چوما اور بار بار

چوما کیونکہ وہ تو اُن کا ہار بن کر اُن کے گلے میں پڑیں گے۔ لوگوں نے کہا وہ آ رہے ہیں۔ میں نے بھی دیکھا کہ وہ آ رہے ہیں۔ میں نے غور سے ہار کی طرف دیکھا۔ اور اُنی لوگوں کو دیکھا جو

اُن کے سوا کت کے لئے آگے بڑھ رہے تھے میں آنکھیں میچ کر لیں کیونکہ میں اُن کی

عزت کرتی تھی۔ وہ آئے لوگوں دیکھا کہ وہ آئے۔ میرے پاس آئے۔ میرے ہاتھوں

نے کانپتے ہوئے ہاتھوں اُنکے گلے میں لا ڈالنے کی کوشش کی مگر نہ ال

سکے کیونکہ بہت سی لائیں اُنکے گلے میں پڑی تھیں میری مالا لپٹے

کوئی ٹکڑہ نہ تھی۔ وہ آئے مگر ایک قدم صرف ایک

دفعہ پیاری بھی نہ کہہ سکے اور چلے گئے

میں نے یہ دیکھا کہ وہ آئے

تھے مگر پھر چلے گئے

✽

مجھے بھی کبھی کبھی غم یا گناہ کر دیتی ہے :

مگر میں اپنی مالا ہاتھ میں لے لی سوچ رہی تھی کہ وہ پھر

آئیں گے مگر وہ..... آہ! وہ مجھ پر ہنس رہے تھے :

شادی کے بعد ہفتوں تک میری طبیعت اس قدر پریشان رہی۔ کہ اگر مرزا کی سیاہ آنکھیں اور اشتیاق بھری گفتگو مجھے اپنی طرف مائل نہ کر لیتی۔ تو شاید خود کشی کر لیتی۔ میں ظفر کی محبت میں اس حد تک کھو گئی تھی۔ اُس کا تصور میرے

دل و دماغ میں یہاں تک

سمایا ہوا تھا کہ

میں اپنے

آپ کو

پھول

چکی تھی۔

لیکن حالات

نے مجھے زندگی

کے ایک نئے راستہ پر

لا ڈالا ہے۔ کہ گذرے ہوئے

واقعات خواب کی ایک دُھندلی سی تصویر کی

طرح نظر آتے ہیں۔

ظفر کی یاد اب بھی مجھے کبھی کبھی بے قرار



== (از جناب ہادی جعفری صاحب) ==

اور ہمیشہ شہریار کی رہوں گی۔ خواہ وہ مجھ سے الگ ہی کیوں نہ رہے۔“

”پروین! سارا قصور تمہارا ہے۔ آخر کوئی وجہ کہ تم اور شہریار رشتہ ازدواج میں منسلک نہ ہو سکے؟ یا سمین نے پوچھا۔

”بعض غیر متوقع رکاوٹوں نے ہماری راہ میں روڑے اٹھائے اور اسی انہاس واقعات نے پٹا کھایا اور یہی تعلق کا رخ سے ہو گیا۔ جہاں کی مصروفیتیں کچھ ایسی تھیں کہ ہمارے آرزوئیں بر نہ آسکیں اور اب تم جانتی ہو کہ میں۔۔۔۔۔“

یا سمین نے بات کاٹ کر کہا: ”مگر میں خیال کرتی ہوں کہ تم دونوں میں محبت کی جو آگ روشن ہو چکی تھی وہ منور نہ ہوئی ہوگی۔“

”بال بے صیغ ہے لیکن اب اس آگ کا بھڑکنا ذرا مشکل ہے۔“ پروین نے مایوسی کے لہجے میں کہا۔

”نہیں میں سچ کہتی ہوں کہ شہریار کو اب تک تم سے محبت ہے۔ کیا اس کی باتوں سے معلوم نہیں ہوتا کہ وہ اب تک تم پر ہے۔“

”خیر! یا سمین اب مجھے کیا کہنا چاہے؟“

”یہی کہ اپنا عندیہ کسی نہ کسی طرح شہریار پر ظاہر کر دو۔“

”نہیں یہ تو مجھ سے نہ ہوگا۔ تم جانتی ہو کہ مجھ سے حرفِ مطلبے بان پر لایا نہیں جاتا۔ ورنہ کبھی کے ہم۔۔۔۔۔“

کنواری پروین کی آج پچیسویں سالگرہ ہے۔ میز پر تینا کا انبار لگا ہوا ہے۔ پروین کی سہیلی یاسمین نے ایک عطر دان اٹھا کر پروین کو دکھاتے ہوئے کہا۔ ”دیکھا تم نے بہ تمہارے خالو مسٹر جمشید جی نے بھیجا ہے۔“ چہرہ ایک نخل کی پھوٹی سی ڈبیا کھولی اُس میں ایک نفیس بندے کی جوڑی تھی

”یہ تمہاری خالہ فیروزہ گلنار کی طرف سے ہے۔“ پروین ان تحائف کو دیکھ کر مسرور ہو رہی تھی۔ لیکام یا سمین نے ایک گنگا جمی گلڈن کو پروین کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ ذرا دیکھنا اس پر کیا لکھا ہے۔۔۔۔۔“ میری دنیا! شہریار کا حقیر تحفہ قبول ہو۔“ بجائے خوشی کے پروین کے چہرے پر رنج و غم کے بادل چھا گئے اور ایک ٹھنڈا سانس لیا۔

”اس ٹھنڈے سانس کا مطلب۔“ یا سمین نے پوچھا

”کچھ نہیں!“ پروین نے جواب دیا

”کیوں؟ کیا اب تک تمہارا وہی خیال ہے آہ! بے چارہ شہریار۔۔۔۔۔“ یا سمین نے کہا۔

”ہاں وہی خیال ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ پروین اپنے خیالات بدل سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔“

”تو پھر تم نے۔۔۔۔۔“

پروین نے بات کاٹ کر کہا: ”سنو میں شہریار کی ہوں



سے اس خدمت کو انجام دے دوں گی۔ پروین نے ہنستے ہوئے کہا۔

”تو میں کل صبح آکر لے چلوں۔“

پروین نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اقرار کر لیا۔

(۲)

دوسرے دن پروین منتظر سی تھی کہ شہریار آیا اور دونوں مکان دیکھنے گئے۔ راستہ میں مختلف باتیں ہوتی رہیں کبھی کبھار گزشتہ واقعات کی بھی چھیڑ چھاڑ ہوجاتی تھی۔ جب مکان میں داخل ہوئے تو شہریار نے پروین کو سارا مکان گھلایا جو اس کو بہت ہی پسند تھا۔

پروین نے پوچھا: ”تم تو اکیلے ہو پھر یہ مکان کس کے لئے؟“  
”اوپر بہتیں خبر نہیں کہ میں غنیمت شادی کرنے والا ہوں۔“

پروین نے تنک کر کہا: ”اچھا، آپ شادی کرنے والے ہیں۔“ میں بھی سنوں وہ کون خوش نصیب ہے جو اس گھر کی مالک ہوگی؟“

”خوش نصیب، مگر اس کا تصفیہ نہیں کہ وہ خوش نصیب ہے یا میں۔“ شہریار نے جواب دیا۔  
”آخر وہ ہے کون؟“ پروین نے پوچھا۔

”ہوگی کوئی بھی۔۔۔۔۔۔ خیر، ہاں تو مکانی؟“  
پروین نے بات کاٹ کر کہا: ”مگر اس قدر اونچے اٹھنے اور یوں بات بنانے کا مقصد؟“ میں اس لئے پوچھ رہی ہوں کہ مکان اس لڑکی کے مطابق آراستہ کروں کیونکہ اس گھر کی مالک آخر وہی ہوگی۔“

”نہیں اس کی ضرورت نہیں، تم اس کو اپنے مذاق کے مطابق آراستہ کرو۔ کیا تعجب کہ تمہارا مذاق ہو جو اس کا مذاق ہو۔۔۔۔۔۔“ شہریار نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اچھا اگر شہریار نے پیش قدمی کی تو؟“ یاسمین نے پروین کو گدگداتے ہوئے کہا۔

”مجھے تو یقین نہیں؟“ پروین نے شرماتے ہوئے جواب دیا۔

پروین مہمانوں کی تواضع میں مصروف ہے۔ فیروزہ گلنار، لوب رضا علی خان سے باتوں میں مشغول ہے۔ ایک طرف یاسمین اور خورشید بیٹھے ہیں۔ مگر ان سب مہمانوں میں شہریار بنا یاں حیثیت رکھتا ہے۔ پروین نے شہریار کی طرف چلاؤ کی پیالی بڑھا دی۔ اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ شہریار نے پیالی لینے ہوئے کہا: ”شکریہ“ پروین نے نظریں نیچی کر لیں یاسمین نے کنکھیوں سے شہریار اور پروین کو دیکھا اور مسکرایا۔ پروین کی نظریں ابھی تک جھکی ہوئی تھیں۔ چلاؤ پر ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ تھوڑی دیر بعد شہریار کو پریش سے علیحدہ گفتگو کرنے کا موقع مل ہی گیا۔ سا لگہ کی مبارکباد دیتے ہوئے کہا۔

”پروین میری ایک خواہش ہے۔ اگر وعدہ کرو تو کہوں“  
”آپ کی خواہش اور مجھ سے۔۔۔۔۔۔؟“

”ہاں ہاں، آپ سے اور صرف آپ سے۔“  
”فرمائیے شوق سے فرمائیے۔“ پروین نے بیچینی سے کہا۔  
”نہیں پہلے وعدہ کرو۔“

پروین نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا: ”ہاں وعدہ“  
”تمہیں وہ شام یاد ہوگی کہ ہم تفریح کرتے ہوئے پہاڑی کی طرف گئے تھے اور وہ مکان بھی جو تمہیں پسند آیا تھا؟“  
”ہاں ہاں، وہ دو منزلہ مکان۔۔۔۔۔۔ خوب مکان تھا وہ؟“ پروین نے خوش ہو کر کہا۔

”میں نے اسے خرید لیا ہے۔ اور میری خواہش ہے۔ کہ اس مکان کو تم اپنے مذاق کے مطابق آراستہ کر دو۔“  
”خوب! یہ بھی کوئی خواہش ہے؟ میں نہایت مسترت

”خیر جیسے آپ کی خوشی، یہ وہیں نے غمگین لہجہ میں کہا۔  
فتووری دیر بعد دونوں وہاں سے واپس ہوئے۔“

پروین نے مکان واپس ہوتے ہی ملازم کو یا سمین کے پاس  
 بھیجا کہ وہ اُس کو بلا لائے۔ مگر تھوڑی دیر بعد جب یا سمین  
 آئی تو پروین پلنگ پر لیٹی رو رہی تھی  
 ”خدا تیرے کیوں رو رہی ہو بہن؟“ یا سمین نے پریشان  
 ہو کر پوچھا۔

پرویں نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا: ”اپنی قسمت پر روبرو ہوں“

دیکھ کر تو بے

وتم مجھے ہمیشہ امید دلاتی تھیں۔۔۔۔۔ مگر تمہیں کیا معلوم اُمیدیں ٹوٹتی ہیں تو بہت صدمے گزرتے ہیں۔“ اب ایسا میں پر واقعات کا انکشاف ہو گیا۔

”مگر میرا دل کہہ رہا ہے کہ وہ تمہارا اور تم افس کی“  
 یاسمین نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

”جھولی یاسمین تم نہیں جانتیں کہ بدلتا ہے رنگ آسمان  
کیسے کیسے؟“

”ارے آخر کو بھی تو گیا ہوا ہے“

”تم کو معلوم نہیں آج شہر یار کا عقد ہونے والا ہے۔“

”کس سے؟“ یاسمین نے حیرت سے پوچھا۔

”مجھے خود نہیں معلوم“

”مجھے یقین نہیں آتا کہ وہ تم سے یوں دغا کرے گا۔“ یاسمین نے کہا۔

پرویں نے روتے ہوئے یاسمین کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔

(6)

پرویں بہت دیر تک ان خیالات میں غرق بیٹھی رہی کہ  
 کس نے باہر سے کپارا ————— کیا میں آسکتا ہوں؟  
 پرویں نے آنسو پونچھ کر کہا ————— "تشریف لائیے"

پرویں کا بلج سے فرصت ملنے کے بعد ہر روز مکان جاتی اور آراستہ کرتی مگر ساتھ ہی ساتھ اُس گمنام لڑکی کا خیال تکلیف دہ ضرور تھا۔ ایک روز پرویں ہاتھ میں ایک بڑا سا چبی کا گلدان لئے کھڑی تھی اور نہ جانے کیا سوچ رہی تھی کہ یلک ایک اُس کی زبان سے نکلا ————— ”اگر میں اس گھر کی مالکہ ہوتی تو اس گلدان کو اس نفیس تپائی پیر رکھتی۔“ پرویں گلدان لئے چھوٹے تپائی کی طرف بڑھی اور کھڑے ہو کر ————— ”اور اس تپائی کو ڈرائنگ روم میں —————“

پرویں نے ٹھکان کو تپائی پُرکا اور ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ کاش یہ ڈرائنگ روم میرا ہوتا۔ ایک پرویں نے محسوس کیا کہ کوئی ٹسائی کی طرح اُس کا چمکا کر رہا ہے مگر وہ دیکھا تو شہریار کھڑا مسکرا رہا تھا۔

ہمیں نے عمداً انہیں سہواً آپ کی بعض دلچسپ باتیں سن لی ہیں  
محاف فرمائیے، اتنا کہہ کر شہر یار سیٹی بجاتا ہوا نکل گیا۔ پڑیس  
کچھ شرمندہ اور کچھ پریشان ہو کر اپنے کام میں مشغول ہو گئی۔  
جب مکان بالکل آراستہ ہو گیا تو شہر یار سے کہا۔ ”اب آپ کا  
مکان آراستہ ہو گیا ہے خدا آپ کو مبارک کرے اچھا تو آپ کی  
محاف صاحبہ کب تشریف لائیں گی۔“

”میں آپ کا بہت ممنون ہوں۔ رہا میری بیگم صاحبہ کے متعلق وہ اسے وقت پر آجائیں گی آپ کو اتنی جلدی کیوں ہے؟“

”ہنوز کب تک آئیں گی؟“ پرہیز نے پھر پوچھا  
”بہت ممکن ہے آج شام ہی کو آجائیں۔ ہاں خوب ماد آتا

صبح شام کو چہ بجے وہ یہاں ہوتی،

-10-





میں خارجی کا گھر کہتے ہیں۔ سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ شفاء الملک نہ تو یہ شفاء الملک قبلہ کا خیال تو یہ ہے کہ اس مرض کے جراثیم ذرا مشکل سے ہی دماغ میں گھس پاتے ہیں (اس گھس پاتے کی لطافت بھی ملاحظہ ہو) اب یہی آج کل کی مزاح نگاری جس کی یو۔ پی والوں کے ہاں دھماکوں کی بجائے چر رہی ہے تو جناب سے اگر اگرہ گڈم نگاری کہاجائے تو زیادہ موزوں ہوگا۔

ہاں تم جانتے ذرا پچھلے اعلان و لحجب لازمی جو ابھی ابھی شرف صدر لایا ہے۔ سن لیجئے۔ از دم تحریر آپ ہمارے خاص خاص الفاظ جنہیں اہل فضل کے یہاں ادبی نانگ لیا (لیکن وہ نانگ خیالی نہیں جو توڑیں ہر کوئل) کہاجاتا ہے۔ استعمال کرنے یا بطور سند پیش کرنے کے تادم مرگ نماز نہ ہوں گے!

اب سنئے! جس طرح آج کل فلمی ڈرامے اپنے نام سے لے کر انتہائے کمال ملک محض لیا و بندہ ہی کے طور پر چپہ سیمیں پر دکھائے جارہے ہیں اور عقل کے اندھے پاجامے اور دھوئیاں سنبھالے دیکھنے کو بھاگتے جاتے ہیں اسی طرح فی زمانہ اگر ہماری مزاح نگاری بھی اگرچہ گندہ ہی منظور ہونے لگے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ ہے تو آخر ایجاد بندہ، یا اس میں بھی آپ

مبارک بھی کہیں کی بھلی مانیٹ ہے کہ کسی عاقل اور بالغ شریف آدمی سے یہ کہہ دیا جائے کہ لومیاں! ذرا لگے ہاتھوں مزاح نگار تو بن جاؤ۔ ارے معاذ اللہ! مزاح نگاری نہ ہوئی نقالی ہوئی یعنی وہی جس کے متعلق کل ہیرا منڈی میں ایک علامہ یہ کہہ رہا تھا کہ نقل کفر کفر نہ باشد چلو چٹی ہوئی اندھا کیا چلے دو! نکلیں تو خیر ہم نے تو جہاں تک نقل کا انجیر ڈھیلہ کیے دیکھا بس اتنا ہی معلوم ہوا کہ ہونہ ہو مزاح نگاری بھی ایک قسم کا مرض ہے جس کا دورہ اکثر بچے لکھے شریف آدمیوں کو پڑھتا ہے۔

اور جو بقیہ نہ ہو تو وہ پینسٹر روپے کا دنیا، جو بقرید کی رات کو دہلی بڑاڈا کا سنگ اسٹیشن والوں نے قربانی دیا تھا یاد فرمایئے! (دیکھ لیجئے نہیں کیونکہ وہ تو قربانی ہو چکا ہے) نا سر سے پاؤں تک مزاجی کے چھاتے اور چونی کی پورے سولہ پیسے، نقل لیجئے ہو گئی تانتی آپ کی کیا کہے اور بھی عرض کریں اور وہ بھی تازہ بہ تازہ۔ لیکن فی الحال نہیں کیونکہ تو ریت میں صاف لکھا ہوا ہے کہ ”داستہ پید لکار“ اسی لئے تو بنی اسرائیل ایک دن کاشکار لگے دن کے لئے رکھ چھوڑ گئے تھے

مزاح نگاری تو بارہوگوں نے بچوں کا کھیل ہے اصطلاح

کچھ شک ہے۔ ہاں یہ تو کسی پرانے یاد میں لکھا نہیں کہ اے  
مرد ہو شہنشاہ! جب بات کرے تو عقل کے ترزو میں تول کر  
اور جو ہو سکے تو کسی ہو مہو پیچہ کو زبان دکھا کر گیا کر۔  
کیونکہ اس فرقہ کے حکیم زبان دیکھ کر دلوں کے بصدی بھی جان  
جاتے ہیں۔ اور بات وہ منہ سے نکال جسے کم از کم بے شعور  
تو آسانی سے سمجھ سکیں اور جو کہیں داؤ پھیل جائے تو اس سے  
کچھ استغناء بھی حاصل کر سکیں۔ ہاں بھائی! اڑی اڑی طاق  
پر بیٹھی! تو بات ہی اور ہے۔ لیکن کسی کو کیا اندام ہوں گے  
تو کیا نام نہ ہوگا۔ لیکن فی زمانہ بدنام ہونا بھی کچھ ایسا آسان  
نہیں جیسا یار لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔ اور قسم ہے ہمیں اسی  
”سارے سولہ آنہ“ کی جو ہم نے بقدریکہ روز پہلی بارڈریڈ و  
صاحب کے منہ سے سنی کہ مرزا جی لکھ کہ بدنام تو ہم بھی ہوئے  
اور ہوئے بھی کچھ خوب ہی۔ اس لئے دو چار روز سے اب کتب  
دست ذرا افسوس کے انداز سے ایک دوسرے کے ساتھ  
گھسا گھسا کر چلے۔

مفت ہوئے بدنام سنو ریا تیرے لئے  
والا ریکارڈ بجا شروع کر دیتے ہیں۔ وہ بجاتا ہے ہم  
سنے ہیں اور لیلائے شب ہمارے لئے گم گمیں بدلتے سحر ہوئی  
والا مضمون بن جاتی ہے۔ ہاں! ذرا دیکھئے تو ہسی۔ کہیں موم  
تو نہیں ہو گیا خدا خواستہ۔ خوف ہے کہ گل کلاں کو کوئی مدد نہیں  
شاعر سمجھ کہ ایک آدھ دو غزل کہنے کی فرمائش نہ کر دے اور  
”شترک بیدل“ کے طور پر ایک پرچہ اپنے زسارے کا مفت  
دینے پر مکرماندہ ملے۔

ہاں مہم جاؤ میرے یار! یہ ”شترک بیدل“ ہم نے محض  
نئے نئے شاعر یہاں باندھ دیا ہے۔ شاید کوئی سندھی یا گجراتی  
کا لفظ ہوگا۔ یا ممکن ہے ”ہندی سندھستانی“ کی کوئی نئی ترکیب  
ہو۔ کیونکہ آج کل ہی زبانیں یہاں بولی جاتی ہیں۔ عربی تو

ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ عربی بولنا تو درکنار سندھستان میں  
کوئی سمجھتا بھی نہیں۔ خیر! تحقیق کر لیں۔ کیونکہ ایک حکیم کا  
قول ہے کہ ”لوڑھا ہو عقل لسیکھ“ اور جو تم پوچھو کہ یہاں فارسی کا  
مقولہ کیوں نقل نہیں کر دیا تو مرے یار! ہم اردو کے یہی  
تو ہے نہیں۔ اسی فارسی بازی کی بدولت تو اردو کو وطن  
سے جواب دل رہا ہے۔

خیر! یہ تو محض سر رہا ہے تھا۔ آپ حیران (وہی جسے کر خندہ  
غالباً حیران ہونا کہتے ہیں) ہوں گے کہ یہ کیا واپسی تباہی بقول  
”شخصے“ بلکہ ”اور بہ زعم خود ہم فرما“ جارہے ہیں تو عرض  
کیا ہے کہ ہم تو صرف مزاح نگاری کا نمونہ پیش کر رہے ہیں  
اور وہ بھی کہیں سے مانگ تاں گ کہ نہیں۔ بلکہ سولہ آنہ قلم پڑا  
جسے شعرا کے یہاں فی البدیہہ فرمانا کہتے ہیں۔ عرض نہ کر رہے ہیں  
آپ جانے اس وقت ہمارے خیالات کی ناؤ چلے

گجا دانند جان با سب ساران ساحل پا!  
بنی ہوئی ہے دماغ کی کشتی خیالات کے ہلکے ہلکے ہچکولے کھا رہی  
ہے اور ہچکولے بھی وہ کہہ

دھرم بھرم کی نیا ڈالے  
کھائے ہچکولے ہولے ہولے  
قلم چل رہا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ آپ کے پلے کچے پڑے  
یا نہ پڑے۔ تو آپ تو اسی سے کسمائے لگے۔ ہاں! اخلط  
فنی پیدا ہونے کے اندیشے سے ہم عرض کئے دیتے ہیں۔ کہ  
آپ کے اس کسمائے سے ہماری مراوکی کا وہ کسمانا نہیں  
جس کے متعلق میاں امانت فرما گئے ہیں۔ کہہ

زالوؤں میں جو لیا ساق بلوڑیں کو دبا  
کسمایا وہ بہت ناز سے پہل نہ سکا  
اجی! کان کو ماتھ لگائے جو ہمارا روئے سخن کہہ کر

طرف ہو۔ ہم تو صرف مزاح نگاری کر رہے ہیں۔ رہی یہ بات کہ یہ ہمارے اس کاروگ ہے بھی یا نہیں تو یہ اُن مدیر لوگوں سے پوچھئے جو دے میرے داتا کے وزن پر ہم سے صرف مزاحیہ مضمون ہی مانگتے ہیں اور ہماری طرف مزاحیہ جو گھروالوں کی اصطلاح میں خشک مزاحی کہلاتی ہے کا سکہ اُن بچلے مانسوں کے دل پر کچھ اس طرح بیٹھا ہوا ہے جیسے حکیم نیرنگ خیال برہمچاری کے دماغ میں یہ بات گھسی بیٹھی ہے کہ جب تک ہم انہیں اپنلے کے لئے کوئی مضمون نہ دینگے وہ بھی ہمیں رسالہ ہرگز نہ دیں گے حالانکہ جاننے والے جانتے ہیں کہ سچ

اڑیل سا ہو گیا ہے اُن کی عقل کا ٹٹو !

اور اُدھر ہم بھی کوئی تم کھانے والی آسامی نہیں کیونکہ حکیم جی کوئی عندلیب شاداں تو ہیں نہیں جو اپنی قابلیت بازی یا علمیت بازی کا سکہ جہنے کے لئے غالب سے کم کسی پر بہر سنا جانتے ہی نہیں۔ ہاں! ہیں وہ بھی سچے۔ آخر چھ دہائیوں کا سالہ ہے کوئی ووٹ تو ہے نہیں۔ جو کسی کو مفت دے آئیں۔ اور پھر تیر لکھ لوگ تو ووٹ کے دام بھی کھڑے کر لیتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے ”ولایتی ایمان“ کی سب سے پہلی شرط بھی تو یہی ہے کہ ووٹ کے پیسے لو کسی اور سے، اور ووٹ دو کسی اور کو۔ ورنہ عاقبت کا سکہ صرنا معلوم! خیر! اس موضوع پر اس وقت کچھ زیادہ خامہ فرسائی نہ کریں گے۔ کیونکہ ہم کوئی اخبار نویس تو ہیں نہیں کہ مسلمانوں کو اتحاد کے خلاف تعلیم دیں اور نام ہولا پارٹی بازی کے مرض میں گرفتار ہو کہ چار ٹکوں کی خاطر احرار کے سر پر احسان کا چھڑا رکھیں۔

ہماری نظر جو حق حیدک محفوظ ہو چکی ہے۔ ایک ترصع لفظ پر پڑی۔ یہ ترصع لفظ تھا جو تیر پزار و ہی جسے زندہ دلاں پنجاب ذرا شوخی سے جو تم پزار کہا کرتے ہیں۔ لیکن اس جو تیر سے ہمارا مطلب وہ شیخ ناسخ والی جو تیر نہیں کہہ

آسمان سے نظر آتے ہیں تارے دن کو تیری جو تیر کے چمکتے ہیں ستارے دن کو بلکہ وہ جو تیر جس کے متعلق کسی میاں نے ”بی بی جی“ کی شوخیوں دیکھ دیکھ کہہا تھا کہ

رات دن جو تیر اُچھلتی ہے خدا خیر کرے

دھول دھپتے کے سوا اور نہیں کوئی خیال

آپ جانئے! کہ ایسے مزے کا لفظ دیکھ کہ ہمارا دل بھی بس کلی کی طرح چمک گیا۔ لیکن معاف فرمائیے! وہ چمکنا نہیں کہ سچ چمکی کلی تو خون کے قطرے ٹپک پڑے ارے معاذ اللہ! خدا وہ دن نہ کرے کہ ہم ایسے سنگدل ہوں جس کی دست درازیوں سے تنگ آکر کسی نے کہا تھا کہ سچ بندہ پروریہ محبت میں ”مصیبت“ کیسی!

تو جناب! اس جو تم پزار کے جو روح پرور مناظر اور کیف آور تماشے ہم نے لاہور میں پرودہ دار بیلیوں کے الکشن کے روز دیکھے۔ آج کل ولائتی ایمان والے مسلمانوں کی بڑیت اور حقیقت کے سر صدمے اللہ میاں سب دشمنوں کو دکھلائے

”بیجے! اب آٹھ بجے ہیں۔ اب ہم پنا دیہاتی پر وگرا ہم بند کرتے ہیں ہمارے دیہاتی بھائی اپنا اپنا ریڈیو بند کریں کیونکہ دہلی براڈ کاسٹنگ ایکٹ کی رو سے ہمارے دیہاتی بھائیوں کے لئے دیہاتی پر وگرا ہم کے سوا اور کچھ سننا جائز ہے یہ دلی ہے

وہی دلی جہاں سے کوئی ہمیں ایک سے ہندوستانی

واقعہ عرض ہے کہ ایک روز ہم ”فرنگ آصفیہ“ کی چوٹی پر نور اللغات سے بیٹھے آنکھیں لٹا رہے تھے کہ اچانک

زمانہ آیا ہے بے حجابی کا عام دیدار یار ہوگا  
 نیک بھی کچھ روز آپ کو انتظار کرنا ہوگا۔ وہ وقت دور نہیں  
 آپ ان شدت گانوں کے ساتھ ساتھ ڈھارکٹ چ بھی گزرت  
 دیکھ لیا کرتے تھے سکوت تھا یہ در  
 جس کا وہ راز اب شکار  
 ہو گا پاداب عرض  
 ایم اسلم

گانے کا یہ وگراہم ایسا پُر لطف براڈ کاسٹ ہو رہا ہے کہ  
 اس خداوندان براڈ کاسٹنگ کی عقل خدا داد پر رونما تو  
 کیا ہستی ضرور آجاتی ہے یا ممکن ہے ہماری ہی سمجھ کی غلطی ہو  
 جو ہم ایسے شدت گانوں کی قدر نہیں جانتے  
 بہر کیف اتنی بات تو ضرور  
 ہے کہ



تصور کی یہ مقصد آفرینی  
 میں سمجھا کوئی پرجہ آ رہا ہے  
 جو رستہ خلد میں نکلا ہے  
 وہ وزخ سے گذر کر جا رہا ہے  
 حامد المذافر سی ہے

چند چھپو

## غزل

پریشانی ہے جی گھبرا رہا ہے  
 کوئی دھیمے دھڑکن میں گرا رہا ہے  
 مری آنکھوں سے ٹپک رہا ہے  
 کہ لکڑی سادل پہ چھا رہا ہے



## ایک انگریز کے ذاتی تجربات

ڈیک عربانی سے مجھے خاص دلچسپی تھی اور ہر وہ اخبار جس میں اس کے متعلق خبریں ہوتیں، میں نہایت شوق سے پڑھا کرتا تھا۔ میں سخت حیران ہوتا تھا کہ آدم اور حوا کی یہ اولاد کیونکر گوارا کر سکتی ہے کہ مرد اور عورت بالکل عریاں ہو کر ایک دوسرے سے رابطہ اتحاد پیدا کریں۔ آخر والد کی غیریت کو کیا ہو جاتا ہے جب وہ اپنی نوجوان لڑکی کو عریاں اپنے پہلو میں لپیٹتا ہے اور لڑکی کی شرم و عیا کہاں جاتی ہے جب وہ سر یا برہنہ والد خرم کو اپنے ساتھ نحو اختلاط پاتی ہے۔ حیوانی جذبات کو جو ہر انسان کو فطرت سے ودیعت ہوئے ہیں۔ آخر کیا ہو جاتا ہے جب ایک سنگم مرد اور شرمسار عریاں دوشیزہ رسمی تعارف کی سنگم لکے کے ایک دوسرے سے بفلکیہ ہوتے ہیں.....؟ کیا مذہبی شادی ان کے لئے ایک رسمی حیثیت رکھتی ہے اور یہ لوگ رسم و رواج کے بند و سلاسل سے آزاد ہونا چاہتے ہیں۔ ؟ بارہا ذیل کے عنوانات کے مضامین کہ صحت حاصل کرو۔ ”رسمی پابندیوں سے آزاد ہو جاؤ“ و ”عظمت قدرت سے بہرہ مند ہو جاؤ“ میری نظر سے گزرے اور میرے اوپر وہی حالت گذری جو شاید اس وقت آپ کے اوپر گذر رہی ہو۔ مجھے کبھی بھی یقین نہیں آتا تھا کہ مرد و

مترجمہ جگموت دیال ایم اے جمانٹ ایڈیٹر۔ عورت جن کی ساخت میں کارکنان قضاؤ قدرت نے ف جذبات کی تکمیل کے لئے خاص امتیاز ملحوظ رکھا ہے جامہ عربانی میں معاشرت اختیار کرے یہ تو ان میں تنگی کی ہوس پیدا نہ ہو۔

یہ ایسی گفتیاں تھیں جن کے سُنجانے سے میرا دماغ تھا۔ میرا خیال تھا کہ اس نیک چلنی سے شاید وہی لوگ بسہا ہیں جو اپنے سرخسپہ حیات کو اوائل ہی میں جذبات کی نذر ہوں۔ مزید برآں میرا خیال تھا کہ برہنہ عورتیں مجاذب توجہ ہونے کی بجائے نہایت مکروہ منہ کرتی ہوں گی۔ تاہم مجھے اس حقیقت کی آگاہی کا بہتہ تھا۔ امریکہ۔ کئی فورینا غرضیکہ جس مہذب ملک کے میں جانے کا مجھے اتفاق ہوا وہاں نہایت وقیع اور مہذب میں ایسی قسم کے اشتہار کہ برہنہ رہا اور صحت حاصل بکثرت میری نظر سے گذرے۔ سنگم لو میں ساحل سمندر سیگا ہوں کا ایک حصہ دہوپ میں برہنہ لیٹنے کے تھا۔

بالآخر شمالی ساحل کے ایک درال میں اس مضمون کہ برہنہ لوگوں کو جنم دینا پر کیا تحائف



میری نظر سے گزرا۔ اس مضمون نے بڑی حد تک میری تعریف و تحریص کا سامان پیدا کر دیا کہ میں خود اس حقیقت سے انکار ہی حاصل کروں مگر ایک دشواری میرے ارادے میں حاصل ہوئی۔ جہاز کے روزہ میزے دوست جیک نے مجھے بتایا کہ ہمارے برہمنہ کیمپ میں جانے کے سبب مورطے ہو چکے ہیں مگر یہ کیمپ چونکہ شادی شدہ لوگوں کا ہے۔ اس لئے ہر مرد کے ہمراہ عورت کا ہونا لازم ہے اس نے مجھے مطلع کیا کہ میں بھی لڑکی کو اپنا ساتھی بنا لوں۔

سارے نیویارک میں میری ایسی واقفیت صرف چار لڑکیوں کے ساتھ تھی جنہیں میں بلا تکلف شام کو سیر پر جانے کی دعوت دے سکتا تھا مگر انہیں برہمنہ کلب میں اپنے ساتھ برہمنہ کی دعوت دینا نہایت غیر معاسول تھا۔

میں قسمت آزمائی کیلئے یکے بعد دیگرے ان چاروں کے پاس گیا۔ پہلی لڑکی دعوت برہمنہ کلب میں کہ بہت برا وقت ہوئی اور کہا کہ ”کیا برانڈریز لوجوان کا طرز عمل ہی ہے یا تم آج دیوانہ بننے کی کوشش کر رہے ہو؟“ دوسری لڑکی نے بھی نہایت دل شکن جواب دیا تیسری لڑکی نے کہا کہ ”تو جو نہایت دلچسپ ہے مگر شرم دہیا سے بہت دور ہے۔“ چوتھی لڑکی چلنے کو تیار ہو گئی۔

میں اس کے اصلی نام کا اظہار مناسب خیال نہیں کرتا اس کا فرضی نام فیکسی سمجھئے۔ وہ نیویارک کی خوب صورت ترین دوشیزاؤں میں شمار ہوتی تھی۔ لندن میں جس طرح پرہیز روزہ سالٹ کے فوٹو کے لوگ مشتاق ہیں نیویارک میں یہی فیکسی کی حیثیت تھی میرے ساتھ ایک مہفتہ برہمنہ کیمپ میں رہنا اس کے لئے مطلقاً تنہا لاشائنگ نہ تھا۔ بلکہ اس نے اپنے سب دوستوں کو چاہئے پہنچا دیا اور ان سب کو اپنی تجویز سے آگاہ کیا۔

روانہ ہونے سے پیشتر میرے پاس آئی اور زاد سفر کے متعلق دریافت کیا۔ میں نے کہا کہ ٹوٹھ برش اور اسپنج ہماری ضروریات کو مکفی ہو گئے مگر وہ پاؤڈر اور دیگر لوازمات ساتھ لے جانے پر مصر ہوئی۔ برہمنہ کیمپ دیرپائے ہڈیوں سے دو گھنٹہ کا سفر تھا! اسٹیشن پر ہمارا اسی کھیت کے مالک سے تعارف ہوا جس کو کہ اید پر لے کر کیمپ لگایا گیا تھا۔

ہم منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد کیمپ کی میزبان جو ہماری انتہائی خوش نصیبی سے لباس میں ملبوس تھی ہمارے خیر مقدم کے لئے باہر آئی اور ہمیں ایک کمرہ میں لے گئی جہاں ہمیں کلب کے قواعد و ضوابط کی ایک کاپی مطالعہ کے لئے دی گئی۔ ان شرائط میں مذکور تھا کہ ہر ممبر حسب خواہش کپڑے پہن اور اتار سکتا ہے۔ دوم کنواری لڑکی اور کنواری لڑکا ایک کمرے میں نہیں سو سکتے۔ سوم کسی قسم کی تصویبہ کھینچنے کی اجازت نہیں۔

دن میں تین بار ورزش کی جاتی تھی۔ شہدائی کے مشافروہ کے لئے استاد مقرر تھا۔ دن میں دو بار کھانے کی گھنٹی بجتی تھی۔ اور اس کے بعد ہم ہمارے کلب کے ہر جگہ جاسکتے تھے۔ ارکان کی رہائش کے مکانات جمیل کے کنارے پر تعمیر کئے گئے تھے اور رنگ سے ذرا اوچلے تھے ہمیں یہاں چلتے ہوئے ہر لمحہ کسی برہمنہ بزرگوار کی زبردست کاخند مشلا حق تھا جب ہمیں کوئی انسانی آواز سنائی دیتی ہمارا دل دھڑکنے لگتا مگر چونکہ اس روز آسمان پر بارش غلط تھا۔ اور سردی تھی اس لئے ہماری خوش قسمتی سے سب لوگوں نے کپڑے پہن رکھے تھے ہم سیدھے نشست کے کمرہ میں گئے۔ ہمارے استعجاب و حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب ہم نے دیکھا کہ پانچ مادر زاد برہمنہ بزرگوار نہایت بے تکلفی کے ساتھ ایک سلینے کے سیوں پر بیٹھے میگزین پڑھ رہے تھے۔ پہلے تو میں کچھ رکا۔ شہدائی کی محسوس کی گئی پھر حیرت

کر کے سامنے کی دیوار پر تصویر کو بغور دیکھتا ہوا گذر گیا۔ میرے دماغ میں بے رنگی اور دوپٹہ کو آپس میں کچھ ایسا اعلق تھا کہ مکہ کے اندر آک کے سامنے برہنہ ہو کر رسائل کا مطالعہ کرنا میرے لئے نہایت مفید چیز بات تھی میں نے بہت مشکل سے ہنسی کو روکا۔ برہنہ بزرگ کچھ ایسے کیف میں سرخوش تھے کہ ہماری آمد پر ٹیس سے مس بھی نہ ہوئے۔ ہماری میزبان ہمیں ہمارا مکہ دکھانے کو لے گئی اور یہ کہہ کر چلی گئی کہ پارچ منٹ میں ورزش ہونے والی ہے۔ اگر شمولیت کرنا چاہو تو لباس اتار دو جبکہ وریں ایک ہی مکہ میں مقیم تھے۔ ہم نے اپنا سارا لباس اتار دیا اور اپنے مسارے ساز و سامان کی نمائش کرتے ہوئے بستروں پر لیٹ گئے۔ اسی اثنا میں فیکسی آئی۔ اُس نے تیرے آپوشاک پہن رکھی تھی اور غضب کی حسین معلوم ہو رہی تھی۔ فکرتاً فیکسی کو دیکھ کر ہماری حالت متغیر ہوئی اور ہم نے اپنے خطرناک اعضا کو چھپانے کی ناکام کوشش کی جب خیال آیا کہ اس نے تکلفی سے ہمیں ایک مکمل ہفتہ تک رہنا پڑے گا تو ہم سے ہنسی ضبط نہ ہو سکی۔

فیکسی ہمیں اس ٹھاٹھ میں دیکھ کر شرمندہ سی ہوئی اور تھوڑی دیر پھر کر بے تحاشا ہجائی اور فوراً شرمندگی سے پارچ منٹ تک ہمارے سامنے نہ آسکی۔ اس کے بعد ہم نہایت بے تکلفی سے ایک دوسرے کے ساتھ پھرنے لگے اور اپنے برہنہ ہونے کا احساس بالکل بھول گئے۔ جب ایک بار انسان برہنہ فضا میں آجائے تو بے رنگی اُس کے لئے غیر معمولی وقعت نہیں رکھتی یہ بات قابلِ متعجب تھی کہ برہنہ کیمپ کی بدصورت سے بدصورت شکل بھی قبیح نہیں معلوم ہوتی جب تک کہ اُس کا کوئی عضو غیر معمولی حیثیت کا نہ ہو۔ اگر کوئی بات نفرت آگین تھی بھی تو وہ اعضا درمیانہ کا نظارہ یا کوئی خاص جسمانی نقص۔

اسی اثنا میں ہماری میزبان ہمیں ورزش میں شمولیت کرنے کے لئے ساتھ لئے آئے اب وہ جھجک نہ رہی تھی۔ جب ہم

نگلوں کے مجمع میں جو ورزش کے لئے اکٹھا ہوا تعداد داخل ہوئے تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرے ہاتھوں میں کوئی نقص ہے کیونکہ جب سارا بدن ڈھنپا ہوا ہوتا ہے تو ہاتھ تنگ ہوتے ہیں اب جب سارا بدن برہنہ تھا تو مناسب یہی معلوم ہوتا تھا کہ ہاتھوں پر دستانے ہونے چاہئیں۔ دوسروں کے جسم کی رنگت تازت آفتاب کے باعث گندمی ہو چکی تھی اور ہمارا جسم بالکل سفید تھا اس لئے ہمیں اپنا جسم غیر مألوس معلوم ہوتا تھا اور ہمیں ویسی احساس ہوتا تھا جب کسی دعوت کے موقع پر سب لوگوں کے لمبے کوٹ ہوا تو اُس شخص کو ہوتا ہے جس کا کوٹ چھوٹا ہو۔

ورزشیں بہت اچھی تھیں۔ ہماری میزبان ہمارے سامنے، منہ ہماری طرف کر کے کھڑی ہو گئی، ورزش ہوئی۔ ورزش ماسٹر نے اپنے ہاتھوں کو مختلف اطراف میں گھمایا۔ ہم نے بھی اُس کی پیروی کی۔ تھوڑے سے آرام کے بعد ورزش کا دوسرا دور ہوا۔ ورزش ماسٹر صاحب نے نیچے اوپر دائیں بائیں جسم کو گھمنا شروع کیا۔ ہم نے بھی اُسی طرح کیا۔ میں نے بدن کے اوپر کے حصہ کو پیچھے کی طرف جھکایا تو سخت تکلیف محسوس ہوئی۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کسی بڑے جہاز میں جو طوفانی سمندر میں بچھولے کھارہا ہو سفر کر رہا ہوں۔ میرے ماتھے پر پسینا گیا۔ یکورس بھی ختم ہو گیا۔ پھر ہمیں کہا گیا کہ پاؤں کھول کر کھڑے ہو جاؤ ہاتھ پشت پر رکھو پھر حکم ہوا کہ اپنے سر سے زمین کو چھوٹیں میں نے نہایت تکلیف کے ساتھ اپنے سر کو زمین کے ساتھ چھونے کی ناکام کوشش کی۔ اس حالت میں میں نے پیچھے والی صفوں پر نظر ڈالی میں نے نہایت مکروہہ مگر دلچسپ نظارہ دیکھا۔ ایک نہایت مونی عورت اپنی انتہائی کوشش سے سر کو گھٹنوں کے نیچے لانے کی کوشش کر رہی تھی چار بار وہ سیدھی کھڑی ہو گئی اور

نہایت مصمم ارادے سے کہ کوئی لپکا کر سر کو جھکانے کی کوشش کی مگر موٹا ہونے کے باعث اُس کا سر گھٹنوں سے نیچے نہ آتا تھا یا

جب کبھی رومال کی ضرورت ہو تو ہاتھ غیر ارادی طور پر نیچے کو بڑھتے ہیں۔ مجھے سیر کے وقت رومال سگریٹ اور دیاسلانی ہاتھ میں لینا ہمیشہ بھول جاتا تھا۔

کھانا کھاتے وقت جسم پر نیکیں (رومال) ڈال کر بیٹھنا سخت ناگوار سا تھا۔ مناسب خیال کیا گیا کہ کھانا کھاتے وقت سب کپڑے پہن لینے چاہئیں تاکہ اگر کوئی چیز گرے تو جسم پر گرنے کی بجائے کپڑوں پر گرے۔

وہاں مجھ بکثرت تھے۔ ٹینس کھیلنے وقت ٹخنوں یا گھٹنوں کی خارش مٹانے کے لئے کھجلا ناٹو کو ٹی غیر مذہب بات نہ تھی۔ مگر جب انسان تنگ ہو تو شجر ممنوع یا بچے جسم کے کچلے حصے کو سر پر غفل کھجلا تہذیب سے بعید تھا۔ شام کے وقت حالات نے نازک صورت اختیار کر لی۔ شام کے وقت ہم جمیل کے کنارے زمین پر لیٹے سو راج کی شعاہوں سے مستغنی ہو رہے تھے۔ کہ چھروں نے ہمارے جسم کے ہر حصے پر یورش شروع کر دی اور نازک سے نازک مقامات کو بھی اپنے پلے درپلے حملوں سے محفوظ نہ رکھا۔ پانچ منٹ میں ہمارا سفید جسم سرخ ہو گیا جیٹک نے اور میں نے مختلف اطراف میں رحم آمیز نگاہوں سے دیکھا کہ جسم کے کھجلائے کی رسم کا کون بزرگ افتتاح کرتے ہیں لیکن ان میں سے کسی کو بھی چھروں نے نہیں کاٹا۔ ہم یہ صبر آزمایا تھاں زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکے اور صباگ کہ جھاڑیوں کی لوٹ ہو گئے اور وہاں جا کر حسب خواہش کھجلا لیا۔

شام کے وقت جب ہم سونے لگے تو ایک لطیفہ ہوا۔ رات کو جب فیکسی سونے لگی تو اپنے کمرہ کی سب کھڑکیاں بحفاظت بند کر لیں۔ جب ہم نے اس حفاظت کے متعلق استفسار کیا تو اُس نے فوراً جواب دیا کہ میں نہیں چاہتی کہ جب میں لباس اتاروں تو تمہاری مشتاق نگاہیں میرے جسم پر مرکوز ہوں حالانکہ وہ صرف بوٹ ہی پیسے ہوئی تھی۔ (شاید فیکسی کی مراد کھڑکی اور تھمہ وہ ہنسن،

تو لکان کی وجہ سے یا اس غیر معمولی زراویہ بدن کے باعث جس سے میں جھک کر یہ مناظر دیکھ رہا تھا۔ میں گھاس پر گر پڑا۔ میرے قریب کے لوگ میری امداد کو آئے۔

بالآخر ورزش ختم ہوئی مجھے یہ محسوس ہوا کہ برسنگی کے متعلق میرے جو خیالات تھے۔ سب غلط تھے۔ مثلاً بد چلنی کو لیجئے۔ جب سب ننگے ہوتے ہیں تو عورت کے جسم کا کوئی حصہ داخل ممنوع ہے کا حامل نہیں ہوتا یا وہ کیف جو ایک ناقابل حصول چیز کے حاصل ہونے پر ہوتا ہے اس میں مفقود ہو جاتا ہے۔ جب اس منٹ تک ایک برہنہ مرد ایک برہنہ دوشیزہ کے ساتھ چلے تو میوائی جذبات کی تکمیل کی آرزو ہی ختم ہو جاتی ہے۔ ایک چیز کی قدر و منزلت اُس وقت تک ہوتی ہے۔ جب تک وہ ہمارے امکان سے بعید ہے جب بروقت اُس جنس کے انماہ کی بہتات ہو تو اُس کے حصول کی خواہش ہی مٹ جاتی ہے۔ خوب صورتی کے مصنوعی ذرائع مثلاً پاؤڈر وغیرہ جسم پر نہایت خراب معلوم ہوتے تھے فیکسی جب پہلی بار کیمپ میں آئی تو کپڑے اتارتے وقت پاؤڈر صاف کرنا بھول گئی وہ ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے ایک سینڈ کی ہوئی گڈیا کورات بھر یا برش میں رکھ دیا جائے تو اُس پر کہیں روغن رہ جاتا ہے اور کہیں سے اُتر جاتا ہے۔

جب ہر ایک عورت برہنہ ہو۔ اور جسم کا کوئی حصہ صفا ہو جائے ہو تو اُس کے جسم کا کوئی حصہ ہمارے لئے محفوظ نہ رہتا اور ڈاکٹروں کا یہ خیال ہے کہ اگر مرد عورت بالکل برہنہ ہو دو با ش حقیقت کہیں تو حیوانات کی طرح آدی بھی موسمی بن جائیں گے اور ایسے خیالات انہیں خاص خاص موسم میں آئیں گے برہنہ کیمپ میں خوب فینڈ آتی ہے اور خوب بھوک لگتی ہے جو ایسے کیمپ میں پہلے پہل آیا ہو اُس کے لئے بہت سی باتیں غیر معمولی ہوتی ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہماری جینس ہینس ٹینس

چاہتی تھی کہ جب وہ رات کو بالکل برہنہ سوئے تو وہ لگا ہی جو  
اُن کو شرم و حیا کے باعث اس نگارہ سے کما حقہ لطف اندوز  
نہ ہو سکیں۔ سوتے وقت اپنی تشنگی وید کو مٹائیں۔ مترجم )  
ایسا ہی ایک اور واقعہ پیش آیا۔ صبح کو میں غسل خانے  
میں حجامت کرنے کے لئے گیا تو دروازہ مقفل نہ ہوا گیا  
تھوڑی دیر کے بعد دروازہ کھلا۔ میں نہایت اضطراب کی  
حالت میں چلا اٹھا کہ تم اندر نہیں آ سکتے۔ مگر دیکھا تو ہماری  
میزبان بالکل برہنہ میرے پاس کھڑی ہے اور دل کے نیچے

ہانے کی اجازت طلب کر رہی ہے۔  
تحریک عریانی کے حماستوں کا خیال ہے کہ اگر ساری دنیا  
اس طرح بود و باش اختیار کر لے تو انسانی صحت کا معیار بلند  
ہو جائے دنیا سے بہت سی بیماریوں کا نام و نشان مٹ جائے  
اور انوشکوار ازدواج کی لعنت بھی دور ہو جائے کیپ کے سب  
لوگ تندرست تھے اور توجہ شائد ہے کہ برہنہ کیپوں میں ایسے  
شرابی جو کبھی شراب چھوڑی نہیں سکتے شراب چھوڑ دیتے ہیں جبکہ  
نے جو سخت شرابی تھا شراب بالکل ترک کر دی تھی ۛ

## جذباتِ لستہ

(از جناب لستہ آبادی)

شاگردِ چور سے شا کی بیداد نہ ہو  
حشر تک خانہ عیاد سے آزاد نہ ہو  
بجلیاں کتنی ہیں پھر پھر کے لاشیں کا طواف  
چنگیاں نذر میں پیہم جو چلی آتی ہیں  
لالہ و گل کے جو پردوں میں عیاں ہوتا ہے  
موت دراصل ہے عنوانِ کتابِ ہستی  
کوہ کن سوچ لے اس تیشہ زنی کا انجام  
بھونکا اور بھلانے کے یہی معنی ہیں  
سیرِ گلزار سے وحشت جو بڑھی جاتی ہے  
عالم بے خودی شوق کا مطلب ہے یہی

ایک طوفان اٹھانے لگی شاگردی نوح  
عزق حیرت ہوں کہ لستہ کہیں استاد نہ ہو

(منہ بول)

## قاصدِ محبت

والیولا :- (ایک لڑکے کے لباس میں) حسین خاتون، میرے مالک! در آقا کو تجھے محبت ہے۔

ایسی محبت کہ اگر تیرے سر پر کیتا فی حسن کا تاج بھی ہو تو وہ اُس کا معاوضہ ہو سکتی ہے۔

اولیویا :- اُس کی محبت کیسی ہے؟

والیولا :- اُس کی محبت میں پرستش ہے، شاداب آستو میں، اُس کے نالوں میں محبت کی بجلیاں گتبی ہیں، اور اُس کی آنکھوں سے آگ کے شعلے برستے ہیں.....

اولیویا :- تمہارے آقا کو میرے دل کی بات کی خبر ہے، میں اُس سے محبت نہیں کر سکتی! ————— پھر بھی اُسے میں نیک سمجھتی ہوں، شریف جاننے والوں وہ بڑی جاگیر کا مالک ہے۔ اُس کی جوانی شگفتہ اور بے داغ ہے۔ ————— وہ آزاد عالم

اور بہادر مشہور ہے اور اُس کی فطرت سراپا دود و کریم ہے مگر پھر بھی میں اُس سے محبت نہیں کر سکتی۔ میرا جواب وہ مدتوں پہلے سمجھ چکا ہو گا۔

والیولا :- اگر میرے دل میں تمہاری محبت اُسی طرح شعلہ زرن ہو تو جس طرح میرے آقا کے دل میں ہے، وہی درد و کرب اگر مجھے بھی برداشت کرنا پڑتا، وہی موت آگین زندگی اگر مجھے بھی

بسر کرنا پڑتی تو میں بھی تمہارے انکار میں کوئی مفہوم نہ پاتا! میں اُسے کبھی نہ سمجھتا۔

اولیویا :- کیوں تم کیا کرتے؟

والیولا :- میں پھونس کی ایک گٹھی تمہارے دروازے کے سامنے بناتا اور میری روح بہانہ گھڑیں آ کر میری محبت کا تقاضا کرتی۔ میں اپنی محبت اور وفا کے نفعے لکھتا اور آدھی دھی رات کو بھی اُنہیں بلند آواز سے گاتا، گو مجھے والی ساروں میں

## تصویر کو دیکھ کر

بادل گرج رہے ہیں، موسلا دھار بارش ہو رہی ہے، بجلی کو نذر ہے، مکان کے اندر ایک لوجوان حسین مگر غمگین خاتون جس کا لباس سادہ احسن کے انداز سادے ہاتھ میں ایک تصویر

لے ہوئے اُس سے باتیں کر رہی ہے۔ وہ کہہ رہی ہے کہ اب سے دو سال پہلے زندگی میں مزاتھا، ایک راحت تھی، ایک اطمینان تھا، وہ دل کتنی جلدی گذر گئے، آہ کتاب زندگی کے ورق پٹے

یک بیک پٹا کھایا، اور اب زندگی عیش و مسرت کے بجائے بے لطفی میں تبدیل ہو گئی، اب نہ اس میں مزہ ہے اور نہ لطف نہ چین ہے نہ قرار ہے

آگے آتی تھی حال دل پر ہنسی اب کسی بات پر ہنیں آتی

”اُن“ آنکھوں میں پہلے ہر وفا تھی، لیکن اب بے نیاز لڑکی بے مروتی ہے کبھی اس زبان کا وظیفہ میرا نام تھا، مگر اب کسی اور کا ہے، اس دل میں آج سے پہلے کبھی میری محبت تھی آہ

اب کسی اور کی ہے، میں سادہ لوح تھی جس نے تیرے وعدوں کو سچ سمجھا۔ میں..... دیوانی تھی جس نے تیرے اقراروں پر بھروسہ کیا، بول خدا کے لئے بول، ہر سکوت کو توڑ، الصاف

کر کہ میری وفاؤں اور میری خدمت گزاری کا کیا بھی صلہ ہے؟

وزیر بیگم

تمہارے نام کا شور سپید اکہ تا۔ اور ہوا کے باتونی

لوں سے کہلو تا کہ اولیویا ہوا اور زمین کے عناصر میں رہ کر تمہیں مجھ پر رحم کئے بغیر کیوں کہ قرارتا ہے؟

(انگریزی)

خط و کتابت کرتے وقت اشارہ ۱۰۰۷ء ختم مالک



(برہ راز رات انگریزی بنگالی فرانسیسی بھر کی وغیرہ)

(محبوبہ)

وہ ایک ماہ طلعت دوشنبہ  
اُس کے دراز گیسو ابر کی

یوں..... اُس کے سڈول جسم پر ہتھام  
آفتاب کی منور شعاعیں منعکس کرتی

طرح سیاہ ہیں  
اے بھرنا پیداکر راتوں

مجھے اُس دوشنبہ کے  
ملک میں بہا کر لے

چل  
اُس کے جسم

پر چھپے کی کھال ہے  
اور اُس کا دوپٹہ

جھسلاتے ہوئے ماروں  
کا بنا ہوا ہے

اُس کے حسن کو حاصل  
کرنے کی غرض سے چاند اور سورج

دونوں آپس میں برسرِ بیکار ہیں اور ایک  
دوسرے کا تعاقب کرتے رہتے ہیں

میں بھی اُسی کا طالب ہوں  
اُسی کے لئے میں ہر وقت مسافر کے لباس میں رہتا

ہاں اے بھرنا پیداکر! تیری موجوں میں بھی تو اُسی  
چوڑیوں کا کیف اور تہ تم پایا جاتا ہے

.....  
.....

.....  
.....

.....  
.....

.....  
.....

.....  
.....

.....  
.....

.....  
.....

.....  
.....

.....  
.....

.....  
.....

.....  
.....

## جستجو

میری ہر سچ تیری یاد کے ساتھ شروع ہوتی ہے اور میری ہر شام تیری ہی یاد پر ختم ہوتی ہے۔ اکثر اوقات کی تاریکی تنہائیاں بھی اسی خیال میں بسر ہو جاتی ہیں..... صرف اسی تمنائیں کہ تجھے پا لوں۔

پھولوں کو اپنے دامن میں سمیٹا ہوں..... تو نظر نہیں آتا۔ موسیقی کے تہہ تہ میں تجھے ڈھونڈتا ہوں..... تو نہیں ملتا۔

بہ بٹکے تاروں کی دل میں اثر کرنے والی صداؤں سے دریافت کرتا ہوں..... کوئی تیرا پتہ نہیں ملتا۔ پھر یابوس ہو کہ دل سے پوچھتا ہوں..... کہاں ڈھونڈھوں۔

جواب ملتا ہے ”وہاں جہاں خیال کی نازک ترین جنبش کی بھی رسائی نہیں لیکن مایوسانہ جدوجہد آخر وہیں پہنچا دیتی ہے جہاں پہنچنے کی آرزو ہے..... تجھے اپنی چیزوں میں دیکھے لگتا ہوں اور مجھے کائنات کا ہر ہر ذرہ تجھ سے ہی مملو نظر آئے لگتا ہے۔

تجسس ہو تو بل جاتا ہے سب کچھ دار امکان میں (فارسی)

## دریا کے اُس پار

اے دریا تیرے کناروں پر سرکندوں کی قطاریں اگل رہی ہیں۔ اک لمحے کے لئے اپنے پانی کو ٹھہرائے مجھے اپنی محبوبہ کے پاس جانا ہے۔ تیرا کوئی پل نہیں ہے۔ نہ کوئی کشتی ہے۔ پار جانے کا کوئی اور ذریعہ بھی نہیں۔ مجھے یاد ہے تو ایک چھوٹی سی ندی تھا۔ اور میں تیرے پار

جانے سے نہیں جھجکتا تھا۔ اُس وقت تیری سلج کی لہریں بمشکل میرے گھٹنوں تک آتی تھیں لیکن اب تو پہاڑ کے اُس دہانے سے آتا ہے تیری پہر ورش بہت سے ہوتی ہے اول تیرے طوفانی پانی میں کچھ ٹپلا ہوتا ہے۔

لیکن اب میری اس جلدی کہ نے کا کیا فائدہ۔ اور رات بھر جاگنے کا۔ آگہ میں یہاں ٹھہرا رہوں اور آگہ کسی ذریعہ سے بھی مجھے تیرے اُس پار جانے کی اجازت نہیں۔

اے دریا اپنے پانی کو ایک لمحے کے لئے ٹھہرائے۔ ہول زور کی چل رہی ہے۔ اور تیری موجیں جوش سے بڑبڑا رہی ہیں۔ فضا میں ایک لہریں موسیقی رقص کر رہی ہے۔

اے سرکندوں والے دریا اپنے پانی کو ایک لمحے کے لئے ٹھہرائے مجھے اپنے محبوبہ کے پاس اُس پار جانا ہے۔

ہمایونی

## سے لالہ کوں

میں کہیں اس کی آرزو نہ ہو۔ وہ کاپی پیدا کرتی ہے۔ لیکن نہ پار میں جوب ایک کچھ پتہ تیرا نہ ہو۔ وہ کاپی پیدا کرتی ہے۔ لیکن نہ پار میں جوب ایک کچھ پتہ تیرا نہ ہو۔ وہ کاپی پیدا کرتی ہے۔ لیکن نہ پار میں جوب ایک کچھ پتہ تیرا نہ ہو۔

میں کہیں اس کی آرزو نہ ہو۔ وہ کاپی پیدا کرتی ہے۔ لیکن نہ پار میں جوب ایک کچھ پتہ تیرا نہ ہو۔ وہ کاپی پیدا کرتی ہے۔ لیکن نہ پار میں جوب ایک کچھ پتہ تیرا نہ ہو۔

میں کہیں اس کی آرزو نہ ہو۔ وہ کاپی پیدا کرتی ہے۔ لیکن نہ پار میں جوب ایک کچھ پتہ تیرا نہ ہو۔ وہ کاپی پیدا کرتی ہے۔ لیکن نہ پار میں جوب ایک کچھ پتہ تیرا نہ ہو۔

میں کہیں اس کی آرزو نہ ہو۔ وہ کاپی پیدا کرتی ہے۔ لیکن نہ پار میں جوب ایک کچھ پتہ تیرا نہ ہو۔ وہ کاپی پیدا کرتی ہے۔ لیکن نہ پار میں جوب ایک کچھ پتہ تیرا نہ ہو۔

# بچے میں عادات کیسے پڑتی ہیں؟

## والدین کی توجہ کے قابل

یہ دلائل انہیں قائل کر دیں۔

فرغ کیجئے کہ کوئی بچہ کھانے کے وقت روتا ہے۔ حالیکہ اُسے کوئی اور تکلیف یا مضر نہیں ہے تو اُس کا باعث صرف یہ ہے۔ کہ اُسے صحیح عادات میں کھانے کے متعلق نہیں سکھائی گئی ہیں۔ اسی طرح اگر بغیر کسی بیماری کی موجودگی کے نافرمان شہریر یا چڑچڑا ہے۔ تو اس کا باعث بھی ہے کہ اُس میں اچھی عادات میں پیدا نہیں کی گئیں۔

ہر شخص جس کا واسطہ بچوں سے پڑتا ہے۔ اُس کے دل پر یہ اہم حقیقت نقش ہوئی چاہئے کہ بچوں میں کوئی نئی عادت پیدا کر دینا اس سے بدرجہا آسان ہے کہ اُن کی پڑی ہوئی کسی عادت کو بدل لاجائے۔ اس لئے کسی ماں کو بھول کر بھی یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ ”ابھی بچے کی عمر ہی کیا ہے، ذرا سہانا ہونے تو اللہ رکھے سب کچھ سیکھ جائے گا“ یہ مادر مہربان جب تک بچے کی مناسب عمر کا اشتداد کریں گی اُس وقت تک وہ بہت سی عادات میں اختیار بھی کر چکے گا اور ممکن ہے کہ اُن میں سے بعض فی الحقیقت بُری ہوں۔ اور اب عادت پڑ جانے کے بعد اُن عادات کو بدلنا دشوار ہی نہیں بلکہ شاید محال ثابت ہو۔

بچے رونا کس طرح سیکھتے ہیں؟ آئیے ہم بتائیں۔ بہر مرتبہ جب بچہ روتا ہے تو اکثر والدین اُسے فوراً گود میں اٹھا کر ہلانا، گدانا یا کسی اور طریقے پر بہلانا شروع کر دیتے ہیں بچوں کو

ایک ہی کام کو جب دوبارہ کیا جائے تو اُس کے کرنے میں آسانی ہوتی ہے اور بار بار کرتے رہیں تو ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے کہ اُس کے متعلق ذرا سا خیال کئے بغیر بھی وہ ہو چلا جائے کہ تاج، جب یہ حالت ہو جائے تو اسے ہم کہتے ہیں کہ عادت ہو گئی ہے۔

دنیا میں کامیاب زندگی بسر کرنا صرف اسی بات پر منحصر ہے کہ انسان میں کتنی اچھی عاداتیں رائج ہو گئی ہیں جو شخص بہت سے اچھے کام عادت کے طور پر کیا کرتا ہے اُس کی زندگی بہت ہی آرام اور بے فکری سے گزرتی ہے۔ کیونکہ اُسے کسی کام کے متعلق تردد نہیں ہوتا اُسے تو اچھے کام کرنے کی عادت ہی ہے اور عادت کا مطلب یہی ہے کہ اُس کام کے متعلق ہمیں کچھ سوچنا نہ پڑے اُس کی قوت فکر ایسی باتوں پر غور کرنے کے لئے آزاد رہتی ہے جو زندگی کے روزمرہ کے افعال سے زیادہ مستحق توجہ ہیں۔ بچوں کا یہ خاصہ ہے کہ پیدا ہونے کے بعد فوراً ہی اُن کی عادات میں پٹنی شروع ہو جاتی ہیں، وہ جو کچھ سیکھتے ہیں عمل کے ذریعے سے سیکھتے ہیں۔ وہ کاموں کو اچھی طرح کرنا بھی سیکھ سکتے ہیں اور بُری طرح کرنا بھی۔

کوئی بچہ اگر ہر وقت رونے اور چیخنے کا عادی ہے تو اُس کے صرف یہی معنی ہیں کہ اُس کے ماں باپ نے اُسے رونا سکھا دیا ہے۔ والدین ذرا اشتغال ہی سے اسے تسلیم کریں گے۔ لیکن شاید



قدرتی طور پر کچھ ہی پسند آتا ہے کہ گھر بھر انہی کی فکر میں لگا رہے دو چار مرتبہ رونے اور ہلکے ہلکے کے بعد انہیں یہ سبق یاد ہو جاتا ہے کہ ”اگر وہ روئیں تو ان کی خاطر کی جائے گی اور سب انہیں کی فکر میں لگے رہیں گے“ لہذا وہ روتے ہیں خوب اچھی طرح روتے ہیں۔ موقع سے بھی روتے ہیں اور بے موقع بھی روتے ہیں، اب رہنا بھی ان کی عادت ہو جاتی ہے۔

مامتا کی ماری ماں اگر صرف اتنا دیکھ لیا کرتی کہ بچے کے کپڑے خشک ہیں، سردی سے اس کی حفاظت کا سامان ہے اور کوئی اور چیز بھی اس کی تکلیف کا باعث نہیں ہے، اور اس اطمینان کے بعد ذرا بھی پرواہ نہ کرتی کہ کون رو رہا ہے۔ تو صاحبزادے صاحب دو چار مرتبہ کی ناکام کوشش کے بعد یہ سمجھ جاتے کہ ”رونے سے بجز اس کے کہ اپنا ہی گلا تھکے اور کوئی فائدہ نہیں ہے“ یہ کار آمد سبق ثابت ہوتا۔

اس طرح اگر ماں باپ یا اور رشتہ دار اس بات کا خیال رکھیں کہ جب بچہ خاموش پڑا ہو یا ہنستا ہو تو اسے گود میں اٹھا کر اس سے باتیں کیا کریں اور اسے کھلایا کریں تو..... اسے معلوم ہو جائے گا کہ جس چیز کی اسے تنہا ہے، یعنی لوگوں کا اس کی طرف التفات نہ کرنا، وہ خاموش رہنے سے حاصل ہوتی ہے اور اسے خاموش رہنے کی عادت ہو جائے گی۔ یہ ایک یقینی امر ہے کہ اگر ماں نے ادھر بچہ روایا اور ادھر گود میں اٹھا کر ہلنا شروع کر دیا تو پھر عرصہ کے لئے بچے کی عادت بگڑ جائے گی۔ بچے کو اگر چیزوں کے لئے یا اپنا کوئی کام کرنے کے لئے رونے کی عادت ڈال دی تو وہ پھر ان کے لئے بلکہ ہر شخص کے لئے ایک وبال اور ایک عذاب بن جائے گا۔ بڑا ہو کر بھی وہ ایک بد مزاج، ضدی اور بخرنے کرنے والا انسان بنے گا، کیونکہ بچپن میں اس کی عادتیں بگڑ چکی ہیں۔

بچے کو سب سے زیادہ یہی چیز پسند ہوتی ہے کہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں، اور لوگوں کی توجہ حاصل کرنے کے لئے وہ اپنے اوپر تکلیفیں بھی برداشت کر لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب رونے کی عادت پڑ جاتی ہے تو ماں کے مارنے پیٹنے سے بھی وہ اسے نہیں چھوڑتا، اسے یہ گوارا نہیں ہوتا کہ ماں اس کی طرف سے بے پروا ہو جائے اور توجہ ہی نہ کرے۔ اس لئے وہ اس کو بھی غنیمت خیال کرتا ہے کہ وہ اسے مارتی ہی رہے یا بڑا بھلا کہتی رہے کیونکہ اس طرح وہ بہر حال کسی دیکھی قسم کی توجہ تو کر رہی ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب بچے کو ہماری توجہ اس قدر عزیز ہے تو ہمیں چاہئے کہ ہم صرف اُسی صورت اور انہی حالات میں اس کی طرف توجہ کیا کریں کہ جب وہ ایسے کام کرے جو ہم اس سے کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس میں اچھی عادتیں پڑ جائیں۔

بہت سے والدین بالکل اس کے خلاف کیا کرتے ہیں۔ جب بچہ ”نکی کے دم“ میں ہوتا ہے تو وہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے، لیکن جب ہی وہ روتا یا شہرت کرتا ہے۔ تو سارا گھر اُسی کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ بچے کو گھر بھر کی توجہ بے حد عزیز ہوتی ہے۔ اس لئے وہ خود خواہ بھی رونے اور شہرت کرنے کی عادت ڈال لیتا ہے۔ بہت چھوٹی سی عمر کے حتیٰ کہ صرف چند مہینے کے بچے بھی یہ بات سمجھ جاتے ہیں، ابتدا رونے اور ایڑیاں رگڑنے سے ہوتی ہے، پس حادثہ درست کرنے کا صحیح وقت یہی ہے۔ ان کی اس حرکت پر قطعاً توجہ نہ کرنے کی طے وہ اور زیادہ روئیں گے اور ایڑیاں رگڑیں گے، کچھ پرواہ نہیں انہیں ایسا کرنے دیا جائے۔ تھوڑی ہی دیر میں انہیں ملوث ہو جائے گا کہ یہ تدبیر فضول ہے، اس سے کام نہیں چلتا، پھر وہ خاموش ہو جائیں گے اور رونے کی عادت کبھی نہ پڑے گی۔ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ بچوں کی تربیت ان کے پیدا

بچے کے ابتدائی ایک یا دو سال میں تم جیسی عادت ڈال دو گے وہی آئندہ عمر بھر کے لئے اُسکی زندگی کو بنائے یا بگاڑیگی

ہوتے ہی شروع کر دینی چاہئے اور یہ بھی کہ جو عادت اس عمر میں پڑ گئی وہ مدت العیچے میں باقی رہے گی۔

(مدرسہ رائیڈ چائلڈ)

## تر بیت کے مختلف اثرات

بھی نکل کر خود ہی زمین پر جا گرے۔ وہ چاروں طرف مڑے میں اچھلتا پھرا اور جب گر جاتا تھا تو خوب ہنستا تھا۔ اور خود ہی اٹھ بیٹھا تھا۔ جی کو کوئی خاص تربیت نہ ملی تھی۔ اور عام بچوں کی طرح اُسے چھوڑ دیا گیا تھا۔ اکثر ماہرین کی اس مناش کے بعد یہ رائے ہوتی کہ ان بچوں کی حالت کے اختلاف سے اس بات کا انداز ملے کہ نسل انسانی کو تربیت دے کر بہت کچھ ترقی یافتہ کیا جاسکتا ہے۔ اعلیٰ درجہ کی تربیت دے کر ایک بچے کے معیار سہزادی اور قابلیت کار کو اس طریقے پر بڑھایا جاسکتا ہے کہ جس کی مدد سے جوان ہونے پر وہ زندگی کی دشواریوں کے حل بھی اسی قدر خوبیوں کے ساتھ دریافت کر سکے:

(مدرسہ رائیڈ چائلڈ)

پچاس مشہور ڈاکٹر، ماہرین نفسیات، اور ماہرین تعلیم الہی میں دو توام بچوں کی حالت کا مشاہدہ کرنے کے لئے جمع ہوئے تھے۔ جن کی عمریں انیس مہینے کی تھیں۔ جاتی اور جی۔ دونوں ایک موٹر ڈرائیور کے بچے تھے جنہیں شروع ہی سے جب کہ وہ صرف بیس دن کے تھے ایک ماہر نفسیات نے اپنی نگرانی میں لے لیا تھا۔ جاتی کو شروع ہی سے نہایت معقول تربیت دی گئی تھی۔ موٹری سی مدد سے کر یا کسی قدر بہت افزائی کر کے اُس سے مختلف کام کرائے جاتے تھے۔ ابھی وہ صرف آٹھ مہینے کا تھا کہ اُسے تیرنا سکھا دیا گیا تھا اس مناش کے موقع پر وہ ایک ڈبلون تختے پر گھٹنوں کے بل چڑھ گیا حالانکہ اُس کا بھائی بھی اُسے اس پر چڑھتے دیکھ کر خوف سے رونے لگا۔ وہ پانچ فٹ اونچی ایک چوکی پر سے دایہ کی گود میں کود پڑا اور پھر گود سے

## عقل

(جناب رضا علی وحشت)

اُس نے کی تجویز کچھ ایسی دو امیرے لئے دوست میرے کہ رہے ہیں اب دُعا میرے لئے کوئے جانناں بھی ہے آتش زہیر پامیرے لئے تم کہ ہو جاتے تھے دشمن سے خفا میرے لئے کس قدر مشکل ہے عرض مدعا میرے لئے مضطرب ہے وہ نگاہ آشنا میرے لئے

اُس نے کی تجویز کچھ ایسی دو امیرے لئے کوئے جانناں کے لئے میں ہی نہیں ہوں مضطرب اب خفا ہونے لگے ہو مجھ سے ہر ہر بات پر دل دھڑکتا ہے دھڑور تند ادھر ان کا مزاج محفل اغیار میں وحشت نہیں میں نامراد

خاص بیسویں صدی کے لئے

ایک حقیقت افسانہ رنگ میں



(ڈاکٹر عالم کی ڈائری کا دوسرا ورق)

از جناب محمد ظہور صاحب فتحپوری بی۔ بی۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ وکیل بارہ بنکی

وجہ سے جمنکی شہرت کو کچھ نقصان پہونچا۔

(۱۱)

آتش

نہ چھوٹے کا چھڑانے سے تو اسے قاتل نہ بن لڑکا  
وفاداروں کے خون کا داغ کیا دھبہ ہے کچھ لڑکا

افسوس کی سپیس لکھنؤ کچی کچھ بھرا ہوا تھا کہیں تل  
رکھنے کو جگہ نہ تھی کیونکہ آج حضرت آرزو لکھنوی مشہور شاعر  
و ادیب و ڈراما نویس کا ڈرامہ ”منزل“ دکھایا جانے والا تھا  
اور جتنا مشہور ایکٹریں اور ڈیوڈ اس نامی فلم کی لازمہ شہرت  
والی بیروٹن معاہدہ اپنی تمام رعنائیوں کے پردہ سیس پر جلوہ  
گرہونے والی تھی، ڈاکٹر عالم بوجہ اپنے پیشہ کی مشغولیت کے  
شاید ہی کبھی سینا جاتے ہوں۔ مگر دیوڈ اس انہوں نے دیکھا  
تھا۔ اور جتنائی ایکٹنگ کو وہ پسند کرتے تھے۔ میرے ترغیب  
دیے پر وہ تماشا دیکھنے کے لئے تیار ہو گئے جب ہم لوگ سینما  
ہال میں داخل ہوئے تو پہلی گھنٹی بج چکی تھی، تھوڑی دیر کے بعد  
تماشا شروع ہوا۔

تماشا کے اختتام پر جب ہم لوگ واپس آ رہے تھے۔  
ڈاکٹر عالم نے مجھ سے کہا: ”ظاہر! کس قدر بے ربط قصہ  
ہے اور کتنا بے نتیجہ انجام! میری رائے میں بلاٹ کی خرابی کی

بہر کیف آج میں ایک ایسا ڈرامہ جس میں میں نے ایک  
معمولی سا پارٹ کیا ہے۔ تم سے بیان کروں گا۔ شاید تم مشہور  
زمانہ ایکٹریں جس آرا کے قتل کے واقعہ کو نہ بھولے ہو گے کیونکہ  
ابھی ہندو مہینہ کی بات ہے۔ میں نے خود اُس کا پورٹ مارٹم کیا  
تھا اور اُس کے حسین خدوخال اب تک میرے ذہن میں نقش ہیں؟  
ڈاکٹر عالم کے یاد دلانے پر مجھے یاد آیا کہ حسن آراء ایکٹریں اپنی  
حالتہ دلہائش کلکتہ سے اوائل موسم سرما میں غائب ہو گئی تھی۔  
اور باوجود استہائی کوشش کے اُس کا سراغ کسی طرح نہ ملا  
تھا۔ پھر اُس حسینہ کی لاش ایکسکوڑس کی تعطیلوں میں شامی  
بارغ لکھنؤ میں رکھی ہوئی ملی تھی۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ سے  
یہ ظاہر ہوا کہ اُس کی موت گلا گھوٹے جانے سے واقع ہوئی تھی  
ڈاکٹر عالم کچھ وقفہ کے بعد پھر مجھ سے مخاطب ہوئے:-  
”ظاہر! بعض اوقات ہماری زندگی میں ایسے واقعات  
پیش آتے ہیں جو ایک فلسفہ سے زیادہ دلچسپ و حیرت انگیز  
ہوتے ہیں۔ میں نے اپنے پیشہ کے سلسلہ میں ایسے مشاہدات کیے  
ہیں جو اگر مجھ سے بیان کئے جائے تو میں اُن کو ناقابلِ یقین سمجھتا  
ہوں۔ میں موٹر حادثہ گین میں ویلیریو (VALERIO) کی

دوکان پر پہنچ گئی۔ اب ڈاکٹر صاحب نے رات کا کھانا منگایا میں اپنی لائبریری میں کوئی کتاب دیکھ رہا تھا۔ کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ میں نے رسیور ہاتھ میں اٹھا کر پوچھا کہ آپ کہاں سے بول رہے ہیں؟

ٹیلیفون کے دوسرے سرے سے آواز آئی ”نمبر ۶۲ برنگلین ہوٹل مہربانی فرما کر فوراً اسپیشل روم نمبر ۱۲ میں تشریف لائیے۔“

میں فوراً اپنی کار میں بیٹھ کر اور ضروری سامان لے کر برنگلین ہوٹل روانہ ہو گیا۔ اور پندرہ منٹ میں ہوٹل پہنچ گیا۔

پورٹیکو کے بائیں جانب ایک خوش پوش ملازم کھڑا ہوا تھا۔ وہ مجھے فوراً کمرہ نمبر ۱۲ میں جو پورٹیکو سے ۵، ۶ قدم کے فاصلہ پر تھا لے گیا اور ایک روم سے گزرنے کے بعد وہ رگ گیا۔ اور مجھے سونے کے کمرہ کی طرف اشارہ کر کے خود باہر کے دروازہ کے قریب واپس جا کر کھڑا ہو گیا، میں نے سونے کے کمرہ میں ایک وجیبہ و خوب صورت ، بلند و بالا اٹھائیس سالہ نوجوان کو دیکھا۔ اُس نے مجھے سلام کیا۔ اور اپنے ذہین ہاتھ کو میری طرف بڑھاتے ہوئے اور کلائی پر ایک جگہ انگلی رکھتے ہوئے کہا: ”ڈاکٹر صاحب۔ میری کلائی پر اس جگہ سخت سوزش اور جلن ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے جسم کی تمام ہڈیاں پھٹک جائیں گی، خدا کے لئے جلد کو ٹیڈر کیجئے۔“

میں نے کلائی کو کئی بار بخور دیکھا لہذا کوئی علامت نرم یا کسی اور طرح کی نہیں معلوم ہوتی تھی اور جلد بالکل تندرست تھی۔ آخر کار میں نے نوجوان سے کہا: ”مجھے کوئی خرابی آپ کے ہاتھ کی جگہ میں نہیں معلوم ہوتی ہے اور آپ کا ہاتھ بالکل صحت مند و سالم ہے کسی معالج کی ضرورت نہیں۔“

مجھے کہہ کر ۳۰ منٹ ٹرین روٹی سے ایک ٹکڑے کا ٹوٹ

میری طرف کھسکتے ہوئے کہا: ”ڈاکٹر صاحب میری جان پر بیٹھی ہے اور آپ کہتے ہیں کہ کلائی میں کوئی خرابی نہیں ہے، مہربانی کر کے جلد آپریشن کیجئے۔“ یہ کہتے کہتے نوجوان کے چہرے کا رنگ متغیر ہونے لگا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ انتہائی تکلیف میں ہے، اُس کی دلچسپی کے لئے کلائی پر اُس جگہ جہاں کہ وہ کہتا تھا کہ جلن معلوم ہوتی ہے میں نے ایک نشتر دیا، خون نکل جانے سے اُس کو کچھ آرام ہو گیا اور اُس نے مسکراتے ہوئے میرا شکریہ ادا کیا، میں نے ہاتھ پر پٹی باندھی اور چلا آیا۔

(۲)

ایک ماہ سے کچھ زائد گزر گیا اور یہ واقعہ میرے حافظہ سے محو ہونے لگا کہ ایک روز پھر وہ نوجوان صبح کو تقریباً آٹھ بجے میرے مطب میں آیا۔ اب کی مرتبہ وہ کچھ دُبلّا نظر آتا تھا۔ اُس کے چہرہ کا گوار رنگ جس پر شہاب کی سی سرخی جھلکتی تھی اب زردی مائل تھا۔ اُس نے پہلے رسمی سلام و مزاج پرسی کے بعد پھر مجھ سے کہا: ”کہ ٹھیک اسی جگہ پھر کلائی میں سخت سوزش اور جلن ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام جسم میں آگ لگی ہوئی ہے۔ مہربانی کر کے جلد آپریشن کیجئے۔“ اب کی مرتبہ میں نے اُس کی کلائی کو اور زیادہ غور سے دیکھا۔ اور جلد کی بیماری یا اور کسی قسم کا کوئی نقص نہ پا کر میں نے اُس کے وہم کو دور کرنے کی کوشش کی اور کہا: ”آپ کی کلائی میں کوئی بیماری نہیں ہے۔ مہربانی کر کے اس اندر فی سوزش کے وہم کو دور کیجئے؟ آپ بالکل تندرست ہیں۔“

میرے اس کہنے پر وہ مطمئن نہیں ہوا۔ بلکہ کلائی کے اوپر کے حصہ میں بدستور انتہائی جلن ہونے کی شکایت کرتا رہا۔ اُس کو مضر دیکھ کر پھر میں نے اُس کی کلائی پر نشتر دیا۔ جس سے اُس کو کافی سکون ہو گیا۔

میں نے اُس کے اس مرض کا بہت دورِ ماضی گزرنا چاہا۔

لیکن اُس نے کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیا۔ بلکہ چلتے وقت کہا کہ ڈاکٹر صاحب میں اب پھر شاید آپ کو تکلیف نہ دے سکوں؟ اُس کے چلے جانے کے بعد میں نے نوجوان کے مرض پر غور کرنا شروع کیا۔ لیکن کوئی بات میری سمجھ میں نہ آئی۔ دراصل میں نے ایسا مریض کبھی نہیں دیکھا تھا۔

(۴۵)

اس واقعہ کو دو ماہ گزر گئے اس عرصہ میں میں نے نہ تو نوجوان کو دیکھا اور نہ کچھ اُس کی بابت سنا۔ ایک روز، جس کو پندرہ دن کا عرصہ ہو ا میں اُسی نوجوان کی بابت غور کر رہا تھا کہ اتنے میں مجھے اپنی صبح کی ڈاک میں ایک غیر مالوس سالاف ملا۔ میں نے لفافہ چاک کیا اور پڑھنا شروع کیا۔

..... لکھا تھا.....

محترمی ڈاکٹر صاحب! تسلیم۔ آپ کو یہ خط اُس وقت ملے گا جب میں دوسری دنیا میں پہنچ چکا ہوں گا۔ یہ ارادہ تھا کہ میں اپنی تاریک زندگی پر کوئی روشنی نہ ڈالوں؟ لیکن پھر یہ خیال کرتا ہوں کہ کم از کم ایک شخص تو میری سیاہ کاریوں کا راز دلی ہو۔ میں نے بار بار آپ کو تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا۔ علاوہ برے اس میرا مرض اتنا ترقی کر گیا کہ آپ کے اپریشن سے بھی کوئی فائدہ یا سکون نہیں ہو سکتا، آج صبح تک میرا قصہ ختم ہو جائے گا اور پرہیزوں یا آئینوں تک میرا خط آپ کو مل جائے گا۔ مجھے خیال ہوتا ہے کہ میں نے آپ کو خط لکھنے کا وعدہ بھی کیا تھا اور وہ خط یہی ہے۔ میرا نام رشید الدین ہے۔ میں آکسفورڈ یونیورسٹی کا گریجویٹ اور پانچ لاکھ روپے سالانہ کی جائداد کا واحد مالک ہوں۔ ۱۹۳۲ء میں تعلیم ختم کرنے کے بعد میں مستقل قیام اپنے آبائی مکان میرپور پی میں رکھا۔ ہاں کبھی کبھی جب لکھنؤ میں زیادہ دن گھومنے کا خیال ہوتا تو کوئی گھوٹلی کہہ دے کہ لکھنؤ میں قیام کے لئے میرے لئے لکھنؤ میں آنا کو بہت

ترجیح دی، میں نے علاوہ مغربی ممالک کے ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کی بھی کافی سیاحت کی ہے۔ ۱۹۳۵ء کے ماہ دسمبر میں کلکتہ میں مقیم تھا۔ کہ میرے ایک دوست نے میرا تعارف مسٹر حسن آرا مشہور ایکٹریس سے کر دیا۔ خدا معلوم اُس کی گفتگو میں کیسی کشش اور اُس کی صورت میں کونسی مسحور کن جاذبیت تھی کہ میں جس نے سیکڑوں حسین اس گمری میں دیکھ ڈالے تھے اور جو اُن کے رمز و کنایہ و سحر طرازا داؤں سے بخوبی واقف تھا۔ ایک آن واحد میں اس حسینہ کے تیرے نظر کا شکار ہو گیا۔ میں نے بتدریج حسن آرا کے ساتھ تعلقات بڑھاتے شروع کئے اور چالیس ہزار روپے حسن آرا کی خوشنودئی مزاج کے لئے اُس کی کمپنی کے میجننگ ڈائریکٹر کو قرض بھی دے دئے میں نے حسن آرا کو شادی کا بھی پیغام دیا، اور اپنے اعزائے عیسی اوصاف اور ذاتی وجاہت، سب کو اُس کے سامنے پیش کیا۔ لیکن وہ راضی نہ ہوئی۔ اُس نے فلمی دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لے کر قطعی انکار کر دیا۔ میں اگرچہ محبت میں اندھا بہور ہا تھا۔ لیکن اتنا ضرور دیکھ سکتا تھا کہ حسن آرا کو مجھ سے محبت ہے؟ لیکن کسی نہ معلوم وجہ سے وہ مجھ سے شادی نہ کرنا نہیں چاہتی ہے میں نے آٹھ ماہ تک مسلسل اس بات کی کوشش کی کہ حسن آرا مجھ سے باقاعدہ نکاح کر لے لیکن مجھ کو کامیابی نہ ہوئی ہاں اتنا ضرور ہے کہ اب وہ میرے پیغام محبت کو سرد مہری سے ٹھکرائے کے بجائے بہ التفات سستی، میری محبت بھری باتوں کا جواب محبت سے دیتی اور اپنے فرصت کے لمحات میرے ساتھ گزارتی۔ القمص اب اُس کے شبستانِ راحت کے دروازے میرے لئے کھلے۔ لیکن میں بجائے سکون محسوس کرنے کے اور زیادہ غیظ و متنو اور دماغی الجھنوں میں مبتلا ہو گیا، میں اُس کو سٹڈیو کی مسموم فضا سے نکال کر اپنے کاشانہ کی زمیں سناٹا سناٹا تھا۔ یہ ہندو دیکھ کر آٹھ ماہ ۸۰

فلمی دنیا کے نمایاں مناظر کی زینبائش بنے۔ میں نے ایک بار پھر کوشش کی اور اُس کو اپنے ساتھ چلے پیر عجوبر کیا۔ میں نے اُس کے قدموں پر اپنی تمام دولت ڈال دی۔ اُس کی ہر خواہش کو پورا کرنے کے لئے اپنی جان تک سے دریغ نہ کرنے کی قسم کھائی۔ اُس کی ہر بات کو اپنے لئے قانون ماننے کا عہد و پیمان کیا۔ اُس کو کامل آزادی دینے کا وعدہ کیا صرف ایک شرط پر کہ وہ ایسٹج سے علاحدہ ہو جائے۔ اور مجھ سے نکاح کرے لیکن وہ کسی طرح راضی نہ ہوئی۔ آخر کار میں نے مجبور اپنے دل میں یہ ٹھان لی کہ حسن آرا کو دھوکا دے کہ اپنے مکان میں پورے جاؤں کیونکہ مجھ کو امید تھی کہ اُس فضا میں حسن آرا میرا کہنا ضرور مان لے گی۔ ایک روز میں اُس کے مکان پر گیا۔ اور اپنے ساتھ پولو دیکھنے کے لئے کہا۔ وہ تیار ہو گئی۔ لیکن جب وہ موٹر میں بیٹھی تو میں نے تنویر کو اشارہ کیا اور موٹر کار بجائے پولو گئے ڈنڈ کے میر پور کی جانب روانہ ہو گئی۔ راستہ میں حسن آرا نے مجھ سے اس قریب کی وجہ دریافت کی تو میں نے کہا کہ وہ اب کبھی اپنے سٹڈیو میں واپس نہ جائے گی۔ بلکہ اُس کو میری بیوی ہو کہ رہ سنا پٹے گا۔ یہ سن کر حسن آرا کچھ غموں میں نظر آئے گی۔

حسن آرا کو میرے ساتھ رہتے ہوئے چھ ماہ گزر گئے۔ اس عرصہ میں وہ کبھی بھی میری طرف متوجہ نہ ہوئی۔ وہ مجھ سے کشیدہ نظر آتی تھی۔ اور اُس کی پہلی پُر جوش محبت فنا ہو چکی تھی۔ اور وہ مجھ سے مثل اجنبی کے برتاؤ کرتی۔ اس عرصہ میں اُس نے دو چار مرتبہ فرار ہونے کی کوشش کی۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکی۔ حسن آرا کا برتاؤ میرے لئے سولہاں روح ہوا ہوتا تھا۔ میں نے ہر چند اُس کے دل بہلانے کے لئے کوشش کی لیکن وہ کسی طرح میرے لسنی آمیز کلمات سے متاثر نہ ہوئی

۱۰۔ شاہ کدو، ۱۱۔ ماہنامہ، ۱۲۔ ریمو، ۱۳۔

اُس کے پاس گیا اور پوچھا کہ حسن آرا مزاج کیسا ہے؟ اُس نے بے پروائی سے کہا۔ شک ہے۔ پھر میں نے موسم بہر تبصرہ کیا لیکن وہ متوجہ نہ ہوئی۔ آخر کار میں نے کہا: حسن آرا؟ میں نے تمہاری اتنی دیکوئی کی ہے کہ شاید کوئی نہ کہتا۔ میں نے خود باہر تم سے شادی کی درخواست کی لیکن تم نے مطلقاً غور نہیں کیا۔ اگر میں اودھ کے بڑے سے بڑے خاندان میں شادی کی درخواست کرتا تو یقیناً میری درخواست مسترد نہ ہوتی۔ میں نے اپنی عزت دولت تعلیم، خاندانی وقار، اور ذاتی وجاہت ہر چیز تمہارے قدموں پر ڈال دی لیکن تم نے اس کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا میں تم سے پوچھتا ہوں کیا تم سٹڈیو کی گندی اور ناپاک ہوا کو میر پور کے صاف اور بے ضرر ماحول پر ترجیح دیتی ہو؟ حسن آرا نے میں نے تم سے بار بار کہہ دیا کہ میں تم سے شادی نہیں کر سکتی اور تم سے کوئی تعلق رکھنا پسند نہیں کرتی میں تم سے صاف صاف کہہ دینا چاہتی ہوں کہ مجھ پر تمہاری دولت اور بلند رتبہ کا کوئی اثر نہیں ہے۔ مجھے واپس جانے دو۔ میں:۔ ”کیا یہ محض تسیا بیٹ ہے؟ کوئی سمجھدار عورت ایسے احمقانہ فعل کی مرتکب نہ ہوگی“

حسن آرا:۔ ”مرد کی خود غرض ذات عورت کی فطرت سے واقف نہیں ہو سکتی۔ اُن کی خود آرائی اور خود ستائی، غرور اور طاقت نے اُن کی آنکھوں پر تار کی کے گہرے پردے ڈال دیئے ہیں اور وہ عورت کے جذبات، اُس کے اشارے، اُس کی قربانی کو نہیں سمجھ سکتے، میں فلمی دنیا میں شہرت چاہتی ہوں اور بس؟ شہرت میرے لئے ہر بات پر ایشیا اور ہر قربانی کا معاوضہ ہے۔“

میں:۔ ”بس، بس، بس! اس ایڈنگ کو ختم کر و اور اصلیت کی دنیا میں آ جاؤ ورنہ میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ ڈرامہ کا انجام بہت ہی بدست ناک ہوگا“

حسن آراء: ”ہو بلاست!“

اُسی روز رات کو قریب دو بجے کے میں نے ایک معمولی آہٹ حسن آراء کے کمرے کے قریب سُنی۔ دبے پاؤں میں دوڑنے لگ آیا، میں نے دیکھا، کہ حسن آراء کپڑے پہن کر مل کے دروازے سے نکل کر بکدہ میں پہنچ گئی ہے۔ میں بجلی کی سی سرعت سے اُس کو پکڑ کر کہا: ”کہاں جا رہی ہو؟“ اُس نے بے پروائی سے کہا: ”سسٹم ٹیو“ اور ہمیشہ کے لئے یہ سُنی کہ میرے جسم میں ایک غیر معمولی لہر عصبی کی دوڑ گئی، دماغ میں طوفان سا برپا ہو گیا۔ بڑے بھلے کا امتیاز جاتا رہا، ایک نامعلوم جذبہ! شائد جذبہ انتقام یا خونخواری میرے جسم پر مسلط ہو گیا۔ ہزاروں فک و آوازیں میرے کان میں یہ کہتی سنائی دیں کہ ختم کر دو اس ناپاک عورت کے وجود کو؟ جس کی سنگدلی قساوتِ قلب اور ناپاکی نے ایک شریف مرد کے جذبات کو پامال کر ڈالا۔ جس نے معصوم محبت کو ٹھکرا کر زندگی بسر کرنا بہتر سمجھا، میرا ہاتھ اُس کی مرمیں گردن کی طرف بڑھا۔ اور میری انگلیاں اُس کی گردن میں پیوست ہو گئیں، گرفت اتنی سخت اور مضبوط تھی، کہ اگر وہ فولادی گردن بھی ہوتی تو مثل موم کے پارہ پارہ ہو جاتی، حسن آراء نے کوئی مدافعت نہیں کی اور نہ چیخی، صرف ایک قطرہ خون اُس کے منہ سے نکل کر میری گلاٹی پر گرنا، اور بے جان ہو کر گر پڑی۔“

اب مجھے کچھ ہوش آیا اور میں نے اپنے بچے کی تدبیریں سوچنا شروع کر دیا۔ فوراً اپنی کار نکالی؟ حسن آراء کے بے جان جسم کو اُس میں ڈالا اور لکھنؤ روانہ ہو گیا۔ قریب ڈیڑھ بجے کے بتاریس بار پہنچا، سناٹا تھا۔ لاش کو لالہ پر لٹا دیا۔ اور پھر میر پور واپس آ گیا۔

میرے نوکر حسن آراء کے بھانگے کے حادی ہو گئے تھے۔ اِس لئے اُس کا گسٹا گتے کو دیا، مستحکم بنا دیا۔

مجھ کو یں حسن آراء کے کمرے میں گیا اور ایک لفافہ میرے نام کا میز پر پڑا تھا۔ جس میں تحریر تھا۔

”میرے پیارے رشید! تم اس عرصہ میں میرے بہتناؤ سے مستعجب ہو گئے ہیں متبھاری محبت کا گرجو شئی سے خیر مقدم کرنے کے بجائے سرد مہری سے جواب دیتی ہوں، تمہارے جذبات کی قدر نہیں کرتی بلکہ ہمیشہ بے پروائی سے پیش آتی ہوں۔ تم اپنے دل میں کہتے ہو گے کہ میں تم سے شادی کر کے ایک باعزت زندگی کیوں بسر نہیں کرتی؟ اور فلم سٹڈیو چلنے کے لئے کیوں بے قرار ہوں، اچھا سنو! میں سچے دل سے اِس کا اعتراف کرتی ہوں کہ مجھے تم سے نوبت اور بے حد محبت ہے، اِسی محبت کی وجہ سے مجبور ہوں کہ تم سے شادی نہ کروں؟ تم ایک علیٰ خاندان کے رکن ہو؟ تعلیم یافتہ، لوجوان اور خوبصورت ہو اور دھکا بٹے سے بڑا خاندان تم سے وابستہ ہونا فخر سمجھے گا۔ مجھ سے شادی کر کے تم بلندی کی طرف جانے کے بجائے لستی میں گر جاؤ گے۔ گو تمہاری دولت نے تم کو دنیا سے بے نیاز کر دیا ہے تاہم تم سوشل، گمنامی کی گہرائیوں میں اتنا گر جاؤ گے کہ پھر اُبھر نہ سکو گے، تمہارے مغرور اعزازِ تمہارے اوپر طعن کریں گے اور خجھ کو سوسائٹی میں وہ درجہ کبھی نہ دیں گے جو وہ اپنے خاندان کی لڑکیوں کے لئے مخصوص کر چکے ہیں۔ تم چند دنوں کے بعد مجھے ایک ناقابلِ برداشت بار سمجھنے لگو گے؟ اور یہی دعا کرو کہ چند اس بار سے سبکدوش ہو جاؤں۔ بالفرض اگر ایسا نہ بھی ہو۔ اور تمہاری شریف طبیعت تمہیں اِس بات پر مجبور کرے کہ تم آخری وقت تک میرا ساتھ دو، تب بھی میری وجہ سے وہ درجہ تم کو حاصل نہ ہو گا جو تمہارا حق ہے، میرے لئے اِس سے زیادہ قابلِ فخر اور کیا بات ہو سکتی ہے! کہ تم سامرو خجھ سے شادی کی خواہش کرے؟ مگر عورت اتنی خود غرض

بہبودی پر اپنے محبوب کی بہبودی کو قربان نہیں کر سکتی؟ وہ خاموشی سے تمام مصائب و آلام برداشت کرتی ہے دنیا بادی النظر میں اس کو خود غرض متلون مزاج ہی کیوں نہ خیال کرے۔

لیکن عورت فطرتاً خاموش ہے! وہ مردوں کی طرح یادہ گوئی کرے اور احسان جتانے کی عادی نہیں ہوتی۔

مجھے تم سے محبت ہے اور لا انتہا محبت ہے اور میں ایسی محبت کو لے کر تم سے

رخصت ہوتی ہوں۔ ۱۹ اور پھر کبھی تم سے نہ ملوں گی

دیکھو مجھے تلاش کرنے کی کوشش نہ کہنا میں

تم سے نہیں مل سکتی۔

تمہاری "حسن آرا"

"میں بیان نہیں کر سکتا ساقی کو اگر کہئے، پیمانے کو کیا کہئے

کہ اس خط کا فحشہ پر کیا اثر ہوگا، ایسا معلوم ہوگا کہ میرے سر کے اس

پاس ہزار ہا جلیاں چمک گئیں، میں لڑکھڑائی، سر میں چمک آیا اور حسن آرا کے ہلنگ پر گر گیا۔ اس

کی تمام باتیں ایک ایک کہہ کے میرے لوح حافظہ سے نکل کر

✽ میں یہ سوچ رہا تھا کہ عورت کی فطرت کا سمجھنا ایک نہایت ہی دشوار کام ہے۔

آنکھوں کے سامنے آنے لگیں اس کی بہر بات سے ثابت ہوتا تھا کہ وہ مجھ سے محبت کرتی تھی۔ مگر اب سوچنے سے کیا حاصل۔ اُسی وقت سے کلائی پر جس جگہ خون کا قطرہ گرا تھا ایک ناقابل بیان سوزش شروع ہوئی جو لمحہ بہ لمحہ

ناقابل برداشت ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ مجھے آپ سے رجوع کرنا پڑا، آپ کے آپریشن کے بعد کچھ روز تک کوئی تکلیف

نہیں ہوئی۔ لیکن پھر وہی سوزش یہاں تک کہ دوبارہ آپریشن کرنا پڑا، لیکن آج تو معاذ اللہ

عصب کی سوزش اور جلن تمام جسم پر ہے۔ تھم پکڑنا مشکل اور لکھنا

دشوار ہے۔ اور آج رات کشتی نظر نہیں آتی۔

بقول

زینب ہائے دگر دارم

تپ غم بیٹہ امشب وصیت میکنم

باشید از من باخبر امشب مگر در من نشان مرگ

ظاہر شد کہ می بینم نہانی دوستان راستیں بہ چشم تر امشب

ڈاکٹر عالم: "ظاہر! اٹھ چلیں کیا سوچ رہے تھے؟"

✽

## دو چاند

ابنا صبح ناداں کے سمجھانے کو کیا کہئے دیوانہ ہے دیوانہ دیوانے کو کیا کہئے

آداب محبت سے ہے دور تر آشکوہ ایام جدائی کے افسانے کو کیا کہئے

دو چاند میں پہلو میں اب چاند کس کس کو ساقی کو اگر کہئے، پیمانے کو کیا کہئے

✽

(غیر مطبوعہ)

بیسویں صدی کی سیالانہ قیمت مبلغ دو روپے اس قدر کم رکھی گئی ہے کہ آپ اسے باسانی خرید سکیں آپ کی ذات سے ہمیں پوری پوری توقع ہے کہ آپ دو روپے بند بلیغ مئی آرڈر بھیج کر بیسویں صدی کی سرپرستی قبول فرمائیں گے ہندوستان



## کلام کشتہ

(از بابا اودھ کشور پر شاہ صاحب کشتہ وکیل گیروی)

یقیناً وعظ میں پھر ذکر مینا و سبکو کر کے  
تیرے وحشی کو وحشت میں اگر ہو شوق اگر اللہ  
اگر خود کو سمجھ لے گا خدا دل جائے گا خود ہی  
وہ آئے کو تو آجائیں نظر کے سامنے موسیٰ  
ہماری آبلہ پائی سے ہر اک خار کہتا ہے  
محبت مجھ سے کہتی ہے اگر ظالم سے ملنا ہو  
اداقا قتل سے مجھ میں کم نہیں اے خیر قاتل  
یقین ہے ایک عالم پھر مسیحا ہی کہے مجھ کو

(پتھر)

## آئینہ جذبات

(از جناب سلوٹظا می)

مرتے ہیں تیرے عشق میں مر کیوں نہیں جاتے  
تم پر بھی محبت کا اثر ہو گیا شاید !  
کیسے تو تیرے سنورے میں تو سنورے ہی رہیں گے  
کیا ختم ہوئی اہلیت ذوق رسائی؟  
کیا شے ہے بجز جلوہ رنگین و منور۔  
روکا ہے جو دیوانہ سمجھ کر تو پھر اک روز  
معلوم ہوا خام ہے احساس محبت۔

کیا راز ہے فرایے تو حضرت سائز  
جاتے نہیں اُس در پہ مگر کیوں نہیں جاتے

# افلاس ترقی کا ذریعہ ہے

ترجمہ جناب شائق کا پٹوری

اور جب یہ ہوتا تو شاید آفرینش عالم بیکار ثابت ہوتی، کیونکہ اگر ہمارے ملک کا ہر شخص دولت مند پیدا ہوتا تو یقیناً زمانہ نہایت تاریکی و جہالت کا زمانہ ہوتا، آج کی یہ معلومات اور سائنس تک ترقیاں ظہور میں آئیں اور نہ کوئی شخص سونے اور جواہرات جیسی قیمتی چیزوں کی قدر و منزلت جانتا بلکہ یہ اُسی طرح اب بھی خاک در آغوش ہوتیں اور ہمارے بڑے بڑے ترقی یافتہ شہر ایک وسیع جنگل کی طرح سنسان ہوتے تہذیب و تمدن تمام تر انسان کی اُس جلد و جھک کا نتیجہ ہیں جو وہ افلاس کے خلاف اُس سے نجات پانے کے لئے کہتا ہے ہماری طبیعتیں کچھ اس قسم کی واقع ہوتی ہیں کہ ہم افلاس دور کرنے کے لئے فطری طور پر فکر و تدبیر سے کام لیتے ہیں، اور اُس سے نجات پانے کے لئے اپنی کوئی امکانی کوشش اٹھائیں رکھتے، یہ صرف افلاس اور پیسہ ضرور توئی کا ہی نتیجہ ہے کہ انسان اپنی حالت اور اخلاق کو درست اور پسندیدہ بنانے کی کوشش کرتا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ دنیا میں کثرت سے ایسے لوگ پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے باوجود دولت مند ہونے کے نہایت ذلیل زندگی بسر کی ہے بخلاف اس کے کچھ لوگ ایسے ہی نظر آتے ہیں جو بے سروسامانی سے تنگ آکر افلاس کی مصیبت سے بچنے کی جدوجہد میں میدان ترقی میں سب آگے نکل گئے ہیں۔

مسٹر ایڈریو کا قول ہے کہ وہ لڑکے جو بہ قسمتی سے کسی امیر خاندان میں پیدا ہوئے ہیں، حقیقت میں قوم و ملک کے لئے ایک بھاری بوجھ ہیں، اکثر دولت مند لوگوں کے لڑکے انسانی جذبات کا شکار ہو کر نہایت ذلیل و پس ماندہ زندگی بسر کرنے کے خواہ مخواہ ہوجاتے ہیں جن سے ایک غریب آدمی حسد نہیں کر سکتا۔

کسی قوم کے حصے دار لڑکے، کام شروع کرنے والے لڑکوں کی ترقی میں سدا رہ نہیں ہو سکتے۔ البتہ ایسے لڑکے جو تم سے بھی زیادہ غریب ہیں اور جن کے والدین اپنی غربت کی وجہ سے اُن کی تعلیم کے بھی کفیل نہیں ہو سکتے ضرور تمہاری ترقیوں میں حصہ لینے کی کوشش کریں گے تمہیں اُس غریب لڑکے کا خیال رکھنا چاہئے جو افلاس و تنگدستی کے سبب اپنی تعلیم مکمل کرنے سے پہلے ہی ضروریات زندگی حاصل کرنے کے لئے مجبور ہو کر کسی دفتر میں جھاڑ دینے پر مقرر ہو گیا ہو کیونکہ یہی لڑکا آگے چل کر اُس ممتاز لڑکے کے گھوڑے کی طرح میدانِ جیت لے گا اور لوگوں کو اپنا گرہیدہ بنا لے گا۔

افلاس سے نجات پانے کی کوشش ہمیشہ انسان کو ذی حوت بنانے میں کامیاب ہوتی ہے اگر انسان ایام طفلی ہی سے کھانے پینے اور دوسری ضروریات زندگی سے مستغنی ہوتا تو پھر اُس کے لئے قطعی طور پر کسی کام کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

شخص کے لئے کامیاب زندگی بسر کرنا ناممکن ہے جو تکالیف و موانع کا مقابلہ کرنے سے ڈر رہا ہو اور چاہتا ہو کہ بغیر جدوجہد کے دنیاوی تعلقات سے بے نیاز ہو جائے۔

بغیر مقابلہ اور ٹرائل کے زندگی بسر کرنا موت کے برابر ہے، کیونکہ اچال چلن کی مضبوطی ایک ایسی چیز ہے جو ہر طرح کے موانع پر غالب آجاتی ہے، درحقیقت زندگی ایک ورزش ہے، اگر کوئی شخص کمری پر بیٹھا ہو صرف ورزش کے سامان دیکھ رہا ہے تو وہ قیامت تک اُس سے طاقتور نہیں ہو سکتا۔

اگر ایک باپ اپنے بیٹے کے عوض ورزش کر لیا کہے اور وہ اسی طرح مستحق سے بیٹھا رہے تو یقیناً اُسے بجائے فائدے کے نقصان ہوگا اور وہ دلی بدن کردہ ہوتا چلا جائے گا، اگر اُسے طاقت حاصل کرنی ہے تو وہ خود ڈمبلز اور ٹنگز ہلائے۔ ایسے کتنے ہی والدین ہیں جو اپنے لڑکوں کی بجائے ورزش کر لیا کہتے ہیں اور لڑکے ملائم گڈوں اور نرم کمرے میں بیٹھے ہوئے دیکھا کرتے ہیں۔ لیکن یہ دیکھ کہ اُن کے تعجب کی کوئی انتہا نہیں رہی کہ وہ لڑکے اُسی طرح کمزور و نحیف ہیں جس طرح کہ ورزش کرنے سے پہلے تھے۔

ایک مشہور مصوے سے دریافت کیا گیا کہ فلاں شخص جو اُس کے ساتھ پڑھا کرتا تھا ایک عمدہ نقاش ہو سکتا ہے تو اُس نے جواب دیا کہ ”بہرگز نہیں کیونکہ اُس کی سالانہ آمدنی چھ ہزار روپے سے بھی زیادہ ہے“ اُسے معلوم تھا کہ انسان سخت مشکلات میں پڑے گا کہ عالی دماغ و بلند حوصلہ بن سکتا ہے نہ کہ دولت کی فراوانی اور عیش و عشرت کے سامان میں۔ ہمارے ملک میں ایسے کتنے ہی نووارد آئے جو مہاری زبان سے ناواقف، غریب اور بے یار و مددگار ہونے کے ساتھ ہی تعلیم یافتہ بھی نہ تھے، لیکن پھر بھی وہ اپنی ذاتی جدوجہد سے دل کے حقیقی باشندوں سے جنہیں ترقی کے تمام

اگر ہمارے ملک کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ کامیاب لوگوں میں زیادہ تر وہی لوگ تھے جو اپنی ابتدائی عمر میں غربت کی زندگی بسر کر چکے تھے چنانچہ جیمز فرکن، الگزنڈر سیلٹن، اینڈریو جیکسن، مہتری کک، ڈیٹیل ویسٹر، ابراہیم لنکن، ہارٹس مین، جارج پیباڈی، اویس گرانت جیسے اے گار فیلڈ جیسے مشہور و معروف لوگ غربت و افلاس ہی کی خاک سے اٹھ کر بلندی و عظمت کے آسمان تک پہنچ گئے تھے۔

اسی طرح موجودہ زمانے کے کامیاب اور ہٹیار لوگوں نے بھی ضرورت و افلاس ہی کے تشکف میں پڑ کر ترقی کی طرف قدم بڑھا دیے ہیں، ہمارے بڑے بڑے سوداگر، ریل کے آفیسر، یونیورسٹی کے صدر و پروفیسر، موجد اور سائنسدان مدبر و اراکین سلطنت، غرض ہر شعبے میں کام کرنے والے پہلے پہل غریب و بے سروسامان تھے اور صرف افلاس ہی کی بدولت وہ گمنامی کے غار سے نکل کر شہرت کے اسٹیج پر آ گئے۔

وہ نوجوان جس نے آرام و آسودگی میں پرورش پائی ہے یا جس کے کاموں کا ہمیشہ دوسروں کی مدد پر انحصار رہا ہے اور جو اپنی معاش خود حاصل کرنے پر کبھی مجبور نہ ہوا، یا جو اوائل عمر ہی سے معاونین کے حلقے میں زندگی بسر کر رہا ہے، کبھی ایک کامیاب زندگی بسر کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ جنگل کی اُس کمزور اور ناتوان بیل کی طرح ہے جس کی زندگی اور نشوونما کا انحصار دوسرے درختوں پر ہوتا ہے۔ بخلاف اُس بڑے شاہ بلوط کے جو تمام موسمی تغیرات و حادثات برداشت کرنے کے بعد بھی اونچی ہوئے کی کوشش کرتا ہے۔

ہمارے تمام طاقتیں، مشکلات و مصائب پر غالب آنے کے لئے خود لیت کی گئی ہیں، ایک پہلوان اُسی وقت تک پہلوان ہے۔ جب تک کہ وہ کشتی نہ مارے، اسی طرح اُس

وسائلِ میسر تھے زیادہ ذی عزت اور زیادہ دولت مند بن گئے اسی قسم کے لوگوں میں سے مجھے ایک شخص کا اچھی طرح خیال ہے جو مہارٹھ ملک میں مقبوض ہے ہی عرصے رہ کر ایک مشہور ذی عزت اور صاحب مرتبہ بن گیا۔ اُس کی مدد کے لئے وہ انٹیلیجینس اور فوجی انتظامیہ اور اُس کی ذات ہی اُس کی بہترین رہنما و معلم تھی، اور وہ اپنی تربیت کرنے کی زندہ مثال تھا، رفتہ رفتہ وہ ایک مضبوط کیکڑ کا انسان بن گیا، جو اپنی مخفی قوتوں کا اظہار کرتا ہے اور کمزوریوں کو نظر انداز کر دیتا ہے، تمام امریکہ میں اُس کی شخصیت ایک ایسی شخصیت ہے جو بہ نوجوان کے دل میں ممکنات کا ایک تاملیم برپا کر دیتی ہے اور بہ نوجوان لڑکی اور لڑکے کے یہ خیالات کہ وہ کبھی دنیا میں سر بلند نہیں ہو سکے غلط ثابت کر دیتی ہے۔

میں مغربی کامیڈ نہیں ہوں، البتہ میرا یہ خیال ضرور ہے کہ افلاس فی لفظ کوئی چیز نہیں باوجود مغربی کے انسان ایک بڑے سے بڑا کام شروع کر سکتا ہے، جس طرح انسان جسمانی و منہشی سے نشوونما پاتا ہے، بالکل اُسی طرح غربت کے مصائب میں بھی وہ ہر طرح کی ترقی حاصل کر سکتا ہے۔

افلاس بذاتِ خود ایک کمزوری اور غلامی کی رہنما ہے، لیکن باوجود اس کے یہی غربت ہے جو نجات دلائے میں بھی سب سے بڑی معاون ہے، اگر کام پوری طاقتوں اور دلی ارادوں کے ساتھ ایمان داری سے کیا جائے تو ایک معمولی انسان بہت جلد ایک ترقی یافتہ انسان بن سکتا ہے۔

گرو، ویکٹوریہ شروع شروع میں ایک غریب مزدور تھا اور پچاس ڈالر سالانہ پایا کرتا تھا، مغربی کو انسانی نشوونما کے لئے ایک نعمت خیال کرتا ہے، اُس کا اس بات پر یقین ہے کہ دنیا میں دماغی قوی کی نشوونما اور نوجوانوں کی ترقی کا سب سے بڑا ذریعہ افلاس اور باقاعدہ کوشش ہے۔

ہر طالب علم کے لئے ایسی تعلیم حاصل کرنے میں جو اُس کی آئندہ زندگی کے لئے مفید ہونے والی ہو۔ سخت محنت کرنے کی ضرورت ہے، لیکن وہ لڑکے جو فطری طور پر ذہنی واقع ہوتے ہیں اور جنہیں امتحان میں کامیابی کے لئے بہت کم محنت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، البسافات وہ اپنی تعلیم کو اختتام تک نہیں پہنچا سکتے، بخلاف اُس کے وہ لڑکے جنہیں اپنی تعلیم کے لئے انتہائی محنت کرنا پڑتی ہے ہمیشہ کامیاب طالب علم ثابت ہوتے ہیں۔

حقیقت میں وہ لڑکا قابلِ تریف نہیں ہے جس کے والدین نے اُسے ہر طرح کے تفکرات سے آزاد کر دیا ہو، بلکہ قابلِ تحسین وہ لڑکا ہے جو خود اپنی محنت کی آمدنی سے تعلیم حاصل کرتا ہے۔ اگر انسان بغیر کوشش کے اپنی ضروریات حاصل کر سکتا ہے تو آج دنیا میں یہ محنت کا بازار گرم نہ ہوتا، اور نہ کوئی افلاس سے نکلنے یا اپنے متعلقین کے ساتھ آسودہ زندگی بسر کرنے اور اپنے کیکڑ کو مضبوط بنانے کی جدوجہد کرتا۔

ایک استاد نے لکھا ہے کہ میں غریب لڑکوں کے ساتھ جو ہمدردی کرتا ہوں وہ فضول نہیں ہے، اس لئے کہ ابتدائے عمر میں، میں بھی غریب بچہ تھا اور یہ خوب جانتا ہوں کہ بہ نسبت دولت مند لڑکوں کے غریب لڑکوں میں ترقی کا زیادہ جذبہ ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ مجھے امیر اور دولت مند لڑکوں سے اتنی ہمدردی نہیں ہے جتنی اُن غریب بچوں سے جو تعلیم کے لئے دوسروں کے دستِ نگر ہوتے ہیں۔

اگر تم کسی لڑکے کو ایک ہزار ڈالرس لئے دینا چاہتے ہو کہ وہ اپنی زندگی کی ابتدا کسی اعلیٰ پیمانہ پر شروع کرے، تو میں کہوں گا کہ اگر آپ اُس کی ترقی کے خواہاں ہیں تو خدا کے لئے اُن ڈالروں کو اُس لڑکے سے علحدہ رکھئے۔

وہ لڑکا جو یہ جانتا ہے کہ اُسے بہت جلد ایک کثیر دولت ملے والی ہے، وہ ہرجا اٹھنے اور روزی حاصل کرنے کی



(انہ مختصر صدیقیہ نگیم صاحبہ سیلو ہارہ ضلع بجنور)

چمک چمک کہہ بادل کڑک کڑک کہہ تہیں اپنا دھڑیا دلانے لگے۔  
آہ پیارے سہ تاج نہ جانے کیوں تم نے اپنے ایفائے عہد کا جذبہ دل  
سے نکال ڈالا۔ تم نے میرے پیغام کو سنا۔ ہاں ضرور سنا اور نہ جانے  
کیوں نفرت سے ٹھکرا دیا۔ پھوٹوں نے جھوم جھوم کہ سبزہ نے اہلبا  
اہلبا کہ میری حرماں نصیبی پر نونہ گری کی۔ اور میرے غمیل پریشاں  
لے بار بار تہیں بلانے کی کوشش کی۔ مگر افسوس تم نہ آئے۔

(۳۰)

ابر نے میری سیاہ بختی و محرومی قسمت پر اشکباری کی گھنگھور  
گھٹاؤں نے سوگاری کی۔ لونڈوں نے گریہ و زاری کی۔ برقی نے  
ماتم کیا۔ کہکشاں نے زخموں پر نمک پاشی کی۔ اور یکے بعد دیگرے  
سب میرے غمکدے اور خلوت خانے سے رخصت ہو گئے۔ مگر میں  
بدستور اسی جگہ اپنے شکستہ اور آئسوٹوں سے بھیگے ہوئے دامن

بہار نے باغوں میں پریم کے جھوٹے ڈالے ہیں۔ پھول اس  
کے غیر مقدم کے لئے پھر خستہ تازگی بن گئے۔ باغوں میں کوئی بہار  
کے نغمے گانے لگی۔ چن کا ذرہ ذرہ پھوٹوں کو بہار کی آمد پر ہلکا  
پیش کرنے لگا۔ مگر میں ان دلغیب مناظر سے کبھی متاثر نہیں  
ہو سکتی۔ کیونکہ مجھے یاد ہے کہ تم کہا کہ تھے کہ سورج بغیر روشنی  
کے، چاند بغیر حسن کے، دریا بغیر روانی کے، ستار بغیر نغمہ کے اور  
حسن بغیر حسن نواز کے بالکل بیکار اور بے معنی ہیں۔ اس لئے مجھے  
تمہارے بغیر کوئی لطف نہ آیا۔ آنکھوں کو جستجو ہے کہ پھر تمہارا  
جلوہ دیکھیں۔ دل کی آرزو ہے کہ تم پھر میرے پہلو نشین ہو۔ میں  
نے باد صبا کے ہاتھ تہیں پیغام بھیجا۔ مگر افسوس تم نہ آئے۔

(۳۱)

گھنگھور گھٹاؤں نے آسمان پر سیاہ پردے ڈال کر بجلی

اُس کے لئے سوائے ٹخت و مشقت کے اور کوئی راستہ نہیں ہے  
اس طرح یہ عجیب غریب اور پُر مذاق فطرت انسان کو  
اُس کی ضرورت کے لئے کام کرنے پر مجبور کرتی ہے اور اس  
طریقے سے تہذیب تمدن کی ترقی اور قوم کا مضبوط کرکھڑ  
نشوونما پاتا ہے، وہ اُسے سخت سے سخت کاموں میں ڈال کہ  
سلیقہ و استقلال ہی کا سبق نہیں دیتی بلکہ تجربے کی بڑی ٹیوٹیک  
میں تعلیم دے کہ اسے کامل بنا دیتی ہے (ترجمہ)

بقیہ :- افلاس ترقی کا ذریعہ ہے :- جدوجہد کو  
بیکار خیال کہتا ہے کیونکہ اُسے معلوم ہے کہ وہ دولت چولنے  
والی ہے اُس کی پوری زندگی کے لئے کافی ہے چنانچہ وہ اپنے لیے بہتر  
ایک انگلی اٹھائی ہے کہ پھر سوچتا ہے، مگر وہ لٹکا ہے ضرورت مجب  
کہتی ہے اور جس کوئی مدد کرنے والا نہیں ہے اپنے پاؤں پر  
کھڑے ہونے کی کوشش کرتا ہے اور صبح ہوتے ہی اپنے کام میں  
مشغول ہو جاتا ہے یہ کیوں؟ اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ دنیا میں

کہ۔ بچوں نے رنگین جام بڑھا کر رکھا۔ تو نہالان چہن لے  
سر ہلا کر کہتیں بلانے کی کوشش کی۔ مگر افسوس تم نہ  
آئے۔

(۵)

اُن پیارے۔ اب میں ایک پہاڑ سے لگی ہوئی چٹان  
کا کنارہ پکڑ کر باؤسی کے حبیب خاں کے منہ پر جھوٹا جھلارہی  
ہوں۔ قریب ہے کہ میں ہمیشہ کے لئے اس غار میں گم جاؤں۔ آہ۔  
پریم اکرم ایک بار نظر آ جاؤ تو بھی بے چین دل کو کچھ قرار آ جائے  
آؤ۔ اور میرے سرتاج صرف ایک باز ناگہ میں پریم کی نظروں سے تم کو  
دیکھ لوں۔ آہ میری زندگی تمہاری دید سے وابستہ ہے۔ تمہیں معلوم  
تھا کہ میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ تم پھر مجھے تنہا چھوڑ  
کر کیوں چلے گئے۔ شاید میری محبت آنے والے کے لئے۔ بلائے خدا  
اب آزمائش ختم کرو۔ اور آؤ ہم تم یہاں سے چلیں۔ آدمی کی  
دُنیا سے۔ سورج چاند کی سلطنت سے۔ زندگی اور موت کے  
عمل سے باہر کسی اور دُنیا میں چلیں۔ جہاں میں ہوں۔ تم ہو۔  
اور محبت ہو۔ ہاں۔ ہاں۔ ہر چیز میں پریم  
کا ہی جلوہ ہو۔ میرے سرتاج۔ میرے  
پریم۔ تم کیوں نہیں آتے۔ تمہارا وعدہ تھا کہ ”میں جلد آؤں  
گا۔ تم یہیں رہنا۔“ لیکن آہ۔ تم اپنا وعدہ بھول گئے۔ لیکن میں  
نہیں۔ بھولی۔ مجھے یاد ہے۔ اور خوب یاد ہے۔ بہار آئی اور چلی  
گئی۔ اسی طرح نہ جانے کئی بار بہار اور خزاں آئیں۔ اور چلی  
گئیں۔ لیکن میں اپنے وعدہ کی پابندی کے لئے اب تک یہیں  
بیٹھی ہوں اور تمہاری دید کی آرزو میں زندہ ہوں۔ آہ  
موت کا فرشتہ سر بالیں آ پہنچا۔ مگر افسوس تم  
نہ آئے۔

سے اپنے منہ کو ڈھانپے بیٹھی رہی۔ تمہارے تغافل۔ اپنی کم نصیبی  
اور خروچی قسمت پر برابر اشک بہاتی رہی اور اپنے منہ سے  
گرا کر اگر دعائیں مانگتی رہی۔ اپنی پیہم صداؤں سے۔ فلک شکن  
ناول سے تمہیں بلاتی رہی اور نہ جانے کب تک بلاتی رہی۔  
یہاں تک کہ میں بے ہوش ہو گئی۔ مگر افسوس تم نہ آئے۔

(۶)

نکلتے ہوئے سورج کی کرنوں کی لابی لابی سُتری روپلی  
انگلیاں سنسار کا ستار بج رہی تھیں۔ زمین اور آسمان کا پتہ نہ  
تاریکی طرح شیریں جھنکار سے گونج رہے تھے۔ عین اسی وقت تم  
نے میرا شانہ ہلاتے ہوئے کہا۔

”بالو! میں اب عنقریب یہاں سے چلا جاؤں گا۔“ آہ۔ وہ  
غم انگیز خبر جب تم نے مجھے سنا تو میں نے کہا تھا۔

”نہیں۔ نہیں۔ اے میرے سرتاج میں تمہیں ہرگز نہ جانے  
دوں گی۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ تم مجھ کو ماہی بے آب کی طرح تڑپا  
چھوڑ کر چلے جاؤ۔ آہ۔ تمہارے بغیر میرا جینا محال ہی نہیں بلکہ  
ناممکن ہے۔“

لیکن تم نے مجھے ہنس ہنس کر یقین دلایا کہ تم پھر.....  
آہ تمہارے یہ جھٹکے جن میں نا اُمیدی کی جلیاں سرگوشیاں کر رہی  
تھیں میرے خرم دل کو جلائے ڈالتے تھے۔ جب ضبط نہ ہو سکا۔  
تو میں ہچکیاں لے لے کر رونے لگی۔ تمہارے روکنے کی بے سود  
کوشش نہ کرنے لگی۔ آہ۔ میری تمام کوششوں کو ناکامیابی کا  
منہ دیکھنا پڑا۔ اور آخر وہ منحوس دن آ گیا جب کہ تم میری  
تمام آرزوؤں کو سپردِ خاک کر کے چلے گئے۔ میں حسرت بھری  
نگاہوں سے تم کو تکتی رہ گئی۔ جب تک تم نظر آئے میری باؤس  
خفیں تم پر جی رہیں اور جب تم میری نظروں سے اوجھل  
ہو گئے تو میری اُمیدوں کی منور دنیا تاریک ہو گئی۔ تنہا  
اور آرزو میں سر بیٹھی رہ گئیں۔ آہ۔ کلیوں نے مسکرا مسکرا

مٹی آڑ بھیتے وقت کو پراپنا پتہ صاف اور خوش خط لکھیں

# جوانی صحت طاقت کا خزانہ

جوانی صحت اور طاقت کا خزانہ حاصل کرنے کیلئے بہترین غذا نامی دوا کا استعمال کریں جو اپنی خوبیوں کی وجہ دنیا بھر میں مشہور ہو چکی ہے بہترین غذائی دوا کے استعمال سے جسم میں نیا خون، نئی طاقت اور نئی جوانی پیدا ہوتی ہے۔ یہ پانی کی مانند پتی مٹی (ویرج) کو شہد کی طرح کاڑھا کر کے جمادیتی ہے۔ جبریاں، احتلام، اور سترعت، انزال کو ہمیشہ کے لئے آرام آجاتا ہے۔ اس کے استعمال سے ویرج بڑھتا ہے اور کاڑھا ہوتا ہے اسکا میں اضافہ ہوتا ہے۔ بہترین غذا، بیش قیمت اجزاء کا مرکب ہے۔ اگر تین ہفتہ پر مہینے کے ساتھ اس کا استعمال کر لیا جائے تو عمر بھر کسی مقوی دوا کی ضرورت نہیں رہتی۔ انسان بڑھاپے میں جوانی کے مزے حاصل کر سکتا ہے۔

۳۱ دسمبر ۱۹۳۶ء تک بہترین غذا کے ایک لاکھ پانچ ہزار انسان فائدہ اٹھا چکے ہیں۔ اور تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے۔ قیمت فی شیشی تین ہفتہ خوراک صرف تین روپیہ۔ قیمت دو شیشی اکٹھی منگوانے پر صرف پانچ روپیہ۔ ہر موسم میں استعمال ہو سکتی ہے۔

جوت (مشت زنی) بچپن کی غلط کاریوں اور جماع کی زیادتی کی وجہ سے جو جوان کمزوری، سستی اور مری میں مبتلا ہیں ان کے لئے بہترین غذا ایک میں بہانغت ہے صرف چند روز کے استعمال ہی سے عضو میں نئی زندگی اور نئی طاقت پیدا ہو جاتی ہے اور ایک ماہ کے استعمال سے تو گئے گزرے انسان کی بھی کایا پلٹ جاتی ہے۔

یہ وہ غذا ہے جسے بہت وید حکیم اور ڈاکٹر ہمارے ہاں حاصل کر کے نام بدل کر بیچتے ہیں۔ نامردی، سستی، طیرھا پن اور ڈھیلپن دور کرنے کے لئے اس بہتر غذا آج تک ایجاد نہیں ہوئی، اس کے استعمال سے جملہ ناقص دور ہو کر قوت، سختی اور موٹائی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ طلا موسم میں استعمال ہو سکتا ہے۔ آبلہ وغیرہ کا کوئی خدشہ نہیں قیمت فی شیشی صرف دو روپے جو اس کی خوبیوں کے مقابلہ میں بہت معمولی ہے۔ قیمت دو شیشی اکٹھی منگوانے پر ساڑھے تین روپیہ۔ فائدہ ایک ہی شیشی سے ہو جاتا ہے۔ مگر دو شیشیوں کے استعمال سے پھر بھر کمزوری کی شکایت نہیں ہوتی۔ بہترین غذا نامی دوا کے ساتھ بہترین طلا کا استعمال سونے پر سہاگے کا کام دیتا ہے۔

ماڈرن کمپل ورکس پرائیویٹ لمیٹڈ لاہور



### == (معدہ کے بغیر) ==

معدہ کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اطباء قدیم میں سے تو بعض نے تو اس کی ریاست پر بھی استدلال کیا ہے مگر ڈاکٹر ایم جوس۔ بوکل نے پیرس کے میڈیکل کالج میں لیکچر دیتے ہوئے بیان کیا ہے کہ انسان کے لئے معدہ ضروری چیز ہے مگر انسان اس کے بغیر بھی زندہ رہ سکتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص کا معدہ سرطان کی وجہ سے نکال دیا گیا وہ آج تک زندہ ہے۔ اور اسے کسی قسم کی شکایت نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب ایک عضو نکال دیا جاتا ہے۔ تو قدرت کاملہ اس کے فرائض دوسرے عضو کے سپرد کر دیتی ہے۔ اگر ایک گروہ نکال دیا جائے۔ تو دوسرا گروہ بڑا ہو جاتا ہے۔ اور اس کے فعل کو بھی سر انجام دیتا ہے۔ اسی طرح یہ ممکن ہے کہ معدہ کے نکال دینے پر بالائی آنتیں اس کے فعل کو سر انجام دینے لگیں اور اس طرح معدہ کی کمی کو محسوس نہ ہونے دیں۔

### == (تو ایجا د فوٹو کیمرہ) ==

انگلستان کے ایک موجد نے ایک چھوٹا سا فوٹو کیمرہ تیار کیا جو سائز میں سگریٹ کی ڈبیہ کے برابر ہے۔ تو ایجا کیمرہ میں ۷.۷ سائز ہیں۔ اس سے اڑتے ہوئے ہوائی جہازوں اور پوری برقرار سے جانے والی ٹریٹوں کی تصویریں پوری صفائی کے ساتھ چنی جاسکتی ہیں۔

اس کے علاوہ ان میں سے کچھ ایسے ہیں جن کی مضبوطی میں کسی قسم کی کمزوری نہیں ہے۔

### == (دودماغ) ==

سر آرتھر کیتھ نے جراحی کے امپریٹل کالج لندن میں انسانی دماغ کی تشریح و ارتقا پر لیکچر دیتے ہوئے ایک حیرت انگیز بات کہی ہے کہ انسان کے سر میں فی الحقیقت دودماغ ہوتے ہیں۔ قشری اور غیر قشری حصہ اپنی تکمیل کے بعد تمام ضروری ماعنی افعال سر انجام دے سکتا ہے۔

صاحب موصوف نے بیان کیا کہ جدید جراحی تجربات نے اس خیال کو غلط ثابت کر دیا ہے۔ کہ دماغ کے کچھ حصہ کو کاٹ پھینکنے سے موت واقع ہوتی ہے۔ چنانچہ متعدد اشخاص میں ان کے دماغ کے بڑے حصہ کو نکال دیا گیا ہے۔ مگر ان میں دماغی فتورہ واقع نہیں ہوا۔ ایک مریض میں خطرناک رسولی کی وجہ سے ایک امریکن سرجن کو سارا دماغ نکالنا پڑا۔ مریض کے بدن میں ایک طرف فالج ہو گیا۔ مگر وہ ساڑھے تین سال تک زندہ رہا۔ اور اس کے دماغی افعال صحیح تھے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ سر میں ایک غیر قشری دماغ بھی ہے۔ جو بوقت ضرورت تمام افعال کو سر انجام دیتا ہے۔

### == (فولڈنگ بائیسکل) ==

ایک فرانسیسی انجینئر نے ایک ایسی بائیسکل ایجاد کی ہے جسے تہہ کے چھوٹے سے ہینڈ بیگ میں گھاسا جاسکتا تھا۔ سائیکل تین منٹ کے اندر آسانی سے سواری کے لئے تیار ہو جاتی ہے۔ اور یہ اسٹینڈرڈ سائیکل



### == (موت کے بعد زندگی) ==

یورپ کے ڈاکٹر اس امر کی سعی کر رہے ہیں کہ موت کے بعد پھر زندگی ہو جائے۔ اس بارے میں ان کی کوششیں زیادہ کامیاب نہیں ہوئیں۔ البتہ مرنے کے فوراً بعد کچھ دین تک زندگی پیدا کرنے میں وہ کامیاب ہو گئے ہیں۔

اس عارضی زندگی پیدا کرنے کے لئے عام طور پر مشہور مسونی قلب و وائیٹر نیلین کا استعمال کیا جاتا ہے۔ امریکہ میں ایک امیر آدمی وصیت کے بغیر مر گیا۔ اُس کے ورثہ کو سخت پریشانی ہوئی۔ انہوں نے بہترین بارہ ڈاکٹر وں کو بلایا۔ انہوں نے دو گھنٹے تک مختلف کوششیں کیں۔ مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اس عمر میں اُس کا جسم بالکل اٹک گیا۔ ڈاکٹر وں نے مایوس ہو کر دل کے تھام پڑا۔ نیلین کی پککاری کی دس منٹ بعد ایک بیک اُس مرنے کے آگے کھینچ کھول دیں۔ اور لمبا سانس لیا۔ خود ڈاکٹر بھی اس نیکو کے لئے تیار نہ تھے۔ اس لئے وہ دہشت زدہ ہو گئے۔ آخر ایک ڈاکٹر نے حوصلہ کر کے کہا کیا آپ نے کوئی دہشت زدہ خواب دیکھا ہے؟ اُس نے جواب دیا۔ میں بے خبر سو رہا تھا

ایک پولیس مین نے ایک جرم پر فاش کیا۔ جس سے وہ مر گیا۔ لیکن اس سے پولیس کو سخت دقت پیش آئی۔ کیونکہ وہ ایک شہر ناک راز سے آگاہ تھا۔ آخر ایک ڈاکٹر نے اُس کے دل پر ایڈریٹین کی پککاری کی۔ وہ پھر زندہ ہو گیا۔ اور نو گھنٹے تک زندہ رہا۔ اس عرصہ میں پولیس نے اُس راز کو معلوم کر لیا۔

ایک مرے ہوئے کچھوے کا دل نکال کر پوٹاش اور سوڈے میں رکھا گیا۔ اس سے اُس کے دل میں کئی گھنٹے تک حرکت رہی۔ لندن کے شفاخانہ سینٹ ٹامس میں ایک عورت مسز ایڈلڈ عمل برآجی سے مر گئی۔ ڈاکٹر نے فوراً اُس کا سینہ چاک کر کے دل کو حرکت دی۔ جس سے پندرہ منٹ بعد وہ عورت زندہ ہو گئی۔ اور پھر تین گھنٹے کے بعد مر گئی۔

لندن کے ایک جسد میں ایک مشہور ڈاکٹر نے بہت سے جھینگروں کے سر کاٹ لئے۔ پھر ایک کا سر دوسرے سے جوڑ دیا۔ حقارتی دیر کے بعد وہ جھینگر سے زندہ ہو گئے۔ اور عجیب بات یہ ہوئی۔ کہ کچھ دیر بعد جی مادہ جھینگروں کے جسم پر نہ سر لگائے۔ وہ نہ ہو گئے اور مادہ سر والے جھینگر سے مادہ ہو گئے۔ ان تجربات نے یورپین ڈاکٹر وں کے حوصلے بہت بڑھا دیئے ہیں۔ اور ان کا خیال ہے کہ وہ مسلسل تجربات سے مردہ انسانوں کو زندہ کر سکیں گے۔

### == (حمل میں تبدیل جنسیت) ==

لوگیا پیریل یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر گیوشی مسونی نے اعلان کیا ہے کہ وہ مرغی۔ کبوتر اور بطخوں کے اندوش اپنی مرنے کے لحاظاً مزید مادہ پتے پیدا کر سکتے ہیں۔ گذشتہ اپریل میں۔ پاپائی سمائٹس انوں کے ایک مجمع میں پروفیسر موصوف کے دعوے کی آزمائش کی گئی تھی۔ مرغیوں کے جو ساٹھ انڈے ان کو دیئے گئے۔ ان سب سے مزید پیدا ہوئے۔ اسی طرح بعد میں پروفیسر مسونی نے چاس انڈوں سے مرغیاں ہی مرغیاں پیدا کیں۔

ڈاکٹر گیوشی مسونی اتنی کامیابی حاصل کر لینے کے بعد اب دوسرے جانوروں پر اپنے تجربات شروع کرنے والے ہیں۔ ان کا خیال ہے۔ کہ وہ بہت جلد بطخ ماری میں جنسیت تبدیل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

**عجیب و غریب نیکل نیویارک** کے ریڈیو کارپوریشن نے سڑکوں پر بہت تیز موٹر چلانے والوں کی ہدایت کیلئے ایک برقی آواز دیکھا ہے جو سڑک پر لگا دیا جاتا ہے۔ جب کوئی موٹر عین تقاربت پہنچتی ہوئی اُس آواز کے سامنے آتی ہے۔ تو نو آواز آواز سے آواز میزی زبان میں رفتار کم کیجئے کی پُر زور آواز آتی ہے۔ اور جب موٹر اُس آواز سے متنب نہیں ہوتی اور اپنی تیز رفتار پر بدستور جا رہا ہے۔

یہ سب باتیں سن کر آپ کو شاید حیرت ہوگی۔ لیکن یہ سب باتیں سچ ہیں۔ اور ان کے پیچھے بڑی بڑی سائنس ہے۔

# آزادی وطن کا ترانہ

(چینی شاعر سولیان)

قسم ہے اُن میدانوں کی جو شہیدانِ وطن کے خون سے لالہ  
نہ رہیں گے۔ قسم ہے دریا کی اُن تلاطم موجوں کی جو آزادی  
وطن کے غم میں سر ٹپک رہی ہیں۔  
قسم ہے اُس کوہِ آتشِ فشان کی جس کے سینے سے چینی قوم  
کی موجودہ حالت پر آہ کا دھواں نکل رہا ہے۔

ہمارے وطن پر چین پر بھی اختیار کا قبضہ نہیں ہو سکتا  
چین آزاد ہے اور ہمیشہ آزاد رہے گا۔

گلاب کی پنکھیاں خوشبو کو قید نہیں کر سکتیں۔  
وہ آزاد ہے اور ہمیشہ آزاد رہے گی۔

قفسِ غصہ کی روح کو قید نہیں کر سکتا۔  
وہ آزاد ہے اور ہمیشہ آزاد رہے گی۔

خونچل اپنی منہمی میں ہوا کو بند نہیں کر سکتا۔  
وہ آزاد ہے اور ہمیشہ آزاد رہے گی۔

اسی طرح غروں کی دستبرد چینی قوم کو غلامی کی زنجیر  
میں نہیں جکڑ سکتی۔ وہ آزاد ہے ہمیشہ  
آزاد رہے گی۔

جاؤ چینی کے دشمنوں کو خبر کہ دو۔

نوجوانانِ وطن سرِ فروشی کے لئے تیار ہیں۔

کی ایک نظم

جاؤ تباہی چین کے تمناؤں سے کہہ دو۔  
جہادِ ان قوم کے سینوں میں آگ بھڑک رہی ہے۔  
ڈرو اُس آگ سے یہ وہ آگ ہے۔  
جو تباہی ناپاک منصوبوں کو جلا کر خاک کر دے گی۔

دشمن کی گولیوں نے ہمارا خون بہا یا۔ لیکن اُسے یقین  
کہ ناپا ہے کہ مادرِ وطن کے قدموں پر قربان کرنے کے لئے۔  
ہماری رگوں میں ابھی بہت خون ہے

ہمارے بہت سے نوجوان پھانسی کے تختوں پر چڑھا  
دیئے گئے۔ لیکن دشمن شاید یہ بھول گیا۔

چین کی آبادی پینتالیس کروڑ ہے۔  
دشمن اتنے لوگوں کو پھانسی کے تختے پر چڑھانے کے لئے  
رسیاں تیار نہ کر سکیں گے۔

چینی قوم آزاد ہے اور ہمیشہ آزاد رہے گی۔

ہم دیوتاؤں کی اولاد ہیں۔

ہماری رگوں میں سورماؤں کا خون ہے۔

ہم وہ ہیں جن کی تہذیب دنیا میں سب سے قدیم ہے۔

ہم اُس وقت بھی ایک مہذب قوم کی حیثیت سے  
حکمرانی کر رہے تھے۔

جب کہ دنیا کی دوسری قومیں ذلت کے غار میں گہری ہوئی  
تھیں۔

ہم وہ ہیں جنہوں نے کبھی غیز کے سامنے سر نہیں جھکایا۔  
ہماری حکمرانی کی داستان بہت طویل ہے۔  
ہم ازل سے حکمران ہیں اور اب تک حکمران رہیں گے۔  
چین آزاد ہے اور ہمیشہ آزاد رہے گا۔

ممکن ہے کہ بحر الکاہل ہمیشہ کے لئے خشک ہو جائے۔  
ممکن ہے کہ کوئی کاخ فناک ریگستان سندرمین منتقل ہو جائے  
ممکن ہے کہ آگ جلا نا چھوڑ دے۔  
ممکن ہے کہ ہوا کی روانی بند ہو جائے۔  
لہذا چین کے جذبہ آزادی کو دنیا کی کوئی قوم کچل نہیں سکتی  
چین آزاد ہے اور ہمیشہ آزاد رہے گا۔

وہ دیکھو ————— !

آزادی وطن کا علمبردار  
ظالم وحشیوں کی قید میں ہے۔  
رات کا وقت ہے۔ ہوا کے سر جھونکے چل رہے ہیں۔  
قید خانہ کی کوٹھڑی کا فرش مرطوب ہے۔

حجت ٹوٹی ہوئی ہے۔

نہاد وطن خاک کے مرد بستر پر لیٹا ہے۔  
اُس کے پاس اور جھکے کو بھی کچے نہیں۔  
سردی سے بچے کا کوئی ذریعہ نہیں۔  
لیکن ————— وہ خوش ہے۔  
اُس کے چہرے پر اطمینان و مسرت کی جھلک ہے۔  
اُسے سردی سے ذرا بھی تکلیف نہیں۔

اور تکلیف کیوں ہو ————— ؟  
اُس کے سینے میں آزادی وطن کی آگ بھڑک رہی ہے  
اور وہ فائنانڈز میں جھوم جھوم کر رہا ہے۔ چین  
آزاد ہے اور ہمیشہ آزاد رہے گا۔

آؤ مادر چین کے بہادر سپوتو!  
سرفروشی کے لئے تیار ہو جاؤ  
دشمن کی سنگین ہتھارے سینوں کی طرف بڑھ رہی  
ہیں۔ تم مردانہ وار اپنا سینہ تان کہ کھڑے ہو جاؤ۔  
اور یک زبان ہو کہ لغزہ لگاؤ۔  
چین آزاد ہے اور ہمیشہ آزاد رہے گا۔  
(ترجمہ)

بیسویں صدی کی نویںوں کے مقابلہ میں اس  
کی سالانہ قیمت یعنی دو روپے کی کچھ بھی حقیقت  
نہیں آج ہی خریداری کے لئے آرڈر بھیجے۔ مستقل  
خریداروں کی خدمت میں سال بھر کے عام نمبروں  
کے علاوہ خاص نمبر مفت پیش  
کئے جائیں گے۔

رسالہ بیسویں صدی بذریعہ وی۔ پی۔ پی۔ طلب  
کرنے کی بجائے سالانہ چندہ مبلغ دو روپے بذریعہ  
مسی آرڈر روانہ کیجئے۔ اس طرح آپ وی۔ پی۔ کے  
زائد خرچ سے بچیں گے یعنی جو بجائی اپنا چندہ بذریعہ مسنی  
آرڈر بھیج دیں گے۔ اُنہیں تین آنہ کی  
بچت ہوگی۔

مینجر رسالہ بیسویں صدی پبلیکیشنز لاہور

## امراض کا قدرتی علاج

ایک شہور یورپین ڈاکٹر کا قول ہے کہ "قدرت بہترین معالج ہے" اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ قول صداقت سے خالی نہیں۔ مہربان قدرت کا منشاء یہ ہے کہ انسان کبھی بیمار نہ ہو۔ اس لئے اُس نے جذباتیہ قوانین و اصول بنا دیئے ہیں جن پر عمل کرنے سے انسان کی صحت اچھی رہتی ہے۔ لیکن جب قوانین قدرت کی خلاف ورزی کی جائے تو انسان کو اپنی غفلت کا خیارہ بھگتنا پڑتا ہے اور اُس کی صحت کا توازن قائم نہیں رہ سکتا۔ دنیا میں بیشتر بیماریاں ایسی ہیں جو محض ہمارے طبی احتیاط سے پیدا ہوتی ہیں۔ اگر ہم احتیاطی تدابیر سے کام لیتے رہیں تو کبھی بیمار نہیں پڑ سکتے۔ اسی طرح دنیا میں بیشتر بیماریاں ایسی ہیں جو قوانین قدرت کی از سر نو پابندی سے دور ہو سکتی ہیں۔ اور ان کے لئے ڈاکٹروں کا بار اہسان اٹھانے کی ضرورت نہیں ہوتی قبض کی شکایت بہت سے امراض کا پیش خیمہ کہی جاسکتی ہے۔ اور قیمتی سے یہ شکایت ہندوستان میں عام ہو چکی ہے۔ بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جو اس میں مبتلا نہ ہوں۔ لیکن اس حقیقت پر غور نہیں کیا جاتا کہ قبض محض قوانین قدرت کی خلاف ورزی کا نتیجہ ہے اگر کھانے پینے میں مناسب احتیاط کی جائے اور ورزش کا خیال رکھا جائے تو کبھی قبض کی شکایت پیدا نہیں ہو سکتی۔ زیادہ مرغن غذاؤں کے استعمال سے یہ بہتر کہنا چاہئے۔ اسی طرح ایسے کھانوں سے بھی احتیاط لازم ہے جن میں مصالحہ زیادہ مقدار میں ڈالا گیا ہو۔ قبض کی شکایت دور کرنے کیلئے

پھلوں کا زیادہ استعمال مناسب ہے۔ گوشت کم کھائے۔ کیلک۔ پیسٹری۔ مربہ اور ایسی چیزیں کم کھانا چاہئے جن میں شکر اور نشاستہ کے اجزاء زیادہ ہوں۔ صبح اٹھ کر ہنا پانی کا ایک گلاس پی لینا چاہئے۔ دن میں پانی زیادہ مقدار پینا بھی قبض کو دور کرنے کے لئے مفید ہے۔ رات کو سوتے و اگر گرم پانی کے ایک گلاس میں لیموں کا پھوڑا اساقی پھوڑا کر لیا جائے تو قبض کی شکایت آسانی سے دور ہو جاتی ہے اور تنگ اس کا الترا م رکھا جائے اس شکایت کا پیدائشی و شوار کبھی کبھی سالٹ یا دوسری طبعی دوا کا استعمال کیا جاسکتا مگر دواؤں کا عادی نہیں بننا چاہئے۔

صحت پر قرار رکھنے کے لئے ورزش انسان کے لئے ضروری ہے۔ ورزش ہمیشہ تنگی اور پابندی کے ساتھ کرنا چاہئے۔ لیکن ورزش کرنا اور کسی دن نہ کرنا مناسب نہیں اس سے بجائے فائدہ کے نقصان کا اندیشہ رہتا ہے۔

اگر حکم کی خرابی سے طبیعت متعطل اور افسردہ رہتی ہے، کچھ منقہ کشمش اور تازہ پھلوں کے استعمال سے فائدہ ہوتا ہے۔ گوشت ترک کر دینا چاہئے، اتر کاربول کا بہت مفید ہے۔ صبح ہنار مٹھ اور رات کو سوتے وقت مٹھ سا گرم پانی ضرور پی لینا چاہئے۔ رات کے وقت گرم پاؤں گلاس میں لیموں کا عرق پھوڑا کر بیا جاسکتا ہے۔ ایسی حالت کوئی ایسی مقوی دوا بھی استعمال کی جاسکتی ہے جس سے

کا جزو شامل ہو۔

سینہ کی شکایات دور کرنے کے لئے علی الصبح ہمارے  
میتھے سے کاعق پی کر ایک کپا انڈی جانا بہت مفید ہے۔ رات  
کو بھی یہی استعمال کرنا چاہیے۔ چند روز کے اندر ہی اندر سینہ  
کی بہت سی شکایات دور ہو جاتی ہیں۔ ساتھ ہی کھلے میدانوں  
میں گہری سانس لینے کی مشق ضرور جاری رکھنا چاہئے۔  
عام کمزوری میں بھی کچھ آٹے کا استعمال فوائد سے خالی  
نہیں۔ اس سے حرارتِ عرینہ ی بڑھتی ہے۔ بخون صالح پیدا ہوتا  
ہے اور اندرونی کیسوں کو نشوونما حاصل ہوتی ہے۔ انڈے  
کے چھلکے کو جلا کر رکھ بنایا جائے تو اس کی ایک چٹائی کو  
صاف رکھنے کے لئے مفید ہے۔ خاص کر جن بچوں کے دانت  
نکل رہے ہوں۔ انہیں اس کا استعمال ضرور کرانا چاہئے۔

نزلہ اور زکام کی شکایت میں کسی کھلے مقام پر خوب  
گہری سانس لینا بہت مفید ہے۔ سانس اندر کھینچتے وقت  
پیٹ کو ابھارنا خارج کر کے وقت پیٹ کو اندر کی جانب  
ٹکیٹا چاہئے۔ گہری سانسوں سے پیچھے پڑے صاف ہوتے ہیں۔  
اور کھانسی کی تکلیف دور ہوتی ہے۔ گرم پانی میں تھوڑا سا کار  
بونیت آف سوڈا ملا کر ناک کے اندر چڑھانا اور اسی کا غرغہ کرنا  
نزلہ کی شکایت دور کرنے کے لئے بہت مفید ہے۔ ایسی چیزوں  
کا استعمال کم کر دینا چاہئے جن میں شکر اور نشاستہ کے اجزاء زیادہ  
ہوں۔ تازہ پھلوں اور ترکاریوں کا زیادہ مقدار میں استعمال  
مناسب ہے۔ نزلہ اور زکام کی حالت میں ثقیل۔ قابض۔ مرغن  
مقوی اور دیرپہم غذائیں بہت نقصان دہ ہیں۔ ہلکی اور زود  
پہم غذائیں بہت مفید ہیں۔

**نائب لیڈر**

**ضرورت کے صرف گھنٹے پیشہ نائب لیڈر**

**(استعمال کیجئے)**

اور قابل فخر مرد بن جائیے۔ یہ دوائی اس کا بڑا حصہ ہے۔ اپنے لیے اس کے مسلسل استعمال سے احتیاج۔ جربان۔ نالماقتی۔  
کمزوری۔ ہستی وغیرہ امراض ہمیشہ کیلئے نیست و نابود ہو جاتے ہیں اپنی پہلی فرصت میں منگو کر فائدہ اٹھائیں  
قیمت فی بکس ۶ گولیاں ایک وپیہ محصول اک سات آنے تین بکس کے خریدار سے محصول اک معاف

**ویل ویشرفارمیسی۔ جلال پور جہاں (پنجاب)**

**(لوکل ایجنٹس)**

**نائب لیڈر**

میسٹر نیپلی رام اینڈ بیرون نارنگی لاہور

**نائب لیڈر**

یورپین ڈاکٹروں کے حیرت انگیز تجربات

## دھبی دودھ سے زیادہ مفید کیڑوں کا پیلا

دراز می عمر کا بہترین نسخہ

دودھ جنایا پھٹا کتے ہیں۔ دودھ کو پھاڑنے یا جمائے والی چیز انہی جراثیم کی ترشی ہے۔ یہ جراثیم چند گھنٹوں کے اندر دودھ کے شکر کی اجزا کو پر عمل کر کے اسے لیک ٹک ایسڈ میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ ان کے عمل سے دودھ میں اتنی ترشی پیدا ہو جاتی ہے کہ دودھ کے اجزائے جینیہ جم جاتے ہیں دھبی دودھ سے زیادہ مفید ہے :-

دھبی دودھ سے زیادہ مفید ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دودھ میں خاص قسم کے جراثیم پائے جاتے ہیں جو عفونیت کو روکتے ہیں۔ اگر دودھ کو ترش کر دیا جائے تو ان کیڑوں کی تعداد بہت بڑھ جاتی ہے اور یہ کیڑے بدبو پیدا کرنے والے کیڑوں کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ چنانچہ دھبی ترش دودھ ہوتا ہے اور اس میں صرف ترشی پیدا کرنے والے جراثیم ہوتے ہیں۔ موزی جراثیم سے یہ بالکل پاک و صاف ہوتا ہے۔ اگر دوسرے جراثیم پانی وغیرہ کے ساتھ اس میں مل بھی جائیں تو وہ ترشی کے اثر سے مر جاتے ہیں۔

دھبی کے جراثیم معدے اور انتوں میں زندہ رہتے ہیں۔ اور غذا کے شکر اور نشاستہ کے اجزا کو ترشی میں تبدیل کر کے دوسری قسم کے جراثیم کو ہلاک کر ڈالتے ہیں اور معدے و انتوں کو ان مفہر جراثیم کی مفرت سے بچاتے ہیں۔ بہت سے امراض بولتھن اور خیر سے پیدا ہوتے ہیں۔ نیز بعضی اور اسباب وغیرہ

ڈاکٹر میکنی کاف نے جب بلغاریہ کا دورہ کیا تو وہاں کے باشندوں کی طویل عمریں دیکھ کر تعجب ہوا۔ عام طور پر انہیں وہاں کے لوگوں کی عمریں زیادہ اور قوی بہت مضبوط معلوم ہوئے۔ اس کی تحقیق کرنے سے انہیں معلوم ہوا کہ یہاں دھبی زیادہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اور اسی میں ان لوگوں کی قوت و تندرستی کا راز پنہاں ہے۔ چنانچہ انہوں نے دھبی کے متعلق علمی تحقیقات و تجربات شروع کئے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ دھبی کیوں مفید ہے۔ اور اس کے کیا اجزاء ہیں۔

دھبی کیوں مفید ہوتا ہے :-

یہ سمجھنے کے لئے کہ دھبی کیوں مفید ہوتا ہے۔ پہلے اس کی بابت جاننے کی ضرورت ہے کہ یہ کس طرح بنتا ہے۔ اور اس کے اجزاء کیا ہیں؟ چنانچہ یہاں تفصیل سے اس کا حال درج کیا جاتا ہے۔ دودھ میں مختلف قسم کے جراثیم پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض تو دودھ کے اجزا کو متفرق کرتے ہیں۔ اور بعض ایسے جو دودھ کے اجزائے شکر (دودھ کی شکر) پر عمل کر کے اسے ترشی میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ ترشی یا تیزابیت پیدا کرنے والے جراثیم سے بھی بعض تو سرکہ پیدا کرتے ہیں اور بعض ایسی ٹک ایسڈ اور اکثر لیک ٹک ایسڈ پیدا کرتے ہیں۔ جب ان کے اثر سے دودھ میں ترشی کی ایک خاص مقدار پیدا ہو جاتی ہے۔ تو دودھ کے اجزائے جینیہ جم جاتے ہیں جسے ہم

میں دہی کا فائدہ مسلم ہے۔ اور یقیناً فائدہ حاصل ہوتا ہے۔  
دہی عام جسمانی کمزوری اور کئی خون میں نہایت مفید  
ثابت ہوا ہے۔ جن لوگوں کو دودھ ہضم نہیں ہوتا ان کے لئے دہی  
اکثر بہت مفید ہوتا ہے اور بآسانی ہضم ہو جاتا ہے اور اس میں  
دودھ سے دو چند غذا بنی ہوئی ہے۔

بچوں کے اسہال اور معنی رسل وضعف اعصاب و کئی  
خون و رکتوں کے امراض میں دہی غذا بھی ہے اور دوا بھی۔ اس  
سے بدن کی پرورش ہوتی ہے کمزوری اور ضعف نہ فح ہوتا ہے  
معدے اور آنتوں کا درد جاتا رہتا ہے۔ جسم کا وزن بڑھ جاتا  
ہے۔ غذا کو نقص اور سمیت سے بچاتا ہے۔ اس لئے یہ ایک بہترین  
غذا تسلیم کیا گیا ہے۔

آنتوں کی بیماریوں اور خطرناک بیماریوں میں دہی سے  
بہت فائدہ پہنچا ہے۔ اس سے خون کے نہریلے مادے خارج ہو جاتے

ہیں۔

والس کے بہت سے ڈاکٹروں نے اپنے مریضوں کو دہی  
استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ یورپ میں روز بروز اس کا  
رواج بڑھتا جا رہا ہے۔

ڈاکٹروں نے بتایا ہے کہ زندگی کے لئے غذا میں ان تین اجزاء  
کا ہونا ضروری ہے (۱) مادہ ہائے ایندوٹ ہو کہ جسم کو بنانے اور  
اُس کی مرمت کا کام دیتے ہیں (۲) کوئلہ کے اجزاء جن سے بدن میں  
گرمی پیدا ہوتی اور قائم رہتی ہے (۳) پانی اور معدنی اجزاء جو  
بدن کی ترکیب میں بے شمار کیمیائی تبدیلیوں کا بیڑا ذریعہ ہے  
اور بقا و حیات کے لئے لازمی ہے۔

یہ تینوں قسم کے اجزاء دودھ میں موجود ہیں۔ اور دہی جم  
ہوا دودھ ہے۔ اس میں تمام و کمال وہ خواص موجود ہیں جو  
جسم انسان کی پرورش کے لئے ضروری ہیں۔ بلکہ دہی میں بعض

# وکٹری انشورنس کمپنی لمیٹڈ

(سید آفس :- لاہور)

سالہا سال کی متواتر خدمات پر اس پالیسی بولڈوں کو بوقت ضرورت امداد دینے کا شرف حاصل کیا ہے  
زندگی بیمہ کے لئے سب سے معتبر

(وکٹری)

حادثات سے موت ہو جانے پر دو چند زر بیمہ ادا کیا جاتا ہے۔ مکان خریدنے کی پالیسی نہایت مفید  
مفصلات کے لئے

تتواہ دار آرگنائزروں اور  
امشہر وکٹری انشورنس کمپنی لمیٹڈ ۴ میکلوڈ روڈ لاہور  
ایجنٹوں کی ضرورت ہے

خصوصیات دودھ سے زیادہ پانی جاتی ہیں۔

دہی اور درازی عمر:-

پروفیسر میکینی کاغذ ثابت کیا ہے کہ دہی کے استعمال سے نہ صرف تندرستی قائم رہتی ہے۔ اور بہت سے امراض سے نجات مل جاتی ہے بلکہ اس کے استعمال سے انسانی عمر میں بھی اضافہ ہوتا ہے وہ کہتے ہیں کہ انسان کی بڑی آنت میں بروقت جراثیم موجود رہتے ہیں۔ یہ جراثیم غذا کے صرف شکریہ اور نشاستہ اجزاء پر عمل کرتے ہیں جس سے تڑپشی پیدا ہوتی ہے۔ اس تڑپشی اور جراثیم کی موجودگی میں دودھ جراثیم پرورش نہیں پاسکتے۔ لیکن بعض اوقات آنتوں میں ایسے جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں جو خوراک کے لحمی اجزاء کو مستغرق اور متعفن کر کے مضر صحت اور زہریلے مواد پیدا کرتے ہیں۔ اس لعفن اور زہریلے اثر سے اسہال۔ بد مصی وغیرہ کے علاوہ اور بھی متعدد شکایات ہو جاتی ہیں۔ بھوک کم

ہو جاتی ہے۔ کلیجہ میں جلن اور بوجھ رہتا ہے۔ چہرہ زرد اور پتھر مڑہ ہو جاتا ہے۔ کام کاج میں دل نہیں لگتا ہے وغیرہ۔ اور پروفیسر موصوف کے خیال میں بڑھاپا بھی اسہی کے اثرات سے آتا ہے اور وہ اسے بھی ایک قسم کا مرض بتاتے ہیں جو بڑی آنت میں لعفن سے پیدا شدہ جراثیم اور زہریلے مادوں کے متواتر اثر سے پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ بعض پندرہ اور کچھ اوگھڑیال (گھر) جن میں بڑی آنت بمنزلہ نہ ہونے کے ہوتی ہے یہ بڑی طویل عمر حاصل کرتے ہیں۔ اور آخر عمر تک جوان رہتے ہیں۔ ان میں بڑھاپے کی علامات پیدا ہی نہیں ہوتیں۔ ان موذی جراثیم سے نوا کو پاک صاف کرنے کے لئے دودھ بیری ہو سکتی ہیں۔ ایک تویہ کہ ایسی غذائیں استعمال کی جائیں جن میں لحمی اجزاء مطلق نہ ہوں تاکہ یہ جراثیم اجزاء طبعی طور پر مہلک نہ آئے۔ خود بخود مر جائیں، مگر یہ ناممکن ہے کیونکہ طبعی غذائیں انسان کی پرورش کے لئے ناگزیر ہیں اس

دے

**اشٹن الشورس کمپنی لمیٹڈ**

سید آفٹن  
ایڈیشن بلڈنگ  
بمبئی

قائم شدہ  
۱۹۱۰ء

بیمہ زندگی و نمائندگی کیلئے ایک مضبوط بہترین کمپنی ہے جس نے سے پہلے اس کی دلکش سیکموں کا مطالعہ فرماویں

== (کیا آپ نے کبھی سوچا ہے) ==

کیا آپ نے فالتو وقت میں موجودہ آمدنی سے کئی گنا زیادہ کما سکے ہیں!

بونس تاحیات { میسر ڈوگل برادرز آرگنائزنگ سکریٹری } بونس میعاد ہی بیمہ

۲۵ روپیہ { تین چنڈ وڈ لاہور سے دریافت کریں } ۱۵ روپیہ

فی سال فی ہزار فی سال فی ہزار

ٹیلیفون نمبر ۲۹۶۰



کے بغیر گزر بسر دشوار ہے۔

دوسری تدبیر یہ ہے کہ آنتوں میں ترش کیفیت پیدا کی جائے اور ایسے جراثیم داخل کئے جائیں جو ان موذی جراثیم کے دشمن ہوں۔ ترش سے متعلق مادہ کے جراثیم ہلاک ہو جاتے ہیں۔ یہ دونوں باتیں دہی کے اندر موجود ہیں۔ اس کے استعمال سے آنتوں میں ترش پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس کے جراثیم آنتوں میں پہنچ کر دوسرے موذی جراثیم کو ہلاک کرتے ہیں۔ اگر یہ موذی جراثیم کسی وجہ سے نہ مریں تو معدے اور آنتوں میں سڑ اند اور سمیت پیدا کر کے متعدد بیماریاں پیش آسکیں۔ تپ ترقہ، جینہ وغیرہ پیدا کیے ہیں۔ لہذا ضروری ہے کہ بڑی آنت میں ترش کی کیفیت قائم رہے تاکہ موذی جراثیم ہلاک ہو جائیں۔

قابل استعمال دہی :- دہی کی تیاری میں عموماً صفائی

اور پاکیزگی کو مد نظر نہیں رکھا جاتا۔ اس لئے اگر ایسے دہی سے مذکورہ بالا فوائد حاصل نہیں تو قابل گرفت نہیں ہو سکتا دہی خالص دودھ سے بننا چاہئے اور جی برتنوں میں دودھ دوہا جائے وہ نہایت پاک صاف ہوں۔ اور دہی جملے کے برتن بھی پاکیزہ ہونے چاہئیں۔ اور ذرا دیر کے لئے بھی دودھ یا دہی کو کھلانہ رکھنا چاہئے۔

جوش کے ہوئے دودھ کا دہی نہایت لذیذ اور مفید ہوتا ہے۔ دودھ والا نور (کائی یا بھینس) بھی تندرست ہونا ضروری ہے۔

زیادہ کھٹا دہی بھی مفید نہیں ہوتا۔ اور کھن جو اس کے اندر موجود ہوتا ہے سبکی ترکیب میں خرابی آجاتی ہے۔ اور غذا کی صلاحیت جاتی رہتی ہے۔ اس لئے تازہ دہی استعمال کرنا چاہئے۔

قائم شدہ ۱۸۵۹ء

ٹیلیفون نمبر ۲۹۶

# میٹری لینڈ انشورنس کمپنی لمیٹڈ

فڈرز لنڈاز :- چار کروڑ پچاس لاکھ روپیہ  
تار کا پتہ →

تمام قسم کا انشورنس کا کام کیا جاتا ہے  
آگ، کارخانجات، موٹر بحری، مزدوروں کے حادثہ پیش آنے پر معاوضہ گرانٹی اور دیگر کلاسیں  
برائیں  
ہیڈ آفس (برائے ہندوستان) ۲۶ ڈھوزی، سکوائر ویسٹ کلکتہ  
تفصیلات پتہ ذیل سے طلب کریں

مسٹر دوگل برادرز رتن چندر وڈ لاہور

# بھارت

تاریخ - بنا - رہی - ہے

حیرت انگیز طور پر مختصر وقت میں تازہ کار و بار میں ایسی نادر ترقی ہندوستان کی ہمہ کی تاریخ میں بے مثال ہے

جدید نظم نے ملک میں بلا جھجکا اعتماد تیزی سے ساتھ پکڑ لیا۔ بھارت نے اس جھگڑا کار و بار حاصل کر لیا جتنا کہ اس گزشتہ لکھائی ماہ میں حاصل کیا تھا

بھارت کی تاریخ میں ایک شاندار لباس وقت نکھنا شروع ہوا جبکہ صرف چند ماہ پیشہ بورڈ نے جس کے صدر سید رام شریہ میں اتنا نام نہاد ہتھیاروں میں سے اچھا

124066  
5.7.95

ماہ میں

چند ہی

بھارت نے معقول تازہ کار و بار حاصل کر لیا

(جس کی تعداد)

ایک کروڑ روپیہ سے زائد ہے

ہر - صبح - کو - اس - میں - کثیر - اضافہ - ہو - جاتا - ہے

ہندوستان کی قدیم ہمہ زندگی النسی ٹیوشن

کی روز افزوں خوشحالی کو گہری نظروں سے دیکھو

(ہیڈ آفس)

بھارت بلڈنگز لاہور

